معلم نسواں

(۱۲ بابتہ ماہ محرم ۱۳۱ھ نمبر ۱

فہرست مضامین

معلم النسوان

مولفہ
خادم الملک محب حسین

جلد (۱۳) بابت محرم سنہ ۱۳۱۷ ہجری۔ نمبر (۱)

زید اور زینب

(۱)

پر پیچ وہ دلفریب وادی — وہ کوہ کا سلسلہ وہ گھاٹی
گنجان درختون کا وہ جنگل — وہ گھاس کا سبز فرش مخمل
کچا وہ مکان زیر اشجار — درجس کا بلند پست دیوار۔
ہے صحت و امن کا جو مسکن — طاعون کا ڈر نہ خوف رہزن

(۲)

اس گھر مین تھی ایک دختر — نوعمر۔ شریف۔ ماہ پیکر
ماں باپ کا سر پہ تھا جو سایا — تھی اس کو نہ فکر دین و دنیا
تھی مان کی بس اب یہی تمنّا — دیکھون آنکھون سے اُسکا سہرا
بعد اُسکے مرون تو کچھ نہین رنج — جینے کی ہوس نہ خواہش۔

(۳)

زینب بیگم تھا نام اوس کا — تھی حسن مین رشک ماہ سیما۔
بھولی صورت وہ رنگ رخسار — صحت کے عیان تھی جس سے آثار

تھی صبحِ بہارِ نوجوانی — رخسار تھے دونون ارغوانی
کھلتے جاتے تھے دو گُلِ تر — ہوتا جاتا تھا رنگ خوشتر

(۴)

محلون کی وہ مضمحل وہ مغرور — ہین عقل و شعور سے جو معذور
تحقیر سے دیکھین تو غلط ہے — اس پھول کو جو ابھی کھلا ہے
وہ فخرِ محل یہ تازِ دیہات — دونون مین وہی ہی نور یکذات
ہیرے مین چمک ہے جس ضیا کی — گُل مین بھی اوسیکی ہے تجلی

(۵)

اس درجہ تھی حسن مین وہ کامل — ہر ایک جوان تھا اُسپہ مائل
جتنی ہین کنواریان وہ گھر گھر — مایوس تھین عقد سے سراسر
تھی نوری شکل اور قامت — سب کہتے تھے اوس کو حورِ طلعت
گو چودہوین رات کا قمر تھی — پر حسن سے اپنے بیخبر تھی

(۶)

اِکدن زید آیا اوسکے گھر مین — دیکھا کہ پری کھڑی ہے در مین
دُنون کی ہوئین جو چار آنکھین — دل سے ہوئین پار وہ نگاہین
کھولے نظرون نے حال دلکو — وہ تارِ نظر تھے جالِ دل کے
تھا زید بھی ایک جوانِ رعنا — خوشرو، خوشخلق، فخرِ آبا

(۷)

ہوتے ہی اثر دلونمین باہم — بھرنے لگے دونو عشق کا دم
دونون کی جو پاک تھی محبت — کردی ظاہر انھون نے الفت
خواہش نہ تھی اون کی دلمین کوئی — تھذیب ہے سدِّ راہ جس کی۔

دل پاک تھے اور پاک نیت — اسلام کی دونون مین حمیت

(۸)

حاصل ہوئی عشق کی جو دولت — دونو کو ہوئی عجب مسرت
الفت کی کشش ہوئی جو باہم — ملنے لگا لطف زیست ہر دم
لیکن قسمت ہو جبکہ دشمن — کیونکر نہ جلائے برق خرمن
بیٹھین دو دوست ملکے یک جا — اس چرخ کو کب یہ ہے گوارا

(۹)

زینب کی بہن تھی ایک چنبیلی — از سر تا پا حسد کی پتلی
ناپاک تھی اس قدر طبیعت — اپنون کا تھا رنج اسکو راحت
دیکھی اُسنے جو یہ محبت — دونون سے ہوئی اُسی عداوت
چالین جتنی تھی مکر کی یاد — سب اُس نے چلین کہ ہون وہ برباد

(۱۰)

تھا باپ بھی اس کا اس قدر سخت — فولاد کا دل تھا جس کا کم بخت
تھا رحم و کرم نہ اوس کے دل مین — الفت نہ تھی اسکے آب و گل مین
پیشہ آبائی تھا زراعت — آتی ہے بدن مین جس سے طاقت
مٹی سے نکالتا تھا وہ زر — دراصل وہی تھا کیمیا گر

(۱۱)

وہ شعلہ عشق عالم افروز — بڑھتا دیکھا جو اُس نے ہر روز
سمجھا کہ یہ راز ہو گا افشا — ہو جاؤن گا خلق مین رسوا
بیوی سے کہا بدل کے تیور — زید آنے نہ پائے گھر کے اندر
ناحق اُسکو تھا خوف عزت — دونون مین تھی پاک جب محبت

(۱۲)

اس سے ہوا زینب جب کہ آگاہ ۔۔۔ بس بیٹھ گیا وہ کھینچکر آہ

دل مین آئے ہزار وسواس ۔۔۔ گھٹنے لگی آس بڑھ گئی یاس

تھی عشق و خرد کے درمیان جنگ ۔۔۔ ہر دم چہرہ بدلتا تھا رنگ

غیرت کا یہ مقتضا نہ جاؤ ۔۔۔ تھا عشق کا حکم سر کٹاؤ

(۱۴)

آنے کی ہوی اُدھر جو بندش ۔۔۔ یان بھی ہوئی جذب دلکو جنبش

جھاڑی سے مکان کے پیچھے چھپکر ۔۔۔ زینب کو وہ دیکھتا تھا اکثر

پھرون ہین جو کہ تھی ٹہلتی ۔۔۔ روتی تھی کبھی کبھی سنبھلتی

سنتی تھی قدم کی جب وہ آہٹ ۔۔۔ آنسو پھر پونچھتی تھی جھٹ پٹ

(۱۵)

بارہ بجے رات تک وہ مضطر ۔۔۔ پھرتا تھا اِدھر اُدھر برابر

آہون سے عیان تھی دلکی حالت ۔۔۔ بڑھتی جاتی تھی روز وحشت

دن کی وہ دھوپ رات کی اوس ۔۔۔ وہ حسرت و یاس اور افسوس

اِن سب کا اثر ہوا یہ مل کر ۔۔۔ گھٹنے لگے روح و جسم یکسر

(۱۶)

رخسار وہ دونون گل سے شاداب ۔۔۔ صحت نے بڑہائی جن کی تھی تاب

کھلتے ہوی وہ گلاب کی پھول ۔۔۔ بلبل کی نظر تھی جن پہ مبذول

مرجھائے چلی جو باد صر صر ۔۔۔ تھا موسم گل خزان سے بدتر

اِس عشق نے خاک مین ملایا ۔۔۔ سارا حسن شباب اُس کا

(۱۷)

ماں باپ نے دیکھی جب یہ حالت ۔۔۔ دونون کے ہوی ہواس رخصت

بیمار کی چارپائی کے پاس — بیٹھے روتے تھے وہ بصد یاس
تھا مانگتا باپ اُدھر دُعائیں — ماں لیتی تھی اِس طرف بلائیں
مرنے کا جو وقت آگیا تھا — ہونا ہی نہ تھا اثر دعا کا

(۱۸)

غش سے جو مریض عشق چونکا — بولا کہ یہی ہے اب تمنّا
سب کو میرے پاس سے اُٹھا دو — صورت اَسلی مجھے دکھا دو
ہے ہجر میں جس کی جان جاتی — یہ موت نہ آتی گر وہ آتی
ہونے کو ہیں بند اب یہ آنکھیں — کاش ایک نظر ہی اُس کو دیکھیں

(۱۹)

افسوس اُس وقت آئی زینب — جب کام تمام ہو چکا سب
دست نازک سے اُسنے چھو کر — دیکھا تو بدن ہے سرد یکسر
بارش کا بندھا یہ چشم سے تار — ڈوبے اشکوں میں دو نو رخسار
اُس زرد گلاب پر بھی پیہم — آنسو گرتے تھے مثلِ شبنم

(۲۰)

بے تابیٔ دل جو کھینچ لائی — ماں باپ سے چھپکے تھی وہ آئی
لیکن تھی اُسے یہ فکر ہر دم — کر دے نہ کہیں پدر کو برہم
بیٹے وردہیں وہ باپ ظالم! — تھا غیظ و غضب کا جو کہ خادم
سن لے جو کہیں گئی ہے باہر — جیتا چھوڑے نہ اُس کو دم بھر

(۲۱)

یہ سوچ کے گھر پھری وہ روتی — سر پیٹتی اور جان کھوتی
آنکھوں کے تلے وہی تھا بیمار — تھی زرد گلاب جس کے رُخسار

تھا دلپہ جو رنج و خوف طاری
ہر ایک قدم تھا اسکو بھاری
وہ رات اندھیری، راہ سنسان
الّو کی صدا گھنڈر وہ ویران

(۲۲)

دلہن جو ہر اس و درد و غم تھا
چڑھتا ہر ہر قدم پہ دم تھا
اس درجہ خیال تھے پریشان
وہمی شکلیں تھیں سب نمایان
ہر ایک شجر حجر کے پیچھے
جھاڑی - دیوار - در کے پیچھے
آتا تھا چھپا نظر وہ دلدار
کرتا ہوا آہ و نالہ ہر بار

(۲۳)

اوہام کا پُر خطر وہ وادی!
ہے جس میں ہر اک بلا خیالی
ہے جس سے گذرنا سخت مشکل
شیروں کے بھی چھوٹ جاتے ہیں دل
گذری وہ یہاں سے تھرتھراتی
ہر ایک قدم پہ خوف کھاتی
ہر سمت سے آتی تھی یہ آواز
دُم توڑ چکا ہے تیرا دمساز

(۲۴)

پہنچی جب کا پنتی وہ گھر میں
غش کھا کے گری مکان کی در میں
بیٹی کی یہ دیکھتے ہی حالت
ماں کو ہوئی اک عجیب حیرت
پانی کو چھڑک کے منہ پہ بولی
گیا پڑ گئی زرد شکل بھولی
صدمہ ہوا کوئی تو منہ سے بولو
آنکھیں اپنی ذرا تو کھولو

(۲۵)

غش سے چونکی ذرا وہ ناشاد
بولی کہ وہ ملک نے کی ہے بیداد
اماں وہ جہان سے سدھارا
تھا مجکو جو جان سے بھی پیارا
دیکھونگی نہ اب کبھی وہ صورت
تھی وہ تو ملک کی ایک مورت

نظم

مجھ سے تھی اُس کو پاک اُلفت — اللہ کرے نصیب جنّت

(۲۶)

اماں میرے دل میں ہی بہت درد — ہوتے جاتے ہیں دست و پا سرد
دل سینہ میں کیا دھڑک رہا ہے — مرغ بسمل پھڑک رہا ہے
یہ کہکے ہوئی جو پھر وہ خاموش — مادر کے اُڑے یہ دیکھکر ہوش
سمجھی کہ یہ اب نہیں سنبھلتی — رنگت ہر آن ہے بدلتی

(۲۷)

زینب نے بھری جو کانپ کر آہ — نکلی پھر تن سے روح ناگاہ
گوری گردن کا پھر تو منکا — ڈھلتے ہی ہوا بدن بھی ٹھنڈا
یہ دیکھکے ماں نے چیخ ماری — صدمہ سے ہوا غش اُسپہ طاری
رونے کا اٹھا جو شور یکبار — پیدا ہوئے حشر کے پھر آثار

(۲۸)

کرتے گر عقد اون کا باہم — ہوتی نہ محبت اُنمیں پھر کم
افسوس! یہ ناگوار رسمیں — ہیں ہند کے لوگ جنکے بس میں
قید دائم وہ سخت پردا — فرضی وہ حیا کا ناز بیجا
ہیں سب یہ نتیجہ جہالت — رکھو یاد محبّ کی یہ نصیحت

دریا کا آغاز و انجام

مترجمہ نظم انگریزی

(۱)

اے دلفریب دریا! آتا ہی تو کہاں سے؟ — اٹکھیلیاں ہی کرتا جاتا ہی تو کدھر کو؟
تھا اک سفید پربت آتا ہوں میں جہاں سے — ہے اک سیہ سمندر جاتا ہوں میں جدھر کو

(۲)

ای نوجوان مسافر! پیدا ہوا جہاں مین — پربت وہ سر سے تا پا سرسبز و دلکش تھا
گرمی کے بادلونکا پیتا تھا دودھ وانین — اک چشمۂ روانی گود و نمین پل رہا تھا

(۳)

چوٹی سے شح پگھل کر اک غار مین تھا آتا — اُس غار سے نکلکر چشمہ تھا اک جاری
ہر صبح اُس کا پانی تارا سا جھلملاتا — پھول اُس کے حاشیہ پر کرتے تھے زرنگاری

(۴)

اک دن کو صبح صادق کافور اُڑا رہی تھی — اور بھیروین کی دھن مین مرغان خوشنوا تھے
شبنم مین سر سے تا پا ڈوبی ہوئی ہوا تھی — موسم بہار کا تھا اور دشت پر فضا تھا

(۵)

چشمہ کی گود سے مین نکلا مچل مچل کر — دیکھا کہ سامنے ہی اک دلفریب میدان
پہنچا وہان تک آخر مین نرم نرم چل کر — پھولونکو چومتا تھا سبزہ پہ تھے غلطان

(۶)

پھر دیکھے کچھ پرندے بن مین کلیل کرتے — دیکھا جو مجھکو آتا۔ گانے لگے ترانے
کچھ جانور ہوا سے پانی پہ تھے اُترتے — چونچین ڈبو ڈبو کر گاتی تھی شادیانے

(۷)

پھولون کی تھی جو بو دی پانی پہ جھومتے تھے — جھک جھک کے تھی ہوا بھی مجکو سلام کرتے
جنگل کے جانور جو جنگل مین گھومتی تھی — کرتے تھے وہ اشارے یا کچھ کلام کرتے

(۸)

منزل بمنزل آیا مین دیکھتا نظارے — بھولا نہین ہون اب تک نیچر کی دلربائی
غائب ہوئے نظر سے منظر وہ آج سارے — اب مجھ سے سبزہ و گل کرتے ہین بیوفائی

(۹)

سنسان اور یو مین جاتا ہون اب پریشان　　موجون کے اب افق پر اندھیر چھا رہا ہی
اب بحر شور کا مین سنتا ہون شور و افغان　　شاید کہ موت کا اب پیغام آرہا ہے

(۱۰)

دیکھو !! وہ سامنے ہی کالی بلا سمندر　　ہیبت سی جسکی ہر دم جاتا ہون کانپتا مین
کیا ہولناک موجین اُٹھتی ہین اُسکے اندر　　گھل مل کے اُسکی تہ مین جاتا ہون اب فنا مین (بیبہ)

سیتا

فصل ۱۳ — خبر اور بچاؤ

جس واقعہ کو ہم گذشتہ فصل مین بیان کر چکے ہین اُس کو گذرے ہوے پندرہ روز ہوئے تھے کہ ایک دن شام کے وقت سیرل برانڈن معمولی کام سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ کے سامنے آرام کرسی پر پڑا ہوا ٹھنڈی ہوا کھا رہا تھا۔ اور اِس انتظار مین تھا کہ جب خدمتگار میز پر کھانا لا کر چن دینگے۔ تو مین اُس کو کھا کر اپنا معمولی ترجمہ کا کام شروع کرونگا۔ وہ ازرائل پانڈے کے بھاگ جانے کی خبر سنکر بہت متردد تھا۔ واقعی ڈاکوؤن کا وہ سخت ظالم گروہ توڑ ڈالا گیا تھا۔ کیونکہ اس کے دو سب سے زیادہ سفاک ڈاکوؤن کو تو پھانسی دے دی گئی تھی۔ بعض سزائے حبس دائم بھگتنے کے لئے کالے پانی کو روانہ ہونے والے تھے اور چند ڈاکوؤن کو مختلف میعاد کی سزائے قید دی گئی تھی۔ مگر اُس گروہ کا سرغنہ اب قیدخانہ سے بھاگ کر آزاد تھا۔ دوران تفتیش مین جو واقعات دریافت ہوے اُن سے بخوبی ثابت تھا کہ وہ ایک بیرحم مردم خوار خبیث ہی۔ جو کالی مائی کے چیلون کے بھیس مین عادتاً آدمیون کو قتل کرتا ہے۔ اور جس کو ارتکاب جرائم سے نہ تو کوئی قانون ہی ڈرا سکتا ہے۔ اور نہ کوئی پولیس یا کوتوالی ہی روک سکتی ہے۔

دیکھئے اب وہ کہاں ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اسٹیرل نے سوچا کہ یہ محض ناممکن ہے کہ ازرائیل پانڈے اُس خطرے کے ڈر سے جس میں وہ پڑ کے اور بچکے نکل گیا ہے اپنے خوفناک پیشے کو چھوڑ بیٹھے گا۔ کیونکہ سٹیرل اس بات کو جانتا تھا کہ کالی کے چیلے جو قہر و غضب کی ایک مجسم تصویر ہے۔ اس خیال سے نہایت ہی سختی کے ساتھ اپنے خونریز کاموں میں کوشش کرتے ہیں کہ کالی مائی کو بدلہ لینا بہت پسند ہے۔ ان خیالات سے سٹیرل کو ضرور ہوا کہ وہ بہت بڑی ہوشیاری سے کام لے۔ اور پولس کو سخت نگرانی کا حکم دے۔ اپنے حدود ارضی یا علاقہ میں تو وہ تا امکان خود ہر ایک قسم کا بندوبست کر سکتا تھا۔ مگر حقیقت میں جو خود مختار ریاستیں اسکے علاقہ کی سرحد پر واقع تھیں۔ ان کا کوئی بندوبست اس کے اختیار میں نہ تھا۔ لیکن بڑے زور و قوت کے ساتھ جرائم ٹھگی کا دروازہ تو بند کر دیا گیا تھا اور ڈکیتی پر بھی باقاعدہ طور سے حملے کئے گئے تھے۔ اگرچہ ڈاکہ زنی کے انسداد میں زیادہ عرصہ لگے گا۔ تاہم ٹھگی کی طرح اس کا قلعہ قمع بھی کر دیا جائے گا۔ بہر حال سٹیرل کو اپنی سی کوشش کرنی لازم تھی۔ اور نواب دل خان اور راجہ ہر پال سنگھ کی زیادہ نگرانی بھی ایک ضروری امر تھا۔ کیونکہ اس میں بہت ہی کم شک و شبہ تھا کہ یہ دونو شخص ڈاکوؤں کو پناہ دیتے اور اُن کے لوٹ کے مال میں سے حصے لیتے تھے۔ اور ان دونوں میں سے جو بظاہر اپنا چال چلن نہایت ہی شریفانہ رکھتے تھے۔ سٹیرل کے نزدیک نواب بہت زیادہ خراب آدمی تھا۔ عدالت میں جب وہ مقدمہ دیکھنے کے لئے آیا تھا۔ تو وہ کس طرح سیتا کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے گھورتا تھا۔ اور اُس کو ایک عیاشانہ نظر سے دیکھتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسکی خوبصورتی پر دل و جان سے فریفتہ ہے۔ سٹیرل نے اپنے جی میں کہا "گو ہم انگریزان معاملات میں کچھ زیادہ کر نہیں سکتے۔ تاہم ہمیں کم از کم اتنا تو کرنا چاہئے کہ ان بدنظر لوگوں کو ہم کبھی پھر اپنے زمانہ میں اگر یہ نواب اس گاؤں کا حاکم ہوتا تو اس غریب

چھوکری کی عفت و عصمت کبھی اُس کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہتی - ہرگز نہیں - ایکدن بھی وہ نہ بچتی ؎

سیرل براڈن یہ سوچ رہا تھا اور اُس کے دل مین اسی قسم کے خیالات گردش کر رہے ہی تھے کہ استنے مین اُس نے دیکہا کہ ایک آدمی جس کے کاندہے پر تو ایک موٹا کمل پڑا ہوا ہے اور ہاتھہ مین ایک بانس کی لکڑی ہے اُسکی طرف جلدی جلدی چلا آرہا ہے - جب یہ آدمی قریب پہنچا تو زمین پر پٹ لیٹ گیا - اور پھر اٹھکر اُس نے سیرل کو لکڑی دے دی - جس کے سرے کے شگاف مین مضبوطی کے ساتھہ ایک کاغذ بندہا ہوا تھا - اور اُس مین ایک پر بھی لگا ہوا تھا ڈاک بھیجنے کا یہ ایک بد طریقہ اِس وقت تمام دیہات مین رائج تھا - وہ چھوٹا سا پتلا بانس جسکے شگاف مین بڑی حفاظت کے ساتھہ چٹھی رکھی جاتی تھی - نہایت ہی سرعت کے ساتھہ ایک گائون سے دوسرے گائون کو بھیجا دیا جاتا تھا - اور اُس کے لئے جانے والے کو انعام دیا جاتا تھا - اسوقت جو آدمی انعام کے لالچ سے ڈاک لایا تھا - اُس کو کچھ پیسے دینے کے لئے سیرل نے اپنے خانساماں کو حکم دیا - اس کے بعد سیرل اپنے خیمہ کے اندر چلا گیا - جہاں اُس کا کھانا میز پر چنا ہوا تھا - اِس سے پہلے بھی اُس کے پاس اسی قسم کی چٹھیاں اکثر آئی تھین - اور اسی لئے اس چٹھی کے آنے سے اُسکو کوئی خاص تعجب پیدا نہیں ہوا - کیونکہ اِس کے لانے والے ہی کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ خط کہاں سے آیا ہے - لیکن جب اُس نے اُس لکڑی کو جو اس کے قریب پڑی ہوی تھی اٹھا یا - اور اُس مین بندہے ہوے خط کے لفافے کو زیادہ غور سے جانچا تو معلوم ہوا کہ چٹھی بڑی احتیاط کے ساتھہ بند کی گئی ہے - اور لفافہ صرف گوند ہی کے ذریعے سے جوڑا نہین گیا - بلکہ اُس پر لاکھہ سے مہرین بھی لگائی گئی ہین - خط کے بند کرنے کا یہ طرز بالکل غیر معمولی تھا - یہ خط اسی کے نام کا تھا - اور لفافے کی پیٹھ پر یہ عبارت درج تھی " اشد ضروری - بہت جلد - بہت جلد - بہت جلد

پھینچنا چاہیئے "۔ سیرل جب کھانے سے فارغ ہوا۔ اور میز پر ٹانگین پھیلا کے بیٹھا۔ (ہندوستان مین اکثر بعض آرام طلب انگریز اس طرح بیٹھتے ہین) اور ایک مبتلا سگار سلگا کر پینے لگا۔ تو پھر اُس نے اس لکڑی کو اٹھالیا۔ چاقو سے احتیاط کے ساتھ اُس دھاگے کو کاٹا جس مین وہ خط بندھا ہوا تھا۔ سیرل نے چٹھی کا لفافہ بھی اسی احتیاط سے کھولا۔ اگرچہ کہ تحریر کے حروف بھدے اور موٹے تھے۔ مگر وہ پورے طور سے پڑھے جاتے تھے۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:-

"آنریبل مسٹر براؤن کو فدوی کا سلام اور خدا کی برکت پہنچے۔ خدا کے فضل سے یہ فدوی اچھی طرح ہے۔ اور خدا کی درگاہ سے امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہونگے آپکو معلوم ہووے کہ شاہ گنج کے مہاجن نارندرا کے مکان پر چاند کی تیسری رات کو ڈاکہ پڑے گا۔ اور جو آدمی کہ نور پور کے جیلخانہ سے بھاگا ہے۔ اُس نے اِس ڈاکہ کی تجویز کی ہے۔ اور وہ خود اس ڈاکہ مین شریک ہوگا۔ اور اُسکے ساتھ بہت سے آدمی ہون گے۔ اور مہاجن جان سے مارڈالا جائے گا۔ اور اس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ اور سیتا پکڑلائی جائیگی۔ اس بات کا مُصمم ارادہ کرلیا گیا ہے۔ اور آپ بھی خبردار رہئے۔ اس خط کا لکھنے والا آپ کا دوست ہے۔ اور سچی باتین لکھتا ہے۔ چون کہ آپ نیک نام مشہور ہین۔ اس لئے آپ کو اس خطرے کی اطلاع دینی ضرور ہے۔ اور یہ کہ آپ مہاجن اور سیتا کے بچانے کا بندوبست کرین۔ کیونکہ آپ طاقتور ہین۔ آپ کو پولس پر بھروسہ نہین رکھنا چاہیئے۔ فوج روانہ کیجئے۔ سپاہی ڈاکوؤن کے مقابلہ مین بزدل ہیں وہ ستا کو بچائے۔ وہ ایک دفعہ تو بچ گئی تھی۔ راقم آپکا غلام اور خیرخواہ۔ خدا کرے آپ کی دولت و اقبال مین ترقی ہو۔ مین نے سچ سچ لکھدیا ہے "۔

اس خط کے راقم نے اپنا نام نہین لکھا تھا۔ اس کی جگہ پر صرف خنجر کی ایک

ایک بھدی تصویر بنا دی تھی۔ سیسل نے اس خط کو ہر دم ترقی کرتی ہوی دلچسپی کے ساتھہ کئی دفعہ پڑھا۔ اور دل سے پوچھا۔ "کس نے یہ مخبری کا خط لکھا ہوگا؟" مگر اس کا لکھنے والا اسکی سمجھہ مین نہین آتا تھا۔ گو اس مین کوئی شک و شبہ نہین کہ اس خط کا راقم کوئی نہ کوئی ضرور ہی ہوگا۔ اور وہ اس کا کوئی خیر خواہ ہوگا۔ چاند کی تیسری رات ڈاکہ پڑنے کی تاریخ تھی۔ اسیسل براڈن ہندوون کی تاریخون کے حساب سے بخوبی واقف تھا۔ اس وقت چاند کی پہلی رات تھی۔ اور ابھی بہت کافی وقت تھا۔ سیسل نے اپنے جی مین کہا "ارزرائل پانڈے! افسوس تو نے اتنی جلدی پھر اپنے پُرانے کام کو شروع کردیا۔ مین خود تیرا مقابلہ کرون گا۔ اور یہ معاملہ اور کسی کے سپرد نہین کیا جائیگا"

اس کے بعد اس نے اپنے دل مین سوچا کہ کون کون آدمی اس کام کے لایق ہین؟ اسکے کیمپ کی حفاظت کے لئے جو پولس کا جوق اُس کے ہمراہ تھا۔ اس مین صرف چار جوان تھے۔ جن مین دو سکھہ بھی داخل تھے۔ یہ جوان شیر اور ریچھہ کے شکار مین ہمیشہ اس کے ساتھہ رہتے تھے۔ اور کئی موقعون پر تو انھون نے اچھی خاصی کارگذاری اور جرأت بھی دکھائی تھی۔ اس وقت اس کا کیمپ یا پڑاو شاہ گنج سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر تھا لیکن اگر بڑی فجر سے روانہ ہوتا۔ تو ٹھیک وقت پر شاہ گنج پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے قابل اعتماد سررشتہ دار بابا صاحب کو بلا بھیجا۔ جس کی رائے اور وفاداری پر اُس کو پورا بھروسہ تھا۔ اور جو تھوڑی دیر بعد اُس کے خیمہ پر آکر حاضر ہوگیا۔

سیسل نے وہ کاغذ اُسے دیکر کہا۔ اُس کو پڑھو"

اس بوڑھے آدمی نے وہ چٹھی پڑھکر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا "اتنی جلدی! بجز خدا کے اور آپ کے ان بیچے چارون کی مدد کون کرسکتا ہے اب آپ کیا کرینگے؟"

سیرل نے جواب دیا "مین خود جاؤن گا - اور یہی میرا مصمم ارادہ ہے - وہ بدمعاش مجھ سے کہان بھاگ کر جائیگا - تم مجھے ایک پگڑی اور ایک معمولی دیسی آدمی کے کپڑے لا دو جو میرے بدن مین ٹھیک ہون - اگر مین اپنا لباس پہن کر جاؤن گا - تو لوگ میری طرف متوجہ ہوجائینگے -"

سررشتہ دار نے کہا - "میرا بڑا انگرکھا جو میرے جسم مین بہت ڈھیلا ہوتا ہے آپ کو ٹھیک ہوگا - اور پگڑی تو یہ موجود ہے - مین گھر سے انگرکھا اور پاجامہ منگا دیتا ہون -"

بہت جلد یہ پوشاک لائی گئی اور سیرل نے اُسکو پہنکر دیکھا - بابا صاحب ایک دراز قد جسیم اور سن رسیدہ آدمی تھا - اُس کے کپڑے سیرل کے بدن مین ٹھیک آگئے - اور اب لباس کا تو انتظام ہوگیا -

بابا صاحب سررشتہ دار نے کہا - "آپ میرا قدم باز ٹانگن بھی لے لیجئے - وہ آپ کو اچھی طرح لے جائے گا - آپ کے خاص گھوڑے اور کاٹھی کو تو لوگ پہچان لین گے - کیا آپ اپنے ہمراہ کچھ جوان بھی لے جائینگے ؟"

سیرل "مین چار اردلی جوانون کو لے جاؤن گا - انہین کہدو کہ وہ بڑی فجر میرے ساتھ شکار پر جانے کے لئے تیار رہین - اور اپنی وردی یا یونی فارم نہ پہنین - مین اپنے تمام خدمتگارون کو یہین چھوڑ جاؤن گا - مین خیال کرتا ہون کہ مہاجن سے مجھے کھانا ملجائے گا -"

سررشتہ دار نے مسکراکر کہا - "ضرور - آپ اگر سیتا کو اس بدمعاش کے ہاتھ سے بچائینگے تو وہ اپنا تمام مال و متاع آپ کے نذر کرے گا -"

بابا صاحب کو اپنے افسر پر فخر و ناز تھا - اور اس دلیری اور ثابت قدمی سے جو سیرل نے اُس وقت ظاہر کی - اُس کے دل مین اُس کی اور بھی

عزت اور وقعت پیدا ہوئی۔ اور اُس نے گھر جاتے وقت کہا "خدا کرے سب عالم اسی مزاج کے آدمی ہوں۔ خدا ہمارے صاحب کو اپنی حفظ و امان مین رکھے"

سیرل نے اپنے ترجمہ کا کام تو ایکطرف اُٹھا کر رکھدیا۔ اور بستر پر سونے کو چلا گیا۔ اُس کو بچھونے پر لیٹتے ہی نیند نہین آئی۔ کیونکہ اُس کے دل مین ایک بہت بڑی فکر موجود تھی۔ مگر پھر بھی وہ رات بھر بےخبر سویا۔ اور صبح کو اُس وقت تک نہین جاگا جب تک کہ اس کے ایک خدمتگار نے اُس کو آکر نہین جگایا۔ خدمتگار نے اُسکو بیدار کرکے کہا " بابا صاحب کا گھوڑا آگیا ہے۔ اور جوان بھی حاضر ہین۔ کیا مین بندوقین اُن کو دیدون ؟"

سیرل نے کہا " فقط سم! صرف چھوٹے منہ والی بندوقین۔ اور کچھ گولیان دیدو۔ اور جب تک مین نہا کر کپڑے پہنون تم کھانا (بریک فاسٹ) تیار کر لو" جب سیرل براڈن بابا صاحب کپڑے اتار کر کھا۔ پاجامہ پہنکر اور سر پر پگڑی رکھکر خیمہ سے باہر آتا تو نوکرون کو حیرت ہوئی۔

سیرل کو کپڑے پہننے مین کوئی زیادہ دیر نہین لگی۔ اُس نے اپنی پستول کو بڑی احتیاط سے بھر کر اپنی کمر کے پٹکے کے نیچے چھپا لیا جو ایک لمبا دوپٹہ تھا۔ اور گھوڑے کی سواری کا لانگ بوٹ پاؤن مین پہن لیا جس نے اُس کی آدھی ٹانگین ڈھانک لین۔ اور جب وہ بابا صاحب کے جان وار ٹانگن پر سوار ہو کر چلا تو تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد وہ ایک معمولی مسافر معلوم ہونے لگا۔ اُس کے چارون اردلی سپاہی بھی معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے اون کے بدن پر کوئی یونی فارم (فوجی وردی) نہ تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک معمولی آدمیون کی جماعت ہے جو شکار کھیلنے کو جاتی ہے اُس جماعت کے ایک سکھ نے پوچھا " صاحب ہمین کس طرف چلنا چاہیئے "

سیرل نے کہا " مین تمہین بتاتا ہون "

سیسل نے انہین جس طرف چلنے کا اشارہ کیا اُدہر کو وہ بڑہے۔ اور اطمینان خاطر سے راستہ طے کرنے لگے۔ کبھی کبھی کسی ندی یا کنوئین کے کنارے پر ٹھہر کر وہ ذرا دم لیتے جاتے تھے۔ راہ مین اس جماعت کی طرف کسی نے بھی کوئی توجہ نہین کی۔ ہر ایک گانون سے جو شاہ گنج کے راستے مین ملا ایک رہنما لے لیا گیا۔ اور جب گوکل پور آگیا تو سیسل نے اپنے آدمیون پر منزل مقصود کو ظاہر کر دیا۔ اس وقت جب کہ رات کی تاریکی چارون طرف پھیلتی جاتی تھی یہ جماعت قصبے کے اندر داخل ہوی اور سیدہی مہاجن کے مکان پر پہنچی۔ مگر ایسے غیر معمولی وقت ایک جماعت کو گھر مین جانے کی اجازت دینا۔ البتہ پس و پیش کے قابل تھا۔ مہاجن کا بوڑہا راٹھور رام سنگہ اور اس کے ماتحت آدمی اِس جماعت سے واپس چلے جانے کو کہہ ہی رہے تھے کہ اتنے مین اس تکرار کا سبب دریافت کرنے کے لئے خود نارندرا باہر آیا۔

سیسل نے گھوڑے کی زین سے جھک کر نارندرا کے کان مین کہا ” مین سیسل براڈن ہون۔ لوگون کی نظر پڑنے سے پہلے مجھے اندر چلا جانے دو۔ مین تم سے ابھی ساری کیفیت بیان کرون گا “ بعد ازان مکان کا بڑا پھاٹک کھول دیا گیا۔ اور سیسل اور اسکے تمام آدمی اندر داخل کر لئے گئے۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ نارندرا کو اس وقت سخت تشویش اور پریشانی لاحق ہوی۔ اُس نے اپنے جی مین کہا ” اس لباس مین کمشنر صاحب اِس وقت یہان کیون آئے ہین “ مگر اس تردد کی حالت مین وہ زیادہ دیر تک نہین رہا اور جب سیسل نے اُسے اپنے آنے کا سبب بیان کیا تو اُس بوڑہے آدمی کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اور اُس نے اُس کو جھک کر سلام کیا۔ نارندرا نے کہا ” مین اِس مہربانی کے لایق نہین۔ صاحب! کہان آپ اور کہان مین میرے اور میرے گھر والون کے لئے اپنی جان کو خطرے مین ڈالنا مناسب نہین

آپ تشریف لے جائیے۔ اور پولس کو بھیج دیجئے۔ وہ کافی ہے"

سیرل نے جواب دیا۔ "ایسا نہین ہو سکتا۔ جب سے وہ برہمن جیل سے بھاگا ہے۔ مجھے تو پولس کا کوئی اعتبار نہین رہا۔ یہ کام میرے فرض منصبی مین داخل ہے۔ کیا تمہین اپنے آدمیون پر بھروسہ ہے۔ تمہارے پاس کتنے آدمی ہین ؟"

مہاجن۔ "چھہ۔ سب راجپوت اور جان دینے والے"

سیرل۔ "تب تو مجھے انہین حسب ترتیب سے بٹھانا چاہئیے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہماری وجہ سے تمہارے گھر والون کو تکلیف ہوگی۔ بلکہ شاید گھر ہی ناپاک ہو جائیگا۔ مگر مجبوری ہے اب اس کا کوئی علاج نہین۔ میرے چار اور چھہ تمہارے دس آدمی کافی ہین۔ مگر میرے آدمی دن بھر کے بھوکے ہین۔ کیا تم انہین کھانا کھلا سکتے ہو ؟"

مہاجن۔ "ہان۔ میرا کھانا پک رہا ہے۔ انہین اس سے کوئی پرہیز نہ ہوگا"

تھوڑی عرصہ مین تمام انتظام ہوگیا۔ رام سنگھ سے مشورہ کرنے کے بعد ہر ایک آدمی ایک ایک مناسب مقام پر قائم کر دیا گیا۔ چونکہ اسوقت گھر مین ایک غیر معمولی انتظام ہو رہا تھا۔ اس لئے ایلیا اور سیتا جو بالاخانہ پر تھین۔ بڑے تعجب کی نظرون سے اُس کو دیکھ رہی تھین۔ سیتا نے کہا۔ "چچی! یہ کیا ہو رہا ہے۔ ذرا جا کے تو دیکھو۔ لیکن میرا بچہ نہ جاگ اُٹھے"

چچی ایلیا نیچے اتری مگر اس کے بھائی نے اُسے ڈانٹ کر واپس کر دیا اور کہا کہ "یہ عورتون کے آنے کی جگہ نہین۔ مہمان آیا ہوا ہے۔ اور اس کے آدمی اِدھر اُدھر موجود ہین۔ اوپر جاؤ اور وہین سیتا پاس بیٹھو"

مگر ایلیا کو ان باتون سے کوئی اطمینان حاصل نہین ہوا۔ وہ چپ چاپ کھڑی دیکھتی رہی۔ اُس نے دیکھا کہ ایک دراز قد آدمی آموے کا انگرکھا پہنے اور ر

پاؤن مین لمبا بوٹ چڑھائے ہوئے ادھر اُدھر آدمیون کو بٹھا رہا ہی۔ اور یہ آدمی ہتیار باندہی ہوی ہین۔
اُس وقت یہ سب آدمی ایک دوسری سے کانون مین باتین کرتی ہین۔ جنھین وہ سن نہین سکتی۔ اور
اس کا بھائی بھی اُن سے کانا پھوسی کر رہا ہی۔ اس لئے اس لمبی بوٹ والی آدمی سے ڈرنے کی کوئی بات نہ
تھی۔ پھر اُس کا بھائی زینے کے دروازے پاس آیا جس کے کواڑ کی آڑ مین ایلیا کھڑی ہوی دیکھ رہی
تھی۔ اور اُس کو پکارنے لگا۔ مہاجن نے ایلیا سے کہا "دیکھو کھانا جلدی تیار کر دو۔ مہمان بھوکے ہین
انھین کھانا کھلانا ضروری ہے" یہ سنکر ایلیا کو اور بھی تعجب ہوا۔ اور وہ رسوئیے یعنے کھانا پکانے
والے خدمتگار کو کھانے کی نسبت ضروری ہدایت دیکر بالاخانے پر سیتا کے پاس آئی۔ جو بڑی
تردد کے ساتھ کان لگائی ہوی اُن آدمیون کی باتین سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

ایلیا نے بے تحاشہ ایک چیخ سی مار کر کہا "مجھے تو کوئی بات سنائی نہین دیتی۔
رام جانے کیا ہے۔ تمہارا دادا تو جھڑکیان دیتا ہی۔ اور کھانے کو پکنے کے پہلے مانگتا ہے۔ اور نیچے
تو ہتیار لگائے ہوئے اجنبی آدمی موجود ہین۔ اور ایک موٹا تازہ گورے رنگ کا آدمی انہین حکم
دے رہا ہے۔ وہ اپنی گوری رنگت سے کوئی انگریز معلوم ہوتا ہی۔ اب مین چوکے (باورچی خانہ)
مین جاتی ہون تم یہین چپ چاپ بیٹھی رہو"

سیتا کا دل تھمے زور زور سے اچھلنے لگا۔ اور گو وہ بیٹھ گئی۔ مگر سینہ مین دم نہین
سماتا تھا۔ اُس نے اپنے جی مین کہا کہ "یہ آدمی وہی ہے جس نے مجھ پر بڑی مہربانی ظاہر کی تھی
مین اُسے ایک دفعہ اور دیکھ لونگی" پھر وہ اُٹھ کر نیچے آئی۔ اُس وقت ادھر اُدھر کوئی آدمی
نہ تھا۔ اُس نے اگلے دالان مین جھانک کر دیکھا۔ کہ جو اجنبی آدمی اُس کے دادا کی جگہ
پر بیٹھا ہوا ہی۔ وہ سیسل برانڈن ہی۔ اور یہ نظارہ کافی تھا۔ مگر اُس کے آنے کا سبب سیتا
کو معلوم نہین تھا۔ اُس کے دل مین خودبخود یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ کسی حفاظت کے لئے
آیا ہوگا۔ اور اس رحم و کرم کے خیال نے اس قدر اس کے دل پر اثر کیا کہ اس کی آنکھون مین
آنسو بھر آئے۔ اور اُس نے اپنے دل مین کہا کہ "اب مجھ کو علیحدہ جا کے شام کا بھجن گانا ہی"

گانا اور اسکے لئے دعا مانگنا چاہئیے۔ اُسکے بعد سیرل کے کان مین اندر کے کمرے سے ایک چھوکری کی نہایت ہی نازک اور سُریلی آواز آئی جو شام کا بھجن یا مذہبی گیت گا ہی تھی۔

سیرل نے پوچھا۔ "یہ کون گا رہا ہے؟"

مہاجن نے جواب دیا۔ "سیتا ہے۔ مجھے خود بھجن پڑھنا چاہئیے۔ مگر مین تو بوڑھا ہون اِس لئے وہی ہمیشہ بھجن گاتی ہے۔ مجھے گانا سُننے کا شوق ہی ہے"

حقیقت مین اسکی آواز نہایت ہی سُریلی تھی۔ اگر اسکے ساتھ ذرا طنبورہ چھیڑا جاتا تو اسکا اثر دونا ہوجاتا۔ سیرل نے خاموش ہوکر اس بھجن کو بڑی توجہ سے سُنا۔ اور جب تک وہ ختم نہوا ایک بات بھی نہین کی۔ جب وہ ربانی گیت تمام ہوا۔ تو سیرل نے کہا "نارندرا ان عورتون کو کسی محفوظ مقام مین لے جاکے بٹھادو۔ اور جو کچھ یہان ہونے والا ہے۔ اُس سے انہین آگاہ کردو۔ کیا یہ بات مناسب ہے؟"

نارندرا نے کہا۔ "میرا خیال تو یہ ہے کہ جب انہین یہ معلوم ہوگا کہ آپ یہان موجود ہین تو پھر اُن کو کوئی پریشانی نہین ہوگی۔ تاہم انہین اس کارروائی سے آگاہ کردینا ضرور ہے" یہ کہکر وہ انہین بلانے کے لئے گیا۔ اور ایلیا اور سیتا دونو اُس کے ساتھ باہر کے دالان مین آئین۔ اِن مین سے کسی کے چہرہ پر کوئی تغیر پیدا نہین ہوا۔ بلکہ یہان آنے سے سیتا کے چہرے کا رنگ اور بھی خوبصورت ہوگیا۔ کیونکہ اس پر دلی مسرت کے آثار نمایان تھے جب سیرل نے اٹھکر انہین تعظیم دی۔ اور سلام کیا تو ان دونو عورتون نے بھی جھکر اُس کے پاؤن چھوے۔ پھر وہ دور فاصلہ سے جاکر بیٹھ گئین۔ اور سیرل نے اپنے آنیکی وجہ اُن سے بیان کی۔ یہ دونو عورتین بہادر تھین۔ اور گو اس وحشت انگیز خبر کے سننے سے انہین گھبراہٹ اور پریشانی لاحق ہوئی۔ تاہم بہ نسبت دوسری دیسی عورتون کے وہ زیادہ دلیر تھین۔ سیرل نے

کہا وہ یہاں ہتیار چلے گا۔ اور خون بھے گا۔ مگر کوئی خوف کی بات نہین۔ اگر تم بالاخانہ پر چپ چاپ بیٹھی رہو۔ تو بس کافی ہی" سیتا کے دل پر اس تقریر کا زیادہ اثر نہین ہوا۔
اُس نے کھڑے ہوکر اور دونو ہاتھ جوڑ کہا "جب اس وقت ڈاکہ پڑا تھا تو مین نہین بھاگی تھی۔ اور نہ اب بھاگون گی۔ میری صاحب! مجھے یہین رہنے دیجئے۔ مین اکیلی نہین رہون گی" یہ کہکر وہ آگے بڑہی۔ اور پہر سیرل کے پاؤن چھوکر کہنے لگی کہ "جی ایلیامیر بچے پاس بیٹھی رہینگی"
سیرل نے دیکھا کہ سیتا بالکل مطمئن خاطر ہے۔ اس کی نرم اور کالی آنکھون مین آنسو ڈبڈبای ہوی ہین۔ مگر اس کے چہرہ پر کچہ اضطراب کے احساس معلوم نہین ہوتے جی ایلیا ٹھنڈی سانسین بھرتی اور سینہ کوٹتی ہی۔ اور پھر وہ یہان سے اُٹھکر چلی گئی۔ سیرل نے سیتا سے مخاطب ہوکر کہا کہ "جو تمہارا جی چاہے وہ کرو۔ مگر اندر کی صحن مین رہو۔ یہان کشت و خون ہوگا" اُس کے بعد سیتا بالاخانے پر اپنے بچے پاس چلی گئی۔ اور بتدریج جب رات زیادہ ہوئی۔ تو مکان مین چارون طرف سناٹا پڑ گیا۔ اور جوان اپنی اپنی معین جگہ مین جاکے بیٹھ گئے۔ باہر کا پھاٹک بھیڑا چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ معلوم ہوکہ دروازہ بے احتیاطی کے ساتھ بند کیا گیا ہی۔ اور ڈیوڑہی مین جا بجا لٹھون پر کمل ڈالدئے گئے کہ اس سے ظاہر ہوکہ پہرے والے جوان پڑے سو رہے ہین۔ اور باقی اور ضروری انتظام بھی کر لیا گیا۔ سیرل نے سیتا کے سیڑہیون پر سے نیچے اترنے کی آواز سُنی اور کسیقدر اندہیرے مین اُس نے دیکھا کہ وہ صحن کے ورنڈے مین آکر بیٹھ گئی۔ مگر وہ سیرل سے زیادہ دور پر نہ تھی۔

آدہی رات ہوئی۔ کوتوالی کی رونڈ حسب معمول روشن چوکی کے ساتھ یعنے طبل اور مستھنائی بجاتی اور باواز بلند یہ پکارتی ہوئی آگے بڑہی کہ "آدہی رات گذر گئی آرام سے سوئیے" اس کے بعد صرف کبھی کبھی کتون کے بھونکنے کی آواز کان مین آئی۔ اور پھر چارون طرف سناٹا پڑ گیا۔ اب ڈاکہ کا وقت قریب تھا۔ مکان مین ساری جوان ڈاکوؤن کا راستہ تک رہے تھے

کہ اتنے مین دفعتاً سیتا نے اُٹھ کر سیرل سے کہا مجھے اُن کے آنے کی آواز سنائی دیتی ہے ۔ اب وہ قریب ہین ۔ طیار ہو جاؤ"۔ سیرل جو انکو خاموش رہنے کی ہدایت ہی کر رہا تھا ۔ کہ اُس نے پھاٹک کے کلہاڑی سے ٹوٹنے اور اندر کی طرف آدمیون کے گھسنے کی آواز سنی ۔ اور جلتی ہوی مشعلون کی روشنی دیکھی ۔ اُس وقت سیرل سیڑہیون کے پاس سامنے کی طرف کھڑا ہوا تھا ۔ اور جب اُس پر مشعلون کی روشنی پڑی ۔ تو سیتا نے دیکھا کہ وہ بہادری کے غرور مین تنہا ہوا کھڑا ہے ۔ اور لڑنے کے لئے بالکل مستعد ہے ۔ چونکہ وہ ایک موٹے چوبی ستون کی آڑ مین تھا ۔ اس لئے ڈاکو اس کو غور دیکھ نہین سکے سیرل نے انہین اندر گھسنے اور سیڑہیون پر چڑھ جانے دیا ۔ اور چُپ چاپ کھڑا رہا جب اس نے اون کے درمیان ایک دراز قد والے آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ ڈہاٹے سے چھپا ہوا تھا ۔ اور جسے اُس نے اُن کا سرغنہ خیال کیا ۔ تو اُس نے تاک کر اُس پر پستول چلایا ۔ اور سیرل کے پستول سے ایک آدمی تو گرا ۔ مگر وہ ازرائل پانڈے نہ تھا ۔ پھر سیرل نے متواتر جلدی جلدی پستول کی فیر کئے ۔ اس عرصہ مین کمینگاہ سے جوان بھی دوڑ پڑے ۔ اور ایک عام ہنگامہ برپا ہوا ۔ اِس انتشار مین سیرل چھلانگ مار کے صحن مین آیا اور ڈاکوؤن پر حملہ کیا ۔ ایک آدمی نے اس کے دائین شانے پر برچھی تان کے ماری ۔ جو اچٹتی ہوی اُس کے سینے کے پہلو مین لگی ۔ ایک منٹ تک یہ لڑائی رہی ۔ پانچ ڈاکو زمین پر زخمی اِدھر اُدھر پڑے تھے ۔ کئی زندہ پکڑ لئے گئے ۔ اور باقی سب اپنی مشعلین ٹھنڈی کر کے رات کی تاریکی مین جیسے آئے تھے ویسے ہی خالی ہاتھ بھاگ گئے ۔

اس لڑائی مین سیتا نے دو ڈاکوؤن کو سیرل کے پستول سے گرتے اور پھر اُس کو ڈاکوؤن پر حملہ کرتے ہوے دیکھا ۔ ایک لحظہ تک سیتا اس وجہ سے سیرل کے قریب نہین آسکی کہ ڈاکوؤن کے مردے زمین پر حائل تھے ۔ جن کے جسمون سے خون کی ندیان جاری تھین ۔ لیکن جب اُس نے یہ دیکھا کہ سیرل کے پہلو مین برچھی کا زخم لگا

اور اُس سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ تو اس وقت وہ بے تحاشا دوڑ کر اُس کے پاس آئی
اور اُس سے کہنے لگی "آئیے۔ آئیے" سیتا نے سیرل کو اندر کے صحن میں لے
جانے کی کوشش کی۔ مگر سیرل نے آہستہ سے اُس کو ایک طرف ہٹا دیا سیرل
نے کہا "تھوڑا پانی لاؤ۔ زخم کی کچھہ پرواہ نکرو۔ یہ صرف ایک کھرونچہ ہے۔ مجھے اب
اپنے آدمیوں کو دیکھنا چاہئے"

سیتا تو پانی لینے چلی گئی۔ اور سیرل نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ کسی
آدمی نے ڈاکوؤں کے ایک مشعل روشن کی جس کی روشنی میں ہر ایک چیز اچھی
طرح دکھائی دینے لگی۔ اور پھر اُس کے اردلی سکھہ جوان اُس کے پاس آئے۔
اور انھوں نے صحن کی طرف اشارہ کرکے کہا "تین ڈاکو جان سے مارے گئے۔ ایک
دم توڑ رہا ہے۔ اور باقی بھی مرنے ہی کو ہیں۔ ہم میں سے کوئی آدمی ضایع نہیں ہوا۔ کیا اب ہم
کوتوالی کے جوان لانے کے لئے پولس اسٹیشن کو جائیں؟"

سیرل نے کہا "ہاں۔ جو آدمی زندہ پکڑ لئے گئے ہیں۔ اُن سے ہوشیار رہو"

یہ کہکر سیرل بیٹھہ گیا۔ کیونکہ اُس پر غشی کے آثار طاری تھے۔ اتنے میں سیتا ایک
چاندی کے کٹوری میں ٹھنڈا پانی لائی۔ اور اُس نے کہا "صاحب! یہ پانی پیجئے" سیرل نے
ڈگڈگا کے اُس پانی کو پیا۔ جب اُس نے اُس چھوکری کو ایک شکریہ کی نظر سے دیکھا۔
تو اُس نے اپنے دلمیں کہا "اس سے زیادہ شیرین پانی تو میں نے اپنی عمر میں کبھی نہیں
پیا ہے" مگر اسوقت بھی وہ غشی کی حالت میں تھا۔ کیونکہ اُس کے زخموں سے خون بہت
نکل رہا تھا۔ اور سیتا نے دیکھا کہ اُس کا سر اس کے شانے پر جھک گیا۔

سیتا نے اُس سکھہ سے کہا جو اپنے جوانوں کو کچھہ ہدایت دے رہا تھا
"جلدی اپنے صاحب کے پاس آؤ وہ زخمی ہیں۔ جلدی ہاں میری مدد کو آؤ"
کئی آدمی دوڑ کر سیرل پاس آئے۔ اور اُس کو آہستہ سے اٹھاکر

اندرونی صحن کے ورینڈے میں لے گئے۔ اور ایک پتلے گدے پر لٹا دیا۔ اور اس پر
حالت ضعف اور غشی طاری تھی۔ مگر اس کے ہوش وحواس سب درست تھے۔
نارندرا تو پاس کھڑا تھا۔ اور سیتا بچھونے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اور سیرل کا
ایک آدمی اس کے انگرکھے کے بند کھول رہا تھا جو بہت ہی جلد اتار ڈالا گیا۔ اس آدمی
نے کہا "کہ ہمیں بہت جلد زخم کا علاج کرنا چاہئے جس سے خون بند ہو جائے۔ ورنہ
غشی پھر طاری ہو جائیگی" پھر جلدی جلدی زخم دیکھا گیا۔ وہ کھونی کے اوپر تھا۔ اور
برچھی بازو کے گوشت کو پھاڑ کر باہر نکل گئی تھی۔ اسی سکھ نے کہا "صاحب یہ کوئی ذرا
سا گھرونچہ نہیں ہے۔ اس کے باندھنے کے لئے تو کسی اچھے جراح کو بلانا چاہئے۔
مگر کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ جلدی اچھا ہو جائے گا"

سیتا نے عاجزی کے ساتھ سکھ سے کہا "میں خود اس زخم کو دہوؤں گی پہلے مجھے تو
اس کا علاج کر لینے دو" سکھ نے جواب دیا "بہت اچھا۔ میرے ہاتھوں سے تمہارے
ہاتھ نرم ہیں تمہیں دہو۔ اور میں پٹی کا بندوبست کرتا ہوں" یہ کہکر سکھ چلا گیا۔

اتنے میں چچی ایلیا جو اب اوپر سے نیچے آگئی تھی۔ گرم پانی لیکر آئی۔ اور اس نے
اور سیتا دونوں نے زخم خوب صاف کر کے دہویا۔ اور اس کو باندھ دیا۔ اس کے
بعد کچھ درخت کے پتے جیسے یہ بوڑھی عورت جانتی تھی پانی میں اوٹائے گئے اور اس
جوشاندے کی دہونی زخم کو دی گئی۔ اس سے فوراً سیرل کو تسکین ہوی۔ مگر زخم میں
درد بہت تھا۔ پھر اس نے پولس کے داروغہ کی آواز سنی۔ جو باہر کچھ ہدایتیں دیرہا تھا۔
اور چند منٹ کے بعد جب داروغہ اندر آیا تو اس حالت کو دیکھ کر اسے سخت
حیرت ہوئی۔

سیرل نے پوچھا "کیا تم نے بھی کچھ اور ڈاکو گرفتار کئے ہیں؟ اب تم مجھے تکلیف
نہ دو۔ میں خود صبح کو پھر ایک بات دریافت کر لوں گا"

اس پولس افسر نے کہا۔ "نہین ابتک نہین۔ کوئی ڈاکو بھی گرفتار نہین ہوا۔ ڈاکو ضرور جلدی سے متفرق ہو گئے ہین۔ اور پولس کے جوان اُن کے تعاقب مین گئے ہین۔ ایک فنس (میانہ) اور اٹھارے کہار حاضر ہین۔ جو یہان سے قریب ایک گلی مین کھڑے کئے گئے ہین۔ اُن کے طرف بے مارنے سے کیا مقصود ہے۔ ؟ مین نے ان سب کہارون کو بیگار مین پکڑ کے رکھا ہے۔"

سیرل کو سب کچھ معلوم تھا۔ مگر اُسنے زبان سے کچھ نہ کہا جب اُسنے سیتا کی طرف نظر کی جو چھوٹے کی پائنتی گھونگٹ مارے ہوئی بیٹھی تھی۔ تو اسے معلوم ہوا کہ گویا وہ اُس بات کی شکر گزار ہے کہ اُسنے اُسکی جان بچائی ہے۔ اور پھر اُس کے دل مین یہ خیال گذرا کہ گجرات کے ساتھ ڈاکہ کی تجویز سوچی گئی تھی۔ پولس سٹیشن یعنی کوتوالی تاکہ یہان سے بہت دور پر واقع تھا۔ جتبک کوتوالی والون کو اطلاع دی جاتی۔ یہان ڈاکے کی تمام کارروائی ختم ہوچکتی۔ اُسکے بدچچی ایلیانے آکر پھر زخم کو بھیارا دیا۔ جس سے درد بہت کم ہوگیا۔ اور خون بھی بند ہوگیا۔ اور ایک بوڑھے حجّام نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ زخم کو ٹانکے دیکر آہستہ سے باندھ دیا۔ جب اُس علاج کی وجہ سے درد کو بہت ہی تسکین ہوئی۔ تو ذرا سیرل کی آنکھ لگ گئی۔ اور وہ سوگیا۔ اور وہ دونون عورتین اُسکے پاس بیٹھی رہین۔ اور باری باری سے اُس کو پنکھا جھلنے لگین۔ اور اُسکے آدمی باہر بیٹھے ہوئے آپس مین آہستہ آہستہ باتین کر رہے تھے۔ (باقی آئندہ) راقم خادم قوم محب حسین ایڈیٹر۔

شک*

(ماخوذ از مضامین بیکن)

خیالات مین شکوک* ایسے ہین جیسے کہ پرندون مین چمگادڑ رہین جو

* شکوک کا اس وقت زیادہ زور ہوتا ہے جبکہ کسی امر کی نسبت ہمارا علم صاف اور صحیح نہین ہوتا۔

ہمیشہ شفق کی دُھندلی روشنی مین اُڑتے ہین فی الواقع ان کا رفع کرنا یا اقل درجہ قابو مین رکھنا ضرور ہی
اُن سے دل پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ دوست ہاتھ سے جاتے رہتے ہین۔ کاروبار مین ہرج ہوتا ہے۔
کہ وہ بلا عُسرت مزاحمت پر ابرپل نہین سکتا۔ وہ بادشاہون کو ظلم پر اور خاوندون کو بدگمانی پر اور داناؤن
کو بے ہمتی وافسردگی پر مائل کرتے ہین۔ وہ دل کے نقص نہین۔ بلکہ دماغ کے نقص ہین۔ کیونکہ وہ
نہایت قوی دل شخصون مین بھی گھر کر لیتے ہین۔ جیسے کہ ہنری ہفتم شاہ انگلستان کی
مثال ہے۔ وہ غایت درجہ کا شکی مزاج اور غایت درجہ کا مضبوط دل تھا۔ ایسی طبیعت مین اُن
سے نقصان کم پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ عموماً یون ہی قبول نہین کر لئے جاتے بلکہ سوچ سمجھکر قبول
کئے جاتے ہین۔ جسقدر انسان کو اصل حالات کا علم کم ہوتا ہی۔ اُسیقدر زیادہ شک پیدا ہوتا ہی۔
اس کا علاج یہ ہے کہ معلومات بڑھائے جائین۔ یہ نہین کہ شکوک کو دبایا جاوے۔ تم کیا جانتے ہو
کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جن کو تم کام پر مامور کرتے ہو اور جن سے تم کو معاملہ پڑتا ہے وہ ولی ہین۔؟
کیا تم یہ خیال نہین کرتے کہ وہ اپنی اغراض رکھتے ہین اور اُن کو اورون کی نسبت اپنی ذات سے زیادہ
اخلاص ہے۔ شکوک کے اعتدال مین رکھنے کا اس سے بہتر کوئی طریق نہین کہ اِدھر تو اُن کا صحیح ہونا
ممکن سمجھا جائے۔ اور اُدھر اُن کو غلط جان کر قابو مین رکھا جائے۔ کیونکہ انسان کو شکوک سے وہین
تک کام لینا چاہئے جہانتک کہ اسباب کی پیش بندی مقتضی ہو کہ اُن کے صحیح نکلنے کی صورت
مین اوس سے نقصان نہ پہنچے۔ جو شکوک انسان کا دل خود تُبورتا ہے۔ وہ محض مکھیون کی بھن
بھناہٹ ہین۔ مگر جو شکوک حکمت عملی سے اُبھارے جاتے ہین۔ اور کہانیون اور سرگوشیون سے
دماغ مین ڈالے جاتے ہین۔ وہ نیش کا حکم رکھتے ہین۔ فی الواقع شکوک کے گھنے جنگل مین
راستہ صاف کرنے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ جس شخص پر شک ہو۔ اُس پر اُنہین کھلے طور پر
ظاہر کیا جائے۔ اُس سے اُن کی حقیقت پہلے کی نسبت زیادہ کھل جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ
شخص زیادہ محتاط ہو جاتا ہے اور آئندہ شک کی وجہ پیدا کرنے سے باز رہتا ہے۔ لیکن یہ
برتاؤ بدطینت شخصون سے نہین کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب وہ ایک دفعہ یہ دیکھ لیتے ہین کہ

شک

اُن کی نسبت شک ہی تو کبھی راستی اختیار نہیں کرتے - اہل اطالیہ کے ہاں ایک کہاوت ہے کہ شک سے اخلاص رخصت ہوتا ہے - لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ اخلاص کو جوش دلاکر خود رخصت ہو جس شخص نے اخلاص کی نسبت اس کے دوست یا آقا کو شک پیدا ہوا اسے شک کی وجہ سے بے وفائی اختیار کرنی چاہئے - بلکہ زیادہ اخلاص دکھانا چاہئے - تاکہ شک دفع ہو جائے جو اخلاص شک سے مغلوب ہوتا ہے - وہ مشتبہ ہے جس کی نسبت شک ہے وہ اپنی عزت میں نہیں ہے (کشف الحقایق)

طرز معاشرت کا اثر

مکان ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں انسان اپنی پیدایش کے ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کی تعلیم بھی پا سکتا ہے - اور بدترین خصائل بھی اُس کی طبیعت میں سکونت پذیر ہو سکتے ہیں - ہر شخص کی تعلیم شروع پیدایش سے ہونی چاہئے - اور اُس ابتدائی حالت کی تعلیم یہ ہے کہ اُن کے سامنے ایسے عمدہ عمدہ نمونے پیش کئے جائیں جس کی تقلید کرنے سے اُن کے رگ وریشہ میں اُس کا اثر بیٹھ جائے - مثل مشہور ہے کہ خربزہ کو دیکھکر خربزہ رنگ پکڑتا ہے بعینہ بچوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے - پس اُن کے لئے بڑی تعلیم یہی ہے کہ اُن کے لئے عمدہ تمثیلیں قایم کردی جائیں - خواہ کسی قسم کی عادت بچوں کو پڑ جائے - لیکن مرتے دم تک وہ پیچھا نہیں چھوڑتی ۔

جب بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اُس کو اپنے گرد صدہا قسم کے عجیب وغریب چیزیں نظر آتی ہیں جن پر پہلے تو صرف اُسکی حیرات انگیز نگاہیں پڑتی ہیں - لیکن رفتہ رفتہ وہ ان عجائبات کو غور سے دیکھتا - خیال کرتا - مقابلہ کرنا سیکھتا ہے - اور پھر اُس کے دماغ میں خیالات وتصورات پیدا ہونے شروع ہوتے ہیں - اگر اس حالت میں دانشمندانہ تعلیم ہو تو فی الحقیقت بہت جلد ترقی ہو سکتی ہے ۔

مکان ایک ایسی جگہ ہے جہاں بچے پرورش پاکر طرز معاشرت کے موافق بھلا یا بُرا ئی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں - جس خاندان میں عمدہ عمدہ رسمیں جاری ہیں - جہاں عقل

سے دل و دماغ کی تربیت کی جاتی ہے۔ جہان روزانہ زندگی مین نیکی اور ایمانداری کا برتاؤ ہوتا ہے اور جہان دانشمندی ۔ مہربانی ۔ اور محبت کی تعلیم ہوتی ہے تو اس خاندان کے بچے البتہ لایق ۔ دانشمند ۔ ہونہار اور فیض رسان ہو سکتے ہین ۔ اور اس کے برعکس جس فیملی مین ۔ جہالت بے وقوفی اور خود غرضی پھیلی ہوی ہو تو وہانکی اولاد بھی جاہل ۔ ناشایستہ اور غیر مہذب ہو جائیگی ۔ ایک قدیم یونانی کا مقولہ ہے ۔

"اگر کسی بچے کا معلم کوئی غلام مقرر کیا جائے تو ہمارے پاس بجائے ایک کے دو غلام ہو جائینگے"
چونکہ بچون مین تقلید کا قدرتی مادہ ہوتا ہے ۔ اس لئے اُن کے سامنے ایسے نمونے پیش کرنا چاہئے جنکی تقلید آئندہ زندگی کے لئے اُن کے حق مین مفید ہو ۔ عمدہ نمونے بچون کے واسطے معلم کا حکم رکھتے ہین ۔ کسی بچے کی تعلیم یافتہ مان صدہا معلمون سے بدرجہا مُفید ہے ۔ کیونکہ اُس کے اعمال و اقوال کی روشنی اُن کے دماغ اور آنکھون مین بلا مشقت پہنچتی ہے ۔ اور اپنا عمدہ اثر پیدا کرتی ہے ۔ جس طرح صبح کی لطیف و خوشگوار ہوا دل و دماغ کو شگفتہ اور تر و تازہ کر دیتی ہے ۔ اسی طرح اُن کے ابتدائی تعلیم بچون مین آئندہ زندگی کے لئے خوش خلقی ۔ مہربانی استقلال اور راستبازی پیدا کر دیتی ہے ۔

کسی جگہ راستباز ۔ نیک نہاد ۔ اور کفایت شعار عورت کا رہنا اس جگہ کے لئے نیکیون اور مُسرتون کا باعث ہے ۔ اور اس قسم کے مکانات صرف بچپن ہی کے لئے مفید نہین بلکہ ہر حالت کے لئے عمدہ ہین ۔ اخلاق کا سچا مدرسہ گویا گھر کی تعلیم ہے ۔ اور اس کی معلمہ عورتین ہین ۔ لیکن گھر جس قدر طرز معاشرت کے درست کرنے مین مُفید ہوتا ہے ۔ اُسی قدر مضر بھی ہے ۔ اگر کسی بچے کی تعلیم کوئی نالایق اور جاہل عورت کرے تو آئندہ زندگی مین اس خرابی کا کوئی معقول علاج نہین ہو سکتا ۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچون پر بہ نسبت باپ کے مان کا زیادہ اثر ہوتا ہے ۔ اگر کسی لڑکے کا باپ آوارہ اور بدچلن ہے اور مان زیرک و ہوشیار ہو تو اس خاندان

کرکے عزت اور وقعت کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہین - لیکن جب اس کے برعکس یعنے
مان آوارہ اور بدچلن باپ زیرک اور ہوشیار ہو تو پھر آئندہ ان بچون کی زندگی کا طرز
درست ہونا بالکل شاذ و نادر قیاس کیا جاتا ہے -

لیکن نہایت افسوس کمال تاسف کی بات ہے کہ ایک زمانے سے مسلمانون مین تعلیم
نسوان مسدود ہوگئی ہے - لہذا عورتون کے اثر تعلیم کے فواید بیان کرنا گویا سامعین کی
سمع خراشی کرنا ہے مین سعدی کے ایک شعر پر ختم کرتا ہون -

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خندان بودند و تو گریان
پس چنان زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریند و تو بود خندان

قادر م
اسٹوڈنٹ مدرسہ آصفیہ } صرف خاص الفنٹری

مراسلات

(خط نمبر ا)

کاسگنج - ۲۴ اپریل ۱۸۹۹ء - مولوی محب حسین صاحب تسلیم - معلم نسوان بابت ماہ دوی معقودہ
سنہ ۱۳۱۳ ہجری پہنچا - قدر افزائی کی مین پہلے ہی اسکی شہرت قابلیت اور پرچہ کی وقعت کے نسبت
سن چکا تھا - مگر شکر ہے کہ خوش قسمتی سے اس کو دیکھ بھی لیا - دراصل آپ بڑی قومی و ملکی خدمات
انجام دیرہے ہین - اور بڑی عزت کے مستحق ہین - مجھے بھی تعلیم نسوان سے دلچسپی ہونے کی وجہ اسکی
رسالہ سے ہمدردی ہے - مین ہر طرح جو خدمت میرے لایق ہو انجام دینے کے واسطے مستعد
ہون - جواب مین توقف ہونے کی وجہ یہ ہے - کہ مین بہت عدیم الفرصت رہا ہون جسکی
معافی مانگتا ہون - مین خطوط لکھنے اور ان کے جواب دینے کا بہت عادی ہون - مطلع فرمائے کہ تعداد
اشاعت پرچہ کی کتنی ہے - اور مضامین نویس کس پایہ کے ہین - ان مین سے دو چار ممتاز
انشا پردازون کے نام بتلائے - یہ احسان ہے کہ بیکس مخلوق یعنے عورتون کے تمام مدارج

کی خرابیوں کی اصلاح کیجاوے۔ ہر شعبہ پر ریمارک کیا جاوے۔ جواب خط اور کار لائقہ عزت بخشئے۔ نیازمند منور خان سکنڈ ماسٹر مشن مڈل اسکول کاسگنج ضلع ایٹہ۔

خط نمبر (۲)

جناب مولوی صاحب! اسلام مسنون۔

میں گذشتہ تاریخوں میں ایک شادی کی وجہ سے دہلی چلا گیا تھا۔ اس عرصہ میں آپ سے خط کتابت کا موقع نہ ملا۔ مجھے اپنے خط نہ لکھنے کا جس قدر افسوس ہے۔ اس سے زیادہ یہ غم ہے کہ آپ نے خط کیوں نہیں بھیجا۔

روزانہ پیسہ اخبار میں اپنے پردہ کے مؤید کے جواب میں جو چند سطریں میں نے لکھی ہیں۔ وہ آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ اس مرتبہ دہلی کے سفر میں خدا نے بڑی مدد کی۔ اور میں نے ایک بڑے مجمع میں اور مہذب اور مقتدر جلسہ میں کامیابی حاصل کی۔ اور اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ پردہ ہی ہماری مصیبتوں اور غموں کا باعث ہے۔ نواب صاحب لوہارو چند پرچے اپنے ہمراہ لیگئے ہیں معلم نسواں کے۔

خدا ہماری امیدیں پوری اور آپکی محنت کارآمد ثابت کرے۔ پردہ کی ابتدائی تاریخ پر جو مضمون آپ لکھ رہے ہیں۔ وہ کب تک چھپ جائیگا۔ جو دو مضمون میں نے بھیجے ہیں وہ معلم نسواں میں چھپ لیں تو اور مضمون حاضر کروں اردوئے معلی میں ایک مختصر ارٹیکل اس مرتبہ آپنے ملاحظہ کیا ہوگا خلیل کی زبانی تعلیم نسواں کی ضرورت اور انکی جہالت کی مضرت ثابت کی ہے۔ یہ پرچہ بابت ماہ اپریل و مئی کا تھا۔ خاکسار۔ احمد شفیع فرید آباد دہلی۔ ۲۹ مئی ۹۹ء

شوہر کیونکر تجویز کیا جائے

میڈم سارا گرینڈ نے رسالہ ینگ وومین میں اپنی جنس کی نوخیز ساتھیوں یعنی لڑکیوں کو پسندیدگی شوہر کے دلچسپ اور نہایت ضروری معاملہ میں کچھ مشورت دی ہے۔ یہ لیڈی ایک ناول میں بیان کرتی ہے کہ بہتیری نوجوان لڑکیاں اپنے نفس کو ایک چکنے چپڑے کمینہ کے حوالہ کر دیتی ہیں جو خود اپنے اقرار کے موافق اس لڑکی کے ساتھ صرف اُس کو اپنے

دام مین پھانس لینے کے لئے شادی کر لیتا ہے۔ لیکن جب اُس سے طبیعت سیر ہوجاتی ہے۔ اور اُس کے پاس کا سب سرمایہ صرف ہوجاتا ہے۔ تو بغیر کسی طرح کے خیال کے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ اس قسم کی لڑکیون کا آخر مین کیا حال ہوجاتا ہے وہ بالکل تباہ اور ذلیل ہوجاتی ہین۔ کوئی اُن کا پُرسان حال نہین ہوتا۔ اور سوسائٹی کے لئے وہ ایک عذاب ہوجاتی ہین۔ عموماً ایسی لڑکیون کے بارہ مین یہی کہا جاتا ہے۔ کہ خود کردہ را علاجے نیست۔ اُس نے اپنی پسند سے ایک شوہر تلاش کیا۔ اُس کے ساتھ رہی اور اب اس کا خمیازہ بھی وہی بھگتے۔ دوسرے شخص کو کوئی ضرورت نہین کہ اس کو صلاح و مشورہ دے۔ لیکن دراصل ایسا نہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ ایک شوہر مین جس قدر باتین اُسنے دیکھکر شادی کی تھی اُن سے کس قدر زیادہ باتون کا دیکھنا درکار تھا۔ اگر وہ ایک پڑھی ہوشیار لڑکی بھی ہو تو وہ صرف اپنی عقل و فہم سے اِس بارہ مین کچھ نہین کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ صرف مردون کی ظاہری باتین دیکھ سکتی ہے۔ اور علمی اور عملی دونون باتون کے اعتبار سے زیادہ تجربہ نہین رکھ سکتی یہ امر اس کے امکان مین نہین ہوتا کہ چند مردون کے خصائل پر اچھی طرح سے غور کرکے مناسب شخص کو بالمقابلہ ترجیح دے سکے۔ اصل تو یہ ہے کہ وہ ایک گھوڑے کو پسند کرنے کی جس قدر قابلیت رکھتی ہے اتنا شعور بھی مردون کے پسند کرنے کا نہین رکھتی۔ کیونکہ گھوڑے کی کیفیت تو اس کی ظاہری باتون سے بھی بہت کچھ معلوم ہوسکتی ہے۔

خوش قسمتی سے اِس زمانے مین والدین اور ورثا کو ایسے امور مین غفلت کرنے کی پوری سزا کے طور پر مناسب درجہ تک کی بدنامی اور الزام مل جاتا ہے۔ لڑکے خود ہی اپنی شادیان کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہین۔ اور وہ شادیان اُنکی خوشی کی باعث نہین ہوتین۔ ایک لڑکی کو اپنے والدین اور بزرگون سے اِس بات کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ وہ اُنکو ضروری امور سے اطلاع دین۔ جو انتخاب شوہر کے متعلق اُن کے کام آسکین۔ مین تو ہر لڑکی کو یہی صلاح دونگی کہ کسی کی صورت دیکھکر تم جامہ سے باہر نہ ہوجاؤ۔ اطمینان سے کام لو۔ اور اِس بات کا خیال کرو کہ جس کو ایکمرتبہ تمنے پسند کیا اُس سے بہتر شوہر مل سکیگا۔ کوئی شخص اگر ایسی طبیعت کو اچھا

معلوم ہو تو اس کے قبول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس میں خوبی صورت کے سوا اور اوصاف کو ہونا چاہیئے۔ اور جن باتوں سے تم کو لبھا لینے کی فکر کریگا انکو محض حیلہ سمجھنا چاہیئے۔ اور دل و دماغ کی عمدہ صفات (مثل سچائی شایستگی ہمدردی اور محبت) کے نہ ہونے کی حالت میں جن سے ایک شخص پسندیدہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اُس کے ظاہری اوصاف خانگی امور میں کوئی کام نہ دیسکینگے۔

اس بارے میں ایک مرد کا امتحان لینا آسان امر ہے۔ اگر وہ بزرگوں کا ذکر حقارت سے کرے اور اُن کی جانب کچھ توجہ اور ان کا ادب و تعظیم نکرے۔ اور ہر شخص کے ساتھ خلق کا برتاؤ نہ کرے تو ایسے مرد سے ہرگز خوشگوار نہ پیدا کرنا چاہیئے۔ اسکے ظاہری اوصاف دیرپا نہیں ہوسکتے۔ اور ایک ذراسی گڑگڑانے میں جاتے رہینگے

کیا مردوں کو خود اپنی بی بیاں تلاش کرنا چاہئیے!

اُسی مضمون نگار لیڈی نے رسالہ ینگ مین مطبوعہ اکتوبر میں زوجہ کی تجویز کے بارے میں نوجوان مردوں کو بھی یہ صلاح دی ہے "کاش انگلستان میں قریب قریب کل لوگوں کی یہی خواہش ہوتی کہ وہاں یہ دستور قایم ہوجائے کہ نوجوان لڑکوں کے لئے دوسرے اشخاص بیبیاں تجویز کردیا کریں۔ کیونکہ اپنی تجویز سے جو شادیاں وہ کرتے ہیں۔ اکثر اُن کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ورثار اور والدین کے لئے ایک مظلمہ ہوجاتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ ایک عجیب احمقانہ دستور ہی کہ جس زمانے میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ساتھ ساتھ زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ اُس وقت وہ علیٰحدہ کردے جاتے ہیں۔ اور اس وقت اجنبی کی طرح تما۔ کرتے ہیں۔ جب یہ امر درکار ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو جانتا پہچانتا ہو۔ اُن میں سے ایک کو دوسرے کے خصائل کا کچھ حال نہیں معلوم ہوتا۔ اور بجز اِس کے کہ اپنے نفوس کے مقتضیات پر عمل کریں۔ اور کوئی رہبر نہیں ہوتا۔ اور اسیکا نتیجہ یہ پیدا ہوا کرتا ہے کہ بدتر سے بدتر لڑکی (ایسی لڑکیاں جو چال وچلن جسمانی ساخت اور مردوں کو

تنگ اور احتراز کرنے کی باتوں میں بالکل بدتر ہوتی ہیں ۔ صرف اس وجہ سے اُن کے پالے پڑ جاتی ہے کہ وہ اپنی ظاہری باتوں کو لوگوں پر عرض کرکے جس قدر شوہر چاہے اپنے لئے حاصل کر لیتی ہے اور لوگوں کو اپنا مفتون بنا لیتی ہے ۔

ایک نوجوان شخص کا خیال یہی ہوتا ہے کہ شادی کرنا ضرور ہے ۔ اور کسی نہ کسی جگہ اس کو ایک لڑکی کے ساتھ ناچنے ۔ یا کسی دعوت میں کسی لڑکی کے ساتھ بیٹھنے کا موقع مل جاتا ہے یہاں گانا بجانا ہو لون اور گلدستوں کا اچھا لنا روشنی شامیں کے جام باہمی ہنسی قہقہے کی گرم بازاری ہوتی ہے اگر وہ بہت سے بہتر حالت میں ہوتا ہے جب بھی دل اچھلنے لگتا ہے ۔ اور محبت کرنے کی ہوا اور کسی طرح سے اس کی تسکین نہیں ہوتی ۔

اب وہ اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہے ۔ وہ نوجوان معلوم ہوتی ہے ۔ آنکھیں بھی چمکدار رخسارے بھی تابان نظر آتے ہیں ۔ بار بار مسکراتی بھی ہے ۔ اس میں بظاہر کوئی عیب نہیں دیکھتا ۔ اور اپنی محبت کا اظہار کر دیتا ہے ۔ رات بھر اسی کا خواب دیکھا کرتا ہے ۔ دوسرے روز اس کے پاس پہونچتا ۔ اور پھر اس کی صحبت کا خواہان ہوتا ہے ۔ اور پھر ہر ایک موقع پر اس کی طبیعت کو جوش پیدا ہو جاتا ہے ۔

یہاں تک کہ شادی ہو جاتی ہے ۔ اور کچھ دنوں کے بعد معلوم ہو جاتا ہے ۔ کہ اس میں کوئی بات نہیں ہے ۔ یہ تم کو چاہئے کہ نوجوان لوگوں کو اس بات کے موقعے دیا کرو کہ وہ لڑکیوں سے ملتے رہیں ۔ لیکن ایسے وقت یہ موقع نہ دو جب فریقین اپنے دل کو جوش جوانی میں روک نہ سکتے ہوں ۔ کیونکہ اسوقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ ان دونوں کو دن دوپہر ملنا چاہئے جب ہر ایک بات معمولی قسم کی ہوتی ہے ۔ اور دونوں کو اسبات کا موقع دینا چاہئے کہ ایک دوسرے کے خصائل کو اچھی طرح دیکھ سکے جب کہ شادی ہو گئے بعد دونوں خوش ہیں ۔ (اکسیر)

النساء

نسوان ہند کی طبی امداد

لارڈ ڈفرن بہادر سابق وائسرائے ہند کی لیڈی صاحبہ نے جو ایسوسی ایشن بغرض طبی امداد نسوان ہند قایم کی تھی۔ اسوقت اُس کو بڑی شہرت اور عزت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن کہ جو لیڈی ڈفرن کے نام سے مشہور ہی۔ اور جسکا پورا نام "نیشنل ایسوسی ایشن برائے امداد طبی نسوان ہند" ہے۔ چودہ سال کا عرصہ گذرا ہے اس غرض سے قایم کیگئی تھی۔ کہ ہندوستانی عورتین اور خصوصاً پردہ دار عورتین جو مرد ڈاکٹرون سے علاج کرانے سے پرہیز کرتی ہین۔ اور سرکاری اور خیراتی ہسپتالونمین بوجہہ پابندی پردہ کے نہین جاسکتین انکی امداد بذریعہ لیڈی ڈاکٹرونکے کرنی چاہئے۔ واقعی یہ خیال نہایت پاکیزہ اور نہایت ہمدردی کا بہرا ہوا ہے۔ اور جن نیک بندون کے دلون مین پہلے پہل پیدا ہوا تھا وہ ہندوستانی عورتونکے سچے ہمدرد ہین اور اسمین شک نہین کہ لیڈی ڈفرن کا نام ہندوستان کی عورتونین ہمیشہ شکریہ اور محبت سے لیا جاوے گا۔ یہ ان کا کام ایسا مہتم بالشان تھا کہ کہا جاتا ہی اون کے ہندوستان سے واپس جانے کے بعد حضور قیصر ہند نے انکی اس خدمت کیلئے اون کی تعریف کی۔ جبکہ وائسرائے ہند کی بیگم

ایک کام کا بیڑا اوٹھائے

تو اُسکی کامیابی مین کیا کلام ہو سکتا ہے۔ اسیطرح لیڈی ڈفرن فنڈ کے جاری ہوتے ہی ہندوستان کے تمام والیان ریاست اور دولتمند رئیسون اور امیرون نے

لیڈی ڈفرن فنڈ کی تائید مین ہزارون اور لاکہون روپے عطا کرنے شروع کئے۔ فنڈ کے کام کا مرکز کلکتہ رہا۔ لیکن تمام صوبجات مین اسکی شاخین قایم کیگئین اور جسطرح ہیڈکوارٹر کا کام حضور والیسرائے ہند کی بیگم صاحبہ نے اپنے ہاتہہ مین رکھا۔ اور ہر ایک بعد کے آنیوالے والیسرائے کی بیگم نے فنڈ کی صدارت منظور کی۔ صوبجات کے شاخون کی صدارت مختلف گورنرون اور لفٹنٹ گورنرون کی بیگمات کے ہاتہہ مین رہی جبکہ لفٹنٹ گورنر اور والیسرائے ہند کسی رفاہ عام کے کام کے لئے چندہ مانگنے والے ہون۔ اور والیان ریاست سے لیکر عوام صاحبان مقدرت تک دینے والے ہون تو ممکن نہین کہ تہوڑی سی توجہہ سے لاکہون روپے جمع نہو جاوین۔ اور وہ رفاہ عام کا کام چلنے لگے۔ حکام کے لیڈی ڈفرن فنڈ کے واسطے چندہ جمع کرنے کے متعلق سر آکلینڈ کالون سابق لفٹنٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی نے ایک تقریر مین اس اعتراض کا جواب دیا تہا۔ اُنہون نے کہا تھا کہ وہ بہی کہا جاتا ہے کہ ہم اون لوگون پر مدد کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے ہین۔ جو ہمین صرف اس لئے دیتے ہین کہ جو اُن سے مدد مانگتے ہین۔ اُنکے مدارج بہت اعلی ہین تو مین جواب دیتا ہون کہ اگر ایسا ہے تو ایسا ہی رہے بتدریج وہ ہمین اپنی خوشی سے مدد دینے لگین گے۔ تجربہ اِس کو ثابت کرتا ہی ہمین کوئی اندیشہ نہین کہ اُن کے بیمارون کو اچہا کرنے اور انکی عورتون کو خاک سے اُٹہانے مین

ہم زبردستی کر رہے ہین

یا اپنے رتبہ کا ناجایز استعمال کر رہے ہین بلکہ ہمین اُس بے پرواہی سے ڈرنا چاہئے جو کسی ناخوش آئندہ فرض کی ادائی کے لئے جس قدر توجہ کی ضرورت ہے تحمل اور خیالی شرم کے بہانے سے اس سے باز رکہتی ہے۔ ہمین دکہلا دینا چاہئے کہ ہم اون کے چندون کو بہترین استعمال مین لاتے ہین۔ اور ہمین انہین اپنے کمیٹیز شامل کرکے اپنی محنتون مین شریک کرنا چاہئے۔ مین ذاتی طور پر ایسی امداد کو

طلب کرنے سے جبکی غایت اہل ملک کی بہتری ہو کبھی تامل نہین کرون گا"
غرض لیڈی ڈفرن کے لئے اعلے حکام نے بلا دہڑک اپنے اعلیٰ مقامات سے چندے طلب کئے۔ اور دولتمند رئیسون نے دل کھولکر چندے دئے۔ یہان تک کہ اس چودہ سال کے زمانہ مین شفاخانون کی

تعمیر چوبیس لاکھ روپیہ صرف ہوا

ہے۔ سنٹرل اور پراونس کیٹیون کے پاس (۱۵) لاکہہ روپیہ کی جائداد ہے جبکی سالانہ آمدنی (۶۱۰۰۰) روپیہ ہے۔ اور ڈسٹرکٹ ایسوسی ایشنون کے پاس علیحدہ مستقل سرمایہ (۷) لاکہہ روپیہ کے قریب ہے۔ اور (۷۵) ہزار نقد ہاتہہ مین اسکی علاوہ ہے۔
لیڈی ڈفرن فنڈ کے فوائد کے دو پہلو ہین۔ ایک تو یہ کہ اسکے ذریعہ سے ملٹا لیڈی ڈاکٹرون اور ہزار ہا دائیون کو روزگار ملگیا ہے جو قریب قریب تمام یوروپین اور یوریشین اور معدودے چند دیسی عیسائی ہین۔ اور دوسرا یہ کہ ہندوستانی عورتین جو اس فنڈ کے ہسپتالونمین بطور آوٹ ڈور یا ان ڈور مریضون کے جاتی ہین۔ انکا علاج کیا جاتا ہے۔ گو پردہ دار عورتون مین کہ جن کی خاطر اس عظیم الشان فنڈ کی بنیاد رکہیگئی تہی اس کام کا ابہی اثر نہین پہنچا۔ اور سنٹرل کیٹی اپنی رپورٹمین اس کو تسلیم کرتی ہے۔ تاہم سنٹرل کیٹی کا خیال ہے کہ بتدریج پردہ دار عورتون پر اس کا اثر پڑے گا۔ اور لوگ یہان کے معالجات سے فائدہ اُٹہانے لگین گے۔ ابہی کیٹی کو خود اتنی استطاعت نہین ہے کہ لیڈی ڈاکٹرون کو پردہ دار عورتون کے گہرون مین بہیجے اور پردہ کے اثر پر بہی جو صدیون کا نتیجہ ہے چند سالون مین غالب نہین آیا جاسکتا۔
لیڈی ڈفرن کے ہسپتالونمین سال گذشتہ مین قریب ہونے

پندرہ لاکھ مریض عورتین

گئین - جب ایک وائسرائے ہند کا عہد حکومت ختم ہوتا ہے تو اس کی وائسرائی بیگم جو پانچ سال تک لیڈی ڈفرن فنڈ کی پریسیڈنٹ رہ چکتی ہے - دوسرے وائسرائے کی بیگم صاحبہ کو اس فنڈ کی صدارت مین اپنا جانشین چھوڑتی ہے - چنانچہ اب لیڈی الگن کے تشریف لیجانے پر لیڈی کرزن نے لیڈی ڈفرن فنڈ کی صدارت منظور کی ہے - لیڈی الگن نے اپنی صدارت کے پانچ سالمین اس فنڈ کو بہت ترقی دی ہے سنہ ۱۸۹۴ء مین زنانہ ہسپتالون کی تعداد صرف (۶۵) تھی اور اب (۱۸۵) ہسپتال اور ڈسپنسریان قایم ہین - جہان زنانہ ڈاکٹر اور زنانہ دایان اور خدمتگارین ملازم ہین ان پانچ سال مین نئی عمارتون پر سات لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے - اور سرمایہ بارہ لاکھ سے پندرہ لاکھ روپیہ تک پہنچ گیا ہے - سنٹرل کمیٹی نے صوبجات کی شاخون کو ساڑہے تین لاکھ کی اور رقم تقسیم کی ہے - بجائے پانچ سال پہلے کی ۱۲ لیڈی ڈاکٹرون اور (۴۲) لیڈی اسسٹنٹ سرجنون کی تعداد اسوقت بترتیب (۳۵) اور (۷۵) ہے اور لیڈی ہاسپٹل اسٹنٹون کی تعداد اس عرصہ مین (۴۳) سے (۲۵۷) تک جا پہنچی ہے ان کے علاوہ اسوقت بمقابل پانچ سال گذشتہ کے (۲۲۴) کے لیڈی ڈفرن فنڈ کے وظایف کی مدد سے

۳۲۴ عورتین ڈاکٹری تعلیم

مختلف میڈیکل کالجون اور سکولون مین حاصل کر رہی ہین - مگر اس سے بھی نمایان فرق اس امر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۴ء مین ۱۰۰۰۰۰۰ مریض عورتون

کا اس فنڈ کی اسپتالوں میں علاج ہوا تھا۔ اور ۱۸۹۹ء میں (۱۴۸۰۰۰)
کا علاج کیا گیا۔

اسقدر شاندار کام واقعی تعریف کے قابل ہے۔ اور اگر یہ کام اسی طرح جاری رہا تو اسمین شک نہین کہ ایک دن ہزارون ہندوستانی عورتین سند یافتہ ڈاکٹرنیان اور دایان موجود ہو جائین گی۔

لارڈ کرزن بہادر نے ۳ فروری کو لیڈی ڈفرن فنڈ کے سالانہ جلسہ مین جو صدر نشینی کی تقریر کی وہ نہایت دلچپ اور ضروری ہے۔ اور اخبارات نے یہہ بہی لکہا ہے کہ وہ ایسی فصاحت اور بلاغت سے پر تہی کہ کئی سال سے کلکتہ مین ایسی فصیح سپیچ سنی نہین گئی خصوصاً آریہ بہائیون کو اس تقریر سے نہایت خوشی حاصل ہوئی ہو گی۔ کیونکہ خود نائب السلطنت ہند نے اس تقریر مین اقرار کیا کہ انگریز اس بڑی آریہ قوم کی ایک شاخ ہین کہ جو وسط ایشیا سے چلکر دنیا کے مختلف حصون پر پہیل گئی تہی انہون نے یہ تفصیل قوم آریہ کے انتقال مکانی کا ذکر کیا۔ اور پہر اس بات کو بیان کیا کہ بہت سے انقلابات کے بعد اس قوم کی یوروپین شاخ ہندوستان مین واپس آکر

اپنے رشتہ دارون پر حکمران

ہوگئی۔ انہون نے فرمایا "وہ شخص فقط حکمران کی حیثیت مین ہی نہین آئی بلکہ وہ مربی بہی ہے وہ شاخ جو اس خاندان کی ایشیائی شاخون پر حکومت کرنے کے واسطے آئی ہے۔ وہ اپنے ہاتون مین کچہہ تحایف بہی لائی ہے اور اس نے لوگون کو کہا ہے۔ "دیکہو ہم ایک عرصہ دراز تک مغرب مین رہے ہین جہانکہ ہم نے بہت سا علم حاصل کیا ہے اور بیشمار دریافتین کی ہین۔ اور ہم اس غرض سے واپس آئے ہین کہ تم ان نعمتون

مین شریک ہونے کی درخواست کرو"۔ اب قدیم آریا کونسی کتابین لائے۔ اور ہم
کو نسبہ عطیات لیکر ہندوستان مین آئے ہین؟ ہم تمہارے پاس اپنا مذہب
قانون لٹریچر اور سائنس لائے ہین۔ مذہب کو بعض لوگون نے قبول کیا۔ اور
بعض جن کی زیادہ کثرت ہے۔ اپنے مذہب کو ترجیح دیتے ہین۔ اور چونکہ مذہب
تمام ذی فہم شخصون اور قومون مین آزادانہ خیال اور آزادانہ انتخاب کا معاملہ ہے۔
اور ایک قوم کو دوسری قوم مین بزور داخل نہین کرنا چاہئے ہمنے تمکو اجازت
دی ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق جونسا مذہب چاہو پسند کرو۔ اور حسب منشا کسی
کی تقلید کرو۔ قانون مین ہمنے میانہ روی اختیار کی ہے ہمنے قانون کی انگریزی
اور ہندوستانی دونون طریقون کو ملانیکی کوشش کی ہے۔ اسطرح انگریزی علم
قوانین کی عظیم الشان اجمالی امور مین وہ تفصیلی امور بہر دئے گئے ہین جو مشرق کے
تجربہ اور ضروریات سے حاصل ہوئے ہین۔ لٹریچر کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ اس سے
تمنے کئی باتین سیکھی ہین۔ مین جانتا ہون کہ اس سے تم مین روشن ضمیری پھیل گئی ہے۔
اس نے تمکو اخلاقی اور ذہنی آزادی کے اصلی معنی بتائے ہین"۔ لارڈ کرزن بہادر نے
بہت اچھے پیرایہ سے اپنی تقریر کو شروع کیا ہے۔ اور بڑے مؤثر پیرایہ مین اس بڑی
آریہ قوم کی شاخون کا تعلق بتلایا ہے۔
اِس کے بعد اپنے سائنس کی برکتون کے ذیل مین یوروپین ڈاکٹرون کی
امداد کا ذکر کیا۔ آپنے فرمایا کہ اب مین سائنس خصوصًا

میڈیکل سائنس

کی آخری برکت کا ذکر کرتا ہون۔ میرے خیال مین اسکے دو اقسام ہو سکتی ہین

رت مدید کی رسم و رواج بے علمی اور دیگر بواعث سے ہندوستان مین تعصبات پیدا
ہوگئے ہین - تاہم اس امر مین شک کرنا ناممکن ہے - کہ اگر ہم مغرب کی طرف سے صرف علم ادویہ ہی
لیکر آتے تو تب بھی ہمارا آنا حق بجانب تہا - کیونکہ جو میڈیکل سائنس ہم لائے ہین وہ کیا ہے؟
یہ صرف مفید مطلب اور مجرب قواعد کا ہی مجموعہ نہین ہے - بلکہ اسکی بنیاد ایک استوار علم پر قایم ہے
جس کو براہین اور دلائل سے معترض نہین کر سکتے - یہہ برکت امیر و غریب ہندو مسلمان زن و مرد کے سامنے
پیش کی جاتی ہے - یہہ علم بلا عزت و آبرو مین خلل انداز ہوئے پردہ تعصب اٹہا دیتا ہے —
جہانتک معلوم ہے - یہی ایک ذریعہ ہے جس سے توہین کے بغیر ذات پات کی رکاوٹین
اور دیوارین شکستہ ہوگئی ہین - فی الحقیقت تمام دیگر علوم سے میڈیکل سائنس (علم طبابت)
نہایت عالمگیر ہے - کیونکہ دنیا کے ہر ایک مصیبت زدہ آدمی کے لئے یہ سایۂ رحمت ہے - پہر آپنے
اپنے مطلب کی تائید مین رڈیارڈ کپلنگ کی نظم سے ایک شعر پڑہا جسکا مطلب یہہ ہے کہ یہ
سفید قومون کا فرض ہے کہ وہ دنیا کی دوسری دور دراز ملکون کے لوگون کے امراض کا ازالہ
کرین - اور انکی تنگدستی اور فاقہ کشی کو دور کرین -

آپ نے فرمایا کہ مغربی آریا لوگونکی فیاضی کے اس حصہ سے ہندوستان کے انگریزون نے
اغماض نہین کیا - میری رائے مین جو اسپتال ہم اس ملک مین بناتے ہین - ہر ایک
ڈاکٹر جسکی ہم تربیت کرتے ہین - ہر ایک نرس (دایہ) جس کو ہم سیکہلاتے ہین - ہر
ایک مریض جسکا ہم علاج کرتے ہین - وہ اس خدمت کا ایک حصہ ہے جو ہمین ہندوستان کے
متعلق واجب الادا ہے - اور اس ملک کی طرف ہماری

فرض کا ایک جزو ہے

ہمارے وطن کی اس عطیہ کا ایک حصہ ہے - جو کے مغرب کے آریا اپنے رشتہ دار وں کے

واسطے اپنے ساتھہ لائے ہین۔ ان وجوہات سے مین اس قسم کی ایسوسی ایشن (کونٹیس آف ڈفرن فنڈ) کے کام مین از حد دلچسپی لیتا ہون۔ آج سہ پہر کی تقریرون سے مین نے یہ اخذ کیا ہے کہ اس ایسوسی ایشن کو تمام جماعتون اور فرقون مین اعتماد حاصل ہوتا جاتا ہے۔ اور بتدریج یہ اُس تعصب کو ملیامیٹ کر رہی ہے جو پہلے اس کے سامنے مزاحم تہا۔ اور یہہ کہ پیشتر ازین اسنے مصائب انسانی کا ایک بڑا حصہ متبدل بہ راحت کر دیا ہے۔ جو شمار و اعداد میرے سامنے پیش ہوئے ہین اُنہین دیکھکر مجھے یہ خوشی ہوئی ہے کہ یہہ ایسوسی ایشن پہلے انسٹیٹیوشنون کے فوائد مین مزاحم نہین ہوتی۔ اگر یہ ان کے سد راہ ہوتی تو یہ رقابت کی نظر سے دیکھی جاتی۔ اور شاید کسی باعث سے کوئی متنازع پیدا ہو جاتا۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ وہ جماعت جسکی امداد یہہ کرتی ہے۔ ان جماعتون سے بالکل علیحدہ ہے جسکی مدد کرنا پیشتر کی موجودہ انسٹیٹیوشنون کا فرض ہے۔ ہندوستان کے ہسپتالون اور دواخانون مین جن عورات کا زنانہ ڈاکٹرون کی زیر نگرانی علاج ہوتا ہے۔ اُن کی تعداد سال بسال بڑہتی جاتی ہے۔ ۱۸۸۸ء کی ایک لاکھہ سے ۱۸۹۳ء مین ۶ لاکھہ اور ۱۸۹۷ء مین ۱۳ لاکھہ ۷۷ ہزار ہوگئی۔ سرکاری اسپتالون مین جو عورات مرد افسرون کے زیر علاج ہین ان کی تعداد بھی اسی نسبت سے بڑہتی جاتی ہے۔ ۱۸۸۸ء مین ۲۱ لاکھہ ۲۶ ہزار ۱۸۹۳ء مین ۳۱ لاکھہ ۷۱ ہزار ۱۸۹۷ء مین ۳۷ لاکھہ ۶۵ ہزار۔ میرے خیال مین ان اعداد سے اطمنان ہو جاتا ہے یعنے کہ دونون طریقے بلا مزاحمت پہلو بہ پہلو کام دے سکتے ہین

فنڈ کے متعلق ایک درخواست

لارڈ کرزن بہادر نے اپنے ہم وطنون سے اس طرح کی یعنے لفٹنٹ گورنر بہادر کو بنگال مین اس فنڈ کے متعلق کامیابی حاصل ہونے پر مبارکباد دینے اور راجاؤن کے وظایف تعلیم ڈاکٹری دینے کا ذکر کرنے کے بعد لارڈ کرزن بہادر بالقابہ نے فرمایا۔ آخر مین اپنے ہم وطن لوگون کو کہنا چاہتا ہون کہ اس ایسوسی ایشن کے متعلق اپنے کوششون مین مصر ہین۔ یہہ کوششین زیادہ تر معزز اس واسطے ہین کہ وہ بخوشی اور بلاتنخواہ کیجاتی ہین۔ یہہ اس ملک کی خدمات کا ایک حصہ ہین جسمین تم بود باش رکہتی اور کام کرتے ہو (چیرز) اور مین ہندوستان کے بڑے بڑے رئیسون کو یہہ کہونگا۔ آو۔ اس عظیم الشان کام مین دلچسپی لو۔ جو عین ہمدردی کے اصولون پر قایم ہے۔ اپنے وسیع ذرایع سے اسمین مدد کرو۔ اپنا اثر ڈالو۔ اس ایسوسی ایشن کی امداد کرو نوجوان عورات کو علم طبابت کا مطالعہ کرنے اور ڈاکٹری پیشہ اختیار کرنے کا حوصلہ دلاو۔ میڈیکل سائینس کی نعمتون کو اپنے گہرون مین داخل کرو۔ جو کسی ایک قوم کی جائداد نہین۔ بلکہ تمام اقوام کی خادمہ ہے۔ مجہے امید ہے کہ آج سے ہر کو جو مثال مہاراجہ دربہنگا نے چار ہزار روپیہ سالانہ چندہ کی قایم کی ہے۔ تمام لوگ اسکی تقلید کرین گے۔ آپنے اپنی تقریر کو لیڈی کرزن صاحبہ کے ذکر سے اسطرح ختم کیا جبتک مین ہندوستان مین موجود ہون۔ امید ہے کہ مجہے اس فنڈ کے کام مین دلچسپی لینے کے کئے موقع ملتے رہینگے مین آپ صاحبون کا مشکور ہونگا آپنے لیڈی کرزن کا نہایت عمدہ الفاظ مین ذکر کیا ہے اور مین انکو ان کی طرف سے یقین دلانا چاہتا ہون کہ وہ اس کام مین تہ دل سے شریک ہین۔ اور جبتک وہ ہندوستان مین ہین۔ وہ اس تعلق کو تسلیم کرتی ہین۔ جو بحیثیت ایک عورت

ہونے کے اِن کے اور ہندوستان کی عورات کے درمیان قایم ہے۔ اور وہ حتی الامکان اپنی قسمت کو بہرہ ور بنانیکی کوشش کرینگی۔"

فربہی

مرقومہ طیب حسنؔ

عورتوں کیلئے مٹاپا بھی واقعی ایک مصیبت ہے جس سے انکی خوبصورتی کا جادو بے اثر ہو جاتا ہے۔ اور چہرہ کے دلکش خط و خال غیر موزون ہو جاتے ہین بیسون لڑکیان میرے معاینہ مین آئین جو اس مصیبت سے رہائی کی خواستگار ہین مجھے اسی قسم کا ایک خاص کیس یاد ہے جسمین مجھے ایک نہایت فربہ ۲۳ ساله لڑکی کو علاج مین کامیابی ہوئی تھی۔ جو اگر وزن کیجاتی تو بارہ سٹون سے کم نہ اُترتی۔

مین نے مکھن مٹھائی اور اس قسم کی غذا دینی موقوف کردی جو فربہی کی ترقی کا باعث تہین۔ اور اسے ہدایت کی کہ وہ حمام کے بعد اپنے جسم کو خوب ملا کرے۔ اور پہر ایک کہردرنے ترکش تولیہ سے جسم کو رگڑے۔ یہانتک کے خون اُبھر آئے۔ اور سر سے پائون تک اسکا جسم سرخ ہو جائے۔ اور وقتاً فوقتاً ہاتون سے اپنے موٹے گوشت کو آہستگی مگر استقلال سے اسطرح ملے کہ خراش نہ آجائین۔ ناشتہ سے پہلے اسے ہر صبح پیدل ہوا خوری کی ہدایت کی گئی جسکے بعد اسے کپڑے پہنے یا برہنگی مین کئی قسم کی ورزشین کرنی پڑتی تہین ملسے بہا گنے اور دوڑنے کی مشق بھی کروائی جاتی تھی۔ پیراکون کے طرح ہاتون کو ہلاتی رہنے سے مریضہ کو بہت فائدہ ہوا وقتاً فوقتاً ترکش ہاتھ کے علاوہ دن بھر مین جسقدر مریضہ کو وقت ملتا ہی وہ ان ورزشون مین صرف کر دیتی تھی۔ اس امر

کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا تھا کہ دوڑنے اور ورزش کے وقت اُس کے کپڑے کشادہ ہون۔ تاکہ اُسکے اعضا بخوبی حرکت کرسکین مین نے اثناء غذا مین پانی پینے کی اجازت نہین دی تھی۔ بلکہ یہہ کہدیا گیا کہ دیگر اوقات مین بھی جس قدر کم پانی پیا جائے اسی قدر بہتر ہے۔ ایک ماہ کے بعد ہی اُسکا وزن حیرت انگیز طور سے آٹھہ پونڈ کم ہوگیا۔ اس کے پٹھے مضبوط ہوتے جاتے تھے۔ اور اسی نسبت سے مٹاپا دفع ہوتا جاتا تھا۔ چھہ ماہ کے اختتام پر مین نے اسے صحت یاب تصور کرکے رخصت کیا اسوقت اسکی اعضا اور چہرے سے ویسی ہی نزاکت برس رہی تھی جیسکی اس عمر کی عورتین خواہان ہوتی ہین۔

لطیفہ

کیتھرائن شہنشاہ بیگم روس کا ایک عجیب حال سُننے مین آیا ہے۔ انکو سدرلینڈ نامی ایک مہاجن نے ایک کُتّا نذر کیا تھا جسے یہ بہت چاہتی تھین۔ چندروز بعد یہ کتا مر گیا۔ دوسرے دن صبح کو جب سدرلینڈ بیدار ہوا تو چیف آف پولیس کو اپنے مکان پر موجود پایا۔ مہاجن نے اسکو دیکھکر کہا کہ کیا میری بے عزتی کی جاتی ہے؟ چیف آف پولیس نے جواب دیا کہ اس سے بھی بدتر۔ مہاجن نے کہا ”کیا ملکہ نے مجکو سیبریا کو جلاوطن کیا ہے“ افسر پولیس نے جواب دیا کہ ”نہین“۔ مہاجن نے کہا کہ کیا مجکو سزائے موت کا حکم دیا گیا ہے“ افسر پولیس نے کہا کہ ”اس سے بھی بدتر حکم ہے“ مہاجن تو خوب واقف تھا کہ ملکہ کیتھرائن اپنے رفیقون کو کس قسم کی سزا دیا کرتی ہے۔ لہذا اس نے کہا کہ ”خیر جو کچھہ ہو مجکو بتاؤ“ چیف آف پولیس نے کہا کہ ”ملکہ نے حکم دیا ہے کہ تمہاری کھال کھینچی جائے اور ملکہ کے روبرو پیش کیجائے“ ضرور اس مہاجن کی کھال کھینچی جاتی اگر وہ شہنشاہ بیگم کو تحریر نہ کرتا کہ مین بجائے کہال کھینچنے کے

ورنا پسند کرتا ہوں لیکن اسمین چیف آف پولیس کی غلطی تھی لڑکے نے صدر لیند
کی کھال کھینچنے کا جو حکم دیا تھا - اس سے مردہ کتے کی کھال کھینچنا مقصود تھا کیونکہ
اس کتا بھی یہی نام رکھا گیا تھا -

کیا یہ سچ ہے

کہ عورت کبھی بھی وفادار دوست نہین ہوسکتی ؟

۲۰ فروری کے سیوک مین ایک کہاوت اس مضمون کی جلی قلم سے درج ہے کہ عورت کبھی بھی وفادار نہین ہوسکتی - نئی روشنی والے حامیان نسواں اور دقیانوسی خیالات کے عورتوں کیطرف سے شکی آدمی چاہے اپنے اپنے حلقون مین عورت ذات کی نسبت کچھہ ہی رائے رکھتے ہین - لیکن اسمین کلام نہین کہ عورت کی وفاداری یا بیوفائی کی نسبت قدیم زمانہ سے مختلف رائین چلی آتی ہین - نہ صرف مولوی - ملا یا اون کے پیر ہی عورت کی وفاداری یا ایمانداری پر شک رکھتے ہین بلکہ کئی پنڈت اور ہندو بھی کہتے سنے گئے ہین کہ عورتون کے فریبون کی کوئی حد نہین جو شخص عورت کے کہنے پر چلے یا اوسکی صلاح مشورہ کو مانے اسکو تو گویا زن مرید کہکر پرلے درجہ کا ذلیل اور خوار کیا جاتا ہے - لیکن اگر حقیقت کی آنکھہ سے دیکھا جاوے کہ جو شخص اپنی بیوی کی مشورت سے سارے کام کرتا ہے وہ سب سے اچھا شوہر ہے اور خاوند کے فرایض کو بہترین طریق سے ادا کرتا ہے -

اصل بات یہ ہے - کہ جو شخص عورت کے ساتھ اپنے رشتہ کو سچا رشتہ سمجھتا ہے اور تا زندگی قایم رہنے والا جانتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اگر مین کما کر لاتا ہون تو یہ اس کمائی کا بہترین استعمال کرنے والی ہے - اور یہ میرا فرض نہین ہے کہ ایک طرف کمایا پہرون اور پہر اُس کو خرچ کرنے کی دہندون مین سر ٹپکتا رہون وہ شخص تو ضرور عورت پر اعتماد رکہیگا اُسکو حقیقی خیر خواہ - رازدار دوست - جان نثار عُرفی - تنگی مین مددگار - اور خوشحالی مین سچا دوست قبول کریگا لیکن جو شخص شادی کو صرف حظ نفس کا ایک ذریعہ سمجہتا ہے اور جانتا ہے کہ زندگی کا لطف قایم رہا - اور بنی رہی تو خیر ورنہ ایک کو چھوڑ دوسری دوسری کو چہوڑ تیسری - اسیطرح سلسلہ قایم رکہنے مین کوئی عار نہین سمجہتا - تو چونکہ وہ خود ایک عورت کے ساتہہ وفادار نہین ہے کوئی عورت بہی اسکے ساتھ وفادار نہین ہوسکتی - اور اسکو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ کوئی عورت کبہی وفادار دوست نہین ہوسکتی مگر صحیح یہ ہی کہ

عورت سے زیادہ کوئی وفادار دوست نہین

ہمارا یقین تو یہانتک ہے کہ جو اتحاد یگانگت محبت و پیار جان نثاری - اور سچی وفاداری ایک مرد اور عورت مین ہوسکتی ہے - اُسکی مثال دو مرد دو مردون مین ملنی محال ہے - و انا قدرت نے مرد و عورت - نر و مادہ کا جوڑا بنایا ہے پہر اس جوڑی کو انمیل یا دوسری معنون مین بیوفا سے ملنے والا کہنا قدرت کو غلط بتاتا ہے - البتہ یہ راست ہے کہ مختلف ممالک مین محبت پیار - دلجوئی ہمدردی وفا وغیرہ کے میعار جدا جدا ہین - لیکن اون سے اصول غلط نہین ہو سکتا - عورت کی صفات ایک انگریزی اخبار نے اسطرح لکہی ہین - جن کو حافظ آبادی صاحب کی تیز نگاہ نے دیکہے بغیر نہین چہوڑا -

عورتون کے چند قومی وصف

ایک انگریزی اخبار نے لکھا ہے کہ عورتوں کے چلن کی چند خاص باتیں اس طرح ہیں۔

انگلستان کی عورت غیرت والی اور مغرور ہے۔

فرانس کی عورت خوش اور پسندیدہ۔

اٹلی کی عورت جوشیلی اور تیز۔

امریکہ کی عورت سچی اور محبت کرنے والی۔

انگلستان کی عورت کے لئے محبت ایک اصول ہے۔

فرانس کی عورت کے لئے محبت ایک خیال ہے۔

اٹلی کی عورت کے لئے محبت ایک خواہش ہے۔

امریکہ کی عورت کیلئے محبت ایک جذبہ ہے۔

خاوند انگلستان کی عورت کے ساتھ شادی کرتا ہے۔ فرانس کی عورت کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے۔ اٹلی کی عورت کے ساتھ دوستی قائم کرتا ہے۔ امریکہ کی عورت کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔

خاوند انگلستانی عورت کا افسر ہے۔ فرانس کی عورت کا ساتھی ہے۔ اٹلی کی عورت کا روپیہ دینے والا دوست ہے۔ امریکہ کی عورت کا شریک حال ہے۔

انگلستان کا باشندہ اپنی عورت کی عزت کرتا ہے۔ فرانس کا باشندہ اپنے ساتھی (عورت) کا ادب کرتا ہے۔ اٹلی کا باشندہ اپنے محبوبہ کی آرائش کرتا ہے امریکہ کا باشندہ اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے۔ رات کے وقت واپس آتا ہے۔

جب خاوند بیمار ہو جاوے تو انگلستان کی عورت اُس کے پاس بیٹھتی ہے۔ فرانس کی عورت اُسپر رحم کرتی ہے۔ اٹلی کی عورت فغاں کرتی ہے۔ امریکہ کی عورت دائیوں کے طرح خدمت کرتی ہے۔ فرانس کی ساتھی (عورت) غم کرتی ہے۔ اٹلی کی محبوبہ تاتی ہے۔ امریکہ کی بیوی

ماتم کرتی ہے۔ (وفادار)

امریکہ مین نتیجہ آزادی نسوان

گزشتہ چوبیس سال سے براعظم امریکہ مین عورتون کی رفتار زندگی مین جیح نمایان ترقی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت اخبار انڈین مسنجر مین بیان کیگئی ہے۔ یہ حالات نہایت ہی دلچسپ ہین۔ اور اُن سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس معصوم جنس کے ممبرون کو اکتساب علوم و فنون کا موقع دیا جائے تو وہ ہر ایک پیشے مین ایک عجیب و غریب قابلیت ظاہر کرسکتے ہین اخبار مذکور لکھتا ہے کہ ۱۸۷۰ء مین متحد البلاد مین ایک لیڈی مہندس تھی۔ اور اب ترپن ہین۔ دندان ساز مخدرات چوبیس تھین اور اب چارسو سترہ ہین۔ محقق عورتونکی تعداد پانچ سے چارسو ستائیس ہوگئی ہے۔ طبیبہ اور جراحہ پانچسو ستاسی تھین۔ اور اب چھ ہزار آٹھ سو اٹھاسی ہین پادری عورت کی تعداد سرسٹھہ سے ایک ہزار پانچسو بائیس تک پہنچگئی ہے یہ ایک عجیب و غریب ترقی ہے جس پر ہمارے رفار مرون کو نوٹس لینا چاہئے۔ بے شبہہ بعض پیشے ایسے ہین جن کو نسوانی طبقہ بوجہ اپنی ترکیب اور حالت کے اختیار نہین کرسکتا مثلاً شہسواری یا سپہ گیری کیلئے جس مین مزید جسمانی قوت درکار ہے۔ عورتین علی العموم ناقابل سمجھی جاتی ہین۔ باینہمہ امریکہ مین اسبارہ مین بھی کوئی امتیاز نہین برتا جاتا ہے عورتون نے انسانی کاروبار کے ہر ایک صیغہ مین اپنی لیاقت کا ثبوت دیا ہے۔ تجربہ بموجب اقوال اہل مغرب وہ آخری شئے ہے جس کا انتساب کسی چیز کے امکان اور غیر امکان پر ہوسکتا ہے۔ اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب اس بات کی تعین کیجاویگی۔ کہ آیا عورتین ان کامون کے قابل ہین یا نہین جن مین انتہا درجہ کی جسمانی قابلیت کی حاجت ہے۔ آیا وہ عمدہ طبیب۔ جراح۔ اور پادری ہوسکتی ہین یا امر

اب خارج المبحث ہے ۔ یہ پیشے اون کے لئے نہایت موزون ہین اور وہ
بنی نوع کے لئے اپنے تئین ایک بہت بڑی امداد ثابت کرسکتی ہین ۔ ہندوستان
کو ابھی تک یہ بات حاصل نہین ہوئی ۔ مگر یہان تک قیاس اور قرینہ کا مقتضا
ہے ۔ کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ مین جو نتائج مترتب ہوے ہین ۔ وہی ہندوستان
مین بھی بوجہ احسن پیدا ہو سکتے ہین کیونکہ انسانی سرشت اور فطرت سب جگہہ
یکسان اور مساوی ہے ۔ ایک ملک مین جس امر کی کامیابی کے ساتھہ تکمیل
ہوسکتی ہے وہی بات دوسرے ملک مین بھی بشرطیکہ انکی تعلیم مین بخل روا نہ
رکھا جاسے ممکن ہے جو تعلیم میدان ترقی کے لئے پہلا قدم ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے
ملک مین عورتون کی نشو زندگی کے متعلق نہایت وحشیانہ خیالات پھیلے ہوئے
ہین ۔ یہ سخت ناانصافی ہے کہ وہ مذہبی پردہ کی آڑ مین دماغی تعلیم سے محروم کیجاتی
ہین ۔ جن لوگون کا یہ خیال ہو کہ تعلیم رسم پردہ کے تار و پود کو درہم و برہم کردیگی
وہ ان عورتون کی تعلیم مین کوشش اور سعی کرین ۔ جن مین پردہ کا رواج نہین ہے ۔ اگر
اسطرح تعلیم یافتہ عورتون کی ایک جماعت تیار ہو جائیگی تو پردہ نشین مخدرات و
خواتین کی تعلیم و تربیت مین بہت بڑی مدد ملیگی ۔ (اودہ)

معلم نسوان ۔ مسلمان عورتون کی تعلیم مین پردہ ایک سخت سنگلاخ پہاڑ کیطرح
حائل ہے ۔ جب تک اہل ملک اس فولادی کوہ کے کاٹنے کی طرف متوجہ نہونگے ۔
اسوقت تک مسلمان عورتین صحت و تعلیم دونو سے محروم رہینگی ۔ اور پھر ان کے
اثر سے قومی اخلاق ۔ تہذیب و تمدن بھی کبھی درست نہونگے ۔ گو مسلمانان ہند اس
وقت ہمارے رسالہ کو نظر حقارت سے دیکھتے ہین ۔ اور اسکے خریدنے اور پڑہنے کے
بھی روادار نہین ۔ مگر انہین یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ اپنی اس
غلط فہمی پر سر پکڑ کر روئینگے ۔ اور پھر کف افسوس ملنے سے کچھہ فایدہ نہوگا ۔ اگر اسوقت
انہون نے اپنی عورتون کی حالت درست نکی تو وہ جلد تر اسوقت کو خود اپنی آنکھون سے دیکھینگے

شادی کے بارے مین ایک دوست کو نیک صلاح

ہمارے ایک کرم فرما نے ہمین اپنا وہ خط پڑہکر سنایا تھا جو انہون نے اپنے ایک دوست کو شادی کے بارہ مین لکہا تھا - چونکہ اس خط مین مفید عام پر جوش خیالات درج ہین - اس لئے ہمین مناسب معلوم ہوا کہ ہم اس کو یہان نذر ناظرین کرین - ہمین نہایت خوشی ہے کہ اب مسلمانون مین بھی ان خیالات کے نوجوان پیدا ہوتے جاتے ہین - وہ خط یہ ہے -

میرے پیارے دوست خدا آپکو سلیقہ شعار دلہن عنایت کرے!

کل آپکا محبت نامہ مجکو ملا - اور اوس نے بہت سی پیاری پیاری باتین اور شوق بھری داستانین سنائین - خدا آپکی خانہ آبادی مبارک کرے اور آپکو خوبصورت اور خوب سیرت دلہن عنایت کرے -

لیکن مین یہ کہنے کی جرات کرتا ہون کہ یہ سب باتین معمولی اور رسمی ہین کہ جو اس وقت تک مین نے کین - بلکہ آج تک زبان قلم کی وساطت سے مجہہ مین اور آپ مین جس قدر بھی باتین ہوئی ہین وہ سب خیالی اور شوق و اشتیاق کی باتین تہین - اول تو مین کسی قابل نہین کہ کسی قسم کی کارآمد باتین کرسکتا اور یا اب کرسکون اور افسوس کہ آپکا ہوا خواہ کوئی شاعر یا کم سے کم تکیا بھی نہوا کہ جو اس مبارک موقع پر کوئی تازہ بتازہ سہرہ یا مبارک باد موزون کرکے آپکے سامنے الاپنی شروع کردیتا اور آپسے سرخ رو بنتا - لیکن میرے نزدیک یہ سب باتین غیر ضروری اور مصنوعی ہین - اور اسپر آپکا جو جی چاہے ہم کو خیال فرمائے - مگر ساتھ ہی میرا یہ خیال ہے کہ شاید آپ بھی میرے اس خیال سے متفق ہونگے اور اپنے نیاز مند کو اس قسم کے ظاہری تکلفات نہ برتنے پر معاف فرمائین گے - اور آج وہ جو کچہہ لکہیگا اُس کو ایک دانشمند دماغ اور بردبار دل سے سنین گے -

میرے پیارے دوست! آپ کی اس تحریر مین کہ جس کا جواب مین اس وقت آپ کو لکھہ
رہا ہون اس قسم کے خیالات کی جہلک پائی جارہی ہے کہ جو کانشنس انسانی کا سچا اور نیچرل
مقتضا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کو جو اپنے فرائض ادا کرنے کا قدرتًا خیال پیدا ہوا کرتا ہے
وہ اس وقت آپ کے پاک دل مین بہی پیدا ہوا ہے۔ کہ جو بحیثیت اولاد ہونے کے اوس کا فرض
والدین کی اطاعت ہے۔ بحیثیت والدین ہونے کے اوس کا فرض پرورش وتربیت اطفال
ہے۔ بحیثیت ایک خاوند ہونے کے اوس کا فرض اپنے ہمراز وہمدم کے حقوق کی نگہداشت ہے
نہ اسیر بیجا تحکم۔ اور بحیثیت ایک بی بی ہونے کے اوس کا فرض اپنے سرتاج کی محبت اور
اوس کی دولت واولاد کا انتظام ہے۔ نہ کہ ذلیلانہ خدمت گذاری اور جا وبیجا حکومتون کا
برداشت کرنا اور ایک ذلیل لونڈی بنکر رہنا اور خدا کی بندی کے بجاے ایک ظالم مرد کی
بندی بنکر رہنا۔

میرے پیارے دوست! مین نے جن دو چار فرائض کا نام لیا ہے وہ کچھہ میرے
من گھڑت نہین ہین۔ بلکہ خدا ورسول کا بھی یہی حکم ہے کہ میان بیوی ایک دوسرے کے
سچے معین ومددگار بنکر رہین اور ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کرین۔ اور نیز قانون
عقل بھی یہی کہتا ہے کہ خدا کی جن دو مخلوق نے اپنے سچے دل سے اس بات کا اقرار کیا
ہے کہ جب تک دم مین دم ہے ہم ایک دوسرے کے ہمدم وہمراز اور شریک رنج وراحت
رہکر خدا کے منشا کو پورا کرینگے۔ اونکا فرض ہونا بھی یہی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو
اوسی نگاہ سے دیکھے کہ جس پیار ومحبت اور نظر وقعت سے وہ خاص اپنے آپ کو دیکھتا ہے
اور تب ہی وہ اس بات کو سمجھے گا کہ ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت اور اوس کی
عزت کرنا خاص اپنی عزت اور خاص اپنے حقوق کی نگہداشت ہے۔

گو مین ایک متاہل شخص نہین ہون مگر مین نے اپنے کنبے۔ اپنے محلہ۔ اپنی برادری
اور اپنے شہر مین صدہا اور ہزارہا معاملات دیکھے اور سنے ہین کہ جن مین انہون نے زن وشوئی کے حقوق

نگہداشت کی کچھہ پروا نہ کرکے خدائی حدود کو توڑتا ہے اور پھر تازندگی اوس کا خمیازہ بہگتتا ہے اور نیچر کے منشا کو نہایت گستاخی اور بے ترتیبی سے روندا ہے۔ مین نہین کہہ سکتا کہ میرے یہ خیالات کہان تک درست ہین اور اون کو آپ کے خیالات سے کہان تک توافق ہے مجھے ڈر ہے کہ آپ مجھکو دو چار بُری بھلی سنانے نہ بیٹھ جائین اور یہ نہ کہنے لگین کہ خدا جانے کیا بک رہا ہے۔ گو مین آپ کا ایک ادنے نیازمند ہون۔ لیکن مجکو حق حاصل ہے کہ اپنے خیالات آپ کے سامنے ظاہر کر دون۔ اور اُس آزادی کی قدر کرون کہ جو خدا نے ہر ایک انسان کو قدرتاً عطا کی ہے۔

میرے پیارے دوست! مین خیال کرتا ہون کہ گو آپ عملاً ایک پوری اور پکے سہارن پوری ہون گے اور آپ کے دل مین بوجہ حب وطن کے وہان کی سوسائٹی کی خراب سے خراب رسم ورواج کی بھی بے وقعتی نہو گی اور میری تحریر اجنبی اور اوپری معلوم ہو گی۔ مگر نہین۔ خدا نے آپکو دل دیا ہے۔ اور دل بھی کیسا؟ نیک۔ طبیعت دی ہے اور کیسی؟ سلیم۔ تعلیم سے آراستہ کیا ہے۔ اور کیسی تعلیم سے؟ نئی اور روشن زمانہ کی تعلیم سے کہ جو اوہام پرستیون اور پرانے رسم ورواج کی کچھہ بھی قدر کرنا نہین سکھاتی۔ اور جس کا یہ اصول اور گولڈن رول ہے کہ تاریکی سے بچو اور روشنی کا راستہ اختیار کرو۔ تو پھر میرے آجکے خیالات آپ کے خیالات سے کسی قدر ہی کیون نہ مخالف اور منافی ہون لیکن مجھے امید ہے کہ آپ اون سے مکدر نہین ہون گے۔ بلکہ اون کو نظر غور سے دیکھکر مجکو میری لغزشون پر مطلع کرین گے۔ لیکن مین اپنی طرف سے کچھہ زیادہ نہین کہونگا بلکہ اون خیالات کی تشریح کرونگا کہ جن کو آپ نے اپنے محبت نامہ مین حسب ذیل الفاظ مین ظاہر کیا ہے۔

"اور جو فکر اس وقت مجکو لاحق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ انجام بہتر کرے۔ نہ معلوم ہمارے مواتس کے خیالات ہماری تقلید کرنے والے ہونگے یا نہین۔ یہ کچھہ خبر نہین کہ اُنکے

مزاج مین کیا سمایا ہوگا - بہرحال حسین اور ناقص العقل تو ضرور اونکے ساتھ ہوگی ـــ والدین اپنے فرائض سے ادا ہوچکے ہین - اب ہمارے ذمہ جو فرض ہے اوس کی ادائیگی مشکل معلوم ہوتی ہے !!

بے شک آپ کے یہ خیالات بالکل درست ہین اور ہر ایک وہ انسان کہ جو انسان بنکر دنیا مین رہنا چاہتا ہے اوس کو اپنے فرائض ضرور محسوس کرنے چاہئین - مگر بہت سی مضبوط مزاحمتین ہین کہ جو اس زمانہ مین فرائض کی انجام دہی مین پیش آتی ہین - اور پس ان مزاحمتون کا دفع کرنا ہی ایک بہت بڑی بہادری اور ایک نوجوان شخص کی کامیابی کی ابتدا کہی جاسکتی ہے - مگر مشکل یہ ہے کہ گو کہنے کو ہم نوجوان ہین - مگر فی الحقیقت پرانے خیالات اور سوسائٹی کے برے رسم ورواج نے ہم کو ایسا بزدل اور نامرد بنا دیا ہے کہ ہم ایک قدم بھی اوس کی متابعت سے نکالکر اوس کے مقابلہ کے لئے آگے کی طرف کو نہین بڑہا سکتے -

مہربان من ! ذرا اپنے اون خیالات پر نظر غور ڈالئے کہ جن کو مین نے اوپر نقل کیا ہے - آپ کے دل مین یہ خیالات کیون پیدا ہوئے ؟ اور اون سے سبکدوشی آپ کو کیون اہم معلوم ہوئی ؟ اور اس خیال نے آپ کے دل مین کیون دہر پکڑ پیدا کی کہ "نہ معلوم ہمارے مونس کے خیالات ہماری تقلید کرنے والے ہونگے یا نہین" ؟ اس بے خبری نے آپ کو کیون فکرمند بنایا کہ "یہ کچہہ خبر نہین کہ اون کے مزاج مین کیا سمایا ہوگا" ؟ - مجکو ان سب باتون کا جواب دیتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے - لیکن میرا دل بھرا ہوا ہے اور مجکو مجبور کر رہا ہے کہ ادن سب باتون کو اگل دون - لیکن اندیشہ ہے کہ آپکا نازک دماغ پریشان ہوجائے گا اور آپ کو اون مین صداقت اور دلچسپی کے لئے آزادی اور نیچریت کی جہلک نظر آئے گی - اور میری صورت سے آپ کو نفرت ہوجائیگی کیا مین خاموش ہوجاؤن ؟ اور کیا اون تمام حقوق کو بھلا بیٹھون کہ جو آپ کی مدتہائی کی عنایتون نے مجہپر عائد کئے ہین ؟ لیکن نہین مین ناشکر گذار نہین ہون اور

آپکی عنایتون کا ضرور کچھہ تھوڑا بہت حق ادا کرنا چاہتا ہون -

ہان تو میرے پیارے دوست آپکی قوت احساس نے اپنی نیچرل صداقت اور سچائی کے خمیر سے چند ایسے اہم مسائل کی بنیاد آپکے دلمین ڈالی ہے کہ اس تھوڑے سے عرصہ مین کہ جس قدر آپکی شادی مین باقی رہگیا ہے - آپ ان پر بالکل کافی غور کر سکتے ہین - اور ان بہت سی باتون کے سوچنے اور ملحوظ رکہنے کا وقت فوت ہوگیا ہے کہ جو ایسے اہم معاملہ مین درکار تھا - لیکن بہت سی قابل لحاظ باتین - تو فی الاصل لیکن ہی ہمارے حیطہ عمل سے خارج ہین - اور رسم ورواج کی گورنمنٹ اور اوہام باطلہ کی حکومت نے ان کے استعمال کا حق ہم سے چھین لیا ہے -

مثلاً ہندوستان کی بدقسمت اولاد کا یہ حق کہ وہ اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملہ مین کہ جس پر اُس کی زندگی کی تمام روحانی خوشیون کا دارمدار ہے اپنی کچھہ رائے ظاہر نہین کرسکتی آپ سمجھہ گئے ہون گے کہ سب سے اہم کون معاملہ ہے - اور اگر نہین سمجھے - تو مجھہ سے سن لیجئے - کہ وہ شادی بیاہ کا معاملہ ہے کہ اُسمین جانبین کی کچھہ رائے نہین لی جاتی - اور گڑیون کی طرح اُن کی رسوم نکاح ادا کردی جاتی ہین - مین یہ نہین کہتا کہ اون کے ماں باپ اون کے دشمن ہوتے ہین - اور اپنی اولاد کے بھلے بُرے کا کچھہ خیال نہین رکھتے - اور اپنی اولاد کو کسی ایسے ویسے ادنیٰ حسب ونسب والے شخص کو پکڑا دیتے ہین - نہین نہین بلکہ وہ حسب نسب کی بڑی چھان بین کرتے ہین - وہ اچھے ہاڈ کو دیکھتے ہین - اور اپنے پیارون ہی مین اپنی اولاد کا ادلی بدلی پسند کرتے ہین - اور اس خفیف سی بات کو بھی گوارا نہین کرتے کہ ہماری اولاد غیرون مین جاکر اجنبیت کی بھی تکلیف اٹھا سکے - مگر مین اس بات کے کہنے سے باز نہین رہ سکتا کہ ہندوستان کے نادان دوست والدین اور سچی باتون کو ملحوظ نہین رکھتے کہ جو اُن دو اجنبیون کو دنیا کی آئندہ زندگی مین خوشی اور اطمینان سے رہنے مین معین مددگار ہون -

میرے پیارے دوست وہ کونسی باتین ہین کہ جن کا لحاظ رکھا نہین جاتا ؟ مثلاً عدم توافق عمرین - کہ اکثر بیشتر مال کے لالچ مین ایک پیر فانی اور ایک صغیر سن بچی کا

جوڑ آپس مین ملا دیا جاتا ہے۔ اور عمرون کی مناسبت کا لحاظ نہین کیا جاتا۔ اس سے جو خرابیان
نتیجۃً پیدا ہوتے ہین وہ ظاہر ہین۔

یا مثلاً ایک دوسرے کے مزاج و عادات اور خصائل و خصوصیات انسانی سے
ناواقفیت کہ جس کی وجہ سے ہزارہا مشکلات پیش آتی ہین۔ کہ جب شادی ہون کا زمانہ
یا یون کہو کہ ابتدائی شوق و اشتیاق کے دن گذر جاتے ہین۔ اور جب ایک دوسرے کی سیری اپنی ابتدائی
ختم کر چکتی ہے۔ تو اگر بدقسمتی سے اس عرصے مین مزاجون نے آپس مین میل جول نہین
کھایا ہے تو اب وہ مصیبت اور بلا کے سخت مصیبت کا زمانہ آتا ہے کہ دونون غیر کے غیر
اور اجنبی کے اجنبی۔ نہ وہ پیار و اخلاص ہے اور نہ وہ چاہت کی باتین۔ خدا دشمنون
کو بھی یہ روز بد نہ دکھلائے۔ بھلا انصاف تو کیجیے کہ جن دو چیزون مین قدرتاً کشش و انجذاب
نہو۔ اگر اون کو انسانی کمزور ہاتھ اپنی آرٹی فیشل طاقت سے ملا دین اور اس نتیجے کے
خواستگار ہون کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ یون ہی ملی رہین کیسی نادانی اور حماقت کی بات ہے!!

اس کی ہزارون مثالین آپ نے اپنے کنبے۔ محلہ اور شہر مین دیکھی ہونگی۔ کہ
جن کی شہادت سے آپ میرے خیالات کی گو ظاہر مین تصدیق نکرین۔ مگر آپکی
ضمیر ممیزہ اندر اندر اس بات کی صداقت تسلیم کرنے پر آپکو ضرور مجبور کریگی۔

میان بیوی کے مزاجون کا آپس مین یکسان نہونا اور ایک دوسرے کا مزاج
شناس اور عادات سے ناواقف ہونا۔ یہ ایسی بڑی خرابی اور خرابیون کی ماں ہے
کہ دنیا کی تمام خرابیان اس منحوس کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہین۔ اور اس کا ایسا
خطرناک اثر ہے کہ ایک دو افراد کو نہین۔ بلکہ ملکون اور قومون کو تباہ و برباد
کر سکتا ہے۔

اب خیال کیجیے کہ جب ایک بدنصیب بیوی اس اجنبیت اور تنافر کی بدولت
اپنے خاوند کی آغوش محبت سے جدا ہو کر اپنے مصیبت زدہ میکے کی ایک

بہ نمار و نق بنتی ہے۔ تو وہان جاکر وہ اپنے مان باپ پر بار ہوتی ہے۔ بھائی بھاوجون کی نظرون مین حقیر و سبک بنتی ہے۔ ادھر سسرال مین جب وہ اپنے خاوند کی نظر عنایت نہین دیکھتی تو ساس اور نندون بیحد شک و حسد کرنے لگتی ہے۔ ساس اور نندین جب اوس بدنصیب پرائی بیٹی کو اپنے بیٹے یا بھائی کے جاپے کا باعث دیکھتی ہین۔ تو اُسکو ایک آزار دہ چیز سمجھکر اپنے کے آرام و آسایش کی دوسری فکر مین کرنے لگتی ہین۔ اور کسی دوسری کو اُس بیچاری کی چھاتی پر مونگ دلنے کیلئے بیاہ لاتی ہین۔ اور بعض اوقات خود میان ہی کسی بازاری عورت کو گھر مین لاڈالتے ہین۔ اور اُس بیچاری کی تمام خوشیان اور تمام حقوق کہ جو زوجیت نے عائد کئے تھے خورد برد ہو جاتے ہین۔ اور تمام عمر وہ اپنے نصیبون کو روتی رہجاتی ہے اور زندہ در گور ہو جاتی ہے اسلیے کہ شرعی علیحدگی خلاف شرافت سمجھی جاتی ہے۔ (مگر یہ سب باتین شرافت کی سمجھی جاتی ہین — تف ہے ایسی شرافت پر اور ایسے شریفون پر!!) بالاخر وہ ایک مضغۂ گوشت بناکر ڈالدی جاتی ہے۔ اور اوسپر ہزارون رنج و نحوست کی گھیان بہنکنے لگتی ہین۔ پھر آخرکبتک کسی کی رگ انتقام حرکت مین آئیگی؟ رفتہ رفتہ یہ ہوتا ہے کہ سمدیانون مین حد درجہ کی شکررنجی بڑہ جاتی ہے۔ اور پھر اون تمام رشتہ دارون مین کہ جو تعلقات کے رشتون سے آپسمین وابستہ ہوتے ہین۔ پارٹیان اور دھڑے بندیان ہو جاتی ہین۔ اور ایسی مضبوطی کے ساتھہ عداوتون کی بنیاد پڑتی ہے۔ کہ نسلاً بعد نسل تک اس کا سلسلہ جاری رہتاہے۔ اور پھر وہ برکتین اوس خاندان اور کنبے سے اوٹھہ جاتی ہین۔ کہ جو اتفاق کی بدولت نسل آدم کو حاصل ہوتین۔ اور اسلام کا وہ منشاء کہ تمام دنیا کے تفرقون کو مٹاکر سب کو ایک رشتہ اخوت سے متحد و یکدل کر دے۔ باطل ہو جاتا ہے۔ اور پھر خدا کی بھی تمام عنایتین اوس بدبخت قوم سے اوٹھہ جاتی ہین۔ اور وہ دین و دنیا دونون جگہہ ذلیل و رسوا ہوکر رہتی ہے۔

پیارے دوست تم دیکھتے ہو کہ مسلمانونکی قوت اجتماعی کیسی منتشر ہو رہی ہے۔ اور اُن مین کیسی پھوٹ پڑ رہی ہے اور وہ کیسے اپنے بھائیون کے کیسے جانی دشمن ہین۔!! میرے خیال مین یہ تمام ادبار اس اختلاف طبائع کی بدولت ہے کہ جو ایک غیر ضروری چیز سمجھکر اون کے جوڑ ملانے کے وقت ملحوظ نہین رکھی گئی تھی۔ کہ جسنے رفتہ رفتہ یہ خطرناک اور بربادی بخش صورت اختیار کر لی ہے۔

میرے پیارے دوست! مین اپنے آنکھون کے کسی بہت ہی قریب کے واقعہ کا تذکرہ اس موقع پر کر دیتا۔ مگر مین ایسا بہادر اور اخلاقی جری نہین ہون کہ کھلے بندون کسی شخص واقعہ کا ذکر کر سکون۔ مگر مین آپ سے عاجزانہ التجا کرتا ہون کہ آپ آئندہ سے ایسے واقعات کو نظر نتائج گیر سے ملاحظہ فرمائین اور تمام اسباب و علل پر نظر ڈالکر سب سے آخری علت پر پہنچنے کی کوشش کرین۔ اور پھر جو آپکے دل مین آئے مجکو اون خطابات سے معزز فرمائین مین اون کے قبول کرنیکے لئے بسر و چشم موجود ہون۔ اس لئے کہ وہ ایک پیارے دوست کی بارگاہ سے مجکو ملین گے۔

یا مثلاً ہماری قوم مین "ماڈ" چھوڑنے کی ایسی بُری اور مذموم عادت پڑ گئی ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کے خواہ کیسے ہی بُرے عادات و اخلاق ہون۔ اور اوسکا چال چلن خواہ کیسا ہی رندانہ ہو۔ خواہ وہ کیسا ہی جاہل اور اجہل ہو۔ خواہ وہ اپنی طرز و روش سے اپنے آباؤ اجداد کے نام کو کیسا ہی بٹا کیون نہ لگاتا ہو۔ مگر جب بیٹی دین گے اوسی جاہل کو دن اور بدمعاش کو۔ اور کسی دوسرے شریف نیک مرد اور اچھے چال چلن والے شخص کو کبھی اپنی بیٹی نہین دینگے۔ افسوس آجکل شرفا مین ایسی جھوٹی شرافت کے خیال سما گئے ہین۔ کہ جن کی بدولت روز بروز وہ اور ذلیل بنتے جاتے ہین۔ اور دنیا کی مصائب اونپر ٹوٹتی چلی جاتی ہین۔ ان تمام باتون مین مرد تو اچھے رہتے ہین۔ اور مصیبت و کمبختی آتی ہے تو بیچاری معصوم حیوان کی۔ مرد تو پہلے اور مشٹنڈے بن کر بھی شریف بنے

رہتے ہین - اوران خدا کی بیٹیرون کے گلے پر ہمی شرافت کی ایسی کند چھری پھیری جاتی ہے
کہ اون بیچارون کی جان ہی نکل چکتی ہے - اور نہ وہ جانبر ہی ہو سکتی ہین - اور دیدہ
و دانستہ اونھین بد چلن رشتہ دارون کو اون بے زبانون کا مالک بنایا جاتا ہے
کہ وہ جیسا غیر شریفانہ سلوک چاہین - اون کی ساتھہ کرین - پھر ان تمام باتون سے
مطلب اور غرض ؟

میرے پیارے دوست - میری آجکی اس تمام پریشان تحریر کی بس یہی جان
ہے اور یہی روح - اور یہی روح مین آپ مین بھی پھونکنا چاہتا ہون - اور آپ سے
رحم دل شخص سے اون بیچاریون کے حقوق کی نگہداشت کی سفارش کرتا ہون کہ
جنپر ہمارے مرد نہایت بیباکی کے ساتھہ دست تعدی پھیر رہے ہین - مین معافی چاہتا ہون
کہ مین نے اتنی دیر کے بعد اپنا مطلب صریح لفظون مین آپ پر ظاہر کیا - اور جھٹ پٹ
کیون نہین کہدیا لیکن مین ایسا کرنے پر مجبور تھا اور ڈرتا تھا کہ کہین آپ دفعتًا نئی بات
سنکر چونک نہ پڑین اور مجھسے خفا ہو جائین -

میرے پیارے دوست - مین خوش ہون - اپنی اس جرأت پر کہ جو آپ کی عنایت
کے بھروسہ پر مجھہ مین آگئی ہے - میرے دل مین مدت سے یہ خیالات موجزن تھے - اور مین
نے چندبار آپ پر ان کے اظہار کا قصد بھی کیا - اور آپکو اپنا ہم آہنگ بنانا چاہا اور اس
کور دیہ مین آپکے روشن دماغ اور مضبوط ہاتون سے خدا ترسی کی باتون کی بنیاد ڈالوانی
چاہئیے - اور جسوقت آپ نے اسکول لائف سے کنارہ کشی کی تو اسوقت ہی مین نے
ارادہ کیا کہ آپ سے دریافت کرون کہ آخر آپ اُس علم سے کیا کام لین گے کہ جو آپ
نے حاصل کیا ہے آیا آپ اسکو گورنمنٹ کے ہاتھہ تھوڑے سے معاوضہ پر بیچکر
اسکے کوڑے کرینگے ؟ یا اُسکی روشنی مین اپنے ہم جنسون سے کچھہ کرنے
کو اُٹھہ کھڑے ہون گے - مگر مین پھر اس وجہ سے باز رہا کہ آپ کے تھکے ہوئے

دماغ پر کہ جس کو ابھی بہت کچھ آرام کی ضرورت ہے - ان سوالات کا بار نہ ڈالون - اور اس کو
پریشان نکرون - مگر خدا کا شکر ہے کہ مجکو یہ آپکی شادی کا نہایت مبارک اور موزون موقع
ہاتھ لگ گیا ہے - لہذا مین چاہتا ہون کہ اس وقت جبکہ قدرتی طور سے آپکے ذمہ
بہت سے فرائض معاشرت اور تدبیر منزل کے عائد ہونے والے ہین - آپکی توجہ خاص
طور پر حقوق نسوان کی طرف متوجہ کراؤن - اور آپسے اس امر مین مدد چاہون - اور استدعا
کردن کہ آپ ان مظلومون کی حمایت کیجئے - اور سب سے پہلے اوس خوش نصیب کو کہ
جو آپ سے نیک مرد و منصف مزاج شخص کے پلے باندہی جائگی - اوس کے سب حقوق دیکر
اوس کو مالامال کیجئے - اور مساوات حسن سلوک سے اوسکے ساتھ ایسا برتاؤ کیجئے
کہ وہ گل شاداب نظر آئے - اور آپکی مصاحبت مین اوس کے تمام روحانی اور جسمانی
قوتین سرسبز و شگفتہ ہون - اس منصفانہ برتاؤ پر گو کہ لوگ آپ کو زن مرید اور جورو
کا غلام ہی کیون نہ کہین - مگر آپ بلا کسی خوف ملامت اوسکو درجہ مساوات عطا کرین -
اس لئے کہ بہادر مرد ہی طعن و تشنیع کے نیزے کھانیکی قابلیت رکھتے ہین - آپ میرے
ان آخری فقرون کو شاید مزاح پر محمول کرین - مگر مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین نے
یہ فقرے بالکل سادہ طریق سے کہے ہین - اور ان مین مذاق ہنسی کا شائبہ تک نہین
میری استدعا بس یہین تک نہین ہے - بلکہ مین چاہتا ہون کہ آپ اپنے ہم عمر
اور روشن خیال دوستون کو بھی کہ جو نئی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہون - اپنا ہم
خیال و ہم آہنگ بنائے - اور اس خیال کو اپنی زندگی کا ایک چیف پوائنٹ
یا موٹو قرار دے لیجئے کہ مظلومون کی حمایت کی جائے - اور ظاہر ہے کہ ہماری قوم
مین آج کل عورتون سے زیادہ کوئی مظلوم اور بیکس نہین ہے - کہ جن کی ہمدردی
خدا ترس اور رحم دل لوگون پر فرض ہے - اگرچہ کہ ناخدا ترس لوگ اس ضرورت
کو محسوس نکرتے ہون - اور وہ کیون ہی محسوس کرنے لگے تھے - اس لئے کہ جب

عورتون کی حالت سنبھالنے کی کوشش کیجائیگی۔ اور اُون کے تمام شرعی حقوق دلانے کی حمایت کیجائیگی تو علاوہ اور بیجا و نازیبا حکومتون کے اونکے جاتے رہنے کے اون کے قبضہ تصرف سے بڑی بڑی ملک املاک اور جاگیرین بھی نکل جائینگے۔ کہ جن کو اب وہ معیار شرافت سمجھکر دبائے بیٹھے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک غریب بہن کا اپنے غاصب بھائی سے اپنا شرعی حصہ طلب کرنا شرافت کے خلاف ہے۔ ارے میان! بھلی شرافت ہے کہ جس کو اللہ میان نظر غضب سے دیکھتا ہے!! اور کہتا ہے کہ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" کہ خدا کے نزدیک تو وہ بڑا شریف ہے کہ جو اوس سے ڈر کر اوس کے احکام کی بجا آوری کرتا ہو۔ نہ کہ اپنی من گھڑت شرافتون کا پابند ہو۔ اور اونپر فخر کرتا ہو۔

میرے پیارے دوست! میرے خیال اسبارہ مین کثرت سے اُمڈی ہوی چلے آرہے ہین۔ اور مین گھبرا گیا ہون۔ کہ اُن کے سلسلہ کو کسیطرح جلد منقطع کرون اور آپکو بھی اس اولجھاؤ سے جلد نجات دون۔ مگر میرے مہربان دوست! مین ابھی آپکی اور چند منٹ خراب کرنے کی اجازت لیکر ایک سب سے ضروری بات آخر مین عرض کرنی چاہتا ہون۔ اور وہ یہ ہے کہ سب سے اوّل آپ اپنی پیاری مونس و ہمراز اور عمر بھر کی رفیق و ہمدم کو تعلیم یافتہ بنانے کی کوشش کرین۔ اگر آپکی خوش قسمتی سے وہ پہلے ہی سے پڑھی لکھی ہون تو فبہا۔ لیکن اس صورت مین بھی آپکو اس بات کی ضرور کوشش کرنی چاہئے کہ اون کو اپنا ہم مذاق بنایا جائے۔ اس لئے کہ دنیا مین کبھی وہ دو دل ملکر سچی خوشی اور مسرت حاصل نہین کرسکتے کہ جو ہم مذاق و ہم خیال نہون۔ (اور اسی اندیشہ کی طرف آپنے اپنی تحریر مین اشارہ کیا ہے کہ جو اوپر نقل کیگئی ہے) اور اگر پڑھی لکھی نہون تو اون کو پڑھائیے۔ اور دنیا کی معلومات اور تجارب سے باخبر بنائیے۔ نہ اس لئے کہ عورتون کو کہین نوکری کرنی ہوتی ہے

بلکہ اس لئے کہ وہ انسان بن سکین - اور انسانوں کی صحبت کے قابل ہو سکین - اور جن نافہم اشخاص نے علم حاصل کرنے کا صرف یہ منشا سمجھا ہے کہ اوس کے ذریعہ سے نوکری حاصل کرین - یا بالفاظ دیگر اوس کے بدلے مین غلامی مول لین - تو وہ بیشک اس قابل ہین کہ علم کی روشنی اون کے دماغون مین نہ پہنچتی - اور علم سی شریف چیز اون کے ناصاف سینون مین جاکر کثیف نہوتی تو اچھا تھا - اور ہوتا بھی یہی ہے کہ جب ایسے شخصون کو اون کا مطلوب مل جاتا ہے تو علم کی سب برکتین اون سے سلب ہو جاتی ہین - اور صرف "چار پائے بر و کتابے چند" رہ جاتے ہین - افسوس ہے اون پر کہ انہون نے من و سلویٰ دیکر لعانس بیات کو پسند کیا !!

علم حاصل کرنے کا کبھی یہ منشا نہین ہے کہ اوس کے ذریعہ سے نوکری یا غلامی حاصل ہو جایا کرے - بلکہ علم تو وہ چیز ہے کہ انسان کو فی الاصل اور حقیقی انسان بنانے کے لئے جس کی ضرورت ہے - وہ بے علم کے صرف صورت انسان - بر خود رو ہین - انعام کی برابر ہے - بلکہ اوس سے بھی بدتر - ہان تو جب مردون ہی کو زیبا اور شایان نہین کہ علم کو بیچکر غلامی مول لیا کرین تو بھلا جنکی خدمتگاری کو مرد موجود ہون اون کو تو کیون ہی علم کی اس غرض سے ضرورت ہونے لگی تھی - بلکہ جس حصول شرافت اور شریف النفس کیلئے مرد کو علم کی ضرورت ہے - اوسی اشرف المخلوقات بننے کیلئے ایک عورت کو بھی علم کی اسیقدر ضرورت ہے - وہ بدون علم کے نہ خدا کو پہچان سکتی ہے اور نہ اوس کے وہ فرائض و واجبات جان سکتی ہے کہ جو اوس نے اپنے بندون پر عائد کئے ہین - نہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا کر سکتی ہے - اور نہ اپنی اولاد کے - اور نہ کسی اپنے عزیز و قریب کے - اور اسی علم ہی نہونے کی وجہ سے وہ تمام برائیون کی موضوع و محل بنائی جاتی ہے - "ناقص العقل" کہی جاتی ہے "ضدی" کہی جاتی ہے - اور جو جو مردون کے جی مین آتا ہے وہ وہ اون کے نام دہرتے ہین - حالانکہ قرآن شریف

مین کسی کو نام دہرنے کی سخت ممانعت آئی ہے ۔ اور یہ کہکر روکا گیا ہے کہ :-

" ولا تنابزوا بالالقاب "

چہ جائیکہ اون کو نام دہرنا کہ جن کو مردون نے خود اپنے ہاتون سے ناکارہ بنادیا ہو !!

میرے دوست شاید آپ کو میری اوپر کی تحریر سے یہ شبہ ہوا ہو کہ مین نے اُن کو تاریخ و جغرافیہ یا اقلیدس کے فرضی خطوط کے تعلیم کی آپ سے استدعا کی ہے - نہین - بلکہ میری غرض اس قسم کی تعلیم سے ہے کہ جس سے عورتون مین ایسی سلیقہ شعاری اور خیالات کی پاکیزی اور لطیفہ سنجی اور خوش مزاجی پیدا ہو جائے کہ جس سے وہ اپنے تعلیم یافتہ شوہرون کو ہر وقت بامذاق اور روشن خیال جلیس اور مونس کا کام دین - اور اُن کو روحانی اور علمی خوشی حاصل کرنے کے لئے کسی دوسری جگہ نجانا پڑے - خصوصاً کسی ایسے ناجایز و مکروہ موقع پر کہ جہان اِن باتون کی چاٹ ملتی ہو اور ظاہری قابلیت دل لُبھاتی ہین (سمجھے؟) اس لئے کہ ہماری شریعت محمدیہ نے اس لئے ازدواج کو نصف الایمان کہا ہے کہ عورت مرد کے اخلاق کی نگہبانی کرنے والی ہوتی ہے - اور اُس کے ایمان کو تنزل سے بچاتی ہے - اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کی نگہبانی اوسیوقت اچھی طرح کی جاسکتی ہے - کہ جب نگہبانی کرنے والا اون تمام ہتیارون سے مسلح ہو کہ جن کی ضرورت پڑے - ورنہ جو چیز اوسکی نگہبانی مین دی گئی ہے - اُس کو دوسرے لے اُڑین گے - اور وہ نگہبان اپنے فرض سے قاصر رہیگا - اس لئے عورتون کو تعلیم دینا زیادہ تر اِس غرض سے ہے کہ اون کی صحبت باعث مسرت اور اُن کی ہمکلامی دلچسپ اور موجب تفریح و انشراح خاطر ہو - اور مرد اپنے بی بیون ہی کے گرویدہ بنے رہین اور کوئی دوسری یا کیسی ہی اچھی چیز بھی اون کے دلون کو فتح نکر سکے -

میرے معزز دوست ! چونکہ مین عورتون کے تمام حقوق کی نسبت اس مختصر عریضہ مین بحث نہین کرسکتا اس لئے مین آپ کی توجہ اوس کتاب کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہون کہ جو اسی بحث (**حقوق نسوان**) پر لکھی گئی ہے - اور اوس کا نام بہی "حقوق نسوان" ہی ہے - کہ جس کو خدا کے ایک نیک دل بندے اور مظلومون کے ہمدرد نے لاہور مین نہایت تحقیق سے لکہا ہے مین ایک کاپی مین آپ کے ملاحظہ کے لئے بہیجتا ہون - تاکہ آپ حقوق نسوان کے متعلق تمام

اُسوقت اُس کی نسبت آپ اپنی رائے قائم کریں۔ ورنہ جو شخص دلائل و براہین کے حلون کو نہ اوٹھا سکے وہ اپنے خیالات میں مضبوط نہیں کہا جاسکتا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اوس کتاب میں سب سے زیادہ ناگوار بحث آپ کو پردہ کے متعلق معلوم ہوگی جس میں قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کا موجودہ مروجہ پردہ اس سختی کے ساتھ شرع سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر اس طرح کے پردہ کا وجود ضرور شرع سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا عرب۔ یا مصر یا قسطنطنیہ میں مروج ہے۔ اور جس کی کیفیت آپ نے بھی حاجیوں کی زبانی سُنی ہوگی۔ کہ بڑی بڑی شریف عورتیں برقع پہنکر اور مُنہ کا نہایت سا حصہ کھولکر اپنی ضروریات کے لئے باہر نکلتی ہیں۔ تعجب ہے کہ جہاں سے شرع پیدا ہوئی ہو وہیں پردہ کا پورا پورا عمل درآمد نہو۔ دونوں جگہ میں سے ایک جگہ کے باشندے ضرور خاطی ہوں گے اس لئے کہ حق بات ایک ہی ہوتی ہے۔ اور یا کہنا پڑیگا کہ شرع کے حکم دو دو اور شخصی و مقامی ہیں۔ حالانکہ قرآن اور حدیث میں ایسا کہیں منصوص نہیں ہے کہ عرب میں ایسا پردہ کیا جائے اور ہندوستان میں ایسا کیا جائے اور یا زمانی خصوصیت بیان کیگئی ہو کہ رسول اللہ و صحابہ کے زمانہ میں ایسا۔ اور آجکل کے زمانہ کے لئے ایسا جیسا کہ اب مروج ہے۔ غرض کہ آپ اس بحث کو شرعی اور عقلی دونوں حیثیتوں سے مذکورہ بالا کتاب سے اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ علاوہ اسکے اُس میں عورتوں کے اور بہت سے حقوق کی نسبت بھی بحث کیگئی ہے کہ جن کے نہ دیئے جانیکی وجہ سے عورتیں شریف سے ذلیل اور آزاد سے لونڈیاں بن گئی ہیں۔ غرض کہ اوس میں بہت سی دلچسپ مباحث ہیں کہ آپ اُنکو دیکھکر ضرور محظوظ ہونگے اور "خذ ما صفا دع ما کدر" پر عمل کریں گے۔

میرے مہربان میری دلی آرزو ہے آپ اسکو میری خاطر سے ضرور اول سے آخر تک دیکھیں۔ زیادہ نہیں صرف ایک ہی مرتبہ سہی۔ اور اسکی اچھی باتوں کے لینے میں دریغ نفرمائیں۔

اسی مبارک اور نیک خیال کا ایک دوسرا ہمدرد مظلومین بہادر بیر مرد دکن میں ہے کہ جو سال ہا سال سے حقوق نسواں پر قلم فرسائی کر رہا ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آپکے کونہ میں کوئی آواز نہیں پہنچتی۔ خود وہ آواز مشرق سے مغرب تک کیوں نہ گونج آئی ہو۔

معلم نسوان

جلد نمبر ۱۱ — بابتہ ماہ صفر ۱۳۱۷ھ — نمبر ۲

مطبوعہ مطبع معلم نسوان گوشہ محل حیدرآباد دکن

رسالہ معلم نسوان

تمام دنیا کے مورخون کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایک قوم کی ذاتی ترقی وتنزل اس قوم کی عورتون کے
ہاتھ مین ہے۔ سلف سے تا ایندم کسی ایسی قوم نے ترقی نہین کی جس کی عورتون کی حالت نہایت پست وذلیل
ہے۔ کیونکہ ایک بہت بڑے حکیم کا مقولہ ہے کہ دنیا پر عورت حکومت کرتی ہے۔ اور مرد اس کے تابع ہوتا ہے
کم سنی کے زمانہ مین تو مرد ماں کی حکومت مین رہتا ہے۔ جوانی مین بیوی اُس پر حکومت کرتی ہے۔ اور بوڑھاپے
مین بھی وہ عورتون کے اثر سے بچ نہین سکتا حقیقت مین ہر ایک گھر کی حکمران عورت ہی ہوتی ہے۔ اور
خانہ داری کا انتظام کرتی ہے۔ قوم کے اخلاق اور طرز معاشرت کی سچی محافظ عورت ہی ہے اس اصول کے
مطابق یہ امر مسلم ہے کہ مسلمانان ہند اسوقت تک تعلیم یافتہ اور مہذب نہین ہو سکتے۔ جب تک کہ ان کی عورتین
تعلیم وتہذیب کے زیور سے آراستہ نہ ہون گی کیونکہ تمدن کی گاڑی کو ایک گھوڑا تنہا نہین چلا سکتا۔ ان
تمام حالات کے لحاظ سے یہ ماہواری رسالہ جاری کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان عورتون کی موجودہ پست وذلیل
حالت مین ترقی ہو۔ اور اُن مین تعلیم وتہذیب کی روشنی پھیلے۔ اس رسالہ مین علاوہ تعلیم وتہذیب نسوان
کے عام تعلیم اور دلچسپی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلئے اسمین ادبی اور فلسفی مضامین بھی درج کئے جاتے ہین
غرضکہ یہ رسالہ ایک ایسا علمی خزانہ ہے جس مین ہر ایک شخص کو کچھ نہ کچھ اپنے مذاق کے مضامین دستیاب ہوتے
ہین۔ اس نادر رسالہ کا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوتا ہے۔ اور باوجود اس ضخامت کے عام خریدارون سے
سالانہ مع محصول ڈاک چار روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ اور عورتون اور کم آمدنی والے اشخاص کو
صرف دو روپے سالانہ ہی پر دیا جاتا ہے۔ خادم نسوان محب حسین

انتخاب

اس اسم بامسمی گلدستہ نے یہ ترقی کی کہ لندن قسطنطنیہ جا پہنچا۔ اس مین ایک جزو ناول
بھی مصنفہ جناب خورشید لکھنوی شامل ہے۔ ہر ماہ تاریخ معینہ پر بلا توقف شایع ہوتا ہے۔
قیمت ہر دو حصہ ([illegible]) [illegible]۔ جو صاحب چاہین منیجر انتخاب ماہنامہ لکھنو سے طلب فرمالین۔

سید [illegible] علی

معلم نسوان

مولفہ

خادم نسوان محب حسین ایڈیٹر

جلد ۱۳ بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۱۷ نمبر ۲

غزل

نہ کان بند کرو کچھ تو گوش جان سے سنو — مرے فسانۂ غم کو مری زبان سے سنو

ضرور ہے کوئی پردہ نشین مصیبت مین — کہ آہ آتی ہے پیہم کسی مکان سے سنو

کہو جو حق کی تو ہوتے ہین دوست بھی دشمن — عدو سے جو نہ سنا ہو وہ مہربان سے سنو

جو پوچھو تیر سے تم راستی کے قوت زور — تو وصف ملنے کا جھک کر کڑی کمان سے سنو

جو درد پردہ نشینان ہند سنا ہو — لگا کے کان کسی گوشۂ نہان سے سنو

کھنڈر بھی کرتے ہین باتین جو گوش ہو شنوا — مکین کا قصہ در و دیوار مکان سے سنو

قطعہ

اُدھر مین شیخ کی مجلس مین بے تکی باتین — اِدھر فسانۂ عشاق ہر جوان سے سنو

جو اتفاق سے جاؤ مشاعرے مین کبھی — تو ہزل اور خرافات ہر دہان سے سنو

محب حسین کی بزم عزا مین گر ہو شریک — تو شرمناک روایات سوزخوان سے سنو

ایک عارف اور دولت مند

پوچھا کسی امیر سے عارف نے برملا — کس کس مصیبتوں سے یہ جاہ و حشم ملا

کیا رنج و فکر ہوتا ہے دولت کی چاہ میں — کیا کیا صعوبتیں ہیں کہو حب جاہ میں

کچھ اپنی کوششوں کا نتیجہ بتائیے — اے اہل جاہ کیفیت زر سنائیے

فرمائیے امیری میں کیا لطف و عیش ہے — یا تنگدست کی طرح کچھ رنج و طیش ہے

بولا یہ قصہ وہ نہیں جس کو بیان کروں — یہ حال وہ نہیں ہے کہ تم سے عیاں کروں

طاقت میری زبان میں نہیں کیا کہوں جناب — وہ رنج و فکر مجکو ہے جس کا نہیں حساب

کھو بیٹھا فکر زر سے شکیب و قرار کو — آرام ایک لحظہ نہیں قلب زار کو

دن رات فکر زر کے سوا کام کچھ نہیں — جز محنت و الم مجھے آرام کچھ نہیں

مشکل سے ملا تھا جو جاہ و حشم مجھے — اس کے قیام کا ہے ہمیشہ سے غم مجھے

چین ایک لحظہ آہ دن کو نہیں مجھے — شب کو قرار ملے کسی پہلو نہیں مجھے

ہیں سخت مشکلات مجھے مال و گنج سے — حاصل نہیں ہے کچھ بھی مگر فکر و رنج سے

جو چاہتا ہوں میں نہیں ہوتا ہے زینہار — حرمان مدعائے دلی سے ہے دل فگار

سب مشکلیں ہیں سہل جو ہو مدعا برآر — پر حیف ہے یہی نہیں مطلب سے ہمکنار

حرص و ہوائے زر سے نہ دل کو قرار ہے — سو طرح ایک دل میں مگر انتشار ہے

یہ سن کے حق شناس نے ایک دل سے آہ کی — کیفیت اس طرح سے ہے دنیا کی چاہ کی

جب رنج و فکر سے نہیں دنیا میں کچھ ملا — کوشش بغیر کس طرح عقبیٰ میں ہو بھلا

دنیا کی خاطر اس طرح حیران ہے جان من — جائے گا ساتھ جس سے نہ کچھ بھی بجز کفن

اے وائے ساری عمر تو ہے فکر معاش کی — عقبیٰ کے زاد کی نہ کبھی کچھ تلاش کی

مال جہان جبکہ سراسر ہے بے ثبات — اور جس سے جز عمل کے نہ جائیگا کچھ بھی ساتھ

اسمین تو اس طرح سے پھنسے ہوش کچہ نہین دینی ضروریات کا ہے جوش کچہ نہین
رقص و سرور مین نہ کرو خرچ ایک دم ورنہ سزا ہین اسکی جہنم مین ہو قدم
شادی مین خرچ حد سے زیادہ نہ چاہئیے رسم ہنود کا بھی اعادہ نہ چاہئیے
اب کیون کہون جناب یہ ختم کلام ہے
تم خوش رہو مدام عطا کا سلام ہے

زمانہ کا تبدل

بدل لیتا ہے کروٹ ایک عادت پر نہین رہتا کبھی یہ شعبدہ گر ایک ملت پر نہین رہتا
بشکل گردون ایک صورت پر نہین رہتا ہمیشہ یہ زمانہ ایک حالت پر نہین رہتا
نصیبون کی طرح رہتی ہے مت اسکی سدا بدلی
ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے سب آشنا بدلے ہماری طرز بدلی انکے تیور بر ملا بدلے
ہزارون رنگ بدلے لاکھون انداز جفا بدلے ہماری زندگی مین اس نے پہلو بارہا بدلے
ہماری زندگی مین اس نے ہیئت بارہا بدلی
کیا آباد جنگل اور آبادی کا ویرانہ بنایا شمع پر بلبل کو اس ظالم نے پروانہ
برہمن کو بنایا کعبہ اور مومن کو بتخانہ بنایا غیر کو اپنا کیا اپنے کو بیگانہ
شبیہ آشنا سے صورت نا آشنا بدلی
کبھی معشوق کو پہلو نشین رہنے نہین دیتا کبھی دل مین خیال نازنین رہنے نہین دیتا
کبھی یاران صحبت کو قرین رہنے نہین دیتا کسی کو چین سے دو دن کہین رہنے نہین دیتا
کیا کرتا ہے اپنائے جہان کی یہ سدا بدلی
کبھی سوتے ہوئے فتنون کو یہ ظالم جگاتا ہے کبھی یہ عیش و راحت مین کسی کا دل دکھاتا ہے
خوشی مین یہ ہمین کالی بلا بنکر ڈراتا ہے شب مہتاب غم کو بھی شب تیرہ بناتا ہے

زوال ماہ کا باعث گہن ہوتا ہے یا بدلی

کبھی فرہاد بن کر اس نے پتھر عشق میں توڑے — کبھی لیلیٰ بنا پھر بار ہا مجنوں سے منہ موڑے
غرض جو ننگ لکھے جا بجا اس کے ہیں بہت تھوڑے — بدلوائے اسی نے گیسوؤں کے ماتمی جوڑے
اسی نے کاکل شب فام کی کالی قبا بدلی

حسینوں کا بنایا اہل عالم کو تماشائی — کوئی عاشق نظر آیا کہیں کوئی تمنائی
کسی کو کر دیا مجنوں کسی کو اس نے سودائی — لڑکپن کو جوانی سے بدل کر راہ بتلائی
بڑھاپے کی لٹک سے پھر جوانی کی ادا بدلی

کبھی گوہر کو سنگ سر تجھ سے سوا بدل ڈالا — خوشی کو رنج سے جلاد نے قطعاً بدل ڈالا
جوانی کی شوخیوں سے شرم کو جبراً بدل ڈالا — غرض جو چیز بھی تھی ٹھیک کی فوراً بدل ڈالا
بدلنے سے نہ عالم کی مگر نیت ذرا بدلی

کسی کا حسن بدلا اور کسی کی عادتیں بدلیں — کسی کا روپ بدلا اور کسی کی نیتیں بدلیں
کسی کی شوخیاں بدلیں کسی کی حسرتیں بدلیں — حسینوں کی نگاہیں عاشقوں کی قسمتیں بدلیں
کسی کا ڈر نہیں جو چیز چاہی بر ملا بدلی

جنوں کے ڈھنگ بدلے ہاتھ بدلا جیب بدلیں — خیال یار بدلا جوش بدلا گرمیاں بدلیں
کہیں انداز بدلے روپ بدلا بولیاں بدلیں — کسی کے ناز بدلے حسن بدلا شوخیاں بدلیں
طریق ظلم بدلے عادت جور و جفا بدلی

کسی کا زہد بدلا اتقا بدلا چلن بدلا — کسی کا دوست بدلا آشنا بدلا وطن بدلا
کسی کا قہر بدلا غصہ بدلا بانکپن بدلا — کسی کا رنگ بدلا۔ روپ بدلا پیرہن بدلا
کسی کے ڈھنگ بدلے اور وضع دلربا بدلی

بنایا حربۂ تیز نگہ کا آنکھ کو ترکش — بنایا لیلیٰ شیریں ادا کو اپنے مہوش
کیا مجنوں کو بیجا زیر دستوں کو کیا سرکش — بنایا رند کو زاہد کیا زاہد کو مے کش

دل ہمخوار بدلا نیت ہر پارسا بدلی

کہیں معشوق نیکا ریگنہ مارا ہے بسمل کو — تڑپنے کا تماشا خوب ہی بھاتا ہے قاتل کو
نگاہ لطف سے بندہ بنایا اپنا سائل کو — محبت کے مرض میں اس نے بدلا صحت دل کو

جنون کی بندگی کے شوق سے یہ دفعہ بدلی

مرا چہرہ گل پژمردہ کی مانند مرجھایا — طبیبوں کی دوا نے فائدہ ہرگز نہ پہنچایا
کوئی پہلو نہ پھر آرام کا مجھ کو نظر آیا — پئے صحت بہت تدبیر کی لیکن نہ کچھ پایا

بڑھا دکھ اور بھی جب ردی دوا الشفا بدلی

ہوئی صحت نہ لیکن پوست سے گر استخوان بدلا — طریق نالہ بدلا آہ سوزاں کا دھواں بدلا
پئے صحت غرض مجبور ہو کر آشیاں بدلا — لباس جسم بدلا رہنے سہنے کا مکاں بدلا

دوا بدلی غذا بدلی جگہ بدلی ہوا بدلی

بہت ایذا اٹھائی داغ کھائے سیکڑوں دل پر — ملا آرام بیمار محبت کو نہ اک دم بھر
غم ہجراں میں ہی مدت ہوئی حالت بہت ابتر — مگر یہ دل نہ بدلا بات بگڑی ہی رہی مضطر

وہ کیا بدلے کہ جس نے یار سے شرط وفا بدلی

فلسفۂ ازدواج واصول تمدن*

نکاح کی ابتدا اور انسانی فطرت پر اس کی بنیاد

(نمبر ۱)

سلسلۂ موجودات میں انسان کی اصلی جگہ

* کتاب "ایوولیوشن آف میرج" مصنفۂ پروفیسر لیٹورنو کا یہ ترجمہ جو نہایت ہی صحیح اور بامحاورہ کیا گیا ہے۔ محب حسین

بے انتہا قدیم زمانے سے ہمیں یہ عادت پڑی ہوئی ہے کہ جب ہم انسانی سوسائٹی یا تمدن پر غور و فکر کرتے ہیں۔ تو اس وقت انسان کو تمام مخلوقات عالم سے علیحدہ کر کے دیکھتے ہیں گویا کہ وہ دیگر موجودات کے سلسلہ میں شامل ہی نہیں ہے۔ جب کوئی شخص اس دو پاؤں والے جانور کو دوسرے [illegible] رکھنے والے جانوروں سے علیحدہ کر کے دیکھتا ہے اور ان کے مابہ الاشتراک اور افتراق کو معلوم کرتا ہے۔ تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس نیم خدا یا خلیفۃ اللہ یا ربانی دیوتا کی توہین کی جاتی ہے ہمارے نزدیک ضرور اسی اندھی تقلید و متعصبانہ خیال پر اس موجودہ تمدن کی بنیاد قائم ہے جو اپنی ترقی میں ایک ٹھہرے ہوئے پودے کے مشابہ ہے مگر آخرکار اس زمانہ میں جب علم "بایالوجی" یعنی علم الاعضائے انسانی کی بعض قوتوں پر ایک گہری نظر ڈالی گئی اور ادنے طبقے کے انسانوں کے مفصل حالات دریافت کئے گئے تو اس وقت حضرت انسان کی حماقت کی اصلاح عمل میں آئی۔ یعنی بجائے اس کی طرح جو وہ یہ شیخی مارا کرتا تھا کہ ہم جہان میں دیگرے نسبت وہ کم ہوئی۔ اب اس چھوٹے سے کرۂ دنیا کی مادی مخلوقات کے سلسلہ میں اس کی جگہ قطعی طور پر مقرر کر دی گئی ہے اور صاف طور پر اس کا درجہ بتا دیا گیا ہے۔ گو یہ امر مسلم مانا گیا ہے کہ یہ دو پاؤں والا جانور (انسان) دنیا کے اور تمام جانوروں سے زیادہ عقیل و فہیم ہے مگر اپنی جسمانی ساخت اور اعضا اور ان کے افعال و خواص میں وہ محض ایک حیوان ہے۔ اور اس لئے سلسلہ حیوانات میں اس کی جگہ آسانی معین کی جا سکتی ہے یعنی وہ ایک ریڑھ دار۔ دو پاؤں یا ہاتھوں والا اور دودھ پلانے والا جانور ہے۔ ادھر تو نوع انسانی کے بعض افراد نہایت ہی عقیل و فہیم گذرے ہیں جن کی وجہ سے اس کو دوسرے دودھ پلانے والے جانوروں پر ایک عظیم الشان بزرگی اور شرف حاصل ہے۔ اور ادھر اس کے اکثر افراد ایسے پائے جاتے ہیں جو اپنی عقل و تمیز میں دوسرے حیوانات سے بھی زیادہ پست اور ذلیل اگر ایک نہایت ہی خفیف العقل یا احمق شخص کو مستثنیٰ رکھیں گے۔ تو اس سے ایک اعلیٰ درجہ عقیل آدمی بھی استثناء رکھے جانے کا مستحق ہوگا۔ اس زمانے میں ہمیں نہایت ہی ادنے طبقہ

نون کے حالات بخوبی معلوم ہین - ہم ان کی جسمانی تشریح - روحانی قوے - اور طرز
سے اچھی طرح واقف ہین - اب ان باتون کے دریافت ہونے سے ہمارا غرور کم ہوا ہے
ہم مین انکساری کا خیال پیدا ہوا ہے - اور دنیا کی مختلف اقوام کے طرز معاشرت - عادات
اخلاق اور خیالات و افکار کے معلوم کرنے سے یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ ہمارے دماغ مین جو
م حکومت اور خلافت[1] اللہ کا سودا سمایا ہوا تھا وہ نکل گیا ہے اور جو اشرف المخلوقات کی
ہین ہم پہلے دیکھتے تھے ان سے اب ہم بیدار ہو چکے ہین -

جب یہ بات ایک دفعہ بھی تسلیم کر لی گئی کہ انسان بھی ایک دوپایہ والا جانور ہے
اور اپنے طبقے یا جنس کے اور حیوانات سے اس خصوصیت مین ممتاز ہے کہ اس کا دماغ بڑا
ہوتا ہے - تو اب از روئے منطق یہ بات لازم آتی ہے کہ انسانی تمدن یا طرز معاشرت
غور و فکر کرنے سے پہلے اس کے ہم جنس یا ہم طبقے کے جانورون کی طرز زندگی پر ایک عمیق
نظر ڈالی جائے - علاوہ ازین چونکہ اصول تمدن انسانی فطرت پر مبنی ہین - اس لئے یہ ضروری ہے
کہ انسانی طرز تمدن کی ابتدا اور ماہیت علم فزیالوجی یعنے علم افعال الاعضا کے اصولون مین
تلاش کی جائے - سوسائٹی یا طرز تمدن کو سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو
استحکام ہو اور اس کو یہ استحکام صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اس کی بنیاد
انسان کی ان فطری ضرورتون پر قایم کی جاتی ہے - جن پر خود اس کی زیست منحصر ہے
اور جو تمام طرز معاشرتون کی حاکم اور مربی ہین یعنی یہی اصلی ضرورتین تمام انسانی سوسائٹیون
یا طرز معاشرتون کو ترغیب دیتی ہین اور ان پر نہایت ہی زور کے ساتھ حکومت کرتی
ہین - اس کے سوا اگر یہ کہا جائے کہ انسان ایک سوسائٹی یا مدنیت پسند جانور ہے - تو

حاشیہ[1] قرآن شریف مین جو یہ آیت موجود ہے کہ "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" - سو اس سے مراد خلافت بالقوی ہے نہ کہ بالفعل یعنی انسان مین دیگر حیوانات پر حاکم ہونے کی قابلیت موجود ہے جو کتاب تعلیم و تربیت سے [illegible] جاتی ہے دوسرے جانورون مین یہ مادہ پایا نہین جاتا - گو کوئی انسان کیسا ہی جاہل اور ادنے درجے مین پایا جائے پھر بھی وہ عقل و تدبیر مین دوسرے جانورون سے بالقوی بہتر ہوگا لیکن اس مین بھی کوئی شک و شبہہ نہین کہ بعض انسان بالفعل حیوانیت مین جانورون سے بدتر ہین - (محب حسین)

اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ وہی اکیلا مدنیت کی طرف فطرتاً مائل نہیں ہے۔ بلکہ اور دوسرے جانور بھی سوسائٹی اور مدنیت پسند پائے جاتے ہیں جو گروہ اور مجمع میں بالطبع رہتے ہیں اور اگرچہ ان جانوروں کی سوسائٹی نہایت ہی ابتدائی حالت میں ہے تاہم اس میں تمام انسانی سوسائٹی یا طرز تمدن کے اصل اصول ایک حد تک پائے جاتے ہیں۔ اور جانوروں کی بعض انواع مثلاً چیونٹیاں و نیز شہد کی مکھیاں وغیرہ تو ایسی موجود ہیں جن میں ایک اصلی رپبلک یا سلطنت جمہوری قائم ہے۔ اس سلطنت جمہوری کی وضع اور ترکیب میں ایک قسم کی پیچیدگی ہے اور اس میں طرز تمدن کے اصلی مسائل بہت بڑی ذہانت اور تکمیل کے ساتھ حل کیے گئے ہیں۔ ہم ان جانوروں سے بہت سے سبق پڑھ سکتے ہیں اور ان کے طرز معاشرت سے بہت سی قیمتی باتیں اخذ کر سکتے ہیں۔

یہاں ہم نکاح اور خاندان کی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں عقد نکاح کے ایجاد و انضباط کی اصلی غایت یہی ہے کہ قوائے شہوانیہ میں تہذیب اور شائستگی پیدا ہو۔ کیونکہ مناکحت ایک شہوانی خواہش پر مبنی ہے اور یہ شہوانی خواہش انسان کی بہت بڑی طبعی اور ضروری حوائج میں سے ہے جن کا تسکین دینا صحت بدنی کے لئے لازمی ہے۔ یہ شہوانی خواہش ایک محض خود رو چیز ہے جس کو حکیم مانٹین ایک جال سے تشبیہ دیتا ہے۔ یہ دام تمدن اس لئے بچھایا گیا ہے کہ انسان اور حیوان دونوں اس میں پھنس کر اپنی اپنی نوع کے باقی رکھنے کا سامان مہیا کریں یا برہمنوں کے عقیدہ کے مطابق اپنا آبائی فرض ادا کریں عقد نکاح کے باہمی رشتوں اور اس کے مختلف اوضاع و اشکال کے بیان کرنے کے پہلے جنہیں مختلف اقوام نے اختیار کیا ہے ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں مختصر طور پر عام اصول توالد و تناسل بیان کر دیے جائیں اور کسی قدر ان اعضائے توالد و تناسل کے افعال و خواص بھی جو علم الاعضاء (فزیالوجی) سے متعلق ہیں اور جہاں تک کہ وہ عقد نکاح سے علاقہ رکھتے ہیں اختصار کے ساتھ بتا دیے جائیں۔ یہاں ہم یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ حیوانی خواہشیں جنکی پیدایش انسان کے جسمانی اعضاء اور ان کے افعال و خواص پر منحصر ہے کس طرح زور دار اور بے رحم ہوتی ہیں اور نیز یہ بھی کہ سخت ترین درندوں اور وحشی موذی جانوروں کو بھی نرم اور حلیم کر دیتی ہیں۔ یہ سب باتیں ہم اپنے مضمون نمبر (۲) میں آئندہ بیان کریں گے۔ — راقم محمد حسین ایڈیٹر

برہمو سماجیوں کا قانون شادی

اکٹ ۳ سنہ ۱۸۷۲ء جس کی رو سے مس سروجنی دختر ڈاکٹر اگھور ناتھ چٹوپادھیا بنگالی سابق پرنسپل حیدرآباد اور ڈاکٹر گوبندراجولو نیدو صاحب کے مابین عقد وقوع مین آیا ہے ترجمہ ذیل مین طبع کیا جاتا ہے۔

اکٹ ۳ سنہ ۱۸۷۲ عیسوی

جو پیشگاہ نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند سے

۲۲ - مارچ سنہ ۱۸۷۲ عیسوی کو منظور ہوا

اکٹ بغرض بہم پہنچانے ایک طریقہ شادی کے بعض خاص صورتون مین

تمہید | ازانجاکہ یہ امر قرین مصلحت پایا جاتا ہے کہ ایک طریقہ شادی کا ان اشخاص کے لئے قرار دیا جائے جو عیسائی - یہودی - ہندو - مسلمان - پارسی - بودھ - سکھ - یا جین مذہب نہین رکھتے اور بعض ایسی شادیان جائز قرار دی جائین جن کا جواز مشتبہ ہے لہذا حسب ذیل احکام جاری کئے جاتے ہین -

توکل حد نفاذ | دفعہ ۱ یہ اکٹ کل برٹش ہندوستان مین جاری کیا جاتا ہے -

شرطین جن کے بموجب اس اکٹ کی رو سے شادیان ہوسکتی ہین | دفعہ ۲ اس اکٹ کی رو سے ایسے اشخاص کے مابین جن مین سے کوئی فریق نہ تو عیسائی - نہ یہودی نہ ہندو - نہ مسلمان نہ بودھ نہ سکھ نہ جین مذہب رکھتا ہو مندرجہ ذیل شرطون سے شادیان ہوسکتی ہین -

(۱) دونون فریقون مین شادی کے وقت نہ تو ایک کی کوئی زوجہ اور نہ دوسرے فریق کا کوئی شوہر پایا جاتا ہو۔

(۲) مرد پورا اٹھارہ برس کا ہو چکا ہو اور عورت کی عمر انگریزی جنتری کے حساب سے چودہ برس کی ہو چکی ہو

(۳) دونون فریقون نے اگر وہ اکیس برس کی عمر کو نہ پہنچ چکے ہون اپنے باپ خواہ ولی کی منظوری شادی کے بارہ مین حاصل کر لی ہو۔

(۴) دونون فریقوں میں بموجب کسی قانون کے جس کے وہ یا ان میں سے کوئی ایک فریق پابند ہو ایسی صلبی یا جدی قرابت کسی درجہ میں نہ پائی جاتی ہو جس سے اس قانون کے بموجب وہ شادی باطل ہو جائے - الا دو شرطوں کے ساتھ -

شرط اوّل یہ ہے کہ ایسا کوئی قانون یا رواج علاوہ اس کے جو صلبی ہو یا جدی قرابت سے تعلق رکھتا ہو شادی میں مانع نہ ہوگا -

شرط دوم یہ کہ صلبی قرابت کے متعلق کوئی قانون یا رواج انکی شادی کا مانع نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ کسی مشترک مورث کی سبب سے ان کے مابین قرابت کا نشان ملتا ہو جو پردادا خواہ پرنانی کی نسبت زیادہ قریب ہو یا احد الفریقین جدی مورث یا ایسے مورث کا بھائی یا بہن ہو -

شادی کے رجسٹراروں کی تقرری

دفعہ ۳ - جائز ہے کہ لوکل گورنمنٹ اس ایکٹ کی رو سے کسی حصہ عملداری کی بابت جو اس کے زیر حکم ہو ایک عہدہ دار یا چند رجسٹرار بخاص نام سے مقرر کرے یا جو لوگ اور عہدوں پر مقرر ہوں انہیں سے کسی کو یہ عہدہ سپرد کرے جو افسر اس طرح سے مقرر کیا جائے گا وہ ایکٹ ہذا ۱۸۷۲ء کے بموجب شادیوں کا رجسٹرار کہا جائیگا اور بعد کو اس ایکٹ میں "رجسٹرار" کے لفظ سے اس کا ذکر کیا جائیگا اور جو ضلع یا ملک کا حصہ کہ اس کے سپرد ہوگا وہ اس کا ضلع خیال کیا جائیگا

ایک فریق کو رجسٹرار کو نوٹس دینا چاہئے

دفعہ ۴ جس وقت یہ ارادہ ہو کہ اس ایکٹ کے بموجب کوئی شادی عمل میں آئے تو فریقین میں سے ایک شخص کو لازم ہے کہ رجسٹرار کو اس کی تحریری اطلاع دے جس کے روبرو ایسی شادی ہونے کو ہو جس رجسٹرار کو ایسی نوٹس دیجائے اس کو ایسے ضلع کا رجسٹرار ہونا چاہئے جس کے اندر اقل درجہ ایک نہ ایک فریق ایسی نوٹس کے چودہ روز پیشتر سے رہتا آیا ہو اور یہ نوٹس اس فارم کے بموجب دی جائے گی جو اس ایکٹ کی ضمیمہ اول میں درج ہے

نوٹس نتھی اور کتاب نوشتات شادی میں درج ہوگی -

دفعہ ۵ رجسٹرار ایسی نوٹسوں کو نتھی کرے گا اور اپنے دفتر کے کاغذات میں ان کو محفوظ رکھے گا اور ایسی ہر ایک نوٹس کی نقل ایک کتاب میں بھی اتار لیگا جو گورنمنٹ سے اس کو ملے گی اور جس کا نام "کتاب نوشتات شادی متعلقہ ایکٹ ۳ ۱۸۷۲ء" ہوگا - ایسی کتاب میں ہر ایک مناسب موقع پر بغیر کسی فیس لینے کے اُن تمام اشخاص کے لئے وا رہیگی جو ان کے معائنہ کے خواہشمند پائے جائیں -

عذر شادی

دفعہ ۶ جس وقت دفعہ ۴ کے بموجب ایسی شادی کے ارادہ کی نوٹس دیدی گئی تو اس کے چودہ روز کے بعد شادی ہو سکے گی الا اس صورت میں کہ قبل اس کے کہ اس طریقہ کے بموجب جس کا بعد بیان کیا جائیگا عذرداری کی گئی ہو ہر شخص کو اختیار ہے کہ ایسی شادی کی بابت اس بنیاد پر عذرداری کرے کہ وہ منجملہ

شرط کے خلاف ہے عذرداری کی نوعیت رجسٹرار ضبط شرائط مندرجہ ضمن (۱) یا (۲) یا (۳) یا (۴) دفعہ ۲ کے کسی تحریر کریگا اور بشرط ضرورت شخص عذردار کو پڑھ کر سنائیگا اور اس سے دستخط کرا لیگا یا انکا اسکی جانب سے دستخط کریگا۔

ضابطہ بوقت داخلہ عذرداری

دفعہ ۶ ایسی نوٹس عذرداری کے وصول ہونے پر رجسٹرار اس صورت میں جب عدالت مجاز کھلی ہو تاریخ رسید عذرداری سے چودہ روز اور اگر اسوقت عدالت مجاز نہ کھلی ہو تو بعد عدالت کھلنے سے چودہ روز کی مدت تک شادی کو عمل میں آنے نہ دیگا۔

عذردار نالش کر سکتا ہے

جو شخص ایسی شادی کے ارادہ میں عذردار ہو اس کے لئے جائز ہوگا کہ کسی عدالت دیوانی میں جو لوکل اختیار رکھتی ہو (لیکن عدالت مطالبات خفیفہ نہ ہو) واسطے حصول ڈگری استقراری نالش کرے جس میں قرار دیا جائے کہ اس طرح کی شادی ایک خواہ زیادہ شرائط مندرجہ ضمن (۱) یا (۲) یا (۳) یا (۴) دفعہ (۲) کی خلاف ہے

سرٹیفکٹ ارجاع نالش رجسٹرار کے پاس رہیگا

دفعہ ۸ جس افسر کے روبرو ایسی نالش دائر کیجائیگی وہ بعد ارجاع نالش شخص مذکور کو اس مضمون کا ایک سارٹیفکٹ عطا کریگا کہ ایسی نالش دائر کی گئی اگر ایسا سارٹیفکٹ تاریخ وصول نوٹس سے چودہ روز کے اندر رجسٹرار کے پاس داخل کر دیا گیا اور کوئی عدالت مجاز اس زمانہ میں کھلی ہوئی پائی گئی یا اگر اس وقت نہ کھلی ہو تو عدالت کھلنے کے چودہ دن کے اندر شادی اسوقت نہ ہونے پائیگی جبتک ایسی عدالت اپنا فیصلہ نہ صادر کر دے اور جو زمانہ اپیل کا ایسی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے کے لئے مقرر ہے ختم نہ ہو گیا ہو اور اس فیصلہ کی بھی اپیل ہو سکتی ہو تو جہاں تک اعلی عدالت اپیل کا فیصلہ نہ ہو جائے اسوقت تک شادی نہ ہونے پائیگی اور اگر ایسا سارٹیفکٹ طریقہ مقررہ اور مدت معینہ فقرہ ما قبل کے بموجب رجسٹرار کے یہاں داخل نہ کر دیا جائے گا یا اگر عدالت کا فیصلہ یہ صادر ہوگا کہ اس قسم کی شادی منجملہ شرائط مندرجہ ضمن (۱) یا (۲) یا (۳) یا (۴) دفعہ (۲) کے کسی شرط کی مخالف نہیں ہے تو شادی عمل میں آ سکے گی اگر عدالت نے فیصلہ یہ کیا کہ شادی ایک خواہ چند شرائط مندرجہ ضمن (۱) یا (۲) یا (۳) یا (۴) دفعہ (۲) کے خلاف ہے تو شادی عمل میں نہ آ سکے گی۔

عذر معقول نہ ہونے پر عدالت جرمانہ کر سکتی ہے۔

دفعہ ۹ دفعہ ۸ میں جس نالش کا ذکر کیا گیا ہے ایسی نالش کسی عدالت میں دائر ہو اس کو اختیار ہوگا کہ اوس پر ظاہر ہو جائے کہ عذر معقول نہیں ہے اور نیک نیتی سے نہیں کیا گیا تو ایسے عذردار پر جرمانہ کرے جس کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہ ہوگی اور یہ جرمانہ خواہ اس کا کوئی جزو شادی کرنے والے اشخاص کو دلا دے۔

اقرار فریقین و گواہان | دفعہ ۱۰ اقبل اس کے کہ شادی عمل میں آئے فریقین او تین گواہوں کو جسٹرار کے روبرو آکر ایک اقرار نامہ پر دستخط کرنا ہونگے جس کا نمونہ اس ایکٹ کے ضمیمہ دوم میں درج ہے اگر دونوں میں سے کسی فریق کی عمر اکیس برس کی نہو تو اقرار نامہ پر باپ یا ولی کے بھی دستخط ہونگے الا اس صورت میں کہ ولی زن بیوہ ہو۔ اور جسٹرار کے حیالت میں دستخط ہونگے۔

شادی کیونکر ہوگی | دفعہ ۱۱ شادی ان تینوں گواہوں کے روبرو عمل میں آئیگی جن کے دستخط اقرار نامہ پر ثبت ہونگے۔ شادی ہر طریقہ پر ہوسکتی ہے بشرطیکہ ہر فریق دوسرے سے رجسٹرار اور گواہوں کے سامنے کہدے کہ میں الف تجھ ب کو اپنی جائز زوجہ خواہ اپنا جائز شوہر بناتا یا بناتی ہوں۔

مقامات جہاں شادی عمل میں آسکے گی | دفعہ ۱۲ جائز ہے کہ شادی خواہ جسٹرار کے دفتر یا اور کسی مقام پر عمل میں لائی جائے جو رجسٹرار کے دفتر سے معقول فاصلہ پر ہو اور جہاں فریقین شادی کا ہونا چاہتے ہوں۔ لیکن اس شرط سے کہ لوکل گورنمنٹ وقتاً فوقتاً ایسی شرطیں جن کے بموجب ایسی شادیاں رجسٹرار کے دفتر کے سوا دوسرے مقامات پر ہوسکیں اور زاید فیس کی شرح مقرر کرتی رہے گی۔

سارٹیفکٹ شادی | دفعہ ۱۳ جب شادی عمل میں آچکے تو رجسٹرار اس کا ایک سارٹیفکٹ ایک کتاب میں درج کرے گا جو خاص اسی کام کے لئے ہوگی اور ایکٹ ۳ ۱۸۷۲ء کی متعلقہ شادیوں کی کتاب کے نام سے موسوم ہوگی اور تیسرے ضمیمہ میں جو فارم لکھا ہے اس کے بموجب یہ سارٹیفکٹ تحریر کیا جائے گا اور شادی کرنے والے فریقین اور تین گواہوں کے اس پر دستخط ہونگے۔

فیس | دفعہ ۱۴ لوکل گورنمنٹ وہ فیس مقرر کرے گی جو رجسٹرار کو بابت انجام دہی خدمات متعلقہ ایکٹ ہذا کے دی جائے گی جائز ہے کہ رجسٹرار اگر مناسب سمجھے تو شادی ہونے یا اور کسی خدمت متعلقہ کے انجام دینے کے قبل جس کی بابت واجب الادا ہو رفیس کا مطالبہ کرے۔

یہ سارٹیفکٹ شادی کی کتاب تمام مناسب اوقات پر معائنہ کے لئے وا رہی گی اور بطور وجہ ثبوت بیانات مندرجہ فیہ پیش ہوسکے گی اس کے تصدیقی اقتباسات رجسٹرار سے درخواست کرنے پر بعداد ائے فیس مل سکیں گے جس کی تعداد لوکل گورنمنٹ بابت ایسے اقتباسات کے قرار دیگی۔

سزا جب کہ عدا شخص اس ایکٹ کے بموجب شادی کرے

دفعہ ۱۵ ہر شخص جو کہ عدا ہونے کی حالت مین اس ایکٹ کے احکام کے بموجب اپنی شادی کرے گا وہ ایک ایسے جرم کا مرتکب تصور کیا جائیگا جو دفعہ ۴۹۴ یا دفعہ ۴۹۵ مجموعہ تعزیرات ہند مین (جیسی کہ حالت ہو) درج ہے اور جو شادی عمل مین آئیگی باطل ہوگی

سزائے کثیر الازواجی

دفعہ ۱۶ ہر شخص جس کی شادی اس ایکٹ کے بموجب ہوگئی ہو اگر وہ اپنی زوجہ یا شوہر کی زندگی مین دوسری شادی کرے گا یا کرے گی تو ایک زوجہ خواہ شوہر کی زندگی مین دوسری شادی کرنے کے جرم کی بابت دفعہ ۴۹۴ یا دفعہ ۴۹۵ کے بموجب اس کو سزا دی جائے گی گو بروقت اس دوسری شادی کرنے کے اس کا مذہب کچھ ہی کیون نہ ہو۔

قانون طلاق ہندوستان

دفعہ ۱۷ قانون طلاق ہند ان تمام شادیون کی نسبت جو اس ایکٹ کی رو سے عمل مین آئین موثر ہوگا اور ایسی ہر ایک شادی ان طریقون کے بموجب جو ایکٹ طلاق ہند مین مندرج ہین یا اون اسباب سے جو اس مین بیان کئے گئے ہین یا اس بنیاد پر کہ منجملہ شرائط مندرجہ ضمن (۱) یا (۲) یا (۳) یا (۴) دفعہ (۲) کسی شرط کے خلاف شادی ہوئی ہے۔ باطل اور کالعدم ہو سکتی ہے

اس ایکٹ کے بموجب جو شادیان ہون اون کی اولاد۔

دفعہ ۱۸ اس ایکٹ کے بموجب جو شادیان ہون انکی اس ایکٹ کی بموجب اولاد اسی قانون کے تابع رہے گی جس کے پابند اس کے مان باپ بہ نسبت اس امر کے ہون گے کہ صلبی یا جدی قرابت کہان تک مانع شادی ہوگی۔ اور شرائط مندرجہ دفعہ ہذا ایکٹ ہذا موثر ہون گے۔

استحفاظ ان شادیون کا جو اس ایکٹ کے سوا دوسرے طور پر ہوئی ہون

دفعہ ۱۹ اس ایکٹ کی کوئی بات ایسی کسی شادی کے بارہ مین موثر نہ ہوگی جو اس کے احکام کے بموجب عمل مین نہ آئی ہو اور نہ ایکٹ ہذا اشخاص مذکور کا قصداً اور کسی طریقہ سے شادی کرنے کی بابت مین مخل ہو سکے گا بلکہ ایسی کسی طریقہ کے جواز کا مسئلہ اگر کسی عدالت کے روبرو پیش ہوگا تو اس کا فیصلہ اس طور سے ہوگا کہ گویا یہ ایکٹ صادر ہی نہین ہوا۔

دفعہ (۲۰) ایکٹ ۱۴ ۱۸۷۰ء کے بموجب منسوخ ہوگئی۔

کسی اقرارنامہ یا سارٹیفکٹ

دفعہ ۲۰ ہر شخص جو کسی اقرارنامہ یا سارٹیفکٹ مقتضیہ ایکٹ ہذا کا

جس میں ... غلط بیان ہو یا دستخط یا تصدیق کرتا ہو اور اس میں کوئی امر غلط ہو اور اس کو غلط جانتا ہو یا باور کرتا ہو یا سچ نہ باور کرتا ہو تو وہ جرم مندرجہ دفعہ ۱۹۹ مجموعہ تعزیرات ہند [illegible]

کا مجرم قرار پائے گا۔

ضمیمہ اوّل

(دیکھو دفعہ ۴)

نوٹس شادی

بنام

الف۔ رجسٹرار شادی ہائے متعلقہ اکٹ (۳) ۱۸۷۲ء بابت مقام ضلع

مین اس تحریر کے ذریعہ سے نوٹس دیتا ہون کہ اکٹ (۳) ۱۸۷۲ء کے بموجب اس نوٹس کی تاریخ سے تین مہینے کے اندر اور دوسرے شخص کے مابین جس کا ذکر آگے آتا ہے شادی ہونے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

نام	حالت	درجہ یا پیشہ	عمر	مدت سکونت
الف	ناکتخدا رنڈوا	مالک اراضی	کامل	۲۳
ب	کنوارا		نابالغ	

تحریر فی التاریخ ۱۸ - (دستخط) الف

ضمیمہ دوم

(دیکھو دفعہ ۱۰)

اقرار نامہ منجانب نوشاہ۔

مین مسمی الف اس تحریر کے ذریعہ سے اقرار کرتا ہون۔

(۱) مین اس وقت ناکتخدا ہون۔

(۲) مین عیسائی یا یہودی یا مسلمان یا پارسی یا بودھ یا سکھ یا جین مذہب نہین رکھتا۔

(۳) میرا اٹھارھواں سال ختم ہو چکا۔

(۴) میں ب (عروس) سے صلبی یا ہمجدی قرابت اس طور کی نہیں رکھتا کہ اس قانون کی موجب جس کا میں تابع ہوں یا دولھن جس کی تابع ہے شادی ہو سکتی ہو اور حسب احکام ضمن (۴) دفعہ (۲) ایکٹ (۳) ۱۸۷۲ء ہم لوگوں میں شادی نہ ہو سکتی ہو۔

(اور جب دولھا کی عمر اٹھارہ برس کی نہ ہوئی ہو۔)

(۵) میرے باپ (یا ولی) نے جیسی حالت ہو میرے اور (ب) کے مابین شادی ہونے کی اجازت دے دی اور وہ اجازت باطل نہیں ہوئی ہے۔

(۶) میں واقف ہوں کہ اگر اس اقرارنامہ کا کوئی بیان غلط ہے اور اگر اس بیان میں میں جانتا یا باور کرتا ہوں کہ وہ غلط ہے یا اس کو سچ نہ باور کرتا ہوں تو میں قید اور جرمانہ کا بھی سزاوار ہوں۔

دستخط (الف) نوشاہ

اقرارنامہ منجانب عروس

میں مساۃ (ب) اس تحریر کے ذریعہ سے اقرار کرتی ہوں۔

(۱) میں اس وقت ناکتخدا ہوں۔

(۲) میں عیسائی یا یہودی یا ہندو یا مسلمان یا پارسی یا بودھ یا سکھ یا جین مذہب نہیں رکھتی۔

(۳) میرا چودھواں سال ختم ہو چکا۔

(۴) میں الف نوشاہ سے صلبی یا ہمجدی قرابت اس طور کی نہیں رکھتی کہ اس قانون کے بموجب جس کی میں تابع ہوں یا نوشاہ جس کے تابع ہے شادی نہ ہو سکتی۔ اور حسب احکام ضمن (۴) دفعہ (۲) ایکٹ (۳) ۱۸۷۲ء ہم لوگوں میں شادی نہ ہو سکے

(اور جب دولھن اکیس برس کی ہو الا اس وقت کہ بیوہ ہو)

(۵) میرے باپ یا ولی جیسی حالت ہو۔ میرے اور الف کے مابین شادی ہونے کی اجازت دے دی

اور وہ اجازت باطل نہیں ہوئی۔

(۶) میں واقف ہوں کہ اگر اس اقرار نامہ کا کوئی بیان غلط ہے اور اگر اس بیان میں میں جانتی یا باور کرتی ہوں کہ وہ غلط ہے یا اس کو سچ نہ باور کرتی ہوں تو میں قید اور جرمانہ کی بھی سزاوار ہوں۔

دستخط (ب) (عروس)

ہمارے روبرو مندرجہ بالا الف و ب نے دستخط کیے

ج
د } تین گواہ
ھ

(۱) جب دونوں دولھا دولھن کی عمر پوری اکیس برس کی نہ ہوئی ہو الا اس صورت میں کہ دولھن بیوہ ہو۔

ہمارے روبرو اور میری رضامندی سے الف اور ب نے (بیوی کی حالت میں) دستخط کیے۔

بشت پر (ج) جس اقرار شادی کا متعلقہ ایکٹ (۱۳) ۱۸۷۲ء بابت ضلع نے دستخط ہوا۔

مورخہ ماہ سنہ

شکست اقرار عقد کی نالش

اخبار جنوبی ہند رقمطراز ہے کہ میسور کے چیف کورٹ میں بصیغہ مفلسی ایک شکست اقرار عقد کا مقدمہ دائر ہے۔ اس مقدمہ میں مدعی مس لوسا آدم ہے جس کی عمر ۱۶ برس کی ہے۔ یہ لڑکی اپنے باپ کی ولایت میں ہے جو شہر بنگلور میں فروکش ہے اور ریلوے کمپنی میں ملازم ہے اور مدعی علیہ ایچ۔ سی پیٹ میں ہے جو ریلوے میں فائرمین کی خدمت پر مامور ہے۔ اور شہر بنگلور میں سکونت رکھتا ہے۔ مدعیہ کا دعوے یہ ہے کہ مدعا علیہ اقرار عقد سے منحرف ہے۔ اس لئے اس کو دس ہزار روپیہ بطور تاوان کے مدعلیہ سے دلائے جائیں۔ ۱۸۹۰ء میں مدعی علیہ نے مدعیہ کے باپ سے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ وہ چھ مہینے کے عرصے میں اس کی لڑکی سے عقد کرے گا۔ اور اس درخواست کو لڑکی کے باپ نے منظور کرکے لوگوں میں ظاہر کر دیا تھا اور عوام الناس میں مدعا علیہ و مدعیہ دونوں باہم منسوب سمجھے جاتے تھے۔ ایڈیٹر

اخبار نسوان

(۱) تعلیم و تربیت

ترقی تعلیم نسوان | اخبار انیس ہند البشیر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ریاست ٹراون کور مین عورتون کی تعلیم و تربیت مین ترقی ہو رہی ہے۔ افسوس ہے کہ ہندوستان کے مسلمان تعلیم نسوان کی طرف متوجہ نہین۔ مگر ٹرکی اور مصر کے اہل اسلام مین تو تعلیم نسوان کی ترقی ہے۔

تعلیم نسوان اور ہندوستان کا حبس دائمی | پیسہ اخبار کے مدیر سے ایک مسلمان صاحب دریافت فرماتے ہین کہ "مین اپنی بیوی کو پردہ دار مدرسہ مین تعلیم دلانا چاہتا ہون۔ کیا لاہور مین کسی ایسے مدرسے کا انتظام ہوسکتا ہے؟" ذرا آپ کی عقل نفیس کو تو ملاحظہ فرمائیے۔ بقول مولانائے روم۔ شعر

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون + این خیال است و محال است و جنون۔ ماشاء اللہ آپ بیوی کو تعلیم دلانے کے بھی خواہان ہین اور اسکو قید دوام مین بھی رکھنا چاہتے ہین۔ اجی حضرت! جب ایسی گھر کے پردے کا خیال دماغ مین سمایا ہوا ہے تو اس بے چاری جنم قیدی کو مدرسے کی ٹھنڈی ہوا کیون کھلاتے ہو۔ آخر بوڑہے طوطے کو جسے اپنی ساری عمر پنجرے کے اندر کاٹنی ہے کیون تعلیم کی تکلیف دیتے ہو۔ وہ پڑھنے کے بعد بھی تو وہی باورچی خانہ کا کام دیگی جس کے لئے اس قدر تکلیف کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بھلا لونڈی باندیون کو بھی کوئی پڑھاتا لکھاتا ہے۔ اور اگر پردہ دار مدرسے ہی کی تلاش ہے۔ تو ایک حیدرآباد دکن مین۔ اور دوسرا الہ آباد مین موجود ہے اور یون تو شرعی پردے کے ساتھ جس مین چہرے اور ہاتھ چھپانے کی کوئی ضرورت نہین آپ ان نیک بخت کو ہر جگہ لڑکیون کے مدرسہ مین بھرتی کرا سکتے ہین۔ مسلمانون کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ اس حبس دائمی پردے کو پہلے دور نہ کر دین گے۔ اسوقت تک ان کی مظلوم

معلم نسوان جلد ۱۳ نمبر ۲
عورتین کبھی تعلیم یافتہ نہ ہونگی۔ ٹرکی اور مصر مین جب عورتون کو آزادی دی گئی تب انھون نے
میدان تعلیم مین قدم رکھا ہے۔

اندھون کا لغت | اخبار جامع العلوم رقمطراز ہے کہ برازیل کی ایک لائق عورت نے اندھون کیلئے
ایک لغت تیار کیا ہے۔ اس مین کوئی شک وشبہ نہین کہ عورتین مردون سے زیادہ ذھین ہوتی
ہین۔ تمدن کی تمام چیزین عورتون ہی کی ایجادہین۔

(۲) ہمدردی اور فیاضی

ایک ترکی خاتون کی فیاضی | اخبار جریدۂ روزگار رقمطراز ہے کہ ازمیر کی ایک ترکی خاتون نے
اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت کی کہ اسکی جائداد مین سے ایک سو سکہ لیرہ اس شہر کے مدرسہ صنعت
حرفت کو دئے جائین جو مدرسہ حمیدہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہمارے ملک مین بھی ہزارون ہی
شاہزادیان اور بیگمات بڑی بڑی جائدادین چھوڑکر مرجاتی ہین۔ مگر ان مین سے کسی کو بھی یہ
توفیق نہین ہوتی کہ وہ اپنے بقائے نام کے لئے کچھ روپیہ خیراتی کامون کے لئے وقف کرجائین۔
اسکا سبب ہندوستان کی عورتون کی بے تعلیمی اور حبس دائمی پردہ ہے جس سے وہ
دنیا کے اچھے برے حالات سے واقف نہین ہونے پاتین صرف زیور اور شادی بیاہ ہی مین
روپیہ لٹاتی ہین۔ اگر ہماری عورتون کو بھی تعلیم دی جائے اور وہ عامہ خلائق کے مفید کامون مین
شریک کی جائین توان مین بھی ہمدردی قوم اور سچی فیاضی کی خواہش پیدا ہوسکتی ہے۔

ایک ہندوستانی خاتون کی قابل تعریف فیاضی | چندوسی ضلع بریلی سے پیسہ اخبار کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ بتاریخ
۱۵ اپریل ۱۸۹۹ عیسوی کو جو ندوۃ العلمار کا جلسہ ہوا اس مین ایک
مسلمان عورت نے اپنا ایک مکان قیمتی سات سو روپیہ جس کا سالانہ کرایہ (مہ ۵) ہے قیام دار العلوم
کے چندہ مین وقف کردیا۔ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتون مین ہمدردی قوم کا کس قدر
مادہ ہے۔ شرم ہے جو جاہل اشخاص عورتونکی تعلیم اور شرعی آزادی کی مخالفت کرتے ہین اور
جھوٹی حدیثین پڑھکر انھین کبھی تو شیطان کی رسیان۔ کبھی مردون کی لونڈیان۔ اور کبھی ناقصات العقل

والدین کہتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے علمائے دین وحضرات ارکان ندوہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کو ضرور ہی ملحوظ رکھینگے اور عورتوں کی جو شرعی آزادی اور حقوق ہندوستان مین مردوں نے بوجہ اپنی جہالت اور تعصب کے غصب کر لئے ہیں اُن کے دلانے مین سعی بلیغ فرمائین گے ورنہ وہ ضرور بروز قیامت ان مظالم کے جواب دار ہوں گے جو آجکل مسلمان عورتون پر ہند مین کئے جاتے ہین اور وہ خدا کے سامنے شرمسار ہون گے۔ ہم دیکھین گے کہ آیا یہہ مقدس مذہبی اشخاص حق کے طرفداری کرین گے یا عوام الناس کی خوشامد کا پہلو اختیار فرمائین گے جیسا کہ سر سید احمد خان مرحوم نے اس بارہ مین اختیار کیا تھا۔

ایک رانی کی فیاضی | اخبار پنجاب آرگن وزیرآباد تحریر کرتا ہے کہ موضع رآت پور ضلع کانپور کی ایک رانی صاحبہ پچاس ہزار روپے کی لاگت کا مندر بنوا رہی ہین اس مندر مین ایک محتاج خانہ اور مدرسہ قایم کیا جائے گا جس مین طلبا بغیر فیس کے انگریزی۔ اردو۔ ناگری اور سنسکرت پڑھینگے۔ اس مندر کے اخراجات دائمی کے لئے رانی صاحبہ نے اٹھارے گانون کی آمدنی وقف کر دی ہے۔ واقعی وہ مندر جس مین محتاج خانہ اور مدرسہ قایم کیا جائے بڑے ثواب آخرت کا کام ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین اکثر اشخاص مسجدین تعمیر کرا کے چھوڑ دیتے ہین نمازیون کی کمی کے سبب سے بہت جلد ویران ہو جاتی ہین اگر ان مساجد کے عوض جو اپنی تعداد مین نمازیون کے شمار سے بہت زیادہ ہین مردون اور عورتون کے مدارس یا محتاج خانے تعمیر کرائے جائین جن کی ضرورت قوم کو بہت ہے۔ تو خدا کے ہان بہت کچھ ثواب ملسکتا ہے کیونکہ علم سے انسان خدا کو پہچانتا ہے اور اس مین عبادت کی خواہش ہوتی ہے اور جب پیٹ بہرتا ہے تو دین بھی سوجھتا ہے۔ جہالت اور محتاجی گناہون کیطرف ہدایت کرتی ہے اور اللہ میان سے دور کھینچ لے جاتی ہے۔ اس لئے اس زمانہ مین جو روپیہ مسجدون کی تعمیر مین صرف کیا جاتا ہے اگر وہی مدارس اور محتاج خانون کے بنوانے مین اٹھایا جائے۔ تو دین و دنیا دونو کا ثواب بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ شعر بت خانہ کھود ڈالئے مسجد کو ڈھایئے انکی عوض طرح مکتب بنایئے

غریبون کی ہمدردی امیرون پر فرض ہے | اخبار انیس ہند اخبار ستت دھرم پرچارک کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ جرمن کی ملکہ بڑی رحیم اور ہمدرد قوم سنی جاتی ہین۔ غریبون کی خبر لینے اور انھین مدد دینے کیلئے وہ خود جاتی ہین۔ خدیو مصر کی والدہ بھی غریبون کے گھرون پر جاکے اُن کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتی ہین مگر افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی بیگمات مدارس نسوان تک کے جلسون مین نہین آنے پاتین۔ شاید حضرت پردہ علیہ اللعن ہی اس ہمدردی انسانی کے مانع ہین۔ کیونکہ مسلمان عورتین بے پردہ ہوکر غریبون اور مسکینون کے مکانون پر جا نہین سکتی ہین۔ خیر سب قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ہندوستان کی مسلمان امیرزادیون سے یہ سوال فرمائے گا کہ تم نے اپنی بیکس اور غریب بہنون کے ساتھ کیا ہمدردی کی ہے۔ تو وہ یہہ کہہ کر بری ہوجائین گی کہ "خداوندا! ہم کو ہمارے مردون نے گھرون مین بند کردیا تھا۔ اس لئے ہم سے کوئی انسانی ہمدردی اور عبادت نہین ہوسکی۔ اس کا جواب ہمارے مرد ہی دین گے"

بنگلور کا یتیم خانہ نسوان | اخبار طلسم حیرت مدراس رقمطراز ہے کہ بسرپرستی انجمن حمایت اسلام شہر بنگلور مین لڑکیون کا ایک خاص یتیم خانہ قایم کیا گیا ہے۔ اس کا افتتاحی جلسہ بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء کو بوقت ۱۲ بجے دن کے منعقد ہوا جس کے صدر نشین جناب خان بہادر محمد عبدالرحمٰن صاحب سٹی مجسٹریٹ تھے۔

واقعی ہر ایک شہر مین ایسے یتیم خانہ کی از حد ضرورت ہے۔ کیونکہ غریب اور لاوارث لڑکیان بہت جلد آوارہ ہوجاتی ہین اور بدمعاش لوگ ان کی دین و دنیا سب خراب کرتے ہین اکثر لاوارث مسلمان لڑکیان عیسائیون کے ہاتھ آتی ہین۔ بعض کسبیون کے نجس پنجون مین گرفتار ہوجاتی ہین اور بعض کو لوگ گھرون مین لونڈیان بناکے رکھتے ہین۔ عیسائیون کے ہاتھ جو لاوارث لڑکیان آتی ہین اُن کا دین تو البتہ خراب ہوتا ہے۔ مگر دنیا خوب درست ہوتی ہے مگر آخر الذکر اشخاص کے ظالم پنجے مین جو بدقسمت لڑکیان گرفتار ہوتی ہین اُن کی تو نہایت ہی مٹی پلید ہوتی ہے اور وہ دونون جہان سے چلی جاتی ہین۔ یہودیون۔ پارسیون وغیرہ

مہذب اقوام نے اپنی قوم کی لاوارث لڑکیوں کا انتظام قومی چندے سے کیا ہوا ہے ان کی
قوم کی بہت کم لڑکیاں کسبیوں کے گہروں میں پائی جاتی ہیں یا کسی غیر مذہب والے اشخاص کے
پاس بغرض پرورش دیکھی جاتی ہیں۔ مگر شرم کی بات ہے کہ مسلمانان ہند اپنی قوم کی لاوارث
لڑکیوں کی جانب بہت ہی کم متوجہ ہیں۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں مسلمان کسبیوں کی
تعداد ہندو رنڈیوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ ہندؤں اور مسلمانوں کی مردم شماری میں
۶/۱۳ کی نسبت ہے۔ اگر لاوارث لڑکیوں کا انتظام بخوبی کیا جائے تو بہت کچھ اس کسب پیشہ
میں کمی ہو سکتی ہے۔ ریاست حیدرآباد میں بھی ایک یتیم خانہ نسوان بمقام ورنگل قایم ہے
مگر اس کے حالات سے عہدہ داران سرکار پبلک کو اسی طرح ناواقف رکھتے ہیں جس طرح
کہ پردے میں خواتین حرم چھپا کر رکھی جاتی ہیں ہم کو معلوم نہیں کہ جو لڑکیاں اس یتیم خانے
میں پرورش کی جاتی ہیں ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور وہ کس طرح اور کس کے اہتمام
رکھی جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ وہ ان لاوارث لڑکیوں کے طرف توجہ
فرمائے اور اس یتیم خانہ کو حیدرآباد میں منتقل کردے اور اس کی نگرانی کا کامل بندوبست
اور لڑکیوں کی تعلیم کا پورا انتظام فرمائے

(۲) علم و لیاقت

عطائے خطاب | نور پول کا اخبار کریسینٹ لکھتا ہے کہ یہہ ایک بڑی خوشخبری ہے کہ
اعلیحضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہم نے آدیب بے مہتم خزانہ کی صاحبزادی کو بوجہ اُن کی
اعلےٰ لیاقت کے دوسرے درجہ کا تمغۂ شفقت عطا فرمایا ہے۔ آدیب بے ایک معزز سرکاری
عہدہ دار ہیں۔ اور حضرت سلطان المعظم عورتوں کی لیاقت کی بہت ہی بڑی قدر
کرتے ہیں۔ ہمیں خدا سے امید ہے کہ یہ معزز مسلمان خاتون جس نے اپنی اعلےٰ
قابلیت سے اس تمغہ کو حاصل کیا ہے عمر دراز تک اس کو زیب تن کرینگی۔ اور ہم
اس موقع پر انھیں اور ان کے والد بزرگوار کو اس اعزاز کی مبارکباد دیتے ہیں۔

چونکہ شریعت محمدی نے مرد اور عورت کے حقوق اور مرتبہ مساوی تسلیم کیا ہے۔ اس لئے سلاطین اسلام نے عورتون کو بھی ہمیشہ خطاب او رتمغے عطا کئے ہین۔ ہندمین اس کا رواج آخری سلطنت مغلیہ تک باقی رہا ہے اور عہد شہنشاہ اورنگزیب مین مردون کی طرح عورتون کو بھی خطابات دئے گئے ہین اور ترکی مین تو اس وقت تک یہ رواج باقی ہے۔ مگر یورپ مین اس وقت تک باوجود اس آزادی نسوان کے عورتون کو خطابات نہین دئے جاتے۔ اور ابھی تک یورپین عورتون نے خواتین اسلام کی سی آزادی اور حقوق حاصل نہین کئے۔

ایک ریفارمر عورت کا حلم

اخبار جامع العلوم لکھتا ہے کہ ایک عیسائی اخبار نے مسیز اینی بے سنٹ صاحبہ کی توہین کی۔ اور خداوند مسیح کے پیرو نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بعد بھی معافی مانگنے سے انکار ہی کیا۔ اور اس حلیم نبی کے مغرور چیلے نے اپنا قصور معاف کرانا گوارا نہین کیا۔ جب مسیز صاحبہ کے دوستون نے انھین یہ صلاح دی کہ اس متکبر عیسائی کو عدالت کے شکنجے مین کھینچکر درست کرنا چاہئے تو انھون نے اپنی شان ریفارمری کے موافق یہ فرمایا کہ "مین نے دنیا سے ترک تعلق کر لیا ہے اور خودی چھوڑ دی ہے۔ اور جب مجھ مین خودی ہی موجود نہین۔ تو پھر کس طرح توہین ہو سکتی ہے۔ صرف یہہ معلوم کر لینا کافی ہے کہ وہ ایک عیسائی کا فعل ہے۔ مین اپنے پرانے کرمون کو پورا کر رہی ہون مین عیسائیون کے ساتھ حساب وکتاب کیون کھولون" حقیقت یہ ہے کہ ایک سچا صوفی یہی جواب دے گا۔ آسمان کے طرف تھوکنے سے اپنا ہی چہرہ خراب ہوتا ہے۔ مسیز صاحبہ کی شان کوئی عیسائی کم نہین کر سکتا۔

اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہے کہ عورتین بھی تصوف اور درویشی مین کہان تک کمال حاصل کر سکتی ہین۔ مسلمانون مین بھی بہت سی عورتین مثلاً رابعہ بصری وغیرہ تصوف اور ولایت مین شہرۂ آفاق گذری ہین۔ اگرچہ کہ اس زمانہ مین مسلمان عورتون کی

حالت بہت ہی پست ہے اور ان کے جوہر ذاتی ظاہر ہونے نہین پاتے ۔ تاہم ممکن ہے کہ اسی پردے کے اندر مسیز ایبنی بیسنٹ سی کئی عورتین حلم و بردباری مین بے مثل موجود ہون ۔ افسوس ہے کہ ہماری قوم نے عورتون کو محض آلہ شہوت ہی سمجھ رکھا ہے اور ان کو اکتساب قوائی روحانی سے بالکل روک دیا ہے ۔ ورنہ ہمارے ہان بھی آج مسیز صاحبہ سی ہزارون مقدس عورتین پائی جائین

جہان عورتون کی تعلیم و تربیت کا رواج ہے وہان عورتین ہر علم و فن مین کیون لائق نہ ہون ۔ پتھر تو مسلمانان ہند کی عقلون پر پڑے ہین جو اپنی عورتون کو جاہل کندۂ ناتراش رکھنا چاہتے ہین اور اپنی اولاد کو ان جاہل نادانون کے ہاتھون سے برباد کرا رہے ہین ۔ اے کاش ! اس سبب کے مسلمانون سے اگر دنیا خالی ہوتی تو اچھا تھا ۔ کیونکہ خس کم جہان پاک کا مقولہ اسی قوم ناعاقبت اندیش کی شان مین آیا ہے جس بے وقوف قوم کو اس قدر موٹی بات بھی معلوم نہ ہو کہ سوسائٹی کی جان عورت ہے اور اوس کا اثر اولاد پر بہت پڑتا ہے تو وہ کیونکر دنیا مین ترقی کر سکتی ہین ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت قیصر ہند کی سیاحت | پیسہ اخبار ایک فرانسیسی اخبار کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ہر مجسٹی قیصر ہند ملکہ وکٹوریہ نے ۱۸۴۳ء سے لیکر اب تک ملک فرانس مین ۱۴ ۔ دفعہ بیلجیم مین ۱۰ ۔ دفعہ ۔ اٹلی مین ۴ ۔ دفعہ ۔ آسٹریا اور سویزرلینڈ مین ایک ایک دفعہ سیاحت فرمائی ہے

سیر و سیاحت سے انسان کی آنکھین کھلتی ہین اور وہ دنیا کی چیزون سے واقفیت حاصل کرتا ہے ۔ امرا اور آسودہ حال اشخاص کو مناسب ہے کہ وہ اپنے لڑکے اور لڑکیون دونو کو اپنے ہمراہ سیر و سیاحت کی غرض سے لے جایا کرین اور انھین عجائبات دنیا دکھاتے رہین ۔ کیونکہ عورتین بوجہ اس حبس دائمی پردے کے خارجی دنیا سے بالکل جاہل رہتی ہین ۔ اسلامیون کے زمانۂ عروج مین مسلمان عورتین بھی ملکونکی

سے بہت کرتی تھیں۔ اگر کسی کو شک ہو۔ تو وہ اس زمانہ کی تاریخیں مطالعہ فرمائے یا کم از کم معلم نسوان کے چند رسالوں ہی کو دیکھ ڈالے۔

عورت کی ایجاد | اخبار وحدادار لکھتا ہے کہ حال میں ایک عورت نے ایک نہایت ہی مہلک آلہ حرب ایجاد کیا ہے۔ جسکو فرنٹانا رکسٹ استعمال کرتے ہیں۔ یہہ آلہ چھری کے مشابہہ ہوتا ہے اور اکثر اس شخص کی چپرسی کے ہم شکل بنایا جاتا ہے جسکا قتل منظور ہوتا ہے۔ اس چھری کے اندر شیشے کی ایک باریک نلی رکھی جاتی ہے جس میں زہریلا عرق بھرا جاتا ہے۔ جس شخص کے قتل کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس کی چھری کسی حیلے سے اڑا کے یہ زہریلی چھری اس کی جگہہ رکھ دی جاتی ہے۔ جب تک یہہ چھری اسید ہی رکھی رہتی ہے اس وقت تک کوئی خطرہ نہیں۔ مگر جب اٹھائی جاتی یا چھیڑی جاتی ہے تو فوراً اس کے اندر سے وہ تیزاب اڑ کر چھونے والے شخص کو ہلاک کر دیتا ہے یا اس طرح زخمی کرتا ہے کہ تا عمر اس کے صدمے سے صحت نہیں ہوتی ہے۔

عورت کی یہ ایجاد کوئی نئی نہیں ہے۔ بلکہ تمدن اور سوسائٹی کی جتنی کارآمد چیزیں ہیں وہ سب عورتوں ہی کی ایجاد ہیں۔ چھری کو ابتداءً عورت ہی نے ایجاد کیا تھا۔ جس پر سے ترقی پاکر خنجر۔ تلوار۔ پیش قبض وغیرہ آلات نکالے گئے ہیں۔ انسانی تمدن کی تاریخ لکھنے میں محققین نے یہ دریافت کیا ہے کہ نہایت ہی ابتدائی یا وحشت کے زمانہ میں مرد تو شکار کرتے تھے اور عورتیں اس شکار کو چھیل چھال کر پکاتی تھیں۔ جب اونھیں گوشت کاٹنے کی ضرورت ہوئی تو پہلے پہل انھوں نے تیز پتھر کے ٹکڑے کی چھری بنائی۔ اسی طرح سے ساری تمدن کی چیزیں عورت ہی کی ایجادیں ہیں سے نہیں۔ جن کو مرد اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(۴) شادی بیاہ

برہما میں عورتوں کی آزادی | اخبار اتحاد سے سرگزشت ناقابل ہے کہ برہما کی عورتیں اپنے

معاملات میں بالکل آزاد ہیں۔ وہ جس سے چاہیں اپنی شادی کر سکتی ہیں اور جب چاہیں شوہر سے طلاق لے سکتی ہیں۔

برعکس اس کے ہندوستان میں عورت بالکل مجبور ہے اس کو اپنے کسی معاملہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں۔ والدین جسکو جی چاہے اسے شادی کے بہانے سے حوالہ کر دیں اور اُس کو انکار کرنے کا کوئی حق حاصل نہ ہو۔ شوہر چاہے رات دن اس کو مارے پیٹے اور طرح طرح کی تکلیفیں دے مگر وہ اس ظلم کی فریاد بھی نہ کر سکے۔ گو اصول شریعت نے عورتوں کو بڑی آزادی اپنے معاملات میں عطا فرمائی ہے۔ مگر مسلمانان ہند نے بزور ان شرعی حقوق کو بھی عورتوں سے چھین لیا ہے اور انھیں وہ اپنی ایک جائداد منقولہ خیال کرتے ہیں اور ہندوؤں کے مذہبی قانون کا ظلم تو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ جس کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش ہی نہیں۔ اس نامنصف شاستر اور پُران نے تو عورتوں کو جانوروں سے بھی زیادہ پست شمار کیا ہے اور اوس کی جان و مال کا مالک مرد کو بنا دیا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کو مناسب ہے کہ وہ اب اِن ظالمانہ مذہبی قوانین کا رواج عدالتوں سے اٹھا دے جو عورتوں کے حق مضر ہیں۔ کوئی ضرورت نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ان پرانے قوانین اور دستور العمل و رسم و رواج کی پابندی کی جائے جن سے ایک صنف انسانی پر بہت بڑا ظلم ہوتا ہو۔ کیا وجہ ہے کہ عورتوں کو اپنے معاملات میں آزادی نہ دی جائے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کی مالک بھی نہ سمجھی جائیں۔ یہ سراسر ظلم اور ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے؟

والدین کا اپنی اولاد کو اپنے پسند کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے مجبور کرنا اور اس کے برے نتیجے۔

اخبار انیس ہند اودھ اخبار کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ۷ ہر جون ۱۹۱۹ء کو عبدالحمید خان فرزند خورد کپتان نظیر خان صاحب کمانیر افواج امپیریل سروس ریاست رامپور نے جو ہنوز

تحصیل علوم میں مصروف تھا بہرحال اب خودکشی کی۔ خودکشی کا سبب یہ تھا کہ مرحوم کی
شادی جس عورت کے ساتھ ہونے والی تھی وہ اس کو پسند نہ تھی۔ اور وہ اس شادی سے
انکار کیا کرتا تھا مگر والدین نے اس کے انکار کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ اس انکار
سے منع کیا۔ یہ بات اس کو سخت ناگوار ہوئی اور ۲۵ جون کو اس نے بارادہ خودکشی
اوّل ظہر کی نماز پڑھی اور پھر سب دروازے بند کرکے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ بعد
ازاں والدین کو ایک وصیت نامہ لکھ کر تکیہ کے نیچے دھر دیا۔ اور باطمینان تمام پلنگ پر
لیٹ کر تپنچے سے خودکشی کی۔

اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہے کہ شادی بیاہ کے معاملات میں
جو لڑکے اور لڑکی کو آزادی نہیں دی جاتی اس کے نتائج کس قدر خراب پیدا
ہوتے ہیں بعض اشخاص [illegible] جب [illegible] ہوتی ہے خودکشی کرکے
مرجاتے ہیں اور اکثر اشخاص اپنی بیویوں سے نفرت ظاہر کرتے ہیں اور ساری
عمر اس کی صورت نہیں دیکھتے ہیں۔ عورت مرد کا باہمی عشق و محبت جو ایک نہایت
مفید قدرتی جذبہ ہے ہندوستان کی ناپاک سوسائٹی میں کس طرح خراب کیا جاتا ہے
اگر لڑکا اور لڑکی دونوں باہم اپنے اپنے انتخاب سے شادی کریں تو کبھی یہ مہلک نتیجے
پیدا نہ ہوں۔ افسوس ہے کہ مسلمانان ہند نے تو عورت کو محض ایک آلۂ شہوت
قرار دے لیا ہے اور اس کی ساری آزادی غصب کر لی ہے۔ مگر لڑکے کی آزادی انتخاب
کو بھی چھین لینا خدا جانے ان کے کس اصول مذہب پر قائم ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ
جب تک یہ منحوس پردہ اٹھایا نہ جائے گا تب تک مردوں اور عورتوں کو باہمی
انتخاب کا موقع نہیں ملے گا۔ اور وہی گڈے اور گڑیا کی شادی کا دستور قائم رہے گا
اور مسلمانوں کے رسوم شادی بیاہ میں کوئی مفید اصلاح ہونے نہ پائے گی۔

موروثی امراض والوں کو شادی سے ممانعت | اخبار انیس ہند۔ ست دھرم پرچارک کے

حوالہ سے لکھتا ہے کہ امریکہ کی ایک ریاست ڈکوٹہ میں اب یہ قانون نافذ کیا گیا ہے کہ کوئی جنم روگی یا موروثی مرض کا شخص اپنی شادی کرنے نہ پائے۔
اس قانون سے فائدہ یہ ہے کہ قوم میں امراض دائمی بڑھنے نہیں پاتے اور ملک میں معذور اشخاص کی کثرت ہونے نہیں پاتی۔ قومیت کے لئے قوم کے افراد کا تندرست اور قوی ہونا نہایت ہی ضروری امر ہے۔ ایسے قانون کے نفاذ کی ضرورت مسلمانان ہند کے لئے بہت ہے۔ کیونکہ ان میں امراض موروثی مثلاً سل و دق جو عورتوں کے سخت پردے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اس قانون سے رک جائیں گے ہندوستان میں مسلمانوں کے انحطاط قوائے جسمانی و روحانی کے دو ہی بہت بڑے سبب ہیں۔ ایک تو موجودہ حبس دائمی پردہ جس سے عورتیں فی صد دس بھی صحیح نہیں ہیں اور جو اولاد ان مضمحل عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے وہ بھی نیم مردہ ہوتی ہے۔ دوم کمنے کی شادی بیاہ جس سے موروثی امراض بکثرت پھیلتے اور زور دار ہوتے جاتے ہیں ہمارے بہادر ان قوم کو لازم ہے کہ وہ ان دونوں باتوں کی طرف توجہ فرمائیں۔

دیدہ و دانستہ بیمار کے ساتھ شادی کر دینا

اخبار انیس ہند کا ایک نامہ نگار مقام فلودی صوبہ مارواڑ سے تحریر کرتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی ایک بیمار مہاجن کے ساتھ کر دی جس کی عمر تقریباً تیس برس کی تھی۔ سنا ہے کہ لڑکی نے بھی در پردہ یہ کہہ دیا تھا کہ ایسے مریض سے میری شادی نہ کی جائے۔ مگر اس کے کہنے کو کسی نے بھی نہیں مانا۔ اب شادی کے بعد ہی دولہ صاحب راہی عدم ہوئے اور نوجوان دلہن کو ہمیشہ رنڈاپا جھیلنے کے لئے اس کمبخت دنیا میں چھوڑ گئے۔
نہایت ہی افسوس ہے کہ عورتوں کو اپنی شادی بیاہ میں بھی کوئی دخل نہیں۔ والدین اور عزیز و اقارب چاہیں اُن کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالدیں تو بھی وہ کوئی

عذر نہیں کرسکتی ہیں۔ واقعی عورتوں پر سخت ظلم ہے جس کا انسداد ہماری منصف مزاج گورنمنٹ پر فرض ہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں سرکار بزور قانون ان ظالمانہ رسموں کو نہیں روکتی۔ کیا ہندوستان کے اوہام باطلہ کی رعایت اس درجہ کی جانی چاہئے کہ عورتوں کی جان پر بن جائے۔ کیا سرکار کی رعایا عورتیں نہیں ہیں اور کیا سرکار نے ان مظلوم بھیڑوں کو جاہلوں اور ان ظالم بھیڑیوں کے پنجے میں دے دیا ہے؟ جو ان کی جان کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔

انٹر میرج یا اقوام مختلف کی باہم مناکحت کی نسبت ایک ہندو صاحب کی رائے

پیسہ اخبار میں مسٹر اگم گوپال صاحب جھانسی سے تحریر کرتے ہیں کہ "میرے خیال میں ہندوؤں کی بہ نسبت مسلمانوں کے گھروں میں یورپین بیبیاں زیادہ ہیں اور یہ خیال بھی درست نہیں کہ یورپین بیویاں اپنے شوہروں کے لئے زیادہ تکلیف کا باعث ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یورپین بیویوں پر خرچ زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو استطاعت رکھتے ہیں انھیں اس کی کیا پروا ہے۔"

نہایت افسوس کی بات ہے کہ مہذب مسلمانوں کو مجبوراً یورپین عورتوں سے نکاح کرنا پڑتا ہے جو ان کے مذہب میں جائز ہے۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ مسلمانان ہند میں تعلیم نسوان کا رواج نہیں ہے جس سے لائق بیویاں بہم دست ہوں۔ آجکل کے تعلیم یافتہ مرد جاہل عورتوں کو اپنا رفیق بنانا پسند نہیں کرتے جن سے کوئی روحانی لطف حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور اب ان کی دیکھا دیکھی ہندو تعلیم یافتہ اشخاص بھی یوروپ کی عورتوں سے شادی کرنے لگے ہیں۔ مگر انھیں اپنے مذہب اور بھائی برادری کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ اور آخر الامر وہ مجبور ہوکے عیسائی ہوجاتے ہیں۔ اس خرابی کا سب سے زیادہ موثر علاج یہی ہے کہ ہندی عورتیں اوّل تو زیادہ لائق بنائی جائیں۔ اور دوم انھیں مناسب آزادی دی جائے۔ اگر ہماری قوم ان دونوں باتوں پر توجہ نہ فرمائے گی

تو وہ بہت جلد یورومین لیڈیوں کو تو اپنے گھرون کا مالک پائے گی اور اپنی جاہل لڑکیون کو ناتراشیدہ مردون کی غلامی مین دیکھے گی -

ایک بودہ مذہب کی انگریزی لیڈی کی شادی

پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ ایک بودہ مذہب انگریزن کی شادی ایک مارکوس یعنے نواب سے ہونے والی ہے - یہ لڑکی نہایت حسین ہے - اب انگلستان کے عام مذاہب مین بودہ مت بھی شامل ہے -

یوروپ مین جہان تعلیم وتربیت کا بہت شور وزور ہے اب تبدیلی مذہب کی وقعت کپڑون کی تبدیلی سے زیادہ نہین ہے - کیونکہ ان مذہب اختیار کرنے مین بالکل آزاد ہے کوئی وجہ نہین ہے کہ مذہب یا رائے کے بدلنے سے کوئی اخلاقی یا قانونی جرم کا مواخذہ عاید کیا جائے مگر وحشی اور ناتعلیم یافتہ اقوام مذہبی تبدیلی کو ایک جرم سنگین سمجھتے ہین اور اپنے ہی مذہب کو تمام دنیا کے مذاہب سے بہتر جانتے ہین - اب علوم جدیدہ مذاہب کی پوری قلعی کھول رہے ہین اور ایک دن وہ آئے گا کہ ان مذاہب کی جگہ علوم حقہ اور سائنس جدیدہ قایم ہون گے اور خدا کا سارا کنبہ ایک ہی مذہب اسلام یعنے علوم فطرت کے سایہ مین ہوگا - اور باقی سب مذہب آفتاب علم کی نورانی شعاعین پھیلتے ہی رات کی طرح کافور ہو جائین گے -

امیر کابل کی بیگم صاحبہ اور ایک دلہن کی رونمائی

اخبار رہنمای دکن ایک معتبر سیاح کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک گانون سے دوسرے گانون کو کوئی دلہن رخصت ہو کے جا رہی تھی - اور ادہر سے امیر صاحب کی بیگم کی سواری بھی آرہی تھی - بیگم نے سواری کے پردے سے براتیون کا مجمع دیکھکر یہ خواہش ظاہر کی کہ دلہن کی صورت انھین دکھائی جائے - اس پر براتیون نے پردہ کا انتظام کیا اور بیگم کو دلہن کا منہ دکھا دیا - اس وقت بیگم کے پاس نقد روپیہ تو نہ تھا جو وہ رونمائی دیتین اس لئے انھون نے اپنے گلے کا ہار اتار کر جو نہایت قیمتی سچے موتیون سے بنایا گیا تھا دلہن کو رونمائی مین عنایت فرمایا - اور پھر وہان سے اپنے مقام مقصود کو چلی گئین - گھر پہنچ کر جب دلہن والون نے اس ہار کو دیکھا اور دولہن سے معلوم ہوا کہ بیگم صاحبہ نے اس کو عطا فرمایا ہے - تو ان کے

ہوش و حواس برجا نہیں رہے۔ انہیں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر امیر صاحب کو یہ خبر ہو جائے گی
کہ ان کی بیگم کا ہار ہمارے پاس ہے تو نہ جانے ہم پر کیا آفت نازل ہوگی۔ یہ سوچ کر دلہن کا
خاوند اور خسر وہ ہار لے کر امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو ان کے رو برو
رکھدیا۔ امیر صاحب نے حیرت کے ساتھ اس ہار کو ملاحظہ فرمایا اور دل میں سوچنے لگے کہ ان دہقانوں کے
پاس ہماری بیگم صاحبہ کا ہار کیونکر پہنچ گیا۔ پھر ان دہقانوں نے ہاتھ جوڑ کر اس ہار کے ملنے کی
ساری کیفیت بیان کی۔ یہ سنکر امیر صاحب مسکرائے اور وہ ہار انہیں واپس کر دیا اور کہا کہ "یہ ہار
بیگم صاحبہ کا عطیہ ہے۔ اس لئے تم اسے اپنے پاس رکھنے کے مجاز ہو۔ اور میں نے بھی تمہیں اسکو
بخش دیا۔ جاؤ۔ اور اسے دلہن کے گلے میں پہنا دو۔"

خدا کی دین اسے کہتے ہیں۔ مصرعہ۔ بن مانگے موتی ملیں اور مانگے ملے نہ بھیک۔

شادی اور غمی ایک ہی ساتھ

اخبار **انیس ہند** کا ایک نامہ نگار قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور
سے ایک عجیب جانکاہ واقعہ کی خبر دیتا ہے۔ ۱۵۔ ماہ اپریل ۱۹۰۹ء کو قصبہ مذکور کا ایک شخص اسی
مقام کے ایک محلہ میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ اپنے اکلوتے بیٹے کو بیاہ نے گیا۔ دلہن بیاہ
کر برات گھر واپس آنے والی تھی کہ اتنے میں دفعتاً دولہ کے بدن میں رعشہ پیدا ہوا۔ اس کو چارپائی پر
لٹانا ہی چاہتے تھے کہ ایک ہچکی آئی اور ساتھ ہی اس کے اس کی روح قالب سے پرواز کر گئی۔ اس
خبر کے پھیلنے سے قصبہ میں ایک قیامت برپا ہو گئی۔ اور آن کی آن میں نوشاہ کی لاش پر لوگوں کا
ہجوم عام ہو گیا۔ الغرض اس شان سے برات گھر واپس آئی کہ دولہ کا جنازہ آگے اور دولہن کا
ڈولہ اس کے پیچھے تھا اور اس کے بعد براتی لوگ رونے پیٹتے جاتے تھے۔ دولہ کی تجہیز و تکفین سے
ابھی پوری فراغت نصیب نہیں ہوئی تھی کہ اس کا باپ بھی اس صدمہ جانکاہ سے راہی ملک بقا ہوا۔

مصرعہ۔ جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتا ہے۔ واقعی اس دنیا کی شادی
اس قدر بے ثبات ہے کہ جس کی خوشی کسی عاقل آدمی کو ہو نہیں سکتی۔ آسودہ ہیں وہ اشخاص
جو یہاں کی شادی اور غمی دونوں کو ایک جانتے ہیں اور جنہوں نے دنیا کے سارے تعلقات کو ترک

کرکے ہمدردئی انسانی کا شغل پیدا کیا ہے۔ سچی خوشی وہی ہے جسے ہم اطمینان قلب کہتے ہین اور اطمینان قلب اکتساب علم وعمل کا نتیجہ ہے۔

شادی بیاہ مین ناپاک رسمون کی روک اخبار پنجاب اڈرگن کا ایک نامہ نگار مقام منٹگمری سے تحریر کرتا ہے کہ ایک شخص بہادر سنگہ نامی نے اپنی بیٹی کی شادی گرو نانک کی ہدایت کے مطابق کی غلیظ گالیون کے عوض بھجن گائے گئے اور کسبیون کے ناچ اور تماشے کی جگہ ربانی گیت کے سننے سے روحانی تفریح حاصل کی گئی۔

حیدرآباد دکن مین بھی بعض معزز اور لائق مسلمان اپنی قوم سے ان بیہودہ رسمون کے اٹھانے کی کوشش کر رہے ہین - یہان ایک مجلس بنام اصلاح تمدن نواب ممتاز یار جنگ بہادر نے قایم کی ہے جس کے ممبرون سے اس بات کا تحریری حلفی اقرار لیا جاتا ہے کہ شادی اصول شرع محمدی کے مطابق کی جائے گی اور کوئی نامناسب رسم مثلاً رنڈیون اور بھانڈون کا ناچ تماشا سہرا چوٹی وغیرہ ہونے نہین پائے گی - ہمین امید ہے کہ اور شہرون کے مسلمان بھی اس مفید کوشش سے اپنے وطن کو فائدہ پہنچائین گے۔

شادی کا اشتہار پیسہ اخبار رقم طراز ہے کہ شہر لیبلی کے ایک موضع واقع نیویارک ملک امریکہ مین ایک مالدار زمیندار نے اخبارات کے ذریعے تمام ملک مین یہ اشتہار دیا ہے کہ جو شخص اس کی بیٹی سے عقد کرے گا اس کو اس شرط پر دو لاکھ روپیہ دئے جائین گے کہ وہ اس بضاعت سے کوئی کاروبار شروع کرے اور روپئے کو بہ کفایت اٹھائے۔

مقامی اخبارات مین شادی بیاہ کے اشتہارات طبع ہونے سے لوگون کو بہت سے فائدے ہو سکتے ہین - پہلے تو عقد ہونے کے قبل ہی دولہ دولہن دونو کو باہمی حالات بخوبی معلوم ہوجاتے ہین اور کوئی کسی کو دھوکا نہین دے سکتا - علاوہ ازین دولہ کو اچھی دولہن اور دولہن کو اچھا دولہ حسب دلخواہ انتخاب کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور جب عقد کی خبر بہر درج اخبارات ہوجاتی ہے تو اس سے اس کی شہرت تمام ملک مین پھیل جاتی ہے اور وہ اخبار جس مین عقد کی

خبر چھاپی جاتی ہے ایک رجسٹر کے طور پر سمجھا جاتا ہے اور مابعد کے مقدمات میں بطور شہادت پیش کیا جا سکتا ہے۔ مشاطہ - دلالہ اور کٹنی کے ذریعہ سے شادی کرنا گویا اپنے آپ کو جان بوجھکر فریبوں اور جعل سازیوں کے گڑھے میں ڈالنا ہے -

ایک ڈہائی برس کی بچی کی شادی

اخبار بمبئی گزٹ اخبار ایسٹ کوسٹ نیوز کے حوالے سے لکھتا ہے کہ بمقام گوداوہ ایک برہمن کے گھر شادی رچی دولہن کی عمر دو برس چھ ماہ سے زیادہ نہیں اور ابھی پورے طور سے اس کی زبان نہیں کھلی وہ اپنے شوہر کو پہچان بھی نہیں سکتی - دولھا کا سن دس یا بارہ سال کا ہے۔ لڑکی کے باپ نے پانسو روپیہ لے کر دولہ والوں کے ہاتھ اس کو فروخت کر ڈالا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ شیر خوار لڑکی تقریباً پندرہ برس کے عرصے میں جوان ہوگی - اس اثنار میں اگر کوئی واقعہ ہوا یعنی لڑکی مر گئی - تو دونہ کو علاوہ اس رقم کے جو اس نے شادی میں صرف کی ہے اس روپیہ کا نقصان بھی ہوگا جو دولہن کی قیمت کی ادائی میں اٹھایا گیا ہے - اور اگر دولھا مر گیا تو نوجوان بیوہ ساری عمر اپنی قسمت کو روئے گی - اخبار مذکور بالا کا نامہ نگار یہ عمدہ رائے دیتا ہے کہ سرکار کو مناسب ہے کہ وہ روپیہ لے کر لڑکی بیاہنے وغیرہ کی رسموں کو اپنے فولادی ہاتھ سے روکے اور ہمدردی انسانی کے لحاظ سے ایک ایسا قانون جاری فرمائے جس سے بارہ برس سے کم عمر لڑکی کی شادی جرم فوجداری میں شمار کی جائے اور مجرمین کو سخت سزا دی جائے - یہی قانون سرکار میسور نے بھی اپنی ریاست میں پاس کیا ہے - ایڈیٹر

ہندوستان کی جہالت و تعصب

ہمیں اپنے ذاتی تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان نے ابھی تہذیب اور شایستگی میں ذرا بھی ترقی نہیں کی - اس کی عام جہالت اور تعصب بدستور سابق موجود ہے - اس امر کے دریافت کرنیکا سب سے اعلیٰ ذریعہ یہی ہے کہ اہل ہندوستان کو انکی اصلاح حالت کی درخواست کی جائے - ایسے موقع پر انکا پورا جہل و تعصب ظاہر ہو جاتا ہے - یہ بات قابل افسوس ہے کہ آج سات برس سے یہ رسالہ معلم نسوان برابر شایع ہو رہا ہے اور باستثنا بلدہ حیدرآباد دکن کے تمام ممالک ہند میں اس کے صرف دس پرچے فروخت ہوتے ہیں حالانکہ تمام ہندوستان کی مردم شماری تقریباً ۳۰ کروڑ نفوس کی ہے - ایڈیٹر

حجاز کی قابل تقلید اصلاحین

شادی و غمی کے موقع پر یہاں بھی ہندوستان کی طرح اکثر نا عاقبت اندیش
اپنی حیثیت سے بڑھ کر اسراف بیجا صرف لوگوں کی واہ واہ اور ہمچشموں کی تحسین و آفرین کے لئے
کیا کرتے تھے اور ان موقعوں کے لئے سوچے سمجھے قرض کا بار گران جو ایسی بیہودہ حرکتوں کا ضروری لازمہ ہے
اپنے ذمہ کر لیا کرتے تھے جسکی فکر اور سبکدوشی سے عمر بھر کو رہائی ہونی مشکل ہوتی تھی امرا کا تو ذکر نہیں وہ
تو اپنی خلقت ہی ایسے کاموں کے لئے سمجھے ہوئے ہیں۔ البتہ بیچارے غربا اور متوسط الحال لوگوں کے لئے
مشکل ہے کہ وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی یا رسوم مروجہ کی پابندی اور ہمعصروں کی تقلید سے بری طرح
پسے جاتے ہیں ان تمام حالات پر غور و حل کرنے کے بعد اخر سلطنت اسلامیہ نے احکامات صادر
کر دیئے جنکی پابندی او متابعت امراء و غرباء اعلیٰ ادنیٰ طبقہ کے لوگوں پر ضروری ہوگئی اور جو خیالات بیہودہ
اوراوہام باطلہ پہلے لوگوں کو ایسے موقعوں پر ہوا کرتے تھے ان سب کا خاتمہ گورنمنٹ نے خود کر دیا اب میں
بہت اختصار کے ساتھ ان احکامات کو ذیل میں درج کرتا ہوں (۱) نکاح کے موقعوں پر جو زیور
کپڑا وغیرہ فرش فروش دلہن والے مستعار مانگ کر دولھن کو دو چار دن پہنایا کرتے ہیں یہ بالکل نہ ہو۔
اپنی حیثیت کے موافق جیسا کچھ ہو پہنو پہناؤ۔ بڑے بڑے محلوں اور عالیشان گھروں سے
زیور اور کپڑے جو آیندہ اس طرح ان موقعوں پر لئے جائیں گے وہ ضبط اور سزا اس پر علاوہ (۲)
دعوتوں اور شادیوں میں مستورات اکثر اپنے عزیزوں اور ملنے والوں سے قیمتی جوڑے اور اپنی
حیثیت سے بڑھ کر زیور مستعار پہنکر مجالس کی زیب و زینت اور ٹھاٹھ اور تمول دکھانے کے لئے
جایا کرتی ہیں۔ آیندہ سے یہ فعل جرم قرار دیا گیا (۳) نکاح پر شیرینی کی تقسیم اور بعد نکاح ولیمہ میں
بہت اچھا اختصار ہونا چاہیے کیونکہ بڑی دھوم دھام کی دعوتوں اور تکلفات سے علاوہ زیر باری
کے دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب اور تحریص ہوتی ہے (۴) نکاح کے دن دولہا کے
مکان کے ... عمدہ فرش وغیرہ بچھایا جاتا ہے۔ مکان کے کمرے پر تکلف سامان سے
شاندار بنائے جاتے ہیں روشنی اور آتشبازی ہوا کرتی ہے (۵) اور اسی قسم کے دوسرے

باجے بجانے کا رواج ہے یہ تمام باتیں بالکل بند کر دی گئیں۔ غریب امیر کوئی ان بے ضرورت امور کا مرتکب
نہ ہو۔ (۵) مہر میں بھی حد اعتدال سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ کنواری لڑکی کا مہر سو ریال سے (ڈیڑھ سو روپیہ سے)
زیادہ نہ ہوا کرے۔ (۶) یہاں کے قاعدہ کے موافق چونکہ عورتوں کو کسیقدر آزادی ہے اور ہندوستان
کی طرح گھروں کی چاردیواری میں ہر وقت بند نہیں رہتیں۔ عورتیں خود اپنی مرضی کے موافق کپڑا خریدتی ہیں
اور اپنا زیور حسب دلخواہ خود سناروں کی دوکانوں پر جاکر اور نمونے دکھا کر بنواتی ہیں۔ آئندہ سے کوئی
بزاز یا سنار کی دوکان پر نہ خریدنے نہ کچھ بنوانے خود نہ جاسکے گی۔ کیونکہ عورتوں کے ایسے خود مختار ہونے میں
مردوں کو زیر بار ہونا پڑتا ہے (۷) قرآن کے ختم پر بچوں کے والدین اکثر دل کھول کر خوشی کیا کرتے ہیں۔
جس لڑکے کا کلام مجید ختم ہوتا ہے۔ اسکو عمدہ کپڑے پہنا کر اکثر گھوڑے پر سوار کرتے ہیں اور اس کے تمام
ہم مکتب لڑکے زرق برق جوڑے پہنے ہوئے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور شہر کے گلی کوچوں میں
بعض دعائیہ کلمات کہتے ہوئے گشت کیا کرتے ہیں۔ اس رسم کے ادا کرنے میں ماں باپ کو بقدر حیثیت
ضرور خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس رسم سے اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ بچوں کو تعلیم اور خاص کر قرآن پڑھنے کا
شوق ضرورت سے زیادہ رہتا ہے کیونکہ بچے عموماً صرفہ۔ (اس رسم کا نام یہاں صرفہ اور ہندوستان میں
شاید آمین ہے) کے اشتیاق میں بہت جلد قرآن پڑھ لیتے ہیں۔ مگر نقصان بھی کچھ نہیں۔ متوسط الحال
بچوں کے والدین تو بخوشی ایسی زیر باری کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ مگر غریب آدمی جو محنت مزدوری سے
اپنا پیٹ ہی بمشکل پالتا ہو وہ کسطرح بچوں کی ضد اور استاد صاحب کی فرمائش کی تعمیل کر سکتا ہے
غرض بہت اچھا ہوا کہ یہ رسم ہی بالکل موقوف کر دی گئی ہے۔ ختم قرآن کے بعد جو کچھ ہو سکے استاد
کی خدمت کر دیجائے۔ بچوں کی مٹھائی اور دعوت باجا گاجا سب موقوف (۸) رمضان شریف میں عموماً حرم
شریف (بیت اللہ) میں روزہ افطار کرتے ہیں اور افطاری جس دھوم دھام سے خوانوں میں گھروں سے
لگکر آتی تھی وہ علاوہ کھانے کے دیکھنے میں بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ دوست احباب آپس میں
ایک دوسرے کو افطاری کی دعوت دیا کرتے تھے اور اسبات کا بڑا خیال ہوتا تھا کہ افطاری کا
سامان کسی دوسرے سے گھٹ کر نہ ہے اور اس خاص امر میں یہاں تک لوگوں کی توجہ ہو گئی تھی

کہ اگر پچھلے سال کا سامان افطاری اس سال کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو قرض لیکر مہینے بھر تک دہوم دہام
کیا کرتے تھے اور ایسا نہ کرنے کو اپنی کسر شان اور ہمعصرون کی نظرون مین سبکی سمجھا کرتے تھے۔ اب اس
رمضان مین مین دیکھہ رہا ہون کہ ایک اول درجہ کا افسر یا امیر محتاج اور غریب آدمی کی طرح صرف ایک
چھوہارہ اور زمزم سے روزہ افطار کرتا ہے۔ سرکاری آدمی متعین ہین کہ کسی شخص کی افطاری خادمون کے
سرون پر نہ آئے۔ ان تمام باتون کے سوا ایک امر بہت ہی قابل تعریف ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہان
خدا جانے کب سے یہ قاعدہ مقرر ہو گیا تھا کہ جمعرات کے روز عورتین قبرستان مین اپنے عزیزون کی
قبرون پر فاتحہ پڑھنے جایا کرتی تھین۔ عورتون کو قبرون پر نہ جانے کے لیئے علماء نے بہت کوشش
کی۔ مگر کچھہ اثر اور نتیجہ سالہا سال کی کوشش کے بعد بھی ظاہر نہ ہوا اور یہ بدعت بدستور جاری رہی۔ اب مجبور
ہوکر علماء نے لوکل گورنمنٹ کو اسطرف توجہ دلائی اور ایسا خاطر خواہ انتظام ہو گیا ہے جیسا کہ چاہیے تھا
ابکوئی عورت قبرون پر جانا درکنار۔ اس رستہ سے ہوکر چلنا بھی نہین چاہتی۔ کیونکہ پولیس کے
سپاہی اس انتظام کے لیئے متعین کیئے گئے ہین۔ ان خرابیون کو محسوس کرنے اور انتظام کرانے
مین مکہ مکرمہ کے امیر شریف سیادتلو عون الرفیق پاشا بہت بڑے شکریے مستحق ہین جنہون نے
مسلمانون کو ایسی بیہودہ اور لغو رسوم سے جن کے ہوتے ہوے مسلمان کبھی بہبودی اور بہتری کا
مونہہ نہین دیکھہ سکتے تھے بچانے مین بڑی توجہ اور دلسوزی سے کام لیا گلیڈسٹون سلطان المعظم
کو خدا کی لعنت مخلوق کے لیئے کہا کرتا تھا۔ اب مین دیکھنا چاہتا ہون کہ دنیا مین جو سلطنتین
مخلوقات کے لیئے خدا کی رحمت ہین وہ اپنی رعایا کی اصلاح اور سرسبزی کے لیے کیا کر رہی ہین
کیونکہ یہ زمین مقدس "ام القرے" ہے اور مین دیکھہ رہا ہون کہ جو حادثہ یا واقعہ یہان ہوتا ہے
اُس کا اثر کچھہ نہ کچھہ دنیا کے اکثر حصون مین ضرور ہی ہوا کرتا ہے۔ اسکے سوا ماحل بحر بکم حل بکم
بھی اسکا موید ہے۔ کچھہ بعید نہین کہ جب اس مرکز مین مسلمانون کی اصلاح ہوئی اور انکا طرز
زندگی بدلا خدا دنیا کے تمام مسلمانون کی حالت مین ایک تغیر عظیم پیدا کردے اور مسلمان اس
غفلت کی نیند سے آنکھین مل کر اٹھہ کھڑے ہون۔ اور دیکھین کہ آج دنیا مین خیر الامم کی

کیا حالت اپنے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ اللہم اصلح حالنا ارحم [illegible] از مکہ معظمہ۔ رمضان سنہ ۱۳۱۶

والدہ کی عزت کی نسبت جناب میرزا صاحب قادیانی کی ہدایت

اخبار الحکم لکھتا ہے کہ امام الزمان نے ایک نوجوان کو اپنی والدہ کی تعظیم اور عزت کرنے کے لئے یہ ہدایت فرمائی تھی۔

پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ صلعم یمن کی طرف موہنہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے صرف اپنی والدہ کی خدمت گذاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیح کو یہ ایک عجیب بات ہے۔ جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں یہ تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بُری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوڑھے چمار بھی کم لیتے ہوں گے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونوں سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ بہتری اس میں ہے ورنہ اختیار ہے

اکام صرف نصیحت کرنا ہے۔ (۲۱- اپریل ۱۹۹ء یوم عید ضحی)"

حالات چین

(مترجمہ لیڈی)

چینیوں کا صبر و استقلال ضرب المثل ہے۔ مجھکو یاد نہیں کہ مین نے اپنی تمام عمر مین کہین چینیوں جیسی عجیب و غریب کشیدہ کاری دیکھی ہو عجیب و غریب لکھنے سے میرا مطلب یہ نہین ہے کہ کاریگری اور صناعی کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے کیونکہ صناعی مین تو جاپان سے بڑھکر شاید کوئی قوم نہ ہوگی اور یہ بات جاپانیون مین خداداد ہے۔ بلکہ عجیب و غریب سے میری مراد یہ ہے کہ وہ کام پورا کرنے کے متعلق عجیب و غریب صبر و استقلال سے کام لیتے ہین۔

چینی لوگ اگرچہ جاپانیون کی طرح نقاشی اور رنگ آمیزی مین کامل نہین ہین لیکن اُن کے کام کی نفاست اور نزاکت حیرت ناک ہوتی ہے چینیون کی نقاشی اور کشیدہ کاری دونون کی دونون اپنی نزاکت اور نفاست کے اعتبار سے جاپانیون کی نقاشی اور کشیدہ کاری سے قیمت مین بڑھ کر ہوتی ہین۔

چین مین جو شخص اعجوبہ روزگار چیزین خریدنے جاتا ہے وہ زیادہ تر روپیہ پیرون اور گرووٗن کے قدیم اور پرانے لباس کے خریدنے مین صرف کرتا ہے۔ بعض اوقات یہ لباس نہایت میلا کچیلا اور جابجا سے پھٹا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن اُن کی جو قیمت اوٹھتی ہے وہ اس قدر بڑھی چڑھی ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح خیال مین نہین آسکتی۔ موجودہ زمانہ کے پیرون اور گرووٗن کے لباس بہت کم فروخت ہوتے دیکھے جاتے ہین کیونکہ وہ فغفور چین کے پاس بطور نذر بھیجے جاتے ہین۔ جب چینی لوگ فغفور چین کے حضور مین حاضر ہونے کا شرف حاصل کرتے ہین تو اون کو آنکھین اوپر اوٹھانے کی اجازت نہین ہوتی اسکی وجہہ یہ ہے کہ فغفور کی ذات اسقدر مقدس خیال کیجاتی ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا عہدہ دار اور رئیس و امیر کیون نہ ہو۔ اوس کی جانب نظر بھر کر دیکھنے کا مجاز

نہین ہے -

رعایا مین سے کوئی شخص فغفور کے چہرہ سے واقف اور آشنا نہین ہونے پاتا - اگر کوئی فغفور کو بدل کر کسی جابر شخص کو فغفور بنا دے تو رعایا مین سے سوائے اون لوگون کے جو اوس کام مین شریک ہون اور کوئی واقف نہین ہو سکتا کہ آج کل تخت پر قدیم فغفور ہے یا جابر -

جب مذکورہ بالا تار فغفور کے ملاحظہ مین گذرتی ہے تو دربار ی افسرون مین سے کوئی افسر اون کو لیکر صندوق مین سینت دیتا ہے اور پھر کبھی اون کے نکالنے کا نام نہین لیا جاتا - بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی نوکر کو خیال آتا ہے تو وہ صندوق سے وہ لباس نکالکر دوسرے لوگون کے حوالہ کرتا ہے جو چین کے دوسرے حصص مین لیجا کر فروخت کرتے ہین

مین نے چین کی کشیدہ کاری کا ایک تھان دیکھا جو چالیس فٹ لمبا اور ۵ فٹ چوڑا تھا اور کام اطلس پر نکالا گیا تھا - اسقدر گنجان کہ ایک انچ جگہ بھی چھٹی نہین رہ گئی تھی - اس پر ایک چینی آدمی کی مختلف تصویرین ایام طفولیت سے لیکر پیری کے زمانہ تک کی کھینچی گئی تھین - چہرون کے خط و خال اور لباس وغیرہ کی رنگت اور صفائی قابل دید تھی - ہر چیز کو نہایت کاریگری اور اوستادی کے ساتھ دکھایا گیا تھا - ہر ایک چہرہ کی حالت مختلف تھی کسی چہرہ سے خوشی و مسرت اور کسی چہرہ سے فکر و تردد کے آثار نمایان ہو رہے تھے کام اوبھرا ہوا تھا اور ریشم کے تارون سے نکالا گیا تھا جس اطلس پر یہ کام نکالا گیا تھا اوس کی رنگت ہلکی تھی اوس کے حاشیہ پر پھولون کی بیلین کاڑھی گئی تھین - اور میوہ جات بھی نمایان کیئے گئے تھے -

مجھسے بیان کیا گیا کہ اس تھان کو ایک خاندان کے تمام لوگون نے تیس سال کی محنت مین کاڑھا تھا - ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ جو تھان ایک خاندان کے لوگون کی تیس سال کی محنت مین تیار ہوا ہو اوسکو صندوق مین بند کر کے کیڑون کی نذر کر دینا کسقدر گناہ ہوگا

جب مین نے سنا کہ وہ تھان فغفور چین کے پاس سے چوری گیا تو مین بہت خوش ہوئی اور مین نے بجائے خود خیال کیا کہ چور نے بہت اچھا کام کیا۔ چینی لوگ نقاشی مین بھی بڑے اوستاد ہوتے ہین۔ مین نے اون کی نقاشی کے بہت سے نمونے چاولون کے کاغذ پر دیکھے جو صنعت کاری کے اعلے درجہ کے نمونے معلوم ہوتے تھے چینی نقاشون مین یہ صنعت ہے کہ وہ نقاشی اور مصوری مین ذرا ذرا بات کا خیال رکھتے ہین اور کوئی چیز خلاف نہین ہونے دیتے۔

سیاہ لکڑی پر کام کہودنے مین بھی چینی لوگ نہایت ہوشیار ہوتے ہین تمام ننگلیو مین سیاہ لکڑی کا فرنیچر نہایت عمدہ تیار ہوتا ہے اور اوس پر سیپ کی صنعت کاری کیجاتی ہے۔ جو اپنی خوبصورتی اور نزاکت مین بے مثل ہوتی ہے چینی کے برتنون پر جو ہاتھ سے نقاشی ہوتی ہے وہ ایسی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے کہ میرے پاس اوس کی تعریف کرنے کے لیئے کوئی الفاظ نہین ہین۔

تمام چینی برتن بول سور نیز مین تیار ہوتے ہین پھر نقاشی کے لیئے چین بھیجے جاتے ہین چینیون مین نقالی کی صنعت حیرتناک ہوتی ہے۔ جس چیز کو وہ دیکھ پاتے ہین اوس کی وہ نقل اوتار کے رکھدیتے ہین۔ یورپ کی کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ جس کا مثل چینی لوگ نہ تیار کر سکتے ہون۔

بہت سے اون کمالات مین جو چینی لوگ اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہین۔ اور کسیکو اون سے آگاہ کرنا پسند نہین کرتے ننگلیو کی وارنش نہایت مشہور ہے یہہ وارنش صندوقون۔ کرسیون۔ میزون۔ اور خصوصاً لکڑی کے فرشون پر کیجاتی ہے جس کا عام دستور ہے کہ جب وارنش تر ہوتی ہے تو اوس مین سے بڑی تیز بو آتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یورپ کے لوگ جو اول اول چین مین آتے ہین وہ اس کی بو سونگھ کر بیمار پڑجاتے ہین۔ وارنش کی تیاری مین بڑی بڑی دقتین اور دشواریان پیش آتی ہین۔ اور خرچ بھی زیادہ پڑتا ہے۔ لیکن جب وارنش مکمل ہوجاتی ہے تو پھر دس سال وہ اترنے اور زائل ہونے کا نام

نہیں لیتی چین سے دریافت کئے ہوئے فرش فرانس کے عمدہ سے عمدہ فرشوں کی برابری کرتے
ہیں فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ ان میں سیاہی غالب ہوتی ہے۔ مجھکو ہندوستان کے
چونکہ پہلے فرشوں کے مقابلہ میں یہ فرش دیکھ کر رشک ہوتا تھا۔ وہاں میرے دیکھنے میں
بہت سی ایسی چیزیں آئیں کہ جن پر مجھکو رشک کرنا پڑتا تھا اور خصوصاً چینی نوکروں پر مجھکو ہندوستانی
اور وہ بھی شمالی ہند کے نوکر زیادہ پسند ہیں اگرچہ فی الحقیقت کبھی اچھے اور نایاب ہوں مگر آجکل
وہ نایاب ذرا کم ہوتے ہیں۔ ہماری طرح چین کے لوگ بھی نوکروں کے شاکی پائے گئے کہ
جیسے پہلے نوکر تھے وہ او نایاب ملتے تھے ویسے اب نہیں ملتے۔ مگر یہیں یہی شکایت ہر جگہ سنی
جاتی ہے۔ چینی لوگ بہت کم نوکروں سے کام نکال لیتے ہیں کیونکہ نوکروں کو بہت تھوڑی
اجرت دیتے ہیں بلحاظ سستے پن کے بمقابلہ ہندوستان کے دوگنے خرچ میں آدمی
زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈالر کی قیمت ایک روپیہ دو شلنگ
سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔

چینی نوکر بلا کے تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں اور مستعدی کے ساتھ اپنے مفوضہ کام
کو انجام دینے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ لیکن مجھکو جو بات ہمیشہ حیرت میں ڈالے رکھتی ہے
وہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ چینی نوکر نہایت تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں اور دوسری
چیزوں کی نقل اوتارنے میں انکو خاص ملکہ ہوتا ہے۔ مگر چینی لوگ ہماری زبان سمجھنے اور
اور بولنے میں ہمیشہ کچے رہتے ہیں۔ اور تمام چینی ملازم خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ حیثیت کے کیوں
نہ ہوں وہ ہمیشہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتے ہیں اور ویسی ہی ٹوٹی ہوئی انگریزی میں وہ اپنے
تئیں مخاطب کرانا چاہتے ہیں۔ چینی لوگ انگریزی کے ہر فعل کے اخیر میں لفظ "جی" لگانیکے
عادی ہوتے ہیں۔ چین کی ملکی زبانیں اس قدر مختلف اور متغائر ہوتی ہیں کہ شمالی چین کا
باشندہ جنوبی چین کے لوگوں کی اور جنوبی چین کے باشندے شمالی چین کے لوگوں کی زبان نہیں سمجھ سکتے
اور اون کو ایک دوسرے کے حصہ ملک کی زبان سیکھنے میں بڑا عرصہ لگتا ہے۔

چینیوں کا طریقہ حساب ہی بالکل علیحدہ ہے۔ بانس کا ایک چوکٹا ہوتا ہے اور اوس میں لوہے کی سلاخوں میں پڑے ہوئے تسبیح کے دانے پڑے رہتے ہیں۔ اون کی ہی ایک قطار ہوتی ہیں پہلی قطار یکائی دوسری قطار دہائی اور اسی طرح جدا جدا قطاریں سیکڑا اور ہزار ظاہر کرتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اون سے کس طرح حساب لگاتے ہیں لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ چینی لوگ نہایت آسانی اور صحت کے ساتھ اوس قاعدہ سے حساب جوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور جتنی دیر میں ہم کاغذ پر حساب نہیں لگا سکتے اونی دیر میں وہ اوسی طریقہ سے حساب لگا چکتے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے کبھی یہ قطار حرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور کبھی وہ اس کے سوا ہماری سمجھ میں اور کچھ نہیں آسکتا یہ طریقہ حساب صرف چینی لوگوں کی شاپوں ہی میں مستعمل نہیں ہے۔ بلکہ یورپین لوگوں کی شاپ اور بنگلوں میں بھی چینی منشی اور محرر اسی طریقہ سے کام لیتے ہیں۔ دمشیر وکن ،

پردہ اور اسلامی مستورات

جناب اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار

تسلیم۔ تھوڑے سے دنوں میں رسم پردہ کی نسبت آپ کے اخبار میں بہت سارے مضمون میری نظر سے گذر گئے۔ میری رائے ناقص میں جن بہی خواہان قوم نے اس مفید بحث کو چھیڑا ہے۔ وہ ضرور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور قوم کو سب سے زیادہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مشہور اسلامی ناولسٹ اور مولوی محب حسین صاحب کا ممنون ہونا چاہیئے۔ جنہوں نے اپنے پُرزور دلائل وجادو اثر تحریروں سے مسلمانوں کو پردہ کے فوائد ونقصانات وغیرہ سے آگاہ کر دیا۔ اور مخالف وموافق دونوں فریقوں کو طبع آزمائی تحقیق وتفتیش کا موقعہ دیا۔ کیونکہ اگر اسی طرح اسلامی قیود کو دور کر کے جو آجکل امتداد زمانہ کے باعث سے سراسر ضرر بخش ہیں۔ اور جن کی اس پُرامن وانصاف عہد میں کچھ ضرورت بھی نہیں ہے۔ سیدہی وصاف راہ قوم کی ترقی کی نکالی جائے۔

تو امید ہے کہ بگڑی ہوئی قوم کے بننے کی صورت جلد نظر آجاوے گی۔ میری یہ تحریر ضرور اسلامی بھائیوں کے نزدیک ایک تھوڑی سی شوخی و بیباکی اپنے پہلو میں دبائے ہوئی معلوم ہوگی۔ مگر حاشا میں اسلام کے حق میں گستاخ و بیدہ دہن نہیں ہوں نہ اس کا مخالف نہ اس کے اصول و احکام مقدرہ کا دشمن اور نہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہے یا کہا جاتا ہو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

ہاں صاف گو اور سچی بات کہنے میں آزاد و دلیر ضرور ہوں۔ اور سب سے زیادہ جو نقص و عیب اپنی قوم میں پاتا ہوں۔ اُس پہ صاف اور صریح طور پر اعتراض کے بدون نہیں رہ سکتا۔ اور یہی ایک ایسی بات ہے جس نے مجھے میرے اعزہ و احباب کے نزدیک مشکوک المذہب والملت قرار دیا ہے اور کیا عجب ہے کہ میرے اس آرٹیکل کو دیکھ کر پبلک اور ناظرین پیسہ اخبار بھی کچھ ایسی ہی رائے قائم کر دیں۔

پردہ کی بابت ہمارے اسلامی بھائیوں کا خیال ہے کہ یہ اسلام میں اعلیٰ درجہ کی برکت ہے۔ مگر مجھے ہرگز اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ہاں ایک وقت میں اعلیٰ برکت تھا۔ سو وہ زمانہ گذر گیا۔ اب تو پردہ مسلمان عورات کی ترقی کے راستہ میں ایک بہت بڑی روک ہے۔ اور جبتک یہ رسم دور نہ کی جاے گی۔ ممکن نہیں کہ مسلمان یا اُن کی مستورات ترقی و شائستگی حاصل کر سکیں اور نیم وحشی کا لقب اُن کے نام سے دور ہو جاے۔ انصافاً اگر دیکھا جائے تو مسلمان مستورات کے واسطے گھر گھر نہیں ہے۔ بلامیعاد جیل خانہ ہے اور بیچاریاں اوس کی دائم الحبس قیدی۔ صرف فرق اسی قدر ہے کہ با ضابطہ قیدی سے بابہ جولان مشقت لی جاتی ہے۔ اور ان دکھیاریوں سے کہلے بندوں گھر میں چھوڑ کر محنت اٹھوائی جاتی ہے۔ بھلا مجھے کوئی اسکے موید صاحب تبلا تو دیویں کہ اس کی برکت کے ذریعہ شروع اسلام سے آجتک جنس اناث نے کیا کیا ترقی حاصل کی۔ اعلیٰ درجہ کے عروج اسلام کے وقت جس کی تہذیب و شائستگی کے ہزار ہا نہیں لکھو کھا اسلامی بلاد عوے دلیل طرب اللسان ہیں۔ کیا کیا۔ برکتیں اون کو حاصل ہوئیں۔ بجز اس کے کہ قیدیوں حوالاتیوں کی طرح جیل میں پایوں سے سمجھئے کہ مثل چوپایوں کے چہار دیواری میں زندگی بسر کی۔ اور کڑہ کڑہ کر جان دی

مسلمانون مین بیچاری بیکس عورات کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا گیا ہے۔ جو آقا اور کنیز مین ہونا چاہیئے۔ بالمناسبت حالت یون خیال کیجئے جیسے جیل کے سنتری بر قیدیان اور قیدی مین ہوتا ہے۔ بانیٔ اسلام نے بہ مقتضائے زمانہ اس رسم پردہ کو اُس وقت قرار دیا تھا جب ایام جہالت مین عورت کے ساتھ جاہلون کی جانب سے نہایت وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اوس کی عفت عصمت مین خلل ڈالنے پر عشق بازی سے امادہ ہوجاتے تھے۔ اور جسکی وجہ سے بڑی بڑی خونریز لڑائیاں ہوجایا کرتی تھین۔ بانیٔ اسلام نے ان خرابیون کو محسوس کرکے شروع اسلام مین پردہ کی رسم قائم کی کیونکہ ضرورت بھی اُسی کی مقتضی تھی۔ اسواسطے کہ محمد صلعم اور بنا اسلام چارون طرف سے دشمنون مین گھرے ہوئے تھے اگر مسلمان عورتین اُسی آزادی سے باہر چلتی پھرتین تو ضرور تھا بفرض ایذارسانی راہ چلتے گلی کوچہ مین جہان زنان اسلام کو پاتے ضرور دست اندازی کرتے اور اون کی دست برد سے بیچاریون کو اپنی عصمت بچانا مشکل ہوتا۔ یوروپ مین پردہ نہ ہونے کی وجہ سے جو خرابیان ہمارے اسلامی بھائی بیان کرتے ہین۔ اور زنا وحرام کاری کی کثرت بتلاتے ہین۔ یہ صرف اون کا تعصب مذہبی اور عداوت قلبی ہے۔ مین اون کے جواب مین صرف دیگر ممالک مثل قسطنطنیہ جو مسلمانون کا آجکل دار السلطنت ہے چین۔ جاپان۔ جاوا مصر وغیرہ کو پیش کرتا ہون۔ جہان رسم پردہ بالکل نہین ہے۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہان زنا کی کثرت ہے اور یہان سے زیادہ فواحش ہوتے ہین۔ بلکہ جسکی طبیعت مین نیچرل خرابی واقعہ ہوئی ہے اور آوارگی خیالون مین سمائی ہوئی ہے۔ اگر لاکھ پردون مین رکھو تو کیا ہوتا ہے۔ اگر سچ پوچھئے تو یہ پردہ کی بیٹھنے والی عصمت مآب چھپ چھپ کر تریا چرتر چلتی ہین۔ اور اس طرح کھل کھیلتی ہین کہ توبہ ہی بھلی اگر پردہ ہی کو زنا وحرام کاری کی حد فاصل سمجھی جائے تو تجربہ بالکل غلط قرار پاتا ہے۔ کیونکہ یہ امر محتاج بیان نہین ہے کہ دیہات مین پردہ کی رسم بالکل نہین ہے۔ اور اگر ہے بھی تو فیصدی ایک دو کی اوسط ہے۔ وہ بھی شاذ۔ اور الشاذ کالمعدوم

کوئی نہیں کہہ سکتا - کہ دیہات میں زنا و حرام کاری بمقابلہ شہروں کے زیادہ ہوتی ہے - باوجودیکہ شہروں میں مسلمان عورتوں کو اس طرح گھونٹ گھونٹ کر رکھتے ہیں جیسے سنگین مجرم کو قید تنہائی میں کال کوٹھری کے اندر رکھا جاتا ہے - اور اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ پردہ کی بیٹھنے والیاں اسی قید خانہ یا جیل میں اپنے دل کے ارمان نکالتی ہیں - اور پردہ کچھ بھی اون کی عفت و عصمت کا نگہبان نہیں ہوتا -

اسلامی ریاستوں میں جہاں اسلامی اثر زاید ہوتا ہے - اور رسم پردہ کو نہایت سختی سے برتا جاتا ہے - اور بات بات میں شرعی تورع سے کام لیا جاتا ہے - وہاں جس قدر حرام کاری وزنا ہوتا ہے - غالباً اوسکا عشر عشیر بھی تمام ہندوستان میں نہ ہوتا ہوگا - میرے خیال میں میرے اس اعتراض کو شاید مویدین پردہ بھی تسلیم کر لیں گے - اور انہیں انکار نہ ہوگا - اور بالفرض کسی کو میرے اس اعتراض سے انکار ہو - اور مجھے جھوٹا سمجھا جائے تو میں خوشی اُن کو تجربہ کرانے کی غرض سے زحمت سفر اختیار کر سکتا ہوں - اور عملی مثالوں سے اس کا ثبوت دے سکتا ہوں بدوضعی - حرام کاری اور زنا کی روک کے واسطے پردہ ہرگز آجکل کافی نہیں ہے - میری اس تحریر سے یہ استنباط نہ کرنا چاہئیے کہ دوسری قوموں یا برٹش عملداری میں خرابیاں نہیں ہیں - مگر مجھے تو صرف بمقابلہ پردہ کے یہ بات ثابت کرنا مقصود تھا کہ باوجود زاید اثر اسلام و قیودات رسم پردہ وزنا کاری حرام و نظر بازی موجود ہے - اور انسداد فواحش کے واسطے پردہ ہرگز مفید نہیں ہو سکتا - اور نہ یہ بات ہے کہ جہاں پردہ نہ ہوگا - وہاں بدوضعی زاید ہو گی - یہ کلیہ اسلامی بہائیوں کا محض غلط ہے - کہ جہاں پردہ نہ ہوگا یا نہیں ہے - وہاں زنا ہوگا یا ہوتا ہے - ہندوستان ہی کو کہ جبتک اسلامی بہادر ونکا ہاتھ نہیں پہونچا تھا - ہندو عورات اسی آزادی و بے پردگی کے ساتھ کھلے بندوں پھرتی تھیں جیسی کہ آجکل آپ لیڈیاں یوروپ کو دیکھتے ہیں لیکن جب مسلمان آئے اور یہاں والوں کو اپنی لونڈی غلام سمجھنے کا بیہودہ خیال دماغوں میں چکر لگانے لگا - تو مجبوراً اُن بیچاریوں کو

کو بھی بجا نا پڑا۔ اور مسلمانوں کا یہ کہنا کہ ہندوؤں نے بھی پردہ کے فوائد کو محسوس کر کے اس قید کو جاری رکھا۔ محض غلط اور سراسر لغو ہے۔

عفت و عصمت زنا و حرامکاری پردہ وغیرہ پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ جب تک عورات کے اخلاق درست نہ کئے جاویں۔ ان کی خرابیاں دور نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور درستی اخلاق کے واسطے تعلیم سے بہتر کوئی امر نہیں ہے۔ جو خرابیاں ونقص عام مستورات میں (خواہ مسلمان ہوں یا دیگر مذہب والیاں) پائے جاتے ہیں وہ صرف اون کی بے علمی وجہالت کا سبب ہے اگر اعلیٰ طور پر تعلیم دی جاوے اور پردہ وغیرہ کی سخت قیدیں اٹھا دیجاویں تو ممکن نہیں کہ تعلیم کی روشنی انہیں خواہش کی تیرہ و تاریک راہوں میں بھٹکا سکے۔ اور علم کی چلتی ہوئی قندیل خدرات اسلام کے شیشۂ دل میں اپنی چمک دکہاوے۔ جس کی روشنی میں وہ سیدھی راہ چلنے لگیں۔

تعلیم سے میری مراد ایسی تعلیم نہیں ہے۔ جو کبھی کہیں اسلامی گھروں میں نذریعہ جہوٹے فسانوں ناولوں یا مثنویوں کے دی جاتی ہے جو اور بھی ان کی آوارگی کے واسطے سونے پر سوہاگی کا کام دیتی ہے۔ جس سے بجائے درستی اخلاق کے اکثر اون میں عشق بازی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اون کی طبیعت سنبہالے نہیں سنبہلتی۔ یا ملانیوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جو سب سے زاید عورتوں کے واسطے خرابی کا باعث ہے بلکہ اعلےٰ تعلیم مذہبی و دنیوی دونوں طریقوں پر ہونا چاہئے۔ جس سے وہ اپنے کے واسطے اچھے برے کی تمیز کر سکیں

تعلیم نسوان کی بابت میرا علیٰحدہ طور پر ایک بسیط مضمون لکھنے کا مقصد ہے۔ اور چونکہ یہ مضمون اپنی حیثیت سے زاید بڑہ گیا ہے۔ لہٰذا اسی قدر لکھ کر ختم کرتا ہوں۔ آیندہ خدا نے چاہا تو اور بھی لکھونگا ❋ راقم خادم قوم سید امداد الغنی آزاد۔ روہیلکنڈ (حبیبہ)

معلم نسوان ۔ اس مضمون میں کئی خیال غلط ظاہر کئے گئے ہیں۔ (۱) اسلامی قیود کا دور کرنا جو امتداد زمانہ سے پختہ ہو گئے اور جو راہ ترقی میں سدراہ ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے ہمارے نزدیک اصول اسلام میں کوئی بات مانع ترقی نہیں ہے۔ پردہ اصول اسلام میں

داخل نہین ہے ۲۳، بانی اسلام نے رسم پردہ قائم کی یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ پردہ کا حکم قرآن مین کہین نہین ہے۔ اور آن حضرت صلعم کے زمانہ سے تا ایندم عرب کی عورتون مین کوئی پردہ موجود نہین ہے ۲۴، یہ خیال بھی غلط ہے کہ اسلامی ملکون مین ہندوستان کا سا حبس دائمی پردہ ہے۔ اور وہان زنا زیادہ ہے۔ اطمینان کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممالک اسلامیہ مین عورتین آزاد ہین اور اون مین جرم زنا قریب قریب مفقود ہے۔

ذکر متعۃ النساء

مولف امہات کو توخیر دین حقہ اسلام اور بانی اسلام سے ایک قسم کی عداوت ہے اس لیے وہ ان تمام کے اعتراضات اسلام پر کر رہا ہے جو اوس کی طبیعت اور سرشت کے مناسب ہین جن ناپاک خیالات مین اوسے انہماک ہے وہی اوسے ہر طرف نظر آتے ہین صفحہ ۱۳۷ مین لکھتا ہے ۔

"حضرت کی شریعت مین متعہ بھی حلال ہے متعہ صریح رنڈی بازی ہے ۔ خرچی دیکر کسی عورت سے رات دو رات تعلق پیدا کرنا اور چلتے پھرتے نظر آنا مولوی محمد علی لکھتے ہین کہ متعہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت نہین ہوتا بلکہ اوس کا حرام ہونا اظہر من الشمس ہے (دیکھو ارغام الشیاطین وغیرہ) بیشک متعہ کے اثبات مین نص قرآنی موجود ہے ۔ فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ ۔ ضربت حیدریہ مین نہایت قاطع دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ آیت متعہ پر نص ہے ۔"

یہان ناظرین نے معلوم کیا کہ پیغام محمدی مولف امہات کے پیش نظر ہے اور ہم ابھی تعدد ازواج کی تفصیلی بحث اوس سے نقل کر کے دکھا چکے ہین کہ مولف نے اس مسئلہ پر بہت کچھ زبان درازیان کین مگر پیغام محمدی کے ایک حرف کا بھی جواب نہین دیا باوجودیکہ شروع کتاب مین دعوے کر چکا ہے کہ ہمنے سب کا جواب دیا ہے ۔ ایسا ہی یہان بھی اس نے کیا ہے ۔ ایسے خلاف گوئی کے مقابلہ مین کیا جواب تحقیقی دیا جائے مگر

چونکہ ہماری تحریر کے دیکھنے والے ہر قسم کے لوگ ہونگے اس لیے مختصراً اس مسئلہ کی تحقیق لکھ دینا مناسب ہے۔

جس وقت اللہ تعالیٰ نے نور اسلام پھیلانا چاہا اوس وقت ملک عرب اور دیگر ممالک میں جو کچھ اخلاقی اور تمدنی خرابیاں تھیں اون سے تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں اون کے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ مثلاً بت پرستی۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ غیر محدود کثرت ازواج وغیرہ وغیرہ۔ انھیں میں ایک متعہ بھی تھا کہ رات دو رات یا کچھ زمانہ کے لئے کسی عورت کو اپنے عقد میں کر لیا کرتے تھے۔ مگر جس طرح تمام ریفارمروں اور انبیائے کرام کا دستور رہا ہے کہ وہ قوم کی اصلاح یکبارگی نہیں کرتے بلکہ رفتہ رفتہ بہ مقتضائے مصلحت برائیوں کی ممانعت اور بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اسی طرح شارع اسلام نے بھی کیا البتہ اصل اصول مذہب یعنے توحید و رسالت یہ تو اول ہی سے صاف صاف سنا دیے اور اوس میں کسی کی رعایت اور کسی مصلحت کا لحاظ نہیں رکھا۔ مگر اور احکام بتدریج جاری ہوتے گئے۔ مثلاً شراب کو ابتدا ہی سے منع نہیں فرمایا بلکہ اول تو عرصہ تک سکوت رہا پھر جب اوس سے روکنے کا وقت قریب آیا تو اول یوں فرمایا کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو۔ چونکہ نماز کے لیئے شب و روز میں کئی وقت مقرر تھے اور اوس کا ادا کرنا نہایت ضروری اور اہم الامور میں بانی اسلام نے قرار دیا تھا اس لیئے جو شراب پینے کے عادی تھے اونھیں اپنی عادت میں کمی کرنا ضرور پڑی اور جب وہ کمی کی برداشت کر چکے تو قطعی ممانعت کر دی تاکہ اوس دختر رز کا بالکل قلع و قمع ہو جائے اور اس بد اخلاقی کی جڑ بنیچ و بن سے اوکھڑ جائے انبیائے سابق کے عہد میں اس حکم کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ شریعت محمدیہ میں ہوئی اسی طرح کثرت ازواج کی کچھ انتہا نہ تھی اور کسی شریعت نے اس کی اصلاح نہیں کی تھی اسلام نے اسکی حد بندی کر دی۔ متعہ جو اوس وقت رائج تھا اوس کی ممانعت بھی حضور علیہ السلام نے دفعۃً نہیں فرمائی بلکہ اول تو سکوت رہا پھر جب صحابہ کو اتفاقاً بعض سفر میں زیادہ قیام کی نوبت پہونچی اور اوس گرم ملک کی آب و ہوا نے اونھیں عورت کی خواہش

کی طرف بھیجا کیا اور اس قدر بھیجا کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو ہم خصی ہو جائیں یعنی اپنا عضو مخصوص کاٹ ڈالیں "۔ حضور نے منع فرمایا اور چونکہ اب تک مصلحت الہی نے متعہ کے باب میں ممانعت کا اصلی حکم نافذ نہیں فرمایا تھا اس لئے اوس ضرورت کے دفع کرنے کے لئے حضور نے اوس کی اجازت دیدی ۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ قصہ مذکور ہے ۔ اب یہ امر کہ کے بار اجازت دی اور کب ممانعت فرمائی اس باب میں روایتیں اس قدر مختلف ہیں کہ اس کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے مگر اس فیصلہ کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اگر ایک ہی مرتبہ حضرت کی اجازت ہوئی اور پھر آخری اور قطعی حکم ممانعت کا سنا دیا گیا تو بھی کوئی اعتراض کا محل نہیں ہو سکتا اور اگر اون کی حالت اس کی مقتضی ہو کہ اونھیں وقت ضرورت دو یا تین بار اجازت دی جائے اور بعد دفع ضرورت دو دو تین تین روز کے بعد روک دیا جائے اور پھر آخر میں قطعی حکم سنا دیا جائے تاکہ آسانی سے وہ آخری حکم کی برداشت کرسکیں تو بھی قرین قیاس ہے کوئی سمجھدار منصف اس پر اعتراض نہیں کرسکتا ۔ البتہ یہ امر یقینی ہے کہ حضرت نے آخر میں ممانعت کا دائمی حکم سنا دیا اوس حکم کے الفاظ احمد اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہیں یا ایہا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیمۃ یعنی اے لوگو میں نے تمھیں متعہ کی اجازت دی تھی اور (اب) اللہ تعالی نے قیامت تک اوسے قطعاً حرام کردیا "۔ ان الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اوس کی اجازت یا روک حضور کی رائے واجتہاد سے تھی پھر آخر میں وحی الہی نے اوس کا قطعی فیصلہ کر دیا اور یہ امر بھی قریب بہ یقین ہے کہ جس مدت تک متعہ کی اجازت رہی وہ بہت قلیل ہے ۔

صفحہ ۱۳۹ میں مولف کا یہ لکھنا کہ " کم سے کم بیس برس زمانہ نبوت محمد صاحب میں متعہ کا حلال رہنا خود مخالفین متعہ کے اقوال سے ثابت ہے " محض جھوٹ ہے ۔

نیل الاوطار اور فتح الباری میں ہے۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ تمام روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ کے جواز کا زمانہ طویل نہیں ہوا اور پھر وہ حرام ہو گیا اور تمام سلف اور خلف نے اوس کی حرمت پر اتفاق کیا بجز چند روافض کے جو لائق التفات نہیں "	قال القرطبی الروایات کلہا متفقۃ علی ان زمن اباحۃ المتعۃ لم یطل وانہ حرم ثم اجمع السلف والخلف علی تحریمہا الا من لا یلتفت الیہ من الروافض (فتح الباری جلد ۹ - ونیل الاوطار جلد ۶)

نیل الاوطار میں یہ بھی ہے "اسمیں شبہہ نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت اوسی سبب سے دی تھی جسے عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا ہے اور اوس کا وقوع سفر میں ہوا ہے اور ایسی کوئی روایت ہم تک نہیں پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کی حالت میں اجازت دی ہو" (جلد ۶ صفحہ ۴۶)۔

جب اجازت صرف بعض ایام سفر میں منحصر ہے تو ظاہر ہے کہ اوس کی مدت چند روز سے زائد نہیں ہو سکتی اور وہ مدت کس قدر تھی تفسیر بیضاوی میں تین دن لکھے ہیں اور بیہقی ابوذر سے تین ہی دن اوس کی مدت روایت کرتے ہیں اور ابن ابی شیبہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں۔ قال واللہ ما کانت المتعۃ الا ثلاثۃ ایام اذن لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہا ما کانت قبل ذلک ولا بعدہ - یعنے حسن کہتے ہیں کہ بخدا کہ متعہ کی اجازت صرف تین دن رہی ہے نہ اوس سے پہلے کبھی تھی اور نہ بعد اس کے ہوئی۔ ان روایات کے بیان کرنے سے ہمارا مقصود صرف مولف امہات کی غلطی ظاہر کرنا ہے ورنہ مدت کی زیادتی کا ثبوت ہمارے لیے کوئی مضر نہیں ہے کیونکہ اگر تسلیم کر لیا جاے کہ حضور نے حجۃ الوداع میں اوس کی حرمت بیان کی اور پہلے برابر جائز رہا تو اس میں کوئی نقص نہیں ہو سکتا۔ کسی وقت میں دو سگے بہن بھائی میں نکاح درست تھا عرصہ کے بعد وہ موقوف ہوا علاتی بہن بھائی سے درست رہا۔ چنانچہ حضرت ابراھیم کی بیوی سارہ آپ کی علاتی بہن تھیں پھر اوس سے کیا مولف

امہات خدا تعالیٰ پر یہ اعتراض کرین گے کہ ایک عرصہ تک اوس نے بہن بھائیون مین عقد جائز رکھا مگر ہمین امید ہے کہ ایسے کفر کو جائز نہ رکھین گے اور کہین گے کہ اللہ تعالیٰ نے رفتہ رفتہ شریعت کو کامل کیا اس لئیے اونھین چاہیئے کہ یہان بھی وہ ایسا ہی سمجھہ لین کہ متعہ کی رسم اوس وقت رائج تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اوس کی حرمت کا اظہار نہین فرمایا بلکہ آن حضرت کے آخری وقت مین اُس کا حکم دیا اور شریعت کا کمال آخری وقت مین ہونا چاہیئے تھا وہ ہوا اور اسی وجہ سے اوسی آخری سال مین ارشاد فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم۔ یعنے اب مین نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ غرضکہ رفتہ رفتہ آخر وقت تک تکمیل ہونا ضرور ہے۔ یہ ضرور نہین کہ ابتدا ہی مین سب احکام بیان کر دیے جائین اور نہ ایسا کبھی ہوا۔ اور نہ اسے عقل سلیم مناسب سمجھتی ہے۔

وہ سبب جس کی وجہ سے متعہ کی اجازت دی گئی پیغام محمّدی مین

بعبارت ذیل لکھا ہے۔ جن روایات سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اونکا مدعا اس قدر ہے کہ آن حضرت نے قبل نزول حرمت وقت خاص مین حسب رواج عرب اجازت دیدی تھی اوس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک لڑائی مین اکثر جوان صحابہ کو گھر چھوڑے عرصہ ہو گیا تھا اس وجہ سے اونھین عورت کے پاس جانے کی خواہش پیدا ہوئی اور ظاہر ہے کہ گرم ملک والون کو اس کا ضبط دشوار ہے۔ اس لیے اونھون نے آکر آن حضرت سے استفسار کیا کہ ہم خصی ہو جائین یعنی عضو مخصوص کو کاٹ ڈالین۔ آپ نے منع فرمایا اور اوس وقت کے لیے متعہ کی اجازت دیدی۔ اہل انصاف دریافت کر سکتے ہین کہ جن لوگون نے اگر یہ سوال کیا تھا وہ اپنی حالت مین کیسے مجبور ہون گے کیونکہ اپنے کسی عضو کے کاٹ ڈالنے پر راضی ہو جانا بغیر حالت مجبوری کے نہین ہو سکتا جب اون کی اس حالت کو دیکھا جاے اور یہ بھی خیال کیا جاے کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ ان لوگون مین زنا صرف رائج ہی نہین تھا بلکہ اکثر اوقات اس پر فخر کیا جاتا تھا تو بطور مصلحت متعہ کی اجازت

دیدینا کسی طرح اعتراض کے لائق نہین ہوسکتا کیونکہ شریعت محمدیہ نے ملک عرب کے سے سخت لوگون کی یکبارگی اصلاح مناسب نہین سمجھی بلکہ آہستہ آہستہ اون سے بری عادتین چھوڑائین اور دین کو کامل کیا متعہ کا بھی اوس ملک مین رواج تھا شیعت الہیہ نے ابتدا مین اس رواج کا موقوف کردینا مناسب نہین سمجھا بلکہ جب اہل اسلام اپنے مذہب مین کامل ہوگئے اس وقت اوس کی ممانعت کا قطعی حکم دیا چنانچہ ابن ابی عمرہ کہتے ہین۔ انہا کانت رخصۃ فی اول الاسلام لمن اضطر الیہا کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر ثم احکم اللہ الدین ونہی عنہا رواہ مسلم۔ یعنی اول اسلام مین متعہ کی رخصت اوس کے لیئے تھی جو اوس کے کرنے پر مضطر ہوجاے جیسے بعض وقت انسان بھوک کی وجہ سے مضطر ہوجاتا ہے اور اوسے مردار اور خون اور سور کے گوشت کھانے کی اجازت دیدی جاتی ہے تاکہ اون کی جان تلف نہ ہوجاے پھر جب اللہ نے دین کو محکم اور کامل کردیا اوس وقت متعہ کو حرام کردیا۔ اہل انصاف نے خوب سمجھ لیا ہوگا کہ یہ اجازت درحقیقت کوئی اسلامی حکم نہین ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے اوس رائج حکم سے روکا نہین گیا مگر جب شارع کی نظر مین اوس کا وقت آگیا اوس وقت اوس کی حرمت کا قطعی حکم دیدیا ہمیشہ شریعت الٰہیہ کا ایسا ہی حال رہا ہے۔ بہت سے احکام اخلاقی ایسے ہین جو انبیائے سابقین کے وقت مین جائز تھے اور بعد کو منع کردیے گئے۔ مثلاً حضرت آدم کے وقت مین بہن بھائی مین نکاح درست تھا حضرت ابراہیم کے وقت مین علاتی بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا اسی وجہ سے سارہ باوجودیکہ حضرت ابراہیم کی علاتی بہن تھین مگر اون کے نکاح مین داخل تھین اور حضرت یعقوب نے دو بہنون کو جمع کیا تھا حالانکہ حضرت موسیٰ ہی کے وقت مین یہ سب نکاح باطل قرار پائے اور زنا مین شمار کیئے گئے مگر سیکڑون برس تک جائز رہے۔

ہان مولف امہات کو ایک اور قابلیت اپنی ظاہر کرتے ہین اور صفحہ ۱۳۹ مین لکھتے ہین کہ "قبل وفات حضرت متعہ کے حرام ہونے کا شبہہ تاریخی قرینہ سے باطل ہے۔

کیونکہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے عہد مین فرمایا تھا کہ جو شخص متعہ کرے گا۔ مین اوسکو رجم کرونگا مگر خلیفہ اول کے زمانہ مین متعہ ہوتا رہا؛

مولف کان کھول کرسن لے کہ قرآن کا نکالنا اور اون کا سمجھنا اہل علم کا کام ہے جہلا کا کام نہین ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس فرمانے سے کہ جو کوئی متعہ کرے گا مین اوسے رجم کرونگا۔ یہ ثابت نہین ہوتا کہ متعہ کی حرمت پہلے سے ثابت نہ تھی۔ یہ ایک خبری مسئلہ تھا اس لئے اس کی شہرت کافی طور سے تمام مسلمانون مین نہین ہوئی تھی

مولف یہی دین پر قیاس نہ کرے کہ حضرت مسیح کی حیات مین معدودے چند اشخاص یعنے ستہ آدمی ایمان لائے تھے۔ یہان تو لاکھون کی نوبت تھی۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے یہ مقولہ کہا ہے پھر اون مین کامل طور سے اس کا شایع ہوجانا آسان امر نہین تھا بالخصوص جبکہ اوس وقت اعلان واشتہار کا کوئی طریقہ معمول بہا نہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بار بار اس کے اظہار کی حاجت پڑی اور مختلف عنوان سے آپ نے اظہار فرمایا۔ مثلاً ابن ماجہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر جب خلیفہ ہوئے تو مجمع عام مین کھڑے ہوکر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول متعہ کی اجازت دی تھی پھر آپ نے حرام کردیا ؎ اور بعض وقت آپ نے ان لفظون سے کہا کہ انا احرمہا جس کا مطلب یہ ہے کہ مین اوس کی حرمت کو ظاہر کرتا ہون اور کبھی یون فرمایا کہ جو کوئی متعہ کرے گا مین اوسے رجم کرون گا۔

علاوہ برین آپ کے عہد مین بھی تو ہر قسم کے لوگ تھے ممکن تھا کہ کوئی جان بوجھ کر اس کا مرتکب ہو اور دارگیر کے وقت عذر کرے کہ مین نہین جانتا تھا کہ اس پر بھی رجم ہوتا ہے اس لئے آپ نے اوس کے قانون کا اعلان کردیا تاکہ پھر کسی کا جہل عذر نہ رہے۔

مولف امہات کے کچھ ایسے حواس باختہ ہین کہ دو سطرون مین ایک جگہ کچھ لکھتا ہے اور دوسری جگہ کچھ اوسی صفحہ ۱۴۳ مین پہلے تو لکھتا ہے کہ خلیفہ اول ابوبکر کو

زمانہ مین متعہ ہوتا رہا" پھر دو سطر کے بعد آخر مین لکھتا ہے۔ "پس خلیفہ اول ابوبکر کے زمانہ مین متعہ حرام ہوا" یہ خبط نہین تو کیا ہے۔

اے انصاف پسند و خدا کے لئے اس متعصب و دشمن حق کا اندھیر تو دیکھو کہ ایسی صاف و روشن تقریر کو بھی نہین دیکھ سکتا اور خوانخواہ اسلام پر اعتراض کر رہا ہے۔

پیغام محمدی مین لکھا ہے کہ متعہ کا جواز قرآن شریف سے ثابت نہین ہوتا بلکہ اوسکی حرمت کئی مقام سے ظاہر ہوتی ہے یہ بہت صحیح ہے اور بلا شبہ قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہرگز نہین ہوتا اور جو آیت اونھون نے نقل کی ہے اوس مین ہرگز متعہ کا ذکر نہین ہے اور ضربت حیدریہ کو دیکھ کر جو مولف کی انکھون مین سرسون پھولی ہے تو ذرا تمام الشیاطین بھی ذرا دیکھے کہ کس طرح اس کا جواب دیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ سمجھے تو مقابلہ مین آئے ہم اوسے خوب سمجھا دین گے کہ جنہین وہ دلائل قاطع سمجھا ہے وہ تار عنکبوت بھی نہین ہین۔ اب مین ناظرین حق بین کے روبرو اس آیت کو پیش کرتا ہون جس سے یہ ناحق کوش متعہ ثابت کر رہا ہے اور دکھانا چاہتا ہون کہ کسقدر زبردستی پر دل آزار کر رہا ہے ملاحظہ ہو اللہ تعالی نے اول اون عورتون کا ذکر کیا جو حرام ہین پھر ارشاد

وَاُحِلَّ لَکُم مَاوَرَاءَ ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین۔ فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ۔ ۵ شروع پارہ ۵،	ہوا کہ ان کے سوا اور عورتین تمھین حلال ہین مگر دو شرطون کے ساتھ اول یہ کہ اون کی خواہش کرنا مال کے بدلہ مین یعنے باہم ایجاب قبول ہو اور مہر دینا بھی منظور کرو دوسرے یہ کہ

اون کو قید نکاح مین لانا مقصود ہو شہوت رانی مدنظر نہ ہو پھر جن عورتون سے تمنے لطف صحبت اٹھایا ہو اونکا مقررہ مہر اونھین دیدو"

علامہ شہاب الدین بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی مین لکھتے ہین یہ آیت ہذہ الآیۃ لاتدل علی الحل والقول بانہا نزلت فی المتعۃ غلط وتفسیر بعض لہا بذلک غیر مقبول لان نظم القرآن الکریم یاباہ حیث بین سبحانہ اولا المحرمات ثم قال عز شانہ انکح

متعہ کے حلال ہونے پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہنا کہ یہ آیت متعہ کے باب میں نازل ہوئی ہے محض غلط ہے اور کسی کا یہ بنا لالت ثبوت نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کی عبارت اس سے بالکل انکار کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اول اون عورتوں کو بیان کرتا ہے جو حرام ہیں پھر فرماتا ہے کہ اُن کے علاوہ اور عورتیں تمہیں حلال اس شرط سے کہ بعوض مال کے تم اون کی خواہش کرو۔ پھر فرمایا محصنین غیر مسافحین یعنی تمہارا مقصود عفت اور نکاح کی قید میں لانا ہو شہوت رانی نہ ہو۔ اس کلام میں صاف اشارہ ہے کہ عورتوں کو محض شہوت رانی کی غرض سے لینا ممنوع ہے لہذا اس قید سے متعہ صاف باطل ہو گیا کیونکہ متعہ کرنے والے کی غرض شہوت رانی ہوتی ہے" یہی امر ابن جوزی نے لکھا ہے۔ جب مولف امہات متعہ کو زندگی بازی کہہ رہا ہے تو وہ اس آیت کو متعہ کے ثبوت میں پیش نہیں کرسکتا۔ علاوہ قرینہ سالقہ کے جن لفظ کے معنے متعہ کے لئے جاتے ہیں وہ لفظ بھی اس کے لیئے موضوع نہیں کیونکہ استمتعتم مشتق ہے استمتاع سے اور استمتاع کے لغوی معنی انتفاع کے ہیں اور مفسرین نے نکاح کے معنے بھی لکھے ہیں اور کئی حضرات نے عبداللہ بن عباس سے یہ معنے روایت کئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر در منثور میں ہے۔ الاستمتاع ہو النکاح اور تفسیر مدارک میں فما استمتعتم بہ منہن کا ترجمہ فما نکحتم منہن یعنی جس عورت سے تم نکاح کرو اور ابن جریر طبری سے بھی یہی معنے بیان کرتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ نہ اوس لفظ کے معنے متعہ کے ہیں اور نہ قرینہ اوس کے موید ہے۔ پھر خواہ مخواہ متعہ کو وہاں ثابت کرنا محض تکلف اور زبردستی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

الحاصل متعہ کا ثبوت تو قرآن مجید سے ہرگز نہیں ہوتا البتہ حرام ہونا قرآن مجید کی آیتوں سے ہمارے علما نے بیان کیا ہے مثلاً والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ اللہ تعالےٰ نے سورہ مومنون کی شروع میں اون لوگوں کے صفات بیان کیئے ہیں جو قیامت کے روز فلاح

پائین گے اور فائز المرام ہون گے اونھین مین وہ لوگ ہین جو اپنی بیبیون اور لونڈیون کے سوا اپنی شرم گاہون کو محفوظ رکھتے ہین اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ شریعت اسلام نے جن عورتون سے صحبت کو جائز رکھا ہے وہ دو ہین بیوی اور لونڈی اور جس سے متعہ کیا جاتا ہے نہ وہ بیوی ہے نہ لونڈی بیوی اس لیے نہین کہ نہ تو عرف مین اوسے بیوی کہتے ہین اور نہ بیبیون کے احکام اوس پر جاری ہوتے ہین یعنی شوہر کے مرنے کے بعد بھی بیوی وارث ہوتی ہے۔ متعہ والی وارث نہین ہوتی۔ بیوی کی جدائی بغیر طلاق اور موت ممکن نہین متعہ مین مدت ختم ہونے کے بعد بغیر طلاق جدائی ہو جاتی ہے۔ بیبیون کی علحدگی کے لیے ایک مدت خاص ضرور ہے اسمین نہین ہے۔ الغرض بیوی وہ کسی طرح نہین ہو سکتی اور لونڈی کا نہ ہونا تو ظاہر ہے اور جب متعہ والی نہ بیوی ٹھہری نہ لونڈی تو اس آیت کی رو سے اوس سے صحبت حرام ہوئی لہذا متعہ حرام ٹھہرا۔ ایۃ روم فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ حاصل یہ کہ تمھین چار بیبیون تک کی اجازت ہے بشرطیکہ اون مین عدل کر سکو اور اگر نہ کر سکو تو صرف ایک کی اجازت ہے یا لونڈی ہو۔ یہان بیان ہوا کہ اگر متعدد بیویون مین عدل نہ کر سکو تو اب دو صورتین ہین یا تو ایک بیوی کر لو یا لونڈی رکھو۔ تیسری صورت عورت سے صحبت کی نہین ہے اگر متعہ حلال ہوتا تو یہان اوس کا بیان ضرور ہوتا کہ اگر عدل نہ کر سکو تو ایک بیوی کر و یا متعہ کر لیا کرو لونڈی رکھو جب اس طرح بیان نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ عورت سے صحبت کی دو ہی صورتین ہین متعہ اون سے خارج ہے۔

الحاصل قرآن مجید سے متعہ کی اجازت ہرگز نہین ثابت ہوتی بلکہ اوسکی ممانعت ثابت ہوتی ہے احادیث سے اوس کی اجازت خاص وقت مین پائی جاتی ہے مگر پھر حرمت کا قطعی حکم بھی احادیث مین موجود ہے۔ چنانچہ امام بخاری اور مسلم حضرت علی سے روایت کرتے ہین اور ابوبکر ابن شیبہ او بیہقی عبداللہ بن عمرؓ اور ابوذر غفاریؓ سے اور احمدؒ سے اور مسلم سبرہؓ اور سلمہ ابن الاکوعؓ سے۔

جب ایک جماعت کثیر صحابہ کی بیان کرتی ہے کہ حضور سرور کائنات نے
اسے حرام کیا اور قرآن مجید سے بھی اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے تو بالفرض اگر کسی صحابی
یا کسی دوسرے شخص کا قول ہی ہو تو اس کے کہنے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا کہ اون کی غلطی ہے
اور اونکو اس کی ممانعت کا حکم نہیں ہوا - میں نے بغرض اختصار یہ کہدیا کہ کسی کے قول سے
شریعت اسلام پر الزام نہیں آسکتا اور اگر اون اقوال کو نقل کر کے اون کے اختلافات بیان
کیے جاتیں اور روایتہً اور درایتہً اون میں جرح کیجاوے تو اونکا ثبوت نہایت دشوار
بلکہ غیر ممکن ہے - مثلاً سب سے زیادہ عبد اللہ بن عباس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ
متعہ کو حلال کہتے تھے مگر دیکھو کہ اون کے راویوں میں کس قدر اختلاف ہے - کوئی کہتا
ہے کہ وہ حالت اضطرار اور حرارت شدید کے وقت سے حلال کہتے تھے کوئی کہتا ہے
کہ اونھوں نے اپنے قول سے رجوع کیا یعنی پہلے متعہ کو حلال سمجھتے تھے پھر اوسکی حرمت
پر فتویٰ دیا بعض کہتے ہیں کہ نہیں اب قطع نظر اسکے کہ ان روایتوں میں از راہ
روایت اور درایت ورع کی جائے خود یہ اختلاف شدید اس کہنے پر مجبور کرتا ہے
کہ عبد اللہ بن عباس کیطرف کسی قول کی نسبت یقینی نہیں ہو سکتی - نور علی نور

صغیر سنی کی شادی اور ہندو بیوائین

اس تحریر میں صرف صغیر سنی کی شادی کا ایک نتیجہ بیوہ پن کی کثرت
نکالا جاتا ہے - سنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا ہے کہ تمام ہندوستان میں
چار سال سے کم عمر کی بیواؤن کی تعداد تیرہ ہزار اٹھ سو اٹھتر - اور چار سال سے وسال
عمر تک کی بیواؤن کی تعداد (۴۰۴۹۸) اور نو سال سے ۱۴ سال تک عمر کی بیواؤن کی
تعداد (۱۷۴۵۳۲) یعنی کل تعداد ۱۴ سال کی کم عمر بیواون کی (۲۵۲۴۵۰) ہے - اگر
لڑکیون کی شادی ۱۴ سال عمر کے بعد کی جاتی - تو یہ دو لاکھ باون ہزار چار سو پچاس
لڑکیاں بھی نہ ہوتیں - ناظرین - آپ بیواؤن کے رنج و غم کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں

رنج کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس پر وہ رنج ایک دفعہ گذرا ہو۔ جب آپ اس قاعدہ
سے مستثنے ہین یعنی آپ تو شاستر کی رو سے جتنی دو یا زیادہ شادیان کرنا چاہین کرسکتے ہین
بلکہ پہلی استری کی زندگی مین ہی آپ دوسری شادی کرسکتے ہین۔ مگر عورت اپنے شوہر کی
زندگی مین کیا بلکہ اس کے مرنے کے بعد بھی دوسری شادی کرنے کی مجاز نہین ہے۔ تو آپ
بیواؤن کے رنج کو معلوم نہین کرسکتے۔ میری دانست مین بیواؤن مین اون دوسری
بیواؤن کی تعداد بھی شامل معلوم ہوتی ہے جو کہ طمع کی وجہ سے دس بارہ برس کی لڑکی کی شادی
پچاس پچپن سالہ معمر شخص کے ساتھہ کردی جاتی ہے۔ سال دو سال کے بعد میان صاحب
عالم بقا کو تشریف لے گئے رہی لڑکی اُس کو تمام عمر شاستر کے بموجب رنج و غم مین
بسر کرنا پڑتا ہے یا اپنے خاندان کو بدنامی کا داغ لگاتی ہے۔ دختر فروش یہ خیال نہین
کرتے کہ جس شخص کے ساتھہ ہم اپنی لڑکی کی شادی طمع زر کے وجہ سے کرتے ہین۔
وہ پا در گور کا مصداق ہے۔ ہم تو روپیہ پا کر خوش ہوجاتے ہین۔ ہماری لڑکی جو کہ تمام عمر
کے واسطے اس شخص سے وابستہ کی جاتی ہے اُس کو بھی ارام نصیب ہوگا یا نہین۔ اور نہ یہ خیال
کرتے ہین کہ اگر خدانخواستہ ہماری لڑکی بیوہ ہوجاوے گی تو پھر بدنامی کسکو دیگی۔ ایسے دختر
فروشون پر لعنت بھیجی چاہیے۔ جو کہ جان بوجھہ کر اپنی لڑکیون کو غار مین ڈھکیلتے ہین۔ آپ یہ نہ سمجھہ لین
کہ جن لڑکیون کی کم عمری مین شادی کردیجاتی ہے وہ سب کی سب ہی بیوہ ہوجاتی ہین۔
نہین بیوہ تو وہی ہوجاتی ہے جسکی قسمت مین بیوہ ہونا لکھا ہے۔ مگر آپ اگر شادی صغر سنی کو چھوڑ دینگے
تو صغر سنی مین لڑکیان بیوہ کیون ہون گی۔ اور یہ بھی نہین ہے کہ اگر شادی صغر سنی رائج نہ ہوگی
تو عورتین بیوہ نہ ہوا کرین گی۔ مگر اس مین شک نہین کہ کم عمر بیوائین یا بیوائین نہ ہوا کرین گی
تو بیواؤن کی تعداد ضرور کم ہوجاوے گی۔ علاوہ اس کے کم عمر مین بیوہ ہوجانا بہ نسبت
زیادہ عمر کے بیوہ ہونے کے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یہ شادی صغر سنی کا ہی نتیجہ ہے
کہ یہان کے باشندے اس قدر نحیف اور کمزور ہونے لگے۔ خیال فرمائیے کہ قوم انگریز

جس میں شادی یا صغرسنی کا قطعی رواج نہیں ہے۔ کیونکہ عقل مند اور طاقتور ہوتی ہے۔ صرف یہی وجہ ہے کہ اس قوم میں شادی صغر سنی کا رواج نہیں ہے۔ قوم ہی نہیں کیا بلکہ کل اہل ہندوستان میں اس کا رواج ہے اور کانفرنسوں اور سبھاؤں اور رایپشیکوں کی سخت کوششوں نے اس کے انسداد کے واسطے بھی کوئی نتیجہ مفید نہیں پیدا کیا۔ لہذا میری دانست میں ایک ایسے قانون کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو کم عمر لڑکیوں کی شادی کا مانع ہو۔ میری دانست میں کم سے کم عمر بوقت شادی لڑکی کی ۱۲ سال اور لڑکے کی چودہ پندرہ سال کی ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ بعض مقامات پر اہل ہنود کے شاستر میں ۸ سال عمر تک کی لڑکی کی شادی تحریر ہے اس واسطے سرکار بوقت شادی لڑکی کی عمر ۹ سال مقرر کر سکتی ہے۔ زیادہ نہیں۔ کیونکہ سرکار مذہبی احکام میں دخل نہیں دیتی۔ جب حسب دفعہ ۳۷۶ قانون تعزیرات ہند ۱۲ سال کی کم عمر عورت سے ہم بستری جائز نہیں ہے تو ۱۲ سال سے کم عمر لڑکی کی شادی کرنے سے سوائے بیواؤں اور کمزوروں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے اور کیا مطلب ہے۔ اس قانون کے چلنے میں کسی کو میری دانست میں کسی قسم کا عذر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ریاست میسور میں جو اس قسم کا قانون مروج ہے اسکی نسبت کبھی کسی کو کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوا۔ اسواسطے کہ تمام ناظرین سے میری استدعا ہے کہ اس قانون کے بارہ میں سرکار دولتمدار کے میموریل روانہ کریں۔ اور رسالجات اور اخبارات بھی اس بارہ میں زور دیں۔ تاکہ گورنمنٹ غور فرما کر قانون نافذ فرماوے۔ رقیمہ [illegible]

اولاد کی تربیت و تعلیم

اقوال ملا جلال الدین دوانی

ایسی دائی بچے کے لیے مقرر کریں جو لائق اور معتدل مزاج ہو۔ کیونکہ اس کے مزاج کی کیفیت بچے میں اثر کرتی ہے۔ بچہ کا نام پیدا ہونے سے سات روز بعد رکھیں۔ اتنی دیر میں مصلحت یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر لائق اور اچھا نام رکھا جائے۔ نامناسب نام رکھ دینے سے انسان تمام عمر ملال خاطر رہتا ہے۔ یہ والد

کا بڑا فرض ہے ۔ جب دو دھ پینے کا زمانہ تمام ہو جائے تو ادب سکھانا شروع کریں تاکہ برے خلق نہ سیکھے ۔ بچوں کی سرشت میں کمال حاصل کرنے کی قابلیت ضرور ہوتی ہے ۔ لیکن لڑکپن میں ان کی طبعیت رذائل کی طرف مائل ہوتی ہے ۔ اگر شیرخوارگی کے بعد تادیب میں مشغول نہ ہوں تو طبعی میلان کے باعث بری عادتیں حاصل کرنے لگتے ہیں ۔ اور تہذیب و تادیب میں طبعیت کے میلان کو دیکھیں بچہ کی طبعیت جلد پیدا ہوتی ہے اور وہ آسانی سے حاصل کر لیتا ہے ۔

جب تمیز آئے تو تادیب میں زیادہ کوشش کریں ۔ اور تمیز کی علامت حیا کا ظاہر ہو جانا ہے ۔ اس وقت پہلی تادیب یہ ہے کہ ایسے کاموں کے کرنے یا ایسے شخصوں سے میل جول رکھنے سے جو رذائل کے نام سے پکارے گئے ہیں ۔ قطعاً منع کریں ۔ لڑکوں کے دل سادہ تختی کے مانند ہوتے ہیں کہ ہر نقش آسانی سے قبول کر لیتی ہے ۔ اس کے بعد دین اور شریعت کی سنت کے آداب سکھائیں اور پھر عمل کرنے پر ہمیشہ آمادہ رکھیں اگر نہ کرے تنبیہ کریں اور مقدار خطا اور طاقت کے موافق سزا دیں جیسا کہ شریعت میں آیا ہے ۔ جب سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کے واسطے امر کریں اور پڑھائیں اور سکھائیں اور رکوع و سجود وغیرہ بتائیں ۔ اور دس برس کے بعد نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر پڑھائیں ۔ نیک آدمیوں کی اس سے تعریف اور بدمعاشوں اور شریروں کی مذمت کریں ۔ اس سے نیک کام کرنے پر دل بڑھتا ہے اور بدیوں سے نفرت ہوتی ہے ۔ انسان خراب راستے میں نہیں پڑتا اچھے کام پر تعریف اور برے کام پر مذمت کریں اور ڈرائیں کہ اگر پھر ایسا کام کرے گا تو سزا ملے گی ۔ اور تنبیہ کرتے ہوئے اس کے دل میں یہ بات بٹھلائیں کہ تم سے یہ قصور سہواً ہو گیا ہے اس سے پھر اس کے کرنے پر دلیر نہ ہوگا ۔ اگر چھپا کر

کوئی بدی کرے تو اوس کی پردہ دری نہ کریں اور اگر بار بار کرنے کی عادت پڑ جائے تو اوسے
الگ لیجا کر بہت تنبیہ کریں اور جہانتک ہوسکے جب ہی اس فعل کی برائی بیان
کی جاوے اور کہدیا ایسا کرنے سے اس کو مڑا دیا جاوے - اور بار بار جہڑکنے اور پردہ دری کرنے سے پرہیز
کریں اسلئے کہ اس سے انسان ملامت کا عادی ہوجاتا ہے - اور بدی اس میں گڑ جاتی ہے کیونکہ الانسان
حریص ما منع کہانے پینے کی لذتیں اور فاخرہ لباس اولاد کی نظر مین بے قدر کریں - اور
بچون کے دل مین یہ بات بٹھادین کہ نقش بنے ہوئے اور رنگین کپڑے پہننے عورتون کا
طریقہ ہے اور ہر وقت کہانے پینے کی چیزون پر نظر رکہنی چوپایون کی عادت ہے - اگر فرقہ
ہو کر ان باتون کے عادی ہوگئے تو پہر موافق زمانے کی روش کا مقابلہ مشکل سے کرسکینگے
قطعی ممانعت نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ خوراک اور پوشاک مضر صحت نہ ہو اولاد کے
ذہن مین یہ بات بٹھلا دین کہ غذا سے صحت مقصود ہے - لذت مقصود نہین (تحفۂ ہند)

ایک روسی لائق عورت

روسی اخبار کا ایک نامہ نگار خبر دیتا ہے کہ مین نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ ریڈکراس
سوسائٹی کی ایک روسی عورت امیر کابل کی درخواست پر اون کے دربار مین داخل ہونے
والی ہے اور اون کے خاندان کے لوگون کا علاج معالجہ کیا کرے گی -

اس عورت کا نام میڈم ٹرموشاف ہے اور سینٹ پیٹرسبرگ
کے ڈاکٹری کالج مین ڈاکٹری کی سند حاصل کی ہے اور جنگ روم و یونان
مین زخمیون کی مرہم پٹی کر کے اوس نے بڑی شہرت حاصل
کی ہے -

لیڈی موصوف نہایت ہوشیار عورت ہے اور مشرقی السنہ
سے بھی واقف ہے - اور وہ افغانستان مین روس کے پولٹیکل اغراض حاصل کرنیکا
عمدہ ذریعہ ہوگی -

معلم نسوان

جلد ۱۳ — ربیع الاول ۱۳۱۷ ہجری — نمبر ۳

فہرست مضامین

مطبوعہ مطبع معلم شفیق حیدرآباد دکن

رسالہ معلم نسواں

تمام دنیا کے مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قوم کی ذاتی ترقی و تنزل اس قوم کی عورتوں کے ہاتھ
میں ہے ۔ سلف سے تا این دم کسی ایسی قوم نے ترقی نہیں کی جس کی عورتوں کی حالت نہایت پست و ذلیل ہے
کیونکہ ایک بہت بڑے حکیم کا مقولہ یہ ہے کہ دنیا پر عورت حکومت کرتی ہے اور مرد اسکے تابع ہوتا ہے کم سنی کے
زمانہ میں تو مرد ماں کی حکومت میں رہتا ہے جوانی میں بیوی اُسپر حکومت کرتی ہے اور بڑھاپے میں بھی
وہ عورتوں کے اثر سے بچ نہیں سکتا حقیقت میں ہر ایک گھر کی حکمران عورت ہی ہوتی ہے ۔ اور خانہ داری
کا انتظام ترقی ہر قوم کے اخلاق و طرز معاشرت کی بھی محافظ عورت ہے اس اصول کے مطابق یہ امر مسلم ہے کہ مسلمان
ہندوستان تعلیم یافتہ اور مہذب نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کی عورتیں تعلیم و تہذیب کے زیور سے آراستہ
ہونگی ۔ کیونکہ تمدن کی گاڑی کو ایک گھوڑا نہیں چلا سکتا ۔ ان تمام حالات کے لحاظ سے یہ ماہواری رسالہ جاری
کیا گیا ہے کہ مسلمان عورتوں کی موجودہ پست و ذلیل حالت میں ترقی ہو اور ان میں تعلیم و تہذیب کی روشنی پھیلے
اس رسالہ میں علاوہ تعلیم و تہذیب نسواں کے عام تعلیم اور دلچسپی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے ۔ اسلئے اس میں ادبی اور
مضامین بھی لکھے جاتے ہیں اور نہایت ہی عمدہ مستند ناولوں کا ترجمہ بھی درج کیا جاتا ہے ۔ غرضکہ یہ رسالہ ایک ایسا
خزانہ ہے جسمیں ہر ایک شخص کو کچھ نہ کچھ اپنے مذاق کے مضامین دستیاب ہو سکتے ہیں ۔ اس نادر رسالہ کا حجم (۴۲) صفحہ کا
اور باوجود اس ضخامت کے عام خریداروں کے لئے سالانہ مع محصول ڈاک چار روپیہ قیمت رکھی گئی ہے اور عورتوں اور کم آمدنی والے
اشخاص کو صرف دو روپیہ سالانہ ہی پر دیا جاتا ہے فقط (خادم نسواں محب حسین)

لڑکیوں کا اخبار

اس اخبار کا نام تہذیب نسواں ہے ہر جمعہ کو بمقام لاہور مطبع رفاہ عام لاہور سے شایع ہوتا ہے ۔ اس کی
محمدی بیگم صاحبہ بنت مولوی احمد شفیع صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر پنجاب ۔ و اہلیہ مولوی سید ممتاز علی صاحب مالک
رفاہ عام لاہور ہیں یہ تمام ہندوستان میں صرف یہی ایک اخبار ہے جو مسلمان بی بی کی ایڈیٹری میں شایع
اس اخبار میں معزز خاندان کی بہو بیٹیاں خود مضامین لکھتی ہیں ۔ یہ مضامین عموماً خانہ داری تربیت اطفال

[illegible] نواب وقار الملک [illegible]

معلم النسوان

مولفہ
خادم الملک محب حسین

جلد (۱۳) بابت ربیع الاول ۱۳۱۷ھ نمبر (۳)

غزل

کوئی مونس ہے نہ کوئی یاور و غمخوار قوم — کچھ نظر آتے نہیں اچھے ہمیں آثار قوم

مفلسوں سے خاک ہوگی قوم کی حالت درست — اہل دولت ہوں نہ جب تک یاور و انصار قوم

ایک بھی تو جان و زر سے قوم پر قربان نہیں — یوں تو کہنے کو بہت ہیں حامی و غمخوار قوم

کچھ شیاطین قوم کے چندے بھی کر جاتے ہیں ہضم — قوم کو بدنام کرتے ہیں یہی اشرار قوم

لکچروں میں یہ تعلی اور عمل اس کے خلاف — واہ کیا کردار ہیں اور واہ کیا گفتار قوم

چھوڑ کر تائید حق جب ہو خوشامد سے غرض — کیوں نہ ہو جائیں ذلیل و خوار پھر اخبار قوم

قوم کی خدمت کے آگے مال کیا ہے سلطنت — اسکا اک ادنی سا خادم بھی تو ہے سردار[1] قوم

بے تکی وہ نا دلیں اور وہ مزخرف شاعری — اب یہی علم ادب ہے اور یہی انکار قوم

جاہلوں کے ہوں مناصب اہل فن ہوویں ذلیل — بدنصیبی ہے یہی اور ہے یہی ادبار قوم

عیش و عشرت خود پسندی خود نمائی خود سری — قابل افسوس و نفرت ہیں یہی کردار قوم

کاہلی سے بڑھکے کوئی اور ہے مہلک مرض؟ — جس سے بچتی ہی نہیں وہ ہے یہی آزار قوم

قوم کی اصلاح سمجھے کھیل بچوں کا محب — ہو ثبات کوہ جس میں وہ اٹھائے بار قوم

حاشیہ۔ [1] اس مصرع میں اس حدیث شریف کا مضمون نظم کیا گیا ہے۔ کہ سید القوم خادمہم

سیتا

فصل (۱۴)

خیمے اُکھڑ گئے

سورج نکلتے ہی جب سیرل براندن خواب سے بیدار ہوا۔ تو اُس کو بہت ضعف معلوم ہوا۔ کیونکہ وہ بہت کم سویا تھا۔ اس پر اسقدر ضعف کی حالت طاری تھی کہ جب وہ جاگا۔ تو پہلے تو اُسے یہی معلوم نہ ہوا کہ مین کہان ہون۔ مگر پھر گذشتہ رات کے واقعات کا پورا تصور اس کے ذہن مین آیا۔ اسوقت اسکے پاس دو اردلی سپاہیون کے سوا اور کوئی آدمی نہ تھا۔ اور یہ بھی پڑے ہوئے سو رہے تھے اور سارے گھر مین ایک سناٹے کا عالم تھا۔ مگر صرف ایک نرم و آہستہ گانے کی آواز آرہی تھی اور یہ ویسی ہی آواز تھی جیسی کہ سیرل کو یاد تھا کہ اس نے گذشتہ رات کو سنی تھی۔ اسوقت سیتا کی منقبت یا بھجن آلاپ رہی تھی۔ اور تارا ندرا اور چچی الیا دونون پوجا پاٹ مین مصروف اور رات کو جس خطرۂ عظیم سے خدا نے انھین بچایا تھا اُس کا شکریہ ادا کر رہے تھے ۔

جب وہ تینو شخص معمولی پوجا پاٹ سے فارغ ہوے۔ تو انھون نے آپس مین مشورہ کیا کہ ا براندن کی کیا خاطر و مدارا کرنا چاہئے اور وہ کس بات کو پسند کرے گا۔ اور آیا وہ غسل کرے گا نہین ؟ اور کیا کھانا کھائے گا ؟ چچی الیا نے یہ راے دی کہ نرم کھچڑی اور کچھ املی کی چٹنی اس لئے سب سے اچھی غذا ہے۔ سیتا نے کہا کہ "مین کھچڑی پکاؤن گی" اور وہ یہ کہکر اُسکے تیار کر کے لئے چلی گئی۔ اس عرصے مین براندن نے اپنے آدمیون کو جگایا۔ گلاب سنگھ سکھ نے جو ایک قدآور اور بڑی ڈاڑھی والا آدمی تھا براندن کو آہستہ سے اٹھایا اور اُس کے زخم کی کیفیت د

اور جب برانڈن اٹھکر بیٹھا۔ تو وہ سکھ اسکے ہاتھ منہ دھلانے کے لئے سیلابچی اور آفتابہ لایا جسے
ایک کالانی یا خدمتگار عورت نے پہلے سے دھو دُھلا کر تیار رکھا تھا۔ اور اُسکے ہاتھوں پر
پانی ڈالا۔ اس وقت برانڈن کی طبیعت ذرا بحال ہوئی اور وہ اپنے آدمی کی مدد سے باہر دالان
مین آن کر بیٹھا۔ اس دالان کی زمین پر نئی استرکاری ہوئی تھی۔ اور سامنے کا صحن بہت ہی صاف
و پاک تھا۔ دالان مین مہاجن کے ٹیکا و تکیہ بیٹھنے کے لئے مسند اور تکئے رکھے ہوئے تھے جن پر نئے
سفید غلاف چڑہائے گئے تھے۔ برانڈن اسی مسند سے لگ کر بیٹھ گیا۔ اس دالان کی ہر ایک چیز نہایت
ہی پاک و صاف اور خوشنما تھی۔ اور صبح کی ہوا کسقدر تیز اور فرحت بخش تھی۔ جب نارندر داس
آیا۔ تو اس نے اپنے مہمان کو بیٹھا ہوا پایا۔ پھر اُس نے برانڈن کو جھک کر سلام کیا۔ اس وقت اس
بوڑہے آدمی کا دل اسقدر بھر آیا کہ اس کی زبان سے بمشکل کوئی بات نکل سکتی تھی۔ اور وہ اپنے
دلی مطلب کو پورے الفاظ مین ادا نہین کر سکتا تھا۔ آخرکار نارندر داسنے کہا۔ "جو کچھ ہمارے پاس
موجود ہے وہ سب آپکا ہے۔ آپ نے اپنی جان پر کھیل کر ہماری جانین اور ہمارا مال بچایا ہے اور اپنی
ہمارے لئے اپنا خون بہایا ہے۔ ہماری یہی آرزو ہے کہ کاش ہمین اپنی زندگی مین اس شکرگذاری کے
ثابت کرنے کا موقع ملے جسکو ہمارے دل بصد زبان ادا کر رہے"

سیرل برانڈن نے کہا "اس ذکر کو چھوڑو۔ یہ میرا فرض منصبی تھا۔ مین ایک غرض کے لئے آیا تھا
اور اس مین کامیاب نہ ہوا۔ مگر شاید پولیس کے جوان اس سے بہتر کارروائی نہ کرتے۔ افسوس
کہ اندرال پانڈے ہاتھ سے نکل گیا" مہاجن نے کہا "ہان۔ اور اب ایک عرصہ دراز تک وہ مفقود الخبر
رہیگا۔ گو وہ ایک بڑا ہی بدمعاش برہمن ہے۔ اور گو عموماً برہمن خراب ہوتے ہین۔ لیکن یہ تو
سب ہی زیادہ خراب ہے۔ صاحب! وہ تو سیتا کو لے ہی جاتا۔ مگر آپ نے اس کو بچا لیا"

سیرل نے تعجب کے لہجے مین کہا "تب تو تم اس بات سے واقف ہو" بوڑہے مہاجن نے
متانت کے ساتھ جواب دیا "ہان۔ مین جانتا ہون۔ اگر یہ غرض نہ تھی۔ تو یہ سپاہی کیون آیا تھا۔
اور کل رات کو آپ کے لیٹ رہنے کے بعد اپنے مرنے سے پہلے ایک ڈاکو نے بھی اسی بات کا اقرار

کیا تھا؟"

سیرل نے کہا "جب تم اتنا جانتے ہو تو اور بھی بہت کچھ جانتے ہو گے - میرے اس انگرکھے کے جیب میں جسکو مین کل پہنے ہوئے تھا ایک خط ہے - تم اُس کو میرے پاس لے آؤ" جب وہ اس خط کو جیب میں سے نکال کر لایا - تو سیرل نے اس سے پوچھا "کہ تمہارا کیا ارادہ ہے کہ یہ خط کس کا لکھا ہوا ہے" اس خط کو پڑھکر نادرا نے جواب دیا "ہان - مین یہ سمجھتا ہون کہ اس خط کا لکھنے والا ابلہ پوسے - یہ وہی آدمی ہے جسے ستیا نے اپنی عدالت مین بچایا تھا - اس کے سوا اور کوئی آدمی تو میرے خیال مین نہین آتا"

سیرل نے کہا "شاید - اب دیکھئے اس کی نسبت دارو غہ کیا کہتا ہے - واہ ! وہ تو یہ موجود ہین - آو عباس علی - کہو کیا خبرین ہین"

جب یہ بوڑھا دارو غہ سیڑھیون پر چڑھکے اوپر آیا - تو اُس نے اپنی تلوار کمر سے کھولکر ایک نہایت ہی اداس چہرہ کے ساتھ سیرل کے قدمون کے پاس رکھدی - اور پھر اپنی آنکھون مین آنسو بھر کے بہت ادب کے ساتھ یہ عرض کیا کہ "جب تک سرکار اس کو نہ چھین لیں گے - اسوقت تک غلام اسکو اب نہ باندھےگا - افسوس ہے کہ کل رات کو سرکار تو زخمی ہون اور یہ غلام موجود نہ ہو - بے شک یہ غلام اپنے آپ کو بزدل خیال کریگی معقول وجہ رکھتا ہے کہ وہ سرکار کے قدمون کے پاس حاضر نہ تھا"

سیرل نے گھبرا کر کہا "نہین نہین - تم ایسا ہرگز خیال نکرو - مین خود اپنے آپ کو ملامت کرتا ہون کہ مین نے تمہین کیون نہین طلب کیا - مین خیال کرتا ہون کہ تم مجھ سے بہتر انتظام کرتے اور رازرایل پانڈے نکل نہ جانے پاتا - اب تم اپنی تلوار باندھ لو - اور اس کو اسی عزت کے ساتھ باندھو جس کے ساتھ تم نے اس کو آج تک باندھا ہے کیونکہ یہ تمہارے مغنی جنمین تم اسوقت پہنے ہوئے ہو سب اس بات کی شہادت بخوبی دیتے ہین" اپنی تلوار اٹھا کر دارو غہ نے کہا "صاحب ! مین بڑے ادب اور تہ دل سے آپکا شکریہ ادا کرتا ہون - ازرایل پانڈے کے جاسوس ضرور اس قصبے مین موجود تھے - اگر مین آپ کے پاس آتا تو وہ اس بات کو ضروری معلوم کر لیتے - مین نے سنا ہے کہ آپ بھیس بدل کر یہان آئے تھے - اور اس

اس وجہ سے انہون نے آپ کو نہین پہچانا ۔ ایک گرفتار شدہ ڈاکو نے تو بہت کچھ اقرار کرلیا ہے ۔ ان لوگون نے آپ کو دیکھا تو ضرور تھا ۔ مگر پہچانا نہین ۔ انہین یہ خیال ہوا کہ آپ کوئی مسافر ہین جو بغرض ملاقات نارندرا کے پاس آئے ہین " سیرل نے پوچھا " اور ڈاکہ کہان سے آیا تھا ؟ "

وارو غہ نے جواب دیا " جانپور سے ۔ جو نواب دل خان بہادر کی جاگیر مین واقع ہے ۔ کئی دن سے ڈاکو اس گاؤن کے آس پاس جنگلون مین چھپے ہوئے اپنے سرغنہ کا انتظار کر رہے تھے "

سیرل نے کہا " ہان مجھے بھی اس نواب کی طرف شبہ تھا ۔ خیر ۔ یار ! ہم اسے دیکھین گے "

وارو غہ نے کہا " جناب ! آپ کب گواہون کے اظہار قلم بند کر سکین گے ۔ مین انہین یہان آپکے پاس لے آؤن گا ۔ مگر آج نہین ۔ آپ کو ابھی آرام کرنا چاہئے " پھر اس نے نارندرا سے مخاطب ہوکر پوچھا " کیا تم صاحب کو اس وقت تک کے لئے کوئی تنہا کمرہ مہیا کر دینے کا انتظام کر سکتے ہو کہ ان کے ڈیرے اور خدمتگار آجائین ۔ مین نے انہین منگوایا ہے "

مہاجن نے جواب دیا " میرا سارا گھر انہین کا ہے ۔ وہ اس بات کو خوب جانتے ہین ۔ ہان اوپر میرے بیٹے کے رہنے کا ایک کوٹھا ہے ۔ مین ابھی اس کو خالی کرائے دیتا ہون "

بعد ازآن وآمن بھٹ پجاری قصبے کے دیسی حکیم کو اپنے ساتھ لیکر آیا ۔ جس نے سیرل کی نبض بڑی متانت کے ساتھ دیکھکر کہا " آپ کو بخار ہے ۔ مین پھر زخم کو باندہون گا اور کچھ مسکن دوا دونگا ۔ اس لئے مین گھر جاکے ابھی اُلٹے پاؤن واپس آتا ہون ۔ اس عرصہ مین آپ کو دوسرے حجرے مین لے جائنگے ۔ کیونکہ اس جگہ حرارت آفتاب بہت ہے "

نارندرا نے واپس آکے کہا " حجرا تیار ہے " اور پھر پجاری کی مدد سے سیرل سیڑھیان چڑھکے بالاخانہ کے کمرے مین آیا ۔ کچھ دیر سے سیتا اور رچی آیلیا دونو اس بالاخانہ کی آراستگی مین مصروف تھین ۔ انھون نے زمین پر دری کا فرش بچھاکر اس پر ایک جگہ سیرل کے لئے بستر لگا دیا تھا ۔ اس بچھونے پر وہ برف کی طرح سفید چادر اور تکئے بہت ہی بھلے معلوم ہوتے تھے ۔ جب سیرل اس پر لیٹا ۔ تو اُسکو بہت آرام معلوم ہوا ۔ اس نے اپنے دل مین کہا " یہ لوگ مہربانی اور تواضع

کے ساتھ پیش آتے ہیں" اسوقت سیتا یہاں نہ تھی۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد چچی آلمیا ایک ڈھکی ہوئی رکابی اور ایک چاندی کی کٹوری جس میں املی کا آب زلال تھا لیکے آئی۔ اس نے کہا "صاحب! آپ ہماری نادانستگی کو معاف فرمائیں ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آپ کیا کیا کھاتے ہیں؟ مگر یہ سادی غذا ہے۔ آپکو فائدہ کرے گی۔ سیتا نے آپکے لئے تیار کی ہے۔ اور آپ کے کھانے کے لئے یہ ایک انگریزی چمچا بھی ہے جو ہمارے ہاں موجود تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ انگریز لوگ ہاتھ سے کھانا نہیں کھاتے"

سیرل بہت خوش اور ممنون ہوا۔ اس سادی کھچڑی اور املی کے پانی نے اسکو بہت مزا دیا۔ اگرچہ کہ اس سے وہ تمام کھچڑی تو کھائی نہیں گئی۔ تاہم اس بوڑھی عورت کی خاطر سے اسنے بہت کچھ کھائی۔ سیرل نے پوچھا "کیا سیتا میرے دیکھنے کو آسے گی۔ جب حکیم آسے گا تو شاید وہ زخم باندہنے کے لئے ضرور آسے گی"

چچی آلمیا نے کہا "اگر حکیم میں زخم باندہنے دے گا۔ تو ہم دونوں ملکر باندہ دینگے۔ مگر وہ عورت کے ہاتھ سے زخم باندھنے کی اجازت تو نہ دے گا۔ بہرحال وہ آپ کے پاس آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوگی" پھر اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کے کہا "صاحب! آپ نے اس کی اور اس کے بچے کی جان بچائی ہے۔ ہم آپ کو اس کا عوض کیا دے سکتے ہیں"

اتنے میں حکیم بھی آگیا اور اس نے زخم کی پٹی کھولی۔ اس نے عورتوں کو زخم چھونے کی اجازت نہیں دی۔ اسنے کہا "عورتیں ہمیشہ پاک نہیں ہوتیں۔ اور ان کاموں کو نہیں جانتیں" مگر یہ حکیم اپنے کام میں بہت ہوشیار تھا۔ جب وہ اپنا کام کر چکا اور اس نے زخم پر ہرے پتوں کی ٹھنڈی پلٹس باندھی۔ تو اس وقت سیرل کو آرام معلوم ہوا۔ اور جو سکّن دوا اس نے دی اس سے اس کا بخار اور پیاس کم ہوگئی۔ اور وہ کئی گھنٹہ خوب آرام سے سویا۔ اور سوتے میں اسے یہ خواب دکھائی دیا کہ گویا سیتا اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے آئی ہے۔ اور رو کر اس کے پاس بیٹھ گئی ہے۔ اور پھر وہ چپ چاپ اٹھکر چلی گئی ہے۔ گو یہ ایک خواب و خیال تھا۔ مگر پھر بھی یہ خیال اس قدر کمزور نہ تھا۔ جو جلدی دل سے دور ہو سکتا۔ اس کو امید بھی تھی کہ سیتا ضرور آسے گی۔

اور جیسا کہ اسکا خیال تھا ویسا ہی ہوا یعنی سیتا آئی۔ شام کو سیرل ہنہ پلیٹے ہوئے بستر پر پڑا تھا کہ اتنے مین سیتا اندر آئی۔ اور اسکو سوتا ہوا سمجھکر اسکے قریب گئی۔ اور اسکے منہ کے طرف جھانک کے دیکھا۔ اور ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

سیرل نے کہا "مین سوتا نہین ہون۔ ڈرو نہین۔ میرے پاس بیٹھکر مجھ سے باتین کرو" سیتا نے جواب دیا "مین ڈرتی نہین ہون۔ مگر حکیم نے کہا ہے۔ کہ آپ باتین نہ کرین۔ مین پھر کل آؤن گی۔ مین جانتی ہون کہ آپ میرے بچے کو ذرا دیکھین۔ مین اُسے لاؤن گی۔ مین اس کو نیچے چھوڑ آئی ہون۔ وہ آپ سے ڈرے گا نہین"

سیرل "تو تم اسے ابھی کیون نہین لے آتین"

سیتا "آپ کو ابھی بالکل سکون اختیار کرنا چاہئے۔ اور زیادہ باتین نہین کرنی چاہئے" یہ کہکر وہ چلی گئی۔

سیرل نے اپنے دل مین کہا "یہ تو عجیب وغریب چھوکری ہے اور اس کے ساتھ خوب صورت بھی ہے" پھر وہ اپنا منہ ڈھانک کر سو رہا۔ اور سیتا کی نسبت منتشر خوابین دیکھنے لگا۔ مگر یہ خوابین اسکو اچھی طرح یاد نہین رہین۔ اسکے بعد شام کو پھر وہ مہربان چچی ایلیا کھانا لے کے آئی۔ مگر سیرل سے اچھی طرح کھانا کھایا نہین گیا۔ بعد ازان نارندرا اور بچاری اور ان کے ساتھ دو اور کوئی شخص آئے اور وہ تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ ان کے بعد حکیم آیا جس نے سیرل کو دوائی کی ایک دو خوراک پلائی ان لوگون کی آمد و رفت کی وجہ سے وہ اکیلا نہین رہا۔ اور رات کو خوب اچھی طرح نیند بھر کے سویا۔

جب صبح کو سیرل خواب سے بیدار ہوا۔ تو اسکو اپنی حالت بہتر معلوم ہوئی اور ذرا توانائی بھی محسوس ہوئی۔ گو ابھی ابھین ضعف باقی تھا۔ واقعی اس کی بدن مین سے بہت خون نکل گیا تھا۔ رات بھر اس کے اردلی سپاہی باری باری سے پہرا دیتے تھے۔ اور اب اس وقت گلاب سنگ سکھ کھڑکی مین جھکا بیٹھا ہوا جنگل کے منظر کو دیکھ رہا تھا

جب سیرل نے گلاب سنگھ کو بلایا۔ تو اس نے کہا "آپ کو نہانا چاہئے۔ ڈاکٹر نے بھی نہانے کے لئے

کب سے ۔ غسل کا سامان تیار ہے ۔ میں آپکو نہلا دونگا ۔ پانی وہاں رکھا ہے ۔ صاحب ! اوٹھئے ۔ میں مہاجن کے پاس سے صاف کپڑے بھی مانگ لایا ہوں ۔ آپ کو نہانے سے بہت راحت معلوم ہوگی "
پھر اس نے سیرل کو بستر سے اٹھنے میں سہارا دیا ۔ اور پھر تو وہ گرم گرم پانی اور اوسر وہ قوی ہیکل سکھہ کے کھردرے ناخنوں کی مالش کیا ہی لطف دیتی تھی ۔ سیرل نے اس سکھہ کو اپنی خواہش کے موافق بدن ملنے دیا اور اسکے قوی ہاتھوں کی رگڑ کو برداشت کیا ۔ جب گرم گرم پانی سیرل کے جسم پر پڑا تو اس کے تمام درد اور بے چینی کے احساس دور ہوگئے اور نہانے کے بعد اسکا تمام بدن ایک خشک سوتی چادر سے لپیٹ دیا گیا ۔ پھر مہاجن کا ایک انگرکھا اور پائے جامہ اس کو پہنا دیا گیا ۔ اور زخمی ہاتھ کی آستین چاک کر دگئی ۔ پھر اس کو بستر پر لاکر لٹا دیا اور وہ خوب ہی راحت کی نیند سویا ۔

سیرل دوپہر کے بعد سوتے سے جاگا اور کچھہ کھانا کھایا ۔ جچی اِلیا نے کہا " رفتہ رفتہ سیتا بھی آپ کے پاس آسکے گی ۔ حکیم نے کہا ہے کہ آپ بات کم کریں ۔ اور کوئی کام بھی نہ کریں ۔ اگر آپ پسند کرینگے ۔ تو سیتا آپ کو کتاب پڑھکر سنائے گی ۔ یا گانا سنائے گی " یہ سنکر سیرل سیتا کے آنے کا منتظر رہا ۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد سیتا اپنے بچی کو گود میں لئے ہوئے بالاخانہ پر آئی ۔ سیرل نے ایک ہی نظر میں معلوم کر لیا کہ بچے کی حالت بہت تغیر ہے یعنی آنکھیں تو بڑی ہوگئی ہیں چہرے کی رنگت زرد پڑگئی ہے ۔ اور گردن اور ہاتھہ پاؤں سوکھہ کر کانٹا ہوگئے ہیں اور سانس میں ایک قسم کی خفیف سی رکاوٹ پائی جاتی ہے تِلیوں کی پھیلاوٹ اور سانس کی رکاوٹ دونوں سے کوئی سر کی بیماری معلوم ہوتی تھی ۔

سیتا نے کہا " میں اسے آپکے پاس لائی ہوں ۔ آپ ذرا اسکو دیکھیں ۔ انگریزوں کو سب باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ آپ کچھہ اس کا علاج کر سکتے ہیں ۔ اور کسی دوسرے شخص سے نہ ہوگا ۔

سیرل نے اپنا بایاں ہاتھہ بڑھایا اور بچہ اسکے پاس فوراً چلا گیا ۔ اور جب وہ بچھونے پر بیٹھہ گیا تو سیرل کے چہرے کو بڑی خوشی سے تکنے لگا ۔

اس کی ماں یعنی سیتا نے کہا " صاحب ! یہ آپ سے ڈرتا نہیں اور نہ میں ڈرتی ہوں ۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے "

سیرل "کیون ڈرے ۔ سب بچے میرے پاس بغیر کسی خوف کے چلے آتے ہین "
سیتا نے دبی زبان سے کہا "ہان ۔ اب مین سمجھی ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ نیک آدمی ہین بچے اُن لوگون کو خوب پہچانتے ہین جو ان پر مہربان ہوتے ہین ۔ اور مین بھی تو بچہ ہی ہون جو آپ سے نہین ڈرتی ۔ اور مجھے تو آپ سے کبھی کوئی خوف معلوم ہی نہین ہوتا ۔ اور اس بات سے بھی مجھے حیرت ہے کہ آپ انگریز ہین اور لوگ آپ سے ڈرتے ہین ۔ مگر مین نہین ڈرتی " سیرل نے آہستہ سے کہا "مین تو یہی چاہتا ہون کہ لوگ مجھ سے محبت کرین نہ کہ ڈرین " سیتا نے متانت سے جواب دیا "ہان آپ سے بہت لوگ محبت رکھتے ہین ۔ مگر اُن کی اس محبت مین خوف بھی شریک ہے ۔ برخلاف ان کے ہم لوگون کو کوئی خوف نہین ۔ نہ تو میرا دادا ۔ نہ چچی آملیا ۔ نہ میرا چچا اور نہ مین کوئی بھی آپ سے خوف نہین کھاتا ۔ ہم آپ سے فقط محبت ہی نہین رکھتے بلکہ آپکو دیوتاؤن کی طرح پوجتے بھی ہین "
سیرل نے کہا "نہین ۔ لیڈی صاحب ! ایسا نہ فرمائے ۔ خدا کی طرح آدمی کے پوجنے کو ہم انگریز لوگ گناہ سمجھتے ہین ۔ ہان مگر محبت سب کے لئے ہے ۔ اور خدا سے بھی محبت رکھنا چاہئے ۔ اس امر خاص مین ہم اس سے جدا نہین ہین ۔ خدا ہی نے کل رات کو میری جان بچائی ہے ۔ کیا مجھے اسکا شکریہ ادا نہین کرنا چاہئے ۔ ایکدفعہ تمہاری جان آلدیوسنے بھی تو بچائی تھی ۔ کیا تم اوسکی پرستش کرسکتی ہو ؟"
سیتا نے جواب دیا "نہین اسکو نہین پوجون گی ۔ اگرچہ کہ اُسکی مشکور تو ضرور ہون ۔ مگر اس امر مین آپ اس سے بالکل الگ ہین ۔ اس لئے ہمارے سنے اپنی جان کو خطرے مین نہین ڈالا ۔ اور آپ نے ایسا کیا ۔ اور اپنی جان کا کوئی خیال نہ کرکے ہم لوگون کو بچایا ۔ آپ خدا کی قوت کے آثار ہین ۔ اور اس لئے ہم آپ سے محبت کرتے اور آپ کو پوجتے ہین ۔ دیکھئے بچہ تک بھی تو آپ سے محبت رکھتا اور آپ کے پاس دوڑکے جاتا ہے "

اور حقیقت مین یہ بات بہت سچ تھی ۔ کیونکہ وہ بچہ سیرل سے جاکے چمٹ گیا تھا ۔ اور اس کے ہنہ کو ایک بڑی تعجب کی نگاہ سے تکتا تھا ۔ اور وقتاً فوقتاً ایک پیار کی ادا سے اسکی ڈاڑھی اور چہرے کو چھوتا تھا ۔ اور سیرل اسکو اس حرکت سے منع نہین کرتا تھا ۔

سیرل نے موضوع گفتگو بدلنے کی غرض سے کہا " ہاں ایک کتاب بھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم پڑھتی ہو۔ کیا تم کوئی کتاب مجھے پڑھکر سناؤ گی "

سیتا نے ذرا انکسار کے لہجہ میں جواب دیا " یہ کتاب زبان سنسکرت میں ہے۔ آپ اسکو سمجھ نہیں سکتے۔ مگر اس کو پڑھوں گی اور اسکے معنی بھی بیان کرتی جاؤں گی "

سیرل نے کہا " میں سنسکرت کچھ سمجھتا ہوں۔ انگلستان میں میں نے اسکو حاصل کیا تھا۔ میں تو سنسکرت کی کتابیں آئندہ پڑھا کرتا ہوں۔ یہ کون کتاب ہے؟"

سیتا " سیوتری ہے۔ جو مہابھارت کا ایک حصہ ہے۔ کیا آپ نے اسکو پڑھا ہے "

سیرل " ہاں۔ لیکن صاحب آپ پڑھئے۔ میں اسکو سنوں گا "

اس کتاب کو سیتا آہستہ آہستہ پڑھنے لگی۔ مگر اس نے اس قدیم ہندو شاعر کی نظم کو ایسے سریلے لہجہ اور خوش آوازی سے پڑھا کہ سیرل نے کبھی اسطرح کے راگ میں اس شاعری کو سنا ہی نہ تھا۔ ان اشعار کو ہندو عموماً غنغناتی ہوئی آواز میں پڑھتے ہیں۔ اور صرف اسی لہجہ میں سیرل نے انہیں سنا تھا۔ مگر سیتا کا پڑھنا اس عام لہجے سے بالکل الگ تھا۔ جوں جوں اس کتاب کا مضمون پُرجوش ہوتا گیا توں توں سیتا کی آواز میں بھی جوش بڑھتا گیا۔ اور قصے کے اختلاف کے ساتھ اس کی آواز میں بھی اختلاف پیدا ہوتا گیا۔ یعنی جہاں درد آیا وہاں درد کی ہلکی آواز نکلی اور جہاں غیض وغضب کا مضمون آیا وہاں آواز بلند ہو گئی اس قصے میں پیشین گوئی کی گئی تھی کہ سیوتری کا خاوند مر جائیگا۔ اور جب سیوتری اور اس کا خاوند ایک جنگل میں تھی۔ تو اس وقت اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آیا اسکے خاوند نے افسوس ناک لہجہ میں کہا کہ " اب میں زیادہ کھڑا نہیں رہ سکتا " اس مضمون کے بعد ایک شعر آیا جسکا نثر ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

" سیوتری زمین پر بیٹھ گئی اور اپنے خاوند کے سر کو اپنی چھاتی کا سہارا دیا اور اسطرح اس محبت والی لایق بیوی نے اس کو آرام دیا "

سیرل نے کہا " پڑھے جاؤ۔ اسکے بعد ایک نہایت ہی عمدہ مضمون آتا ہے یا مجھے کتاب دو کہ میں بھی پڑھکر

کی کوشش کرون - مگر میرے پڑھنے پر تم غصہ نا ہین "

بڑی تعجب کے ساتھ سیتا نے سیرل کو کتاب دے کر کہا "اب مین سنون گی "

سیرل نے بڑی خبرداری کے ساتھ پڑھنا شروع کیا - یہ مقام اُس کو خوب اچھی طرح سے زبانی یاد تھا - کیونکہ کالج مین وہ اکثر اس فصل کو بڑے شوق سے پڑھا کرتا تھا - اور ہندوستان مین اس نے اس نظم کا صحیح تلفظ اور خوش لہجہ پڑھنا سیکھا تھا - اس فصل کا مضمون یہ تھا کہ یوما موت کا دیوتا (ملک الموت) جسکا آنا بہت ہی ہیبت ناک ہے - اور وہ سیوتری کے خاوند کی روح قبض کرکے لے جاتا ہے - مگر وہ اس سے ڈرتی نہین - اس مقام کا ایک شعر اردو مین ترجمہ کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے "جہان کہین میرا خاوند جائے گا اور جو راہ اختیار کرے گا وہان یہ وفادار سیوتری بھی بغیر کسی پس وپیش کے جائیگی "

سیتا نے اپنی بڑی بڑی ریلی آنکھون مین آنسو بھر کے اور سیرل کو پڑھنے سے ذرا روک کر کہا -

سیوتری اپنے خاوند کے ساتھ موت کے منہ مین گئی - وہ مرنے سے نہین ڈرتی تھی - اسی طرح سے ایکدفعہ مین بھی گئی تھی جبکہ وہ مرا تھا - اور یہ میرا فرض تھا - مگر پرمیشور کو میرا مرنا منظور نہ تھا اور وہ بچہ جیتا ہے "

سیرل نے کہا "تم اپنا فرض سمجھکر مرتی تھین - مگر محبت کی وجہ سے جان نہین دیتی تھین "

سیتا نے جواب دیا "وہ ایک ہی بات ہے - بغیر محبت کے کوئی فرض بھی تو ادا نہین ہوسکتا - مگر آپکو پڑھنا نہین چاہئے - دیکھئے آپ اتنے ہی دیر پڑھنے سے ہانپنے لگے اور یہ آپ کے لئے اچھا نہین - مین اس کتاب کو تمام کرون گی - اخیر مین اس قصہ کا نتیجہ اچھا نکالا گیا ہے - اور وہ دونو سیوتری اور اسکا خاوند بچ گئے ہین - یہ مناسب نہین کہ آپ کے دل مین غمگین خیالات رہنے دئے جائین - یہ کافی ہے کہ وہ میرے دل مین رہین " یہ کہکر پھر سیتا نے کتاب کو پڑھنا شروع کیا - جب سیتا کتاب ختم کر چکی - تو اسوقت سیرل نے اس سے کہا "کیا آپ مجھے کچھ گانا سنائین گی ؟"

گو سنسکرت کے اشعار تو یاد نہین رہے - مگر آپ کی آواز اب تک میرے کانون مین گونج رہی ہے - کیا اعلیٰ درجہ کے شعر تھے -

سیتا "ضرور سناؤن گی - مین تو صرف بھجن گایا کرتی ہون - مجھے بہت گیت تو نہین آتے - ہان مگر

ایک گیت یاد ہے جسے ایک دفعہ ایک گوپے نے گایا تھا۔ مین نے اسکو وامن بھٹ سے سیکھا تھا۔ کیا آپ اس گیت کو سنین گے" یہ کہکر وہ اُٹھی اور ایک طنبورہ لے آئی جو اس حجرے کے کونے مین دیوار سے لگا ہوا رکھا تھا۔ طنبورہ ملانے کے بعد اس نے ایک پرانی ٹھمری گائی جو حسب ذیل درج ہے:-

نیا موری کیسے لاگے پار ناموری نیا ناارے کھویا

کس بدھ او تر دن گی پار نیا موری کیسے لاگے پار

سیتا نے کسی قدر تھکاوٹ کے لہجہ مین کہا "اب مجھ سے زیادہ نہین گایا جاتا۔ اگر آپ چاہین گے تو مین کیسی دوسرے وقت اور گانا سناؤن گی۔ لالو آؤ اب چلین گے"

یہ سنکر بچے نے اپنی ماں کی طرف ہاتھ بڑہایا۔ مگر سیرل کی طرف بھی دیکھنے لگا۔ سیرل نے جھکر اسکے رخسار کا بوسہ لیا۔ اور کہا "جاؤ۔ اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ ہم سے ڈرو نہین" پھر اس نے سیتا کی طرف مخاطب ہو کے کہا "یہ تو بڑا غریب بچا معلوم ہوتا ہے"

سیتا نے کہا "ہائے! یہ تو مجھے ڈر ہے۔ جب تک مین اسکو عدالت مین نہین لے گئی تھی تب تک یہ بڑا ہی نٹ کھٹ تھا۔ مین اب پچتاتی ہون کہ مین کیون اس کو وہان لے گئی تھی"

سیرل "کیون"

سیتا "صاحب! اُس بٹن (برہمن) کی بڑی نظر تھی۔ خیر کچھ ڈر نہین۔ رام کی کرپا چاہئے"

اسی طرح تین دن گذرے۔ اور جب ان دونو مین زیادہ ربط ضبط بڑہا۔ تو اس وقت سیتا کی بہت کچھ جھجک دور ہو گئی۔ اب ہر روز سیتا اپنی کتابین لاتی اور ان مین سے اچھے اچھے بیان یعنی کبھی تو "میگ دوتا" (آسمانی قاصد) اور کبھی ڈراما کے مختلف سین سیرل کو سناتی تھی اور ان کی نسبت ان دونو مین دلچسپ مباحثے اور گفتگو ہوتی تھی۔ اور وامن بھٹ اس مباحثہ کا فیصلہ کرتا تھا۔ وامن بھٹ اور سیتا دونو کو اس بات سے سخت تعجب تھا کہ ان کتابون کی نسبت سیرل کے اس قدر وسیع معلومات ہین۔ جبی آلیما سیرل سے کہتی تھی کہ "اس بڑہاپے مین مجھے رام نے ایک پوت دیا ہے۔ جسے میرا کہا ماننا ضرور ہے" یہ سنکر سیرل فوراً اطاعت کرنے لگتا تھا۔

اور جو کچھہ کھانا چچی ایلیا لاتی تھی اس کو وہ کھا لیتا تھا - اس کو اس نیک اور بوڑہی عورت کی سادہ محبت بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تہی - اور وہ اس مہاجن اور بیکاری کی نصیحتانہ باتون اور خالص مہربانی سے بھی بہت خوش ہوتا تھا - سیرل ان دونو کے ساتھہ شطرنج کھیلا کرتا تھا - اور مہاجن کے بہت سے دوست آشنا اس کی ملاقات کو آیا کرتے تھے - اس لئے سیرل کبھی اکیلا نہین رہنے پاتا تھا - ہان مگر جب وہ تنہائی چاہتا تھا - تو اس وقت کوئی اس کے پاس نہین آتا تھا - اسکا خیمہ ڈیرہ اور خدمتگار آ گئے تھے - مگر اس کو خادمون کی کوئی ضرورت نہ تھی - اور چونکہ وہ سب مسلمان تھے - اسلئے وہ انہین ایک ہندو کے گھر مین رکھنا مناسب نہین سمجھتا تھا - اور ڈیرہ مین رہنے کو ابھی حکیم منع کرتا تھا - کیونکہ زخم کے حرج کا بخار ابھی تک تمام وکمال دفعہ نہین ہوا تھا - اور سیرل کو بھی یہی محسوس ہوتا تھا - وہ اپنی سیدہی ہاتھہ سے زیادہ لکھہ نہین سکتا تھا - اور اگرچہ کہ وہ بابا صاحب سررشتہ دار کو بلا کر ضروری مقدمات مین حکم دیدیتا تھا - مگر پھر بھی کوئی بڑا کام انجام نہین پاتا تھا - اور چونکہ آسٹن تو ریورسے چلا گیا تھا - اس لئے سیرل نے نوبل کو چند سطرین لکھہ بھی تہین جنکا مضمون یہ تھا کہ مین کسیقدر زخمی ہوگیا ہون - اور چند روز کے بعد پھر اپنے کام پر واپس آجاؤنگا ”

ایک ہفتہ کے بعد مہاجن کے گہر کی یہ دلچسپ صحبت برہم ہوی - ہر چند نارندر اپنے اور رہنے کی درخواست کی - چچی ایلیا نے بہت کچھہ کہا سنا - اور ستیا نے اس پر رنجیدگی ظاہر کی - مگر سیرل کو اپنی کام پر حاضر ہونا نہایت ضروری تھا - اس لئے جب حکیم نے یہ کہدیا کہ زخم اب اچھا ہے اور بہت جلد اور اچھا ہو جائے گا - تو سیرل وہانسے چلدیا - یہان سے روانہ ہو کر اسکو شاہ گنج مین بہت کچھہ سرکاری کام انجام دینا تھا - کیونکہ سالانہ پیشی مدعیان اور مالگذاری کا تعین کرانے کے لئے بہت سے مزارعین یہان جمع تھے - کیونکہ پہلے سے سیرل نے یہ حکم دیا تھا کہ فلان دن تمام کاشتکار میرے ڈیرے پر حاضر ہون - سیرل کی روانگی کے وقت ستیا بہت اوداس تھی - جب وہ دروازہ سے باہر چلا - اور کچھہ خوش کن رخصتی جملہ کہا - تو ستیا نے جو اسوقت دروازے سے لگی ہوی کھڑی تھی ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے جی مین کہا ” وہ مجھے بھول جائیگا اور آہ - مین آپ اس کو بھول نہین سکتی “

مگر اب سیرل کو وہ یہ اچھا نہین معلوم ہوتا تھا اور اس کا دل اس مین نہین لگتا تھا۔ علاوہ ازین اس مکانی تغیر سے زخم کی حالت پر بھی اچھا اثر نہین پڑا تھا۔ بلکہ رات کی سردی سے اسکو ضرر پہنچا تھا۔ جراح کی رائے یہ تھی کہ وہ پھر ستیا کے مکان کو واپس چلا جائے۔ مگر اب یہ بات ناممکن تھی۔ جو جو امکی خاطر تواضع اس مہاجن کے گھر مین ہوئی تھی وہ اس کے دل سے فراموش نہین ہوسکتی تھی۔ اور اگرچہ کہ اس کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ پھر ایک دفعہ اور ستیا کا پڑھنا اور گانا سننے کا کوئی موقع ملے۔ اور اسی سریلی نرم آواز مین ہندی ٹھمری یا عاشقانہ گیت سننے جائین۔ جو اسکو بہت ہی مرغوب ہو چلے تھے۔ مگر وہ جانتا تھا کہ ان سب امیدون کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ اور جو کچھہ اس نے دیکھا اور سنا۔ وہ سب ایک خوشنما خواب تھا جسکو اسکی طرز زندگی نے چونکا کر آنکھون سے اوجھل کر دیا تھا۔ لیکن اس خواب کا خیال اسکے دل سے دور ہو نہین سکتا تھا۔

نارندرا کو یہ فکر تھی کہ شب ڈاکہ کی یادگار مین کوئی چیز سیرل کو دی جائے۔ مگر ساتھہ ہی اسکے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سیرل کسی قیمتی چیز کا لینا منظور نہ کرے گا۔ اسبارے مین اس نے بابا صاحب سر رشتہ دار سے مشورہ کیا۔ اور بابا صاحب نے اس کو یہ رائے دی کہ "ایک چھوٹی سی چاندی کی تشتری بنائی جائے اور اس پر ڈاکہ کی تاریخ اور تمہارا۔ ستیا اور ایلیا کا نام کندہ کیا جائے۔ یہ نذرانہ کافی ہے۔ اور یہی بخوشی قبول بھی کیا جائیگا" اس ہدایت کے بموجب نارندرا نے فوراً خود تشتری بنانی شروع کر دی اور نہایت ہی عمدہ نقش و نگار سے اس کو آراستہ کیا۔ پھر ستیا نے اس پر ہندی حروف لکھے اور اس کے واوا نے ان کو کندہ کیا۔ جب یہ تشتری تیار ہوگئی۔ تو ایک روز شام کے وقت نارندرا اسکو لیکر ڈاکبنگلہ مین گیا اور جب سیرل اپنے کام سے فارغ ہوا۔ تو اس وقت نارندرا نے پہلے اس جرات کی معافی مانگ کر بڑے ادب کے ساتھہ بطور نذرانہ وہ تشتری اسکے سامنے پیش کی۔

اس بیحد سادے محبت آمیز نذرانہ اور شکریہ کا اثر سیرل کے دل پر بہت ہوا جب اس نے اس نقرئی تشتری کو مہاجن کے ہاتھہ سے لیا اور ان پھولون کے ہارون کے لینے کے لئے اپنا ہاتھہ بڑھایا۔ جو ستیا نے اسکے ساتھہ بھیجے تھے۔ تو ہرچند کہ اس کو کم بولنا تھا۔ تاہم وہ اپنے دلی جذبات کو روک نہ سکا جو اسکے

دل مین پیدا ہو رہے تھے۔ اس نے کہا "نارندرا! مین اس تحفے کو اور ان ہارون کو بھی آپ صاحبون کی یادگار کے بطور بڑی حفاظت سے رکھون گا۔ اور جب مین انگلستان جاؤن گا۔ تو اپنے دوستون کو انہین دکھاؤن گا اور آپ کی مہربانی کا ذکر کرون گا۔ میری والدہ صاحبہ بھی اس تحفے کی اسقدر وقعت کرینگی جسقدر کہ مین کرتا ہون"

اسی دن سیتا بھی اپنے دادا اور چچی کے ساتھ مندر مین اپنے بچے کی منت کی نیاز اور نذر چڑہانے آئی تھی۔ اس کے بچے کی غذا روز بروز کم ہوتی جاتی تھی اور وہ نحیف ہوتا جاتا تھا۔ اور یہ ناممکن تھا کہ اسکی اس حالت پر گھر والون کی نظر نہ پڑ لی۔ مگر ان لوگون کے سادے اعتقاد مین اس بچے کی بیماری کا صرف یہی علاج تھا کہ دامن بھٹ کے مندر مین جا کے نذر چڑہائی جائے۔ اور بتون سے اسکی صحت کی دعائین مانگی جائین۔ اسی عقیدہ کی بنا پر وہ بچے کو مندر مین لے گئے تھے اور اس کو دیو کے پاؤن پر ڈالا تھا۔ اس تقریب کے بعد نارندرا سیرل کو وہ نقرئی تشتری نذر دینے آیا تھا۔ اور جب وہ کیمپ سے گھر واپس گیا۔ تو اس نے اپنے گھر والون سے نذر پیش کرنے اور سیرل کے جواب دینیکا حال بیان کیا۔ نارندرا نے کہا "نہین اب وہ ہمین کبھی نہین بھولے گا۔ اور تنہائی مین ہمکو بہت یاد کریگا۔ دیکھو۔ ایسے آدمی کا تنہائی مین رہنا بڑا ہی قابل افسوس ہے"

نارندرا نے جس طرف انگلی سے اشارہ کیا اس طرف سب نے دیکھا۔ اور اگرچہ کہ رات کی تاریکی پہیلتی جاتی تھی۔ تاہم انہون نے دیکھا کہ سیرل اپنے ڈیرے کے سامنے کرسی پر اکیلا بیٹھا ہوا ہے اور اسکا چھوٹا سا کتا مفت اس کے پاؤن کے پاس پڑا ہے۔ یہ دیکھکر سیتا کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور اسنے اپنے دل مین یہ دعا مانگی "اے رام! اس کو اپنی حفظ و امان مین رکھ۔ مجکو اسکی مان اور جو کوئی اس سے محبت رکھتے ہین اُن ہی کا واسطہ ہے" دوسرے روز ان لوگون کے پاس یہ پیام آیا کہ سیرل کام کی وجہہ سے مجبور آروانہ ہوگیا ہے۔ بعد ازان جب سیتا نے اپنی ہوادار کھڑکی سے جہانکا۔ تو اسکو معلوم ہوا کہ وہ سفید سفید خیمے ڈیرے سب ندارد ہین۔

راقم

محب حسین ایڈیٹر

امریکہ مین ترقی تعلیم نسوان

پبلک گزٹ امرتسر قطراز ہے کہ امریکہ مین عورتون کی تعلیم وتربیت کے لئے (۱۹۷) کالج موجود ہین۔ اہل الرائے اشخاص کا یہ مقولہ آب زر سے لکھنے کے لایق ہے کہ جب کسی قوم کی ترقی اور تنزل کی حالت دریافت کرنی منظور ہو۔ تو اس قوم کی عورتون کی حالت معلوم کرنی چاہیے۔ واقعی اقوام مختلف کی حالت دریافت کرنیکا یہ ایک نہایت ہی سچا معیار ہے۔ اس سچی کسوٹی پر جانچنے سے ظاہر ہے کہ امریکہ کی عورتون کی تعلیمی حالت کیا ہے اور اہل امریکہ آج کس ترقی کی معراج پر پہنچے ہوے ہین۔ برخلاف ان کے اگر اہل ہند کو بھی اسی کسوٹی پر جانچا جائے گا۔ تو معلوم ہوگا کہ تمام ہندوستان مین جہان تقریباً ۳۰، کڑوڑ نفوس بستے ہین عورتون کے صرف تین کالج ہین جو پچھلے پچاس برس کے عرصہ مین جدید طرز تعلیم کے اثر سے قایم ہوے ہین۔ انمین سے ایک کالج تو کلکتہ مین۔ دوسرا احمد آباد مین اور تیسرا مسوری مین ہے۔ یہ تینون کالج ہندوون کے ہین اور ان سے ہندو لڑکیان ہی فایدہ اٹھاتی ہین۔ مسلمانون کا اسوقت تک کوئی نسوانی کالج نہین۔ بلکہ کوئی مسلمان عورتون کا عمدہ مدرسہ تک بھی نہین ہے اور ابھی تک عموماً ہندوستان کے مسلمان تعلیم نسوان کے خلاف ہین۔ اب معیار مذکور کی جانچ سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ کہ عموماً اہل ہند تعلیم وتربیت مین بہت ہی ناقص ہین اور مسلمان تو ابھی تعلیم اور ترقی کے میدان مین منزلون دور پڑے ہوے ہین۔ اور ہندوؤن سے کوسون پیچھے ہین۔ علی گڈہ مین کالج قایم کرلینے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ان کی تعلیمی حالت مین ترقی ہے۔ بلکہ بانی مدرسہ کو تو تعلیم نسوان سے کوئی ہمدردی ہی نہ تھی۔ ہمارے مسلمان خیرخواہان قوم پر اب یہ لازم ہے کہ وہ پہلے عورتون کی تعلیم وتربیت مین سرگرمی ظاہر فرمائین جسکے بغیر کوئی قوم اصلی تعلیم یافتہ ہوہی نہین سکتی۔ اشعار:

ہے آغوش مادر وہ اسکول پہلا — جہان تربیت پاتے ہین سارے اعضا

جہان لوح سادہ پہ کھنچتا ہے خاکا — اُترتا ہے ان کے خیالون کا چربا

لکیرین ہین پتھر کی یہ پہلے نقشے — نہین مٹتے ہین پھر مٹائے کسی کے

(محف)

استقلال پر ایک لیکچر

استقلال ایک ایسی صفت ہے کہ جس سے ممتاز ہونے مین ہر ایک شخص خوش ہوتا ہے ۔ اور یہہ وہ قوت ہے کہ جو انسان کو زندگی کے تمام مصائب پر حاکم بنا دیتی ہے ۔ یہہ وہ مکمل ارادہ ہے کہ جسکو کوئی خوف جنبش نہین دیسکتا ۔ یہہ وہ چیز ہے کہ جو انسان کو اگر ضرورت پڑے تو فرض کے پورا کرنے کے خاطر جان دینے پر آمادہ کر دیتی ہے ۔

لارڈ بیرن کی رائے مین کامیابی کے زندگی بسر کرنے کیلئے انسانی خصائل مین ثابت قدمی اور استقلال کی صفت سب سے مقدم ہے ۔

حضرت یعقوب نے اپنے پہلوٹے بیٹے کو ارشاد فرمایا تھا کہ "اگر تو پانی کی طرح ڈانوان ڈول یا بے ثبات رہیگا تو تو کبھی کامیاب نہ ہوگا"

اس بات پر تمام دنیا کا اتفاق ہے کہ اس بے ثبات اور غیر مستقل دنیا کا کوئی کام بغیر استقلال اور ثابت قدمی کے نہین چل سکتا ۔

قوت استقلال بشرکت دیگر صفات ذہنی کے انسان مین بشکل خصوصیت اور خصلت پائی جاتی ہے ۔ اور انسان کی کامیابون کے لحاظ سے وہی اون سب مین اول نمبر پر ہے ۔

ہر ایک انسان مین اوسکی نسبتین ایک سے تو تک مختلف ہوتی ہین ۔ اور نسبت استقلال کی کمی بیشی ہی کی وجہہ سے دوسرے صفات کے تمام مجموعہ کی قدر ہوتی ہے ۔ گویا قوت استقلال ہی اونکو زندہ یا مردہ کرتی ہے ۔ اسلئے کہ دوسری صفات کو کارآمد بنانے والی قوت یہی قوت استقلال ہی ہوتی ہے ۔

یہہ ممکن ہے کہ ایک شخص مین دوسرے اعلیٰ درجہ کی صفات بکثرت ہون ۔ مگر جب تک

ایک مناسب تہ مین استقلال کا جوہر اون مین مرکب نہ ہوگا اوسوقت تک وہ سب بے سود ثابت ہونگی ۔ استقلال مین وہ تاثیر ہے کہ انسان مین ثابت قدمی کی صفت پیدا کرکے اوسکو ایک فرد کامل بنادیتی ہے ۔ اوران تمام قوتون کو جو قدرت نے اوسکی خلقت مین ودیعت کی ہین اس استقلال کی مسیحائی سے اون مین جان ڈال سکتا ہے ۔ ورنہ وہ تمام قوتین مردہ ہین ۔ کہ نہ اون مین ثابت قدمی کے پیر ہین کہ دو قدم چل سکین ۔ نہ کمر ہمت ہے کہ دو گھڑی کھڑے ہوسکین ۔ نہ سینہ سپری ہے کہ اتفاقات و مصائب زمانہ سے مقابلہ کرسکین اور نہ باوفا اور پُر رعب چہرہ مُہرہ ہے کہ جس سے وجاہت حاصل کرسکین ۔

یہہ بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کام مین مشکلات اور دقتین واقع ہوتی ہین ۔ اول زحمتین اوٹھانی پڑتی ہین ۔ بعد مین جاکر کہین اون کا ثمرہ نصیب ہوتا ہے ۔ لیکن جملہ ان مشکلات استقلال ہی ایک ایسی چیز ہے کہ ان سب کو آسان کردیتی ہے ۔ اور استقلال ہی کی بدولت کہا گیا ہے کہ "محنت کو راحت ہے" ۔ اسکا حال بعینہ ایسا ہے کہ جیسے پہاڑ کی چوٹی پر چڑہنے کی تکلیف اسلئے گوارا کی جاتی ہے کہ وہان پہنچکر پہاڑ کے دور دراز منظرون کی سیر ہوتی ہے چڑہنے کے وقت پہاڑ کی بلندی تو ہمارے سامنے ہوتی ہے اور دور دراز دلفریب منظر ہماری نظرون سے پوشیدہ ہوتے ہین ۔ لیکن کبھی ایسا نہین ہوا کہ کوئی شخص بغیر محنت اوٹھائے اصلی عروج کو پہنچا ہو ۔ اور محنت بدون استقلال کے سرسبز ہوئی ہو جو شخص کہ محنت کرتا کرتا تہک جائے اوسکو چاہیے کہ استقلال کے مبارک فرشتہ سے مدد لیکر محنت کو اعتدال کے ساتھہ قایم رکھے ۔

یہہ فقرہ اکثر لوگون کی زبان پر چڑہا ہوا ہوتا ہے کہ "کاش اگر مینے کوشش کی ہوتی تو مین کچھہ کرسکتا تہا" خصوصاً اون نوجوانون کی زبان پر کہ جنکے خیال مین مادہ اور استعداد کا طبیعت مین ہونا ہی ایک بڑا کمال ہے ۔ خواہ اوس سے کام لیا جائے یا نہ لیا جائے ۔

بھلا اوس شخص کو کیا خیال کرنا چاہئے کہ جسکے باغ مین بہت سا خود رو گھاس اوگ آئے

اور وہ اوسکو زمین کی خوبی مین ایک دلیل کے طور پر پیش کرے اور یہہ کہے کہ یوٗ دیکھو
اگر زمین ۲ اس مین کاشتکاری کرتا تو کھیتی کیسی زور دار اگتی ۔ سب لوگ اسکو بیوقوف سمجھینگے
تاہم بہت سے ایسے نوجوان لوگ ہین کہ اپنے ذہن اور اپنی طبیعت کے ادان باغون پر غرور
کرتے ہین کہ جو ایک بے غوری کی حالت مین پڑے ہوے ہین اور اون مین استقلال کے
مالی نے کبھی اپنی قابلیت نہین دکھائی ۔
گو دیکھنے والون کی طبیعت پر زمین کی قابلیت اور عمدگی کا اثر کیسا ہی کیون نہو ۔
لیکن اگر مالک اوسکی غور پرداخت کرتا تو بہ نسبت اس خودرو گھاس کے اوسکی کاشتکاری
اوسکو زیادہ نفع دیتی ۔
جو نوجوان لوگ کسی چیز کو پورے طور پر استقلال سے انجام دیکر اپنی قابلیت اور
اور لیاقت کا ثبوت دینے کے بجائے ویسے ہی یہہ چاہتے ہین کہ ہم عقلمند اور ہوشیار مشہور
ہون اور لوگ ہمکو معتبر اور قابل اعتماد خیال کرین ۔ تو حاشا یہہ انکے لئے کچھہ مفید نہین ہے
اور نہ بدون استقلال کے دوسرون پر اپنا اعتبار جا سکتے ہین
سر ہمفری ڈیوی کا قول ہے کہ :۔
"عقل وجوہر جو ہے وہ صبر و استقلال ہی ہے ۔ جیسا کچھہ کہ مین اب ہون اپنے استقلال ہی سے
بنا ہون "
اڈیسن اپنے ایک شعر مین کہتا ہے کہ :۔
"کہ کامیابی حاصل کر لینا ہر ایک کا کام نہین ہے ۔ لیکن ہم کامیاب ہونگے کیونکہ ہم مستقل مزاج
ہین "
ہر ایک انسان کہ جس نے دنیا مین رہکر کچھہ کیا ہے اونکو یہہ اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ
اسکول کے بعد ہی کی تعلیم ہوتی ہے کہ جو کسی کام کا نتیجہ نکالنے مین کام آتی ہے ۔ انسان جو تعلیم دوسرون
سے حاصل کرتا ہے گو بجائے خود وہ ایک قابل قدر چیز ہے ۔ لیکن وہ تعلیم کہ جو انسان بذات خود

حاصل کرتا ہے وہی کام کی انجام دہی کے قابل ہوتی ہے ۔
متعلم کو اگر استقلال سے کچھہ حصہ ملا ہے تو وہ اب اپنی کتابی تعلیم کو کہ جو اوس نے اسکول
مین پائی ہے مشاہدات و تجارب اور مناظر قدرت پر منطبق کریگا اور اوسکا استقلال کوشش
و محنت کی صورت مین جلوہ گر ہوکر اوسکے ذاتی جوہرونکو ظہور کا موقع دیگا ۔
سر والٹر کا قول ہے کہ وہ ہر ایک انسان کی تعلیم کا سب سے بہتر وہ حصہ ہوتا ہے کہ
جو وہ خود اپنے آپکو دیتا ہے یا جب انسان پر استقلال محنت اوٹھاتا ہے تب کہین جاکر وہ
فرد کامل بنتا ہے ۔
یہہ سچ ہے کہ انسان اپنے مین کسی قسم کی طاقت یا قوت ازسرنو پیدا نہین کرسکتا ۔
لیکن جو قوتین اور طاقتین اوسمین قدرتا ہون اونکو کام مین لانا تو اوسکے اختیار مین ہے
اگر وہ ایسا کریگا تو یہہ کہنے کا موقع ملیگا کہ وہ مین جسقدر اپنے آپ کو لائق بنا سکتا تہا اوسیقدر
مین لائق ہون یا جسقدر قدرتی ذکاوت اور جودت ہوتی ہے اوسمین تو انسان ترقی نہین
کرسکتا ۔ مگر کیا اوسکو اپنی قابلیت کا اندازہ ہوسکتا ہے ؟ جب تک کہ وہ اپنی قدرتی استعداد
و قابلیت کو استقلال کے ساتہہ جاری رکہکر اوس سے کام نہ لے ۔ استقلال ثابت قدمی اور
ایک کام کو لگاتار کرتے رہنا ہی انسان ہی کو پختہ کار اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف کار
بنانے کا باعث ہوتا ہے ۔ اور بلاشبہہ اس استقلال کی مدد سے وہ تمام ذکاوت اور جودت
طبع کام مین لائی جاسکتی ہے کہ جو انسان مین بالقوی موجود ہے ۔
ناکامیون کے مردہ جسم مین روح ڈالنا ۔ اور ثابت قدمی کے پیر لگاکر اونکو کامیابی
کے خوشنما باغ تک پہنچانا بیشک ایک بڑا مشکل کام ہے ۔ لیکن عالم شباب کہ جو ایک ناتجربہ کاری
کا زمانہ ہوتا ہے ' اوسمین یہہ پتہ نہین لگتا کہ ناکامی کا بہید کس چیز مین مستتر ہے ۔
سنو! جان ہنٹر کیا کہتا ہے وہ ایسا کوئی ہے کہ جسکو مشکلات شکستہ دل کردین اور پہر
بہی طوفان ناکامی کا مقابلہ کرنیکو تیار ہو ؟

دل شکستہ آدمی طوفان کا مقابلہ بہت کم کرتا ہے۔ لیکن کوئی ایسا بھی کہ جو فتحمند اور ظفریاب ہو؟
ہان وہ انسان ہے کہ جو مصایب سے شکستہ دل ہو کر بھی استقلال سے مسلح ہو کر طوفان کا مقابلہ کرنیکو
مضبوط رہتا ہے۔ وہ کبھی بے نیل مرام نہین رہتا"۔

میرے دوستو! مجکو اجازت دو کہ مین ان باتونکا تمکو ایک نمونہ دکھلاؤن۔

رچرڈ آرک رائٹ ایک شخص تہا کہ جو روئی کاتنے کی کل کا موجد ہوا ہے۔ اوسکی
سرگذشت ہمارے مفصلہ بالا بیان کی ایک عمدہ مثل ہے اور ہمکو اچھا سبق سکہلاتی ہے۔

رچرڈ آرک رائٹ کبھی اسکول مین تعلیم پانے نہین گیا۔ وہ ایک حجام اور چوٹی
بنانے والے کے پاس رہکر اوسکے پیشہ کی تعلیم پاتا تہا۔ چوٹیونکا فیشن لوجاتا رہا۔ صرف حجامت
کا کام باقی رہگیا۔

آرک رائیٹ جسوقت حجامی کا پیشہ کرتا تہا اور نہایت غریب تہا اوسوقت اوسکے
دل مین روئی کاتنے والی کل بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ یہہ خیال تو اوسنے ابھی اپنے دل
ہی مین رکہا اور وہ سر دست گہنٹہ بنانے کی طرف متوجہ ہوا۔ آخرکار وہ اپنے خیال مین
کامیاب ہوا۔ اور اوسکا حق ایجاد محفوظ ہو گیا۔ مزدوری پیشہ لوگونکا گروہ اوسکا اسلیئے
دشمن ہو گیا۔ کہ وہ ایک ایسی کل کا موجد ہوا کہ جسمین مزدورون کی کم ضرورت تہی۔ پھر
کارخانہ دارنے بہی اوسکے خلاف ہو کر اوسکی کلین خرید لیجہوڑ دین۔ بعد ازان وہ
اوسکی کلین تو استعمال مین لانے لگا۔ لیکن حق ایجاد دینے سے انکار کیا۔ باوجود ان سب باتونکے
آرک رائیٹ مستقل مزاج رہا اور جو جو رکاوٹین اور دقتین اوسکو پیش آئین نہایت مضبوطی
اور استقلال کے ساتہہ وہ اونکا مقابلہ کرتا رہا۔ پچاس سال کی عمر مین اوسنے انگریزی صرف
ونحو اس غرض سے پڑہی کہ بول چال مین قواعد کی غلطی نہونے پائے۔

رفتہ رفتہ وہ ڈربے شائر کے شیریف کے ممتاز عہدہ پر پہنچا۔ اور مرنے سے پہلے
معزز لوگون کی طرح خطاب سے بہی سرفراز ہوا۔

غرض کوئی چیز اوسکے ارادون مین روک نہین پیدا کر سکی - حالانکہ جو جو دقتین
اور دشواریان اوسکو پیش آئی ہین وہ اسقدر سخت اور بہاری تہین کہ انکا برداشت کرنا
کسی غیر مستقل آدمی کی طاقت سے باہر تھا -

دیکھئے آپنے استقلال کی کرامات! اور اوسکے کرشمے - کہ یہہ انسان کو کہان سے
کہان پہنچا دیتا ہے اور ان مٹی کے پتلون کو خلاق اور موجد کے رتبہ تک پہنچا دیتا ہے -

استقلال اور ثابت قدمی سے صرف اسیقدر فائدہ نہین ہوتا کہ اوسکی مدد سے بڑے
بڑے کام انجام کو پہنچے ہین - بلکہ انسان کو اپنی اندرونی حالت پر غور کرنا بہی آجاتا ہے - جبکہ
ایک طبیعت استقلال کی بدولت اپنے کاروبار مین کامیاب ہونیکی وجہہ سے لطف وآرام
اوٹہانے لگتی ہے تو وہ چاہتی ہے کہ دوسرون کو بہی ہمت بندہائے - اور اونکو بہی اس
مسرت مین شریک کرے - مگر بعض لوگ اپنی عادت کے موافق یاباب اور غیر مستقل راستہ
ہی پر چلتے ہین - کیونکہ اس راستہ کے سوا اونکو یقین نہین ہوتا کہ کوئی اور بہی راستہ ہوگا -
اسلئے وہ اس پختہ راستہ کی برکتون سے محروم رہتے ہین -

مشہور و معروف لوگون کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکو
یہہ شہرت اور بقائے دوام حاصل ہوتا ہے اونکی بہت بڑے استقلال سے - لیکن جب استقلال
اور اتفاقات زمانہ مین مجادلہ ہوتا ہے تو اوسوقت ایک اور اشد ضروری چیز کا ہونا بہی لازمی
ہوتا ہے اور وہ علم ہے - علم ایک ہادی ہے کہ جو کامیابی کا راستہ بتلاتا ہے اور جو دشمن کہ راستہ
مین ملین اونکے تسخیر و اندفاع کے اصول سکہاتا ہے -

جبکہ اتفاقات زمانہ کا لشکر ہماری مزاحمت کو نکلے تو ہمکو علمی اصول پر استقلال کے
ہتیار لیکر مقاومت پر امادہ ہونا چاہئے - لہذا جو شخص کہ اتفاقات زمانہ کے مقابلہ کرنیکا مضبوط
ارادہ کرلیتا ہے تو اوسکے استقلال و تحمل کو علم سے کمک اور مدد ملتی ہے -

غرضکہ جو دور اندیش اور پیش بین شخص ہوگا وہ طلب علم مین نہایت راسخ القدمی

اور مستقل مزاجی سے کوشش کریگا - چنانچہ بنیج من ڈزرائیلی کہتا -

"یہہ قاعدہ کی بات ہے کہ اپنی زندگی مین جو شخص سب سے فتحیاب اور کامران ہوتا ہے وہ وہی ہوتا ہے کہ جسکو سب سے عمدہ واقفیت اور بہرہ مندی ہوتی ہے"

استقلال اور اتفاقات زمانہ کے مجادلہ کے وقت استقلال کی ساتہہ ایمانداری اور راست بازی کو کام مین لانا چاہیئے - اور مقصد کی کامیابی کیلئے کافی واقفیت اور علم کا بہی ویسا ہی خیال رکہنا چاہیئے - سچ کہا گیا ہے کہ "انسان کو یہہ بات کیا فایدہ پہنچا سکتی ہے کہ وہ تمام دنیا کو تو حاصل کرے اور رضا مکر اپنی روح کو کہو بیٹھے"

ایمانداری اور علم کے بغیر استقلال کو کام مین لانا بعینہٖ ایسا ہے - جیسے کہ کوئی شخص بڑہئی کا فن سیکھنے سے پہلے اور اوزارون کے بغیر گاڑی بنانا چاہے -

جو لیبیقین کہ راستبازی کو چہوڑ کر ناجائز کامون کو تفنن اور تفریح ہی کیون نہ خیال کرتی ہون - کبہی نہ کبہی اونکو وہ دن دیکہنا نصیب ہوگا کہ استقلال کی بیش بہا صفت اونسے دور ہو جائیگی اور کلنک کا ٹیکہ اونکی پیشانی پر لگا ہوگا - اسلئے کہ جب ہم قوت جذب و دفع کا خیال کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خصوصیات اور خصائل انسانی کا ایک شعبہ ہے - بلکہ دنیا مین جسقدر کام ہوتے ہین اونمین کسی نہ کسیقدر رکاوٹ ضرور ہوتی ہے - یہانتک کہ جرثقیل کے عمل کے مقابلہ مین بہی پہاڑ اور چٹانون کی ناہمواری کچہہ نہ کچہہ رکاوٹ پیش کرتی ہے جذب و کشش جیسے اعلی کامون مین اوپر کو صعود کرتی ہے - اسیطرح وہ ذلیل و رذیل کامون مین نیچے کی طرف بہی اپنا عمل کرتی ہے - جذب و رکاوٹ کی طاقت جسوقت اوپر کی طرف صعود کرتی ہے تو انسان کی خصوصیت اور خصلت مردانہ وار کہلائی جانے لگتی ہے اور اوسکے برعکس جب وہ نیچے کی طرف میلان کرتی ہے تو انسان کو بزدل اور کم ہمت و مسلوب الاستقلال بنا دیتی ہے -

ہر ایک انسان کیلئے اوسکی مدت حیات مین ایک وقت آتا ہے کہ جس مین وہ اپنی اُمنگ

زندگی کا فیصلہ کر سکے - اگر ممکن ہو تو اوسوقت ہمارے لئے مناسب اور مفید ہے کہ اپنے لئے اس بات کا فیصلہ کر لین کہ بڑے بڑے مواقع آزمایش پر ہم اپنے اوسان بجا رکھین گے - اور استقلال و مستعدی سے آزمایشون کا مقابلہ کرینگے - کیونکہ اغواے شیطانی اور کسی دوسرے دباؤ نہ ہونے کی حالت مین انسان کا راستباز اور مستقل رہنا بہت آسان ہے -

ہر ایک کام کی نسبت عیب و صواب جاننے کی خو - اور برائی بہلائی جانچنے کی عادت گویا خصوصیات انسانی کی عمارت کی بنیاد ڈالنی ہے - اسلئے کہ نیکی یا بدی اختیار والے کی اولاد پر بہی اوسکے کردار کا اثر ضرور پڑیگا - اور اسطرح گویا آنے والی نسلون کی برائی بہلائی ہمارے ہاتہہ مین ہے -

اب یہہ بیان کرنا باقی ہے کہ قوت جسمانی کو بہی استقلال مین کچہہ دخل ہے یا نہین - ہیگنزلی کا خیال ہے کہ جس شخص کی قوت ہاضمہ خوب ہے وہ سب کچہہ کر سکتا ہے - جن لوگون کو قصور ہاضمہ کی شکایت ہوتی ہے وہ سست ہوتے ہین - اوسکی مثال مین وہ یہودیون کو پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "جب ہم اسکے مقابلہ مین دیکہتے ہین کہ یہودی صحیح الہاضمہ نہین ہوتے تو ہمکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بلاشبہہ درستی ہاضمہ سے بہت کچہہ ہو سکتا ہے اور یہہ یہودی جس نکبت و مذلت مین ہین وہ ظاہر ہین "

ایک دوسرا سبب کہ جو طاقت انسانی کو اتفاقات زمانہ کے مقابلہ مین کمزور کر دیتا ہے وہ خواب کی کمی ہے - مگر تاہم ایسی ہزار ہا مثالین ملتی ہین کہ اکثر آدمیون نے باوجود جسمانی طاقت مین کمزور ہونے کے اس دنیا مین بہت کچہہ کام کئے ہین -

اور میری بہی یہی رائے ہے کہ استقلال ایک روحانی صفت ہے اوسکو جسمانی طاقت سے کچہہ علاقہ نہین - اکثر دیکہا گیا ہے کہ مرتاض لوگ جو اکثر نحیف الجثہ اور جسمانی طاقت مین کم ہوتے ہین وہ ایک بہت بڑی روحانی طاقت کے مالک ہوتے ہین - اور اپنے زہد و عبادت اور جفاکشی پر کس استقلال سے جمے رہتے ہین کہ اونکو اپنی ذہن مین دنیا و مافیہا کی

ہی کچھ خبر نہیں ہوتی - اسلئے کہ غذا جس سے طاقت جسمانی حاصل ہوتی ہے وہ اسکو بہت کم ہضم لگاتے ہین - اور اونکی روح غذا کی کثافت سے ملوث نہیں ہونے پاتی - اور ساتھہ ساتھہ انکا استقلال اور ریاضت مین ثابت قدمی بھی بڑہتی جاتی ہے -

کوزہ پشت لوگ علی العموم چالاک اور مستقل مزاج ہوتے ہین - انکی جسمانی قوت مین جو کچھہ کسر ہوتی ہے وہ اوسکو اپنی دماغی طاقت صرف کرکے پورا کر لیتے ہیں -

بطور مثال اس موقع پر میکالے کی ایک تحریر کا اقتباس کرنا خالی از دلچسپی نہوگا یہہ لینڈن (Laden) کی اوس لڑائی کا ذکر ہے کہ جو منجملہ اون بہت سی مشہور لڑائیون کے ایک مشہور لڑائی ہے کہ جو سترہوین صدی کے آخیر سالون مین فرانس اور اوسکے مقابل اکثر ریاستون نے ملکر کی تہی - وہ کہتا ہے کہ :-

لینڈن کی لڑائی مین دو نحیف الجثہ آدمی کہ جو ناشائستہ زمانہ مین جنگ کیلئے نہایت ہی ذلیل اور حقیر سمجھے جاتے - بڑی بڑی فوجون کے گویا وہی جان تہے - لیکن خوش قسمتی سے اونہون نے وہ شائستہ زمانہ پایا کہ جب لوگون کو یہہ اچھی طرح دریافت ہوچکا تہا کہ ذہنی اور دماغی قوت کے مقابلہ مین جسمانی اور عضلاتی طاقت کیسی حقیر اور کم رتبہ چیز ہے -

وہ ایک لاکھہ بیس ہزار سپاہی کہ جو نیئرونڈن (Neerwinden) کے ارد گرد مغربی یورپ کے تمام جہنڈون کے نیچے صف آراستہ کئے گئے تھے - اون سب مین یہی دو کوزہ پشت - قلیل القامت اور نحیف الجثہ آدمی تہے کہ جو فرانس کے خونخوار حملہ کے مقابلہ مین باصرار و استقلال آگے بڑہتے تہے -

وہ ایک دوسری مثال دیتا ہے کہ :-

"جسنے انگلینڈ کو ایک موقع پر پس پا ہونے سے روکا تہا وہ ایک ایسا شخص تہا کہ دمہ کی بیماری کے باعث استخوان و پوست ہی باقی رہگئے تھے" اور یہہ دمہ والا شخص شکست کہا کر ہمیشہ پہلے سے بہی زیادہ مستعد اور مستقل نظر آیا کرتا تہا -

تفصیل میں ہیں اوس استقلال مجسم کولمبس کی مثال پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہون
کہ جسکے استقلال نے ایک نئی دنیا پیدا کی ہے۔ اور جسکو کوئین نے مجاز اخلاق اشرف کا
خطاب دیا ہے۔ سیلے کولمبس کی دریافت سے پہلے اوس نئی دنیا کا کوئی نام تک بھی نہین
جانتا تھا۔

کولمبس اٹلی کا رہنے والا تھا اور اوس مین وہ استقلال و ثابت قدمی تھی کہ وہ
آپ اپنی مثال تھا۔ اوس نے نئی دنیا کے دریافت کرنے مین اپنی جان قربان کردی۔ اس
بیچارے کو بہت عرصہ تک اپنے خیالات کی تکمیل کے واسطے جدوجہد کرنی پڑی۔ اوسکو
چند کافی وجوہات کے باعث یقین تھا اوس امر کا جس سے تمام دنیا منکر تھی۔ اور اوسکی
باتون کو تمسخر و حقارت مین اوڑاتی تھی۔ اوسکو یقین تھا کہ زمین گول ہے۔ حالانکہ تمام دنیا
مین یہہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ یہہ ہموار ہے۔ اوسکا خیال تھا کہ تمام کرہ ارضی کا دورہ تری نہوگا
بلکہ خشکی بالضرور ہوگی۔ اس مین شک نہین کہ یہہ ایک گمان غالب تھا۔ مگر روح کی تیز فہم
صفات ایسی ہین کہ اکثر اون کے وسیلہ سے بڑے بڑے باحوصلہ شخص گمان غالب کو اکثر
روشنی مین دکھلا دیتے ہین۔ اسکے اہل ملک کی نگاہ مین یہہ امر بالکل ناممکن تھا کہ کولمبس
اس ناپیداکنار سمندر سے بچکر کبھی خشکی پہنچے گا۔

کولمبس جیسا کہ ایک علمی بہادر تھا ویسا ہی دھن۔ یہہ ایک ریاست سے دوسری ریاست
کو گیا۔ بادشاہون اور شہنشاہون کو اپنی معاونت کی تحریک کی تاکہ یہہ نئی دنیا مین کسطرح پہنچ سکے۔
پہلے تو اوسنے خود اپنے ہم وطنون اہل جنوا کو آزمایا۔ مگر کوئی متنفس بھی ان مین ویسا
نہ نکلا جو اوسکی مدد کی حامی بھرتا۔

پھر یہہ پرتگال کو گیا اور جان دوئیم کو اپنی تجویز سنائی۔ جس نے اپنی مجلس کے
سامنے اوسکو پیش کیا۔ سب نے اوسکو ناممکن اور طفلانہ خیال بتلایا۔ مگر تاہم بادشاہ نے
کولمبس کے خیال پر عمل کرنیکی کوشش کی۔ اور جس جانب اوسنے کہا اوس جانب ایک

بیڑہ بہیجا گیا۔

مگر جہاز ران چار روز تک طوفان مین خراب خستہ ہوکر واپس آ گئے۔

کولمبس جنوا کو واپس آیا۔ اور پہر اوسنے عوام کے سامنے اپنی تجویز پیش کی۔ مگر لاحاصل لیکن کسی امر سے یہہ مایوس نہ ہوسکا۔ نئی دنیا کے دریافت کرنے کا خیال اوس کے دل مین نہایت مضبوطی کے ساتہہ جم گیا تھا۔ لہذا یہہ انڈلوسیا کے شہر پالوس مین اوترا۔ اتفاقاً یہہ خانقاہ فرانسسکنس مین پہنچا اور دروازہ پر دستک دی۔ یہان کے مجاورنے نہایت رحم دلی سے اسکی خاطر تواضع کی اور اوسکی سرگذشت سنی۔ اوس نے اسے ہمت دلائی اور دربار اسپین تک کیطرح اسکی رسائی کرادی۔ بادشاہ فرڈی ننیڈ نے اوسکی اچہی خاطر مدارات کی۔ مگر اس سے کہا کہ یہہ اپنی تجویز ملک کے داناؤن اور عقلمندون کے سامنے پیش کرے چنانچہ ایک مجلس منعقد ہوئی اور کولمبس کو صرف علمی اعتراضونکا ہی جواب نہ دینا پڑا۔ بلکہ انجیل کے مسائل کا بہی سامنا کرنا پڑا۔ اسپین کے پادریون نے بیان کیا کہ زمین چپٹی ہے۔ اور اگر سمندر کے خشکی کا کوئی قطع ہو تو پہر تمام انسان حضرت آدم نہیں۔ لہذا کولمبس احمق بناکر نکال دیا گیا۔

مگر اب ہی یہہ اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہا۔ اور شاہ انگلستان اور شاہ فرانس کو اسنے لکہا۔ مگر سب بے سود۔ آخر کار ۱۴۹۲ء مین لوئی ڈی سینٹ آگسٹس نے کولمبس کو انیرا بیلا ملکہ اسپین کے حضور مین پیش کیا اس نیکبخت نے اس زور اور وثوق سے اسکی سفارش کی کہ ملکہ نے اوسکی خواہش کو تسلیم کرلیا۔ اور امداد کا وعدہ کیا اور ایک عورت نے اپنی خداداد ہمت سے ایک ایسے عظیم الشان کام مین مدد دی کہ جسکو کئی بڑے بڑے بادشاہ ناممکن اور غیر قابل فتح منصوبہ سمجہہ رہے تھے۔

اس کے حکم سے تین چہوٹے چہوٹے جہازونکا بیڑا بنایا گیا۔ اور سمندر مین چہوڑا گیا۔ کولمبس نے تیسری اگست ۱۴۹۲ء کو پالوس سے لنگر اوٹہایا۔ یہہ ایک عرصہ تک

اپنے ہمراہیون کی جہالت کا مقابلہ کرتا رہا -
اسکو بڑے بڑے خطرون کا مقابلہ کرنا پڑا ان دیکھے سمندر - طوفان کا خوف - فاقہ
کشی - موت کا تسلط رہنے کا ڈر - بجز پانی کے سطح پر کچھ نہ دکھائی دینا - صورت
غرضکہ بالکل حافظ شیرازی کے اس مصرع کا مصداق بن رہا تھا - کہ :-
شب تاریک و بیم موج و گرداب چنین حائل - اور ہم سننے والون کی مثال تو بالکل سبک
ساران ساحل کی سی ہے کہ ہم اوسکے کسی ادنی سے ادنی تکلیف کا بھی اندازہ نہین کرسکتے -
بعض اوقات اوسکے ساتھی بغاوت کرتے تھے - مگر کولمبس تو دل امید سے لبریز
تھا اور استقلال سے مضبوط تھا ... ساتھیون ... کوٹ کوٹ کر بھری تھی -
آخر کار ستر دن کے سفر کے بعد زمین کی صورت نظر پڑی اور کولمبس سان سالویدور
پر اپنا قدم رکھا - اسکے بعد کیوبا اور ہسپانیولا دریافت ہوے - اور اُنپر بادشاہ اور ملکہ
اسپین کے نام سے قبضہ کیا گیا - اور آخر الذکر جزیرہ پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا گیا -
کولمبس یہان کچھ آدمی چھوڑ کر اپنی سرگذشت سنانے کیلئے اسپین واپس آیا -
پبلک نے نہایت گرمجوشی اور سرگرمی سے اسکا استقبال کیا - اور اوسکی شہرت اسپین
ہی مین نہین بلکہ تمام دنیا کے پردہ پر پھیل گئی -
مگر یہہ اسپین مین بہت عرصہ تک نہ رہا - چونکہ اسکو اپنے خیال مین پوری کامیابی حاصل
نہین ہوی تہی - اسلئے یہہ پھر امریکہ کو روانہ ہوا - اور اس مرتبہ تین جہاز جن مین ۱۲ سو
آدمی تہے اسکے زیر حکم تھے
اسدفعہ گواڈالوپ اور جمیکا دریافت ہوے اور سان دومنگو اور کیوبا بہی
کہوج لگا - کولمبس دوبارہ اسپین کو واپس آیا - مگر ابکے اوسکی وہ پہلی سی خاطر تواضع
نہین ہوی - گو بادشاہ اسپین نے بہت کچھ اظہار مسرت کیا مگر درباریون مین اسکی طرف
سے حسد پہلا ہوا تہا -

مگر اسکو کسی قسم کی ناقدری نہیں مٹا سکتی تھی اسلئے کہ جو لو اُسکے دل کو لگی ہوئی تھی اور وہ براعظم امریکہ کو دریافت کرنا تھا یہہ اوسکی ذہن مین اب پھر چوتھی مرتبہ امریکہ کو روانہ ہوا اس مرتبہ چہہ بڑے بڑے جہاز کولمبس کو سع اوسکے ہمراہیون کے نئی دنیا مین لے گئے اس چوتھی دفعہ مین اوسکے دل کی آرزو پوری ہوئی۔ اور اوسکے استقلال نے خاص براعظم امریکہ کی خشکی پر اوسکے آن تھک پیر پہنچا دئے۔ علاوہ اسکے کریبین سی مین چند جزیرے دریافت ہوے۔

اب یہہ دیکھنا ہے کہ اہل اسپین نے اسکی ساتھ کیا سلوک کئے۔ اور اون کے بعد بہی اوسکے استقلال مین کمی واقع ہوئی یا زیادتی۔

اہل اسپین نے کچھہ مسلمانون ہی پر ظلم نہین توڑے بلکہ یہہ سدا کے وحشی اور ظالم ہین اور منتقم حقیقی نے اس صدی مین اونکو مزہ بہی خوب چکھایا ہے۔

سان ڈومنگو ایک نو دریافت جزیرہ کے باشندون نے اہل اسپین کے ظلم اور بیرحمی سے برانگیختہ ہوکر علم بغاوت بلند کیا۔ کولمبس نے اسکی اطلاع دربار اسپین کو دی یہان سے ایک ظالم شخص حاکم بنا کر بہیجا گیا۔ اوس نے اور شورہ پشت لوگون ہی تو کچھہ تعرض۔ کیا۔ بیچارے کولمبس کو زنجیرون مین باندہ کر اسپین بہیجدیا۔ اور اسطرح اپنی حسد کی آگ بجہائی۔

جب یہہ جہاز اسپین پہنچا تو ملکہ اوس حاکم کے ظلم سے بہت پشیمان ہوئی اور کولمبس کو رہا کردیا۔

مگر دیکھو اوس کے مہنہ سے اس سلوک پر کیسے صبر و استقلال کے کلمے نکلے اونہی کہا کہ:۔

"دنیا نے ہزارون رنگ سے میرا مقابلہ کیا اور آجتک مین نے اوسے روکا۔ مگر اب مین نہ ہتہیارون سے اپنے آپکو بچا سکتا ہون اور نہ زبان سے۔ بہلا دیکھو تو

کیسے وحشیانہ پن اور ظلم سے یہہ میری ساتھہ پیش آئے ۔!

مگر واہ رے بہادر اور مستقل مزاج کولمبس! اس سلوک پر بھی اوسکی ہمت نہ ہاری ۔ اور اوسکی ان تھک روح سمندر کے سطح پر ہوتی ۔

اس نے اپنے پانچوین سفر کے وسائل مہیا کئے ۔ اور خیال کیا اس مرتبہ کے سفر سے اسپین کو بہت کچھہ دولت ہاتھہ آئیگی ۔

ابکے ہی اسنے بہت سے جزائر دریافت کئے اور آخر کار ایک جزیرہ ویراگوا اس مین اسنے سونے کی کانین ڈھونڈھ نکالین ۔

جب یہہ آخری سفر سے اسپین واپس آیا تو اوسکی عمر ۷۰ سال کے قریب تھی ۔ اہل اسپین کے سلوک نے اسکو زیادہ دنون تک زندہ نرہنے دیا ۔ اور وہ چند مہینے کے بعد مرگیا ۔ اور دنیا کے صفحہ پر اپنا نام نہایت پائدار اور مشہور حرفون مین لکھہ گیا ۔

یہہ ہے استقلال ۔ اور یہہ ہین مستقل مزاج ۔ آپ یہہ خیال نہ فرمائین کہ مین نے استقلال چھوڑکر تاریخ پر لکچر دیدیا ۔ بلکہ یہہ صرف مثال تھی ۔ اور مثال سے ہر ایک چیز سہولت کے ساتھہ ذہن نشین ہوسکتی ہے ۔

میرے نزدیک تو یہہ ناانصافی ہوگی اگر مین عورتون مین اس مبارک قوت استقلال کے ہونے سے انکار کرون ۔ اور اگر ہو تو اوسکے ذکر کو پردہ مین رکھون ۔

یہہ خیال غلط ہے کہ عورتین متلون مزاج ہوتی ہین ۔ اون مین تلون کا پایا جانا ایسا ہی ہے کہ جیسا مردون مین ۔ بلکہ اگر اونکی مزاجی کیفیت پر نظر ڈالی جاے تو یہہ کہہ سکتے ہین کہ اون مین تلون کی صلاحیت ہی نہین ۔ اسلئے کہ یونانی طب کا یہہ ایک مسئلہ ہے کہ عورتین مبرود المزاج ہین ۔

مبرود المزاج آدمی ہمیشہ دھیما ٹھنڈا ہوتا ہے ۔ اوس مین سرعت خیالی یا انتقال ذہنی بہت کم ہوتی ہے ۔ بلکہ اوسمین ایک قسم کا انجماد یا سکون یا ٹھہراؤ ہوتا ہے ۔ کہ جو اضطرار

و تلون کے بالکل منافی ہے۔ ہمکو اس تھیوری کا ثبوت اوس خیال مین ملتا ہے کہ "عورتین عام طور سے ضدی اور بڑی مشہور ہین۔ اور ضدی یا خود پسند و خود رائے وہی شخص ہوتا ہے کہ جس مین قوت استقلال حد اعتدال سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہہ مسلمہ بات ہے کہ تمام خوبیان اور صفات حسنہ جسوقت دائرہ اعتدال سے خارج ہو جاتی ہین۔ تو ذمائم و معائب بن جاتی ہین۔

دیکھو! جو خیال حد سے بڑہ جاتا ہے وہ وسوسا ہو جاتا ہے۔ اور وہی پایا خیال کہ جو نقطہ انتخاب تھا اب وہی کالا کوا نظر آنے لگتا ہے۔ سخاوت سی مبارک اور کارآمد صفت مین جب بہت فراخ دستی اختیار کیجاتی ہے وہ اصراف کے نامبارک اور مضر حدود مین داخل ہو جاتا ہے۔

اسیطرح ہر ایک چیز کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ وہ اعتدال سے بڑہی اور گھٹی ہوئی۔ پھر ہم نہین سمجھتے کہ عورتین اور ٹوانتوا ٹول کیون کہلائی جاتی ہین۔ بلکہ اون مین تو استقلال اس درجہ اور اس کثرت اور زیادتی سے پایا جاتا ہے کہ عورتیر داخت اور کاٹ تراش یا تعلیم و تربیت نہونے کی وجہہ سے اوسنے ایک خودرو گھاس کی صورت اختیار کی۔ اور بجائے حسن کے قبیح معلوم ہونے لگا ہے۔

کچھہ عورتون ہی پر موقوف نہین بلکہ مرد و عورت دونون اوسوقت ضدی اور خودرائے کہلائے جانے کے مستحق ہین کہ جب اونکے جذبات و اختیارات مین تناسب اور اعتدال کی کمی ہو جائے۔ اور یہی ضد اور استقلال مین فرق ہے۔ اور جہان کہین اعلیٰ درجہ کی ذکاوت اوسط درجہ کی قابلیت کے ساتھہ استقلال کی صفت پائی جاویگی تو وہ دونون صفت انسانی کو علی التساوی خرد کامل اور اعلیٰ رتبہ کا شخص بناویگی۔

مگر مشکل تو یہی ہے کہ ان مورد الزام عورتون مین اعلیٰ تو درکنار اوسط درجہ کی قابلیت کا پیدا کرانا بھی گناہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور بہادر مرد کہتے ہین کہ "یہہ متلون طور

ضدی ہوتی ہین "

ہمارا تو یہہ خیال ہے کہ عورتین استقلال مین مردون سے بڑہی ہوی ہین - اور وہ اپنے اوسی استقلال سے کہ جو بے علمی اور نا تربیت یافتگی کے زنگ سے کثیف اور بوجہل ہو کر صفات حسنہ کے اعلی رتبہ پر پہنچانے کے بجائے اونکو پستی کیطرف کھینچے لیے جاتا ہے وہ کام کر سکتی ہین کہ مرد اون سے بہت سے کام نہین کر سکتے کہ لیس کی مثال مین آپ نے دیکھا ہی ہوگا -

عورتون کے استقلال اور ثابت قدمی کا اندازہ کرنا اسلیے ہی ناممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنے استقلال اور اپنی ثابت قدمی کو بہ نسبت عام طریقہ کے اپنے قریبی رشتہ دارون اور نزدیک تعلق رکہنے والون پر زیادہ کام مین لایا کرتی ہین -

عورت کا وجود مرد کی اندرونی زندگی اور روحانی ترقی سے بہت کچھہ تعلق رکہتا ہے جو بچے کہ بے عزت اور بیحیا اور نا تربیت و نا تعلیم یافتہ عورتون مین پرورش پاتے ہین - اونکی حالت پوری اونکی محل تربیت کا چربہ ہوتی ہے اور نہایت قابل رحم ہوتی ہے عام شیر خوارگی مین بچہ کے خصائل کو عورت ہی سانچہ مین ڈہالتی ہے - اور جب سن رُشد کا زمانہ آتا ہے تو اوسوقت قوائے ذہنی کی ترقی نگہداشت کرنے والی ہوتی ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک گہرانے کے مرد ویسے ہی ہوتے ہین کہ جیسے اوس گہرانے کی عورتین اونکو بنا دیتی ہین -

عورتون کا اثر صرف بچون ہی پر نہین بلکہ وہ بذات خود بہی ویسی ہی بہادر اور مستقل مزاج ہوتی ہین کہ جیسے مرد - عورتین اخلاقی اور جسمانی خطرات کے مرحلے اوسی طرح طے کرتی ہین کہ جس طرح کوئی بہادر سے بہادر مرد طے کر لے - اونکی مستقل مزاجی اکثر بہادری کی صورت مین جلوہ گر ہوتی ہے اور اونہون نے سلطنتون کے برقرار رکہنے مین اپنی مردانہ استقلال اور ہمت و ثابت قدمی کا اعجاز دکہلایا ہے - ذیل مین اسکی دو ایک مثالین

بیان کی جاتی ہین -

سنہ ۱۴۲۲ء مین جب انگریزون نے فرانس کو پامال کر دیا - اور پیرس تک پہنچ گئے اور آرلینز کا محاصرہ کرلیا تو اوسوقت فرانس کی حالت نہایت نازک ہوگئی تہی - بڑے بڑے امرا و اراکین سلطنت نے بادشاہ چارلس ہفتم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا - اور الگ الگ اپنی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین قایم کرلین - اور بادشاہ شکم سیری تک سے محتاج ہوگیا تو اوسوقت ایسی مستعد اور مستقل مزاج شخص کی ضرورت تہی کہ وہ بادشاہ کو اس قعر نکبت سے اوٹھاکر پھر عروج سلطنت پر پہنچا دے -

سبحان اللہ! کیسی خفیف سی بات نے ایک تمام قومی حالت بدل دی - ایک عورت ایک دہقان کی لڑکی جو بیچاری سولی کا کام کرتی تہی اور مویشیون کی دیکھہ بہال کیا کرتی تہی - فرانس کی مدد کو نکلی - اور اپنی خداداد قوت استقلال کو بہادری کی صورت مین ظاہر کرنے چلی -

اسکا نام جون آوف آرک تھا - یہہ ایک نیک بخت اور قوی دل لڑکی تہی - یہہ بڑے بڑے پرجوش خواب دیکہا کرتی تھی - اس نے کسی کو اپنے کان مین کہتے ہوے سنا کہ:-
"شاہ فرانس کی مدد کو جا - اور یقین جان کہ اوسکو تیری مدد سے دوبارہ سلطنت مل جائیگی"

جب اوس نے فوج مین اپنی خدمت پیش کرنا چاہی تو وہ دیوانی خیال کی گئی - مگر اوسکی صدق مقالی اور سچے دلی جوش نے اوسکو اپنے ارمان پورا کرنیکا موقع دلا دیا - اور وہ فوج مین لے لی گئی -

بادشاہ فرانس کا تو یہہ خیال تھا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا - مگر پادری اوسکو شیطان کی چیلی ہی سمجھتے رہے -

جون آوف آرک نے بیس تیس ہزار انگریزون پر حملہ کیا - گو یہہ بہادر اور باہمت وثابت قدم لڑکی اس حملہ مین زخمی ہوگئی - مگر انگریزون کے بہی قدم اوکہڑ گئے - اور وہ نکال

باہر کر دئے گئے۔ آرلینز کا محاصرہ اوٹھا دینے پر بھی اوسکو اطمینان نہین ہوا بلکہ وہ یہہ چاہتی تہی کہ انگریزونکو بالکل ملک بدر کر دے۔ چنانچہ فوج نے اوسکی کمان مین پھر متعلم پاٹے انگریز وہان پر حملہ کیا۔ اور اونکو دوبارہ شکست دی۔ اور فرانس کو فتح و نصرت دلا کر رہی۔ اور چارلس ہفتم کو کہ جسکی مدد کو یہہ لڑکی ایک آسمانی فرشتہ بنکر آئی تھی۔ بمقام ریہیمز تاج پہنایا گیا۔

گو اسکا یہہ نتیجہ ہوا کہ جب وہ انگریزون کے ہتے چڑہی تو اونہون نے اس زمانہ کے اعتقاد کے موافق اوسکو ایک جادوگرنی سمجھکر آگ مین جلا دیا۔ مگر فرانسیس ابتک جون آوف آرک کو نہین بہولے مین۔ اونہون نے اوسکی عظمت کی یادگار مین ہزار ہا اوسکے بت (اسٹیچو) بنوا کر قائم کئے اور جب کوئی فوجی دستہ اوسکے وطن ڈومریمی سے گذرتا ہی تو وہ اوسکی سلامی اوتارتا ہے اور یہہ رسم ابتک جاری ہے۔

اوس مین ایسی کونسی بات تہی کہ جس نے لوگون کو اسکے ساحرہ ہونے کے دہوکہ مین ڈالا؟ وہ ثابت قدمی اور صرف ثابت قدمی ہی تہی کہ جو اوسکو استقلال کی بدولت حاصل ہوی تھی۔

ایک دوسرے موقع پر بھی نظر ڈالئے کہ ایک عورت اتفاقات زمانہ سے کس استقلال کے ساتہہ مجادلہ کر رہی ہے۔

یہہ الیزبیتھہ ملکہ انگلستان ہے کہ جس نے تیس برس کے خطرناک زمانہ کا کہ جسوقت ملک کے ہر گوشہ مین اندر اور باہر مذہبی آگ بہڑک رہی تہی۔ نہایت استقلال سے مقابلہ کیا اور آخر تک اوسکی قوت استقلال نے اوسکو جوانمرد بنائے رکھا۔

اور ایک مرتبہ وہ اپنی فوج کے بیچ مین آکر کہڑی ہوی اور اوس نے نہایت استقلال سے آواز قہر ناکی طرح کڑک اپنے اہل فوج کی ہمت باندہی۔ اور اسطرح گویا ہوی کہ :-

دے ظالمون کو بیبت زدہ ہونے دو! مین نے ہمیشہ اپنا طریقہ یہہ رکہا ہے کہ خدائے لایزال پر اپنی اعلیٰ سی اعلیٰ قوت کا بہروسہ کرتی رہی ہون۔ اور استقلال سے اپنے تحفظ کو مین اپنی وفادار رعایا کی مرضی اور خوش دلی کے حوالہ کرتی رہی ہون۔ اسلئے تم مجکو دیکہہ رہے ہو کہ مین میدان جنگ مین اس قصد سے آئی ہون کہ اگر زندہ رہون تو تم سب کے ساتہہ اور اگر مرون تو تمہارے سب کے ساتہہ"

یہہ الفاظ تہے کہ جو ایک مستقل مزاج عورت کے مونہہ سے نکلے تہے۔ پہر آپ ہی فرمائی کہ ایسی ملکہ کی اطاعت کرنے کو کون اپنی سعادت نہ سمجہتا؟

خاتمہ

جسقدر کامیاب اور بامراد لوگون کے قصے اور تذکرے ہین وہ تمام قسمت یا تقدیر کے کامیاب کئے ہوئے نہین ہین بلکہ بہت زیادہ ایسے ہین جو اپنی سرگرمی اور مستقل مزاجی سے فتحمند اور کامیاب ہوئے ہین۔

جیسا آجکل زندگی کے ہر ایک کاروبار مین بہت بڑا مقابلہ اور مقاومت ہو رہی ہے اسکی نظیر کسی زمانہ کی تاریخ مین نہین ملتی۔

آجکل کا زمانہ وہ ہے کہ جسمین لوگون کو چاہئے کہ اژدہام چیرتے ہوئے۔ دوسرونکو ہٹاتے ہوئے۔ کہنیون کو ادہر اودہر مارتے ہوئے۔ ایک دوسرے سے آگے بڑہنے اور اپنے آپکو سنبہالنے کی کوشش کرین۔

جو شخص کہ اپنی سست کاری اور غفلت شعاری پر مطمئن رہتا ہے تو ہر سال اوسکو اپنا تنزل دیکہنا نصیب ہوتا ہے۔ یہانتک کہ وہ زندگی کے دوڑ کے میدان مین ایک دن اوندہے منہ گر جاتا ہے۔

زندگی کی ڈور کے میدان مین جب وہ سب سے پیچہے اور سب سے برا رہتا ہے

تو عمر کے آخر وقت مین کسی کام کے شروع کرنے کی ہوس دامنگیر ہوتی ہے -
یہہ مت سمجھو کہ صرف خشکی یا تری کی دریافتون اور جنگ کے میدانون یا امن و
آمان کے زمانہ کے علوم و فنون ہی پر مستقل مزاجی اور ثابت قدمی غالب آتی ہے -
بلکہ یاد رکھو کہ وہ ہر ایک غیر مغلوب مواقعات پر یکسان غالب اور فتحمند ہوتی ہے - مگر
یہہ سب اوسوقت ہے کہ جب ہم اپنے عیوب اور نقصون پر مطلع ہونے کی کوشش کرین -
اسلئے کہ اپنے کمالات کی طرح اپنے نقصون کو جاننا ہی گویا دوسرون کو بتانے اور بہت سے
سے روکنا ہے - جیسے تم اپنے کمالات کا جاننا ایک ضروری بات سمجھتے ہو ویسے ہی اپنی
خامیون اور عیوب کا جاننا اور اونکو کامل بنانا اور اصلاح کرنا ہی اپنا فرض سمجھو - راقم
محمد اختر

معلم نسوان ———— :

اس مضمون مین اس امر پر بہت زور دینا چاہیے تھا کہ فطرتاً صبر و استقلال کا مادہ عورتون مین
زیادہ ہے - جس قدر آسانی کے ساتھہ عورتین مصائب اور محنت کی دشواریون کو اٹھاتی اور
ان مین ثابت قدم رہتی ہین اسقدر آسانی سے انہین مرد برداشت نہین کر سکتے - کیونکہ حکمت مین
یہہ امر مسلم مانا گیا ہے کہ مردون مین قوت فاعلی زیادہ ہے اور عورت مین قوت انفعالی - یعنی مردون مین تو ایک کام
کا جوش ہوتا ہے اور وہ جوش ایک قلیل عرصہ تک قائم رہتا ہے - مگر عورت مین صبر و ثبات کی قوت ہے اور
وہ محنت اور مشقت کے کامون کو لگاتار ایک مدت دراز تک کرتی رہتی ہے - اس امر کا ثبوت ہمین وحشی اقوام
یا دیہات کے آدمیون کی طرز معاشرت کے مشاہدہ سے بخوبی ہوتا ہے - دیہاتی مرد ایک محدود وقت تک جسمانی محنت
کرکے تھک جاتا ہے - مگر دیہاتی عورت صبح سویرے اٹھ کر رات گئے تک مسلسل محنت کے کامون مین لگی رہتی ہے علاوہ ازین عورتین
قدرتاً زچگی کی مصیبت برداشت کرتی ہین جس سے مرد بالکل بری ہے - عورتین رنڈاپے کی سخت مصیبت جھیلتی ہین مگر
مرد اسکو جھیل نہین سکتا - عورتین شوہر کے ساتھہ زندہ جل گئی ہین - عورتین اپنی بات کی پچ مین اپنی جان بآسانی دیدیتی
ہین - مگر مردون مین یہہ جرات جو انتہا درجہ کی قوت ارادہ کا نتیجہ ہے اسقدر زیادہ نہین جسقدر وہ عورتون مین موجود ہے
مرد جو ہمین بزدل اور متلون کہتے ہین وہ بالکل غلط ہے - بلکہ یہہ نامردی اور تلون مزاجی ان مین صد ہا برسون کی کوشش سے پیدا کی

رنگ کی بعض تاثیرین

جیساکہ آجکل کے زمانہ مین جب ہر ہر علم کی ابتدائی کتابین آٹھہ آٹھہ آنہ کو فروخت ہوتی ہین ہر شخص کو معلوم ہے کہ آفتاب کی کرنین خواہ روشنی کی شعاعین تین خاص الخاص اقسام کے الوان پر منقسم ہین اور جن اشیا پر یہہ کرنین پڑتی ہین اُنکے اثر پزیر ہونے کے اعتبار سے ہر ہر قسم کی شعاعون کی مختلف تاثیرین علیحدہ علیحدہ پیدا ہوتی ہین۔ روشنی کے اجزائے ترکیبی کی تاثیرات کا یہہ ایک ابتدائی علم ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اس بارہ مین زیادہ توضیح و تفصیل کی کوئی حاجت نہ تہی۔ اور یہہ امر کہ سرخ شعاعون مین روشنی کی وہ خاصیتیں جو حرارت پیدا کرتی ہین اور زرد شعاعون مین زیادہ مقدار کی نورانیت اور اودے رنگ کی شعاعون مین کیمیائی تاثیرین پیدا کرنے کی خاصیت شامل ہوتی ہے رنگ کی تونون کے علم کی ابجد ہے۔ رنگ کا جو اثر انسان کے نظام جسمانی پر پڑتا ہے اسکی کیفیت ابہی تک بہت کم معلوم ہوی ہے۔ یہہ ایک مشہور بات ہے کہ حیوانات کی قوت باصرہ بعض اقسام الوان کا احساس زیادہ کرتی ہے۔ اور آنکہہ کے پردہ رطینہ کی پشت پر اعصاب کے جو کنارے واقع ہوتے ہین اور جنسے روشنی منتقل ہوتی ہے اون مین جہان تک وہ الوان زیادہ شامل ہوتے ہین اُسی کے موافق اُن رنگون کا احساس ہوتا ہے۔

اس گمان کی ایک تائیدی مثال کے طور پر یہہ بات بیان کیجا سکتی ہے کہ بعض تجار جو افریقہ مین تجارت کرتے ہین ہاتی دانت سے مبادلہ کرنے کے لئے منجملہ دیگر مال تجارت کے شفاف سرخ رنگ بہی ساتہہ لے گئے تھے اور حبشیون کے ایک سردار نے کچہہ فاصلہ سے دیکہہ لیا کہ یہہ رنگ ساحل پر آیا ہے۔ اوس سرخ رنگ پر نظر پڑتی ہی ویسی لوگون کی کل جماعت کے لوگ بہاگ بہاگ کر اپنے جہوپڑون مین ہو رہے کیونکہ اس رنگ کے سبب سے اُنکے نہایت درد ہونے لگا اور جیسا کہ ہمنے سابق مین بیان

کیا ہے یہہ سب باتین ایک علم کی مبادی مین سے ہین جسکو سر ائزک نیوٹن نے دریافت
کرنا شروع کیا تھا - اور انکا قول تھا -

"سائنس بہت ہی آہستگی کے ساتھہ آگے بڑہتا ہے لیکن بیل کی طرح ایک مقام سے
دوسرے مقام کو پہونچتا جاتا ہے"

اور ہر تازہ بات جو دریافت ہوی ہے اوس مین برسون کا زمانہ صرف ہوجاتا ہے
جیساکہ عکس شعاع کی حقیقت سے عیان ہے کہ روشنی کے ترکیبی عناصر کے جدا ہونے مین
کیا کیا باتین پیدا ہوئی ہین -

اور اب ہم قیاس کرسکتے ہین کہ الوان مین جو دوائی خاصیتین پائی جاتی ہین آئندہ
اونکے متعلق بہت کچھ ترقیون کے ہونے کا احتمال پایا جاتا ہے - ابہی تک ایسی کوئی خاصیت
دریافت نہین ہوئی کیونکہ ایسی سب باتین صرف محنت شاقہ کے بعد معلوم ہوسکتی ہین اور یہہ
ایک ایسی محنت شاقہ ہے جسکی جانب کاروباری دنیا کے لوگ بڑی مشکل سے توجہ کرینگے
کیونکہ یہہ بات دشوار معلوم ہوتی ہے کہ کوئی شخص اس بات مین خوشی یا دلبستگی حاصل کرلے
کہ عمر بہر زرد خواہ نیلے رنگ کی پوشاک محض اس غرض سے پہنے کہ ایسے رنگ کے
استعمال کا اوسکے جسم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے گو لوگون کا حوصلہ بڑہنے کے لئے ایک نظیر موجود
ہے کہ انگلستان مین سلٹ قوم کے لوگ موسم گرما مین اپنے بدن کو نیلے رنگ سے
رنگا کرتے تھے - اوس مین انکو ضرور فائدہ معلوم ہوا ہوگا جو زمانہ حال کے لوگون کو نہین معلوم
ہے ممکن ہے کہ اونکے نزدیک یہہ رنگ ٹھنڈک پیدا کرنے والا ثابت ہوا ہے - لیکن اس
بات کے دریافت کرنے مین لوگون کو بڑی دلچسپی ہوگی کہ آن لوگون کے اجسام مین جو کیمیائی
کرنین جذب ہوتی تہین وہ کیا اثر پیدا کرتی تہین اور کسوجہ سے انہون نے ایسا دستور
اختیار کیا یا کیا آنسے اتفاقات واقع ہوے جس سے ان لوگون کو گرمی مین آسمانی رنگ
سے بدن خواہ کپڑے رنگنے کی ترغیب ہوئی - ہمکو یہہ بات تو اچہی طرح سے معلوم ہے

کہ گرم ملکون کے لوگون کا رنگ کالا ہوتا ہے آفتاب کی کرنون مین جو خاصیتین پائی جاتی ہین ضرور
نیچر نے اُنکے موافق ایک حالت اختیار کرنیکی صلاحیت پیدا کر دی ہوگی اور اس سے خاص خاص
حالتون مین وہ لوگ جو سب سے زیادہ زندہ رہنے کی اہلیت رکھتے ہونگے باقی اور قائم رہ سکے
ہونگے اور اس خاص صورت مین سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مختلف اقوام کے لوگون کا جو مختلف رنگ
پایا جاتا ہے اُسکے باعث سے اِن مین خاص خاص اقسام کی آب و ہوا کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا ہوگئی
ہے اور آفتاب کی شعاعون مین جو گرمی پائی جاتی ہے وہ ایک بڑے درجہ تک کالے رنگ کی
حیثیت سے خارج ہوتی ہے۔ ساتھ ہی اسکے کالے رنگ کے لوگون کو چیچک زیادہ ہوجایا کرتی
ہے اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ گرمی کی شعاعون کے اخراج سے ایک ذریعہ کمزوری کا بھی پیدا
ہوتا ہوگا جو بعض خاص حالتومین بعض امراض کے پیدا ہونیکا باعث ہوجاتا ہوگا۔

سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا کہ ایک انگلش طبیب جو اپنی جدت خیال کے لئے نہایت
مشہور تھا چیچک کے مریضون کا علاج اسطور پر کرتا تھا کہ انکو ایک سرخ رنگ کے کمرہ مین
رکھتا اور وہان اوڑھنے بچھونے کی بھی جسقدر چیزین ہوتی تھین سب سرخ رنگ کی استعمال کیجاتی
تھین اور کوئی شئے جسکا رنگ بدلنے کے قابل تھا سرخ رنگ کی کردیجاتی تھی اور اوسکا نتیجہ
نہایت ہی خاطر خواہ پیدا ہوتا تھا۔ اس زمانہ کے بہتیرے معالجات کے طور پر یہ کبھی کوشش نہین کی گئی
کہ اس مرض اور اسکے علاج کے ماببین علت و معلول کا کوئی تعلق ثابت کیا جاتا۔ جن تدبیرات مین کامیابی
ہوتی تھی اُنکے بارے مین یہ خیال کیا جاتا ہی تھا کہ موجود ہین کوئی خاص کرامت یا بھید ہے۔
پُرانے دستورات اور خیالات بتدریج دور ہوتے ہین اور آج کل کے زمانہ مین بھی لوگ
ڈاکٹرون سے کہا کرتے ہین کہ آپ اپنے خاص تجربہ کا کوئی نسخہ تجویز کیجئے ابھی بہت زیادہ عرصہ
نہین گزرا جب ایک اخبار نے بڑی شوخی کے ساتھ سرخ کمرہ مین ٹھہاکر چیچک کے مریضون
کے معالجہ کے بارہ مین مضحکہ کیا تھا اور قرن اوسطیٰ کی بیہودہ باتین اور وحشیانہ دستورات اور
خود پسندی کے خیالات کی تائید کرنے والے ابتک پائے جاتے ہین لیکن اسکے کچھ ہی عرصہ کے بعد

رنگ کی بعض تاثیرین

معلم نسوان جلد ۱۳ نمبر ۳

دریافت ہوا کہ اہل جاپان بھی چیچک کے مریضون کا علاج اسی سرخ رنگ کے ذریعہ سے کرتے ہین اور
اسمین بڑی کامیابی ہوتی ہے چنانچہ دیگر ممالک مین جو کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہین ایسے اشخاص
جاپان مین بہت کم نظر آتے ہین - اسمین شک نہین کہ جاپانی بہت ہوشیار اور چالاک نوخیز قوم کے لوگ
ہین اور انھون نے ترقی تہذیب مین بہت مہارت ظاہر کی ہے - لیکن اسکا نتیجہ یہ کسی طرح سے نہین نکلتا
کہ جن باتون کو وہ اپنے پرانے رسوم و رواج کے موافق ابتک کرتے آئے ہون انکی بھی تقلید
اس زمانہ مین کی جائے اسی اصول کے موجب یورپ کے زمانہ کے بیشتر کنین ملیریا بخار مین نہین
دی جاتی تھی - لیکن مریضون کی خوش قسمتی سے عام فہم کے لوگون نے بھی وہ طریقہ اختیار کر لیا جو
اتفاق سے دریافت ہوا تھا اور تجربہ سے بھی عمدہ پایا گیا - اور جس طرح کنین سے ملیریا بخار کے مریض
اچھے ہونے لگے اسی طرح یہ بات بھی ممکن ہے کہ روشنی کی سرخ شعاعون سے معمولی مرض چیچک
کے مریض اچھے ہو جائین - یہ امر تو یقینی ہے کہ ہندوستان کے بھوکھے فاقہ کش باشندون کے لئے
یہ ایک آسان علاج ہے اور یورپ مین بہت ہی تازہ تجربہ کے ذریعہ سے یہ بات دریافت ہو گئی کہ
یہ ایک عمدہ تدبیر ہے - باینہمہ اس بات کی امید نہین پائی جاتی کہ اس قسم کی آسان تدبیرات کی آزمائش
معقول طور پر ہو سکیگی - نعمان شامی کی طرح لوگ اپنی مصیبتون کو ساتھ لئے ہوئے ہزارہا میل کا
سفر طے کر کے بڑے بڑے دریاؤن تک چارہ کار کی تلاش مین جائینگے لیکن انکے پاؤن کے نیچے
جو چھوٹا سا دریائے جارڈن بہتا ہے اس سے فائدہ نہ اٹھائینگے - لیکن جیسا جیسا علم بڑھتا اور تجربہ وسیع
ہوتا جاتا ہے بہت سی وہ باتین جو بالکل پُراسرار معلوم ہوتی ہین عام طور کی باتون مین داخل ہو جائینگی
اور اس مین شک نہین کہ کبھی کسی وقت تک اس بات کا بھی حال معلوم ہو جائیگا کہ انسان کے بدن
پر رنگ کا کیا اثر پڑتا ہے اور وہ صرف بیماریون کے دور کرنے مین کام نہ دیگا بلکہ ہر قسم کے موسمون
کی سختیان برداشت کرنے اور دنیا بھر مین اختلافات آب و ہوا کی وجہ سے لوگون کی تعلیم مین جو معذوریان
پائی جاتی ہین اونکے متعلق بھی فائدہ حاصل ہو سکیگا - (ترجمہ از انگریزی).

عورتیں قومی ترقی کا اعلیٰ ذریعہ ہیں
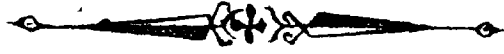
*اس میں شک نہیں کہ سوسائٹی میں بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں۔ جو ترقی او تنزل پر اثر ڈالتے ہیں۔ اگر کوئی قوم پست ہو جائے۔ اس کی حالت خراب ہو جائے۔ اس کے تمام کاموں میں ابتری پھیل جائے اور تجارت بے رونق ہو جائے تو ہم پہلی نظر میں یہی خیال کریں گے کہ اس کا سبب یا گورنمنٹ کی خرابی ہے یا رعیت کی جہالت۔ یا زمین کا سرسبز او رشاداب نہ ہونا۔ یا اس کے سوا اور اسباب ہوں گے۔ جو ملک کی دولت اور اس کی ترقی کے وسائل پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ اس حالت کا علاج اگر ہم تلاش کرنا چاہیں۔ تو ہم یہی تجویز کریں گے کہ حکومت کی اصلاح ہو علوم کی اشاعت کی جائے۔ قوم کی تربیت میں کوشش کی جائے۔ زراعت اور تجارت میں جو خلل آگیا ہے۔ وہ دور کیا جائے۔ یا اسی طرح کی اور باتیں تجویز کریں گے جو شائستگی کے لئے ضروری خیال کی جاتی ہیں۔ اور جن کے مفید ہونے میں کوئی شخص اختلاف نہیں کر سکتا۔

لیکن تنہا یہی امور ایسے نہیں ہیں جن پر دنیا کی قوموں کی ترقی یا تنزل کا دارومدار ہو بلکہ ممکن ہے کہ ان اسباب کی تاثیر کم زور ہو۔ یا وہ دوسرے پوشیدہ اسباب سے پیدا ہوئے ہوں جن کی کوئی پروا بھی نہیں کرتا۔ یہ سچ ہے کہ حکومت کا خراب ہونا اور حاکموں کا ظلم و ستم یہ دو سبب قوم کی ذلت اور پستی اور اس کی حالت کی تباہی کے لئے کافی ہیں اور جہالت بھی بلاشبہ اُن اسباب میں سے ہے۔ جو ملکوں اور قوموں کو تباہ اور برباد کرتے ہیں۔ اور ہم اس بات کا بھی انکار نہیں کرتے کہ علم کے وسیع اور عام طور پر اشاعت کرنے سے ہر قوم معراج ترقی پر پہونچ سکتی ہے اور یہی حال دوسرے اسباب کا بھی ہے مگر ہم ان تمام اسباب پر اس وقت بحث نہیں کریں گے۔

ہمارے ملک کے انشا پردازوں نے ان اسباب کے مطالعہ میں کوشش کی ہے۔ اور ان کو

---

* یہ مضمون مصر کے مشہور عربی رسالہ "الہلال" سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

نکتہ چینی کے ساتھ جانچا اور پرکھا ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو شایستگی اور تہذیب پر ان امور کے اثر ڈالنے سے انکار کرتا ہو۔ ہم ان امور کے اصلی اسباب پر بحث کرنی چاہتے ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حکومت کی خرابی ملک کو تباہ کرتی ہے۔ تو یہ سچ ہوگا۔ لیکن پوچھنا یہ ہے۔ کہ وہ خرابی کیونکر پیدا ہوئی؟۔ اگر ہم یہ کہیں کہ رعیت خود اپنے جاہل ہونے سے ذلیل اور پست ہو جاتی ہے۔ تو یہ بھی درست ہے۔ لیکن دریافت کرنا یہ ہے کہ رعیت کے جاہل ہونے کا سبب کیا ہے۔ اسی طرح اگر ہم یہ بات کہیں کہ زراعت اور تجارت کی طرف سے بے پروائی کرنا ملک کی خوشحالی اور سرسبزی کو ملیامیٹ کر دیتا ہے تو یہ بھی صحیح ہوگا۔ لیکن ہم سے پوچھا جائے گا کہ اس بے پروائی کا کیا باعث ہے۔ یہ تنزل کے اسباب۔ جو ہمنے بیان کئے اُن کی اصلی علت ضرور کچھ اور ہے۔ جس کے معلوم ہونے سے ملک کی تباہی دور ہو سکتی ہے۔ یہی حال ترقی کے اسباب کا ہے اور ان کی بھی اصلی علت کچھ نہ کچھ ہے۔ ہم ان تمام اسباب پر تفصیل کے ساتھ نظر ڈالنی چاہتے ہیں اور وہ اصلی اسباب جن کا ہم نے ذکر کیا حسب ذیل ہیں

(۱) عورت۔ عورتیں اُن طاقتور اور پوشیدہ اسباب میں سے ہیں۔ جن کی تاثیر سوسائٹی پر ہوتی ہے۔ عورتوں کی شرمگینی۔ پردہ نشینی۔ نزاکت۔ اور لطافت کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو تم اپنی نوجوانی اور دوڑ دھوپ اور محنت اور کوشش پر مغرور مت ہو۔ میدان جنگ میں توپوں سے آگ برسانے۔ ملکوں اور بر اعظموں کی سیر و سیاحت کرنے۔ سمندروں کی تہ میں غوطہ لگانے۔ بجلی۔ بھاپ اور بحر کی دیگر قوتوں سے کام لینے اور ان کو مسخر کرنے پر فخر نہ کرو۔ تم اپنی قوت اور شوکت سطوت اور جبروت سے عورتوں پر اپنے تئیں ترجیح مت دو۔ تم اپنے علم صنعت۔ ایجاد اور انکشاف سے عورتوں کو مت ڈراؤ۔ تم کیسے ہی معزز اور بلند مرتبے کے ہو۔ کیسے ہی عالم و صناع ہو مگر یہ خوب سمجھو کہ تم وہی پودے ہو جن کو عورتوں نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ تم انھیں کے دل اور انھیں کی زبان کی مخلوق ہو۔ اگر اُن کا نازک اور کمزور دل نہ ہوتا تو تمہارا بے خوف اور دلیر اور طاقتور دل کہاں سے آتا۔؟ اگر اُنکی نازک اور نرم انگلیاں نہ ہوتیں۔ تو تمہارے فولادی اور مضبوط ہاتھ کہاں سے ہوتے؟ پس عورتیں جو باورچی خانہ کے کام میں مشغول رہتی ہیں۔ سوسائٹی پر ایسا زبردست اثر ڈالتی ہیں جو بڑے بڑے

لشکرون اور سپہ سالارون اور عالمون سے ممکن نہین -

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ عورت ہی ماں ہوتی ہے - عورت ہی بیوی ہوتی ہے - عورت ہی بہن ہوتی ہے - اور ماں اور بیوی اور بہن ہی وہ ہین جن کے ہاتھ مین تمدن اور شایستگی کی باگ ہے اس تمدن اور شایستگی کو کامیابی اور ترقی کی بلندی پر پہونچانا یا پستی اور تباہی کے گڑھے مین پھینک دینا انہین کے اختیار مین ہے - وہ اپنا اثر اس طرح چپ چاپ ڈالتی ہین کہ معلوم ہی نہین ہوتا - اس مین ذرا بھی تعجب نہین ہے کیونکہ جب کوئی انسان اعلےٰ رتبہ پر پہونچتا ہے یا ترقی کے مدارج طے کرجاتا ہے تو وہ یا تو کسی بیوی کا شوہر ہوتا ہے یا کسی ماں کا بیٹا یا کسی بہن کا بھائی یا وہ شوہر بھی ہوتا ہے ، بیٹا بھی اور بھائی بھی - یعنی وہ عورت ہی کی گود مین پلا ہے - عورت ہی کا رفیق ہے عورت ہی کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا ہے - اور وہ بچپن اور لڑکپن کے زمانہ مین عورت ہی کا مطیع تھا - اور مجبوراً اُسی کے احکام کو مانتا تھا - کہولیت کی عمر مین وہ عورت ہی کی تعظیم و تکریم کرتا تھا - اور اسی کی مہربانیون کا احسان مند تھا - اُس نے اپنی زندگی کے دس حصون مین سے نو حصے عورت ہی کے سامنے بسر کئے اور جو بات اُس کے نازک اور نرم ہونٹون سے نکلتی تھی اس کو تسلیم کرتا رہا - جس طرح عورت نے چاہا اس کو پالا اور جس طریقہ پر اُس نے چاہا اوسی طریقہ پر وہ جوان ہوا - وہ خوشی سے اس کا مطیع اور فرمان بردار رہا - اُسی کے اشارون پر چلتا رہا - اور آنکھہ بند کئے اس کے حکمون کو مانتا رہا - جب تم کسی انسان کو دیکھو کہ وہ اعلی درجہ کی ترقی اور علم و فضل کے حاصل کرنے مین محنت اور کوشش کرتا ہے - تو سمجھہ لو کہ جو بات عورت نے چپ چاپ اوس کے دل مین ڈال دی تھی وہ ہی کھلم کھلا طلب کرتا ہے - اور جو چیز عورت نے اُس کی طبیعت مین مضمر رکھدی تھی اور اسی کے تلاش مین بالارادہ سرگرم رہتا ہے - جج عدالت مین علی الاعلان احکام جاری کرتا ہے حالانکہ اس کے احکام مین ماں اور بیوی کی خیالات کی جھلک پائی جاتی ہے - سوداگر بازار مین اپنا مال فروخت کرتا ہے - حالانکہ اُس کی باتون مین اس سختی یا نرمی یا شیرین کلامی یا بدگوئی کا اثر پایا جاتا ہے جو اُس نے اپنے گھر کے آدمیون سے سیکھی ہے - اسی طرح کوئی مضمون نگار یا صناع یا وکیل یا طبیب ہو اس کے

کاروبار مین عورت کے فیضان صحبت کا اثر ہوتا ہے یہ اس لئے کہ عورت کا اثر انسان پر بہ نسبت تمام امور فطرت کے زیادہ ہوتا ہے۔ فرانس کے باشندے انسانون کے ہر نیک بری یا بھلی حالت کو عورت کے طرف منسوب کرتے ہین اگر کوئی حادثہ ظہور مین آئے اور اس کا سبب معلوم نہ ہو تو وہ کہتے ہین کہ عورت کو ٹٹولو۔ غرض کہ وہ اسباب جو سوسائٹی پر اپنا اثر ڈالتے ہین ان مین عورت سب سے زیادہ ڈالتی ہے۔ اگر عورتین تربیت اور تہذیب سے آراستہ ہون تو اس مین کوئی شک نہین ہے کہ سوسائٹی کی ترقی کے لئے وہ اعلیٰ ذریعہ ہو سکتی ہین۔

(۲) عادات اخلاق۔ اس سے ہماری مراد نوجوانون کی بری یا بھلی عادتون سے ہے۔ اخلاق کی بہت قسمین ہین جن کی تفصیل سے یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ ہم اس مقام پر ان مین سے چند ضروری اخلاق کا بیان کرتے ہین اور وہ حسب ذیل ہین۔ اول پرہیزگاری جس سے ہماری مراد عام طور پر بری باتون سے بچنا اور خاصکر بدکاری سے پرہیز کرنا ہے۔ یہ ناپاک خصلت تہذیب اور شایستگی کو سب سے زیادہ برباد کرنے والی ہے۔ کیونکہ اس مین پست ہمتی۔ ذلت اور دنارت پائی جاتی ہے۔ پس وہ قوم جس مین بدکاری عام طور پھیلی ہوئی ہو۔ اس کے افراد ذلیل پست ہمت۔ کم عقل اور ناتوان ہون گے۔ خاص کر اس حالت مین جب کہ نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے اور رات کے سب بیہودہ باتون مین محو ہون۔ اگرچہ حرام تک نوبت نہ پہونچی ہو۔ ایسے لوگ جو بیہودہ چال چلن رکھتے ہون۔ اور بدکاریون مین غرق ہون ان سے کسی فائدہ کی توقع نہین ہو سکتی بلکہ وہ تہذیب و شایستگی کے جسم مین فاسد اعضا ہین۔ اس بیان سے خیال مین آسکتا ہے کہ کیونکر سلطنتین تباہ ہوتی ہین۔ اور جب یہ مہلک بیماری کسی قوم کے بڑے آدمیون یا حکومت کے ارکان مین پھیل جاتی ہے تو وہ قوم جلد جلد بگڑنے لگتی ہے۔ کیونکہ عیش پرستی ان کو انصاف پرستی اور فرایض حکمرانی سے باز رکھتی ہے۔ اور کل قوم پر عام بلا نازل ہوتی ہے۔

مگر وہ لوگ جو افعال بد سے بچے رہتے ہین وہی دنیا مین کچھ کام کرتے ہین جب وہ کسی بات پر جھک پڑے تو جھک پڑے ان کو ٹالنے والی کوئی چیز نہین اور جب وہ کسی بڑے کام مین لگا دئے گئے تو اوس کے کرنے پر فوراً کمربستہ ہو گئے اور اسی کے ہو رہے ایسے ہی لوگ اپنے ملک کی خدمت کرتے ہین اور اس کی عظمت بڑھانے مین مددگار ہین۔

بد اخلاقیوں میں سے ایک آفت قمار بازی کی ہے یہی بدکاری کی برابر تہذیب کو نقصان پہونچاتی ہے بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ مضرت رسان ہے۔ قمار بازی اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے۔ جوا کھیلنے والوں کی طبیعتوں میں لالچ اور بغض پیدا ہوجاتا ہے۔ اس سے مال کا نقصان اور ترقی کی امیدوں کا خون ہوجاتا ہے۔ جوا کھیلنے والے میں محبت اور ہمدردی نام کو نہیں رہتی۔ وہ اُسی دُھن میں رہتا ہے۔ کہ مال کو برباد کرے۔ جب وہ اپنے بھائی کا بھی دوست نہیں ہوتا تو اپنے اہل وطن پر کب مہربان ہوسکتا ہے۔؟ وہ سوسائٹی کا دشمن ہے۔ کوئی قوم جس میں قمار بازی کی عادت جاری ہو کامیاب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قوم کا وجود افراد قوم کے اجتماع پر منحصر ہے۔ اور قمار بازی اُن کو تتر بتر کرتی ہے۔

(۳) خانگی زندگی۔ خانگی زندگی کو تہذیب سے بہت بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ جب لوگ خانگی زندگی اعتدال سے بسر کرتے ہیں۔ تو اُن کے دماغ صحیح اور بدن تندرست ہوتے ہیں۔ اور جب خانگی زندگی میں تنزل کرتے ہیں تو اُن کا حال ابتر ہوجاتا ہے۔ جو آدمی رات دن کھانے پینے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور زندگی کی دیگر ضروری کاموں پر توجہ نہیں کرتے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جو شخص دن کا بڑا حصہ عمدہ کھانے کی فکر میں گنوا دیتا ہے۔ وہ اپنے کاموں سے غافل رہتا ہی۔ فرض کرو کہ کھانے پینے کی فکر میں وقت کا زیادہ حصہ صرف نہیں ہوتا تاہم محض بسیار خوری کی عادت انسان کو کام سے روک دیتی ہے۔ اور دل و دماغ میں سستی اور کاہلی پیدا کردیتی ہے۔ جیسی کہ ایک عربی مثل ہے "البطنۃ تذھب الفطنۃ" یعنے پرخوری کی عادت عقل و دانش کو کھا جاتی ہے۔ نشہ کی چیزوں میں منہمک ہوجانا اور رات بھر جاگنا یہ بھی نہایت بُری خصلتیں ہیں اور جسمانی اور دماغی تندرستی کے لئے سمِ قاتل ہیں۔

تہذیب و شایستگی کے ضروری اور کارآمد امور میں سے ایک امر صفائی ہے ہمارے ناظرین کو پہلی نظر میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ شاید صفائی ایسی اہم اور ضروری بات نہیں ہی جس پر زیادہ توجہ کی جائے۔ مگر حقیقت میں صفائی سوسائٹی کے لئے ایسی ہی ضروری چیز ہے۔ جیسے کہ

لباس اور خوراک ہر آدمی کے لئے جس مکان مین صفائی او رترتیب کی حکومت نہین ہے اس کے رہنے والون پر سستی اور اداسی چھائی رہتی ہے۔ اور جو شخص اپنے جسم کو پاک وصاف رکھتا ہے اس کا دماغ بھی صحیح ہوتا ہے اور جو شخص نجس اور گندے بستر پر سوتا ہے اور اس کی پروا نہین کرتا وہ بے حس ہے۔ اور اس سے کسی طرح کے نفع کی امید نہین ہے۔

(۴) دینداری - یہ بھی ان اسباب مین سے ہے جو سوسائٹی پر چپ چاپ اثر کرتے ہین - اس سے ہماری مراد خدا سے ڈرنا ہے - جن لوگون کے ایمان کمزور ہو جاتے ہین ان کے دل مر جاتے ہین - اور وہ بے سر ہو جاتے ہین - اور ان کا روک ٹوک کرنے والا کوئی نہین رہتا بعض لوگونکا خیال ہے کہ تعلیم تربیت مذہب سے بے پروا کردیتی ہے مگر یہ ان کا خیال ہی خیال ہے کیونکہ انسان بالطبع خود غرضی اور طمع کی طرف مائل ہے - جب اوس کی ذات مین کوئی چیز روک ٹوک کرنے والی نہین رہتی تو وہ بے محابا لوگون کا مال لوٹ لیتا ہے۔ اور ان کی اذیت کی کچھ پروا نہین کرتا مذہب ہی ایسی چیز ہے جو نفس کی بیجا امنگون کو روک سکتا ہے - ہم اسبات کا انکار نہین کرتے کہ بعض لا مذہب آدمی اورون کے نفع رسانی مین ویسی ہی کوشش کرتے ہین جیسی کہ وہ اپنی ذات کے لئے کرتے ہین - مگر ایسے آدمی بہت تھوڑے ہین اسکے سوا انکی یہ حالت اس مذہبی تعلیم کے باعث سے ہی جو انہون نے اس سے پیشتر کہ وہ مذہب کو خیرباد کہین اور خدا سے انکار کرین - مان کے دودھ کے ساتھ پائی ہے - اور شاید جب تم ان سے مباحثہ کرو تو وہ تمہین گمراہ سمجھین - اور مذہب نے جو اثر ان کی طبیعت پر کیا ہے اس کا صریح انکار کرین - اس مین ذرا بھی شک نہین ہے کہ انسان ہمیشہ محض علم کی مدد سے بداخلاقیون سے نہین بچتا - بلکہ اکثر اس کی بدکاری مین ترقی ہو جاتی ہے - دینداری سوسائٹی کی قایم رہنے کے لئے نہایت ضروری ہے - اور دنیا کی تمام قومون مین وہی قوم زیادہ خوشحال ہوتی ہے ، جس کے افراد زیادہ ایماندار ہون اور جزا اور سزا کو مانتے ہون -

اس مقام پر یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ لا مذہب ہونا علم کا لازمی نتیجہ ہے اور جب لوگ بارش - گرج - کسوف کے قوانین سے واقف ہو جاتے ہین - اور زلزلون اور آسمانی حادثون کے اسباب سے آگاہ ہو جاتے ہین اور پیچ کے عقدے حل کر لیتے ہین اور کائنات کے اسرار ان پر منکشف

ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ کسی پوشیدہ قوت کے وجود کو تسلیم کریں یہ سب کچھ سہی لیکن اگر تم اُن سے پوچھو کہ اس کائنات کا بنانے والا اور ان قوانین کا ایجاد کرنے والا کون ہے بلکہ اگر تم اُن سے اسرار فطرت میں سے کسی چھوٹے سے چھوٹے راز کی حقیقت دریافت کرو تو وہ بالکل حیران رہ جائیں گے۔ علاوہ اس کے اگر وہ اپنے علم کو وسعت دیں اور اس میں کمال حاصل کریں اور بصیرت کی نگاہ سے نظام کائنات کو دیکھیں تو وہ حیران ہو جائیں گے۔ اور یقیناً اُن کا دل ایک زبردست خالق کے وجود کا اقرار کرے گا جس سے دنیا کے شہنشاہ اپنی تخت پر اور بھیک مانگنے والے فقیر اپنی جھونپڑی میں کانپتے اور لرزتے ہیں مذہب کی اتنی ہی فضیلت کافی ہے کہ وہ شریروں کو شرارت سے اور ظالموں کو ظلم و ستم کرنے سے باز رکھتا ہے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے وہ قوم جس میں مذہب کی حکومت کمزور ہو گئی ہے اوس میں عام خودسری اور ابتری پھیل جاتی ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ حکومت کے ہوتے مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ایسے قوانین مرتب کر دیتی ہے۔ جس سے مجرم سزا پائیں اور طاقتوروں کے مقابلہ میں کمزوروں کی حمایت ہو۔ مگر یہ خیال ہی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جو جرائم حکومت کی نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اُن کے روکنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ انسدانی اور پوشیدہ جرائم کو روکنے والا صرف کانشنس (ضمیر) ہے جو ایسا منصف ہے کہ نہ رشوت قبول کرتا ہے۔ نہ خوشامد کی پروا کرتا ہے اس کے قانون میں تاویل اور تبدیل نہیں ہو سکتی وہ مجرم پر اپنا قطعی حکم نہایت تلخی اور تندی کے ساتھ جاری کرتا ہے اور تنہائی میں اس کو سخت ملامت کرتا ہے کانشنس مذہبی تربیت کا ایک نتیجہ ہے۔ جب اخلاق کی گود میں اوس کی پرورش ہوتی ہے اور وہ نشو و نما پاتا ہے تو اس کے سامنے بڑی بڑی حکمرانوں اور ان کے لشکروں کی اور بڑے بڑے حاکموں اور ان کے قانونوں کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے ہوتے کسی انتقام لینے والے حاکم اور انصاف کرنے والے جج کی حاجت نہیں ہے اور قانون انسان کو کانشنس کے حکم سے بے پروا اور غنی نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ قانون پر عمل کرنے کے وقت لوگوں میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے اور ایک ہی مقدمہ میں حکام مختلف فیصلے کرتے ہیں۔

اوپر کے تمام بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت۔ عام اخلاق۔ خانگی زندگی اور دینداری اُن اسباب میں سے ہیں جو چپ چاپ سوسائٹی پر اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ لیکن اگر تم غور سے نظر ڈالو تو معلوم

ہوجائیگا کہ ان تمام اسباب کا مدار صرف عورت پر ہے۔ تنہا عورت ہی وہ بڑا سبب ہے جو چپ چاپ سوسائٹی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ عورت ہماری طرز معیشت کا انتظام کرنے والی ہے۔ وہی عام اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ وہی ہم کو دینداری اور خداپرستی کا دودھ پلاتی ہے۔ اگر وہ چاہے تو قوم بن جائے اور چاہے تو بگڑ جائے۔ عورت کی تعلیم و تربیت ہی سب سے بڑا وسیلہ قوم کی ترقی کا ہے۔ وہی قوم کو اپنی دامن تربیت میں پالتی ہے اور ان کی اصلاح کرتی ہے اور اس کے اخلاق کو تہذیب کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔ اگر اس کے اخلاق بگڑے ہوں تو کل قوم بگڑ جاتی ہے ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ "عورت ایک ایسا آئینہ ہے کہ اگر تم اس میں اپنی صورت کو دیکھو تو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو تمہاری ذات سے اور تمکو اس کی ذات سے تعلق ہے اگر تم عورت میں بری خصلتیں پیدا کردو تو وہ شیطان ہو جاتی ہے اور اس کو عمدہ اخلاق سے آراستہ کرو تو وہی فرشتہ بن جاتی ہے"

یہ مضمون فی الحقیقت اس قابل ہے کہ ہماری قوم کے وہ بزرگ جو تعلیم و تربیت کے حامی ہیں اس کو غور سے پڑھیں اور اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ قومی ترقی جسکی صدا ہر مجلس اور ہر محفل میں بلند کی جاتی ہے۔ اسکی بنیاد عورتوں کی تعلیم و تربیت پر ہے۔ کوئی قوم جو عورتوں کی تعلیم و تربیت سے غافل ہے کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ وہ تمام اسباب ترقی جو اس مضمون میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ ان سب کا اصل الاصول عورتوں کی شائستگی اور تعلیم ہی ہے جیسا کہ خود مضمون نگار نے ثابت کیا ہے۔ سر سید احمد خان مرحوم لڑکوں کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے۔ اور لڑکیوں کی تعلیم کی حمایت دبی زبان سے کرتے تھے اور اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ وہ لڑکوں کی تعلیم کو لڑکیوں کی تعلیم سے مقدم سمجھتے تھے مگر غور سے دیکھا جائے تو اس رائے میں غلطی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی تعلیم سے مقدم ہے۔ اور لڑکوں کی تعلیم کبھی کامل نہیں کہلا سکتی ہے جب تک کہ لڑکیاں تعلیم پاکر انکی مائیں اور انکی بیویاں نہ بنجائیں۔ ملک کی اصلی روشنی۔ قوم کی اصلی ترقی۔ سوسائٹی کی اصلی عظمت صرف اسی مسئلہ کے حل کرنے پر ہے، جس پر اب تک ہماری قوم کے بزرگوں نے کامل توجہ نہیں کی۔ اور اگر وہ اب بھی کچھ مدت تک اس سے غافل رہیں گے تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ اصلی ترقی کے خواہاں نہیں ہیں فقط

عبد العلی خان (العارف)

اسلام مین پردہ

مصنفہ
مولوی منور خان صاحب سیکنڈ ماسٹر مشن مڈل اسکول کاس گنج

قومی تنزل اور ادبار کی گھٹائین ہمارے سرون پر اس قدر گھری چھا رہی ہین کہ وہ آفتاب صداقت کی روشنی کو جو ہماری سچی رہنما ہے ہم تک نہین آنے دیتین جب کسی قوم کے تمام قواے عقلی و ذہنی - اخلاق طبعی معطل اور بیکار یا زایل اور کمزور ہو جاتے ہین تو ایسی حالت کو قومی یا تمدنی تنزل کہتے ہین اور مالی تنزل تو صرف قومی تنزل کا ایک شعبہ ہے - قومی تنزل مذہبی احکام اور قانون قدرت کی تعمیل نکرنے سے نصیب ہوتا ہے - جاہل گمراہ اور غیر مہذب قوم کو یہ بھی نہین معلوم ہو سکتا کہ ہم کس دشوار گذار و تاریک راستہ مین ہو کر گذر رہی ہون - نہ ناصح مشفق کی نصیحت کی پروا کرتی ہے - نہ رفارمرون کی سنتی ہے - نہ بزرگون کے کارنامون سے سبق لیتی ہے - نہ آیندہ بہبودی کا خیال کرتی ہے اور نہ چلاے سے چلتی ہے گویا ایک افسردہ جسم کی مانند ہے جس مین حس نہین اور جو کسی شے کو محسوس نہین کر سکتا - ایسی قوم اپنی جہالت گمراہی اور تعصب پر فخر کرتی ہے اور تمام دنیا اس کی باتون کا مضحکہ اڑاتی ہے - سچی بات کا اختیار کرنا اور جھوٹی بات کا ترک کرنا باعث ننگ جانتی ہے - زمانہ آگے بڑھتا جاتا ہے وہ پیچھے ہٹتی جاتی ہے - زمانہ ترقی کا خواہان ہے - وہ تنزل کی دلدادہ بنی پھرتی ہے - زمانہ بیدار ہے وہ خواب غفلت مین خراٹے لے رہی ہے - زمانہ اپنی بہبودی کی فکر مین سرگردان ہے وہ اپنی بربادی کے درپے ہے اور زمانہ اپنی علمی ترقی - تہذیب اور تمول پر نازان ہے لیکن وہ اپنی جہالت گمراہی اور مفلسی مین مگن ہے - یہی حالت عموماً کل قوم اسلام اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانون کی ہے -

آہ ۔ جس قوم کو یہ بھی احساس نہ ہوسکے کہ اوس کی موجودہ حالت کیا ہے اور اوسکے موجودہ اور آیندہ ضروریات کیا ہیں ۔ اُس کے سنبھلنے بڑہنے اور سرسبز ہونے کی کیا امید ہوسکتی ہے ۔ حالانکہ اسوقت ہندوستان کے بڑے بڑے اہل الرائے اور قومی خیرخواہون کی یہ رائے ہے کہ اب ہندوستان کے مسلمان بھی قومی ترقی کے وسائل ڈھونڈ ہنے اور اسباب مُہیا کرنے لگے ہین اور اون پر عمل بھی کرنے لگے ہین لیکن ہمارے خیال مین یہ ایک صریح غلطی ہے کیونکہ فروعات کے دلدادہ کسی حالت مین ترقی نہین کرسکتے ۔ بلکہ ہم ایک مثال ہدیہ ناظرین کرتے ہین جو اون کی حالت اور بیداری اور عاقبت اندیشی وغیرہ کی سچی تصویر ہے ۔ ایک لق ودق اوجاڑ ویرانہ مین ایک سرسبز سایہ دار درخت کھڑا ہے جس کا سایہ تھکے ماندے سافرون کے لئے راحت و آرام دینے والا ہے ۔ آندھی آئی اور بہت سے مسافرون مین سے کسی نے ڈالی پکڑلی ۔ کسی نے شاخ ۔ اور کسی نے پتے ۔ ممکن نہین کہ یہ لوگ اوس کو تند ہوا کے مقابلہ مین بچا سکین ۔ مگر ایک عقلمند مسافر آتا ہے اور اس کے پینڈ پکڑ لیتا ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ شخص اوس کو بچا سکے ۔ پس اس طرح وہ مسلمان جو ضروری اور دقیق باتون کی طرف توجہ کرتے ہین اُن سے کچھ امید ہوسکتی ہے ورنہ باقی تو خیرباد کہنے کے قابل ہین ۔

آہا ۔ مین نے تمہید کو بہت طول دیا اور ناظرین کو تکلیف ہوئی مگر مین معافی چاہتا ہون اور یاد رہے کہ کسی سوئی ہوئی قوم کے چونکانے کے لئے مختصر سی بات تاسید مفید نہین ہوسکتی تاوقتیکہ اوس کو قومی نکبت کی اونچی نیچی گھاٹیون کی سیر نہ کرائی جاے ۔ اور تمام نشیب فراز نہ دکھلائے جائین اور کسی ایسی قوم کے دلون کو جن کے خمیر مین سے اصلاح قبول کرنے کا مادّہ جاتا رہا ہو اثرپذیر اور اصلاح طلب بنانے کے لئے اور اُن مین سوز وگداز پیدا کرنیکے لئے ایک رقت پیدا کرنے والی اور دردآمیز بات کی ضرورت ہے ۔

اس مضمون مین ہم پردہ کے مفید اور غیرمفید ہونے پر فلسفیانہ دلائل سے بحث کرین گے ۔ اسلام مین صرف اسی قدر پردہ ہے کہ عورتین اپنی زینت کو چھپائین اور ہم بھی

اس کا تعلق مذہب سے اسی قدر رہا کرتے ہیں۔ جو لوگ اس حبس دائمی کو پردہ سمجھتے ہیں یا تباقی ہیں وہ اپنی دلائل سے خود مغالطہ میں ہیں۔ اصحاب بالغ نظر کی نگاہوں میں وہ اسی قدر وقعت رکھتا ہے جس قدر کہ واجب ہے لیکن کوتاہ نظر لوگ اس کو ایک جداگانہ طرز سے برتتے ہیں۔ اور عورتوں کی عصمت قایم رکھنے کا مضبوط ذریعہ تبلاتے ہیں۔ مگر ہمکو اس کے خلاف بہت سے واقعات پردہ میں پردہ دری کے آمے دن نظر آتے ہیں اور ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ عصمت کے لئے یہ کوئی کافی دلیل نہیں ہے۔ چونکہ عصمت کا تعلق راست بازول اور اخلاق کے ضابطہ سے ہے اس لئے اس کو کوئی ایسی رسم جس میں قانون قدرت کی مخالفت اور خود غرضی پائی جاتی ہو فائدہ نہیں دے سکتی۔

انسانی ہستی کی تکمیل کے لئے بہت سی چیزیں لازمی ہیں اور اُن میں سے ایک عورتوں کی جنس بھی ہے۔ عورت وہ سانچہ ہے جس میں انسانی نسل ڈھلتی ہے۔ پس جب سانچہ ہی اچھا نہ ہوگا تو نسل بھی اچھی نہ ہوگی۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت ماں کے ذریعہ سے بہت عمدہ طرح انجام پا سکتی ہے اور جن قوموں اور ملکوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے وہ خدا کی شیریں اور غیر مترقبہ نعمتوں رحمتوں اور برکتوں کی مستحق سمجھی جاتی ہیں۔ تہذیب و شائستگی اولوالعزمی دلیری۔ اقبالمندی و تمول اور دیگر ذرایع راحت و آسایش اُن کا حصہ ہوتی ہیں۔ یہ تمام خرابیاں پردہ کے نسبت ایسی ہی رائج الوقت خیالات عورتوں کو تعلیم دینے سے مردوں میں پھیل رہے ہیں جن کی جہالت نے لڑکوں کی تعلیم پر سخت نقصان وہ اثر ڈالا ہے جو جوانی میں تو کیا بڑھاپے تک بھی زائل نہیں ہوتا بلکہ ایسی ہی جاہل سوسائٹی کی وجہ سے زیادہ پختہ ہوتے جاتے ہیں اور قوم میں ترقی حاصل کرنے کا خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان موجودہ پردہ کے نقایص سے آگاہی نہیں پکڑتے اور یہ تو فلسفہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ انسان اپنے اردگرد کی چیزوں سے واقفیت بڑھاتا ہے۔ پس مسلمانوں میں جاہلانہ خیال اپنے ہم خیال لوگوں میں ہی رایج ہو گیا ہے۔

عورتین جس طرح انسانی تکمیل کے لئے لازمی ہین اسی طرح انسانی راحت کے لئے بہی لازمی ہین ۔ اصل مین جہان تک فطرت انسانی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کیواسطے لازم و ملزوم ہین اور ہر لازم و ملزوم ہم صفات و ہم حقوق ہونا چاہئے مگر پردہ کے لحاظ سے ان دونون مین ایک بڑا بین فرق پایا جاتا ہے اور راحت کے معنی لوگون نے عیاشی سمجہ لئے ہین ۔

پہر اس کے علاوہ انسانی فطرت سے پتہ چلتا ہے کہ عورت صرف بقائے نسل ۔ مرد کی حفظ صحت اور اخلاق سنوارنے کے لئے بنائی گئی ہے ۔ اگر اب غور سے دیکہا جائے تو عورتون سے کہان یہ کام لئے جاتے ہین تو جواب نفی مین ملتا ہے ۔ افسوس ۔ بہلا جس قوم مین زیادہ تر اس کے خلاف عمل کیا جاتا ہو وہ قوم کس طرح پر رحمت و فیضان الٰہی کی مستحق ہو سکتی ہے ۔ پردہ کی رسم سے عورتون مین ان باتون کی تکمیل کا مادہ پیدا نہین ہوسکتا ۔ اس لئے مرد بہی اس سے محروم ہین ۔ بقائے نسل تو حفظ صحت پر منحصر ہے پردہ مین حفظ صحت کیسے قایم رہ سکتی ہے اور جب حفظ صحت قایم رکہنے کا آلہ درست نہین ۔ عورتین تندرست نہین) تو ان کی اولاد کیسے حفظ صحت سے متمتع ہو سکتی ہے اور بالآخر اس کا انجام یہی ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانون کے جملہ اعضا مضمحل ہی نہ ہوجائین گے بلکہ افسردہ ہوجائین گے ۔

جو حقوق ہم کو کارخانہ قدرت سے عطا ہوئے ہین ان کو ٹہیک طور پر استعمال نہ کرنے سے ہم نہ صرف قانون قدرت کے منشا کی مخالفت کرتے ہین بلکہ انسانی فطرت مین ایک نقص پیدا کرکے اوس پر بڑا دہبہ لگاتے ہین ۔ مرد و عورت ایک ہی ہین ۔ پہر کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک کو حبس دوام کردیا جائے اور ایک آزاد پہر کر گلی چہرے اور ڈلے یا یہ کہ ایک کی طرف سے گمان فاسد باندہا جائے کہ وہ گہر سے نکل کر خراب ہوجائے گا جبکہ دونون ہر طرح پر مساوی درجہ رکہتے ہون ۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ صرف تنہائی وہ مقام ہے

جہاں عورتوں کے جذبات دلی ظاہر ہو سکتے ہیں اور کلفت اٹھانا اون کی مسرت قلبی ہے یہ کیا برا خیال ہے جس میں ظلم کی روشنی نظر آتی ہے اور انصاف کی گردن کشی پائی جاتی ہے۔ افسوس جو بیس گھنٹے تو آرام سے بہی کٹ نہیں سکتے پہر کلفت میں کیسے ممکن ہیں۔

نیچرل ہسٹری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ذی فہم حیوان بہی نر مادہ سے عمدہ سلوک کرتے ہیں اور خداوند عالم نے جوان کو مساوی حقوق دئے ہیں ان پر وہ عمل کرتے ہیں۔ بچوں کی پرورش۔ رہنے کے مکان۔ کہانے کی چیزوں میں مساوی اشتراک پایا جاتا ہے۔ پہر خداوند عالم کو کیا ضرورت تہی کہ انسان کی ایک جنس کو دوسرے کے برابر کل باتوں میں نہ سمجہا یا یہ کہ ان کے حقوق میں خاص تخصیص برتتا حالانکہ البتہ یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے اور ہے بھی یہی کہ کسی خاص وجہ سے جس میں انسان کی بہتری ہوا و قوانین قدرت کی مخالفت بہی نہ ہو ایک فریق کو دوسرے پر ایک یا چند باتوں میں امتیازی ترجیح دی سکتا ہے مثلاً مرد کے چہرے پر بال عطا کئے اور عورت کو اس سے محروم رکہا۔ لیکن یہ بات سراسر بعید از عقل ہے کہ اخلاقی امور میں وہ مرد و عورتوں کو ایک آنکہ سے نہ دیکہے۔

حرم سرا کی چہار دیواریوں میں قید رہنے سے عورتوں کی جنس میں بزدلی اور پست ہمتی ہی نہیں آگئی بلکہ باطل خیالات اور وہم پرستی نے اپنا گہر کر لیا۔ کیونکہ دنیا کے تمام فضا ئن اور باتوں اور تعلقات سے بے تعلق رہکر وہ صرف خیالات کی قیدیاں بن گئیں اور اب جس مسلمان کے گہر میں جاؤ عورتوں میں ایک عالمگیر عام رسم وہم پرستی کی پائی جاتی ہے۔ اور تعصب تو وہم پرستی کا اصول موضوعہ ہے اس وہم پرستی کا اثر اولاد پر بہت برا پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے دل کے متعلق جہاں اور قوتیں ہیں قوت متخلیہ بھی ہے۔ یہ تنہائی میں اپنا ظہور کرتی ہے اور جب اس قوت کا وفور بافراط ہوتا ہے تو تمام انسانی جذبات کو دل میں سے نکال دیتی ہے اور ان پر غالب آتی ہے۔ ایسی حالت میں انسان کا یہ عالم ہوجاتا ہے کہ اس کے آنکہوں کے

سامنے سے خیالات کے پرے کے پرے گذرتے جاتے ہین گویا وہ مثل سپہ سالار یا بادشاہ کے اپنی فوج کا معائنہ کر رہا ہے۔ اس حالت مین جو خیال انسان کو بندھ جاتا ہے فہو المراد با مئیہ زندگی نظر آتا ہے۔ زیادہ تر خیالات اس وقت مین برے ہوتے ہین جو انسان کی زندگی کو بیکار کر دیتے ہین۔ انسان کو اگر کوئی کام نہ ہو تو خواہ ظاہر اوس کو بیکار رکھتے ہین مگر نہین۔ اس کا دل۔ اس کی روح اور اس کے خیالات ہمیشہ کچھ نہ کچھ کیا کرتے ہین اور اس وجہ سے حکماء نے انسان کو مشغول بنایا کہا ہے۔

انسان کا کام تمدنی تالیف (زندگی) بغیر پردہ نہین ہو سکتا گو بہت سے بندہ خدا تنہا ہی پسند ہی ہین مگر ان کی حالت مستثنیات مین سے ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اوس کی ایک جنس تمدنی تالیف کے قوانین و قواعد پر عمل کرے اور دوسری اوس سے کی جائے حقیقت مین عورتون کو ثبات قدم اور صبر برداشت کرنا چاہئے۔ دراصل ان کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ مین بڑی قباحتین اٹھانا پڑتی ہونگی جس کا حسن و قبح ہم کو معلوم نہین ہو سکتا۔ بیچاریون کے پاؤن ہین مگر لنگڑون سے بدتر ہین۔ ان کے آنکھین موجود ہین مگر اندھون سے بدتر ہین۔ اور جب پاؤن پاؤن کی اور ہاتھ ہاتھون کے کام مین نہ لائے جائین تو ان کا عدم و وجود یکسان ہے اور ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ انکی عقلون مین اگر روشن دماغی نہین تو وہ انسان نہین بلکہ حیوان ہین۔

وہ قومین جن مین پردہ کی رسم کا واجب عمل درآمد ہوتا ہے یا جن کی عورتین تمدنی زندگی مین حصہ لیتی ہین ہماری عورتون سے بدرجہا زیادہ عقل و ذی شعور۔ معاملہ فہم۔ معاملہ سنج ہین۔ دقیق باتون کو آناً فاناً حل کر دیتی ہین اور روزمرہ کی زندگی کی معمولی باتون کے سمجھنے مین عاری و عاجز نہین ہین۔

پردہ کی رسم کی پابندی کرنے سے بہت سے معاملات مسلمان عورتون کی نسبت دیکھنے مین آتے ہین۔ جاہل مسلمان اپنی بیٹیون کو ان کے باپ اور بھائی سے بھی

نہین ملنے دیتے ۔ ہا ۔ یہ کیا ظلم ہے کہ ادہر باپ شفقت پدری مین مرا جاتا ہے ۔ ادہر لڑکی والدین کی محبت کا شکار ہوئی جاتی ہے اور اکثر انجام یہ ہوتا ہے کہ بعض عورتین کسی حیلے سے اپنی جان پر کھیل جاتی ہن یا طلاق کی بدنامی کا ٹیکہ سر پر رکھتی ہین ۔

بیجا پردہ کی رسم نے سیکڑون پرجوش دلون کو نا امیدی کا شکار بنایا ۔ ہزارون اولوالعزم عورتین جو علوم و فنون یا کسی اخلاقی یا ملکی مصلحت یا کام مین مشہور یا یکتائے زمانہ ہوسکتی ہین وہ اوس سے محروم رہین اور خلق خدا اوس فائدہ سے محروم رکھی گئی ۔

یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ انسان جو کچھ سیکھتا ہے وہ اپنے اردگرد کی چیزون کے تجربہ اور مشاہدہ سے ۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ عورتین تارک الدنیا ہوکر کچھ سیکھ سکین اور اپنے ذریعے دوسرون کی زندگی کو فائدہ پہونچا سکین ۔ یہ خاص سبب ہے جس کی وجہ عورتین مسلسل طور پر کئی نسلون سے مقید رہنے سے اپنے تمام قدرتی قوا سے محروم ہوگئی ہین ۔ اون کے تمام قوای ٹھٹر گئے ہین اور تمام عمدہ صفات ان من سے زایل ہوگئی ہین گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی عورت کی جنس کو اون مین سے حصہ ملا ہی نہین تھا ۔ نہ جرات ہے نہ ہمت ۔ نہ ہمدردی ۔ نہ نیکی اور نہ کوئی اور اچھی بات بلکہ وہ بالکل اس کے خلاف منحوس اور احدی پن کی زندگی بسر کرتی ہین ۔

اگر ہم انسان کے کسی بچے کو ایک ویرانہ مین چھوڑ دین اور پھر اُس کو جوانی مین پکڑ لائین تو وہ ہم سے بالکل نہ ملے گا ۔ وہ وحشی ہوگا ۔ اوس کے حرکات و سکنات ڈہنگ ۔ عادات ۔ بول چال بالکل جدا ہوگی وہ ہم سے بہاگے گا ۔ ایسی حالت مین کیا اس کا دماغ لارڈ بیکن یا ارسطو کا سا دماغ ہوجائے گا ۔ کبھی نہین ۔ پس اسطرح سوسائٹی سے علیٰحدہ رہکر عورتون مین سوسائٹی کے نفیس سیچے بے لوث اور پاکیزہ خیالات اثر نہین کر سکتے ۔

عورتین حرم سراؤن مین مقید رہنے سے اگر بالکل وحشی اور حیوان صفت

نہیں ہوجاتیں تو وہ عمدہ خواص اور خیالات وعادات ان میں نہیں رہتے جو قدرتاً یا فطرتاً ہونا چاہئے تھی یا سوسائٹی پسند مستورات میں دیکھے جاتے ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ ایک کی صحبت سے دوسرا مستفیض ہوتا ہے اور تبادلۂ خیالات سے بھی بہت فائدہ ہوتا ہے۔

ہم یہ تو ثابت ہی کر چکے ہیں کہ تنہائی میں قوت متخلیہ کا زیادہ ظہور رہوتا ہے مگر اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قوت متخلیہ کا دماغ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ تم نے دماغ تو دیکھا ہوگا۔ اوس میں مغز نکلتا ہے۔ اس مغز میں کہیں کہیں خفیف سی سرخی نظر آتی ہے اور باقی زردی مائل ہوتا ہے۔ سرخی جو ہے مرکز ہے قوت کا اور وہ اصل میں خون ہوتا ہے۔ جب ہم خیال کرتے ہیں تو مرکز پر خون زیادہ جمع ہوجاتا ہے اور زیادتی کی وجہ سے دماغ کمزور اور بیکار ہوجاتا ہے۔ پس وہ خون جو مرکز پر اکھٹا ہوتا جاتا ہے۔ ناقص ہوتا ہے اور جب تک کہ ناقص خون کی بجائے صاف خون دوران کے ذریعہ سے نہ جائے دماغی صحت خراب رہتی ہے صاف خون چلنے پھرنے سے پیدا ہوتا ہے اور پردہ میں عورتوں کو چلنا پھرنا کہاں نصیب ہوسکتا ہے۔ جب چلا پھرا جاتا ہے تو سانس کے ذریعہ سے ہوا جسم کے اندر داخل ہوتی اور مسامات سے بھی ہوا لیتے ہیں اور یوں خون صاف ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ ورزش کرنے والوں کی صحت اور ان علم دان لوگوں کی صحت جو دماغی قوت کے تحفظ کے لئے چلنا پھرنا برقرار رکھتے ہیں اچھی ہوتی ہے۔ پس پردہ کا اثر اس لحاظ سے عورتوں پر برابر پڑتا ہے۔

ایک دلیل اور پردہ کی تردید میں پیش کی جاتی ہے جو بہت قوی ہے جس قدر مادی چیزیں بنائی گئی ہیں خواہ ذی روح ہوں خواہ غیر ذی روح سب کا وجود قابل احساس ہے اور نظر آتی ہیں۔ پس عورتیں بھی اس زمرہ سے خالی نہیں۔ پھر کس وجہ سے ان کو محبوس کیا جاتا ہے۔

بیجا پردہ کی خاص ایک دلیل یہ لاتے ہیں کہ خدا خود پردہ میں رہتا ہے۔ اس لئے عورتیں بھی جو صاحب جمال اور حسین ہیں پردہ میں رکھی جائیں۔ اول تو ایسے لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ خدا کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کا اپنے بندوں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا

اس مصلحت سے ہے ہیں کوئی فلسفی نہیں ہوں کہ ذات باری کے ادراک کے لئے اپنی طرف سے
کوئی دلیل پیش کرسکوں یا دوسرے حکمار کے اقوال ودلائل میں تمیز پیدا کرکے کوئی دلیل یا قول پیش
کردوں۔ مگر یہ مسلّہ مسئلہ ہے کہ خداوندعالم روح ونور ہے اور روحی چیزیں مادی اجسام رکھنے
والوں کو نظر آنا غیر ممکن ہیں۔ اوّل تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا پردہ میں نہیں ہے بلکہ وہ ہمکو روح
ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا اور جب ہماری روحیں خود ہم کو نظر نہیں آتیں تو وہ روح پاک جو
علت العلل یا سبب اوّل یا کل کائنات کا خالق ہے کس طرح نظر آسکتا ہے۔ اور اگر بالفرض وہ
پردہ میں ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم کو ایسی حالت میں اوس کی دید و ملاقات کی خواہش بڑھتی
رہے گی جس کے حصول کے واسطے ہم اخلاقی قانون اور قانون قدرت اور کتب آسمانی پر عمل
کریں گے اس کا ہم کو نظر آنا ہی اچھا نہیں ورنہ ہم اس سے غافل و بے خبر ہوجائیں گے۔

ناظرین۔ اب تم کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ پردے کے نقایص کیا ہیں اور
اس کا اثر انسانی فطرت پر کیا بُرا پڑتا ہے۔ مگر نہیں یاد رہے کہ جو کچھ ہمارے ہادی ہمارے
رہبر سردار عرب نے ہم کو تبلایا ہے وہی اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا ہے۔ ہم پردہ کو جائز جانتے ہیں اس کو
مفید مانتے ہیں اور یہ جو ہمارے خیالات ہیں وہ مذہب سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن اگر مذہب کی
رو سے دیکھا جائے تو بھی پردہ کی حقیقت کھل جائے گی اور پردہ اُس طرح پر ثابت نہ ہوگا جس
طرح پر کہ برتا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اوس کی علت صوری بدل دی ہے جس کی وجہ سے
تمام موجودہ خرابیاں ہیں اور آیندہ خرابیوں کا بھی احتمال ہے۔ آؤ۔ اب ہم ذرا مذہب سے
ہی اس کا پتہ چلا کر واجب استعمال معقول دلائل سے ثابت کریں۔

ہم پردہ کو جائز تسلیم کرہی چکے اور تھوڑی دیر کے لئے اُسی طرح پر جس طرح کہ
ہندوستان کے عام مسلمان مانتے ہیں مان لیں مگر امور ذیل سے پردہ کا جائز ہونا اس طرح پر
ثابت نہیں ہوتا۔

(۱) عمر رسیدہ عورتوں کا مسجد میں امام کے پیچھے نماز پڑھنا۔

(۲) جہاد میں عورتوں کی شرکت کا حکم۔

(۳) عورتوں کا برقعہ پہنکر باہر نکلنا۔

ہندوستان کے مسلمان پردہ اس طرح پر جائز سمجھتے ہیں کہ گھرا ہوا بلند دیوار کا مکان ہو جس میں عورتیں رہیں اُن کی آواز تک بھی کوئی نہ سنے باہر نکلنے نہ پائیں بہت پیچھے بیٹھنے پائیں عزیز دل ... باتیں حتےٰ کہ باپ اور بھائی سے بھی۔ غیر محرم عورتوں سے پردہ کریں لیکن ہماری رائے میں تو عورتوں کو صندوقوں میں بند کرکے اون پر قفل لگا کر تہ خانہ میں رکھدیا جائے تو پردہ ہو جائے گا۔ دوسرے اسلامی ممالک میں جہاں مسلمان بادشاہ یا حکمران ہیں اس طرح پر پردہ نہیں کیا جاتا۔ حکم عام ہے نہ کہ خاص۔ اگر پردہ کی حقیقت ایسی ہی ہے جیسے کہ ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے۔ تو وہاں بھی اسی طرح پر پردہ ہونا چاہیئے اور چاہئے تھا۔ ورنہ وہاں کی طرح یہاں ہونا چاہئے بڑے تعجب کا مقام ہے کہ ان ملکوں میں جہاں اسلامی اثر اور حکومت پائی جاتی ہے پردہ واجب عمل درآمد نہ ہو اور باقی تمام باتیں مذہب کے موافق عمل میں آتی ہوں اگر ایسی باتیں مسلمانوں سے کہی جاتی ہیں تو اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ وہاں مسلمان حکمران ہیں اس لئے چنداں ضرورت نہیں اور یہاں چونکہ غیر مذہب اور غیر قوم حکمران ہے اس لئے بہ نظر تحفظ یا بلحاظ حفظ ماتقدم پردہ موجودہ شکل میں بہتر ہوگا۔ واہ کیا اچھی دلیل ہے اس میں خدا کے حکم پر بھی نکتہ چینی پائی جاتی ہے۔ بھلا ہمیں کوئی صاحب اوس حکم خداوندی کو جسکی رو سے پردہ جائز کیا گیا دکھلائیں اور اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کریں ہم بڑے مشکور ہونگے صرف زینت چھپانے کا حکم تھا مگر وہ بھی نہ اس طرح کہ پردہ کی شکل ایسی ہونا چاہئے اور اس میں یہ شرائط ہیں غیر پردہ کی نسبت تو مسلمان یہ عذر لاتے ہیں لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر اسلامی ممالک میں فلاں رسم نہیں پائی جاتی جس کو تمنے روا کر لیا ہے تو ہٹ دھرمی کرتے ہیں کہ واہ ہے کیوں نہیں تم غلط کہتے ہو۔ ہمارے علماء دین جھوٹ نہیں کہتے۔ کیا خوب۔ جو بات اپنے واسطے جائز سمجھ لی ہے وہی جائز ہے۔ ورنہ کچھ جائز ہے اور نہ کچھ ناجائز۔ بدون ...

(۱) عمر رسیدہ یا ضعیف عورتون کا مرد امام کے پیچھے نماز پڑھنا۔

اگر حقیقت مین پردہ اسی طرح جائز ہوتا جس طرح کہ ہندوستان مین رسم ہے تو ضعیف عورتونکو مرد امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم یا رسم نہ ہوتی پردہ عمر کے اوپر روا نہین رکہا گیا۔ جیسے ہی جوان عورتون کی عصمت بے پردگی سے مشتبہ ہوسکتی ہے ویسے ہی بوڑہی عورتون کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی کوئی اور شکل ہے۔

(۲) جہاد مین عورتون کی شرکت کا حکم۔

عورتین مردون سے زیادہ جری اور لڑنے والی نہین مانی جاتین۔ پر عورتون کی شرکت جہاد مین کیون لازمی سمجھی گئی۔ یا جب بے پردگی سے اون کی عصمت مین خلل آتا تہا تو اُن کی نسبت ایسا حکم کیون دیا گیا۔ اس سے بہی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کی شکل اور ہے۔

(۳) عورتون کا برقع پہنکر نکلنا۔

پر سب سے بڑی قوی دلیل موجودہ شکل پردہ کی مخالفت یا تردید مین پیش ہوسکتی ہے جب حقیقت مین پردہ کا حکم یا منشار ایسا ہی تہا جیسا کہ سمجہا جاتا ہے تو پہر عورتون کو برقع پہنکر نکلنے کا حکم کیون دیا گیا۔ کیا یہ ممکن اور قرین قیاس ہے کہ ایکطرف تو حبس دوام کا حکم دیا جائے اور دوسرے طرف آزادی کا فرمان نازل ہو۔ دونون مین سے صرف ایک ہی حکم واجب اور قابل تعمیل یا جائز سمجہا جا سکتا ہے۔ اس سے بہی ظاہر ہوتا ہے کہ پردہ کی شکل اور ہی ہے۔

پس اب اچہی طرح ثابت ہوگیا کہ موجودہ پردہ بیجا اور ناجائز ہے بلکہ دراصل حکم یہ ہے کہ عورتین غیر محرم مردون سے اپنے جسمون کو چہپائین۔ جس مین چہرہ اور ہاتھ داخل نہین۔

افسوس اس پردہ کا اثر مسلمانون کی ترقی و تنزل پر بہت پڑتا ہے اول تو مسلمان تعلیم نسوان کے خلاف ہین اور دوسرے اس موجودہ پردہ نے اور ہی غضب ڈہایا جس کی وجہ سے تعلیم نسوان کے راستہ مین ایک اور روک واقع ہوگئی۔ مین مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتا ہون۔ اگرچہ مڈیکل سکول مین سے لڑکیان بہی چار سال کی تعلیم کے بعد

ڈاکٹر ہوکر نکلتی ہین۔ اور اپنی زندگی خوشتر بنا سکتی ہین۔ اس مین عیسائی لڑکیون کو چھوڑ کر غیر عیسائی بہی تعلیم پاسکتی ہین چنانچہ ہندؤن کی بہی لڑکیان تعلیم پاتی ہین۔ مگر افسوس کہ آج تک ایک لڑکی بہی مسلمان کی ڈاکٹر نہ بنی۔ وکیل کلرک۔ مذہبی خادم یا واعظ ہونا تو دوسری بات ہے۔ معلم اور ڈاکٹر بہی نہین بن سکتین اور اس مین کیا ہرج ہی کہ کوئی مسلمان شریف زادی برقع پہنکر بازار مین وعظ کرے یا ڈاکٹر کا کام دے۔

ناظرین۔ ہماری قوم مین سے جب تک تعصبانہ خیالات نہ دور ہوجاوینگے۔ قومی ترقی ہرگز نہ ہوسکیگی۔ اگر ہماری قوم مہذب بنا چاہے اور اپنے اسلاف کی طرح ہر بات مین ناموری کی خواہش رکہتی ہے اور ترقی کی خواہان ہے تو تعلیم نسوان کی تمام روکاوٹون کو دور کرے اور ہٹ دہرمی کو طلاق دیکر تعصب سے ہاتہ دہوئے۔ فقط

خادم قوم۔ منور خان

مراسلہ

لکھنو۔ کٹرہ بزن بیگ خان ۳ جنوری ۹۹ء

بندہ پرور۔ تسلیم۔ یادآوری کا شکریہ۔ ایک نیاز نامہ جا چکا ہی۔ اور آپکے کارڈ مورخہ ۲۸ شعبان کی جواب مین یہ دوسرا عریضہ مرسل خدمت ہی۔ معلم نسوان کی وصولیابی کا شکریہ۔ پہلے ہی ادا کرچکا ہون ہین نہین خیالون مین ہون جن خیالون مین کہ تہا۔ جناب ریاض الدین احمد صاحب سے ایک دن پنچ بلگئی آپ کا مسئلہ یہان ہی سرگرمی کے ساتھ چھڑا ہوا ہی۔ اور اکثر صحبتون مین چھڑ رہا ہی۔ بعض لوگ یہان بہی آپکے طرفدار ہین دینی حیثیت سے کثرت سے مان لیا ہی معلم نسوان کیلئے خریدار پیدا کرنیکی کوشش کرونگا۔ فرصت ہوئی تو بعض مضامین ہی لکہونگا۔ "بدرالنسا کی مصیبت" نے یہان آگ لگادی ہے۔ اور ہوقت تک مجھ کو کوئی شخص نہین ملا جسنے اسکو نہ پڑہا ہو۔ اور چونکہ سیدہ صرف مسئلہ بتایا گیا ہی۔ استدلال سے کام نہین لیا لہذا اکثر لوگ اسکے بابت مجھ سے شکایت کرتے ہین۔ اور اس ضرورت سے مین نے آپ کو تین نمبرون کے روانہ کرنے کی زحمت دی ہی۔ ایک تو وہ جس مین آپ کا بڑا مضمون ہی جو شرعی پہلو سے لکہا گیا ہے۔ دوسرا مضمون جس مین پردہ کی مضرتین بتائی گئی ہین۔ تیسرا وہ مضمون جس مین انگلستان کی عورتون پر میرا لکچر شایع ہوا ہے۔

امید کی جاتی ہی کہ خدا آپ کو کامیاب کریگا۔ مگر آپنے اپنی مجلس کو دراست کر دیا ہے۔ ایسی سرگرمی سے چلے ئے زبردست اور پرزور آرٹکل شایع ہونی چاہئے۔ والسلام۔ آپ کا خادم

محمد عبد الحلیم

محب حسین صاحب ایڈیٹر

معلم نسواں

ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ نمبر ۴

فہرست مضامین

مطبوعہ مطبع معلم شفیق حیدرآباد دکن

واقعہ ...

ہے گرداب فنا چھوٹی ہی کو کیا دھار پانی کی
یہ شاعر بھی تو سیل اشک کو طوفان سمجھتے ہیں

جلا ہی دے گی اک دن یہ زمین و آسمان سارے
ہم آہ بیوگان کو آتش سوزان سمجھتے ہیں

پہنکر جبہ و دستار جو دنیا کماتا ہے
اسی مکار زاہد کو تو ہم شیطان سمجھتے ہیں

محبت کے دل سے پوچھے کوئی فطری شاعری کیا ہے
وہی مشکل ہے جس کو لوگ سب آسان سمجھتے ہیں

حضور قیصرۂ ہند کو سال گرہ کی مبارکبادی

صد آفرین و مرحبا اے امپرس وکٹوریہ
اسی برس کا سن ہوا اے امپرس وکٹوریہ

یہ دن مبارک ہو تجھے یہ سن مبارک ہو تجھے
رکھے تجھے قایم خدا اے امپرس وکٹوریہ

تو مہر چرخ مملکت تو روشنی ششجہت
قایم رہے سایہ ترا اے امپرس وکٹوریہ

تو جان جان ہندیان روح روان ہندیان
تو اون کے دردون کی دوا اے امپرس وکٹوریہ

تو فخر شاہان جہان تو تاج سلطان جہان
تیرا ہے عالی مرتبا اے امپرس وکٹوریہ

دنیا میں کیسی دھاک ہے دشمن کا سینہ چاک ہے
مرعوب ہیں کشور کشا اے امپرس وکٹوریہ

عادل رحیم و نیک ہے المختصر تو ایک ہے
سن اے مری فرمانروا اے امپرس وکٹوریہ

جس پر ترا سایہ پڑا فوراً وہ سلطان ہو گیا
ہے ظل تیرا ظل ہما اے امپرس وکٹوریہ

تیری رعایا شاد ہے بستی تیری آباد ہے
سب کرتے ہیں تجھکو دعا اے امپرس وکٹوریہ

وصفون سے مالامال ہے بیمثل تیرا حال ہے
تجھسا نہیں ہے دوسرا اے امپرس وکٹوریہ

تجھ سے عدالت گستری تجھ سے رعیت پروری
ہیں سیکھتے کل بادشاہ اے امپرس وکٹوریہ

تو حشر تک زندہ رہے ایسی ہی تابندہ رہے
اے امپرس وکٹوریہ اے امپرس وکٹوریہ

دونی ہو تیری سلطنت اور چوگنی ہو تمکنت
دہ گونہ تیرا دبدبا اے امپرس وکٹوریہ

سائل بھی ہے بندہ ترا مسکین غریب بے نوا
کچھ لطف اس پر بھی ذرا اے امپرس وکٹوریہ

السیفہ

مُسدس اتفاق

اے اتفاق کیا تیری مدح وثنا کرون　　کیونکر تری ادا کو زبان سے ادا کرون
دریا کو بند کوزے مین کیون کر بھلا کرون　　ممکن نہین کہ مہر کی مشعل مین جا کرون
توخوبیون کا طور سراپائے نور ہے
ارض وسما مین تیری جھلک کا ظہور ہے

گر تو نہ ہو محال ہے پیدائش بشر　　آوے نگاہ مین نہ کہین دختر و پسر
ہوتا ہے جب کہ شوہر و زن مین تو جلوہ گر　　دکھلاتا ہے تناسل آدم کا تب اثر
دنیا کی کائنات کا تجھ سے قیام ہے
بزم جہان کا تیرے سبب سے نظام ہے

تو بادشاہ مشرق و مغرب ہے بیگمان　　جاہ وحشم سے تیرے عیان صورت امان
سکہ ہے عافیت کا تیرے عہد مین روان　　تجھ بن نہین ہے عیش جہان کا کہین نشان
لاتا ہے تو عنادکی جا الفت دلی
آنے سے تیرے کھلتی ہے امید کی کلی

بچھڑے ہوون کو اپنی کشش سے ملاتا ہے　　دشمن کو دوست غیر کو اپنا بناتا ہے
بہکے ہوون کو رستہ سیدھا دکھاتا ہے　　ہم رنگ موم سنگ دلون کو گلاتا ہے
چالین تیری نرالی انوکھی تیری ادا
تیرا اثر ہے معجزۂ قدرت خدا

تجھ سے زمین شور ہوئی سبزہ زار ہے　　ابر سخا سے تیرے بھی خندان بہار ہے
ویران جگہ پہ تیرا قدم مرغزار ہے　　جائے سفال لعل و دُرِ شاہوار ہے
تیری نگاہ چشمۂ آب حیات ہے

بحر کرم و موج عطا تیری ذات ہے

وحشت زدون کو تو نے خجستہ بنا دیا — آلودگان جہل کو شستہ بنا دیا
پژمردہ گلستان کو شگفتہ بنا دیا — ہر خار و خس کو پھولون کا دستہ بنا دیا
قوم عرب کو جو تھی ستمگر زشت حال
علم ادب کے سانچے مین تو نے دیا تھا ڈھال

تیرے کرشمے جتنے ہین حیرت فزا ہین سب — اس واسطے کہ چاہنے والا تیرا ہے رب
خواہان تھا تیرا احمد مرسل شہ عرب — فخر الرسل امین و مکین اشرف النسب
دلبر ترا امیر و صغیر و کبیر کا
سر پر ہے تیرے سایہ بشیر و نذیر کا

دم بھرنے والے تیرے صحابہ کرام تھے — شاہان باصفا تیرے در کے غلام تھے
ارباب علم تیرے ثنا خوان مدام تھے — شیدا تیرے جمال کے خاص و عوام تھے
جھنڈا گڑا جو دین محمد کا چارسو
تیرا ہی زور تھا جو ہوئی قوم سرخرو

جو کچھ کیا بھلا کیا لیکن یہ کیا ہوا — کس واسطے تو ہم سے یکایک جدا ہوا
اسلاف پر تو تیرا کرم ہی سدا ہوا — چھوٹون سے کیا ہوئی ہے خطا جو خفا ہوا
ہم مین نہین ہے تاب تیری ہجر کی ذرا
محروم کیون کیا ہے زیارت سے دلبرا

شاید یہی سبب ہے کہ ہم نابکار ہین — خائف نہ از مواقع روز شمار ہین
باتین بنانے والے تو ہم بین ہزار ہین — لیکن ز فرق تا بقدم عیب دار ہین
بابا لقب ہے امت احمد کا شوق ہے
گردن نہین نکالتے بدعت کے طوق سے

فلسفہ ازدواج و اصول تمدن

نکاح کی ابتدا اور انسانی فطرت پر اسکی بنیاد

نمبر (۲)

توالد و تناسل

استینڈھال نے کہین کہا ہے کہ خوب صورت چیز مفید چیز سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی مطلب کو ہم دوسرے الفاظ مین یون بیان کرتے ہین کہ توالد و تناسل غذائیت کا نتیجہ ہے۔ یعنی توالد و تناسل یا پیدائش کا اصلی سبب غذا ہے۔ جب ہم نہایت ہی ادنے درجہ کے جانورون کی کارروائی توالد و تناسل پر ایک گہری نظر ڈالتے ہین تو ہمین معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق یا توالد و تناسل کی یہ عظیم الشان کارروائی اس زاید غذا کا نتیجہ ہے جو بہت کچھہ تغذیہ اعضاے مین صرف ہو کر بدن مین باقی بچ رہتی ہے اور جو نئے اجزا کے بنانے یا بچہ پیدا کرنے کی خواہش کو ابھارتی ہے۔ یعنے قوت شہوت کو جوش مین لاتی ہے۔ جب تک یہ نیا مادہ یا بیج حیوان کے جسم مین دبا ہوا رہتا ہے اور اس قدر ترقی نہین کر جاتا جس سے کسی اور وجود کی پیدائش ہو سکے اس وقت تک محض نمو ہی کی حالت قایم رہتی ہے نہایت ہی ادنے درجہ کے ذی حیات مخلوق جب اپنی عمر طبعی کی اس حد پر پہنچتے ہین جس سے آگے انکی نوع کا کوئی فرد بڑھ نہین سکتا۔ تو اس وقت عام طور پر وہ خود بخود دو مساوی حصون مین تقسیم ہو جاتے ہین۔ پہر ان مین کا ہر ایک حصہ دو ایسے وجود کو پیدا کر کے مر جاتا ہے جو ہو بہو اس کی ہمشکل ہوتے ہین۔ ان جانورون مین قوت نامیہ کے سوا اور

اور کوئی چیز [illegible] باقی ہے۔ تو الد و تناسل کی یہ نہایت ہی سیدھی سادھی کارروائی ہائی ڈرا[1]۔ ورٹی سیلا[2]۔ ایلگا[3] اور نہایت ہی ادنے درجے کے مشروم[4] میں پائی جاتی ہے۔

[illegible] اس نقرہ میں تو الد و تناسل کی اصلی حالت [illegible] ہے اور نہایت ادنے درجے کے جانوروں کے تو الد و تناسل کا سیدھا سادھا طریقہ بتایا گیا ہے۔

[1] ہائی ڈرا۔ یہ ایک یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پانی یا آب کے ہیں۔ ہائی ڈرا ان تمام نہایت ادنی درجہ کے آبی جانوروں کا نام ہے جن کے خصوصیات یہ ہیں۔ ان کا جسم ایک بہت پتلی نلی کے مشابہ ہوتا ہے جس کے ایک سرے پر ایک سوراخ بطور منہ کے ہوتا ہے اور اس سوراخ کے اطراف نہایت ہی باریک بال سے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے یہ جانور چیزوں کو پکڑتا ہے۔ اگر اس جانور کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ ڈالا جائے تو وہ پھر پیدا ہوجاتا ہے [illegible] اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردے جائیں تو ہر ایک ٹکڑا ایک پورا جانور ہوجائے گا۔ مونگا اسی آبی جانوروں کے طبقے میں داخل ہے۔

[2] "ورٹی سیلا" آبی جانوروں کے ایک نوع سے اس طبقے کے جانوروں کا جسم تو ایک پتلے دھاگے اور منہ ایک گھنٹی کی طرح ہوتا ہے۔ وہ اپنے [illegible] منہ سے پانی میں ایک گرداب کی سی حرکت پیدا کرتے ہیں جس سے انہیں غذا میسر ہوتی ہے۔

[3] "ایلگا" یہ نباتات کی ایک نوع کا نام ہے جو بہت سے آبی درختوں کو حاوی ہے اس طبقہ میں نہایت ہی چھوٹے چھوٹے درخت بھی شامل ہیں جو بکثرت جھیلوں اور تالابوں میں پائے جاتے ہیں اور جن کو ہم کائی کہتے ہیں۔

[4] "مشروم" یہ بھی ایک قسم کی نبات کا نام ہے۔ اس طبقے میں وہ نہایت باریک درخت بھی داخل ہے جو باسی [illegible] میں نکل آتے ہیں اور انہیں کے مجموعہ کو ہم پھپھوندی کہتے ہیں تری لکڑیوں میں جو درخت نکل آتے ہیں اور جنھیں ہم کتہ پوا کہتے ہیں وہ بھی اسی نوع نبات میں شامل ہیں۔

محب حسین ایڈیٹر

بعد ازان جانورون کا طبقہ ہے جن کے اعضا مین کسی قدر ترقی ہوئی ہے اور اسی نسبت سے ان کی کارروائی توالد وتناسل مین بھی ایک گونہ خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی ترقی اعضا کے ساتھ طرز توالد وتناسل مین بھی ترقی ظاہر ہے۔ اب اس طبقے کے جانور اثنائے توالد وتناسل مین بالکل نیست ونابود نہین ہوجاتے۔ اس گروہ کے جانورون کا طریقۂ توالد وتناسل یہ ہے کہ ان کے جسم سے ایک کوپل سی چیز نکلتی ہے جو بتدریج بڑھکر اپنی جگہ سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔ یعنی جب یہ نئی شاخ بڑھ جاتی ہے۔ تو پھر وہ اپنے پیدا کرنے والے کے جسم سے الگ ہوجاتی ہے اور اپنے وجود کو تغذیہ کی کارروائی سے قایم رکھتی ہے۔

پھر اس طبقۂ حیوانات کے بعد جانورون کا ایک اور طبقہ ہے جن کے اعضا جسم مین زیادہ ترقی پائی جاتی ہے۔ اس گروہ کے حیوانون کی کارروائی توالد وتناسل ایک گردی تھیلی یا انڈے کے ذریعے سے ہوتی ہے جو ان کے جسم کے کسی خاص مقام پر پیدا ہوتی ہے۔ یہ انڈا پہلے کئی دفعہ دو مساوی حصون مین تقسیم ہوتا ہے اور پھر اس سے ایک نیا حیوان پیدا ہوتا ہے۔ مگر عام طور سے یہ ضروری ہے کہ اس کارروائی تقسیم کے پہلے یہ انڈا کسی دوسرے انڈے سے باہم ملے۔ مختلف جسمانی کارروایون کے بعد یہ دونون بچہ پیدا کرنے والے انڈے باہم میل کھاتے ہین۔ جس انڈے مین یہ کارروائی تقسیم جاری ہوتی ہے اس مین مادہ کا جز ہوتا ہے۔ یہ نسوانی بیضہ دوسرے انڈے کے مادے کو سادے طور سے کھینچ لیتا ہے جس کو نر کا جز کہتے ہین۔ جب انا ثی بیضہ مین ذکوری بیضہ کا مادہ شریک ہوجاتا ہے تو اس وقت اسمین دوسرے وجود کا بیج قایم ہوتا ہے۔ جو بتدریج بڑھنے کی قابلیت رکھتا ہے اور اپنے نمو کی سلسلہ کارروائی کو ختم کرتا ہے۔

پھر جانورون کا وہ طبقہ ہے جن مین نر اور مادہ کا وجود علحدہ علحدہ پایا جاتا ہے یعنی بعض افراد تو نر ہوتے ہین اور بعض مادہ۔ ان تمام حیوانات کے توالد وتناسل کا اصول یہ ہے کہ سادے طور سے دو نہایت چھوٹے سیل یا انڈے

باہم ملتے ہیں توالد وتناسل کا یہ ایک کلی اصول ہے۔ خواہ نر اور مادہ علیحدہ ہوں
یا ان کے مادے یا انڈے ایک ہی جگہ باہم ملے جلے ہوں۔ خواہ آلات تناسل سادہ
ہوں یا پیچیدہ۔ ان امور سے اس کلیہ میں کوئی نقصان نہیں آتا کیونکہ اعلیٰ طبقہ کے
تمام جانوروں میں یہ کلیہ ہر وقت اور ہر جگہ صادق آتا ہے کہ جب دو چھوٹے چھوٹے
انڈے یا سیل باہم ملتے ہیں۔ تو مادہ کا انڈا نر کے انڈے کے مواد کو جذب
کر لیتا ہے اور پھر اس کارروائی سے ایک نیا وجود پیدا ہوتا ہے۔

توالد وتناسل کی یہ کارروائی نباتات کے ان طبقوں میں جنھیں زبان انگریزی
میں ایلگا اور ڈایا ٹومیسی کہتے ہیں یعنی نہایت ہی ابتدائی حالت میں مشاہدہ کی جا سکتی ہے[۱]

سے ماننا ہے پھولوں میں رحم اور ذکر باہم ایک ہی جگہ ہوتے ہیں اور جب پسنل یعنی ذکر کا مادہ اور یہی رحم میں داخل ہوتا
ہے تو بیج پیدا ہوتا ہے اسی طرح بعض نہایت ہی ادنےٰ درجہ کے جانوروں میں بھی ذکور اور اناث کا مادہ ایک ہی
جگہ پایا جاتا ہے مگر اعلیٰ طبقے کے حیوانات میں ذکر اور رحم علیحدہ علیحدہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی ایک فرد میں تو رحم رکھا
جاتا ہے اور اس کو ہم مادہ یا عورت کہتے ہیں اور دوسرے فرد میں ذکر ہوتا ہے جس کو ہم نر یا مرد کہتے ہیں اور
جب رحم اور ذکر باہم ملتے ہیں اور ان آلات کے ذریعہ سے دونوں قسم کے چھوٹے چھوٹے انڈوں کا ملاپ ہوتا ہے تو
اس وقت مادہ کا انڈا نر کے انڈے کا مواد جذب کر لیتا ہے اور اسی کارروائی کو ہم حمل کہتے ہیں۔ یہ دو انڈوں یا سیلوں کے
باہم ملنے کا ایک ایسا عام کلیہ ہے جو تمام ذی حیات اشیا کو حاوی یعنی نباتات اور حیوانات دونوں میں پایا جاتا ہے اور کہیں مستثنیٰ نہیں

[۱] ایلگا۔ اور ڈایا ٹومیسی یہ دونوں نباتات کے وہ طبقے اور جنس ہیں جنھیں بعض حکما تو نباتات اور بعض حیوان بتاتے
ہیں۔ لیکن ابھی پورے طور سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوا کہ آیا یہ مخلوق نباتات میں شامل ہیں یا حیوانات میں۔
مگر حکما کا رجحان اس طرف زیادہ ہے کہ نبات ہیں۔ ان نباتات کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس قدر چھوٹے
ہوتے ہیں کہ بغیر خوردبین کے دکھائی نہیں دیتے وہ کائی وغیرہ کی شکل میں پائے جاتے ہیں یعنے
تالابوں پر جو سبز رنگ کی ایک تہہ سی جمی ہوئی پائی جاتی ہے اور جس کو ہم کائی کہتے ہیں وہ انہیں نباتات کی بے انتہا تعداد سے مرکب
ہوتی ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے درختوں میں ایک قسم کی حرکت بھی پائی جاتی ہے جس سے ان کے حیوان ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ محب حسین ایڈیٹر

یہ کارروائی صحبت یا مباشرت کے الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آس پاس کے دو چھوٹے چھوٹے "سیل" یا دانے ایک نہایت ہی باریک اور چھوٹی سی نلی یا ابھار کو ایک دوسرے کی طرف بڑھاتے ہیں۔ اور جب یہ دونوں ابھار یا نلیاں آپس میں ملتی ہیں تو وہ دونوں نقطہ الحاق پر ایک دوسرے کو باہم جذب کر لیتی ہیں اور پھر دونوں کے باہمی میل سے ایک تیسرا سیل یا دانہ پیدا ہوتا ہے یعنے ان دونوں دانوں کا مادۂ توالد (منی) باہم ملتا ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ملکر ایک تیسرا دانہ یا سیل بن جاتے ہیں۔

یہ نہایت ہی ادنے درجے کے نباتات اور اعلے سے اعلے درجے کے حیوانات جن میں انسان بھی شامل ہے قریب قریب یکسان کارروائی توالد و تناسل کے پابند ہیں۔ یعنے جو اصول عقد یا شادی بیاہ ان ادنے درجہ کے نباتات میں پایا جاتا ہے وہی اصول عقد اعلے درجہ کے حیوانوں اور انسانوں میں بھی موجود ہے۔ حقیقت میں اصول توالد و تناسل ہر جگہ یکسان ہے۔ ادنے درجہ کے ذی حیات مخلوق کی کارروائی توالد و تناسل میں کوئی اصلی فرق پایا نہیں جاتا۔ اس لئے انجیل کا یہ فقرہ بہت ہی صحیح ہے کہ "وہ باہم ملکر ایک گوشت و پوست ہوجائینگے"۔ یعنی دو مواد توالد و تناسل (منی) باہم ملکر ایک ہوجائینگے جس طرح سے کہ ادنے درجے کے نباتات میں دو "پورس" یعنے سیل یا دانے باہم ملکر تیسرا دانہ پیدا کرتے ہیں اسی طرح انسان میں بھی عورت کا رحم مرد کی منی کو جذب کرتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ عورت کا رحم یا انڈا خود قایم رہتا ہے اور وہ مرد کے نطفے یا انڈے کو جذب کر لیتا ہے جس کو ہم حمل سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ ایک سیدھا سادھا اصول توالد و تناسل ہے۔ جس پر نر و مادہ کے اصناف کا وجود قایم ہے۔ یعنی ان کے پیدایش کی غایت صرف توالد و تناسل ہی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس غایت کے پورا کرنے کے لئے بعض جانور تو صرف کم و زیادہ ایک ہی دن کی

زندگی رکھتے ہیں یعنی ان کی عمر ایک ہی دن کی ہوتی ہے - اور یہ بھی ان کے غور و فکر کا مقام ہے -

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ بعض جانوروں کے وجود یا خلقت کی اعلیٰ غایت توالد و تناسل ہی معلوم ہوتی ہے - بہت سے نباتات اور حیوانات بلکہ بعض اعلیٰ طبقے کے جانور بھی مثلاً حشرات الارض وغیرہ توالد و تناسل کے فرض عظیم کو ادا کرتے ہی مرجاتے ہیں - یعنی جفتی کے بعد ہی راہی ملک عدم ہوتے ہیں - اور بعض اوقات نر مادہ سے جدا ہوتے ہی مرجاتا ہے - اور مادہ بھی صرف انڈے دینے تک ہی جیتی ہے - لاکھ کے کیڑے کی مادہ اپنے پیٹ سے باہر انڈے نہیں نکالتی بلکہ اس کے پیٹ میں اس قدر انڈے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ ان کی کثرت سے مر جاتی ہے اور اس کا جسم انڈوں کی حفاظت کے لئے ایک غلاف بنجاتا ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ نہایت قدیم زمانے میں حیوانیت کا غلبہ تھا - اور مذکورہ بالا واقعات تعمیر خلقت کی بنیاد تھی - اُس وقت نیچر یا فطرت اجناس اور انواع کے بنانے میں مصروف تھی جزئیات کی طرف اس کو ذرا بھی توجہ نہ تھی - نیچر یا فطرت کسی دیوتا یا انسان کی شکل میں تو قایم ہی نہیں - اور نہ اس کا وجود اس طرح کہیں پایا جاتا ہے - مگر وہ بڑی بڑی قوتیں[۵] جنھیں ہم نیچر یا فطرت کہتے ہیں

---

۵ حاشیہ - مصنف کا خیال ہے کہ مختلف قوتوں کے عمل سے دنیا اور مخلوق پیدا ہوئے ہیں اور ان قوتوں میں عقل و تمیز نہیں ہے - یہ ساری ترقی ان قوتوں کے عامیانہ افعال کا نتیجہ ہے مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ قوتیں خود بخود پیدا ہو گئی ہیں یا کسی اور صاحب عقل و تمیز قوت نے انہیں پیدا کیا ہے - کیا موٹی بات ہے کہ جس شے میں عقل و تمیز نہ ہو وہ ایسی چیزوں کو پیدا کر دے جن میں عقل و تمیز ہو - میرے نزدیک مصنف کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہی قوتیں خالق حقیقی ہیں - کیونکہ اسی کے قول سے ان قوتوں میں کوئی حس عقل و تمیز پائی نہیں جاتی - حالانکہ دنیا کی ہر شے میں انتہا درجہ کی نظم و ترتیب پائی جاتی ہے - ایک چڑیا کے اعضا اس کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے نہایت ہی مناسب بنائے گئے ہیں میرا مطلب اور یہ ذرا کھی گئی ہے کہ وہ اپنی دشمن بلی کے سخت پرجوش حملے سے بچ جاتی ہے - کیا کوئی اندھی اور بے وقوف فطرت ایسی ذی ہوش اور صاحب تمیز مخلوق کو خلق کر سکتی ہے - بالبداہت یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے کہ غیر ذی عقل قوتیں دنیا کی خالق ہیں - جہان کے تمام انواع و اجناس مخلوق پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا پیدا کرنے والی کوئی نہایت ہی عاقل قوت ہے جو ان کی تمام ضرورتوں کو پہلے سے سمجھتی ہے - اور ان بڑی بڑی قوتوں کی باگ ایک ایسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے جس کو تمام عالم پر قوت حاصل ہے جو ہر ایک شے کو جیسا چاہتی ہے بناتی ہے اور جیسا چاہتی ہے بگاڑتا ہے - ایسی اعلیٰ درجہ کی قوت کو ہم خدا کہتے ہیں - محب حسین -

بالکل بے حس ہیں یعنی ان میں کوئی عقل تمیز نہیں ہے۔ مگر ان کے عامیانہ افعال اور اندھے حرکات[۵]
نتیجہ یہ دنیا اور اُس کے مخلوقات ہیں۔ انہیں کے سبب سے دنیا بتدریج ترقی کرتی جاتی ہے اور
افراد حیوان اپنے طرز معاشرت یا شرائط و اسباب زندگی کے مناسب ہوتے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے
بقائے انواع کی ضرورت لاحق ہوئی۔ مگر اس بے وقوف نیچر یا فطرت نے اس ضرورت کے رفع
کرنے کا کوئی ارادہ بطور خود نہیں کیا یعنی بقائے نوع کا فعل غیر ارادی تھا۔ یا یوں کہو کہ
بقائے نوع نیچر کی اضطراری فعل کا نتیجہ ہے۔ طبقات الارض کے مسلسل زمانوں میں بتدریج
توالد وتناسل کے طریقہ میں ترقی ہوئی ہے یعنی پہلے تو یہ طریقہ تھا کہ ایک وجود دو حصوں میں
تقسیم ہوجاتا تھا اور پھر اس میں سے دوسرا وجود پیدا ہوتا تھا۔ اس ابتدائی طرز توالد وتناسل
میں رفتہ رفتہ یہ ترقی ہوئی کہ آلات توالد وتناسل مخصوص ہوگئے اور وہ دو علحدہ علحدہ
وجودوں میں رکھے گئے۔ اور پھر ان پیچیدہ آلات توالد کے باہم ملنے کا طریقہ نکالا تاکہ بچہ
پیدا ہو۔ مگر اس ترقی توالد وتناسل کے ساتھ ساتھ حیوانوں کے اور اعضائے جسم میں بھی ترقی
ہوتی گئی اور ان کے افعال میں بھی فرق پیدا ہوتا گیا۔ چنانچہ ریڑھ کے اس حرام مغز کے
اطراف سے عصاب پیدا ہوئے جس کو طبی اصطلاح میں "ڈارسل کورڈ" کہتے ہیں اور پھر نظام
عصبی قایم ہوا۔ اور پھر عصبی مرکزوں میں احساس کی قوت پیدا ہوئی۔ جب یہ عصبی ترقی پوری
ہوچکی تو پھر اس عظیم الشان کارروائی توالد وتناسل نے ایک بالکل دوسرا پہلو اختیار کیا
یعنی اس میں ایک خاص قسم کا فرق پیدا ہوا۔ حیوانات کے نہایت ہی ادنی درجے کے طبقے میں
کاروائی توالد وتناسل بطور ایک کل کے ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کے احساس یا لذت پائی نہیں جاتی۔
یعنی جفتی کے ساتھ کوئی لذت یا مزہ نہیں ہوتا۔ مسٹر پالبیانی کہتے ہیں کہ وہ نہایت ہی چھوٹا کیڑا جس کو
"پیرامی سیم"[۵] کہتے ہیں بیالیس دن کے عرصے میں سیدھے سادہ تقسیمی طرز توالد وتناسل سے

---

۵ حاشیہ: "پیرامیسیم" وہ نہایت ہی چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں جو بغیر مدد خوردبین کے دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ وہ اکثر [illegible] پائے جاتے ہیں کہ [illegible] سڑتی گلتی ہیں۔ ان کا جسم لمبا ہوتا ہے اور اس کے اطراف مسلسل قطار [illegible] متحرک بال سے ہوتے ہیں۔

۱۱۶ ۴ ۱۳۸۴ ۱ بچے پیدا کرتا ہے - اور اس کو یہ تاب بھی تو نہیں محسوس ہوتا کہ اس نے اس قدر بچے پیدا کئے ہیں - یعنے ان میں کوئی احساس جماع پائے نہیں جاتے - مگر اعلیٰ طبقے کے جانوروں کی حالت اس کے خلاف ہے - ان میں کارروائی توالد و تناسل کا ایک سخت جسمانی اور روحانی جوش پیدا ہوتا ہے اگر یہاں اس عاشقانہ جوش کی خاص خاص صورتیں بیان کی جائیں - تو ہماری غایت کے مضمون کے لحاظ سے نامناسب نہ ہوگا - کیونکہ عقد نکاح اور خانہ داری یا اصول تمدن اسی جوش پر مبنی ہے - تاکہ اصل اصول فروگذاشت نہ ہوجائے اس امر کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس جسمانی اور روحانی جوش اور قوت کی اصلی غایت یہ ہے کہ دو پیدا کرنے والے انڈے یا سیل باہم ملیں - اور یہ علت اور نتیجہ انسان اور حیوان دونوں میں پائے جاتے ہیں - اس مضمون پر مسٹر هیکیل نے اپنے رسالہ "تخلیق انسان"* میں ایک نظم لکھی ہے جس میں اس قدر سچی باتیں درج کی جاتی ہیں کہ ہم اس کا نثر ترجمہ یہاں نذر ناظرین کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے :-

"ہر جگہ حیوانات میں بہت ہی چھوٹے چھوٹے سببوں سے بہت بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوتے ہیں - حیوانات میں غور کرو کہ جب نر مادہ باہم ایک دوسرے کو منتخب کرتے ہیں تو کس قدر عجیب و غریب حالتیں پیدا ہوتی ہیں - اور پھر انسانوں میں محبت و عشق کے نتیجہ کو سوچو - ان تمام جوش و خروش اور عشق و محبت کا اصلی سبب وہی دو سیلوں یا انڈوں کا باہمی ملاپ یا کشش ہے - قوت اور زور میں کوئی حیوانی فعل اس عشق و محبت کے فعل کی برابری نہیں کر سکتا کیا یہ عبرانی مذہبی کہانی کہ حوا نے آدم کو خواہش علم کی وجہ سے گیہوں کھانے کی ترغیب دی اور پیرس اور هیلن کی قدیمہ یونانی داستان اور اسی طرح کی اور بھی بہت سی داستانیں اور نظمیں اس عظیم الشان قوت اور پر زور اثر کو ظاہر نہیں کرتیں جو انتخاب زوجین

* = ایتھرو پو جینا - صفحہ ۷۷۵

اور جماعی عشق و محبت کے سبب اس وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے کہ وہ دو نو اندے
باسیل علیحدہ کردئے گئے ہین یعنی مرد اور عورت جدا جدا بنائے گئے ہین ۔ دوسرے تمام
حیوانی قوا یا نفسانی خواہشین جو انسان کے دل کو سخت حرکت دیتی ہین مثلاً غضب ۔ خوف
وغیرہ ہرگز عشق یا محبت کی برابری نہین کرسکتین جو انسان کے تمام حواس ظاہری اور
باطنی کو مشتعل اور اس کی عقل کو مسخر کرلیتا ہے ۔ ادہر تو اس عشق و محبت پر نہایت ہی
شریف فنون یعنی شاعری ۔ مصوری ۔ موسیقی وغیرہ قایم ہین اور یہ بہت ہی دلچسپ اور
پرلطف اور بامذاق کام اوسی سے نکلے ہین اور ہم اس عشق و محبت کو نہایت
عظمت اور وقعت کی نگاہون سے اس لئے دیکھتے ہین کہ وہی تمدن ۔ خانہ داری اور
سوسایٹی کی اصلی جان اور ایک بہت بڑا قوی اور ابتدائی سبب ہے ۔ اور ادہر یہی عشق و
محبت ایک نہایت ہی خوفناک اور مہلک چیز اور جہان سوز آتش ہے ۔ یہ وہی
عشق و محبت ہے جو بے انتہا آدمیون کو تباہ اور برباد کرتا ہے ۔ یہ وہی عشق و
محبت ہے جو ہزارون مصیبتون ۔ لاکھون گناہون اور برائیون اور سیکڑون جرایم کی
بنیاد ہے ۔ دنیا مین جس قدر اس عشق و محبت کے ہاتھون سے کشت و خون ہوتے
ہین اتنے بحیثیت مجموعی اور تمام خواہشات انسانی کی وجہ سے نہین ہوتے ۔ انسان کے
دل و دماغ پر یعنی اس کے نظام عصبی کے مختلف افعال پر عشق و محبت کا اس قدر
قوی اور سخت اثر پڑتا ہے کہ ہم اس اثر کا پورا پورا اندازہ نہین کرسکتے ۔ تاہم علم
"بایالوجی" سے جس سے کہ انسانی قوتین معلوم ہوتی ہین اور علم تاریخ سے جس مین
کہ عشق و محبت کے واقعات درج ہین عشق و محبت کا اصلی سبب یقینی طور پر بغیر کسی
اختلاف اور نزاع کے دریافت ہوا ہے اور وہ سبب وہی دو سیلون یعنی اندرون یا ضا طور سے یون کہو کہ
مرد کی منی اور عورت کے رحم کا ملاپ یا باہمی کشش اور انجذاب ہے ۔ یہ ہی عورت و مرد کی باہمی محبت و عشق کا سیدھا سادہ سبب ہے*

* حاشیہ ۔ عشق و محبت ایک فطری جذبہ ہے جو انسان مین قدرت نے ودیعت رکہا ہے۔

یہی محبت اصول تمدن ہے۔ اہل یورپ تو اس پر زور فطری جذبے سے فائدے حاصل کرتے ہیں اور عموماً اہل ایشیا اور علی الخصوص مسلمانان ہند اس سے سخت مضرتیں اٹھاتے ہیں۔ مثلاً یورپ میں مرد عورت کی محبت کی وجہ سے نہایت ہی محنتی دولتمند اور متمدن ہوجاتا ہے اور ہندوستان میں وہی مرد عورت کے عشق میں دیوانہ اور مجنون بن جاتا ہے۔ پرلے درجہ کا بے حیا اور زانی۔ مسرف اور رنڈی باز ہوجاتا ہے۔ اور اپنے تمام مال و دولت۔ عزت و آبرو کو برباد کر دیتا ہے۔ مسلمانان ہند کے مرد اور عورتیں اس اعلے درجہ کے جذبے یعنی عشق و محبت سے بوجہ پردہ کے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی شادی عورت و مرد کے عشق و محبت پر مبنی نہیں ہوتی۔ بلکہ اکثر بعد عقد عورت اور مرد میں سخت نفرت دیکھی جاتی ہے۔ اور شادی سے تمدن اور طرز معاشرت کو ترقی نہیں ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے یورپ میں انتخاب زوجین کا فطری طریقہ رائج ہے اور شادی بیاہ عورت اور مرد کی محبت عشق پر مبنی ہے وہاں اس قدرتی جذبے سے تمدن اور تہذیب کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اردو کی مفسد شاعری نے جس قدر اس فطری جذبے یعنی عشق کو ستایا اور بدنام کیا ہے اس قدر کسی نے نہیں کیا۔ اس نے عشق و محبت کو زنا۔ دیوانگی۔ کاہلی اور پرلے درجہ کی حماقتوں میں لگایا ہے اور اس کو ایک نہایت ہی خطرناک اور مہلک قوت ثابت کیا ہے۔ ان تمام غلطیوں کا اثر یہ ہے جو اس وقت مسلمانان ہند کی طرز معاشرت میں پایا جاتا ہے۔ یعنے عورت محض ایک آلہ شہوت بنادی گئی ہے اور محبت و عشق ایک نہایت ہی ناپاک ذریعہ بربادی انسان ہے۔

ایڈیٹر

والدہ خدیو مصر

یکم مئی ۱۸۹۹ء کو جناب والدہ خدیو مصر جو خاندان سلطانی سے ہین قسطنطنیہ مین رونق افروز ہوئین - جب ان کا جہاز ڈارڈ نیلز پر پہنچا - تو قلعہ حمیدیہ کے طلبائے مدارس نے خوشی کے نعرے بلند کئے - معزز خاتون نے ان مین شیرینی تقسیم کرنے کے لئے چار سو روپے ارسال فرمائے - ۵ مئی کو انھون نے علی حضرت سلطان المعظم سے محل یلدیز مین ملاقات کا شرف حاصل کیا - چونکہ یہ بیگم سلطان ممدوح کی ایک خاص رشتہ دار ہین اس لئے سلطان نے انہین محل مذکور مین جب جی چاہے آنے کی اجازت فرمائی - بعد ازان محل سرا کی کئی معزز بیگمات نے ان کی پر تکلف دعوتین کین -

طرز معاشرت | مصر کی ایک شاہزادی نازلی خانم نے یورپ کی طرز معاشرت اختیار کی ہے اور ایک مصری ڈاکٹر کو ساتھ شادی کر کے وہ اب یورپ کی سیر و سیاحت کو روانہ ہوئی ہین - مدت سے مسلمانان مصر اپنی عورتون کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و شایستگی کی طرف متوجہ ہین - مصر مین جابجا مدارس نسوان قایم ہین جہان لڑکیان یورپین طرز تعلیم کے مطابق پڑہائی جاتی ہین - عموماً عورتین انگریزی - فرانسیسی - جرمن وغیرہ زبانین جانتی ہین اور بعض بعض معزز عورتین قومی کامون مین بھی سرگرم ہین - انھون نے اس کفن نما برقع کو اکثر ترک کر دیا ہے جس سے عورت بیچاری معلوم ہوتی ہے اور روبرو مردون کے ساتھ ہر ایک جلسہ مین دوش بدوش شریک رہتی ہین - انگریزی معزز خاتونون کے ساتھ ایک میز پر کہانا کھاتی ہین - انگریزی پوشاک پہنتی ہین اور شام کو خود بگہی ہانکتی نظر آتی ہین - مگر اس تہذیب و شایستگی کو ہمارے بھائی مسلمانان ہند عموماً ناپسند کرتے ہین تو وہ ہندون کی طرز معاشرت - ان کے لباس - ان کے عادات و رسوم پر مٹے ہین

انہون نے اپنی عورتون کو گھرون کی چار دیواری مین بند کرکے جانور بنا دیا ہے اور وہ عورت کو بجز بچے جن و انے کے اور کسی کام کا خیال نہین کرتے ہین - واہ ری مسلمانی اور واہ ری عقل ! اسی عقل پر تہذیب و شایستگی اور تعلیم و تربیت مین اہل یوروپ کا مقابلہ کرنا چاہتی ہین - کیا ان جانورون کے پیٹ سے لایق اولاد پیدا ہوگی جو اس زمانہ مین اپنے معزز آباو اجداد کے نام روشن کرے گی - مصرع - این خیال است و محال است و جنون ٭

مراسلات

نمبر (۱)

۳ جنوری ۱۸۹۹ع - لوہارو - ہوائی پوسٹ - پنجاب

جناب مولانا صاحب ! نوازشی کارڈ وصول ہوا - آپ اپنی توجہ غریب عورتون کی بیکسی پر مبذول رکھو خدا تعالی کامیاب کریگا میرے امکان مین جو کچھ ہے مالی یا بدنی تحریری یا تقریری نہ اب تک دریغ کرتا ہون اور نہ آیندہ دریغ کرونگا - کتابین مل گئین نتیجہ بحث و مکالمہ کا اس وقت تک یہی پیدا ہوا ہے کہ مخالف پارٹی کا ایک سرگرم اور لایق ممبر کسی قدر اصلاح پر آگیا ہے آیندہ جو ہوگا اطلاع دونگا - ناظم صاحب لوہارو میرے بالکل ہم خیال ہین - مین جب نسوان کا خادم ہون تو رسالہ معلم کا کیونکر خیال فراموش کر سکتا ہون - مگر صبر کیجئے جب تک خاموش قوتین اپنا اثر نہ دکہالین - والسلام و التسلیم - احمد شفیع فریدآبادی

نمبر (۲)

۲۰ اگست ۱۸۹۹ع - مقام قصبہ لانبہ کہیڑہ پرگنہ - سب تحصیل - روزیکشنبہ ٹانڈہ ریاست رام پور - روہیلکھنڈ - نمبر ۹۶/۱۱۶

جناب ایڈیٹر صاحب مخدوم و مکرم بندہ زاد اللہ فیوضاتہم - تسلیم و نیاز - مدعا گذارش ہے کہ دیگر اخبارات مین آپکے نامی پرچہ اسم بامسمی معلم کی بہت کچھ تعریف و توصیف دیکھی اور اپنے دوست صادق جناب ناظم محمد عبد السلام صاحب زمیندار قصبہ کہیم پور تحصیل سوار سے بھی سنی دل نیازمنزل بے حد مشتاق زیارت ہے اگر بتصدق جناب والا یہ دعا و التجا قرین قبولیت پہونچی تو کیا بعید ہے کہ نیازمند تا دیدہ زیارت سے مشرف ہو - اور رجسٹر کے کسی گوشہ مین اپنا نام درج فرمانیکے واسطے عرض کری بدالطف و کرم نمونتاً بالفعل ایک پرچہ مرحمت فرماکر رہین منت فرمایئے -

احقر العباد سید محمد حشمت علی اسکول ماسٹر قصبہ لانبہ کہیڑہ

خیرات کامصرف

مختلف ممالک مین خیرات کے مختلف طریقے ہین۔ ہندوستان زمانہ قدیم سے اس بات کے لئے مشہور رہا ہے۔ کہ یہان کے باشندے فیاض اور مخیر ہین۔ یہی ایک ملک غالباً تمام دنیا بھر مین ایسا ہے جہان کے لوگ خیرات کو اس قدر ضروری سمجھتے ہین۔ کہ امیر اور متوسط الحال تو درکنار غریب غربا اور مزدور تک جو صبح سے شام تک محنت مشقت کر کے روز کی روٹی روز بمشکل کما سکتے ہین۔ وہ بھی اپنا فرض سمجھتے ہین کہ اپنے پسینے کی کمائی مین سے ایک حصہ اللہ کی راہ مین نکال دین۔ حتی کہ فقیر فقرا بھی اکثر اوقات اپنے سے زیادہ ننگے بھوکون کو بانٹ کھاتے ہین۔ مگر افسوس کہ ہمارے ہان ٹھیک اور معقول مصرف خیر کوئی نہین۔ جیسے اور اکثر کامون مین بھیڑیا چال چلی جاتی ہے۔ اسی طرح فیاضی اور خیرات کا بھی اندھا دھند کارخانہ ہے۔ حالانکہ اسی خیر کو زیادہ تر خیر محض ہونا چاہئے۔ حالت موجودہ مین کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ہان جو کچھ اللہ کی راہ مین دیا جاتا ہے وہ ٹھیک مستحقون کو پہنچتا ہے۔ یا منشاء خیرات کو پورا کرتا ہے۔ ہرگز نہین۔ بلکہ برخلاف اس کے بہتیری صورتون مین ہمارے نادان و ناعاقبت اندیش خیرات دینے والے طرح طرح سے بانی شر بنتے ہین۔ یا کم از کم یہ کہ ان کے فیاض اور داتا ہونے سے کچھ نقصان نہین ہوتا خلق اللہ کو کوئی مستقل فائدہ بھی نہین پہنچتا اور دراصل پہنچنا بھی نہین چاہئے۔ کیونکہ بےقاعدگی اور بدسلیقہ پن کے سارے کام ایسے ہی ہوتے ہین۔ ہمارے ملک مین بہت ایسے ہین جو بھیک کے ٹکڑون کا مزا پڑ جانے سے دین و دنیا کہین کے نہ رہے ورنہ ممکن تھا کہ جو لوگ اس وقت ننگ قوم ہین۔ وہ شاید فخر قوم ہوتے۔ اور معمولی فرد قوم ہونے مین تو شک ہی نہ تھا۔ جاننے والے جانتے ہین کہ بیدار مغز بیدار ملکون اور قومون مین اوسط درجہ کے افراد ہی سب سے زیادہ کارآمد اجزا ہوتے ہین۔ مہذب ممالک خاصکر انگلستان مین یہ حالت نہین۔ اس جگہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہان خیرات بھیک مانگنے والے۔ ہاتھ پاؤن نہ ہلانے والے احدی اور کاہل وجود نہین پیدا کرتی۔ یہان موٹے مشٹنڈے سے ہٹے کٹے پیشہ ور فقیر خیرات کے لئے ہین۔ وہان خیرات محتاج اپاہج ننگے بھوکون کے لئے ہے۔ ہمارے ہان بھکاری لوگ سوسائٹی کو تنگ کرنے والا وبال ہین۔ اتنا دینے والے چھتے پینے کو اب موجود ہین۔ اور انکا کسی طرح پیٹ نہین بھرتا۔ ان کے ہان محتاجون

کی پرورش بھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور پھر اگر کوئی موقع آن بنے تو انگلش مین کا لکھوکھا روپیہ ایک ذرا سے اشارے میں چاروں طرف سے برسنے لگ جائے۔ مگر کس کام کے واسطے امداد ہندوستانیوں کو نہیں بلکہ مصیبت زدوں کی امداد۔ بھوک کے مارے مرنے والوں کا پیٹ بھرنے ننگوں کا تن ڈھکنے۔ بیماروں اور وباز دون کی تیمارداری و علاج معالجہ کرنے۔ جہالت میں پھنسے ہوئے ابنائے جنس کو شایستہ بنانے۔ یہ نہیں خلق خدا پر ظلم ہوتا ہو تو انہیں ظالموں کے پنجہ سے چھڑانے یا اپنے ملک اور قوم کا بول بالا کرنے کے لئے۔ ہندوستان میں اس بات کی توقع تو نہیں کی جا سکتی۔ اور در اصل یہ ہے بھی مشکل کہ جو طریقہ سخاوت فیاضی اور خیرات کا اس وقت جاری ہے۔ اسے یک لخت بدل دیا جائے یا اسکی اصلاح کر کے یک دم سے جدید سسٹم جاری کیا جائے جو ممالک مغربی میں رائج ہے۔ بلکہ فی الحال تو در کنار آنیوالے زمانہ میں بھی عنقریب ایسا نہیں ہو سکتا جو کہ طوفان بے تمیزی ایک عالمگیر وبا کی طرح ملک کے اس سرے سے اس سرے تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی بالکل کایا پلٹ ہو جائے ہاں ذرا دیر سے اور رفتہ رفتہ اصلاح کریں تو ممکن اور آسان ہے۔ چنانچہ ہر ایک ہی خواہ ملک اور قوم کی یہ کوشش ہونی چاہیے۔ کہ اس بارہ میں اول خود مہذب ممالک کی تقلید کریں۔ پھر دوسروں کو بھی ترغیب دیں تو گویا اسی طرح سے وہ اس کار خیر کی تحریک میں صرف زبانی جمع و خرچ کے مصداق نہ ہونگے بلکہ ان کا اپنا طرز عمل دوسروں کے لئے مثال اور نظیر ہونے کے باعث پورے پورے طور پر موثر اور نتیجہ خیز ہوگا۔ ایک خیرات پر کیا موقوف ہے اور بہتیری باتیں مثلاً صغر سنی کی شادی معمولی تقریبوں پر اسراف۔ تجارت سے نفرت صنعت و حرفت سے گریز۔ تعلیم اور اسکے متعلقات۔ اور ہر قسم کی بیہودہ رسومات ایسی ہیں جو کم و بیش ملک کے تمام حصوں میں۔ ہر فرقہ اور ہر قوم میں موجود ہیں۔ اور وہ یقیناً ہم کو تباہ کر رہی ہیں۔ اکثر روشن دماغوں کو ان کے نقصانات سوجھتے ہیں۔ بلکہ بعض عوام بھی ان سے تنگ اور نالاں ہیں۔ مجموعی طور پر تمام پبلک ان کی اصلاح کی ضرورت کو کافی طور پر محسوس کر چکی ہے مگر پھر کچھ نہیں۔ وجہ یہ کہ کہتے سب ہیں۔ کر کے کوئی نہیں دکھاتا۔ آج اگر بڑے بڑے لوگ خود نمونہ بنیں۔ اور دوسرون کے لئے مثال قایم کرنے لگ جائیں تو ممکن نہیں کہ بیچارے غریبوں کے پاؤں کی یہ بیڑیاں نہ کٹ جائیں۔ امیروں سے تو ہر بات بن پڑتی ہے اور وہ کرتے ہی نہیں۔ مگر غریبوں سے

نہین ہوسکتا تب بھی کرتے ہین کہ کہین برادری کی ناک کٹی نہ ہو یہ مضمون مین حقیر ہونا پڑے۔ گداگرون کو بھیک دینا ادنی سی بات ہے لیکن آج اگر کوئی غریب گو وہ دو دن کے فاقہ سے ہو۔ اپنے دروازہ پر آسے ہوسے فقیر کو کچھہ دئے بغیر ٹالدے تو شوم۔ کنجوس مکھی چوس خدا جانے کیا کیا نام دھرے جاتے ہین۔ لیکن اگر کوئی کھاتا پیتا امیر کبیر کسی سوالی کو مار کر اور دھکے دیکے نکلوا دے تو کوئی کہنے والا نہین کیا اچھا ہو اگر اس کے بجائے وہی لوگ جن کو خدا نے دولت ثروت حکومت اور طاقت دی ہے جنکا اثر اور رسوخ ہے جن کی بات چلتی ہے وہ سب ملکر سارے ملک کے لئے نہین تو کم از کم اپنی اپنی قوم یا ذات برادری کے لئے ایسا انتظام کرین کہ جگہہ جگہہ محتاج خانے (پُوَر ہاؤس) اور کارخانے (ورک ہوس) قایم ہو جاین۔ جس کسی کو بھیک مانگتا اور لوگون کو تنگ کرتا ہوا پایا۔ اگر واقعی اپاہج محتاج ہے تو محتاج خانہ مین داخل کر دیا۔ اور اگر ہٹا کٹا موٹا مشٹنڈا کمانے کھانے کے قابل ہے۔ تو بانہہ پکڑ کے سیدھا ورک ہوس بھجدیا یہ ضرور ہے کہ اس کام مین گورنمنٹ سے بھی امداد یا کم از کم اجازت حاصل کرنی پڑے گی۔ اور کوششین بھی متعدد درکار ہون گی۔ اس وقت کچھہ دشوار نہین کہ متوسط الحال اور ادنی طبقہ کے لوگ بھی اپنی اپنی بساط کے موافق اس کار خیر مین شریک ہو جاین۔ مگر جب تک بڑے بڑے مقدور والے ہمت نکرین کچھہ نہین ہو سکتا

ہزاکسلنسی لارڈ سینڈ ہرسٹ نے کچھہ عرصہ ہوا جبکہ آپ میڈیکل کالج بمبئی کے جلسہ تقسیم عطیات کی کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور خیر خیرات کا معقول انتظام کرنے کی ہمت کو ایسے طریق سے جتایا جو یقین ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک سوچنے والے دماغ پر جاکر اپنا پورا اثر کرے گا۔ کیونکہ خالی ڈھکوسلون کی نسبت وہ باتین زیادہ دل کو لگنے والی ہوتی ہین۔ جو بر سبیل تمثیل کی جاین۔ اور اپنا زندہ ثبوت رکھتی ہون۔ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ: "وہ لوگ جنہین شفاخانون اور خیراتی کامون سے سروکار تھا۔ روپیہ کی مانگ مین فنڈ کی بینی کے لئے ہمیشہ ہَل مِن مَزید کی صداین بلند رکھتے تھے۔ اس واسطے کہ کسی اور اہم مقصد کے کام آئے۔ مین جانتا ہون کہ انگلینڈ مین ہم ایک خاص لحاظ سے مستثنے طور پر خوش نصیب ہین۔ وہ یہہ کہ فرض کرو تم نے کوئی رفاہ عام کام جاری رکھا ہے جس کے انتظام کے طرف سے بھی لوگون کو اطمینان ہے۔ اور منتظمون پر پورا اعتماد۔ تو اب وہان یہ

بات ناممکن ہے کہ تم پبلک سے اس کے فنڈ کی امداد چاہو۔ اور ناکام رہو جس زمانہ مین مجھے مڈل سکس
ہاسپٹل سے تعلق تھا تو ہزارون نہین لاکھون پونڈ میرے ہاتھون ادہر سے ادہر ہوتے تھے۔ یہان ہم
بمبئی مین اگرچہ خاص خاص مقاصد کے لئے وقتاً فوقتاً ہمین عطیات کی بڑی بڑی رقمین ملتی ہین لیکن
اب تک تقسیم خیرات کا کوئی ایسا والنٹری سسٹم موجود نہین جس کا لوگون کو بلا جبر و اکراہ کے بغیر
مانگے اور ہاتھ پھیلائے اپنی خوشی سے خود ہی فکر ہو۔ یہی سسٹم ہے جس کے قایم ہونے کا ہندوستان محتاج
ہے۔ اسی کے واسطے چاہئے کہ ملک کے سچے خادم۔ قوم کے اصلی خیرخواہ بلا کہے سنے اور بغیر کسی کے زور
دیئے اپنی خوشی دلی جوش سے کھڑے ہو جائین۔ اور پھر عملی کوششون سے افراد قوم مین ایسے نیک
کامون کا ایک عام خیال پیدا کر دین۔

اب دیکھنا چاہئے کہ بمبئی انڈیا کا سب سے زیادہ دولتمند شہر ہے۔ اسواسطے ہوسکتا ہے کہ اسمین
کوئی ایسا باقاعدہ انتظام کیا جائے تو اس کی دولت و ثروت کا مناسب حصہ اپنے لئے کافی ہو کر اس
مین سے ایک معقول رقم خرچ بھی کرتے رہ سکے۔ دوسرے حصون مین اس کام کی تحریک پیدا کرنے مین
لگائی جائے۔ لیکن خیر ہے کہ ابھی بمبئی مین کوئی سسٹم اس قسم کا جاری ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ہو بھی
تو کیا ضرور ہے کہ دوسرے شہر یا دوسرے صوبے اس پر دار کہائے بیٹھے ہین ہر ایک کو اپنا اپنا فکر ہونا
ترقی یا صلاح۔ [illegible] کا کوئی کام ہو [illegible] کہ اپنا [illegible] نہین ہوتا دوسرون کی امید موہوم اور غیر مستحق
سمجھی جاتی ہے۔

ملک اور اس کے ہر صوبہ کا منصوبہ تو اک بڑی بات ہے۔ جسکا مجموعی خیال محال نہین تو مگر دشوار
ضرور ہے۔ ہمین کہین اپنی قوم کا ہی فکر ہو۔ ہماری قوم گو مبتذل حالت مین ہو مگر پھر بھی تعداد مین تو ایک
کثیر جماعت ہے۔ ہزار دو ہزار نہین لاکھ دو لاکھ نہین بلکہ کروڑ سے اوپر ہی ہونگے۔ اور خدا کے
فضل سے وہ ملک کے سبھی حصون مین کم و بیش پھیلے ہوئے ہین۔ پس اس صورت مین ساری قوم کی اصلاح
تب ہی ممکن ہے کہ کوشش ایک نہایت وسیع پیمانہ پر ہو۔ گویا کہ ایک قوم کا انتظام بھی اکطرح سے
ویسا ہی بارگران اور خیال محال ہے جیسا کہ سارے ملک کا۔ مگر یہ کچھ بھی مشکل نہین جبکہ بتدریج کام شروع

کیا جائے۔ اور بہرستی کے مسلمانوں کو اپنا اپنا فکر پڑ جائے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر شہر اور ہر قصبہ کے مسلمان کارخانے اور محتاج خانے قائم کریں یا کر سکتے ہیں۔ لیکن فرض کرو کہ قوم متفقہ کوشش کے لئے کمر ہمت باندھ لے تو ہر صوبہ ہر کمشنری بلکہ ہر ضلع میں ایک محتاج خانہ اور ایک ایک کارخانہ قائم کرنا ہرگز دشوار نہیں رعایا تو پھر بھی رعایا ہی ہے خود گورنمنٹ کی طرف سے جو کام ہوتے ہیں۔ مثلاً شفاخانے تھانے تحصیل۔ اور جیل اور خدا جانے کیا کیا۔ وہ ہر بستی کے لئے جدا جدا نہیں ہوتے ادنے معلومات کے لوگوں کو بھی اس بات کی خبر ہوگی کہ کئی دیہات کے لئے ایک تھانہ۔ کئی قصبات کے لئے ایک تحصیل۔ کئی تحصیلوں کا ایک ضلع ہوتا ہے۔ علی ہذا یہی اصول ہے جس پر تمام کاموں میں صدر اور شاخوں کا سلسلہ جاری ہے ہم یہ بھی نہیں کہتے۔ اور نہ ہماری درماندہ قوم سے بحالت موجودہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کارخانے اور محتاج خانے سب جگہ بڑے اسکیل پر بنائے جائیں اور عالیشان بنیاد پر قائم ہوں۔ یا ایک ساتھ مسلمانوں کی تمام بستیوں میں جاری ہو جائیں۔ ہندوستان میں تعلیم کی چیخ پکار اتنی مدت سے ہو رہی ہے۔ اور قومی درسگاہوں کا بھی عرصہ سے چرچا ہے۔ مگر کتنی انسٹی ٹیوشنیں عالی شان اور مکمل ہم نے بنالی ہیں ؟ لے دے کر وہی دو تین کالج اور گنتی کے چند سکول وہ بھی سارے کے سارے نامکمل اور ناقابلِ اطمینان حالت میں۔ یہ تو خیر ہماری قوم کے علو ہمت کا ثبوت ہے۔ مگر اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انہی ٹوٹی پھوٹی غریبانہ قومی درگاہوں نے قوم کو اپنی بساط کے موافق خاصہ فایدہ پہنچایا ہے۔ پس یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ جو کام اول ہی سے اعلیٰ درجہ کا اور مکمل صورت میں ہوتا نظر نہ آئے اس کو شروع بھی نہ کریں۔ تمام اہم مقاصد کا اول صرف خیال ہوتا ہے۔ پھر عملی صورت میں لانے کا ارادہ۔ پھر اس کا ابتدائی ظہور۔ پھر استقلال اور ان تھک کوششوں سے تدریجی ترقی۔ کہیں مدتوں میں جا کر تکمیل یا حسب دلخواہ کامیابی کی شکل دیکھنی نصیب ہوا کرتی ہے۔ بہرکیف ہماری

قوم مین اس قسم کے کا خیر کی اشد ضرورت ہے ۔
یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانون مین پیشہ ور بھیک منگے بہ نسبت دوسری قومون کے زیادہ
ہین - اس مین شک نہین - یقیناً ہین اور کثرت سے ہین - بلکہ اُن کی بہتیری قسمین تو لوگون کو
ایسے شرمناک طریقون سے تنگ کرنی والی ہین - کہ اُن کا انتظام اس قوم پر ہی لازم ہین
جسکو وہ بدنام کرتے ہین - بلکہ اگر سرکاری طور پر ان کا کچھہ بند و بست کیا جائے تو بھی بیجا
نہ ہوگا - اور بھی کئی طرح کے عیوب ہماری ہی قوم کی افراد مین زیادہ بتائے جاتے ہین - اور
بلا شبہ وہ اُن مین پائے جاتے ہین اس کا سبب ؟ یہ اور صرف یہی ہے کہ ہم مین سے سچی
مسلمانی اٹھہ گئی - اگر ہم ویسے ہی مسلمان ہون جیسے ہمارے اسلاف تھے - تو خدا کا فضل
کیون نہ ہمارے شامل حال ہو - ہم مین دینی جوش - قومی حمیت اور مردانہ ہمت کیون نہ ہو
زمانہ کے حال چال سے سبق لینے مین ہم کیون اندھے اور بہرے ہو جائین - اسلام اور بانی
اسلام ہمارے ہادی ہین - بلکہ خدا نے اسلام نے ہمین کسی اصلاح و ترقی سے منع نہین کیا - بلکہ ہم کو خیر الامم بنایا
اور فلاح دارین کی راہین ہمارے واسطے کھولدین - اب یہ اپنی شامت اعمال ہے کہ ہمین کچھہ
نہین سوجھتا - قوم تباہ ہو گئی اور ہوتی جاتی ہے - مگر ہمین کچھہ فکر اور سوچ نہین - اور جو خال
خال سوچنے کہتے ہین - تو ان کی سنتا کوئی نہین - کیا اتنی بات کے سمجھہ لینے کو کوئی گہری عقل
اور بڑا دماغ درکار ہے کہ کیون ہم مین گدائی پیشہ یا ذلیل اوقات لوگ زیادہ ہین ؟ نئے تہذیب
اور نئی روشنی کے خیالات تو ہے ایک طرف اگر ہم چاہین تو دین متین کے رو سے ہی اپنے چور
کو پکڑ سکتے ہین - اور اپنے مرض کا معالجہ آپ کر سکتے ہین - نہ یورپین قومون کی تقلید کرنی
پڑے نہ گورنمنٹ سے امداد مانگنی پڑے - اور اصل پوچھو تو یورپین نیشن نے یہ سب کچھہ ہم سے
ہی سیکھا ہے - اور گورنمنٹ جو سلوک رعایا کے ساتھہ کرتی ہے - وہ بھی رعایا ہی کی کمائی سے
کرتی کراتی ہے - گداگری پیشہ ہم مین اس لئے زیادہ ہین کہ مسلمان اپنے ہمقومون کو آپ حقیر
فقیر رکھنا پسند کرتے ہین - نیز دینے والے اور لینے والے دونون اس زندگی کو جو سواد

الوجہ فی الدارین کا مصداق ہے۔ حوصلہ افزائی کے مستحق اور فخر کے قابل سمجھتے ہین نا کارہ
اوقات بسر کرنے والے ہم مین اسلئے کثرت سے ہین۔ کہ ہم محنت کی وقعت کو اتبک نہین سمجھے۔ کسب
کو تا حال ہمنے اس بارونق وسیع دنیا کا ضروری جزو نہین خیال کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ادنی
ادنی ضروریات زندگی کے لئے ہم غیرون کے محتاج ہین۔ زبان سے انکا سب حبیب الله
کہا کرین مگر عملی طور پر کچھ نہین کرتے۔ الاعمال بالنیات پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر جب اعمال کے
نشیب و فراز ہمین کافی طور پر جتا دئے گئے ہین۔ تو موجودہ صورت مین شبہ ہے کہ ہماری
لمبی چوڑی خیراتین بھی خدا جانے ہمین صواب کا مستحق بناتی ہون یا اور الٹے عذاب کا مستوجب۔
گداگر پیشہ لوگون مین کئی ایک ایسے ہوتے ہین کہ گویا لوگون کے ذمہ ان کی کچھ رقم آتی
ہے۔ اور وہ اس طرح مانگتے ہین۔ جیسے کوئی زور کے ساتھ اپنا آتا ہوا مانگتا ہے۔ ان سے
بھی بدتر ان لوگون کا دینا ہے جو مذہبی رنگ مین یا اور کسی طرح سے لوگون کی طبیعت پر
اپنا اثر ڈال کر ان سے کچھ اینٹھنا چاہتے ہین جیسے سے بنا بنا کر جھانے والے۔ سائین
صاحبون کے چیلے صدائین کہتے پھرنے والے یا (مصنوعی) پہنچے ہوئے فقیر حیف! یہ سب کے
سب کیسے سنگین اخلاقی جرم کے مرتکب ہوتے ہین کہ اون کی وہ ذلیل روزی بھی اونکو بغیر
محنت کے نہین ملجاتی۔ مگر افسوس کہ جو لوگ انہین دیتے ہین انکے ہاتھ سے جو دیا ہے بلا
معاوضہ دنیاوی رائیگان جاتا ہے اور ثواب عقبیٰ بھی اس سے کچھ نہین حاصل ہوتا۔ خیر غرض یہ
سارا وبال اسلئے ہے کہ قوم مین پیسہ کا کال ہے۔ قوم مفلس کنگال ہے۔ مگر ایک طرف تو اسی
پیسہ کمانے کی فکر نہین۔ دوسری طرف اس کے بچانے کا خیال نہین۔ اور تیسری بات یہ ہے
کہ خرچ کرتے وقت خواہ وہ دنیا کے لئے ہو یا دین کے لئے۔ اسکے ٹھیک مصرف سے کچھ
غرض نہین۔ یہ خرابیان اسی طرح دور ہوسکتی ہین کہ جو صاحب مقدور ہین وہ قوم کی ضروریات
کو سمجھین جو مفلس قلاش ہین اور بیکار بھی وہ محنت مزدوری کے کام پر لگائے جائین تاکہ
جرائم پیشہ یا گداگر نہ بننے پائین۔ جو تنگ حال ہین۔ اور معذور اور اپاہج بھی ان کے تن پیٹ

کو اللہ نے اللہ لجایا کرے۔ بغیر اس کے کہ وہ در در مارے مارے پھرین۔

سب سے آخیر ہم یہ کہنا چاہتے ہین۔ اگر اور کوئی ما سنے تو یہی بات بار بار کہنے کی ہے کہ قوم کی جہالت نے ہماری نسبت یہ تمام شکایات پیدا کر رکھی ہین (علوم وفنون دونون) تعلیم کی کمی جب تک پوری نہ ہوگی مسلمان کبھی سرسبز نہین ہوسکتے۔ مسلمانون کی سب سے بڑی ضرورت اس وقت محمڈن یونیورسٹی کا قیام ہے۔ مفلس کنگال اور آپاہج محتاج مسلمان زیادہ تر اسی وجہہ سے ہین۔ کہ دولت علوم سے محروم اور زیور فنون سے عاری ہین۔ مغربی قومون کو جو عروج وترقی آج حاصل ہے۔ اسی روشن خیالی اور بلند پروازی کا نتیجہ ہے۔ جو علم کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے۔ کہ اعلی فنون بھی قوم کے حصہ مین جبھی آ سکتے ہین جبکہ پہلے وہ اعلی علوم حاصل کرلے۔ اور یہ سامان بصورت موجودہ ان کے لئے ہرگز مہیا نہین ہوسکتا۔ جب تک کہ ان کا اپنا قومی دارالعلوم نہ ہو۔ اسواسطے چاہئے کہ سب سے پہلے اسی کام مین مدد دین جو بوجہہ پہلے تحریک ہوچکنے کے مقدم بھی ہے۔ اور تجاویز کی نسبت جلدی بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہی اسوقت مسلمانون کے لئے خیرات کا بہترین مصرف ہے۔ (چودہوین صدی)

اخبار نسوان

کیا اہل ہند مین علمی ہمدردی نہین ہے؟ - اخبار آئینہ ہند لکھتا ہے کہ مسز اینی بسنٹ صاحبہ نے جس جوش وسرگرمی کے ساتھہ ولایت کا دوردراز سفر اختیار کرکے ہندو سنٹرل بنارس کالج کے لئے پچاس ہزار پونڈ چندہ کی اپیل کی وہ اہل ہنود کے لئے خاص طور سے قابل شکریہ ہے مسز صاحبہ ایک اعلی درجہ کی صاحب اثر اور فصیح و بلیغ مقرر ہین اور کچھہ شک نہین کہ وہ اپنے مضبوط ارادے مین ضرور کامیابی حاصل کرین گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب عیسائیون کے روپیے سے ہم لوگون کو مذہبی تعلیم دیجائیگی تو کیا یہ امر ہمارے اور نیز ہمارے ملک کے ان سربرآوردہ اصحاب کے لئے باعث شرم نہ ہوگا جو ہر طرح کی استطاعت رکھنے کے علاوہ

عام و خاص کی نگاہوں مین بھی متمول اور مالدار گنے جاتے ہین۔ کسقدر افسوس اور غیرت کی بات ہے کہ سات سمندر پار والے لوگ تو ہماری بہبودی کے لئے روپیہ سے دریغ نہ کرین اور ہمارے اہل ملک کچھہ ایسی خست اور بے حسی اختیار کرین کہ خود اپنی مذہبی تعلیم کے انتظام کے لئے بھی اپنے ہاتھہ اپنی جیبون تک نہ پہونچائین۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ اہل ہند باوجود اسکے کہ اپنے مذہب سے زیادہ اور کسی چیز کو عزیز نہین رکھتے تاہم وہ اس کی باضابطہ تعلیم اور اشاعت مین پست اور کم ہمت معلوم ہوتے ہین۔ یہ تو کوئی کہہ نہین سکتا کہ ہند کے لوگ انسانی ہمدردی۔ خیرات اور مذہبی کامون مین اورون سے پیچھے ہین۔ اگر ان کے انفرادی کامون پر نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ اہل ہند سے زیادہ کوئی قوم مذہبی کامون مین روپیہ صرف نہین کرتی۔ ہندوستان مین یہ جو لاکھون مندر۔ شوالے۔ دہرم سالے۔ مسجدین خانقاہین اسوقت تک قائم ہین وہ سب جدا جدا اشخاص کی ہمت اور اولوالعزمی کے ثبوت ہین۔ اہل ہند مین سے جب کوئی شخص کسیقدر بھی مالدار ہوتا ہے تو اسکی ساری ہمت اسی طرف مبذول ہو جاتی ہے کہ وہ دنیا مین کوئی مذہبی یادگار قائم کرے۔ گو اہل ہند مین فرداً فرداً ہمدردی قوم اور مذہب بخوبی پائی جاتی ہے۔ مگر بحیثیت مجموعی وہ کسی کام کو کرنا نہین جانتے۔ اور قوم و ملک کی بہبودی اور فلاح سے بالکل ناواقف ہین۔ ایک ہندی آدمی اپنے نام کے لئے لاکھون روپیہ صرف کر دیتا ہے۔ مگر قوم کی ہمدردی اور بہبودی مین ایک کوڑی اٹھانے کو بھی گوارا نہین کرتا۔ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اہل ہند مین پبلک اسپرٹ یا قومی ہمدردی پیدا نہین ہوئی ہے اور یہ ان کی عام جہالت اور بے تعلیمی کا نتیجہ ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ پنڈت صاحبون اور مولوی صاحبون نے کبھی قومی ہمدردی اور بہبودی ملک و ملت کا سبق عوام الناس کو اپنی کتھا اور وعظ کے ذریعہ سے پڑھایا ہی نہین۔ اور اسلئے وہ معذور سمجھے جا سکتے ہین۔ آپ پنڈتون اور مولویون کا فرض یہ ہے کہ وہ قوم مین قومی اور ملکی ہمدردی کی روح پھونکین۔ اور مذہبی تعصب کی آگ نہ بھڑکائین اور دوزخ و بہشت کے فرضی قصے سنا سنا کر ان کی ہمدردی انسانی کو خود غرضی

سے نہ بدلیں - اسمین کوئی شک و شبہ نہین کہ اہل ہند اب سچے رہبرون کے محتاج مین جوان نوجوان بیٹیون کو راہ راست پر لگائین اور اپنی غرض کے لئے انہین تربیت کرین اور نہ جادہ ضلالت مین گرائین

بیوگان ہند

ہندوستان مین ابھی تک ستی کی رسم موجود ہے | گو ہماری مہذب گورنمنٹ نے از راہ ہمدردی نسوان اس خونخوار رسم ستی کو آج سے ۷۰ برس پہلے بزور قانون روکا ہے اور اس قانون کی تعمیل مین تا امکان خوب کوشش ہے تاہم اب بھی کبھی کبھی ستی کی واردا تین ہوجایا کرتی ہین - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو سوسائٹی عموماً ابھی تک اپنی انتہائی جہالت کی حالت مین بدستور سابق قائم ہے - اس کے ثبوت مین ہم حسب ذیل ستی کی وارداتون کو درج کرتے مین جو ابھی حال ہی مین واقع ہوئی ہین اور وہ یہ ہین :—

(۱) اخبار ٹریبیون - پنجاب سماچار - آئینہ ہند - اور کیور تھلہ اخبار کم و بیش الفاظ کے ساتھ لکھتے ہین کہ حال مین موضع چونیان ضلع لاہور مین ایک ستی کی واردات ہوئی ہے - جسکے مختصر حالات یہ ہین کہ چند روز کا ذکر ہے کہ موضع مذکور مین ایک مہرہ ذات کا نوجوان آدمی کچھ دنون بیمار رہکر مرگیا - جب اس کی لاش کو مرگھٹ مین جلانے کے لئے لے گئے - تو عورت بھی آنکھ بچاکر وہان پہنچی اور جلتی ہوئی چتا کے گرد کئی بار چکر کاٹ کر اس مین کود پڑی اور جلکر خاک ہوگئی

(۲) اخبار کیور تھلہ بحوالہ اخبار پاینیر لکھتا ہے کہ ایک عورت گلاب متی دیبی کلکتہ کی رتن راج بلب اسٹریٹ مین اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی - اس کا شوہر توتلے چند نامی مختلف خوفناک امراض مین مبتلا تھا - جب اسکی حالت بیماری بگڑ گئی اور اطبا نے اسکی زیست سے مایوسی ظاہر کی - تو اس کی بیوی نے خودکشی کا ارادہ کیا - اور افیون کی ایک مہلک مقدار کھالی - اور دوسرے دن صبح کو بے ہوش پائی گئی - اگرچہ کہ علاج مین جلدی کی گئی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ عورت مرگئی - اس کے مرنے کے نصف گھنٹے کے بعد اسکا خاوند بھی اسکے

پہنچی راہی ملکِ عدم ہوا -

ان دونون واردا توں سے بخوبی ثابت ہے کہ ملک مین اس وقت تک ستی کی رسم موجود ہے اور عموماً لوگ اسے اچھا سمجھتے ہین اور ایسی خودکشی کرنے والی عورتوں کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہین - عوام تو عوام بعض دیسی اخبار بھی ان مجنون عورتوں کی تعریفین کرنے سے باز نہین رہتے - جو قوم مین ایک برا اور خطرناک نمونہ پیش کرتی ہین - ان واردا توں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سوسائٹی پر مغربی تعلیم و تربیت کا بہت کم اثر پڑا ہے - گو بعض تعلیم یافتہ ہندو اشخاص عقد بیوگان کے رواج مین بدل ساعی ہین - مگر اسوقت تک قطعی طور پر ایسی تمام مہلک رسمون کا استیصال نہ ہوگا جب تک کہ خود عورتوں مین عام تعلیم کا چرچا پھیلایا نہ جائے گا - اور مغربی علوم و فنون اور علم ادب کی اشاعت سے عام ہندو سوسائٹی کے خیالات بدلے نہ جائین گے - ہمین افسوس ہے کہ اہل ہند کے دلون مین جو حقارت آمیز خیالات بیوہ کی نسبت قائم ہین اور جس ذلت آمیز خواری کے ساتھ وہ زندگی بسر کرتی ہین وہی ان کی اس خودکشی کا باعث اصلی ہین -

لوگون کا یہ خیال غلط ہے کہ عورت صرف اپنے شوہر کی محبت سے ستی ہوتی ہے بلکہ اسکے اصلی اسباب یہ ہین کہ اول تو پنڈت صاحبون نے مذہب کے پردے مین یہ خیالات پھیلا رکھے ہین کہ جو عورت اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ جلے گی - وہ دوسرے عالم مین ابد الآباد تک اسکے ساتھ عیش سے رہے گی - علاوہ ازین شوہر کے مرنے کے بعد جس ذلت اور خواری کے ساتھ بیوہ رکھی جاتی ہے وہ بھی اس خودکشی کا باعث اشتعال ہے - مثلاً اس کا سر منڈا دیا جاتا ہے - کسی عمدہ کپڑے - گہنے زیور کے پہننے کی اجازت دی نہین جاتی - اس کی شکل منحوس سمجھی جاتی ہے - کسی رسم شادی بیاہ مین وہ شریک نہین کی جاتی ہے - شوہر کے مرنے کے بعد ایک ہندو بیوہ عورت کو یہی دنیا جیتے جی دوزخ ہو جاتی ہے - یہ ہین وہ تکلیفین جن کی وجہ سے عورت شوہر کے بعد جینا پسند نہین کرتی - یہ بات ہرگز نہین ہے کہ ہندوستان کی عورت بہ نسبت دوسرے ممالک کی عورتوں کے اپنے خاوند سے زیادہ محبت کرتی ہے

اور یہی محبت ایک ستی ہونے کا اصلی سبب ہے اگر مذکورہ بالا اسباب بیکر دیے جائیں اور یہ سچی باتین بیوہ کے دل مین جمائی جائین کہ مرد کے مرنے کے بعد عقد فسخ ہو جاتا ہے اور نکاح دین اور دنیا دونوں مین حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔ تو پھر دیکھین کہ کون بیوہ آگ مین جلنا پسند کرتی ہے۔ اور جب برادری عقد ثانی کو نظر عزت سے دیکھے گی تو پھر کیا معنی کہ بیوہ عورتین نکاح ثانی نہ کرین گی۔ ہم یہان پر ایک مستند سیاح کی رائے اس بارے مین نقل کرتے ہین کہ عورت صرف محبت شوہری کی وجہ سے ستی نہین ہوتی ہے۔ بلکہ وہ مذہب اور رسم و رواج اور سوسائٹی کے دباؤ سے مجبوراً آگ مین جلتی ہے چنانچہ ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامۂ ہند مین جسے نوین لکھتے ہین جو شاہجہان کے وقت مین یہان آئے تھے اور ستی کی واردا تون کو بچشم خود معائنہ کیا تھا۔

ڈاکٹر برنیر لکھتے ہین کہ "بہت سے لوگ جن سے مین نے اُس وقت ستی ہونے کی نسبت گفتگو کی مجھ کو اس بات پر یقین لانے کی جانب مائل کرتے رہے کہ ہندوستان کی عورتون کے ستی ہونے کا سبب اپنے خاوندون کے ساتھ شدت محبت ہے۔ لیکن مجھے جلد معلوم ہو گیا کہ اس مکروہ رسم کا باعث صرف ایک قسم کے تعصب اور توہم کا اثر ہے۔ جو لڑکپن ہی سے لڑکیون کے دلون مین جمایا جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ایک مضبوط جڑ پکڑ گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک لڑکی کو اُس کی ماں یہ تعلیم کرتی رہتی ہے کہ عورت کی پارسای اور تعریف اسی مین ہے کہ وہ اپنے پتی (خاوند) کے ساتھ ستی ہو جائے۔ اور پتی برتا یعنی شوہر پرست عورتو کا یہی طریقہ ہے کہ اس مقررہ رسم سے ہرگز منہ نہ موڑین۔ علاوہ برین مرد بھی عورتون کو ہی عہد سے ہمیشہ تعلیم کرتے رہتے ہین تاکہ عورتون کی توجہ اپنے مالکون کی اطاعت اور تیمار داری مین مشغول رہنے کے واسطے بآسانی حاصل ہو۔ اور اس طرح پر عورتون کی طرف سے مالکون یعنی شوہرون کو زہر وغیرہ دینے کا ڈر بھی نہین رہتا۔

اب مین ایک نہایت عجیب اور زیادہ ترسولناک واقعہ بیان کرتا ہون کہ ایک عورت کچھ

مدت سے ایک نوجوان مسلمان درزی کے ساتھ جو اس کا ہمسایہ تھا اور طنبورہ بجایا کرتا تھا ناجائز لگاؤ رکھتی تھی۔ اُس نے اپنے شوہر کو زہر دے دیا اور اپنے آشنا سے جا کر کہا کہ "اب اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے نکاح کر لے اور جھٹ پٹ کہیں کو نکل چل کیونکہ اگر ذرا بھی دیر ہو گی۔ تو مجھے بہ سبب دنیا کی لاج کے مجبوراً اپنے خصم کے ساتھ ستی ہونا پڑے گا" مگر جب اس جوان نے اس امر کو مشکل اور خطرناک سمجھکر انکار کر دیا۔ تو یہ عورت بغیر کسی طرح کے اضطراب اور تردد کے فوراً اپنے خویش واقارب کے پاس گئی اور ان سے کہا کہ "میرا خاوند ناگہانی موت سے مر گیا ہے اور میرا مصمم ارادہ ستی ہونے کا ہے" وہ لوگ اس کے بابت ارادے سے جو باعث افتخار خاندان تھا بہت خوش ہوے۔ اور چتا تیار کر کے لاش کو اس پر رکھدیا۔ اور آگ لگا دی جب سب تیاری ہو چکی تو وہ چتا کے گرد اس غرض سے پھرنے لگی کہ گلے مل مل کر اپنے خویش واقارب اور ہمسایوں وغیرہ سے رخصت ہو۔ اتفاقاً ان لوگوں میں وہ مسلمان طنبورہ نواز بھی کھڑا تھا جو اور سازندوں کے ساتھ جو ملک کی رسم کے موافق ستی کے سامنے باجے بجاتے ہیں بلایا ہوا آیا تھا۔ بس جونہی یہ عورت اسکے قریب پہنچی وہیں غصے سے آگ بھبوکا ہو کر آخری رخصت کے بہانے سے اس کا گریبان اس سختی اور زور سے پکڑا کہ وہ کسی طرح اسکو چھوڑا نہ سکا اور وہ عورت اس کو کھینچکر اپنے ساتھ چتا میں لے گری اور اس طرح پر اس جھوٹے عاشق سے اپنا بدلا لیا"

اس واقعہ سے جو ہندوستان میں عام طور سے زبان زد خلائق ہے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عورت صرف شوہر کی محبت سے نہیں بلکہ مذہب اور رسم وسائٹی کے دباؤ سے عمداً ستی ہوتی تھی۔ چنانچہ ایسے ہی واقعات اس کثرت سے گذرے ہیں کہ ہندی مقولہ مشہور ہے کہ "تریا جلتر جانے نہ کوئی خصم مار کے ستی ہوے" اس سے جو حضرات اس قسم کے خودکشی کے واقعات پر فخر و ناز کرتے ہیں وہ اپنے مذہب۔ سوسائٹی اور رسم و رواج پر وحشت کا دھبہ لگاتے ہیں۔ اور ابھی تک ہندؤں میں ایسے کم عقل بہت سے اشخاص موجود ہیں جو اس خطرناک رسم ستی

کو اچھا سمجھتے ہین اور باوجود مخالفت قانونی کے بھی اندرونی طور پر ستی ہوتے مین مدد دیتی
ہین۔ اے ہندو بھائیو! اب تمہین ان شرمناک جموں پر شرم کرنا چاہیے نہ کہ فخر و مباحات! عورتون پر تمہارے انہین ظلمون کے وجہ سے خدا نے تمہین تمہارے مذہب۔ تمہارے
مال و دولت۔ تمہاری عزت و آبرو سب کو ایک ایسی قوم سے پامال کرایا جو اسوقت اپنی عورتون
کو عزت سے رکھتی تھی۔ اور اس غالب قوم یعنی مسلمانون نے بھی جب اپنی عورتون پر ظلم شروع
کئے۔ انہین تا بزیست گھرون مین قید کیا۔ انہین لونڈیان بنایا۔ اور اسی طرح سے اور
بے انتہا مظالم کئے۔ تو خدا نے ضعف نے ان سے ہندوستان کی سلطنت چھین لی اور انکو
سخت ذلیل و خوار کر دیا اور ان پر ایک ایسی قوم کو مسلط کیا جو اپنی عورتون کی عزت کرتے ہین
اور انہین کوئی تکلیف نہین دیتی۔ اے ہمارے ہندو اور مسلمان بھائیو! بیوہ عورتون کی
عزت کرو۔ انہین اپنی شہوت پر قربان نہ کرو۔ انہین نہ تو جیتا آگ مین جلاؤ اور نہ ساری عمر
قید خونناک مین رکھو۔ خدا کے لئے اب بھی اپنے کرتوتون سے باز آؤ اور عورتون کی حالت درست اور
ہم کہے دیتے ہین کہ انہین مظالم کے عوض اب ایک ایسا قہر الٰہی ہندوستان پر نازل ہونے والا ہے
کہ پھر تمہین کسی کہاں سکا نہ لگیگا۔ بیوہ کی آہین تمہاری او پر اسے طاعون اور قحط نوکے کر آ بی
نکی ہین۔ آیندہ دیکھئے اور کیا کیا مصیبتین نہ آتی ہین ۔ اے رحیم و کریم خدائے بزرگ! تو اپنے
قہر و غضب سے ہمارے ملک ہندوستان کو بچا اور اہل ہند کے دلون مین عورتون کے حال زار پر
رحم عطا فرما۔ آمین ثم آمین ۔

ہندوستان مین بیوہ عورتون کی افسوسناک حالت اخبار آئینہ ہند لکھتا ہے کہ "حال مین
لکھنو کی عدالت سیشن جج سے ایک بیوہ عورت مسماۃ شیورانی کو جس نے اپنی دو لڑکیون کے
ساتھ کوئین مین گر کر جرم اقدام خودکشی کیا تھا حبس دوام کی سزا ملی۔ دریافت سے معلوم ہوا ہے
کہ مجرمہ ایک نہایت بیکس اور مفلوک الحال عورت تھی۔ اور اپنی بھاوج کے پاس سخت ذلت و خواری

کی زندگی بسر کرتی تھی۔ آخر کار وہ ہر وقت کے طعن و تشنیع اور گالی گلوج کی تاب نہ لا کر مرنے کے لئے کمربستہ ہوگئی۔ اور اپنی دو لڑکیوں کو لیکر جن کی عمریں علی الترتیب (۶) اور (۴) سال کی تھیں کوئیں میں کود پڑی۔ مگر بدقسمتی سے یہ کمبخت خود تو زندہ رہی اور دونوں معصوم ننھی سن لڑکیاں ڈوب کے مر گئیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیو رانی کی یہ حرکت نہایت سنگدلی اور سخت ناشائستہ تھی۔ لیکن جب اس بدنصیب عورت کی بیکسی اور مفلسی کی دشواریوں پر غور کیا جاتا ہے۔ تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کا یہ فعل محض اسکے اضطراب قلبی اور دیوانگی کا نتیجہ تھا۔ اور اس لحاظ سے سزا کے اندر ایک حد تک نرمی کی ضرورت تھی۔

افسوس ہے کہ ہندوستان اپنی بیوگان کی طرف ذرا بھی متوجہ نہیں اسی طرح ہزاروں بیوہ عورتیں مفلسی اور بیکسی کی وجہ سے مختلف طور پر جانیں دے دیتی ہیں۔ اگر لڑکیوں کو علم وہنر سکھایا جائے۔ ان کی شادی کم سنی میں نہ کی جائے۔ اور انکا عقد ثانی کرنا کوئی عیب نہ سمجھا جائے۔ تو کیوں بیوہ عورتوں کی حالت اس قدر ذلیل وخوار ہو۔ انگلستان میں بیوہ عورتیں اپنے علم وہنر کے بدولت اپنی اور اپنے بچوں کی بخوبی پرورش کرتی ہیں۔ مگر ہماری ہندوستان کی بیوائیں تو بجز ذلت و رسوائی سے جان دینے کے اور کوئی علاج ہی نہیں جانتی ہیں۔

ایک شریف پردہ نشین لڑکی کا فریب سے نکاح میں لانا۔ اخبار بمبئی گزٹ رقمطراز ہے کہ آج کل کلکتہ کی عدالت مجسٹریٹی میں ایک عجیب و غریب مقدمہ دائر ہے جسکی دریافت مسٹر ایچ۔ ایم رستم جی صاحب پریزیڈنسی مجسٹریٹ کر رہے ہیں۔ اس مقدمہ میں شاہزادہ لاما پر جو برہما کے اخراج شدہ بادشاہ تھیبا کے خاندان سے بتائے جاتے ہیں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے نواب علی خان کی لڑکی سے شادی کی۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں کچھ شہادتیں بھی گذری ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ پرنس لاما بودھ مذہب رکھتا ہے۔ عدالت میں جب مدعی کی لڑکی

کے اظہار لئے گئے۔ تو اس نے بیان کیا کہ ۹ مارچ ۹۵ء میں مدعاعلیہ کے ساتھ میرا عقد ہوا
تھا۔ اس وقت میری عمر ۱۳ اور ۱۴ برس کے درمیان تھی۔ دو سال تک تو میں اسکے گھر
بہت خوش خرم رہی۔ مگر پھر ایک دن اسکی پہلی بیوی سے لڑائی ہوئی جو ایک بڑھاکی عورت
ہے۔ صرف یہی بات نہیں ہوئی۔ بلکہ مدعاعلیہ نے مجھ سے سور کا گوشت پکانے کے لیے بھی
کہا جس سے مجھے سخت تعجب اور نفرت ہوئی۔ غیظ و غضب کے ساتھ میں نے اس کی درخواست
کو رد کردیا۔ اسی واقعہ کے بعد سے میرے اور اس کے درمیان رنجش پیدا ہوئی جسکا نتیجہ
باہمی جدائی برآمد ہوا اور میں اپنے باپ کے مکان میں چلی آئی" یہ مقدمہ ابھی زیر دریافت ہے

افسوس ہے کہ اکثر مسلمانان ہند شادی بیاہ میں عقلی اصول کی پابندی نہیں کرتے جسکا
نتیجہ سوائے ندامت اور حسرت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر اخبارات کے ذریعہ سے شادیاں کی جاتیں
تو اس قسم کے فریب بہت ہی کم واقع ہوں گے۔ اور طرفین کو باہمدگر حالات دریافت کرنے کا اچھا
موقع ملے گا۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ ایک ایسا خراب دستور ہے جسکے قابل افسوس نتیجے ہر روز
دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہمارے نزدیک شادی بیاہ کی کمیٹیاں ہر جگہ قائم کرنی مناسب ہیں۔ یا جو
کچھہ قوم مناسب سمجھے اس بے آبروئی کے روکنے کی تدبیر فرمائے۔ محب حسین۔ ایڈیٹر

مراسلہ

۲۱ جولائی ۹۹ء　　مقام مہابن ضلع متھرا ممالک مغربی وشمالی

جناب مولوی محب حسین صاحب زاد عنایتکم۔ تسلیم آجکل بحث پردہ کی بہت چھڑی ہے اور میں نے
بہت مخالفین و موافقین پردہ کی رائیں دیکھیں ایک مضمون میں نے بھی لکھا ہے۔ جو اخبار میں طبع ہوچکا ہے
پردہ کی مخالفت آپکی اور مولوی نذیر صاحب کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مخالفت
پردہ میں عمدہ مضامین لکھی ہیں۔ آپ براہ عنایت اخبار معلم نسوان نمبر ۹۔ جلد ۱۰ بابتہ ماہ رمضان المبارک اور
پرچہ جس میں پردہ کی نسبت آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ مجھے بھیجکر ممنون فرمائے۔ اس سے آپکے اخبار کا نمونہ
بھی مجھے معلوم ہو جائیگا کیونکہ میں معلم نسوان کے زیارت کا عرصہ سے مشتاق بھی ہوں۔ امید کہ آپ پرچہ

ضرور ضرور روانہ فرمائیں [illegible] مشکور فرمائیے گا زیادہ سلام [illegible] ریاض الحسن در مہابن ضلع متھرا ممالک مغربی و شمالی

شیرخوار کی غذا کی تدبیر

یہ حکیم مطلق کی شان ہے جس نے ہر قسم کے حیوانات کے ننھے ننھے بچون کی پرورش کے واسطے اُن کے جسم و مزاج اور دیگر ضروریات کے مطابق ان کی غذا مقرر کر دی ہے علے الخصوص انسان کے بچے کے واسطے تو شیر مادر ایسی معقول اور موزون غذا عنایت کی ہے کہ اُس مین انسانی غذاؤن کے سارے لطیف مُعتبر اور مفید جوہر مُہیا کر دیے ہین اور ایسی حکمت کے ساتھ کہ حضرت انسان باوجود خلیفۃ الرحمن ہونے کے اگر چاہے کہ اس کا نعم البدل تیار کر سکے تو ممکن نہین کیا بلحاظ لطافت اور ذایقہ کے کیا بلحاظ اس کے ضروری اور مفید اجزا کے کیا بلحاظ ان کی مقدار اور پیدائش کے اور کیا بلحاظ اس راحت و آرام اور شیرخواری کے معقول سامان کے جو پیارے بچون کو اپنی مان کی محبت اور شفقت بھری گود مین نصیب ہوتا ہے مبارک ہین وہ مائین جو اپنے بچون کو اپنے دودھ سے پرورش کرتی ہین اور خوش نصیب اور جوان بخت ہین وہ بچے جن کو شیر مادر نصیب ہوتا ہے جو مائین اپنے بچون کو اپنا دودھ نہین پلاتین وہ صرف معصوم بچے پر ہی ظلم نہین کرتین بلکہ اپنے آپ کو بھی کئی مصیبتون مین مبتلا کرتی ہین مگر بعض اوقات ایسے حوادث زمانہ واقع ہوتے ہین کہ بچون کو اس نعمت عظمےٰ سے محروم ہونا ہی پڑتا ہے اور والدین کو مجبوراً ان کی پرورش کے واسطے کوئی اور طریقہ اختیار کرنا ہوتا ہے جبکہ مان کے دودھ کے علاوہ اور کوئی مصنوعی غذا دینی کی ضرورت ہوتی ہے تو ان مصنوعی غذاؤن کی نسبت یہان کوئی عمدہ اور معقول قاعدہ مقرر نہین ہے اور نہ ہمکو اپنی یونانی طب اور (ویدک مصری) طب کی کتابون سے کوئی اطمینان بخش طریق حاصل ہو سکتا ہے گو علے قدر حیثیت اپنے پیارے بچون کی پرورش کے واسطے بہت کچھ سعی کیجاتی ہے مگر اُن مین کسی قاعدے یا اصول کا کوئی لحاظ نہین ہوتا ہے۔ ایک غیر معین طور پر کبھی کوئی اور کبھی کوئی غذا دی جاتی ہے بلکہ بعض

اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بچے کے واسطے روزمرہ نئی نئی غذائین تجویز ہوتی ہین۔ اس خیال سے کہ اگر ایک غذا موافق نہین آئی تو دوسری موافق ہوگی اور دوسری نہین تو تیسری مگر اس رد و بدل مین بچہ کی حالت خراب اور دن بدن ابتر ہوتی جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ غذا کی بے ترتیبی سے کسی صعب بیماری مین منتقل ہوجاتی ہے۔

کہین تو گائے بکری اور بھینس کا دودھ استعمال کیا جاتا ہے اور کہین ساگودانہ اراروٹ کارن فلار ملنس فوڈ نسلس فوڈ کھلایا جاتا ہے کہین چاول دودھ مین پکاکر یا کھچڑی یا ڈبل روٹی دی جاتی ہے غرض ایسی مصنوعی غذا تو ان کے واسطے کوئی قاعدہ یا اصول مقرر نہین کونسا دودھ دین اور کونسی مصنوعی غذا کھلائین اور کونسی غذا کے کیا اجزا ہین اور ان کی طاقت غذائی کس قدر ہے اور کونسی چیز کسوقت بچہ کے جسم اور مزاج کے لئے ضرور اور مفید ہوگی۔ گائے اور بھینس کا دودھ جو فطرتاً انہین کے بچون کی طبیعت کے مناسب حال موضوع ہوا ہے اپنی اُسی صورت مین بھلا کب انسان کے بچے کو بالکل موافق اور راست آسکتا ہے پھر یہ اناج کی غذائین جو مختصراً اوپر مذکور ہین ملحاظ بچے کے جسم اور اُس کے اعضائے انہضام کی لطافت اور نزاکت جس کی قدرتی غذا سوائے انسانی دودھ کے اور کچھ نہین کیونکر مفید ہوسکتی ہے یا یون کہئے کہ جن چیزون کو پہلے پہل مان نے ہضم کرلیا تھا اور پھر اُن کے لطیف جوہرون کو دودھ کی صورت مین بچہ کی غذا بنا تھا وہ یکایک بچے کو بطور غذا کے کیونکر مفید اور قابل پرورش ہوسکتی ہے ایسی حالت مین کوشش انسانی کا یہی تقاضا ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ بچے کے واسطے حتی المقدور کوئی ایسی مصنوعی غذا تجویز کی جائے جو اپنے خواص مین بچہ کی قدرتی غذا (دودھ) کے مطابق یا قریب تر ہو اور نیز یہ کہ اُس کی طاقت اجزائی اور قوت غذائی اور اس کے نفع و نقصان کا حال بھی اچھی طرح معلوم ہوگا مگران مطالب کے حاصل ہونے واسطے کسی عُمدہ اور بہتر معیار کی سخت ضرورت ہے۔

لہذا چند سطور ذیل مین مسطور ہین اس کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ زندگی کے ابتدائی مہینون مین بچہ کی جسامت اور پرورش کے واسطے چند چیزون کی احتیاج پڑتی ہے وہ سب کی

دودہ میں موجود ہیں اور بلا آمیزش کسی دوسری غذا کے اس سے بچہ بڑھ سکتا ہے جس طرح انڈے میں جوزے کی تکمیل کے واسطے سب کچھ موجود ہے اس کے ہڈیاں گوشت پر وغیرہ اس کے اندر ہی اندر تیار ہو جاتے ہیں اس لحاظ پر انسانی دودھ بچہ کی پرورش کے واسطے ایک حقیقی غذا تسلیم کی گئی ہے اور جب کبھی بچے کے واسطے کسی مصنوعی غذا کی ضرورت پڑتی ہے تو انسانی دودھ کے اجزا کی مناسب مقدار کے برابر اس کے اجزا کو بھی مرتب کرنا پڑتا ہے۔

انسانی دودھ کے مختلف اجزا کی مقدار

(۱) نائٹروجنس یا پروٹیڈز اجزا — ۳۰، ۹۲۴

(۲) ہائڈروکاربنس یعنے چربی یا روغن — ۲، ۶۶۶

(۳) کاربوہیڈریٹس یعنے شکر — ۳، ۳۶۴

(۴) سالٹس یا نمکین اجزا — ۰، ۱۳۸

(۵) واٹر یا پانی — ۶۲ ۹۰۸

میزان ———
۱۰۰٫۰۰

(ان اجزا کا حساب فیصدی شمار مفروض ہے)

(۱) دودھ میں نائٹروجنس اجزا (جبنیت) ہے جس کو انگریزی میں "کے سین" کہتے ہیں اس جزو سے بچہ کی نشو و نما ہوتی ہے۔

(۲) دودھ میں ہائڈروکاربنس یعنے چکنائی ہے یا (دہنیت) جس کو انگریزی میں "ابیٹر" کہتے ہیں جس سے چربی جسم میں پیدا ہوتی ہے۔

(۳) کاربوہیڈریٹس یعنے دودھ میں (شکر) جس سے حرارت غریزی قایم رہتی ہے۔

(۴) دودھ میں (سالٹس) یعنی نمکین اجزا از قسم فاسفیٹ وغیرہ اس سے ہڈیاں بنتی ہیں

(۵) واٹر یا پانی یعنے (مائیت)

یونانی طب مین صرف جبنیت - دہنیت - اور مائیت تحریر ہے - اگر دایہ کے دودھ پلانے کی ضرورت ہو تو اول دایہ کی صحت کا اطمینان کرلین -

(۱) دایہ کسی مرض مین مبتلا نہ ہو جیسے اسکرافیولا یعنی خنازیر یا آتشک یا وجع مفاصل یعنی گٹھیا اور کوئی مرض جلدی نہ ہو جیسے خارش وغیرہ -

(۲) دایہ کا دودھ اچھا ہونا چاہئے یعنی اُس کا رنگ سفید اور قدرے نیلا اور ذایقہ اُس کا شیرین

(۳) دایہ کے بچے کی عمر اس بچہ کی عمر کے قریب قریب ہونا چاہئے جس کے دودھ پلانے کے لئے مقرر ہوئی ہے -

(۴) جس دایہ کے دودھ پلانے کے ایام مین حیض آتا ہے تو اس کو ہرگز مقرر نہ کرین -

۱) گائے کا دودھ جب ابتدا مین گائے کے دودھ پلانے کی ضرورت ہوتی ہے تب ایک حصہ گائے کا دودھ دو حصہ آب شیرین ملا کے شیر گرم کرکے قدرے سفید شکر ملا کر (سکنگ باٹل) کے ذریعہ سے پلائین بعد ازان جون جون عمر بچہ کی بڑہتی جائے پانی کم ملاتے جائین بوتل کے ذریعہ پلانے سے یہ فائدہ ہے کہ بچہ بوتل کے ربڑ کو چوستا ہی تب بچہ کے دہن کے اندر جو لعاب ہوتا ہے وہ اس دودھ کے ذریعے سے ملجاتا ہے جس سے ہاضمہ کو مدد ملتی ہے اشتہا تیز ہوجاتی ہے -

(۲) بھینس کا دودھ - یہ بھی بعض اوقات ضرورتاً استعمال کیا جاتا ہے مگر اس مین چربی کے اجزا زیادہ ہوتے ہین اس لئے دیر ہضم اور ثقیل ہے مگر رفع ضرورت کے لئے ایک حصہ دودھ اور چار حصہ پانی ملا کر شیر گرم کرکے قدرے شکر سفید ملا کر دین - مگر گائے کے دودھ سے افضل نہین ہے -

(۳) بکری کا دودھ بھی بعض اوقات دوسرے کسی دودھ کے بروقت دستیاب نہ ہونے سے استعمال کیا جاتا ہے مگر نفاخ ہے چونکہ اجزاے مذکور الصدر بہت کم ہین یہ ہرگز شیر مادر کا نعم البدل نہین ہوسکتا ہے -

(۴) گدھی کا دودھ عورت کے دودھ کے بہت مطابق ہے مگر جب گدھی کا دودھ پلانے کا

موقع ہو تو نصف حصہ دودھ اور نصف حصہ پانی ملانا چاہیے مگر شکر کے ملانے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ کافی مقدار شیرینی کی اس مین موجود ہے مگر نقص یہ ہے کہ نمکین یعنی (دست آور) ہے۔ اور اس مین چربی پروٹیڈز یا نائٹروجینس اجزا کی کمی ہے اور اس کی مقدار خوراک بڑہانے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اس مین کچھ صرف بہی زیادہ ہوتا ہے کیون کہ گدہی کا دودھ ہمیشہ سہل الوصول نہین ہے بسبب نجس ہونے کے اس کا دودھ مکروہ طبعی بھی ہے اور عام خیال یہ ہے کہ جو شخص اس کا دودھ پیتا ہے اس کی تہذیب و اخلاق مین کچھ نہ کچھ اس کے دودھ کا اثر آجاتا ہے

ناظرین مجھے اس امر مین کوئی عذر نہین کہ میرا یہ مضمون ایک عام اور روز مرہ کا کام مگر بہت ہی ضروری ہے کوئی فرد بشر ایسا نہین جس کو کبھی نہ کبھی ضرورت واقع نہ ہوئی ہو سوا اطبا کے عام اشخاص غذا کی حقیقت حال سے بہت کم واقف ہین۔

ہر ایک غذا کو تغذیہ بدن ہونے کے لئے کن کن اجزا کی ضرورت ہے اور کون کون اشیاء ہر ایک غذا مین موجود ہونی چاہئین اگر نہ ہو تو صحت صحیحہ قایم رہے گی یا کیا۔ اس مختصر مضمون سے البتہ ناظرین با تمکین واقف ہوئے ہون گے۔

سید عزیز الدین حیدرآبادی

دنیوی ترقی اور انسانی طبائع

دنیا مین جتنے آدمی پیدا ہوتے ہین وہ سب اپنے افعال اور خواص اور جسمانی روحانی قابلیت مین ایک سان اور برابر نہین ہوتے ہین۔ فلسفہ نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان جن فنون کے ذریعے سے دنیا مین ترقی کرتا اور اوج و عروج حاصل کرتا ہے اس کی تقسیم مین نیچر نے کمی و بیشی کی ہے عموماً انسان مین دو کیفیتین پائی جاتی ہین ایک کیفیت

فاعلیہ اور دوسری انفعالیہ ۔ اول کیفیت مصیبتوں کو دفع کرتی ہے یا اون کو برداشت کرتی ہے دوسری کیفیت یا تو زمانہ کا رنگ دیکھ کر دب جاتی ہے یا خود زمانے کو دبانے کی کوشش کرتی ہے ایسے ویسے ناصحین اور بنی آدم عموماً کیفیت انفعالیہ کو پسند کرتے ہیں غریب و مسکین صفت آدمیوں میں یہ کیفیت زیادہ پائی جاتی ہے اور یہی لوگ زیادہ ترقانع دیکھے جاتے ہیں اور دنیا میں خطرناک رقیب نہیں بن سکتے ہیں برخلاف اس کے جس آدمی میں کیفیت فاعلیہ ہوتی ہے اس میں ایک قسم کی جودت پائی جاتی ہے جو کسی نہ کسی طرح اپنے ابنائے جنس پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے ہر چند یہ کوئی کلیہ نہیں قرار پا سکتا کس لئے کہ معاملات دنیا میں بعض غیر قانع آدمی بھی ترقی کر سکتے ہیں جس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں علاوہ اس کے چالاک آدمی کو صبر و تحمل کی صفت کا حاصل کر لینا آسان تر ہے بہ نسبت اس کے کہ منتہا آدمی جودت پیدا کرے ۔ اس میں شک نہیں کہ صاحب جودت آدمی میں عملی فضائل زیادہ ہوتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام عقلی کمالات عملی کوششوں کا نتیجہ ہیں ۔ اولوالعزمی یعنی یہ خواہش کہ جہاں تک ممکن ہو کوشش کرکے اپنے اور اوروں کے فائدے کے لئے نئی نئی باتیں پیدا کریں ۔ لیاقت عقلی اور عملی کا مبدا ہے ۔ جس شخص میں کیفیت انفعالیہ ہوتی ہے اس کو جو کمال عقلی حاصل ہو سکتا ہے وہ بہت ضعیف اور خفیف ہوتا ہے اور اس قسم کا ہوتا ہے جو صرف تفریح یا محض مراقبہ پر اکتفا کرتا ہے ۔ طباع وہ شخص ہے جو کچھ اپنے اور بنی نوع کے لئے عمدہ کر دکھاوے کیفیت فاعلیہ جو انسان کی زندگی کو ترقی دیتی ہے وہی کیفیت ہے جو فطری قوتوں اور خلقی مادوں سے لڑا کرتی ہے اور ان سے کبھی مغلوب نہیں ہوتی ۔ جن اوصاف سے انسان اپنی ذات خاص کو نفع پہونچاتا ہے وہ صاحب جودت اور چالاک بنی آدم ہی میں پائے جاتے ہیں اور یہی صفات فاعلیہ بالآخر من حیث المجموع قوم کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں برخلاف اس کے اخلاقی فضیلت کی نسبت تنگ معلوم ہوتا ہے اس سے ہماری مراد مذہبی عقیدہ نہیں ہے جس سے عموماً لوگ مسکین صفت آدمی کو اس وجہ سے پسند کرتے ہیں کہ غربت و مسکنت خدا کو پسند ہے ۔ اکثر مذاہب نے

اس عقیدہ کو فروغ دیا ہے اگر مذہبی عقائد سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو وہ مسکین صفت آدمی
جو مصائب و آلام سے مغلوب ہو جاتا ہے شاید خود اپنے نفس کو یا اوروں کو بہت فائدہ نہیں
پہونچا سکتا ہے لیکن اتنی خوبی تو ضرور ہے کہ وہ کسی کو رنج و اذیت نہیں دیتا۔ قناعت اوصاف
حمیدہ میں شمار کی گئی ہے لیکن یہ سمجھنا بالکل غلطی ہے کہ غریب و مسکین کو قناعت لازم ہے اور اگر یہ نہ ہو تو
بہت سے مضر اخلاقی نتائج پیدا ہوتے ہیں کس لئے کہ جب ان نعمتوں کی خواہش ہوتی ہے جو
آدمی کے پاس نہیں ہوتی ہیں اور اوس میں اتنا مادہ نہیں ہوتا کہ اپنی ذاتی قوت سے حاصل کرے
تو جن اشخاص کے پاس وہ نعمتیں ہوتی ہیں ان سے بغض و عداوت کرنے لگتا ہے لیکن جو شخص
اپنی اصلاح حالت کی توقع میں اپنے رفاہ و فلاح کی کوشش کرتا ہے وہ درحقیقت اُن
لوگوں کی بہی بھبودی چاہتا ہے جو اس کام میں مشغول ہیں جس میں وہ خود مصروف ہے اور
جب اکثر افراد قوم کسی کام میں مصروف ہوتے ہیں تو جن اشخاص کو اپنا مقصد حاصل نہیں ہوتا
تو وہ اپنی ناکامی کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ ہماری کوشش کارگر نہیں ہوئی اور اُن کو اپنے ہم وطنوں کی
عام عادت دیکھکر تسکین رہتی ہے اور اس سے جو قناعت پیدا ہوتی ہے وہ چنداں مذموم
نہیں ہے لیکن جو لوگ کوئی کام نہیں کرتے وہ ہمیشہ تقدیر کے شاکی رہتے ہیں اور اُس سے
جو قناعت پیدا ہوتی ہے اس کا نتیجہ بغض و حسد ہے جس قدر کامیابی اور اقبالمندی
تقدیرات آلہی یا اتفاقات زمانہ پر محمول کی جاتی ہے اسی قدر حسد کو فروغ ہوتا ہے
اور وہ قومی خصائل میں داخل ہو جاتا ہے اور ایسے قانع آدمی کہ جنہیں اخلاقی جرأت و ہمت
نہ ہو لائق تحسین و آفرین نہیں ہیں انگلستان کے لوگوں میں عموماً کیفیت فاعلیہ زیادہ
پائی جاتی ہے اور فی الواقع ان کی جفاکشی اور چالاکی عموماً نوع انسان کی ترقی اور اصلاح کی
امیدوں کی بنیاد ہے۔ کسی شخص نے کیا دانائی کی بات کہی ہے کہ جب کوئی خرابی یا غلطی
ہو جاتی ہے تو مشرق کے لوگ عادتاً بول اٹھتے ہیں کہ کیا بدقسمتی کی بات ہے لیکن ایسی موقع پر انگریز چلا اٹھتے ہیں کہ بڑی
شرم کی بات ہے اور ان دونوں چلنوں کا جو نتیجہ مترتب ہوتا ہے وہ ظاہر ہے پس کیفیت فاعلیہ کی ترقی دینے کا اگر کوئی

ذریعہ ہے تو وہ یہی سفاکشی و محنت ہے جس کو ان کاموں مین صرف کرنا چاہئیے جن سے
اپنی اور اوروں کی نفع رسانی مقصود ہے ۔ راقم ۔ ج

رامپور کی ایک بیگم کے مہر کا مقدمہ

ہائیکورٹ ممالک مغربی شمالی مین مسٹر جسٹس ناکس اور مسٹر بنرجی نے
اُس مقدمہ مین فیصلہ سنایا جس مین کلکٹر مرادآباد نے بطور منیجر کورٹ آف وارڈس کے بنام کنور ہربنس سنگھ کے دعوی دایر کیا ہے مسٹر کالون اور مسٹر رالوز اپیلانٹ کی طرف سے اور مسٹر کالون اور مسٹر غلام مجتبے منجانب رسپانڈنٹ تھے ۔

اس مقدمے کا مفصل حال اپریل گذشتہ مین ہمارے اخبار مین درج ہو چکا ہے
یہ مقدمہ بربنائے ایک فیصلہ ملک غیر کے شروع ہوا تھا جو کونسل ایجنسی رامپور نے ۲۶ جنوری ۱۸۹۱ع کو کیا تھا اور یہ مقدمہ ابتدا مین ۸ جون ۱۸۹۵ع کو عدالت ماتحت مرادآباد مین دائر ہوا تھا اُس وقت اس مقدمے مین دو مدعی تھے اوّل مسماۃ ہمائے تاج دار بیگم اور دوم کنور ہربنس سنگھ ہمائے تاج دار بیگم زوجہ صاحبزادہ محب علی خان کی تھین جو بنا صاحب کے نام سے مشہور اور ایک ممبر خاندان رامپور کے تھے انھون نے عدالت کونسل ایجنسی سے ایک ڈگری حاصل کی جس پر یہ مقدمہ شروع ہوا کیونکہ بعد حصول ڈگری کے نصف ڈگری حال کے رسپانڈنٹ کنور ہربنس سنگھ کے ہاتھ فروخت کی یا منتقل کی اور یہ ڈگری ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ کی تھی جو تعداد مہر مسماۃ ہمائے تاجدار بیگم کی تھی اس مہر کی تعداد کل ایک کروڑ روپیہ اور پچیس ہزار مرشدآبادی اشرفیان اور آٹھ لاکھ روپیہ نقد تھی اور بوجہ اس استحقاق کے جو فروخت یا انتقال ڈگری سے حاصل ہوا اور اُس نے اس تعداد کا نصف روپیہ حاصل کیا لہذا وہ بھی اس مقدمہ مین شریک مدعیہ ہوا اس کے بعد شرکت دعوے پر اعتراض کیا گیا اور مدعیہ نے ایسی شرکت یا انتقال سے کنارہ کشی کی تاکہ

ہربنس سنگھ مقدمہ دائر کرے۔

دیلاتروشیس نے بیان کیا کہ بیگم اور اوس کا شوہر نواب رامپور کے خاندان سے ہین اور یہ بیگم دختر ہمشیر ایک اخیر حکمران رامپور کی ہے جب نواب محب علی خان اور رئیس رامپور سے کچھ اختلاف پیدا ہوا تو نواب محب علی خان شروع ۱۸۶۰ء میں مرادآباد کو چلے گئے اور اُن کی بی بی رامپور ہی مین رہین اور ۱۸۸۴ء مین واسطے دلاپانے زرمہر کے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا محب علی خان نے ۱۸۸۹ء مین قضا کی جبکہ یہ مقدمہ دائر تھا اور یہ دعوے صاحبزادہ سجاد علی خان پر قایم رہا جو نواب مذکور کے ایک بیٹے دوسری بی بی سے تھے اور انکی جائداد ضلع مرادآباد مین تھی جس کا انتظام کورٹ آف وارڈس کرتا تھا ۲۶ ہر جون ۱۸۹۱ء کو کونسل ایجنسی نے جو ایک اعلیٰ عدالت مرافعہ رامپور کی ہے بحق بیگم کے ڈگری دی اس ڈگری کی تعمیل مین بائیس ہزار روپیہ علاداری رامپور سے وصول ہوا اور ایک کروڑ سات لاکھ ترپن ہزار اٹھاسی روپیہ سات آنہ واجب الادا رہا اور جب نواب محب علی خان کی جائداد رامپور مین باقی نہین رہی تو دعوے کیا گیا کہ متوفی کی جائداد مرادآباد سے بقیہ روپیہ دلایا جائے اس کے بعد لیڈی نے مقدمہ سے کنارہ کشی کی اور کنور ہربنس سنگھ نے مقدمہ دایر رکھا اور بجائے تاج دار بیگم صرف ایک ضابطہ کے طور پر مدعیہ تھین عدالت ماتحت نے صورت حال مقدمہ پر غور کرکے کنور ہربنس سنگھ کو ڈگری دی لہذا اس بنا پر حال کی اپیل پیش کی گئی۔

فریقین مین دربارہ تعداد مہر کے کوئی بحث نہ تھی گو یہ تعداد مہر فرضی خیال کیجا سکتی ہے اور اس مین شک نہین کہ یہ تعداد اس کے شوہر کی تمام جائداد کی قیمت سے زیادہ تھی اور اس کا ادا کرنا اس کے امکان مین نہ تھا تاہم اس کی بی بی اس کی ڈگری حاصل کرنے کی مستحق تھی تاوقتیکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ اُس کے بعد کوئی معاہدہ ہوا جس سے اس کا شوہر اس تعداد کے مہر کے ادا کرنے سے سبکدوش ہوا اور مدعا علیہم کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ ۹ ہر جنوری ۱۸۸۴ء کو ایک اقرارنامہ تحریر کیا گیا جس کی رو سے بجائے تاج دار بیگم نے اپنے مہر سے درگذر کیا اور

اسی روز اُس کے شوہر نے ایک جائداد قیمتی پچیس ہزار کی بعوض مہر کے اُن کے نام منتقل کی بیگم نے اس کاغذ سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے کبھی اپنے شوہر کو مہر معاف نہیں کیا تھا اور عدالت رامپور اور عدالت ماتحت کی رائے تھی کہ اس کا یہ بیان سچ ہی اور اپیلانٹ کی طرف سے جو کچھ دلائل پیش کئے گئے اُن کا تعلق صرف معافی مہر سے تھا بیان کیا گیا تھا کہ منجانب ہمائے تاج دار بیگم کے ایک اقرار نامہ لکہا گیا تھا اور اس پر مہر ہوئی یہ تحریر تیج رائے مختار عام بیگم مذکور کی تھی اس کا منشا یہ تھا کہ میری شوہر نے ایک بیع نامہ پچیس ہزار کا بالعوض زرِ مہر کے لکھہ دیا اور بیگم نے بالعوض اپنی مہر کے اُس کو قبول کر لیا۔ اس بیعنامہ کے ذریعے سے محب علی خان نے اپنی زوجہ کو پچیس ہزار روپیہ کے دو مواضع بعوض مہر کے دئے تھے جو واجب الادا تھا جج ماتحت کی رائے تھی کہ یہ کاغذ اصلی اور جائز نہیں ہی کیونکہ بیگم کے دستخط نہ تھی اور جو مُہر ہے وہ اصلی نہیں ہی اور اس بات کا ثبوت نہیں پہونچا ہی کہ بیگم نے خود مُہر لگائی اور گواہ ناقابل اعتبار ہیں اور یہ بات ظاہر نہیں کی گئی ہی کہ چونکہ یہ بیگم پردہ نشین تھیں ان کو کوئی آزادانہ مشورہ دیا گیا اور یہ بات بہی ممکن نہیں معلوم ہوتی کہ اُسنے بعوض اپنی مہر کثیر کے اس قلیل جائداد کو منظور کر لیا ہو اور یہ بات ظاہر نہیں کی گئی ہے کہ انھوں نے بیان کردہ بیعنامہ تیار کرایا اور وہ اس کے منشا سے واقف تھیں اور تیج رائے کو اس قسم کا کاغذ تیار کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا اور اس کاغذ کی کچھ ایسی مشکوک حالتیں ہیں جن سے عدالت تجویز نہیں کر سکتی کہ بیگم اس کی پابندی کریں۔

دیر لارڈ شپس نے کہا کہ ہم اُن دو دلائل کو بے حقیقت خیال کرتے ہیں جن کا ذکر جج ماتحت نے کیا ہی اور یہ بات سچ ہی کہ لیڈی نے اصلی ہونے مُہر سے انکار کیا ہے لیکن دیگر کاغذات مُہر شدہ بھی شامل مسل ہیں اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ مہر اصلی ہے لیکن چونکہ وہ کاغذ پر ہے اس لیے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ لیڈی نے خود تحریر کرا کے اُس پر مہر لگائی اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ کہ انھوں نے یہ کاغذ تحریر کیا اور اپنے دعوے سے باز رہی اس معاملہ کی صرف ایک گواہ اعجوبہ نامی ہے۔ جو ایک علاء الدولہ بنا صاحب کی ہی اور یہ عورت بھی کوئی چشم دید گواہ نہیں ہی گو بیان کرتی ہے کہ وہ بوقت تحریر کاغذ کے موجود تھی دیگر وجوہ سے بھی اس کی شہادت قابل اعتبار نہیں ہی اور دیگر شہادت بھی غیر قابل تسلیم

مسٹر کانلن نے بعض حالتون پر خیال رجوع کر کر دلیل پیش کی کہ بیگم نے اقرار نامہ پر دستخط کیے تھے کیونکہ انہون نے ان دو مواضع پر قبضہ کر لیا تھا جو ان کے شوہر نے بالعوض اس کے مہر کے دئے تھے لیکن اصلی ہبہ نامہ پیش نہین کیا گیا نہ اس بات کا کوئی ثبوت پہونچا ہی کہ یہ مواضع کبھی ہمائی تاج دار بیگم کے قبضہ مین آئے تھے انہون نے اس ہبہ سے انکار کیا ہی اور قسم کہاتی ہین کہ یہ مواضع بغرض مصارف خاندان کے دئے گئے تھے اور اگر یہ بات سچ ہی جیسا کہ بیان کیا گیا ہی کہ نواب رامپور محب علی خان کے مخالف تھے اور بذریعہ ان کی بی بی کے اُن کو ضرر پہونچانا چاہتے تھے تو یہ بات غیر ممکن نہ تھی کہ اس کا شوہر اپنی بی بی کو خوش رکھتا اور اس کو ایسی جائداد دے دیتا جس سے وہ اپنا مصارف پورا کر سکتی –

دیر لارڈشپس پر جن باتون کا بہت بڑا اثر پڑا ہے وہ یہی ہے کہ کوئی وجہ نہ تھی جس سے بیگم اپنی مہر کثیر سے درگذر کرتی جو اس کے شوہر نے منظور کیا تہا گو اس کی تعداد اس تمام جائداد سے زیادہ تہی جو اس کے شوہر کی تہی لیکن جیسا کہ مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی دوسری جلد قانون مسلمین مین تحریر کیا ہی کہ منشا ایسی مہر کا یہی ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے سکے اور چونکہ شوہر ہمائے تاج دار بیگم کا اس کے عزیز و اقارب سے مخالف تھا اور وہ اس کو طلاق ہی نہین دے سکتا لیس یہ بات ممکن نہین معلوم ہوتی کہ بیگم نے اپنے مہر سے درگذر کیا ہو اور اس صورت مین اس قبضہ سے بہی دست بردار ہوتی جو اس کو اپنے شوہر پر دربارہ طلاق نہ دینے کے تھا اور صاحبان جج نے جج ماتحت کی اس رائے سے بہی اتفاق کیا کہ موافق قاعدہ پریوی کونسل کے جو دربارۂ لین دین ایک پردہ نشین اور اس کے شوہر کے قرار دیا گیا ہے اس کی کامل جانچ ہونا چاہئے تھا ۔ تاج دار بیگم ایک نوجوان بیگم عمر پچیس برس کی تھی جب کہ یہ اقرار نامہ لکھا گیا اور ہر چند وہ لکھہ پڑھ سکتی تھی یہ بات نہین ظاہر کی گئی ہے کہ اس وقت بہی یہ معاملے کیا کرتی تھی لہذا اپیلانٹ پر اس بات کا ثبوت پہونچانا فرض ہے کہ اس کو آزادانہ مشورہ دیا گیا ہی اور اگر اس نے کاغذ پر مہر کی ہی تو کیا وہ اس کاغذ کے منشار سے واقف تہی کہ اس سے اس کے تعلقات پر کیا اثر پڑے گا اس بارہ مین اپیلانٹ نے اپنا فرض ادا نہین کیا ہی اور یہ بہی نہین

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے شوہر میں ایسے تعلقات تھے کہ اس نے صرف بوجہ محبت کے ایسے زر کثیر سے درگذر کیا اور یہ بات بھی غیر ممکن نہیں ہے کہ وہ بوجہ اولاد نہ ہونے کے ہراسان ہوگئی تھی تاکہ اس کی اولاد اس جائداد کی مالک ہوتی اور اگر یہ بات سچ ہے کہ اس نے اپنے شوہر سے اپنے مہر کا کوئی مستقل معاوضہ طلب کیا تو یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ وہ بوجہ محبت اپنے شوہر کے ایک تعداد کثیر مہر سے درگذر کرتی پس دیر لارڈ شپس کی رائے ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں پہونچا ہے کہ ہمائے تاج دار بیگم نے اپنا مہر معاف کر دیا اور عدالت رامپور کی ڈگری ایسی ہے کہ اس کا عملدرآمد ہونا چاہیئے۔

دیر لارڈ شپس خوب جانتے ہیں کہ اس ڈگری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپیلانٹ کی تمام جائداد جو اکلوتا بیٹا نواب محب علی خان متوفی کا ہے نیلام ہو اور اس کا روپیہ رسپانڈنٹ کو ملے جس نے صرف فائدہ اٹھانے کی غرض سے ڈگری خرید کی تھی اسی وجہ سے اس مقدمہ پر کامل غور کیا گیا ہے اور اُن کو افسوس ہے کہ واضعان آئین و قوانین نے ان کو بسبب دفعہ ۸ - ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۷۶ع مثل عدالت ہائے اودھ کے اختیارات نہیں دیئے ہیں کہ عدالت بنظر مناسب موافق مقدرت شوہر یا درجہ بی بی کے زر مہر دلائے۔ لہذا ہم کو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اس مہر کی ڈگری دیں جو شوہر نے منظور کیا ہے گو اس مہر کی تعداد کیسی ہی فضول ہو لہذا اپیل مع خرچہ عدالت اور کونسلیوں کی فیس کے ڈسمس کی گئی۔

معلم نسوان - اس میں کوئی شک نہیں کہ پردہ کی وجہ سے عورتوں کے حقوق بہت تلف ہوتے ہیں اور معاملات میں بڑی پیچیدگیاں پڑتی ہیں - مختار اور وکیل اہل پردہ کو اکثر دھوکی دیتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ شرعی پردے کا رواج جاری کیا جائے - جو حاضری عدالت کے مانع نہیں - ایڈیٹر

ہندوستان دوزخ نشان مین ابتک دختر کشی کی مُہلک رسم موجود ہے

کیا ہندوستان کے وحشی کہلانے کے لئے اس سے زیادہ کسی اور ثبوت کی حاجت ہے
کہ اب تک صوبہ مغربی شمالی کے چارسوپندرہ گاؤن مین قانون دختر کشی جاری ہے۔ اور تعزیری پولس قایم ہے اور اس پربھی قابل اطمینان نتیجہ نہین نکلا یعنے خفیہ طور سے برابر معصوم لڑکیان والدین ہی کے ہاتھون سے ماری جاتی ہین۔ گو سرکار انگریزی تا امکان خود انسداد دختر کشی مین ساعی ہے مگر ہندوستان کی وحشی اور خونخوار رسمین ایسی سخت ہین کہ وہ صدیون کی متواتر کوششون سے بھی مسدود نہین ہوتین۔

اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہے کہ مغربی شمالی کے لوگون کے خیالات عورتون کی نسبت عموماً نہایت ہی ناپاک ہین۔ گو مغربی شمالی کے مسلمانون مین دختر کشی کی رسم پائی تو نہین جاتی جس کو اسلام نے تیرہ سو برس پہلے عرب سے مٹایا تھا۔ تاہم ان کے خیالات عورتون کی نسبت بہت ہی خراب ہین جو مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہین۔ اس صوبہ کے مسلمانون پر ہندوؤن کے رسم رواج کا اثر پشتینی ہے اور ساتھ ہی اس کے ان مین ایک عام جہالت اور اپنے مسائل مذہبی سے ایک عام ناواقفیت پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ شادی بیاہ۔ موت غمی۔ طرز معاشرت۔ لباس وغیرہ مین ہندوؤن کے مقلد ہین۔ یہان تک کہ خلاف مذہب اسلام انھون نے بت پرستی کو بتبدیل صورت اختیار کرلیا ہے تعزیہ داری۔ قبر پرستی۔ نذر ونیاز یہ سب وہی بت پرستی ہے جو خاص خاص اشکال مین ظاہر ہوئی ہے۔ ہندو اپنی بیوہ عورتون کا عقد ثانی نہین کرتے تھے۔ اس لئے مغربی شمالی کے مسلمان بھی اس کو معیوب سمجھتے ہین۔ حالانکہ اس بارہ مین نص قرآن موجود ہے کہ اپنی بیوہ عورتون کا عقد کردو۔ غرض کہ جس قدر اس صوبہ کے مسلمانون پر ہندوؤن کے نسوانی خیالات کا اثر ہے وہ اور کسی صوبہ کے مسلمانون پر نہین ہے۔ اس اثر پر اور طرہ یہ ہوا ہے کہ وہ اردو کی گندی شاعری جس نے عورتون کو ازحد ذلیل وخوار کیا ہے اور جس نے اس مقدس صنف کو مردون کے لئے ایک آلہ شہوت قرار دیا ہے۔

اسی صوبہ کی ایجاد ہے اور اس کا خاص مرکز لکھنو ہے اسی تباہ شدہ لکھنو سے جو اس پچھلے زمانہ مین شہر سدوم کا ثنی ہے ریختی گو شاعر بھی پیدا ہوئے ہین اور انھون نے عورت کی شکل مین جلوہ فرما کر عورتون کی نسبت بہت برے برے خیالات ظاہر کئے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر مین جہان اس وقت فواحش کی کثرت ہے عورتون کی اصلاح پر کوئی توجہ نہین کی جاتی ہے خدا کا فضل اور رحمت حیدرآباد دکن پر نازل ہو رہی ہے جہان اس ضعیف مخلوق کی ہمدردی کی نسبت کچھ چھیڑ چھاڑ ہے ہمین امید ہے کہ ہمارے بھائی جو مغربی شمالی مین بود و باش رکھتے ہین بہت جلد عورتون کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہو جائین گے ورنہ خدانخواستہ انکا حال بھی وہی ہوگا جو قہر آلہی سے شہر سدوم کا ہوا ہے۔ اللھم احفظنا من غضب اللہ

عورتون پر شرمناک جبر اور ظلم

نہایت ہی افسوس ہے کہ اس اشرف المخلوقات انسان کے بعض افراد حیوانیت مین خس اور ذلیل ترین حیوانات سے بھی بدتر پائے جاتے ہین جن کے نہایت ہی کمینے اور درندانہ حرکات ظاہر کرنے سے ہمین شرم آتی ہے۔ اور از حد تاسف ہے کہ ان درندون کے ہاتھون سے ان بیچاری عورتون پر کیا کیا جبر اور ظلم گذر جاتے ہین۔ پچھلے دو تین ماہ کے عرصہ مین جو زنا بالجبر کے واقعات ہندوستان مین دیکھے گئے ہین ان پر غور کرنے سے ہمارے ناظرین کو اس ظلم و جبر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس مین کوئی شک و شبہ نہین کہ موجودہ عادل اور منصف گورنمنٹ ان مظالم کے انسداد مین جو سعی بلیغ فرماتی ہے وہ ہر طرح قابل شکریہ ہے اور ہمین امید قوی ہے کہ آیندہ وہ اس سے بھی زیادہ ان شرمناک جرایم کے روکنے مین کوشش کرے گی اور مظلوم عورتون کی عزت و آبرو ان درندانہ خصائل مردون کے پنجون سے بچائے گی۔ اس وقت ہم انہین سنگین جرایم زنا بالجبر کو اختصار کے ساتھ حسب ذیل بیان کرتے ہین جو تقریباً گذشتہ تین ماہ کے عرصہ مین واقعہ ہوئے ہین اور جن سے

ہندوستان کی عورتون کی نازک حالت معلوم ہو سکتی ہے۔

(۱) اخبار پنجاب ادگن مورخہ ۲۰ جون ۱۹۹۵ء لکہتا ہے کہ خانقاہ ڈوگران مین ایک بے رحم سنار نے ایک نابالغ چھوکری کے ساتھ زنا بالجبر کیا اور سنا جاتا ہے کہ وہ اس صدمہ سے مرگئی۔ بانخوف افشائے راز اوس درندہ خصلت آدمی نے اُس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور وہ اُس مظلوم لڑکی کی لاش چھپانے ہی کی تدبیر مین تھا کہ گرفتار ہوا۔

(۲) اخبار انلیس ھند مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۹۵ء بحوالۂ اخبار بھادت سیوک لکہتا ہے کہ امرتسر مین ایک بے رحم اور ظالم آدمی نے ایک بارہ برس کی کم سن چھوکری کے ساتھ زنا بالجبر کیا ملزم گرفتار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دندانہ فعل اس لڑکی کی مان کے ایما سے کیا گیا تھا

نہایت ہی افسوس کے ساتھ ان دونوں واقعون پر ایک عمیق نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ایک بہت ہی محدود زمانے مین گذرے ہین کہ ہندوستان کی عورتون کی حالت از حد خطرناک ہے۔ اس قسم کے جرایم دنیا کے دوسرے ملکون اور علی الخصوص یورپ اور امریکہ مین قریب قریب مفقود ہین۔ وہان کے اخبارون مین اس نوعیت کا کوئی جرم دیکھنے مین نہین آتا۔ مگر ہندوستان دوزخ نشان کے اخبارون مین ایسے واقعات اکثر نظر سے گذرتے ہین۔ ان واقعات سے ثابت ہے کہ ہندوستان کے مذاہب۔ قوانین اور رسم و رواج نے مردون کو تو بہت قوی کر دیا ہے اور عورتون کو از حد کمزور بنایا ہے۔ جب کم عمر لڑکیون کے ساتھ زنا بالجبر کی اصلی علت دریافت کی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا باعث صغر سنی کی شادی بیاہ کا رواج ہے۔ کیونکہ سات سات اور آٹھ آٹھ برس کی معصوم لڑکیان قوی ہیکل اور سن رسیدہ آدمیون کے ساتھ بیاہی جاتی ہین اور اس ناپاک رسم نے مردون کو نابالغ عورتون کے ساتھ ہم بستری کرنا جائز کر دیا ہے۔ علاوہ برین شاعری۔ ادب اور عام خیالات اس خلاف تہذیب اور شرمناک رسم کے حامی ہین۔ اس لئے ہندوستان کے حیوان سیرت مردون کو نابالغ لڑکیون کے ساتھ جبر کرنے مین کوئی پس و پیش نہین ہوتا۔ ہم اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ اس شرمناک جرم سے ابتک

بہت سی معصوم لڑکیاں ضایع ہوئی ہیں گورنمنٹ اور سوسائٹی دونوں کو لازم ہے کہ وہ ان شرمناک جرایم کا فوری انسداد فرمائے۔

(۳) اخبار انیس ہند مرقومہ ۲۶ اپریل ۱۸۹۹ء بحوالہ اخبار راجپوتانہ گزٹ لکھتا ہے کہ ایک نوجوان نائن کو برتن مانجھنے کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر تین آدمیوں نے زنا بالجبر کیا ان میں سے دو ملزم بھاگ گئے اور ایک گرفتار ہے۔

ان شرمناک جرایم کی اصلی علت یہ ہے کہ ہندوستان میں عام تعلیم و تربیت کا رواج نہیں اور نہ یہاں مذہبی تعلیم عام ہے جس سے قوائے حیوانی میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ یورپ۔ امریکہ اور دیگر مہذب ملکوں میں پادری ہر جگہ مذہبی اور اخلاقی وعظوں اور لکچروں کے ذریعے عوام الناس میں تعلیم کی اشاعت کرتے پھرتے ہیں اور گرجاؤں میں اتوار کے روز لوگ جمع ہو کے اپنے مذہبی وعظ و پند سنتے ہیں۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہے کہ عام تعلیم کی وجہ سے عوام الناس میں یہ شرمناک جرایم بہت ہی کم پائے جاتے ہیں برخلاف اس کے ہندوستان میں صدیوں سے مذہبی عام تعلیم کا سلسلہ بند ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے خیالات بگڑ گئے ہیں اور وہ اپنے اعمال و حرکات میں اخس حیوانات سے بھی پست ہو گئے ہیں۔ ہمارے ملک کے پنڈت اور مولوی جن کے سپرد مذہبی تعلیم ہے عوام الناس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے تھا اور وعظ کا رواج جو عوام کی تعلیم مذہبی کا ایک نہایت ہی عمدہ ذریعہ ہر قریب ہندوستان سے اٹھ ہی سا گیا ہے چند امام مسجد مولوی خزانہ سرکار سے وظیفے اور منصب پاتے ہیں۔ مگر ان سے یہ کام بھی لیا نہیں جاتا ہے کہ وہ ہفتہ وار مسجدوں میں وعظ فرمایا کریں اور عوام الناس میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کریں — افسوس ہے کہ ہماری قوم میں حرام خواری کی یہ ترقی ہوئی ہے کہ کوئی بھی سرکار اور قوم کے روپے کو چیز نہیں کرتا اور مفت بغیر ادائی فرض روپے لینے کو برا نہیں جانتا۔ ایسی حالت میں ہندوستان کی سوسائٹی کے خیالات کا بگڑنا کوئی جائے تعجب نہیں خدانخواستہ آیندہ یہ بلی کتوں سے کہیں بدتر ہو جائیں گے

(۴) اخبار پنجاب آرگن دینا پور آباد مورخہ ۲۸ جون ۱۸۹۹ء تحریر کرتا ہے کہ لائل پور سے

جو ٹرین آرہی تھی اس مین ایک ایسی عورت پائی گئی جس کے پاس کوی ریلوے ٹکٹ نہ تھا اور گارڈ نے اس سے منھ کالا کیا تھا۔ امید ہے کہ ان صاحب بہادر کے ساتھ بعد تحقیق جرم نہایت سخت قانونی برتاؤ کیا جائے گا۔ تاکہ اور صاحب بہادرون کو عبرت ہوگی۔

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہان پر یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اکثر ریلون مین جرایم زنا بالجبر اور عورتون کی آبرو پر حملون کا ارتکاب ہوا ہے اور اس قسم کے شرمناک حملے ہمارے دیکھنے مین کثرت سے آئے ہین۔ اس لئے اب سرکار کو اس طرف توجہ فرمانی چاہیے اور عورتون کی عزت و آبرو کو ریل مین محفوظ رکھنے کا کوئی معقول بندوبست کرنا چاہئے۔ اگر سردست یہ انتظام کر دیا جائے تو بھی کافی ہے کہ ہر ایک ریل گاڑی کے ساتھ ایک زنانہ گارڈ یعنے لیڈی رہے جو عورتون کی نگرانی اور حفاظت کرے اور راہ مین زنانی گاڑیون مین گشت کرتی رہے۔

ان مذکورہ بالا واقعات سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ بہ نسبت دوسرے مہذب ملکون کے ہندوستان مین فواحش کی بہت کثرت ہے۔ کیونکہ اس قسم کے ناپاک جرایم مہذب ممالک مین کوئی شخص بطور نظیر کے بھی پیش نہین کر سکتا۔ یورپ اور امریکہ مین عورتین اور مرد دوش بدوش رہتے ہین مگر ان جرایم کا کوئی نام بھی نہین جانتا۔ اور ہندوستان مین باوجود پردے اور عورتون کی علیحدگی کے بھی لوگون کی بے شرمی کی یہ حالت ہے۔ اگر امریکہ مین کوئی مرد برسر راہ یا اور کسی دوسرے مقام مین کسی عورت کو چھیڑے یا اس پر دست درازی کرے۔ تو وہ اسکو فوراً پنجہ سے مار دیتی ہے۔ کسی مرد کی یہ طاقت بھی نہین کہ وہ عورت کو گھورے اور بغیر رضامندی کے اس کو ہاتھ لگائے۔ یہان پر ہمارے بعض احباب کہدینگے کہ یہ نیچے طبقے کے اشخاص کے کمینے فعل ہین۔ مگر اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اور ملک کے اسی طبقے کے لوگون مین یہ ناشائستہ حیوانی حرکات پائے نہین جاتے ہین علاوہ ازین پبلک مین شریف و رذیل سب ہی شامل ہین۔ اس وقت تک یہ داغ ہندوستان کی سوسائٹی کے چہرے سے دور نہین ہو سکتا جب تک کہ اسکو لایق لوگ عوام کی تعلیم و تربیت۔ وعظ و لکچر اشاعت کتب و رسایل سے دور نہ کرینگے۔ ایڈیٹر۔

حسب ایکٹ ۳ مجریہ ۱۸۷۲ء ایک برہمو سماج ہندو لیڈی کی شادی

چونکہ دنیا کے ہر واقعہ سے عاقل آدمی سبق لے سکتا ہے۔ اس لئے حسب ذیل برہمو سماج مت کی ایک ہندو لیڈی کے حالات شادی نذر ناظرین کئے جاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ طرز نکاح میں یہ ایک عمدہ اصلاح ہے جو آجکل کے مہذب لوگون نے اختیار کی ہے جبتک عورت اور مرد کا اقرار صالح ایک عام مجمع کے سامنے نہ لیا جائے اسوقت تک ان دونو کا عقد کس طرح مضبوط سمجھا جا سکتا ہے۔ عورت کی طرف سے صرف شرعی پابندی کے لئے دو فرضی گواہ پیش کرنا اور اس کی ذاتی رضامندی حاصل نہ کرنا ہرگز قابل تعریف امر نہین۔ جس طریقہ سے یہ نئی شادی ہوئی ہے وہ البتہ قابل لحاظ ہے اور اس لئے ہم اس کیفیت کو بحوالہ نامہ نگار دکن پوسٹ یہان اودھ اخبار سے نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین اور وہ یہ ہین۔

اخبار دکن پوسٹ کا نامہ نگار مدراس سے رقمطراز ہے کہ ۵ دسمبر ۱۸۹۶ء کو برہمو سماج ہند جنوبی کے مکان واقع نایلپّی اسٹریٹ شہر مدراس مین بعض ہندو جنٹلمینون اور ہندو لیڈیون کے ایک مجمع کے روبرو ڈاکٹر ایم گوبندرا جلو نیڈو متعلقہ افواج خدمات شاہنشاہی حیدرآباد کی شادی ڈاکٹر اگھورناتھ چٹوپادھیا سابق پرنسپل کالج حیدرآباد کی بیٹی کے ساتھ عمل مین آئی راؤ بہادر کے برسانگم پنتولو نے جو شہر کے برہمو سماجیون مین ایک مشہور شخص ہین۔ اس شادی کے عقد کو منعقد کیا منجملہ دیگر مشاہیر مندرجہ ذیل اشخاص موجود تھے یعنی۔

دیوان بہادر پی رامیسوامی چتیار۔ ڈاکٹر دیس پلٹی اینڈی راو بہادر۔ آئیس سوبریا چاریہ ڈاکٹر ٹی ایم نائر۔ مسٹر سی جی پرمیسورن پلٹی۔ آیم نراین راو۔ ایم سی ننجندہ راؤ۔ سی ایساحی پلٹی سی جلداپلٹی نیڈو۔ مسٹر و مسنر سی بی رام راؤ۔ مسٹر و مسنر رام موہن رائے۔ پادری الیس علیجہ جنیز پہلے مسٹر ایس ایس پلٹی نے کچھ مذہبی مراسم ادا کئے اور ان مقررہ رسمون کے

ادا ہونے کے بعد ڈاکٹر اگھور ناتھ نے دلھن کو حوالہ کردیا اور حسب ضابطہ دولھا دولھن کو متحد کیا اور مسٹر برڈ رجسٹرار عقود شادی کے روبرو بہ عقد با ضابطہ قرار دیا گیا بعد اس کے مسٹر برسالنگم نے مہمانون کا شکریہ ادا کیا اور تنقلہات کا سامان ان کے روبرو پیش کیا گیا اور جبتک لوگ اس جگہ ٹھہرے رہے ان کے دوست احباب ان کو دلی مبارکباد دیتے رہے اور پھر تیپر ہوس ہوٹل کو گئے جہان ڈاکٹر گوبندراجلو نائیڈو ٹھہرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر اور مسز گوبندراجلو دوسرے روز مدراس سے حیدرآباد کو روانہ ہوگئے اور مدراس کے ایک ہمعصر کے بیان کے بموجب اس تقریب کے موقع پر مندرجہ ذیل سوالات اور جوابات ہو ئے

ڈاکٹر اگھور ناتھ۔ "سریمان گوبندراجلو تم عرصہ دراز سے میری پیاری بیٹی سماۃ سروجنی کے خواستگار تھے اس نے تمھاری استدعا پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور مین نے اس کو منظور کیا۔ آج اس موقع پر مین اس کو اپنے ساتھ لایا ہون کہ بموجودگی عالمگیر روح اعظم اور بہ موجودگی ان بھائیون کے جو مقدس عالمگیر کلیسائے اخوت (ممبران برہمو سماج جنوبی ہند) سے تعلق رکھتے ہین تمھاری مدتون کی آرزوئین جن مین تاخیر ہوتی آئی تھی پوری ہوجائین۔ مین تم کو کوئی تحفہ نہین دیتا ہون اور نہ کسی قسم کا زیور جو ایسے موقعون پر معمول ہے اپنی بیٹی کو دیتا ہون۔ اب سریمان گوبندراجلو کیا تو سریمتی سروجنی کو بطور اپنی زوجہ کے قبول کرتا ہے"

ڈاکٹر گوبندراجلو۔ "ہان"

ڈاکٹر اگھور ناتھ۔ "میری پیاری بیٹی سریمتی سروجنی کیا تو سریمان گوبندراجلو کو بطور اپنے شوہر کے قبول کرے گی"

مس سروجنی۔ "ہان"

ڈاکٹر اگھور ناتھ۔ "سریمان گوبندراجلو اور سریمتی سروجنی تو اب تم دونو آدمی قانون ملک کے بموجب زوجہ و شوہر ہوگئے"

"مسٹر رجسٹرار اقرار نامہ کے فارم پر آپ کے سامنے میرے بیٹا ن موتھیالا لا گوبند راجلو نیڈو اور سر یمتی سروجنی چٹو پادھیا کے اور میرے بھی دستخط ہو گئے اور میرا نام اگھور ناتھ چٹو پادھیا ہے اور مین دلہن کا باپ ہون۔

"اس کے علاوہ اس عقد شادی کی تصدیق شہر مدراس کے دوسرے تین سربر آوردہ باشندون نے بھی کر دی ہے۔ یعنے

(۱) راؤ بہادر پنڈت برسا لنگم پنتولو۔

(۲) مسٹر پرمیسورن پلئی۔

(۳) ڈاکٹر ملی مدہوا ن نائر

آپ نے ان سوالون کو سنا ہی جو مین نے دولہا دولہن سے علیحدہ علیحدہ کئے اور ان کا جواب قابل اطمینان ملا بحیثیت رجسٹرار متعلقہ ایکٹ ۳ ۱۸۷۲ء (بنظر سہولت ذکر یہ پورا ایکٹ جو سول شادیون کے ایکٹ کے نام سے موسوم ہے درج کیا گیا ہے آپ اس رجسٹر مین جو گورنمنٹ کے حکم سے مرتب ہوتا ہے اس شادی کے واقعہ کو حسب ضابطہ درج کر لیجئے اور مہربانی کر کے مجھکو سرٹیفکٹ شادی کی تین نقلین بھی عنایت کیجئے اور قانونین جو ضابطہ اس کا درج ہے اس کے مطابق یہ سرٹیفکٹ عطا فرمائیے"

مسٹر برڈ رجسٹرار۔ "بہت اچھا مین تعمیل کرون گا"

ڈاکٹر اگھور ناتھ۔ "سر یمان گوبند راجلو اور سر یمتی سروجنی تم نے ضروریات قانون سلطنت کی شرطین تو پوری کر دین لیکن ابھی تم کو آسمانی قانون کی شرطین پوری کرنا باقی ہین۔ پس اب تم سے جو سوالات کئے جاتے ہین ان کا جواب دو۔

س۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ اپنے تمام افعال مین عالمگیر روح کو حاضر ناظر سمجھتے رہو گے

ج۔ (منجانب دولہا دولہن کے) ہان۔

س۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ روحانی ترقی کی بابت تم مین سے ایک دوسرے کی اصلاح کرتا رہیگا۔

(ج) ہان-

(س) کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ کسی عورت خواہ مرد کے خلاف بوجہ اس کے رنگ یا عقیدہ یا مذہب کے تم غصہ عناد یا نفرت یا خصومت یا حسد یا رشک یا تعصب نہ رکھو گے۔

(ج) ہان-

(س) کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ اپنے تمام معاملات مین راستی کا برتاؤ کروگے۔

(ج) ہان-

(س) کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ صبر و تحمل کی صفات حمیدہ کی ترقی کرو گے۔

(ج) ہان-

(س) کیا تم وعدہ کرتی ہو کہ اپنے وطن کے ہمیشہ خیر خواہ رہوگے۔

(ج) ہان

(س) کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ تمام حالتون مین اس ملک کے تاج اور تاجدار کے جس مین تم رہتے ہو خیر خواہ رہوگے

(ج) ہان-

(س) جہان تک تمھارے وسائل تم کو موقع دین کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ بلا امتیاز قوم یا رنگ یا عقیدہ کے غربا و مساکین کی مدد کرتے رہو گے۔

(ج) ہان-

(س) جہان تک تمہارے وسائل تم کو موقع دین کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ مظلومونکو ظالمون کے ہاتھ سے بچاؤ گے۔

(ج) ہان-

(س) کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ تم مین سے ایک دوسرے کی اس بات مین مدد کریگا کہ بروقت ضرورت تم اپنے ملک اور اپنے مذہب کے فائدہ کے لئے اپنا نقصان گوارا کرو گے۔

(ج) ہان۔

(س) کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ تم مین سے ایک دوسرے کی اس بات مین مدد کرتے رہوگے کہ تمھارے ملک کی اخلاقی دماغی اور تمدنی حالت کی ترقی ہوتی رہے۔

(ج) ہان

آ۔ اگھورناتھ۔ تو تم آسمانی قانون کے موافق بھی متحد ہوگئے آج ۲۹ دسمبر ۱۹۰۸ء سے تم بذریعہ ازدواج متحد ہوگئے اور میان بی بی بن گئے۔ ہماری دعا ہے کہ مثل پراکرتی اور برم شاکے تمھاری شادی ابد تک کبھی فسخ اور فسخ ہونے کے قابل نہ ہو۔

تفویض عروس

سریمتی گوبندراجلو روح عالمگیر کی موجودگی اور اس عالمگیر اخوت کے مقدس کلیسا کے ممبروں کی موجودگی اور دوسرے مہمانون کے سامنے سریمتی سروجنی کو تمھارے حوالہ کرتا ہون۔ آیندہ سے وہ تمھاری تولیت مین آئے گی۔

ڈاکٹر گوبندراجلو۔ (بی بی کو اپنی سپردگی مین لیکر) شکرگذاری کے ساتھ سریمتی سروجنی کو اپنی تولیت مین لیتا ہون۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل شرط کو ضروری تبدیلی الفاظ کے ساتھ دولھا دولھن نے منھ سے ادا کیا۔

(۱) عالمگیر روح اعظم شاہد ہے کہ مین تجھکو بطور اپنی زوجہ کے قبول کرتا ہون (شوہر)

(۲) کامیابی ناکامی عشرت اور عسرت صحت اور بیماری مین جہان تک زندہ رہون گا۔ تیری بہبودی مین کوشان رہون گا۔

(۳) مین دعا کرتا ہون کہ میرا دل تیرا دل رہے اور ہم دونوں کے قلوب عالمگیر روح اعظم مین متحد ہوجائین۔

(۴) اے روح عالمگیر اعظم میری مدد کر مین اس شرط کو پورا کرون۔ پھر ہاتھ

اٹھا کر اور آنکھیں اوپر کر کے دعا کی۔

یہ شرطیں نہایت ہی مفید ہیں۔ ان سے قوم میں بتدریج اخلاقی۔ تمدنی اور مردانہ احساس پیدا ہو سکتے ہیں اور دولہ دولھن اپنی زندگی میں انہیں خیال رکھ سکتے ہیں۔

اہل اسلام میں جو بزبان عربی نکاح کے وقت خطبہ پڑھا جاتا ہے اسکا مطلب بھی عمدہ ہوتا ہے۔ مگر اس سے نہ تو دولہ دولھن ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ براتی والے ہی۔ کیونکہ لوگ عموماً زبان عربی کو نہیں سمجھتے۔ اگر یہی خطبہ اردو میں پڑھا جائے تو البتہ مفید ہو سکتا ہے۔ ایڈیٹر

اخبار نسواں

(۱) تقریب جشن سالگرہ مبارک اعلیٰ حضرت بندگانعالی حضور نظام بادشاہ حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہم۔ جن میں مدیرہ ہذا بھی شریک ہوا تھا

دہرم ونت ایٹ ہوم بتاریخ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ روز جمعہ شام کو اپنے دار الامارہ میں عالیجناب راجہ راجان راجہ شیوراج دہرم ونت بہادر نے جو شہر کے امرائے اکبار میں سے ہیں بتقریب جشن سالگرہ مبارک دعوت ایٹ ہوم کی۔ اس جلسہ میں امرائے بلدہ۔ عہدہ داران سرکار نظام۔ یورپین اور یوریشین افسران سرکار عالی اور مدیران اخبار و جراید بھی مدعو تھے۔ تفریح کے لئے چائے بسکوٹ وغیرہ مختصر سامان تھا۔ اور بینڈ باجہ اور کسبیوں کا ناچ گانا بھی موجود تھا۔ عہدہ داروں اور امیروں کا استقبال اور خاطر و مدارا ایک خاص توجہ کے ساتھ کیا جاتا تھا واقعی یہ دعوت نہایت ہی پُر رونق اور مہذبانہ تھی۔ مگر اس تہذیب میں رنڈیوں کا ناچ ایک نہایت ہی بدنما داغ تھا جس کو عموماً امرائے بلدہ رونق مجلس خیال کرتے ہیں۔ ہم موسیقی کے خلاف نہیں۔ تفریح کے لئے اس کا ہونا بھی ضروری ہے۔ حیدرآباد میں بہتر سے نامی گرامی قوال اور بھگت جو اپنے فن میں کمال رکھتے ہیں

موجود ہین۔ ان کے گانے مین جو دلچسپی ہے وہ ایک کسبی کے گانے مین نہین ہو سکتی۔ جو صرف اپنے حسن اور پوشاک سے نوجوانون کے دلون پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ ھندوستان مین اکثر مہذب اہل ہنود نے اپنے مجالس مین کسبیون کا شریک کرنا ترک کر دیا ہے اور ہمین امید ہے کہ ہماری مہذب اور روشن خیال راجگان و نوابان دکن بھی اسی اصلاح کو پسند فرمائین گے

اقبال کلب کی طرف سے جشن سال گرہ

بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۰ روز جمعہ بوقت شب ممبران اقبال کلب کی طرف سے جلسہ جشن مبارک نواب میرزا فیاض علی بیگ خان بہادر کی کوٹھی مین منعقد ہوا۔ مرزا صاحب کا یہ مکان ہمیشہ ہی شیشہ آلات۔ تصویرون۔ کوچ کرسیون وغیرہ سے آراستہ رہتا ہے۔ اس لئے اس کی آرائش کے بیان کرنے کی ضرورت نہین۔ یہ جلسہ عالیجناب نواب سلطان الملک بہادر کی معز صدارت سے ہوا اور اکثر حضرات نے نثر اور نظم مین قصیدہ خوانی کی ایک صاحب نے اعلیحضرت کی مداح سرائی کے درمیان اقبال کلب کے ممبرون کی بھی تعریف کی اور ہم کو بھی جواب اس کلب سے کوئی تعلق نہین رکھتے پردہ در کے معز خطاب سے یاد فرمایا گو شاعر نے ہمین کیسی ہی ذلت اور نفرت کی نظر سے دیکھا ہو اور اس پردہ دری کو اپنے نزدیک ایک نہایت ہی جرم عظیم سمجھا ہو۔ مگر ہم اس کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہین۔ کیونکہ اس نے ہم کو وہ خطاب عطا فرمایا جس پر ہمین اسی قسم کا فخر و ناز ہے جس قسم کا کہ شہنشاہ محمود غزنوی کو اپنے خطاب بت شکن پر تھا۔ شاعر موصوف کو ذرا ہمارے اس شعر پر غور کر لینا چاہئے۔ شعر برا جو کہتے ہین مجکو کہین اجازت ہے مگر وہ گالیان دینے کی اپنی خو نہ کرین۔

ہم مسٹر افضل علی صاحب سکریٹری کی کوشش کی تعریف کرتے ہین جو دربدر بھیک سی مانگ کر چار سو پانچ سو روپے جمع کر لیتے ہین اور پھر اس جشن مبارک کو رچاتے ہین۔ لیکن افسوس ہے کہ جو روپیہ اس ریاضت کے ساتھ پیدا کیا جائے وہ کیون کسی قومی کام مین صرف نہ کیا جائے۔ جشن مبارک کے جلسہ مین کسبیون کا ناچ کرانا اور نوخیز طلبا کو ان دل فریب صورتون کو دکھانا جو بڑے بڑے بڈھے خرانٹون کو دام لف مین پھنساتی ہین ہرگز ہرگز مناسب اور زیبا نہین۔

کیونکہ اقبال کلب نے تو قوم کی اصلاح اور اشاعت علوم وفنون کا بیڑا اٹھایا ہے پھر ننگ مین یہ بھسنا کیسی۔ افسوس ہے کہ ہمارے اہل وطن مہذب قومون کی تقلید تو کرتے ہین۔ مگر پیرانے آبائی خیالات اور حرکات سے دست بردار نہین ہوتے۔ ہم معتمد صاحب اقبال کلب سے دوستانہ گزارش کرتے ہین کہ آیندہ وہ اس قسم کی تفریح کا سامان مہیا نہ فرمائین۔

ایک معزز و محترم خاتون کا قصیدہ | ہم نہایت ہی مسرت کے ساتھ حسب ذیل جناب راحت النسا بیگم صاحبہ کا قصیدہ درج کرتے ہین جو حیدرآباد دکن کی ایک معزز خاتون ہین۔ یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت حضور نظام کی مدح مین بتقریب جشن مبارک لکھا گیا ہے ناظرین اس سے عورتون کی جودت طبع۔ حسن بیان اور شوکت الفاظ ملاحظہ فرما سکتے ہین۔ کیونکہ شاعری۔ موسیقی۔ اور مصوری یہ تمام قوتین خدا کی طرف سے فطرتاً عورتون کو عطا ہوئے ہین صرف تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

بتقریب سالگرہ مبارک اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور نواب میر محبوب علیخان نظام الملک آصفجاہ بہادر خلد اللہ ودام ملکہ

قصیدہ

ہی روز شب دعا تیرے اقبال و جاہ کی
ہوئے ترقی عمر مین دولت مین شاہ کی

خورشید جب تلک رہے گردون پہ جلوہ گر
قایم یہ روشنی رہے آصف کے ماہ کی

اسلام کا چراغ یہ قایم رہے نہ کیون
تائید غیب سے ہے رسالت پناہ کی

ہیبت وہ ہے کہ شیر مقابل سے بھاگ جائے
برچھی پڑے ذرا کبھی جو تیرے نگاہ کی

خورشید آصفی رہے تابندہ دہر مین
جب تک فلک پہ روشنی ہے مہر و ماہ کی

جمشید کا ہو جشن تصدق یہ جشن پہ
بزم نشاط ہے یہ میسر بادشاہ کی

دیتے ہین تاجدار زمانہ کے تم کو باج
کس کو ہے تاب تیری غضب کے نگاہ کی

ہر سال جشن سالگرہ کی رہے یہ دھوم — اور دمبدم ترقی ہو آصف کے جاہ کی

فضل خدا بھی شامل حال اس گرہ کے ہے — چونتیسوین گرہ ہے مرے بادشاہ کی

دشمن ہون زیر پا و سر حضور کے — یارب قسم جلال کی اور تیری جاہ کی

سایہ ہے پنجتن کا ترے سر پہ ڈر ہے کیا — بدگوئیان ہون لاکھ کسی روسیاہ کی

ہر اک ستم رسیدہ کو فوراً ملے امان — پائے خبر ذرا جو کسی بے گناہ کی

فنا ہو وین قہر خدا سے عدوئے شاہ — ہے رات دن دعا یہی اس خیرخواہ کی

یارب رہے چشم زخم جہان سے انہین امن — سوگند اہل بیت رسالت پناہ کی

پروا نہین بکا جو ہین ہم مفلسی سے تنگ — پڑ جائے گی کبھی تو نظر ہم پہ شاہ کی

دوست خوش دشمن پامال

نبدی حقیر راحت اللہ المتخلص بکا۔ بمقام اندرون دروازہ چادر گھاٹ حیدرآباد دکن

(۲) بردہ فروشی

لڑکیون کی خرید و فروخت کا ایک بہت بڑا قوی سبب

وفادار۔ انیس ہند وغیرہ اخبارات نے اس خبر کو شایع کیا ہے کہ مدراس مین دو عورتون کو جنھون نے ایک لڑکی چرا کر کسی طوائف کے ہاتھ بیچ ڈالی تھی سزا قید دی گئی۔

اگرچہ سرکار انگریزی نے انسداد بردہ فروشی کا بندوبست بخوبی کیا ہے تو بھی کئی سبب سے ہندوستان مین نابالغ لڑکیون کی خرید فروخت جاری ہے۔ لڑکیون کی چوری اور خرید فروخت کا سب سے زیادہ قوی سبب کسبیان اور رنڈیان ہین کیونکہ اکثر یہی فرقہ اپنے ناپاک پیشے کے لئے لڑکیون کو خرید کرتا ہے۔ اگرچہ کہ ہماری مہذب گورنمنٹ اس نجس پیشہ کو کسی اینچ پیچ کے طریقہ سے روک سکتی ہے۔ مگر اس کا اصلی انسداد ہماری سوسائٹی کے ہاتھ مین ہے۔ اگر وہ اپنی تقریبون اور جلسون مین کسبیون کے ناچ گانے کی رسم کو قطعاً اٹھا دین۔ تو چند ہی برسون مین اس خلاف تہذیب پیشہ کو ایک بہت ہی بڑا صدمہ پہنچیگا

اور رنڈیون کی تعداد کم ہو جائے گی اور پہر اس کا نتیجہ یہ پیدا ہوگا کہ لڑکیان چوری نہین ہا ئین گی اور بالآخر بردہ فروشی مین بہت ہی کمی واقع ہو گی۔ مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ کی مہذب سوسائیٹیوں مین بھی کسبیون کا ناچ کرایا جاتا ہے اور مہذب اشخاص جو ابھی سوشیل ریفارم پر کہڑے ہو کے لیکچر دے رہے تھے رنڈیون کے ناچ دیکھنے مین مصروف ہین۔ خدا کی لعنت ہے اس تہذیب اور لیکچرون اور سوسائیٹیون پر جہان قومی چندہ ون کے خرچ سے رنڈیون کے ناچ کرائے جائین۔ اور ہمارے اول نمبر کے جنٹلمین کوٹ پتلون پہنکر اور کرسیون پر ڈٹ کر کسبیون کا ناچ دیکھین۔ جو اصلی باعث کثرت فواحش اور بردہ فروشی ہے۔

برسر بازار بردہ فروشی۔ ہم نہایت ہی افسوس کے ساتھ اخبار پبلک گزٹ امرتسر مین اس خبر کو پڑہتے ہین کہ شملہ کے قریب مقام مشوبرہ مین جو سیپی کا میلہ لگتا ہے وہان بہت سی پہاڑی عورتین اپنے شوہرون کے ساتھ فروخت یا مبادلہ کی غرض سے لائی جاتی ہین۔ اگر یہ خبر صحیح ہے۔ تو جائے تعجب ہے کہ اب تک سرکار نے اس ناجایز بردہ فروشی اور قابل نفرت تجارت کی طرف کیون توجہ نہین فرمائی؟

(۳) قتل اور جبر و ظلم

اس بدگمانی کی کوئی انتہا بھی ہے۔ اخبار انیس ہند بحوالہ ریاض الاخبار تحریر کرتا ہے کہ رامپور کے ایک جولاہے نے یہ خواب دیکھا کہ میری بیوی کسی دوسرے سے مرتکب فعل ناجائز ہوئی قتل سے کچھ دیر پہلے اس کی عورت قضائے حاجت کے لئے ایک سرکاری پاخانہ مین گئی اس پاخانہ مین اس وقت ایک دوسری عورت بھی موجود تھی جس سے حسب عادت اقوام رذیل وہ باتین کرنے لگی۔ بدگمان شوہر بھی جس کے دل مین اپنی بی بی کی طرف سے پہلے ہی برا خیال پیدا ہو گیا تھا پاخانہ کے دروازے پر آگیا اور اس کے اندر سے باتین کرنے کی آواز سنی۔ اب کیا تھا۔ گمان یقین کے درجہ پر پہنچ گیا۔ شوہر نے بیوی کو پاخانے سے نکلتی ہی کلہاڑی کی تین ضربین رسید کین اور بڑی بے رحمی سے اس بے چاری کا کام تمام کیا۔ موجودہ پردہ اور عورتون کی

علیحدگی اس بدگمانی کی اصلی علت نہین ۔؟

(۳) قتل میں محمد خان حامان قلات کے صاحبزادے نے پہلے اپنی بی بی کو ہلاک کیا اور پھر خود ہی خودکشی کی ۔ جہالت کے نتایج یہی ہوتے ہین ۔ تعلیم و تربیت ہی سے قوائے حیوانیہ مغلوب ہوتے ہین ۔ جو امرا اپنے صاحبزادون کو اعلیٰ تعلیم نہین دلاتے وہ ان کے حق مین زہریلے درخت کے بیج بوتے ہین ۔ **شعر مؤلف** نہین دل مین گر تخم تعلیم بویا + تو وہ مار کژدم کا جنگل ہے گویا ۔

(۴) متفرقات

شاہ زمانی بیگم صاحبہ کا انتقال | نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ پر الم خبر درج کی جاتی ہے کہ بمقام رنگون اوائل ماہ جولائی ۱۹۱۹ء مین حضرت شاہ زمانی بیگم صاحبہ زوجہ خاص آخری شہنشاہ دہلی نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔ غدر کے بعد وہ اپنے شوہر کے ہمراہ رنگون آئی تھین جہان کہ اب ان کا انتقال ہوا ۔ وہ ایک نہایت ہی ذی فہم اور روشن دماغ خاتون تھین ۔ پچھلے دنون انکی بصارت جاتی رہی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون

افسوس ہے کہ ہمارے پاس ان معزز پردہ نشینان ہند کے حالات زندگی دریافت کرنے کا کوئی ذریعہ نہین جن سے ہندوستان کی عورتین چشم بصیرت حاصل کرسکتی ہین ۔ وہ مان کے پیٹ سے آکر تا زیست حبس دوام پردے مین مقید رہتی ہین اور پھر اسی گمنامی کے ساتھ زمین کا پیوند ہوجاتی ہین ۔ ان کی حالت نہایت ہی افسوسناک اور دلخراش ہے ۔ گویا دنیا انکے لئے ایک جیلخانہ ہے جس مین میعاد کے دن بھگت کر وہ پھر راہی ملک عدم ہوتی ہین ۔ مگر صد رحمت ہے مسلمانان ہند کے بیرحم دلون پر جو اپنی عورتون کی اس حالت زار کو بہت پسند فرماتے ہین حالانکہ اس پردہ کا وجود اسلام مین کہین پایا نہین جاتا ۔ ایڈیٹر

جلد ۱۳

معلم نسواں

نمبر

بابتہ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۷ھ

مطبوعہ مطبع معلم شفیق حیدرآباد دکن

رسالہ معلم نسوان

تمام دنیا کے مورخون کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قوم کی ذاتی ترقی و تنزل اس قوم کی عورتون کے ہاتھ مین ہے۔ سلف سے تا این دم کسی ایسی قوم نے ترقی نہین کی جس کی عورتون کی حالت نہایت پست و ذلیل ہی کیونکہ ایک بہت بڑے حکیم کا مقولہ یہ ہے کہ دنیا پر عورت حکومت کرتی ہے اور مرد اُسکے تابع ہوتا ہی کمسنی کے زمانہ مین تو مرد مان کی حکومت مین رہتا ہے جوانی مین بیوی اُسپر حکومت کرتی ہی اور بڑہاپے مین بھی وہ عورتون کے اثر سے بچ نہین سکتا حقیقت مین ہر ایک گھر کی حکمران عورت ہی ہوتی ہے اور خانہ داری کا انتظام کرتی ہی قوم کے اخلاق کی سچی محافظ عورت ہی اس اصول کے مطابق یہ امر مسلّم ہی کہ مسلمانان ہند اُسوقت تک تعلیم یافتہ اور مہذب نہین ہو سکتے جب تک کہ اون کی عورتین تعلیم و تہذیب کے زیور سے آراستہ ہونگی کیونکہ تمدن کی گاڑی کو ایک گھوڑا تنہا چلا نہین سکتا۔ ان تمام حالات کی لحاظ سے یہ ماہواری رسالہ جاری کیا گیا ہی کہ مسلمان عورتون کی موجودہ پست و ذلیل حالت مین ترقی ہو اور ان مین تعلیم و تہذیب کی روشنی پھیلے اس رسالہ مین علاوہ تعلیم و تہذیب نسوان کے عام تعلیم اور دلچسپی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہی۔ اسلئے اسمین ادبی اور فلسفی مضامین بھی لکھے جاتے ہین اور نہایت عمدہ مستند ناولون کا ترجمہ بھی درج کیا جاتا ہے۔ غرضکہ یہ رسالہ ایک ایسا علمی خزانہ ہے جسمین ہر ایک شخص کو کچھ نہ کچھ اپنی مذاق کے مضامین دستیاب ہو سکتے ہین اس نادر رسالہ کا حجم ۴۸ صفحہ کا ہوتا ہے۔ اور باوجود اس ضخامت کی عام خریدارون سے سالانہ مع محصول ڈاک چار روپیہ قیمت لی گئی ہی اور عورتون اور کم آمدنی والے اشخاص کو صرف دو روپیے سالانہ ہی پر دیا جاتا ہی نقطہ (خادم نسوان)

مجیب حسین

میرا پہلا جرم

میرا پہلا جرم۔ ایک ایسی کتاب ہی جس سے دلچسپی کے علاوہ دنیا کی نہایت کار آمد باتین معلوم ہوتی ہین۔ واقعی یہ نادر کتاب جو یورپ کے ایک مشہور و معروف فیلسوف کی تصنیف ہی اور جسکا ترجمہ با محاورہ اور سلیس اردو مین کیا گیا ہی دنیا کے فریب اور مکاریون کی ایک سچی تصویر ہے۔ سرکار نظام نے اسکے دو سو جلدین اپنی سررشتہ کوتوالی کے لئے خرید فرمائی ہین کہ اسکی مطالعہ سے خفیہ پولس کو بصیرت حاصل ہو قیمت فی جلد مع محصول ڈاک (دو روپئے) معلم نسوان

معلم النسوان

مولفہ

خادم النسوان محب حسین ایڈیٹر

جلد ۱۳ | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۱۷ ہجری | نمبر ۵

قصیدہ

تہنیت جشن سالگرہ مبارک سی و چہارم اعلیحضرت حضور پرنور بندگان عالی خلد اللہ ملکہم

الٰہی عہد میں حضرت کے ہر حیوان انسان ہو — کوئی بقراط ہو۔ کوئی فلاطون۔ کوئی لقمان ہو

علوم نافعہ کی ہو ترقی اس ریاست مین — ارسطو اور جالینوس ہر طفل دبستان ہو

یہان آکر پڑہین سب اہل یورپ درسگاہونمین — مہیا عہد مین تیرے ترقی کا وہ سامان ہو

یہ ہو تعلیم نسوان کی ترقی ملک مین تیرے — کہ پردہ مین بھی ہر خاتون افلاطون دوران ہو

وہ آزادی و عفت ہو ترے عہد مبارک مین — کہ گھر مین ڈرسے اوباشون کی عورت آتشجان ہو

ترے دور حکومت مین ہو عقد بیوگان رایج — کوئی بیوہ نہ تیرے ملک مین گریان و نالان ہو

ترے ظل حمایت مین پلین اطفال لاوارث — یتیمون کے سرون پر دست مادر تیرا والان ہو

ترے رعب عدالت سے بنے ہر پیرزن رستم — وہ اپنی جھونپڑی مین ہم سر شیر نیستان ہو

ترے عہد ہمایون مین تمدن کا ہو یہ عالم — کہ ہر بستی ہو لندن اور ہر جنگل گلستان ہو

تیرے دور مین حاصل ترقی ہو رعایا کو — کہ نواب اور راجہ گاؤن کا ادنی سا دہقان ہو
دکن مین ہن کبھی برسے تھے اب بارش ہو موتی کی — ترا زرخیز یہ عہد مبارک ابر نیسان ہو
دکن مین پھر نہ جور و ظلم کی اگلی سی رات آئے — ابد تک یاالہی تیرا مہر عدل تابان ہو
تری سرکار ہو صورت مجسم شرع و حکمت کی — ترے ہر فعل سے تقدیر امر حق نمایان ہو
محب کی شاعری کی کیون نہ ہو پھر قدر و قیمت
کہ جب شاہ دکن خود آپ اک اعلی سخندان ہو

در مذمت رشوت مین ایک عجیب مسدس

طبعزاد منشی [illegible] صاحب بشیر [illegible]

ہو نور افشان اے خامۂ رنگین بیان — تجھ مین مدت سے گہرہاے مضامین ہین نہان
آج ہے سرگرم جولان توسن طبع روان — ہان دکھاتا ہون طبیعت کی تجلی مین تیرے
چن رہا ہون مین زمین شعر سے گلہاے تر
صفحۂ قرطاس ہے رنگ چمن پیش نظر

یعنے لکھتا ہون مسدس ایک آتش و دلکشا — اور کرتا ہون عروس نظم کو آراستہ
ہے سراسر جس مین ہر فرد بشر کا فائدہ — صاحب دانش نہ جانین گے اسے ہرگز [illegible]
قصۂ رشوت ستانی پر اٹھایا ہے قلم
دیکھئے کیا قدر کرتے ہین مرے اہل کرم

فی زمانہ اس مرض کا ہر کوئی بیمار ہے — نشۂ صہباے رشوت مین سدا سرشار ہے
ہے جو ادنی تم ہر چند و عہدہ دار ہے — سچ ہے کو آرزوے لذت آزار ہے
اسکی بھولی شکل پر مائل نہ ہو جانا کہین تم
اسکے تیغ تیز کے بسمل نہ ہو جانا کہین تم

نظم

باعث رنج و الم ہے یہ زمانے میں مگر — ہر گھڑی رشوت سے ہے محکوم کو حاکم کا ڈر
دل میں کھٹکا ہے نہ ہو جائے کہیں اسکو خبر — اک مصیبت میں پڑے رہتے ہیں وہ شام و سحر
زندگی انکی مشوش ہے انہیں راحت نہیں
دونوں عالم میں کسی عزت کی یہ صورت نہیں

دیکھنے کو تو بظاہر آب یہ گلزار ہے — یہ جہان کہتا ہوں تم سے وادیٔ پرخار ہے
تیغ ہے خنجر ہے نشتر ہے تلوار ہے — جان کا اس سے بچا لینا بہت دشوار ہے
عشق میں اسکے ذلیل و خوار ہو جاؤ گے تم
[illegible] پھر ایک دن [illegible] ہو جاؤ گے تم

[illegible] ہے تھوڑے دن [illegible] اسکا پیار — گلشن عالم میں [illegible] اسکی بہار
صورت گل اسکے پہلو میں چھپے رہتے ہیں خار — [illegible] رہتی ہے [illegible] کی دستار
[illegible]
[illegible]

یہ تنزل کی ہے باعث اور ترقی کی [illegible] — مرتشی بیٹھے ہیں ہرگز نہ کھوئی آبرو کو
ہے قناعت خوب رشوت کی نہ رکھو آرزو — موت بہتر پر نہیں اچھی ہے اسکی جستجو
ایک دم میں یہ امیروں کو بنا دیتی ہے گدا
ہے گریزاں آجتک اسکے ہی سائے سے ہما

ساری دنیا کا بھرا ہے اک دیانت میں مزا — میرے کہنے کو نہ جانو تم غلط سمجھو بجا
ایک ناول ہے عزیز الدین احمد نے لکھا — نام اسکا آپ نے ثمرہ دیانت کا رکھا
دیکھ لو پڑھکے کہ اسمیں ہے دیانت کا بیان
ایک ادنی شخص اس سے بن گیا شاہ جہان

ذکر رشوت کا بھی سن لیں آپ مجھسے برملا — جانتا ہے ہر کوئی گذرا جو ہے یہ ماجرا

نظم

ایک جج اعلی تھا یعنی اس مرض مین مبتلا پڑ گیا تھا اُسکو بھی رشوت ستانی کا مزا

نشۂ صہبائے رشوت مین سدا سرشار تھا
لوٹنے کا بیگناہون کے اُسے آزار تھا

ملتی تھی تنخواہ کی بھی اسکو ہر چند اک رقم اور قسمت کے بھی کرتا فیصلے اُس کا قلم
دولت دنیا کا وہ رکھتا نہ تھا رنج و الم آہوئے غم صورت آہو سدا کرتا تھا رم

پر کیا اُس نے نہ اپنی نعمتون پر اکتفا
حرص نے اک روز اسکا راز سب افشا کیا

جب ہوئی سرکار کو رشوت ستانی کی خبر اور تحقیقات جاری ہوگئی شام و سحر
جرم جو عاید ہوئے رشوت کے اُسپر بیشتر کرلیا سرکار نے آخر اُسے زیر نظر

اپنے عہدے سے معطل ہوگیا وہ خستہ تن
دست گلچین حزین سے لٹ گیا اُس کا چمن

چلدیا ہے اب یہان سے وہ گدا بنکر کہین آسمان اُسکا مخالف اور دشمن ہے زمین
اسقدر جور و ستم اور ایک وہ جان حزین اب کہان لعل گران قیمت کہان در ثمین

اپنے ہاتون ملتی ہے اُس کو رشوت کی سزا
کرلیا ہے اس ستمگر نے گرفتار بلا

اس سے ہر اک شخص عبرت کا کرے حاصل سبق ہے زمانے مین یہ رشوت باعث رنج و قلق
لفظ رشوت سے ہمیشہ صاف رکھ دلکا ورق ہے یہ وہ زہر ہلاہل جو کرے پتھر کو شق

دیکھنا بچنا نہ ہونا دام مین اسکے اسیر
بادشاہون کو بنا دیتی ہے یہ مثل فقیر

نام بھی اسکا زبان پر میرے آجائے اگر پاک کر پانی سے تو اپنی زبان شام و سحر
ہے یہی زہر ہلاہل ہے برا اس کا اثر کہتا کے رشوت کو نہ ہونا تشنۂ خون جگر

رنج دیتی ہے بشر کو یہ بشکل آسمان
اس بلائے ناگہانی سے بچی کوئی کہاں

یہ زرِ رشوت تمہارے پاس رہنے کا نہیں — صورتِ عمرِ رواں اسکو قیام اصلا نہیں
یہ بھی فانی اور انسان بھی سدا رہتا نہیں — تم یہ کہتے ہو کہ اس کو چھوڑ کر مرتا نہیں

اس سرائے چند روزہ میں نہیں ہرگز قیام
زندگی کا ایک دن آخر چھلک جائے گا جام

جان کی۔ مذہب کی اور ایمان کی دشمن ہے یہ — برق ہو جس پر فدا ہر وقت وہ خرمن ہے یہ
ایک تیغ تیز سی بہرِ رگِ گردن ہے یہ — جو نہ پھولا ہو کبھی ہو تم میں وہ گلشن ہے یہ

خیر قصہ مختصر جامع ہے یہ آفات کی
ہوگئی دشمن اُسی کی جس نے اسکی بات کی

جو بچا رہتا ہے اس سے وہ سدا رہتا ہے شاد — نے کسی محکوم کا شکوہ نہ حاکم کا فساد
اک زمانہ کو ہے اس فردِ بشر پر اعتماد — جو نہ بر آئے کوئی ایسی نہیں اس کی مراد

ساری دنیا کی خوشی اس کو میسر ہے مگر
ایک رشوت کے نہ لینے سے ہی راحت کسقدر

اور عادت ہے جسے رشوت کے لینے کی مدام — سخت ہی نفریں کے قابل وہ کہاتا ہے حرام
سو برائی سے زبان لیتی ہے اس مردک کا نام — ہے اسیرِ غم کہ بن بنائے بگڑ جاتا ہے کام

کوئی بھی امید اس ظالم کی بر آتی نہیں ہے
اور ترقی کی کوئی صورت نظر آتی نہیں ہے

بے ثمر ہے نخلِ رشوت صورتِ سروِ چمن — پھولتے پھلتے ہیں کب ظالم ترے چرخِ کہن
ہے زرِ رشوت جو بے شک باعثِ رنج و محن — کیوں مشقت پھر اٹھاتا ہے بشکلِ کوہ کن

فائدہ دے گی نہ یہ رشوت کبھی تجھ کو سنبھل

اور دُگنی ہو کے جائے گی ترے گھر سے نکل

پڑگیا رشوت ستانی کا کسی کو گر مزا — خوب دیکھا ایک دن برباد آخر ہو گیا
تھا زرِ رشوت فراہم جسقدر جاتا رہا — رہگیا پہلو مین اسکے ایک دل حسرت بھرا

خانہ بربادی کا باعث ہے یہی رشوت ستان
اس سے نالان اور فریادی ہی بس سارا جہان

اب خدا کے واسطے تم مان لو میرا کہا — چھوڑ دو رشوت کو بھیجو اُسپہ لعنت بر ملا
ہے زیان اُلٹا نہین کچھ فائدہ اس مین ذرا — ہو اگر تم صاحبِ دانش اسے سمجھو بُرا

ترک جو اسکو کرینگے وہ سدا ہونگے نہال
باغ عالم مین نہ پہنچیگا کبھی اون کو ملال

نظم جو رشوت پہ لکھی ہے نہین ہرگز فضول — یہ زمین شعر سے گویا چنے ہین مینے پھول
گر سنے بُلبُل تو جائے نغمہ دلکش کو بھول — کیون نہ ہون مجھسی تشبیر خوش بیان حاملول

صفحہ قرطاس کو مینے کیا شکل چمن
بھول جائے گل کو بلبل دیکھکر اُس کی پھبن

قومی حالت

طبعزاد مولوی ظہیر صاحب بدایونی

گو قرن اولین کی وہ یاد عز و شان ہین — اک آج قوم والے نمارتگر جہان ہین
کسطرح غیر قومین کرتی ترقیان ہین — ٹھنڈی ہین یہ تمہاری جو کچھہ کہ گرمیان ہین
اے حامیانِ قومی کچھہ یاد ہین زمانے — ہمدردیون کے پہلی وہ جوش اب کہان ہین
تسخیر کرلیا تھا جس جوش سے جہان کو — وہ جوش اب تمہارے کیون وقف دشمنان ہین

نظم

اسلام کے عماید عالم پہ حکمران تھے ۔ بتلاؤ تو یہ سچ ہے یا سب کہانیان ہین
جس جوش سے ترقی اسلام کی ہوئی تھی ۔ وہ جوش ہی کسی مین یان جتنے مہربان ہین ؟
ادبار کی صدامین ہر سو سے آرہی ہین ۔ دل بیٹھے جارہے ہین اٹھتی جوانیان ہین
بوڑھے بڑے ہین جتنے بے موت مر رہی ہین ۔ آفت مین مبتلا ہین جو طفل اور جوان ہین
طوفان مین گھرا ہے یارب جہاز توہی ۔ ہنگامہ ہائے محشر چارون طرف بیان ہین
کہنے کو نامحون نے سب کچھہ تو کہہ سنایا ۔ اب کیا رہا ہے باقی جو حال ہین عیان ہین
گرگذر و کام اپنا یہ وقت ہے غنیمت ۔ نکبت کی آسمان پہ گھر آئین بدلیان ہین
گو مل چکی ہے شہرت سب خاک مین تمہاری ۔ اب مٹنے کے تمہارے آثار سب عیان ہین
اس ڈھنگ سے ابھی ڈر ہے کہ مٹ نہ جائین ۔ باقی رہی تھی بھی جو کچھہ نشانیان ہین
اے حامیان قومی تمکو بھی کچھہ خبر ہے ۔ کیا قوم کی ہے حالت کیسی خرابیان ہین
منجدھار مین ہے کشتی بیمار ناخدا ہے ۔ جسکا نہ قول نہ بیڑا اور چلتی آندھیان ہین
بغض و حسد کی لہرین دریا مین اٹھ رہی ہین ۔ ہے زور پر تلاطم ملاح ناتوان ہین
سب جسم مچھلیون نے دریا مین کھا لیا ہے ۔ اک جان رہی باقی کچھہ مشت استخوان ہین
پروا کرو نہ ہرگز یاد خدا لفت کی ۔ یارون کی یہ بھی سمجھو اڑتی ہوائیان ہین
اسلام کی حقیقت ظاہر ہے سب پہ یارو ۔ تبلیغ کر سکے آئے جب ختم مرسلان ہین
آپسمین ان کو قومین کہتی رہی ہین کیا کیا ۔ جادو ہین یا نبی کی معجز نمائیان ہین
پھر صدق دل سے سب نے اقرار کر لیا تھا ۔ بے شبہہ تم ہو سچے ہم خود ہی بدگمان ہین
خدمت مین قوم کی اب کہتا ہے یہ ظہیری ۔ سن رکھئین میرا کہنا احباب جو یہان ہین
آپسمین اہل ایمان سب متفق ہین باہم ۔ ہین خود ہی میزبان سب اور خود ہی مہمان ہین
جب ایسے متحد ہون ہم سب کے سب مسلمان ۔ پھر دیکھنا ہماری کیسی ترقیان ہین
اسلام کی ترقی پہلے بھی علم پر تھی ۔ وہ آج علم والے زیر زمین نہان ہین

نظم

اسلامی درسگاہیں سب ہو گئیں ہیں غارت
کچھ ٹوٹے پھوٹے باقی جسکے کہیں نشان ہیں
تمکو جو ہے ضرورت کالج سے وہ نکالو
جب علم ہوگا تم میں وہ ہی ترقیاں ہیں
باغوں کو دے لو پانی اشجار خشک سب ہیں
جو زنہار جنمیں بیتے نہ ٹہنیاں .... میں
خود رو سے ہو گئے ہیں سینچا نہیں کسی نے
جس طرح سب نے دیکھا جنگل کی جھاڑیاں ہیں
تم سے لیا قتوں میں افضل ہیں اور قومیں
محکوم ہو تم انکے وہ تم پہ حکمراں ہیں
آپس میں تم میں چوٹیں مذہب پہ ہو رہی ہیں
سب مبتلا ہیں آئیں لکھے پڑھے جہاں ہیں
کیا آپنے قومی حالت سنبھلیگی پھر جہاں میں
جو قومی عزتوں کو خود کرتے رائگاں ہیں
کہتا ہے پہ ظہیری حالی نے سچ کہا ہے
دیکھو کر لو تو جوانوں اٹھتی جوانیاں ہیں
دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو
ورنہ بگڑنے کے یاں آثار سب عیاں ہیں
سنبھلو وگرنہ رہنا یاں اس طرح پڑیگا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں

"یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں دھندلی سی کچھ نشاں ہیں"

ڈولی میں سے جھانکنے کی سزا آنکھ پھوڑ دینا

ایک مسلمان لکھنوی نے بہت از راہ فخر و ناز پردہ کے متعلق یہ روایت بیان کی کہ ایک مرتبہ ایک پردہ نشین عورت ڈولی میں جا رہی تھی اس نے بازار کی طرف ڈولی کے پردہ میں سے جھانکر دیکھا - ایک مسلمان صاحب نے جو بڑے غیور تھے فوراً اپنی چھڑی جسکی نوک میں لوہے کی کیل لگی تھی اس عورت کی آنکھ میں بھونک دی اور اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی - جب عورت کے گھر والوں کو یہ ماجرا معلوم ہوا - تو انہوں نے اس راہگیر سے کوئی باز پرس نہیں کی - بلکہ اس کے اس فعل کو اچھا سمجھا - افسوس ہے کہ آجکل مسلمان اپنی اشد ترین حماقتوں پر فخر کرتے ہیں اور ایسی ظالمانہ حرکت کو جسکی سزا اس زمانہ میں کئی سال کا جیلخانہ ہی بنظر عزت دیکھتے ہیں

فلسفہ ازدواج و اصول تمدن

نکاح کی ابتدا اور انسانی فطرت پر اسکی بنیاد

(نمبر ۳)

مدہ - مستی اور عشق و محبت

اس سے پہلے جو کتاب ہم نے فلسفۂ اخلاق مین لکھی ہے اسمین بیان کردیا ہے کہ رفتہ رفتہ عادت طبیعت ہوجاتی ہے اور پھر اسمین پختگی میلان پیدا ہوکر وہی نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتی ہے - جب کوئی فعل کافی عرصے تک باربار دُہرایا جاتا ہے - تو دماغ مین نہایت ہی چھوٹے چھوٹے سیل یا غدود پیدا ہوجاتے مین - اور اس طرح عادت یا مداومت کا اثر دماغ اور عصب پر پڑتا ہے - خواہش توالد و تناسل کی اصلیت بھی اسی اصول پر مبنی ہے - پہلے تو انواع حیوانات مین کارروائی توالد و تناسل بغیر کسی احساس اور علم کے جاری تھی - یعنی انہین اسکا کوئی علم ہی نہ تھا - اور اب بھی بعض نبات نما حیوانون (ذوفائٹ[1]) مثلاً اسپنج اور مونگے وغیرہ مین بھی کارروائی توالد و تناسل جسمین کسی قسم کا کوئی حس نہین ہوتا مشاہدہ کی جاسکتی ہے - حیوانات مین یہ بےحس کارروائی ایک زمانہ دراز تک جاری رہی اور یہیہ وہ زمانہ تھا جسمین کہ وہ ادنی حالت سے اعلٰے حالت کی طرف ترقی کرتے جاتے تھے - رفتہ رفتہ ان نہایت ہی ادنے درجہ کے جانوروں نے ترقی کی

حاشیہ[1] - "ذوفائیٹ" یہہ لفظ دو چھوٹے چھوٹے یونانی الفاظ سے بنایا گیا ہے "ذوفا" یعنی حیوان اور "فائٹ" یعنی نبات - اسلئے ذوفائٹ کا لفظی ترجمہ نبات نما حیوان ہے - ذوفائٹ حیوانات کے ایک وسیع طبقہ کا نام ہے جسمین اسپنج - مونگا وغیرہ حیوان شامل ہین - اس طبقے کے حیوانات اور نباتات مین یہ بات مشترک ہے کہ یہ حیوان بھی چھوٹے چھوٹے درختون کے مشابہ ہوتے ہین اور ان مین بھی شاخون اور پودون کے مشابہ اعضا ہوتے ہین - محب حسین -

اور ان کے جسم میں تکمیل اور تفریق پیدا ہوئی۔ یعنی ان میں مخصوص اعضا پیدا ہوئے۔ علم "بایالوجی"[5] میں یہ بحث شرح اور بسط کے ساتھ درج ہے۔ اسکے بعد عصبی مرکزوں یعنی دماغ وغیرہ میں حس یا بیان پیدا ہوئی۔ اور پھر اس حس نے تصورات اور خواہشات کو جنم دیا یعنی حس پیدا ہونے کے بعد تصور اور خواہش پیدا ہوئی۔ اور اعضا اور قوا میں ایک خاص مطابقت ظاہر ہوئی۔ اب پیدایش کے نہایت ہی ابتدائی طریقہ کے عوض کارروائی توالد و تناسل قایم ہوئی۔ کیونکہ اسی پر بقاے انواع حیوانات مبنی ہے۔ اور اس غایت کے پورا ہونے کے لئے بہت سے جانوروں میں خواہش توالد و تناسل یا مستی جنون کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جب یہ چھوٹے یا بڑے جانور نر و مادہ یا مستی میں آتے ہیں۔ تو اسوقت ان کے قواے حیوانی کو سخت اشتعال ہوتا ہے۔ اور یہ ساری نفسانی قوتیں معمولی حالت سے بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ مگر ان تمام قوتوں کے اشتعال کی فقط ایک ہی اعلیٰ غایت ہوتی ہے یعنی توالد و تناسل۔ مستی کے زمانے میں نہایت ہی سخت درندے ناقابل صحبت اور وحشی جانور بھی تنہا نہیں رہ سکتے اور ان سے اپنی فطری علحدگی قایم نہیں رہتی۔ اسوقت نر اور مادہ دونوں ایک دوسرے کی صحبت یا سوسائٹی کو ڈھونڈتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ مست جانور اپنی ٹولیاں بنا لیتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی ہنگامی سوسائٹیاں قایم کر لیتے ہیں جو فقط مستی کے زمانے کے بعد پھر ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ جانور علحدہ علحدہ ہو جاتے ہیں۔

حاشیہ [5]۔ "بایالوجی" یہ لفظ دو یونانی الفاظ "بائیس" یعنی جان یا زندگی اور "لوگس" یعنی بحث سے مرکب ہے وہ علم جسمیں جان اور اس کی مختلف قوتوں سے بحث کی جاتی ہے اسکو "بایالوجی" کہتے ہیں۔ بایالوجی علم فزیالوجی یعنی علم افعال الاعضا کا ایک شعبہ ہے۔ اس علم میں یہ اصول بھی قایم کیا گیا ہے جو ابھی پورے طور پر ثابت نہیں ہوا کہ جان قوت مقناطیسی کے مشابہ ہے، اور ہر ایک شخص اپنے دل کا اثر دوسرے شخص کے دل پر ڈال سکتا ہے۔ اور اپنی قوت ارادہ سے اسکے ارادہ پر عمل کر سکتا ہے اور اسکے دل کو اپنے دل کی قوت مقناطیسی سے کھینچ سکتا ہے۔ محب حسین

حیوانوں کا زمانہ مستی ان کے لئے ایک طرح کا زمانہ بلوغ ہے۔ ان کے بالوں - پنجا
چوٹیوں یا کیسوں اور سینگوں کی رنگتیں اکثر خوب گہری ہو جاتی ہیں - اور ان کے رنگوں کی یہ
آب و تاب زمانہ مستی کے بعد جاتی رہتی ہے - بعض اوقات نروں کے جسم پر کوئی ایسی چیز
خار وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے جو اُن کو اپنے رقیبوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں ایک ماتزیا
ہنگامہ الحرب کا کام دیتی ہے یا مادہ کو لبھانے اور فریفتہ کرنے کے لئے زیادہ زیور کے ہوتی
ہے - جانوروں کے بعض انواع میں کارروائی تولد و تناسل بہت بڑے زور شور اور نہایت سختی
کے ساتھ عمل میں آتی ہے - ڈاکٹر لنڈورسٹ نے کئی دفعہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ میڈک اس
زور سے اپنی مادہ کو دباتا ہے کہ وہ مر جاتی ہے - ڈاکٹر اسپینین ذی نے حالت جماع میں بہت
سے نر میڈکوں کی رانیں کاٹ ڈالیں - مگر وہ اپنے کام سے ذرا بھی باز نہ آئے -

دودھ پلانے والے جانوروں (سیمل[ف]) میں بھی جن سے ہیں ایک خاص قسم کی دلچسپی اور
لگاؤ ہے مستی یہ کیفیتیں پیدا کرتی ہے - اگرچہ کہ یہ کیفیات شدت اور سختی میں کم ہوتی ہیں - یہ
بات بخوبی دریافت ہو چکی ہے کہ عشق یا شہوانی جوش اور مقامی دوران خون میں ایک بہت
بڑا تعلق ہے - یعنی جب نر و مادہ یا مرد اور عورت دونو کے غدود تو الد و تناسل (دیکھئے)
بڑھتے ہیں اور عورت کے غدود میں انڈے دینے کی کارروائی جاری ہوتی ہے - تو اسوقت
یہ جوش شہوانی پیدا ہوتا ہے اور نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف کشش اور میلان پایا جاتا ہے۔
یہاں پر ہمیں یہ بات ہرگز فراموش کرنی نہیں چاہئے کہ انسان بھی ایک دودھ پلانے والا جانور ہے -
اور اس لئے وہ بھی اس عام اُصول فطرت کا پابند ہے - حقیقت میں عورتوں کا حیض دوسرے
جانوروں کی مادیوں کی حالت مستی سے بہت ہی مشابہت رکھتا ہے - اور جسطرح سے

حاشیہ[ف] - سیمل یہ لفظ لیٹن زبان کے ایک لفظ "میما" سے مشتق ہے -
جسکے معنی پستان یا پستان کے ہیں - حیوانات کے اس اعلےٰ طبقہ کو سیمل کہتے ہیں جو اپنے بچوں کو دودھ
پلاتے ہیں اور اس طبقہ حیوانات میں انسان بھی داخل ہے -

کہ ایک حیوان کی مادہ اسکے عدود تولالد و تناسل سوجھ کر پھٹ جاتے ہین اور انمین سے ایک یا زیادہ چھوٹے چھوٹے انڈے باسیل دگریفین فالیکل پیدا ہوتے ہین اسیطرح عورت کے حیض مین بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے - الغرض یہ ساری کارروائی انڈے دینے کی کارروائی سے مشابہ ہے - ہمین ان واقعات پر زیادہ زور دینے اور انہین تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہین - مگر اس مقام پر ان کی طرف اشارہ کرنا اس لئے نہایت ضروری تھا کہ شہوانی عشق و محبت یا جماع کی خواہش انہین امور واقعی پر مبنی ہے جنکے بغیر نہ توکسی شادی بیاہ اور نہ کسی خاندان کا وجود پایا جاسکتا ہے -

اگر ہم انسانی عشق یا محبت کی اصلیت کی طرف رجوع کرین - تو ہمین معلوم ہوگا کہ حقیقت مین عشق یا محبت بڑی مستی یا مدہ ہے جو ایک ذی عقل وجود مین پائی جاتی ہے جسطرح کہ مستی ایک حیوان کی ساری پرجوش قوتون کو برانگیختہ کردیتی ہے - اسیطرح عشق یا محبت بھی انسان کے تمام قواے نفسانی جوش مین لاتی ہے - حیوانی مستی اور انسانی عشق و محبت مین اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف اتنا ہی ہے کہ جب انسان مین خواہش توالد و تناسل پیدا ہوتی ہے جو اور خواہشون سے مقدم ہے - تو اسوقت وہ ان روحانی کیفیات کو دل مین طاری کردیتی ہے جو دوسرے حیوانون کو محسوس نہین ہوتین - کیونکہ یہ خواہش انسان کے ترقی یافتہ عصبی مرکزون یعنی دماغ وغیرہ مین پیدا ہوتی ہے -

خواہش توالد و تناسل کے اُس جوش و خروش مین جو ایک حیوان کو خود غرضی سے نکال کر دوسرے کی الفت کی طرف مائل کرتا ہے علماے علم طبعیات کو کوئی قابل استعجاب امر معلوم نہین ہوتا - مگر اس جوش و خروش کو بہت سے فیلسوف اور مشہور و معروف ادیب جو علم "بایالوجی" سے بہت کم واقف ہین کوئی سیدھی سادی بات نہین سمجھتے ہین

حاشیہ [۱] - "دگریفین فالیکل" وہ غدود یا انڈے جنہین گریفین صاحب نے دریافت کیا ہے -

ایک پچھلے زمانے کا عالم علم مابعد الطبیعت[1] شوپن ہویر[2] نامی جس کی تصنیفات فی زمانناً سکۂ رائج الوقت ہیں اسی قدیم عام مسلم اصول کو مانتا ہے جس نے نیچر یا فطرت کو انسانی جامہ پہنایا ہے اور اس کو انسانی خصوصیات سے مزین کیا ہے۔۔ اور اس کو ایک بہت ہی بڑا دور اندیش صاحب فکر و ارادہ اور صاحب ایجاد و اختراع قرار دیا ہے۔

حکیم شوپن ہویر کا خیال یہ ہے کہ "نیچر یا فطرت شراب عشق و محبت پلا کر انسان کو مست کر دیتی ہے اور اس کے نشے میں انسان اپنے آپ کو اقباے نوع کے فائدہ پر قربان کر دیتا ہے اور اسکو اپنی قربانی کا گمان تک بھی ہونے نہیں پاتا" نہایت ہی ادنی درجہ کے کیڑے (پیرامی سیم) سے لیکر انسان تک جو ہم نے کارروائی توالد و تناسل پر ایک سرسری نظر ڈالی ہے وہ شوپن ہویر کے اس وہمی عقیدہ اور خواب و خیال کی تردید کے لئے کافی ہے۔

یہاں ہم اس مسئلہ پر زیادہ زور دینا نہیں چاہتے۔ یہاں یہ بحث بہت ہی دلچسپ ہوگی کہ جب اعلےٰ طبقہ کے حیوانات میں یہ خواہش توالد پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ کیا کارروائی کرتے ہیں۔ اور ان کے قواے دماغی یا روحانی پر کیا کیا حالتیں طاری ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہاں پھر ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ انسان اور دیگر حیوانات میں باہم کئی امور میں اشتراک اور مشابہت ہے۔ اور آگے چلکر ہم یہ بھی بیان کرینگے کہ حیوان اور انسان دونوں کے درمیان طرز احساس۔ خواہش جماع۔ کارروائی توالد و تناسل۔ جوڑا لگنے۔ شادی بیاہ ہونے اور خاندان قایم کرنے میں کم و زیادہ مشارکت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔

حاشیہ [1] - "علم مابعد الطبیعت" حکیم ارسطو علوم مادی یعنی علوم اجسام - معدنیات - نباتات - حیوانات وغیرہ کو علوم طبعی اور علوم نظری یا عقلی مثلاً علم فلسفہ روح وغیرہ کو مابعد الطبیعت کہتا ہے - کیونکہ طبعیات کے بعد فلسفہ یا علوم نظری پڑھائے جاتے ہیں - محب حسین

[2] - شوپن ہویر ( ) یہ ملک جرمنی کا ایک حکیم ہے جو [illegible]ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۰ء میں فوت ہوا تھا - محب حسین -

حیوانات کے قواے روحانی اور عقلی پر ہم یہان ضرورت سے زیادہ بحث نکرینگے۔ مگر تھوڑی دیر کے لیے توان کی طرف متوجہ ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ ان کے بیان سے انسان کے اصول تمدن پر روشنی پڑتی ہے اور وہ اچھی طرح سے سمجھ مین آتے ہین جب ہم دوسرے جانورون کے قواے روحانیہ اور حیوانیہ اور ان کے فطری اصول تمدن کو بخوبی ذہن نشین کرلین گے۔ تو اسوقت ہمارے دل سے ہمیشہ کے لئے وہ بیہودہ اور لچر خیالات اور وہمی اور خیالی اصول دور ہوجائین گے جو شادی بیاہ اور خاندان کی نسبت پھیلے ہوے ہین۔ اور جن کی فضول توضیع و تشریح کے لیئے کتابین کی کتابین لکھی گئی ہین۔ انسانیت کی بنیاد حیوانیت پر قایم ہے یا یون کہو کہ انسان اور دوسرے حیوان قواے حیوانیہ مین باہم شترک ہین۔ اس لئے یہان پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انسانی تمدن کی اصلیت حیوانات کے طرز زندگی مین ڈھونڈی جاے۔

راقم محب حسین ایڈیٹر

تعلیم نسوان پر مستند اشخاص کی تقریرین

اس مضمون مین ہم نے بعض نہایت مستند اشخاص کی تقریرون کو جمع کیا ہے۔ ہمین امید ہے کہ یہ قیمتی تقریرین جنکا ترجمہ ہم نے نہایت ہی جانکاہی سے سلیس زبان اردو مین انگریزی سے کیا ہے ضرور ہی تعلیم نسوان کی اشد ضرورت کو ہمارے اہل وطن کے دلون پر نقش کالحجر کر دینگی اور اگر ہماری اس عرق ریزی کا یہی نتیجہ نکلا جسکی امید ہمین ہے۔ تو ہم سمجھینگے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگی اس عنب دل مجبور یہ تقریرین نذر ناظرین کی جاتی ہین۔ امید ہے کہ ہمارے سنجیدہ اور اہل فہم ناظرین ذہین بغور مطالعہ فرما

(نمبر ۱)

(نمبر ۱) آنرایبل مسٹر جسٹس رانا ڈے جج ہائی کورٹ بمبی کی ایک قابل قدر تقریر

ماہ مارچ سنہ ۱۸۹۹ء مین مدرسہ نسوان "الگزنڈرا نیٹو گرلس اسکول" واقع بمبی کے تقسیم انعامات کا جو سالانہ جلسہ ہوا۔ اسمین آنرایبل مسٹر جسٹس رانا ڈے نے جو ہندو سوسائٹی کے ایک معزز رکن ہین تعلیم

نسوان پر ایک پرزور تقریر کی جسکا ترجمہ ہم ذیل مین درج کرتے ہین اور اسکے آخر مین اس پر کچھ ریمارک کرنا بھی مناسب سمجھتے ہین - اس جلسہ مین ان کی بی بی صاحبہ نے خود اپنے ہاتھ سے کامیاب لڑکیون کو انعام تقسیم کیا تھا - وہ تقریر یہ ہے :-

"لیڈیز اور جنٹلمین - جب مین اس بات پر غور کرتا ہون کہ اس سے پہلے اس مدرسہ کے سالانہ جلسون کی صدارت کا کام بڑے بڑے گورنرون - لائق کلکٹرون - اعلیٰ درجہ کے علماے تعلیم اور مشنریون نے انجام دیا تھا اور اب اس موقع پر اس مدرسہ کے ارکان کمیٹی نے اسی کام کی سربراہی کے لئے مجھے منتخب کیا ہے - تو مجھے ایکقسم کا تعجب سا معلوم ہوتا ہے - اس عزت و افتخار اور مہربانی کا سبب جو اسوقت مجھے حاصل ہوئی یہ امر ہے کہ پندرہ برس کا عرصہ ہوا کہ مین نے اپنے مرحوم دوست مسٹر ہنٹر کو پونہ مین ایک مدرسہ نسوان کی بنیاد ڈالنے مین مدد دی تھی - جو اس الگزینڈرا گرلز اسکول کے نمونہ کے مطابق قایم کیا گیا تھا - اور اس زمانہ سے اب تک مین نے متواتر اعلیٰ تعلیم نسوان کی اس ترقی کو بغور مشاہدہ کیا ہے جو سال بسال ہندوستان کے مختلف صوبون مین ہو رہی ہے - اعلیٰ تعلیم نسوان کی رہبری کا سب سے پہلا افتخار کلکتہ کے مدرسہ بیتھون انسٹیٹیوٹ کو حاصل ہے جسکے قیام کو پچاس برس کا عرصہ گذرا ہے - اور جو پچھلے سالون مین ترقی کر کے عورتون کا کالج ہو گیا ہے - اور جسکی پرنسپل ایک مشہور و معروف بنگالی گریجویٹ لیڈی ہے - اس مدرسہ کو ایک ہمدرد انسان مسٹر بیتھون نے قایم کیا تھا - اور جب وہ وظیفہ یا پنشن لیکے اپنے وطن کو چلے گئے تھے - تب لارڈ ڈلہوسی گورنر جنرل اور وایسراے ہند نے اسکا انتظام سرکاری طور پر کیا تھا - ہمارے صوبہ مین اس مدرسہ نسوان یعنی "الگزینڈرا گرلز اسکول" کو جسکے جشن سالگرہ کی تقریب مین اس وقت ہم سب یہان جمع ہین سب سے اول قایم ہونے کی عزت حاصل ہے - سنہ [illegible]ء مین مسٹر مانک جی خورشید جی صاحب متوفی نے اس مدرسہ کی بنیاد قایم کی تھی - اور اسکو ہز رائل ہینس پرنسس آف ویلس کی بیگم صاحبہ کے نام سے موسوم کیا تھا - جنکی شادی

اُنہی زمانہ مین ہوئی تھی - بعد ازان خاص شہر بمبئی اور اسکے باہر پونہ - احمد آباد - میسور - جالندہر - بڑودہ - لاہور وغیرہ شہرون مین بھی اسی طرز کے کئی مدارس نسوان قایم ہوئے جان دار تخم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اُگتا ہے - بڑہتا ہے اور ہر جگہ زمین کی خصوصیات کی مناسبت سے پھول اور پھل لاتا ہے - اسی طرح اعلےٰ درجہ کے خیالات بھی زندہ رہتے اور اُگتے اور پھیلتے ہین - اس مدرسہ نسوان کے بانی نے جس خیال کا بیج بویا تھا وہ اُگا اور بڑہا اور اسمین سے سیکڑون قسم کے پھول اور پھل لگے - چند روز کا عرصہ ہوا کہ ایک مجلس مین رہنمائی کے مضمون پر ایک لیکچر دیا گیا تھا - اس مدرسے کے بانی کی طرز زندگی سے یہ بات بخوبی منکشف ہوتی ہے کہ اس زمانہ مین بھی ایک ہندی آدمی ایک سچی ہدایت کا کام انجام دے سکتا ہے - یہ بانی مدرسہ ایک نہایت ہی راست باز آدمی تھا اور اپنا سارا وقت - روپیہ پیسہ اور محنت و لیاقت ایک ایسے شریف کام مین صرف کرتا تھا جس کے ساتھ اسوقت کسی کو بھی ہمدردی نہ تھی - مگر اس کے دل مین کبھی کبھی یہ امید اپنا جلوہ دکھا جاتی تھی کہ یہ معزز بہادرانہ کام خود آپ اپنی مدد کرے گا اور اس کے بعد آنی والی نسلین اور اس کے خاص بیٹے اور بیٹیان اور وہ احباب جو اسکے کام کو نظر وقعت سے دیکھتے تھے اور جنکی تعداد یوماً فیوماً بڑہتی جاتی تھی یہ سب کے سب خوب اس نورانی مشعل کو اونچا کرکے دکھائین گے اور اس صبر و استقلال کے ساتھ اس کام مین سعی اور کوشش کرین گے کہ آخر مین ان کی کامیابی کا یقین کامل ہو جائے گا دنفرخوشی اُس خداداد قابلیت رکہنے والی قوم سے جسمین پیدا ہونی کی عزت مسٹر مانک جی کو نصیب ہوئی بانی مدرسہ کسطرح کئی اور قومی رہنماؤن کو پیدا کر دیا جو دوسرون کیلئے نمونے بن اس اسوقت مجھے ان ریفارمرون کے نام بتلانے کی کوئی ضرورت نہین - کیونکہ ان کے نامون سے ہر گہر کا بچہ بچہ بھی واقف ہے ہندوستان کی اس جانب باعتبار تعداد افراد یہی وہ چھوٹی سی قوم ہے جسمین آجکل بڑے بڑے قومی ریفارمر - بہادر و انشمن - تاجر - عالم

فصیح وبلیغ وغیرہ وغیرہ لائق اشخاص بکثرت موجود ہین - بعض اوقات میرے دل مین یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ قوم پارسی اس شہر بمبئی جوان کے بود و باش کی خاص جگہ ہے اور نیز اسکے باہر پونہ - سورت - احمدآباد - ناگرموہو - کراچی - عدن - زنجبار اور دیگر مقامات مین اپنا اثر نہ ڈالتی - تو خدا جانے اس مغربی ہند کی حالت کیا ہوتی !

یہ ہماری قوم کی گاڑی جو صدیون کی غفلت اور جہالت سے بے مرمت اور بوسیدہ پڑی ہوئی تھی اور جس پر ایک بارعظیم کی طرح سے ہم لدے ہوئے تھے ایک انچہ بھی اسگے نہ بڑہتی اگر انگریز اس کو کاندہا نہ دیتے اور پارسی اس کے آگے آگے رہبری کرتے ہوے نہ چلتے - پارسیون نے راستہ صاف کیا اور ہم ان سے بہت دور پیچھے آہستہ آہستہ چلنے لگے - پارسیون کا جو غیر محسوس اثر ہمارے اوپر ہوا اُس کو یہ مدرسہ نسوان نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ظاہر کرتا ہے - جب ہم نے تعلیم نسوان مین پارسیون کی کامیابی کو مشاہدہ کیا جس سے ہمکو بھی اس طرف تحریص وترغیب ہوئی - تو اسوقت ہم نے بھی بڑے بڑے شہرون مین عورتون کی اعلے تعلیم وتربیت کی بنا ڈالی - پارسیون کی وہ زندہ دلی - وہ زمانہ کے موافق ہر رنگ کے سانچے مین ڈھل جانے کی اِن کی قابلیت - وہ ان کا شوق ترقی تمدن - وہ خواہش آزادی وخودمختاری - وہ پرہیزگاری - وہ ہمدردی قوم - یہ سب اوصاف ہین جن سے کسی قوم مین رہبر بننے کی لیاقت حاصل ہوتی ہے - مگر پارسیون مین بھی بعض ایسے اشخاص پائے جاتے ہین جو اپنی اس مرتبہ کی ذمہ داری کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہین جسکو خداوند تعالے نے انہین عطا فرمایا ہے - یہ لوگ یہ نہین جانتے کہ وہ اس آٹے کے ڈھیر مین نمک ہین جو تمام آٹے کو خمیر کر دیتا ہے - اس مدرسہ نسوان کے بانی اور اِن تمام دوسرے اشخاص نے جنہون نے اس کے بعد اس کام کو چلایا اس قسم کی کوئی غلطی نہین کی - یہ سچ ہے کہ آغاز مین یہ خیال تھا کہ مدرسون مین دیسی لڑکیون کو بھی اُسی قسم کی تعلیم دینی چاہئے جس قسم کی تعلیم وتربیت انگریزی لڑکیون کو دی جاتی ہے اور دیسی عورت کو بھی

تمام وہ فنون سکھانا چاہیئے جو انگریزی عورت سیکھتی ہے - یعنی دیسی مدارس نسوان بالکل
انگریزی زنانے مدرسون کی طرز پر چلانا چاہیئے - مگر گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ مین بہت جلد
یہ خیال غلط ثابت ہوگیا - اور دیسی سوسائٹی اور خانگی طرز معاشرت کے لحاظ سے دیسی
لڑکیون کی تعلیم و تربیت مین اصلاحین ہوئین اور مدارس نسوان زمانہ حال کی مناسبت سے
قایم کئے گئے - اس تبدیلی کا یہ ایک عمدہ نتیجہ پیدا ہوا کہ بکثرت ہندو اور مسلمان لڑکیان اس
مدرسہ مین آنے لگین - جس سے اس مدرسہ کے بانی کی یہ امید پوری ہوتی نظر آتی ہے
کہ ہندوستان کے مختلف فرقون اور مذاہب کے لوگون مین ایک رشتہ اتحاد قایم کرنے
اور ان سب کو ایک قوم ہند بنانے مین یہ مدرسہ ایک وسیلہ ہوگا - ہندوستان کے ان
مختلف فرقون اور مذہبون کے آدمیون مین اسوقت تک اصلی اتفاق اور اتحاد پیدا
نہوگا جب تک کہ ان کی عورتین چھٹ پن مین باہم ملائی نہ جائینگی اور ان مین دوستی اور
باہمی ارتباط قایم نہ کیا جاے گا - ہماری قوم کے بعض دور اندیش اشخاص نے اس مدرسہ کے
اس فرض منصبی کو نہایت ہی وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے - اور ان دور اندیش
صاحبون مین ہز ہائی نیس آپا صاحب متوفی سردار جام کنڈی - راے بہادر لچھمن جگناتھ
صاحب متوفی - آنریبل تلنگ متوفی - آنریبل مسٹر ورج بھوکنداس اور دیگر سرداران
کاٹھیاوار ہین - مجھے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ کے ارکان کمیٹی اپنے مقاصد مین پورے
طور سے کامیاب ہون گے - قدیم خیالات پر جان دینے والے اور پرانی رسم و رواج
کے فدائی اہل ہند مین بری باتون کے ساتھ ایک اچھی بات یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی بات
کو اختیار کر لیتے ہین - تو پھر وہ اُسکو کسی طرح سے نہین چھوڑتے - ان لوگون کو حرکت دینا
مشکل ہے - مگر جب وہ متحرک ہو جاتے ہین - تو پھر کسی کے روکے سے نہین رکتے -
اب چونکہ اس مدرسہ نسوان کی دیکھا دیکھی جابجا اکثر صوبجات ہند مین عورتون کی تعلیم گاہین
قایم ہوچکی ہین - اس لئے یہ ضرور ہے کہ یہ مدرسہ تعلیم نسوان اپنے سرون کو توڑ کر نتیجہ نہ جاے

بلکہ ترقی کے آسمان میں اڑتی اور بلند پروازی کرتا چلا جائے ۔ جب میں نے پچھلے چند سالوں کی
رپورٹوں کو پڑھا ۔ تو اسوقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ یہ
تعلیم گاہ نسوان بھی اپنی کلکتہ والی بہن کی طرح کالج بنا دی جائے ۔ جس سے عورتوں کو بہت
فائدہ پہنچے گا ۔ گذشتہ چند برسوں کی رپورٹوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چند
برسوں میں تقریباً پچاس ساٹھ لڑکیاں اس مدرسہ ایلگزنڈرا گرل اسکول سے سلسلہ تعلیم
ختم کر کے نکلیں اور جب انہیں اعلے تعلیم کی خواہش ہوئی ۔ تو ان کو لڑکوں کے کالج میں جو کر
تحصیل علم حاصل کرنا پڑا ۔ ان اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتوں میں اسوقت ایسی بھی موجود ہیں جو
فنون لطیفہ ۔ طب ۔ اور قانون میں گریجویٹ یا سند یافتہ ہیں ۔ اور ان میں سے بعض
نے تو انگلستان میں جا کر اعلے درجہ کی لیاقتیں حاصل کی ہیں ۔ اور اسی طرح بعض ہندو
طالبات اناث نے بھی علوم و فنون کی تکمیل یورپ میں کی ہے ۔ ان واقعات سے یہ امر
بخوبی ظاہر ہے کہ اب اس مدرسہ نسوان کے منافع کو زیادہ وسیع کرنے کا وقت لازمی
طور پر آگیا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ بمبئی یونیورسٹی بخوشی اس درس گاہ کو مدد دے گی
جسکے مکان میں دوسو طالبات اناث کی گنجایش ہے ۔ علاوہ ازین اسکے استادوں کا
اسٹاف بھی لائق ہے اور یہ رقم اوقاف بھی ۲ ہزار سے کم نہیں ہے ۔ اس کے سوا
اس مدرسہ کا آمد و خرچ تقریباً مساوی ہے ۔ جب اسمین کالج قایم کیا جائے گا ۔ تو کالج کلاسون
مین طلبا کی تعداد دس گنہ بڑھ جائے گی ۔ اور مدرسہ کی آمدنی مین اضافہ ہو جائے گا ۔
مجھے معلوم ہے کہ ہم مین بعض اشخاص ایسے بھی موجود ہین جو مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر
یہ وعظ فرمائین گے کہ تعلیم نسوان اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئی ہے ۔ اور اب اس سے زیادہ
اسکی ترقی مین خوف و خطر ہے ۔ لڑکوں کی تعلیم و تربیت کی نسبت بھی یہی شور و غل
مچایا جاتا ہے اور سادہ لوح اشخاص یہ کہتے ہین کہ یہ مدرسے اور کالج طالب علموں کے دماغ
مین بے کار معلومات کو ٹھونس ٹھونس کر بھرتے ہین اور انکو محض سند یافتہ اور گریجویٹ

بنا دیتے ہین - بعض آدمی ان مدارس کو اس وجہ سے بنظر حقارت دیکھتے ہین کہ ان مین
کوئی مذہبی اور اخلاقی تعلیم نہین دیجاتی اور ان کی طرز تعلیم ایسی ہے جو صرف دنیا ہی کے بکار آمد
ہوسکتی ہے - اس سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہین ہوسکتا - یعنی مدارس کی تعلیم انسان کو
ایک یکا دنیا دار بنا دیتی ہے - بعض اشخاص یہ کہتے ہین کہ مدارس کی تعلیم بغاوت اور حاکم
وقت کی نافرمانی کا سبق سکھاتی ہے اور بے صبری اور بے قناعتی کو بڑھاتی ہے - گذشتہ
چند ماہ مین ہمین اس قسم کے مختلف اتہامات کے پڑھنے کا موقع ملا ہے جو ہندوستان
کے بڑے بڑے مستند اشخاص کی قلم سے نکلے ہین - ان الزامات سے ثابت ہے کہ
موجودہ طرز تعلیم کی نسبت اسی قسم کے خیالات پھیلے ہوئے ہین - ہم اس موقع پر اس اعلے
درجہ کے پالٹکس سے بحث کرنا نہین چاہتے - علی الخصوص اس وجہ سے کہ موجودہ
طرز تعلیم پر جو یہ حملے کئے گئے ہین وہ خود غرضی اور ذاتی منافع پر مبنی ہین - علاوہ ازین
جن مردون اور عورتون نے یہ حملے کئے ہین وہ عموماً تعصب اور نفسانیت سے خالی
نہین ہین - موجودہ طرز تعلیم مین اگر کوئی عیب ہے تو صرف یہی ہے کہ ہر ایک قسم کے
طلباے ذکور و اناث مین باعتبار تعداد اور لیاقت کے ایک بہت بڑا فرق ہے -
اگر بہت بڑے پیمانہ پر بھی ابتدائی تعلیم پھیلائی جاے گی تب بھی یہ نقص کبھی دور نہوگا -
عورتون کے لئے ابتدائی تعلیم جس سے کہ لکھنا پڑھنا آجاتا ہے بہت جلد ختم ہوجاتی ہے
اور بعد ازان کاروباری زندگی مین طاق نسیان پر اُٹھا کر رکھدی جاتی ہے وہ کوئی مفید چیز
نہین ہے - لڑکون کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا سب سے اعلے طریقہ یہی ہے کہ وہ ابتداے
عمر سے مہذب اور اعلے تعلیم یافتہ عورتون کی صحبت مین رکھے جائین اور بچپن سے
تہذیب اور شایستگی کی عادات اِن مین پیدا کی جاے - مثلاً جب گھرون مین تعلیم یافتہ
مائین بہنین - اور بیٹیان موجود ہون گی - تو لڑکون کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم کمال پر
پہنچے گی - لوگ بہت جلد اس سچی بات کو بھول جاتے ہین کہ تعلیم و تربیت مدرسون اور

کالجون کے مکانون مین کامل نہین ہوتی - بلکہ وہ تو گھرون کے اندر اپنے کمال کو پہنچتی ہے - تعلیم و تربیت کا زمانہ گھوارہ سے شروع ہو کر گور تک ختم ہوتا ہے - خانگی مزدورتون تمدنی فرائض - بازاری اور کاروباری حوائج - عبادتون - معاملات و مقدمات وغیرہ کی حاجتون کی وجہ سے جب مرد اور عورتین گھرون - قومی مجلسون - بازارون - عبادت گاہون - عدالتون وغیرہ مقامات مین باہم ملتے جلتے ہین - تو اسوقت ایک دوسرے کے باہمی اثر سے دونو مرد اور عورتین - مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا سبق پڑھتے ہین - یہ مقامات مذہب اور اخلاق کی درس گاہین ہین - مدرسون اور مکتبون مین مذہبی اور اخلاقی کتابون کے پڑھ لینے سے مذہبی اور اخلاقی تعلیم حاصل نہین ہو سکتی - پردے نے نصف افراد قوم کو دوسرے آدھے افراد قوم سے علحدہ کر دیا ہے - جسکا لازمی نتیجہ صرف عورتون اور مردون کی خرابی اخلاق و مذہب ہی نہین ہے بلکہ ان کی قوت نمو اور شکل و صورت پر بھی بربادی کا اثر پہنچا ہے - اور بدصورتی اور اضمحلال جسم اسی پردہ کے یقینی نتائج ہین - جب تک زندگی کے ہر ایک کام مین خواہ وہ دنیوی ہو یا دینی عورتین مردون کے ساتھ دوش بدوش شریک نہ ہون گی اور مرد اور عورتین ایک دوسرے کی امداد نکرینگی اور ایک دوسرے کی غلطی کو درست نکرینگی - اسوقت تک آپ صاحب نہ تو قوم کو مہذب و شائستہ بنا سکتے ہین اور نہ سوسائیٹی کے اخلاق کو درست کر سکتے ہین - یہ کوئی ضروری بات نہین کہ خواہ مخواہ عورتین ان تمام کامون کو اختیار کرلین اور ان سارے پیشون کو جنہین جنکو مرد بالتخصیص کرتے ہین - مگر یہ ضرور ہے کہ ایک حد تک مردون اور عورتون کے خیال اور افعال مین مساوات پیدا کرنی چاہئے - یہی اعلےٰ درجہ کی غایت پورا کرنے کے لئے یہ مدرسہ نسوان الگزینڈرا قایم کیا گیا تھا - اور مجھے امید قوی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آجائیگا کہ ہر ایک درجہ کا آدمی اس مدرسے کے ساتھ ہمدردی کریگا اور پھر یہ مدرسہ اپنے

اس مدرسے کے بانی کی روح کو جو خوشی اس اُمید کے بر آنے سے حاصل ہوگی وہ اور کسی شئے سے نہ ہوگی۔ اور مین یہ بھی کہتا ہون کہ اس بانی کے بیٹون اور بیٹیون کی بھی یہی آرزو ہے جنھون نے اس شریف کام کی انجام دہی مین اپنے والد بزرگوار کی پیروی کی ہے"

اس اعلےٰ درجہ کی تقریر مین تین باتین ایسی ہین جن کی طرف مسلمانان ہند کو خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے۔ یہ تینون باتین آب زر سے لکھنے کے لائق ہین۔ (۱) جب تک چھوٹے پن سے مختلف مذاہب اور فرقون کی عورتین آپس مین ملنے جلنے کی عادی نہ ہون گی۔ اُسوقت تک اہل ہند کبھی ایک قوم نہ ہون گے اور نہ اِن کے باہمی اختلافات دور ہون گے۔ (۲) مذہبی اور اخلاقی تعلیم کی تکمیل اُس وقت تک نہ ہوگی۔ جب تک دنیا اور دین کے ہر کام مین عورتین اور مرد دوش بدوش شریک نہ ہونگے۔ (۳) جب تک عورتون کا موجودہ پردہ دور نہ کیا جائے گا اُسوقت تک یہ دونو باتین ظہور مین نہ آئین گی یعنی نہ اہل ہند ایک قوم ہون گے اور نہ اُن کے مذہبی خیالات اور اخلاق مین اصلاح ہوگی۔ اور نہ مسلمانان ہند کبھی مذہب۔ اخلاق۔ تمدن اور علم وفضل مین ترقی کرینگے۔ اگر ہم اِن تین اُصولی باتون کی تشریح کرین۔ تو غالباً ہمارا بیان ایک مبسوط کتاب مین بھی نہ سمائے گا۔ اِس لئے یہان پر ہم یہی کہنا چاہتے ہین کہ مسلمانون کو بہت جلد اپنی عورتون کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اس غارت گر پردے کو جلا کر خاک کر دینا چاہئے جس نے صرف ان کے اخلاق ہی تباہ نہین کئے بلکہ ان کی صورتون کو بھی بگاڑ ڈالا ہے اور ان کے تمام روحانی اور جسمانی قوتون کو خاک مین ملا دیا ہے۔ آج کل ہم ہندوستان کے مسلمانون کو مذہبی اور اخلاقی تعلیم کی طرف بہت متوجہ پاتے ہین۔ اُدھر ندوۃ العلما کے بزرگ مولوی صاحبان ہندوستان کے شہرون مین ہر سال مجتمع ہو کے اپنے بڑے بڑے لمبے چوڑے وعظ مذہبی تعلیم کی تائید مین بیان فرماتے ہین اور ادھر ہمارے نئی روشنی والے لائق اشخاص ہر مقام پر بڑے بڑے جلسون مین تعلیم مذہب پر پُرزور تقریرین کرتے ہین۔ اسمین کوئی شک وشبہ

ہین کہ یہ دونو پرانی اور نئی روشنی کے بزرگ وارِ مسلمانان ہند کی دینی اور دنیوی بہبودی
اور فلاح مین سرگرم ہین اور اس لئے یہ دونو رفارمرون کے گروہ قابل تعریف ہین - مگر
افسوس یہ ہے کہ جس غائت کے حاصل کرنے کے لئے یہ دونو فریق ساعی اور کوشان ہین
وہ غائت حاصل ہونی قریب قریب محال معلوم ہوتی ہے - بلکہ اس کا نتیجہ یقیناً برعکس ہونے والا
ہے - کیونکہ مقصود تو صحیح ہے - مگر راہ غلط ہے - ندوۃ العلما اور محمڈن کانفرنسیں دونو
مذہبی اور اخلاقی تعلیم کی جو راہ (سلسلہ کورس) اختیار کرینگے وہ وہی ہوگی جس پر صدہا
سال سے ان کے بزرگ چل چکے ہین اور جسکے نتائج وہی ہین جنکو ہم آج کل اصلاح طلب سمجھتے
ہین - اس پرانی مذہبی طرز تعلیم سے جسکو بعض ہمارے مذہب پر جان دینے والے اشخاص مدارس
اور مکاتب مین رائج کرنا چاہتے ہین وہ عمدہ نتائج پیدا نہ ہون گے جنکو ابھی ایک لائق
جج نے نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے - یہ اعلےٰ درجہ کے نتائج اُسی وقت پیدا ہونگے
جب مسلمان اس موجودہ جس والی پردے کو دور کرکے اپنی لڑکیون کو مدارس نسوان
مین اعلےٰ تعلیم دلائین گے - اور انہین لائق مائین - تعلیم یافتہ بہنیں اور مہذب بیٹیان
بنائین گے جن کے ہاتھ مین مسلمانون کی مذہبی - اخلاقی اور تمدنی حکومت اور قوت ہے -

راقم خادم نسوان
محب حسین

(نمبر ۲)

تقریر ہز ہای نیس مہاراجہ گیکوار والئی ریاست بڑودہ

ہم جب ذیل مہاراجہ صاحب کی اس قیمتی تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہین جو انھون نے
ایک جلسہ انعام مین فرمائی تھی - غالباً یہ جلسہ تقریب انعامات ۱۹۰۳ء مین بمقام بڑودہ منعقد ہوا
تھا اور اس مین مہاراجہ صاحب کے خاندان کی تمام رانیان جلوہ افروز تھین - اور خود ہز ہای
نیس مہارانی چمنا بائی صاحبہ اور مہارانی جمنا بائی صاحبہ نے اپنے دست مبارک سے کامیاب
طلباے اناث کو انعام تقسیم فرمایا تھا - یہان پر اس قدر ظاہر کرنا بھی لازم ہے کہ مہاراجہ صاحب

ایک نہایت ہی روشن خیال تعلیم یافتہ رئیس ہین اور انہون نے تعلیم و تربیت کی اشاعت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا ہے - علے الخصوص وہ تعلیم نسوان کے ایسے بڑے حامی ہین کہ انہون نے بغرض ترغیب تعلیم نسوان اپنی صاحبزادیون کو عام مدرسہ نسوان مین بھیجنا گورا کیا اور ان کے اس اعلےٰ نمونہ کی پیروی مین تمام ارکان ریاست - عہدہ دارون اور امیر و امرا نے اپنی لڑکیون کو مدارس نسوان مین داخل کیا - اس لئے ایسی لایق شخص کی تقریر سے ضرور ہمارے ہم وطن فائدہ اُٹھائین گے اور وہ تقریر یہ ہے :-

ناظم صاحب دوستو معلمین اور شاگردان مدارس - واقعی یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے، کہ اکثر والدین اپنی اولاد کو مدارس مین بھیجتے ہین - اور اس وجہ سے وہ بہت بڑی تعریف کے مستحق ہین - مگر ابھی طلباے اناث کی تعداد صرف فیصدی (۴) چار ہی ہے - بچون کا مدرسہ مین بھیجنا بالکل والدین اور علے الخصوص والدہ کی مرضی پر منحصر ہے - اسمین کوئی شک و شبہ نہین کہ بچون کو مدرسہ مین بھیجنا بہت ہی مفید ہے - مگر سب سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ لڑکیون کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کرنی چاہئے - لڑکیون کے پڑھانے لکھانے مین ذرا بھی کوئی نقصان نہین - جیسا کہ بعض اشخاص اب تک خیال کرتے ہین - اور میری دلی خواہش تو یہی ہے کہ مدرسون مین لڑکیون کی تعداد بہت ہی کثیر ہو - اس بات کو ہرگز باور کرنا نہین چاہئے کہ تعلیم و تربیت سے لڑکیان خراب ہوجاتی ہین - ممکن ہے کہ بعض تعلیم یافتہ عورتین گمراہ ہو جائین - مگر ناتعلیم یافتہ اور ناخواندہ عورتون مین تو ایسی بدراہ عورتین بکثرت پائی جاتی ہین - نیکی اور اخلاق حمیدہ ہمیشہ صرف تعلیم ہی پر منحصر نہین ہین - مگر اسمین بھی کوئی کلام نہین کہ تعلیم و تربیت کا اصلی منشا یہی ہے کہ وہ آدمی کو نیک اور پسندیدہ بنا دے - اور تعلیم و تربیت سے انسان بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے - اس لئے میری دلی خواہش یہی ہے کہ لوگ اپنی لڑکیون کو عام طور پر مدارس مین بھیجین - اگر انہین اپنی لڑکیون کو مدرسہ مین بھیجنے سے کوئی عذر ہو - تو مجھے امید ہے کہ ناظم صاحب اُن

عذر کے دفعہ کرنے کا پورا انتظام کر دین گے - یہان پر یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ بہ نسبت شریفون کی لڑکیون کے رذیل اقوام کی لڑکیان اِن مدرسون مین زیادہ پڑھتی ہین جو اِن کے لئے کھولے گئے ہین - اس لئے مناسب ہے کہ اعلےٰ درجہ کی خواتین اِن سے سبق حاصل کرین اور اپنی لڑکیون کو کثرت سے مدارس مین بھیجین اور لڑکیون کی تعلیم و تربیت سے اپنے خاندانون کا مرتبہ اور اعزاز برقرار رکھین "

مہاراجہ صاحب کو اس تقریر کو دئے ہوئے چھ سات برس کا عرصہ ہوا ہے اور اس عرصہ مین تعلیم نسوان کی طرف سے عام ہندو سوسائٹی کے خیالات بہت کچھ پاک و صاف ہو گئے ہین اور ہمارے ملکی بھائی یعنی ہندو اپنی لڑکیون کو عام طور پر مدارس مین تعلیم دلانے لگے ہین - اور اِن کی عورتون نے علم و فضل مین اسقدر ترقی کی ہے کہ اب بعض ہندو لیڈیان گریجویٹ بھی پائی جاتی ہین - مگر وائے برحال زار مسلمانان ہند! جو ابھی تک اپنی بدقسمتی سے خواب خرگوش مین پڑے ہوئے ہین اور عورتون کی تعلیم و تربیت کی نسبت ابھی تک اِن مین سے اکثر کے وہی گندے خیالات ہین جو آج سے تیس چالیس برس پہلے ہندوؤن کے تھے - بعض بعض عقل کے دشمن کٹھ مُلّا عورتون کو (معاذ اللہ) سورہ یوسف پڑھانے تک کو جائز نہین سمجھتے جسکے معنی یہ ہین کہ خدانخواستہ عورتون کو قران شریف ہی نہ پڑھایا جاوے - جو اِن کے نزدیک (نعوذ باللہ) عورتون کو گمراہ اور بدکار بنا دیتا ہے قران شریف تو خدا نے ہماری ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور جو کوئی اسکو سمجھ کے پڑھتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ راہ نجات پاتا ہے اور ضلالت اور گمراہی سے بچتا ہے - مگر افسوس ہے کہ یہ ہمارے نادان مُلّا اپنے ایمان اور شریعت کو بھی بدنام کرتے ہین اور خدا کے کلام پر بھی عیب کا داغ لگاتے ہین - کوئی صاحب فرماتے ہین کہ عورتون کو تو پڑھانا چاہئے مگر لکھانے کی تعلیم نہین دلانی چاہئے - الغرض عورتون کی تعلیم و تربیت کے نسبت مسلمانان ہند مین ابھی تک عام طور پر بہت بڑی جہالت پھیلی ہوئی ہے - جسکے دور کرنے کے لئے ہمدردان

قوم اسلام کو اب بسم اللہ کہکر کمربستہ ہوجانا چاہئے۔ اور اپنی قوم کی اس ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دینا چاہئے۔ اور عورتون کی تعلیم و تربیت مین سعی بلیغ کرنی چاہئے جسکے بغیر کوئی قوم تعلیم یافتہ نہین ہوسکتی ہے۔ راقم محبّ حسین ایڈیٹر

مراسلہ نمبرا

فرید آباد دہلی۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

مولانا صاحب۔ ۔ ۔ ۔ کے بعد مین آپکے کارڈ کا جواب عرض کرتا ہون افسوس کہ وقت گذشتہ اور اپنے ارادہ کے خلاف مین صرف کارڈ ہی کے جواب پر کفایت کرتا ہون ورنہ میرا قصد تھا کہ آپکی خدمت مین اپنے خط کے ذریعہ سے اون تمام احسانات کا شکریہ ادا کرون جو معلم النسوان کے ذریعہ سے آپنے ملک پر کئے ہین۔ اطمینان رکھئے کہ مین معلم نسوان کو صرف اوسکے مشتری ۔ ۔ ۔ ۔ نہین دونگا بلکہ سوا اسکے اسکے واسطے درمے قلمے اور جس قسم کی مدد میرے امکان مین ہوگی اوس سے دریغ نہین کرونگا فقط والسلام۔ احمد شفیع ذیلدار۔

مراسلہ نمبر (۲)

مکرمی جناب ایڈیٹر مسلم۔ تسلیم۔ گزارش خدمت گرامی مین یہ ہے کہ آپ کا رسالہ نامی نظر سے گزرا نہایت اعلےٰ درجہ کی تحریر ہے ایسے رسالے ہندوستان کو بالکل کم نصیب ہین جس پر فخر حاصل ہو۔ بیشک آپ جیسے لائق بزرگون اور قومی ریفارمرون کا کام ہے کہ قوم کی بہبودی چاہین خدا آپ کی محنت کو ٹھکانے کرے اور رسالہ کو روز افزون ترقی بخشے بندہ کو رسالہ کی جلدون کی ضرورت ہے آپکے ہان کتنی جلدین باقی ہین یکمشت کے خریدار کو کیا کم قیمت پر دی جائیگی معلوم کرادین اور شروع رسالہ کا کب سے ہے ان تمام باتون کا جواب جوابی کارڈ سے دین تو عین احسان ہے۔ فقط نیازمند۔ ایم۔ جی۔ عبدالکریم پتہ کمرشل اسٹریٹ بنگلور

۱۲ ستمبر ۱۸۹۹ء

سیتا

فصل ۱۵

پس و پیش

گو سیرل ہراٹن شاہ گنج سے چلا آیا۔ مگر اس سے بھی اس کے دل کی پریشانی کچھ کم نہوئی
دن کو تو اُس ہندو چھوکری (سیتا) کی تصویر ہر وقت اُس کی آنکھوں کے سامنے کھڑی
رہتی تھی اور پھر رات کو بھی اُسی کو خواب مین دیکھا کرتا تھا۔ دن کو اکثر کام کرنے مین اُسکا
بھولا خوبصورت چہرہ اور بڑی بڑی سیاہ آنکھین چشم تصور کے روبرو آکر کھڑی ہو جاتی
تھین اور اپنے ملنے کی درخواست کرتی تھین۔ اس حالت سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے
کہ سیرل اور سیتا کے درمیان کیا رشتہ عشق و محبت قایم ہو چکا تھا۔ یہ ایک عجیب
حسن اتفاق تھا کہ سیرل کو ایک ایسی حسین اور تعلیم یافتہ عورت سے ملاقات نصیب
ہوئی جسکی ہر ادا مین دلچسپی اور دلفریبی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ اور جتنی عورتون سے
اب تک وہ ملا تھا اُن سب مین وہ ایک ہی مستثنیٰ عورت تھی۔ ایسی صورت مین یہ بالکل ناممکن
تھا کہ وہ سیتا کی محبت و عشق کا دم نہ بھرتا۔ اور سیتا کے حسن جہان سوز کا اثر اس کے
دل پر نہ پڑتا اب تک اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ سیتا کی سی حسین اور ذی لیاقت عورتین
ہندوستان مین ہوتی ہین۔ سیتا نے جو کتابین سیرل کو پڑھ کر سنائی تھین اور
دوران مطالعہ مین جو بحثین ہوئی تھین اُن سے سیرل کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس عجیب و
غریب چھوکری سیتا کے قواے ذہنی اور عقلی اسکی ذہنی قوتون کے مساوی بلکہ ان سے
کسیقدر بڑھے ہی ہوے تھے۔ جب سیتا کی قدرتی شرم و حجاب کم ہوے اور باہم علمی بحثین شروع
ہوئین۔ تو اُسوقت ان دونو مین بے تکلفی بڑھی اور دونو باہم ملکے ہندو شاعرون
کی کتابون کے مطالب حل کرنے اور ایک دوسرے کی علمی لیاقت کی داد دینے لگے

اِن دلچسپ صحبتون کا ایک بہت بڑا اثر سیرل کے دل پر ہوا تھا - اور وہی اثر بدستور اب تک قایم تھا - کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ستیا اس کے سامنے اپنی گود مین کتاب کھولے ہوئے بیٹھی ہے اور ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون کیطرف اپنی انگلی اُٹھائے ہوئے ہے اور سیرل کی جانب اس کے چہرے کا رُخ ہے جسپر دلچسپی اور جوش و مسرت کے پورے آثار طاری ہین - اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھین چمک رہی ہین - اسکا پیارا منہ آدھا کُھلا ہوا ہے جسمین سے اس کے چھوٹے چھوٹے دانت موتیون کی لڑی کی طرح دکھائی دے رہے ہین - اس کے خوبصورت رخساروں کی رنگت گلاب کے دو تازہ کھلے ہوئے پھولون کی بہار دکھا رہی ہے جیسے دیکھکر وہ پہلی مرتبہ پھڑک اُٹھا تھا - اس کے بھورے بڑے بڑے گھنے بال جو ڈھیلے جوڑے مین سے کھل کرگر دن اور شانون پر بل کھا رہے تھے - اور جہان جہان اِن پر آفتاب کی شعاعین پڑ رہی تھین وہان پر وہ سونہرے تارون کی جھلک دکھا رہے تھے - یہ خوبصورت تصویر ہر دم اس کی آنکھون کے تلے پھرا کرتی تھی اور وہ اکثر تنہائی مین بیٹھا ہوا اپنے دل بیقرار کو اسکے نظارہ سے بہلایا کرتا تھا - اکثر وہ اپنے دل مین یہ کہا کرتا تھا کہ " افسوس ہے کہ مین مصور نہ ہوا جو اس کی تصویر کھینچ لیتا - مجکو یہ تصویر بہت ہی قیمتی ہوتی "

سیرل کے اِن خیالات سے ستیا کا عشق بخوبی ظاہر ہوتا ہے - اور یہ ایک کڑے امتحان کا وقت ہے - اگر ہمارے ناظرین اپنے دل مین یہ خیال کرین گے کہ ہم سیرل کو ایک بڑا ہی پاک نفس آدمی دکھانا چاہتے ہین تو ہمکو افسوس ہوگا - عام آدمیون کیطرح سیرل بھی ایک معمولی آدمی تھا جن کے دل پر حسن و عشق کا بہت اثر ہوتا ہے - اور اگرچہ کہ وہ ایک مہذب - خلیق - دلیر - متین اور ہوشیار و چالاک آدمی تھا - تاہم وہ غلطی سے تو مبرا نہ تھا - اور اسمین بھی خدا نے عشق و محبت کا

مادہ ودیعت رکھا تھا۔ وہ اپنی قلبی حالت سے بخوبی واقف تھا۔ اور عشق و عقل میں
جو کشمکش ہو رہی تھی اسکو بھی پورے طور سے جانتا تھا۔ وہ عادتاً ایک خدا پرست آدمی تھا
اور ہر ایک بات اور معاملہ میں خدا سے یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ "اسے خدا تو مجھے راہ راست پر
لگا"۔ مگر ایسے سخت امتحان نفس کا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا کہ جسمیں کہ وہ
آج کل مبتلا تھا۔ وہ اپنے دل میں سوچتا تھا کہ "کیا وہ چھوکری ستیا مجھ سے محبت
کرتی ہے؟ ممکن ہے کہ کرتی ہو یا آیندہ کرنے لگے۔ کیا وہ میرے پاس رہ سکتی ہے؟
وہ تو ایک بیوہ عورت ہے اور اُسکے گھر اور خاندان میں اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔
غالباً وہ اب دوسرا نکاح نہ کرے گی اور تا دم مرگ تنہائی میں فضول زندگی گذارے
یا وہ تارک الدنیا ہو جائے گی۔ اس کے وہ خوبصورت بال کاٹ ڈالے جائیں گے جس سے
اُس کا چہرہ بگڑ جائے گا۔ وہ تمام ہندوستان کے مندروں میں جا بجا گشت کرتی پھرے گی
اور اسیطرح سے اپنی زندگی کے دن کاٹے گی۔ اس کے کپڑے موٹے اور گیروے ہونگے
اور وہ نہایت ہی عُسرت اور محتاجی کے ساتھ زندگی بسر کرے گی۔ مگر وہ میرے پاس
راحت و آرام سے رہے گی۔ اِس کی زندگی از سر نو تازہ ہو جائے گی۔ اب اُس کو
اپنے گھر بار سے کیا علاقہ رہا ہے؟ کیونکہ اس کا بچہ مر چکا ہے۔ بابا صاحب نے مجھ سے کہا
تھا کہ "جب ستیا اور اُسکی چچی وغیرہ شاہ گنج سے روانہ ہوئے۔ تو اس روانگی کے کئی
دن بعد اس کا بچہ اسکی گودی میں دفعتاً بیہوش ہو گیا اور پھر ذراسی دیر میں آسانی کے
ساتھ اُس کا دم نکل گیا۔ اُس کے مرنے سے ستیا پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا"۔
واقعی مجھے معلوم ہے کہ ستیا کی ساری اُمیدیں اُس بچے کی ذات سے وابستہ تھیں۔
اور اب تو اُس کی محبت اور امیدوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور دنیا میں اُس کے لئے کوئی
شے قابل محبت باقی نہیں رہی ہے۔ لیکن اگر وہ میرے پاس آجائے گی۔ تو میں اس کی
زندگی کو پھر آسودہ اور خوشحال بنا دونگا۔ اور میرے اور اسکے وہ تعلقات جو شادی کا

کے بعد پیدا ہون گے ہم دونو کی زندگی کو ایک نہایت ہی پُر لطف اور دلچسپ بنا دینگے"
جسقدر زیادہ سیرل اس تجویز پر غور کرتا تھا۔ اُسیقدر زیادہ وہ آسان معلوم ہوتی جاتی
تھی۔ اس لئے اس نے یہ ارادہ کیا کہ ستیا کو ایک خط لکھا جاے اور اُسمین اُس سے
یہ درخواست کی جاے کہ وہ میرے پاس آکر رہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ وہ ضرور
چلی آے گی۔ کیونکہ ہندوٗن کی عام عورتون کی طرح اس چھوکری مین بھی اپنی عزت و
آبرو کا اس قدر گھرا خیال نہ ہوگا جو اسکو یہان آنے سے باز رکھے۔ اکثر ہندون
کی عورتین دوسری اقوام (مسلمان) کے گھرون مین پائی جاتی ہین"

ایک روز رات کو سیرل اکیلا تھا اور اسکا محرک دشمن عشق اس کے دل کے ساتھ
اپنے کام مین مصروف تھا۔ وہ جلدی سے اُٹھکر خط لکھنے لگا۔ اور اس خط مین اس نے
ایسے الفاظ لکھے جن کے پڑھنے سے اُس کو یقین تھا کہ ستیا ضرور دل مین خوش
ہوگی اور بُرا نہ مانے گی بلکہ اس تحریر کو اپنا فخر سمجھے گی اگرچہ کہ اس خط مین کوئی خلاف
تہذیب امر نہ تھا۔ مگر جب اس نے بطور نظر ثانی اُس کو پڑھا۔ تو اس کے بھیجنے
کا ارادہ بالکل فسخ کر دیا۔ کیونکہ اُس کو یہ خیال گذرا کہ اس بے تکلفی کو ستیا
اپنی بے عزتی اور توھین سمجھے گی۔ اُسوقت اُس نے خضوع و خشوع کے ساتھ
اپنے دل کو خدا کی طرف رجوع کیا اور اپنے نفس کے اس شر اور تحریص سے بچانے
کے لئے دعا مانگی۔ اُس نے خدا کی طرف مخاطب ہوکر باواز بلند کہا۔" اے خدا!
مین ڈوب رہا ہون۔ مجھے گرداب بلا مین تباہ ہونے سے بچا" یہ دعا مانگ کر اُس نے
اُس خط کو پھاڑکر پرزے پرزے کر دیا۔ اور پھر کاغذ کے اِن چھوٹے چھوٹے ٹکڑون
کو آگ مین جلا دیا۔ ستیا سے جو بے تکلفی اور ارتباط پیدا ہوا تھا اس کے درمیان
سیرل کو یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ ستیا کو اُس کی جانب سے بدعنوانی اور ناپاک خیال
کا گمان تک بھی نہ تھا۔ اور وہ اُس کو جیسا کہ خود اُس نے اپنی زبان سے کہا تھا ایک

نیک اور پاک نفس آدمی خیال کرتی تھی - چونکہ ستیا کا دادا ایک معزز اور معقول آدمی تھا اور ساتھ ہی اس کے اُس کی بھائی برادری میں ستیا کی عزت و آبرو بھی تھی گو اس کی زندگی پر اُداسی اور رنج والم کا ایک تیر و تار با دل گھرا ہوا تھا - اس لئے خط میں جو تجویز سیرل پیش کرنا چاہتا تھا وہ ضرور ستیا کی عزت و آبرو کے خلاف تھی اور وہ اُسکو یقیناً اپنی سخت توہین سمجھتی - اور جس بات سے کہ ستیا اور اُس کے خاندان کی بے عزتی ہوتی - تو اسی بات سے سیرل کی بے آبروئی بھی تو یقینی تھی - وہ رعایا اور اپنے بالا دستوں کی نظروں میں حقیر ہو جاتا - اور اگر کوئی شخص اپنی عزت و آبرو کا لحاظ نہ رکھے اور دنیا اور بھائی برادری کے کہنے سُننے اور اُن کی حقارت کی کوئی پروا نہ کرے تو ایسا شخص بلا شبہ ایک مجنون آدمی ہے - علاوہ ازیں زنا اور حرام کاری جُرم عظیم ہے اور خدا کی نظر میں ایک بہت بڑا گناہ ہے جس سے ہر ایک شخص کو بچنا لازم ہے - بڑی رات تک سیرل ان باتوں پر سوچتا رہا - اور پھر اپنے بستر پر جاکے سو رہا - اُس وقت وہ اِس قدر اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ پڑکر سویا کہ اسقدر راحت و آرام کے ساتھ وہ کئی راتوں سے نہیں سویا تھا اور جب وہ صبح کو اُٹھا تو اُس نے اپنے آپکو تر و تازہ پایا اور پھر دن بھر خوب توجہ کے ساتھ اُس نے اپنا کام کیا جسکو دیکھ کر بابا صاحب کو خوشی ہوئی اور اُس نے سیرل کو اُس کی کامل صحت مزاج پر مبارکباد دی -

بابا صاحب نے کہا "اب تو آپ بالکل اچھے ہیں - میرے نزدیک اب آپ کو شاہ گنج چلکے جو کچھ کام وہاں باقی ہے اُس کو ختم کر دینا مناسب ہے - اُسوقت ہم نے آپ کے سامنے تمام کاغذات پیش نہیں کئے تھے - کیونکہ واقعی آپ کام نہیں کر سکتے تھے - مگر اس کام کا پورا کر دینا ضروری ہے - اور اِس بات کو آپ بھی خوب سمجھتے ہیں - اب یہاں کوئی ضروری کام باقی نہیں" سیرل نے کہا "ہاں ضرور -

اب میرا ہاتھ اچھا ہے۔ جہاں کہو مین چلنے کے لئے مستعد ہون۔ بے شک یہ مجھے معلوم ہے کہ شاہ گنج مین کئی مقدمے دریافت طلب ہین۔ اور تشخیص مالگزاری مین بہت بڑی تاخیر واقع ہوئی ہے۔ اب اِن معاملات کی طرف بہت ہی جلد متوجہ ہو جانا چاہیئے"

باباصاحب۔ "تو مین شاہ گنج کی رعایا کو اطلاع دیدون اور کل جو کچھ کام یہان باقی ہے وہ ختم کر دیا جاے۔ یہان سے شاہ گنج صرف (۲۰) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک دن بیچ مین قیام کر کے وہان پہنچ سکتے ہین۔ پرسون یہان سے کوچ کر دینا چاہئے۔

سیرل۔ "ضرور۔ مین بالکل تیار ہون۔ اور ہم پھر وہان نارندر استے بھی ملینگے۔ کاش ہم اِس کھتے کہ ازرایل پانڈے گرفتار ہوگیا ہے! مگر اب تک پولیس اُس کی گرفتاری مین کامیاب نہین ہوئی۔ مین خیال کرتا ہون کہ وہ ڈاکو اس ملک سے چلا گیا ہے۔ مگر ہمین شاہ گنج مین زیادہ قیام کرنا نہین چاہئے"

باباصاحب۔ "صاحب۔ زیادہ نہین۔ صرف چند روز قیام کرنا چاہئے"

شاید سیرل کے دل مین یہ خیال تھا کہ شاہ گنج جانا خطرناک ہے۔ مگر سرکاری کام کا ختم کرنا ضروری تھا۔ اس نے اپنے دل مین سوچا کہ "وہ جوش عشق جس نے میری طبیعت کو بگاڑ رکھا تھا اور میرے دل کو بے قرار کر دیا تھا اب میرے دل سے دور ہو چکا ہے اور خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نازیبا خواہش سے اُس نے مجھے نجات دی۔ اب پہلے اب مین اِس مہاجن سے مل سکتا ہون اور ستیا کی مزاج پرسی کر سکتا ہون"

باقی آئندہ

راقم محب حسین ایڈیٹر

عام معلومات

عدل و انصاف مین عورتین مردون سے کچھ کم نہین ہین اخبار جامع العلوم مین لکھا ہے کہ ریاست سردہنہ کی بیگم صاحب نے ایک معمولی رعایا کے مقابلہ مین اپنے اکلوتے بیٹے کو توپ سے اڑوا دیا تھا۔

خدا نے عدل و انصاف کی وہی قوت عورتون مین بھی رکھی ہے جو مردون مین مشاہدہ کی جاتی ہے۔ مگر ہندوستان مین وہ بیچاریان عام طور پر اپنی قوتون کی ترقی و استعمال سے روکی گئی ہین۔

ہر مجسٹی قیصر ہند کے جڑاؤ تاج حضرت قیصر ہند ملکہ معظمہ کے پاس تین جڑاؤ تاج ہین آج کل جو تاج استعمال مین ہے اس کو تیار ہوئے چالیس سال کا عرصہ گذرا ہے۔ اس مین ۳۰۷۲ ہیرے اور ۳۰۳ گلابی عقیق جڑے ہوئے ہین

شادی کی انگوٹھی ہندوستان مین یہ ایک عام رسم ہے کہ طرفین سے دولہ اور دولہن کو شادی کی انگوٹھیان دی جاتی ہین۔ یعنی سب رسمون کے پہلے یہ رسم ادا کی جاتی ہے کہ دولہ دولہن کو انگشتری بہیجتا ہے۔ مگر اس انگوٹھی کو دولہن کچھ احتیاط کے ساتھ نہین رکہتی۔ برخلاف اس کے انگلستان مین عورتین اپنی شادی کی انگوٹھی کو بڑی حفاظت سے رکہتی ہین۔ اور یہ خیال کرتی ہین کہ جب تک یہ انگوٹھی قایم ہے تب تک دولہ اور دولہن مین رشتہ محبت بھی مضبوط ہے۔ اس خوش اعتقادی کو مسیز ڈراوسن نے توڑا ہے۔ کیونکہ وہ اس انگوٹھی کی ذرا بھی عزت نہین کرتی تھی۔ اس نے اس کو گروی نہین رکھا۔ بلکہ زر رہن ادا کرکے اس کو واپس بھی نہین لیا۔ مگر نالش پر عدالت سے یہ حکم صادر ہوا کہ جب تک مسیز موصوف زر رہن ادا نکرین اس وقت تک ان سے

دو روپیہ ماہواری بطور تاوان لئے جائین - اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان مین شادی کی انگوٹھی کی بڑی عزت ہے

عورت کی قوت زبان دانی۔ مس ٹیڈ نے سولہ برس کی عمر مین زبان یونانی پڑہی تھی اور کیمبرج کے تمام مرد طالب علمون سے اس زبان مین نمبر اول آئی تھی۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ عورتون مین مردون سے زیادہ زبان دانی کی قوت موجود ہے۔

اخبار ڈیلی نیوز کے ایک نامہ نگار کی ملاقات ایک چینی لیڈی سے۔ مسٹر شین یوچنگ کی بیوی جب اپنے شوہر کے ساتھ انگلستان مین تھین جنھون نے انگریزی طرز معاشرت اختیار کرلی ہے۔ تو اُس وقت ان سے اخبار کے ایک نامہ نگار نے یہ چند سوال کئے تھے جو جواب کے ساتھ حسب ذیل درج کئے جاتے ہین۔

نامہ نگار۔ "انگلستان مین آپ نے کون سی چیز عجیب وغریب ملاحظہ فرمائی؟"

چینی لیڈی۔ "یہان لیڈیان شام کو جو پوشاک پہنتی ہین (ایوننگ ڈریس) وہ عجیب وغریب ہے - ہمارے ہان کوئی چینی لیڈی یہ کپڑے پہنکر باہر نا پسند نہ کرے گی۔ مگر مجھے تو اب اِن کپڑون کے پہننے کی عادت ہوگئی ہے"

نامہ نگار۔ "انگلستان کے تھیٹرون کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟"

چینی لیڈی۔ "واقعی تھیٹرون کے سامان دیکھنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اُن کے سین تعجب انگیز ہین - مگر ساتھ ہی اس کے مجھے بڑی حیرت ہے کہ یہان اسٹیج پر عورتین بھی تماشا کرتی ہین - ہمارے ہان چین مین کوئی عورت اسٹیج پر نہین آتی"

نامہ نگار۔ "انگلستان کے مکانون اور فرنیچر کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟"

چینی لیڈی۔ "انگریزون اور چینیون کے مکانون مین بہت بڑا فرق ہے - مگر

اب ہم لوگ چین مین آپ کے چھری کانٹے اور فرنیچر استعمال کرنے لگے ہین۔ آپ کے گھرون کے برتن اور فرنیچر دونو بہت آرام کی چیزین ہین۔ مگر سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے تعجب مین ڈالا ہے وہ آپ کا انتظام صفائی ہے جسے چین مین کوئی بھی نہین جانتا ؎۔

انگلستان کی بیگمات کے اشغال۔ انگلستان مین بیگمات بھی اپنے ملک و قوم کی خدمت اور صلاح و فلاح کے کامون مین مصروف رہتی ہین۔ چنانچہ کئی معتبر اخبارون سے معلوم ہے کہ مقام واروک کی بیگم (کاؤنٹیس) یہ کہتی ہین کہ "مین کانزرویٹو (پرانی روش پر جان دینے والی) فرقہ کو چھوڑ کر لبرل یعنی آزاد خیال ہوئی اور اب مین سوشیلسٹ ہون۔ میرا ارادہ تھا کہ مین لبرل پارٹی کے جلسون مین شریک ہون مگر مین نے اس ارادہ کو اب ترک کر دیا ہے۔ مین ملکی معاملات کے جلسون مین کبھی شریک نہین ہوتی۔ اور نہ کسی پولیٹکل پارٹی کی طرفدار ہون کیونکہ اس سے میرے ان اشغال مین کمی واقع ہوگی جن سے مجھے دلچسپی ہے۔ مجھے اب تعلیمی اور سوشیل یا تمدنی امور سے بہت کچھ دلبستگی ہے۔ اور انہین مین اب مین مصروف رہا کرتی ہون"۔ یہ بیگم ڈچز آف سدرلینڈ کی سوتیلی بہن ہین اور ان کی شادی ۱۸۸۱ء مین ہوئی تھی۔ انہون نے اپنی ذات سے ایک اسکول قایم کیا ہے جس مین لڑکون کو تو علم زراعت کی تعلیم دیجاتی ہے اور لڑکیون کو ڈومیسٹک اکانومی یعنی علم تدبیر منزل سکھایا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی نواب زادیان اور بیگمات بجز پان کھانے یا اپنی سہیلیون سے فضول باتین بنانے کے اور کچھ نہین جانتین۔ اس مین ان کا کوئی قصور نہین۔ یہ قصور ان کے مردون کا ہے جو انہین دایم الحبس قیدی اور نااہل رکھتے ہین۔ ایسی مالدار عورتون اور مردون کے وجود سے ملک و قوم کو

کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہین جو بجز اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے اور کسی ہمدردی انسانی سے واقف ہی نہین۔

مجرد رہنا ایک قانونی جرم ہے

ارجنٹین کی ریاست جمہوری مین ایک عجیب قانون نافذ ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت یا مرد سولہ سال کی عمر سے اسّی سال کے اندر مجرد ہو۔ اس سے تھوڑا سا ماہواری ٹیکس وصول کیا جاے۔ اس قانون کا منشا یہ ہے کہ ان عمرون کا کوئی شخص مجرد رہنے نہ پاے۔ اور جو عورت یا مرد کسی کی درخواست کو نامنظور کرے۔ تو اس سے درخواست کنندہ کو کچھ بطور تاوان دلایا جاے۔ غالباً ایسا قانون دنیا مین کبھی جاری نہین ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ارجنٹین کو اپنی آبادی کی ترقی منظور ہے۔ اگر یہی قانون فرانس مین بھی جاری کیا جاے جس کی آبادی ہر سال کم ہوتی جاتی ہے تو بہتر ہوگا۔ افسوس ہے کہ ہندوستان مین بیوہ عورتون کے نکاح کا رواج نہین جس سے لاکھون نوعمر بیوہ پائی جاتی ہین اور لاکھون ہی مرد بھی مجرد دیکھے جاتے ہین۔ اس لئے یہان بھی کسی ایسے ہی قانون کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ گو خدا کے فضل و کرم سے آبادی مین تو دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہے۔ تاہم یہ ترقی اس ملک کے رقبہ اراضی کے لحاظ سے کچھ بھی نہین ہے۔

مسلمان عورتون کی کمیٹی۔

پچھلی جنگ یونان و ٹرکی کے زمانہ مین مصری مسلمان عورتون نے بھی بغرض امداد لشکر سلطانی چندہ جمع کرنے کے لئے کمیٹیان اور مجلسین منعقد کی تھین اور ان کے ذریعہ سے بیس ہزار روپیہ جمع کیا تھا۔ یہ چندہ عورتون نے اپنی بہنون ہی سے وصول نہین کیا تھا بلکہ مردون سے بھی لیا تھا۔ چونکہ مصر مین عورتون کو باہر پھرنے چلنے کی آزادی حاصل ہے۔ اس لئے ان سے یہ قومی کام ممکن تھا۔ برخلاف اس کے ہندوستان مین جہان مسلمان عورتین دایم الحبس

پردے میں رکھی جاتی ہیں ایسے قومی کام ممکن نہیں۔ واقعی پردے نے عورتوں کو دنیا اور دین دونوں کا نہیں رکھا۔

ٹرکی کے مسلمانوں میں عورتوں کی عزت پروفیسر میکس مولر اور انکی بیوی نے جو قسطنطنیہ کی سیاحت کی تھی اس کے حالات رسالہ ایک پرانے میں طبع ہوئے تھے۔ اور ان حالات کو پروفیسر صاحب نے اپنے ایک خط کے ذریعہ سے شایع کیا تھا۔ رسالہ مذکور میں ترکی عورتوں کی تعظیم وتکریم کی نسبت جو واقعات درج ہیں وہ حسب ذیل لکھے جاتے ہیں۔

دوران زمانہ قیام قسطنطنیہ میں سلطان ٹرکی نے پروفیسر میکس مولر اور اُن کی بی بی پر بہت مہربانی فرمائی مسیز میکس مولر کو بہت سی ترکی خواتین سے ملاقات اور گفتگو کرنے کا بھی موقع دیا گیا۔ اور مسیز موصوفہ نے اپنی ملاقاتوں کی جو یادداشتیں لکھی ہیں وہ پڑھنے کے قابل ہیں۔ ٹرکی میں سب سے زیادہ عورتوں کی عزت کی تہذیب یا علامت یہ ہے کہ جب تم کسی مسلمان لیڈی علے الخصوص حرم سلطانی کی کسی خاتون کو جاتے دیکھو۔ تو تم اس کی جانب سے اپنی پیٹھ کر لو۔

پروفیسر میکس مولر لکھتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ میٹھی نہر کے اس کنارہ پر قہوہ پی رہے تھے جو سلطان کے ایک دیہاتی محل سرا کے قریب ہے کہ دفعتاً صادق بیگ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک درخت کی آڑ میں جا چھپا اور نہر کی طرف اپنی پیٹھ کر دی۔ دریا کے اُس پار حرم سلطانی کی دو تین گاڑیاں سڑک پر سے گذر رہی تھیں اور یہاں سے کچھ بھی نظر نہیں آسکتا تھا۔ لیکن اس پر بھی جس قدر ملازم سرکاری یا غیر سرکاری ترک تھے ان سب نے وہی حرکت کی اور قہوہ پینا چھوڑ دیا۔ اور جب سواریاں سڑک پر سے گذر گئیں تو سب نے پھر قہوہ پینا شروع کیا"

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر ٹرکی میں عورتوں کی بڑی عزت

ہے اور مرد عورتوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے ہین کیونکہ اسی تہذیب کا حکم قران شریف کے سورۂ نور مین موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد اور عورتین دونون اپنی اپنی نگاہین نیچی رکھین لیکن اس حکم کے تعمیل مین حد اعتدال سے زیادہ غلو کیا گیا ہے - علاوہ ازین بادشاہون کی حرم محترم کی تعظیم وعزت مین بھی بہت کچھ مبالغہ پایا جاتا ہے - ڈاکٹر برنیر کے سفرنامہ سے یہین یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی بیگمات جب باہر سواریون مین بیٹھکر جاتی تھین تو مرد راہ سے دور دور ہو جاتے تھے اور کوئی مرد سواریون کے پاس سے نہین گذر سکتا تھا - دیہات کے مرد زنانی سواریون کی آنے کی خبر سنکر گانون چھوڑ کر چلے جاتے تھے - معلوم ہوتا ہے کہ اسی مبالغہ تعظیم پر موجودہ پردہ مبنی ہے - واقعی حد اعتدال سے کسی چیز کا بڑھنا ہی جنون ہے - اور اب ہندوستان مین عورتون کا پردہ جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے - یعنی نیچی نظرون مین یہ غلو ہوا کہ اب قطعاً مرد کا عورت کیطرف دیکھنا ہی حرام ٹھرا یا گیا ہے - جو اُصول شرع کی روسے کفر کی حد تک پہنچتا ہے - کیونکہ شرع نے جس چیز کو جایز کیا ہو اُس کو ناجائز قرار دینا کفر ہے - مگر ہندوستان مین مسلمان مردون نے خلاف حکم قران شریف یہ طرز عمل اختیار کیا ہے کہ وہ ہر ایک باہر نکلنے والی عورت کو گھورتے ہین - کسی اجنبی عورت کے گھورنے کو کوئی خلاف تہذیب بات نہین جانتے - میرے سننے مین بعض نالایق مسلمانون کی ایسی ناشایستہ حرکتین آئی ہین جن کے بیان سے مجھے شرم آتی ہے - مگر ناظرین کی آگاہی کے لئے ان کا کچھہ ذکر کرنا ضرور ہے - اٹاوہ کے کمپنی باغ مین جہان شام کو اکثر لیڈیان ٹہلا کرتی ہین اور جہان عام وخاص کے آنے کی کوئی روک ٹوک نہین ایک مسلمان نوجوان آدمی نے ایک لیڈی کو ٹکٹکی لگا کر گھورنا شروع کیا - اُس کے خاوند نے یہ خلاف تہذیب حرکت دیکھ کر اُس نالایق

آدمی کو خوب کوڑون سے پیٹا۔ افسوس ہے کہ ہمارے اس عیب دائمی پردے نے
مردون کی نظرون کو کسقدر خراب کر دیا ہے۔ اِن مین عورتون کی عزت کا ذرا بھی
خیال باقی نہین رہا۔ برخلاف اس کے جہان اس عیب دائمی پردہ کا رواج نہین ہے
وہان مردون کی نظرین بھی اچھی ہین اور وہ عورت کو دیکھ کر خود نیچی نظر کر لیتے ہین۔

عورتین بھی ڈویل لڑتی ہین۔ یورپ مین مرد تو ایک طرف عورتین بھی ڈویل لڑتی ہین چنانچہ
سنہ ۱۸۹۷ء مین دو عورتون نے باہم جنگ ڈویل لڑی جس مین
سے ایک عورت تو سخت اور دوسری خفیف مجروح ہوئی۔ جو لوگ عورتون کو کمزور
خیال کرتے ہین انھین چاہئے کہ وہ کسی ڈویل لڑنے والی لیڈی کا مقابلہ کرین تب
زور اور کمزوری کا تجربہ ہو جائے گا۔ یون تو کہنے کو جو جی چاہے کہین۔ اب تو لیڈیان
شیرون کا شکار بھی کھیلتی ہین جو ہر ایک مرد کا کام نہین۔

مسلمان لیڈی ڈاکٹر۔ تاریخ اندلس مصنفہ مسٹر سور مین لکھا ہے کہ "اندلس کے جراح
اور طبیب علوم مین یکتائے زمانہ تھے۔ عورتون کو سنجیدہ علوم کے حاصل کرنے کی توجہ
دلائی جاتی تھی۔ بلکہ شہر قرطبہ مین تو عورتین مطب بھی کرتی تھین۔"
اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمانون کا زمانہ عروج تھا۔ تو اُس وقت
عورتون کی حالت بھی اچھی تھی۔ وہ ہر ایک علم و فن کو مردون کیطرح حاصل کرتی تھین
اول اہل اسلام ہی نے عورتون کو باضابطہ طبیب یا ڈاکٹر بنایا تھا۔ مگر اب مسلمان اسقدر
جہالت مین مبتلا ہین کہ وہ اپنی عورتون کو لیڈی ڈاکٹر بنانا معیوب جانتے ہین اور اسکو
انگریزون کی تقلید خیال کرتے ہین۔ حالانکہ اس بارۂ خاص مین اہل یورپ مسلمانان
اسپین کے مقلد ہین۔

عورت ہی کی سرپرستی سے امریکہ دریافت ہوا ہے۔ یہ بات بہت ہی کم لوگون کو معلوم ہوگی کہ عورت ہی کی مدد
سے امریکہ دریافت ہوا ہے۔ جب کلمبس کو اکثر شاہان

یورپ کی امداد سے قطعی مایوسی ہوئی اور انھوں نے اس کے خیال کو جنون پر محمول کیا ۔ تو بیچارہ ناامید ہو کر اسپین میں آیا اور اس کی فرمان روا شاہزادی ملکہ ازبیلا سے اپنے خیال کی سرپرستی کی درخواست کی چونکہ عورت مرد سے زیادہ جلد قبول ہوتی ہے وہ کلمبس کی الوالعزمی کو سمجھ گئی اور اس کے ارادے کی سرپرستی اختیار کی ۔ اور اسکو ہر ایک قسم کی مدد دی (دیکھو کارنامۂ عورت)

انگلستان میں یورپ کے مزارعین کی افسوسناک حالت

قدیم مسلمانوں کے قبضے میں آنے سے پہلے ملک اسپین کی حالت بہت ہی خراب تھی ۔ کارنامۂ سوم میں لکھا ہوا ہے کہ عہد گوتھ مزارعین کی حالت ابتر اور واجب الرحم تھی ۔ وہ زمینوں اور زمینداروں سے صرف وابستہ ہی نہیں تھے بلکہ ان کی اجازت کے بغیر وہ اپنی شادیاں بھی نہ کر سکتے تھے ۔ اور اگر کہیں اردگرد کے ہمچشم لوگوں میں بدون اجازت کے کر لیتے ۔ تو اُن کے بال بچے مختلف زمینداروں میں تقسیم ہو جاتے تھے ۔

قریب قریب یہی دستور روس بلکہ تمام ممالک یورپ میں بھی جاری تھا کہ کاشتکار کا وجود زمین سے علاقہ رکھتا تھا ۔ یعنی زمین کا مالک اس کے کاشتکار کا مالک بھی ہوتا تھا ۔ گو اس زمانہ میں مذہب عیسوی بڑے زور وشور سے بلاد یورپ میں پھیلا ہوا تھا ۔ جو پادریوں کے قول کے موافق انتہا درجہ کا رحم وکرم سکھاتا ہے ۔ مگر پھر بھی اسی قسم کے ہزاروں ظلم وجور رعایا پر ہوا کرتے تھے ۔ اور ان مذہبی مقدس آدمیوں نے مذاہب کے پردے میں کیا کیا ظلم کئے ہیں ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب علوم وفنون اور فلسفہ کو ترقی ہوئی جن کے شیوع سے مذہبی اوہام اور رسم ورواج پر اچھا اثر پڑا ۔ اسوقت مزارعین کی حالت بھی درست ہوئی ۔ اور اب خدا کی عنایت سے جس قدر دنیا میں علم بڑھتا جاتا ہے اُسی قدر انسانی ہمدردی اور رحمت و آرام میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے ۔

راقم خادم نسواں

محب حسین

نمایش اخبارات او ررسالہ جات ہند

اس سے پہلے کہ ہم نمایش اخبارات کے فواید تحریر کرین مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخبارون اور رسالون کے فواید اور اون کی ضروریات بیان کی جاوین تاکہ ہر خاص و عام کو اس بات کی واقفیت حاصل ہوجاے کہ نمایش کی ضرورت اور اوس کے فواید اور مقاصد واغراض کیا ہین -

دنیا مین کوئی ایسا بلند مقام یا اعلے درجہ کا آلہ ہے کہ جس پر کھڑے ہوکر یا جس کی مدد سے ہم تمام دنیا کے حالات سے من وعن واقفیت اور آگاہی حاصل کرسکین ؟

ساری دنیا مین اونچے سے اونچے مقامات سے کوہ ہمالہ کی چوٹی ایورسٹ اونچی ہے جس کی بلندی ۲۹۰۰۲ فٹ ہے - لیکن ہم وہان پر بھی کھڑے ہوکر تمام دنیا کا نظارہ نہین کرسکتے - البتہ اگر کوئی عمدہ دوربین (جیسے کہ نمایش پیرس کے واسطے طیار ہورہی ہے) ہمین دستیاب ہوجاے تو پھر بھی ہم وہان (ایورسٹ چوٹی) پر کھڑے ہوکر اوس کی (دوربین کی) مدد سے ساری دنیا کو تو نہین مگر ایک نزدیک کے ملک کو اپنا منظر بنا سکتے ہین لیکن اوس سے (ایورسٹ چوٹی پر کھڑے ہوکر دوربین دیکھین تو) بھی سوائے دریا پہاڑ جنگل آبادی وغیرہ وغیرہ بڑی بڑی چیزون کے کسی دوسری چیز کو نہین دیکھ سکتے مگر اسمین یہ ایک بڑا بھاری نقص ہے کہ ہم اوس ملک (جو ہمارے قریب ہے اور جس کو ہم دیکھ رہے ہین) کے اندرونی حالات کو چھوڑ کر شہرون اور بستیون کی مختلف تدابیر منازل کو بھی اچھی طرح سے دیکھ اور پرکھ نہین سکتے - یا اگر ہم کسی بیلون (غبارہ) وغیرہ پر سوار ہوکر ملک ملک کی سیر اور دنیا کی تمام چیزون کی کیفیت معلوم کرسکین (جیسا کہ ۱۸۹۸ء کی امریکہ اور اسپین کی لڑائی مین امریکہ والون نے غبارون پر بیٹھ بیٹھ کر دشمن کی فوج کے حالات دریافت کرکے اون کی بیخ کنی کی تھی) تو اوس مین بھی ہمارے واسطے دو قسم کی سخت دقتین درپیش ہین جس مین

شاید ایک کی تو کسی نہ کسی وقت اور زمانہ مین آسانی ہوجاوے گی - مگر دوسرے قسم کی کسی صورت مین سہولت نظر نہین آتی -

البتہ اگر ہم اوس جگہ مین (جہان کے حالات دریافت کرنے کے ہین) کچھ دیر تک قیام کرتے رہین اور اوس جگہ کے باشندون سے وہان کے حالات دریافت کرتے رہا کرین تو پھر یہ دونون دقتین رفع اور دور ہوسکین گی - لیکن علاوہ ان کے دو اور ایسی قباحتین لاحق ہوجاوین گی جو کسی صورت مین حل ہی نہین ہوسکتین - اور اُن پہلی قسم کی دونون دقتون سے پہلی یہ ہے کہ غبارہ (ہیلون) مین ابھی کوئی ایسی کل ہی ایجاد نہین ہوئی کہ جس کے ذریعے سے ہم اوس کو (بیلون) جدہر چاہین پھیر لین اور جہان چاہین اُتر پڑین -

دوسری یہ ہے کہ اوس کے ذریعے سے ہم کسی ملک کے پولیٹکل اور سوشیل حالات کو کما حقہ دریافت نہین کرسکتے اور بالفرض اگر پہلی دقت کے آسان ہونے کی وجہ سے یہ بھی سہل ہوجاوین تو دوسری قسم کی پہلی دقت یہ ہے کہ ہم اپنی عمر کا ایک طویل حصہ ایسے کام کے لئے وقف اور صرف کرین اور اوس پر طرہ یہ کہ اوس سے صرف ہماری ہی خاص ذات کو فائدہ پہونچ سکے گا کسی دوسرے کو نہین -

دوسری قسم کی دوسری دقت یہ ہے کہ اوس کے (سیر و سیاحت کے) واسطے بہت سا زر اور روپیہ خرچ اور ملکون ملکون کی آب و ہوا گرمی سردی تری خشکی وغیرہ وغیرہ کی تکلیفین برداشت کرنا جن کو ہر ایک شخص گوارا نہین کرسکتا - جس پر لازم یہ ہوا کہ کوئی ایسا ذریعہ یا طریقہ پیدا کیا جاوے کہ جس سے کسی قسم کی کوئی دقت اور تکلیف پیش نہ آوے اور گھر بیٹھے ہی تمام دنیا کے حالات سے کما ینبغی واقفیت اور علم حاصل ہوتا رہے -

جس کے واسطے اخبارون اور رسالون سے بڑہکر کوئی چیز زیادہ موزون اور موضوع نہین ہوسکتی وہ

(۱) ارباب فضایل و کمالات کے فضل و کمال خوب شایع کرنے مین دو فائدون اور وجہون پر

نظر رکھکر کوشش اور پیش قدمی کرتا ہے۔ ایک تو اونکی سچی تعریف کے لئے جو کہ اصحاب فضل کی جزا اور اون کے لئے ہمت افزا ہے دوسرے اورون کو بھی برانگیختہ کرنے اور رغبت دلانے کی غرض سے تاکہ وہ بھی فضل و کمال کے حاصل کرنے مین خاص توجہ اور کوشش کرین۔

(۲) ایسی برائیون کے ذکر مین مبادرت کرتا ہے جن کا ضرر متعدی ہو اور وہ صرف اسی غرض سے کہ ارباب رذائل کو باز رکھے اور تمام انسانون کو اوس کے ارتکاب اور ضرر سے بچائے۔

(۳) ہمیشہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ کی خوبیون اور نفعون کو ایسے واضح اور شافی دلائل اور بیانات سے ظاہر کرتا ہے کہ عوام اوس سے فائدہ اوٹھاوین اور خواص بے بہرہ نہ رہین علیٰ ہذا القیاس ذلیل اور خسیس صفات کی برائیون اور نقصانون کو دلپذیر عبارتون مین شرح وبسط کے ساتھہ دکھلاتا ہے۔

(۴) علوم کو اس طرح سے عام مفید ثابت کرتا ہے کہ ہر شخص کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہر قوم یا خاندان کو سعادت۔ عزت۔ رفاہیت صرف علوم حقہ اور معارف حقیقی کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اور جہل کی برائیون اور نقصون کو اس طور سے بیان کرتا ہے کہ غبی سا غبی اور جاہل سا جاہل تک بھی تسلیم کرلیتا ہے کہ واقعی ہر بلا اور مصیبت محض اسی شامت جہل سے پہونچی۔

(۵) فنون علوم کے درجات کو اوس کے فائدون کا اندازہ کر کے عالم انسانی مین یقین کرتا ہے اور ہر ایک کی مقدار لازمی کو خوب مدلل اور روشن کر دیتا ہے تاکہ کوئی کم سمجھ نادان تھوڑے فائدون کے لئے عمر گرانمایہ کو صرف نکرے اور ایسے فواید جلیلہ سے محروم نہ رہے جو کسی دوسرے زاید نفع علم کے شغل سے حاصل ہوتے ہین۔

(۶) عالم مدنیت مین فنون اور صنایع کا (جو فی الحقیقت علوم کے نتایج ہین) وجوب ثابت کرتا ہے اور براہین قاطع اور دلائل ساطع سے اس امر کو ذہن نشین کرتا ہے کہ جب تک صناعات مین ترقی نہو رفاہ اور سعادت حاصل نہین ہوسکتی۔

(۷) ایسے ضروری امورات اور معارف کا (جن کا جاننا ہر انسان پر انسان صادق

بیٹے سے لئے واجب او رلازم ہے خواہ وہ اولیات جغرافیہ ہون یا مبادی طبعیات او رفلکیات
او رحوادث جو بہ زمین یا لائے شبنم - برف - اولہ مینھہ - گرج - بجلی وغیرہ کے جو درمیان آسمان
او رزمین کے پیدا ہوتے ہین) لوازم زراعت ہون یا حرفون کے مقتضیات - ضروریات طبعیہ
یا تدبیر منزل (انتظام خانہ داری) شہرون اور قصبون کی صفائی ہو یا تربیت اولاد) عام فہم
عبارتون مین جن سے عوام الناس بھی فائدہ اوٹھا کر بہرہ ور ہون ذکر کرتا ہے -

(۸) انسان کی تعریف اور فضیلت انسانیت کی شرح کرکے رئیسون اور امیرون کو
انسانیت کی جانب بلاتا ہے اور ان کو علوم او رمعارف او رصنایع او رحرفت کی تعلیم عام کرنے
او رعام مریضون کی دوا او رعلاج کے لئے مدرسون او رشفاخانون کے قایم او رجاری کرنے کی
ترغیب او رتشویق پیدا کرتا ہے -

(۹) پست ہمتون کے برانگیختہ کرنے اور مردہ دلون کو زندگی بخشنے کے لئے اونکے
گذشتہ آباو اجداد او رسلف صالحین کے فضایل او رترقیات کو نہایت شیرین او ر اثر انداز عبارتون
مین وقتاً فوقتاً بیان کرنا اپنے ذمہ واجب او رفرض سمجھتا ہے -

(۱۰) دور دراز بعید ترین ممالک اقوام کے احوال او راخبار سے بتفصیل تمام آگاہ
کرتا ہے جس سے ہر ایک درجے او رطبقے کے اشخاص بہرہ ور ہوتے ہین - صاحبان سیاست
الگ - مالکان تجارت جُدا - اہل علم علیحدہ اپنی اپنی مناسب او رمتعلق اخبار او راحوال سے سبق لیتے
او رفائدہ اوٹھاتے ہین - او رافراد قوم ان احوالات او راخبارات کو دقیق نظر سے دیکھکر اگر یہ
احوال او راخبار اہل سعادت کے ہین تو غور او رفکر سے بکوشش تمام اون کے اسباب کو سمجھ کر
او راوس سے اپنی ہمت کو قوت او ررگ حمیت او رغیرت کو حرکت دے کر اوس کے معارضہ اور
مقابلہ کرنے او رپہلو بہ پہلو چلنے پر طیار ہو جاتے ہین - او ر اگر بدبختون او رشقیون کے ہین تو اوس سے
عبرت پکڑ کر اوس کے علل اور بواعث سے اجتناب او رپرہیز کرتے رہتے ہین -

(۱۱) فوائد عدالت کو بیان کرکے حاکم کو اوس کی جانب توجہ دلاتا او رتمام رعیت کی

وکالت کرتا اور اون کی شکایات کو گوش حکومت تک پہونچاتا اور حکام اور عمال اور ماموین رشوت خوار اور ظلم شعار کے ظلم وجبر کو رفع دفع کرکے اور نفرس سے کام لے کر آیندہ حوادث اور مصائب سے مدبرین اور منتظمین ارباب حل وعقد کو آگاہی بخشتا ہے تاکہ پہلے سے پہلے اوس کے دفعیہ اور علاج کی پوری پوری کوشش کی جاوے اور حکومت اور رعیت اوس کے ضرر سے محفوظ رہے۔

(۱۲) اگر کوئی اجنبی کسی امر ناشایستہ کا الزام قوم اور ملک پر دیتا ہے تو قوی اور مضبوط دلائل وبراہین سے جن کی کاٹ دانایان بنی آدم کے نزدیک تمام تیز تر ہتھیاروں اور تلواروں سے بے انتہا زاید ہے اپنی قوم سے دفع کرنا واجب جانتا ہے

(۱۳) ہر ایک ذی علم عقلا کی ودیعت افکار اور امانت خیال کو تمام عقلا وعلما کی نگاہوں اور کانوں تک پہنچاتا اور علما اور عقلا کو ایک دوسرے سے آگاہ کرتا اور مبادلۂ خیال کا موقع دیتا ہے۔

(۱۴) حکایات لطیفہ اور نکات ظریفہ اور اشعار بلیغہ کو دلچسپی اور دل آویزی اور مسرت انگیزی سے ناظرین کے لیے پیش کرتا ہے۔

(۱۵) اپنی قوم کے اجزائے پراگندہ اور اعضائے متفرقہ کو ایک جا کرکے حیات تازہ بخشتا اور زندہ کرتا ہے۔

(۱۶) اپنے ناظرین کو گھر بیٹھے تمام عالم کی سیر وسیاحت سے تجربہ کار اور خوشدل اور مسرور اور محظوظ کرتا ہے۔

(۱۷) کہنہ اور مہلک بیماریوں کے مریضوں کو اطبائے حاذقین وماہرین کا اور جاہلوں کو علمائے متبحرین اور فقیروں کو غنا اور امارت اور بے کاروں کو کاروبار کی جگھوں کا نشان بتاتا اور رہبری اور ہدایت کرتا ہے۔

(۱۸) دوستداران امت اور محبان قوم کو دشمنوں اور عدوں سے جدا کرتا

اور نہ بس نہیں اور ہر فتنہ ہو کا دہی کو چاک چاک اور پاش پاش کر دیتا ہے اور آپس مین اون کا اتفاق اور صلح اور محبت پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۹) شر اور بدبختی کی کھائیون اور کمین گاہون کے بچانے کی غرض سے خبر دیکر خیر اور سعادت نیکبختی اور بصیرت کی شاہراہون کا راستہ بتاتا اور جلب منفعت اور حصول فواید اور دفع مضرت اور رفع نقایص کے لیئے اشیاء کو نہایت سچائی اور راست بازی کے ساتھ ظاہر اور آشکارا کرتا ہے اور جس جگہ اور جس چیز مین اپنی قوم اور ملک کا فائدہ دیکھتا ہے فوراً اوس کے اعلان کا اظہار کرتا ہے۔

(۲۰) علم کو پہیلا اور ترقی دیتا ہے کیونکہ کتب بینی کے قایم مقام ہے۔

(۲۱) پالیٹکس مین دلچسپی پیدا کرتا ہے اور اصول سے واقفیت بخشتا ہے۔

(۲۲) قوائے عقلی و ذہنی کو ترقی دیتا ہے۔

الغرض اچھا اخبار انسان کے لیئے دوربین جہان نما ہے اور خوردبین حقیقت پیرا۔ راہبر نیک سرانجام اور دوست سعادت انجام۔ طبیب شفیق اور ناصح صدیق۔ معلم متواضع اور استاد منکسر مزاج۔ اتالیق عجز شعار اور پاسبان بیدار اور نگہبان ہوشیار۔ جماعت عامہ کا کامل مربی اور تمام پریشانیون کا علاج شافی۔ پست ہمتون کا بہترین ہمت افزا اور غافلون کا بیدار کنندہ۔ مردہ دلون کا زندہ کرنے والا۔ اور افسردہ فکرون کا اوٹھانے والا۔ جلیس وحدت یار تنہائی۔ انیس وحشت غمگسار پریشانی۔ سرمایہ علما پیرایۂ عرفا۔ تاجرون کا راہبر حاکمون کا مشیر معدلت گستر۔ کاشتکارون کا قانون فلاحت صناعون کا اوستاد صنعت۔ جوانون کا دبستان اور عوام کا اوبستان۔ ارباب بصیرت کا نور دیدہ مالکان ملک وسیاست کا دستور العمل پسندیدہ۔ مدنیت کا حصن حصین اور سعادت انسانی کا حبل متین۔ اور اسی وجہ سے اخبار کی کثرت اور اون کی قدر و منزلت اور نشر و شعت قومون کی اوس ترقی کے موافق ہوتی ہے جو اوس نے عدیدہ فنون او معارف وحکمت اور مدارج مدنیت مین عروج حاصل کرنے سے حاصل کی ہو۔

کیونکہ باہوش اور باخبر علما اپنی حاجات اور ضروریات کو جاہلون اور غافلون سے بہت زیادہ جانتے ہین اور اوس کے فراہم اور موجود کرنے کی ہمیشہ کوشش بلیغ کرتے رہتے ہین پس ہر ایسی قوم جو جویائے سعادت اور جو اہشمند رفاہیت ہو اس امر کو پورے طور سے سمجھ لے کہ وہ بغیر جریدون اور روزانہ اخبارون اور میگزینون کے اپنے اصلی مقصود او حقیقی مطلوب تک نہ پہونچے گی۔ لہذا عبث صحرانوردی اور بیہودہ کوہ پیمائی نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

اگر آپ اخبارات کا انتظام نہین کرسکتے تو پہر ترقی کا خیال ہی چھوڑ دیجئے۔

مگر اس کے ساتھہ ہی ساتھہ یہ شرط بھی لازمی اور ضروری ہے کہ صاحب اخبار بندۂ حق پرست اور انصاف پسند ہو۔ اور بندۂ درہم و دینار نہ ہو کیونکہ اگر وہ بندۂ درہم و دینار ہوگا حق کو باطل اور باطل کو حق۔ خاین کو امین اور امین کو خاین۔ صادق کو کاذب اور کاذب کو صادق۔ دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن۔ قریب و نزدیک کو بعید و دور بعید و دور کو قریب و نزدیک ضعیف کو قوی اور قوی کو ضعیف۔ مفید کو مضر اور مضر کو مفید اچھے کو برا اور برے کو اچھا۔ موہوم حقیقی کو موجود اور موجود حقیقی کو موہوم کر دکھائے گا اور بیشک **ایسے جریدون اور اخبارون کے ہونے سے نہ ہونا ہی کروڑون درجہ بہتر ہے۔**

جب اخبارون اور جریدون کے فواید اور منافع معلوم اور ظاہر ہو گئے تو ہمارے لئے جایز ہو گیا کہ ہم دلی تاسف کے ساتھہ یہ کہین کہ ہندوستان جیسے ملک مین جو کہ قدیم زمانہ سے علوم اور معارف کا معادن اور صنایع اور بدایع کا منبع حکمت و فلسفہ کا سرچشمہ اور قوانین اور نظامات اور مدنیت کا مخزن تھا اخبارات کی جیسی قدر و عزت کہ ہونی چاہئے ویسی کیون نہین ہے۔ اور باوجود کثرت آبادی کے جس مین تیس کروڑ آدمی موجود ہین صرف معدود سے چند اخبارات نظر آتے ہین۔ حالانکہ اون کے فواید عظیم اور منافع کثیر ظاہر او مبین ہین۔ مگر پہر بھی باشندگان ہند کی رغبت اور میل اخبارات کی جانب پوری پوری نظر

نہین آتی - اور جو بعض لوگ یہ عذر پیش کرتے ہین کہ اس ملک کے اخبارون مین مفید اور نافع مطالب اور آرٹیکل نہین تو اسی وجہ سے اون کے پڑہنے اور دیکھنے کی طرف رغبت بہی نہین ہوتی قابل پذیرائی نہین ہین - کیونکہ یہہ امر ہر سمجھدار اور ذی علم کے نزدیک اظہر من الشمس ہے کہ صنعتون مین کمال اور حرفتون مین استحکام اور اعمال و افعال مین نفاذ وہی عام میل اور رغبت کے موافق پیدا ہوتی ہے -

لہذا یہہ نقص اور خرابی فی الحقیقت اخبارون مین نہین ہے بلکہ خیالات عامہ میں مخفی ہے اگر تمام ملکون اور عام قوم مین رغبت کامل اور میل صادق اخبارون کے دیکھنے کی پیدا ہو جاوے تو بے شبہہ مہتمان اور ایڈیٹران اخبار بہی غور و فکر اور دماغی اور عقلی قوتون سے کام لیکر اپنے اپنے علم و عقل کے مطابق افراد قوم کی خواہشین پوری کرنے پر مجبور ہوجاوینگے - اور نہ صرف اپنے ہی علمی اور دماغی مادون اور قوتون سے کام لینگے بلکہ دوسرے قابل اور فاضل علماء اور عقلاء کے خیالات اور تحقیق سے بہی مدد لیکر مفید اور دلچسپ اور شیرین مضامین قوم و ملک کی تربیت و تہذیب کے لئے لکہینگے -

یہہ جس قدر فوائد اخبارون اور رسالون کے بیان کئے گئے ہین ان ہین سے اکثر اوسی علامہ فاضل مشہور زمان مدبر دوران کے ہین کہ جس کے فاضلانہ شہرت کا آفتاب نصف النہار تک پہونچ گیا تہا اور جو علوم قدیمہ اور جدیدہ کا عالم متبحر اور پولیٹکل اکانومی سے بخوبی ماہر تہا اور جس پر اس وقت علماء یورپ بہی فخر و ناز کر رہے ہین جو بہشتی - فارسی - عربی - ترکی - فرانسیسی - انگریزی - روسی - زبانون کا عالم اور افغانستان - عرب - مصر - شام - روم - فرانس - انگلستان - جرمن - روس - ہند - وہندستان کا مشہور و معروف سیاح تخت کابل کا وزیر - مصر کے مشہور دار العلوم جامع ازہر کا پروفیسر - ٹرکی کا نائب وزیر تعلیمات بہی مختلف وقتون مین رہچکا ہے - لہذا اوس کی واقفیت اور تجربہ کاری حکیمانہ تحقیق و کمال مدبرانہ عقل و قوت

پر نظر رکھہ کر بلا تکلف یہ حکم دیتا پڑتا ہے کہ ایسے محترم بزرگ کی رائے کی پیروی اور تتبع ہر طبقے اور خیال کے لوگون پر واجب اور لازم ہے جس کا نام ملا سید جمال الدین الحسنی الافغانی المصری فیلسوف زمان ریفارمر دوران تھا۔

اخبارون اور رسالون کے فوائد اور اغراض تو بیان کئے گئے ہین مگر اب یہہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اخبارون وغیرہ کی نمایش کے فوائد بیان کئے جاوین جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے اپنے ایک مضمون مین بیان کیا ہوا ہے کہ نمایش بھی میلون کی اقسام ثلاثہ سے ایک قسم کا نام ہے جس کے اغراض اور مقاصد صرف ملکی یا تمدنی ترقی اور بہبودی اور صنعت وحرفت مین کمال پیدا کرنے کے ہوتے ہین۔ چنانچہ نمایش انگلینڈ اور نمایش چکاگو اور نمایش پیرس اور نمایش جاپان جو آیندہ ہوگی) اور نمایش شملہ وغیرہ۔

ان سب نمایشون مین ہر ایک ملک کی عمدہ اور قیمتی صنعت وحرفت کی چیزین مہیا کی جاتی ہین جن سے ایک دوسرے ملک کے کاریگرون اور صناعون کو ایک دوسرے کی کاریگریون اور صنعتون کو دیکھہ دیکھہ کر اپنے اپنے ملک مین ویسی ویسی صنعتین اور کاریگرین بنانے اور پیدا کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ملک ایک تھوڑی ہی عرصہ مین بہت بڑی کامیابی اور ترقی کا مستحق ہو جاتا ہے یہہ مقولہ بالکل یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "جس ملک مین نمایشین یا ملکی میلے نہون گے وہ ملک کبھی ترقی نہین کر سکے گا۔" کیونکہ عام لوگون اور جاہلون اور متوسط درجہ کی قومون کی تحریک وترغیب دینے کا ایک یہی بڑا بھاری ذریعہ اور سبیل ہے جس کی وجہ سے نکمے اور بے کار کام والے اور عدیم الفرصت۔ سست اور کاہل چالاک اور چست۔ جاہل اور غبی عالم اور ذہین۔ مفلس اور تنگدست متمول اور مال دار ہو جاتے ہین۔

نمایش سے ملک اور قوم کو دو قسم کے بڑے بھاری فواید حاصل

ہوتے ہین - پہلا جو کاریگر اور صناع نمایش مین اشیاء اور سامان طیار کرکے لاتے ہین اونکا ملک اور قوم کی نگاہون مین (اون کی ساختہ اشیا کی عمدگی اور خوب صورتی کی وجہ سے) عزت اور قدر ہوتی ہے اور آیندہ کو اون کی بنی ہوئی چیزین نہایت عزیز اور گران بہا ہوتی ہین اور وہ کاریگر) اون کی چیزوں کی) عمدگی کی طفیل فواید کثیر اور منافع عظیم اوٹھاتے ہین اور ہمیشہ اپنے ہمجنسون مین باعث فخر اور ناز تصور کئے جاتے ہین اور رجال جانتے ہین اون کی شہرت اور ناموری کی وجہ سے بہت عزت اور قدر ہوتی ہے

دوسرا جس ملک مین نمایش ہوتی ہے اوس ملک کے لوگون کو اوس کی نمایش دیکھنے سے ایک اس قسم کی تحریک اور ترغیب پیدا ہوتی ہے کہ غیر ملک کے لوگ فواید کثیر اوٹھاوین اور ہم منہہ دیکھتے رہ جاوین جس کی وجہ سے غیرت ملکی اور قومی اون کو یہان تک اوبھارتی ہے کہ وہی لوگ جو کسی وقت مین بالکل نکمے اور سست اور جاہل اور مفلس اور غبی تھے کچھ مدت کے بعد کام والے چالاک عالم متمول اور ذہین ہوجاتے ہین اور پھر جب وہان (اوسی ملک مین) نمایش کی جاتی ہے تو اس کے بجائے کہ دوسرے ملکون اور شہرون سے نمایش کے واسطے مختلف چیزین اور سامان آوین اوسی ملک (جس مین کہ پہلے نمایش ہوئی تھی اور اب بھی ہو رہی ہے) کی بنی ہوئی چیزین رکھی جاتی ہین اور جس وقت ان چیزون کی (جو نمایش مین رکھی گئی ہین) تعداد پہلی نمایش کے برابر ہوجاوے اور عمدگی اور صفائی اور خوبصورتی اور پایداری مین بھی مقابلہ کرسکین تو وہ ملک کافی طور پر ترقی کیا ہوا یا رو بترقی گنا جاتا ہے - اور جس نمایش مین پہلے سے زیادہ عمدہ سامان فراہم ہوجاوے اور یہہ سب بنا ہوا بھی اسی ملک کا ہو تو اوس ملک کو بہت اعلے درجہ کی ترقی کیا ہوا ملک کہتے ہین - اور جس نمایش مین اول سے کم چیزین رکھی جاوین اور وہ عمدہ بھی نہ ہون تو اوس کی حالت پست گنی جاتی ہے

عام قسم کی نمایشون اور ملکی یا تمدنی میلون کے فواید اور اغراض توطا بیان کئے گئے مگر اب خاص اخبارون رسالون اور میگزینون کی نمایش کے فوا[ید]

اور اغراض جتلا دینی چاہئیں ۔

جس طرح عام نمایشون مین مختلف ملکون اور شہرون کے کاریگرون اور
صناعون کی بنی ہوئی عمدہ عمدہ اشیا کے رکھنے سے عام لوگون مین ایک قسم کی تحریک و ترغیب
پیدا ہوتی ہے اور اون چیزون کے بنانے والے کی اون کی عمدگی کی بدولت عزت اور
قدر زیادہ ہوتی ہے اور لوگون کو اون چیزون کے خریدنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ
(کاریگر اور صناع) بھی دن بدن اپنی چیزون کی بناوٹ سجاوٹ اور ساخت مین ترقی
کرتے جاتے ہین اسی طرح ان اخبارون کی نمایش سے (جو ہر سال مختلف شہرون مین
ہوا کرے گی) ملک مین ان کے (اخبارون رسالون اور میگزینون) مطالعہ کا شوق پیدا ہوگا
اور اسی شوق کی بدولت اخبارون کی اشاعت مین روز بروز ترقی ہوتی جاوے گی اور
اسی ترقی اشاعت کی وجہ سے اخبارین بھی مفید عام بننے کی کوشش کرین گے اور اخبارونکے
مفید عام ہونے کی وجہ سے ملک مین ترقی اور بہتری کے سامان مہیا اور تیار ہونگے

لہذا یہہ نمایش ابکی دفعہ بوجہ قلت فرصت (یعنے صرف تین ماہ کا
عرصہ باقی ہے) صرف اردو ۔ فارسی ۔ عربی ۔ سندھی ۔ اخبارون اور رسالون اور میگزینون
کی جو ہندوستان کے حدود اربعہ کے اندر شایع ہوتے ہین یکم ماہ جنوری ۱۹۰۰ء عیسوی کو
شروع ہوکر اخیر ماہ مذکور تک حیدرآباد دکن مین کھلی رہے گی ۔

اس کے بعد ہندوستان بھر کی ساری زبانون کی اخبارون رسالون میگزینون
کی اور پھر دنیا بھر کے اخبارون وغیرہ کی مختلف بڑے بڑے شہرون مین ہوا کرے گی ۔

نمایش کے بعد ایک رپورٹ مرتب ہوا کرے گی جس مین ہر ایک اخبار
اور رسالہ اور میگزین پر اوس کی حسب حیثیت ریویو کئے جاوینگے اور جس سے اخبارونکی
اشاعت اور اون کے خریدارون اور دیکھنے اور پڑھنے والون کی تعداد معلوم ہوجاوے گی

ہمین کامل امید ہے کہ ہمارے اس مختصر آرٹیکل کو تمام اخبارون رسالون

اور میگزینون کے ایڈیٹر و پروپرایٹر ایک ایک دفعہ ضرور بالضرور اپنے اپنے اخبارون رسالون میگزینون مین شایع کرین گے اور اخیر دسمبر ۱۸۹۹ء تک ہمارے پاس ایک ایک کاپی روانہ کردین گے تاکہ وہ نمونہ کے طور پر نمایش مین رکھی جاوین۔

المرقوم ۲۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

اخبارون اور رسالون کا خیرخواہ منشی غلام رسول واحد منیجر نمایش اخبارات وغیرہ
حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنات کا وجود

اس رسالہ مین ہمارا مقصد یہہ ہے کہ جن وجان کا وجود قرآن مجید سے اور بدلائل عقلیہ ثابت کرین جن کی تعریف علماے اسلام یہہ بتاتے ہین۔

جسم ناری حساس متحرک بالارادۃ متشکل باشکال مختلفہ،

جسم آگ سے بنا ہوا۔ حس کرنے والا۔ بالارادہ حرکت کرنے والا۔ اور مختلف شکلین بدلنے والا قرآن مجید مین جن وجان کا لفظ مختلف معنون مین آیا ہے۔ کہین شیطان کے معنی مین کہین غیر مہذب وحشی انسان کے معنے مین اور کہین جسم ناری غیر انسان ما نحن فیہ کے معنے مین۔ غیر مہذب اور وحشی انسان کے معنے مین جو لفظ جن وجان قرآن شریف مین آیا ہے اوس سے وجود جن ما نحن فیہ نہین باطل ہوسکتا اور نہ یہہ ضرور ہے کہ ہر جگہ اسی معنے مین یہہ لفظ ہو کیونکہ ایک لفظ مختلف معنون مین آتا ہے جو بالکل ایک دوسرے کے ضد ہون چنانچہ اس کے ثبوت مین ہم دو تین دلیل قرآن سے پیش کرتے ہین۔

اول یسئلونك عن الروح - پوچھتے ہین تجھسے اے محمدؐ روح کی حقیقت
یہان روح سے مراد وہ شئے ہے جس سے انسان وحیوان کی حیات ہے - پھر دوسری
جگہ فرماتا ہے فارسلنا الیہا روحنا (سورہ مریم) پس بھیجا ہم نے مریم کے طرف اپنی رحمت
یا فرشتہ کو یہان روح سے مراد رحمت یا فرشتہ ہے -

دوسری یہہ کہ قرآن شریف مین اکثر ملک فرشتون (عقول مجردہ)
کے معنے مین آیا ہے جس کی جمع ملائکہ ہے لیکن کہین ملک کا اطلاق انسان پر بھی ہوا ہے
مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا گیا ہے ان ھذا الا ملك کریم
اور ظاہر ہے کہ یوسفؑ فرشتے نہین تھے اور اسی طرح سورہ بقر پارہ الم مین جہاں
فرمایا ہے وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت - بعض مفسرین نے ملکین سے
ملک شام کے دو مرد صالح مراد لیا ہے - پس معلوم ہوا کہ کتاب اللہ مین ملک کا اطلاق
کبھی عقول مجردہ پر اور کہین انسان پر بھی ہوا ہے لیکن اس سے یہہ نہین ہو سکتا کہ ان
دونون متضاد صنفون سے ایک ملک کا انکار ہی کر دین اور فقط انسان ہی پر ہر کہین
ملک کے معنی لیا کرین -

اسی طرح جن وجان بھی افراد انسانی کے معنی مین بھی کہین آیا ہے
اور غیر انسان مخلوق ناری کے معنی مین بھی آیا ہے -
واضح ہو کہ جن ماخوذ ہے اِجتِنَان سے اور اِجتِنَان کے معنی پوشیدہ
رہنے کے ہین چونکہ یہہ مخلوق ناری بہ سبب لطافت جسمیہ کے چشم انسان سے مخفی رہتی
ہے اس لئے اوس کو بھی جن کہتے ہین اور نیز یہی سبب ہے کہ دیوانہ کو مجنون کہتے ہین بوجہ
استتار عقل کے -

صحاح جوہری ودائرۃ المعارف (وتمام لغات) مین انس بمعنے انسان
لکھا ہے اور جن کو لکھا ہے -

الجن خلاف الانس سمیت بذلک لانها تخفی ولا تری جن
انسان کے خلاف ہے اور نام اس کا جن اس لئے ہوا کہ پوشیدہ رہتا ہے اور دکہائی نہین
دیتا صحاح جوہری مین انس اور نیز انس کے معنی جو یہ کہدئے ہین الحی المقیمون اس سے
یہہ کہنا نکلتا ہے (کما قال بعض الفضلاء) کہ انسان کے وہ قبیلے جو ملکر شہرون اور قصبات
مین رہتے ہین - یہہ تو نہین کہا ہے المقیمون فی المداین والقرے ہم کہتے ہین الحی
المقیمون فی الارض یعنے زمین پر رہنے والے -

پس جن جو خلاف انس ہے اوس کے معنی ہوئے الحی الغیر المقیمون
فی الارض یعنے وہ صنف جو زمین پر نہین رہتی - یعنی کرۂ ناری مین رہتی ہے -

جہان قرآن مجید مین جن و جان کے لفظ کا غیر مہذب انسان و شیطان
پر اطلاق ہوا ہے اون سے اس رسالہ مین بحث مقصود نہین ہے -

اب ہم اون آیات قرآنی کو پیش کرتے ہین جن سے وجود جن ما نحن فیہ
ثابت ہوتا ہے - پہلی آیت سورہ کہف مین ہے جہان خدا نے فرمایا ہے واذ
قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ
یعنے جب ملائکہ سے کہا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے
ابلیس کے جو جنات مین سے تھا -

کان من الجن کے یہہ معنی نہین ہو سکتے کہ ابلیس جن تھا کیون کہ من
تبعیض کے واسطے آتا ہے چنانچہ قرآن شریف مین صدہا مثالین اس کی ہین -

حضرت نوح کے بیٹے کو فرمایا ہے کان من المغرقین تھا غرق ہونے
والون مین سے یعنی بہت سے غرق ہونے والے تھے جن مین سے پسر نوح بھی ایک تھا
لفظ جن اسم جنس ہے جو جمع واحد دونون کے واسطے آتا ہے پس
من الجن کے یہہ معنی ہوئے کہ ابلیس منجملہ جنات کے ایک جن تھا -

اور ابلیس کی خلقت آگ سے ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے سورہ اعراف مین
بزبان ابلیس کہتا ہے خلقتنی من نار وخلقتہ من طین پیدا کیا تو نے مجکو آگ سے
اور آدم کو مٹی سے پس جنات بھی ناری مخلوق ٹھیری۔

دوسری آیت سورہ حجر مین جہان خدا نے فرمایا ہے۔ و
لقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون والجان خلقناہ من قبل من
نار السموم اور پیدا کیا ہم نے انسان کو سوکھی ہوئی سڑی مٹی سے اور جنات کو پیدا
کیا ہم نے آگ بغیر دہوئین سے۔

تیسری آیت سورہ رحمن مین جہان خدا نے فرمایا ہے
خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار ان دونون
آیتون سے ظاہر ہے کہ جن ایک مخلوق ہے جس کو اللہ تعالے نے قبل خلقت انسان کے
آگ سے پیدا کیا ہے۔

جان کو بعض نے جن کی جمع کہا ہے اور بعض کہتے ہین کہ جن وجان
دونون اسم جنس ہین جیسے انس وانسان۔

منکرین وجود جنات نار ہی کہتے ہین کہ ان دونون آیتون مین جن وجان سے
مراد وہی ابلیس ہے نہ اور کوئی دوسری مخلوق لیکن یہہ صریح البطلان ہے۔

اول اس وجہ سے کہ جان کو اسم جنس بھی مان لو تو بھی یہان ابلیس مراد
نہین ہوسکتا کیونکہ ابلیس کو اللہ نے فرمایا ہے کہ (من الجن) جنات مین سے تھا یہہ
نہین کہا کہ جن تھا جیسا کہ فرعون کو کہا "کان من العالین" یعنے متکبرین مین سے تھا
اس سے یہہ تو کوئی ذی عقل نہین سمجہہ سکتا کہ فرعون ہی ایک مغرور تھا کیونکہ من تبعیض
کے لئے آتا ہے اوس کو ضرور ہے کہ یا تو جمع پر داخل ہو یا اسم جنس پر جس سے جمع مراد ہو
اگر "من الجن" مین جن فرد واحد مراد لیا جائے تو من مہمل ہوا جاتا ہے۔

یہہ تو ویسا ہی ہوگا کہ کوئی کہے "میرے پاس زید آیا جو زیدین سے تھا"
اور ہمارے اس قول کی موید سید احمد خان کی یہہ تفسیر ہے جو انھوں نے
سورہ نمل کی آیت قال عفریت من الجن میں کی ہے کہ وحشی اور جنگلی لوگوں میں سے
ایک مضبوط وحشی نے کہا ہم اس وقت جن کے یہی معنے مان لیتے ہیں لیکن اس سے
اتنا تو ثابت ہوگیا کہ جن کو جمع کے معنی میں لیا ہے یعنے بہت سے وحشی تھے جن میں سے
ایک مضبوط نے کہا۔

ویساہی "الا ابلیس کان من الجن" کے معنی ہیں جس سے جن کا
ناری مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تیسری آیت سورہ اسری میں ہے جہان خدا نے فرمایا ہے
قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ
ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کہدے اے محمد اگر جمع ہوجاویں انسان اور
جنات اس بات پر کہ کوئی چیز اس قرآن کے مانند لاویں تو اوس کے مانند نہ لاسکیں گے
اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

اس جگہ منکرین وجود جنات انس کے معنی مہذب شہر کے رہنے والے
لیتے ہیں اور جن کے معنی غیر مہذب جنگل و پہاڑ کے رہنے والے۔
ہم کہتے ہیں کہ معنی ہرگز صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ شہر کے رہنے والے
مہذب لوگ عموماً تعلیم یافتہ ہوتے ہیں بخلاف جنگل اور پہاڑ کے وحشی و نامہذب لوگوں کے
جو عموماً و اکثر ناتعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور ناتعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے وحشی ہوتے ہیں
پس جبکہ تعلیم یافتہ قرآن کا جواب لانے سے قاصر ہیں تو جنگلی ناتعلیم یافتہ کیسے جواب لاسکیں گے
حالانکہ جن کو انس سے خاص کرکے بعد کو بیان کیا ہے قاقسم باللہ ان ھذا
القرآن ما لاہم بفئے قائلہ پر جن سے مطلب وہی مخلوق ناری ہے۔

چوتھی آیت سورہ نمل مین جہان خدا نے فرمایا ہے
وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر وھم یوزعون "سلیمان کا
لشکر جمع کیا گیا۔ جنات سے انس سے اور طیر سے اور وہ ترتیب سے کھڑے کئے جاتے تھے"
اگر طیر کے معنی گھوڑے ہی کے لئے جاوین توبھی صاف ظاہر اور قرین قیاس ہے کہ اللہ تعالے
نے تین متضاد اصناف کو لشکر سلیمان مین بیان فرمایا ہے یعنی جنات انسان وحیوان کو۔
یہان جن کے معنی پہاڑی آدمی ہرگز نہین ہو سکتے کیونکہ انس عام ہے
خواہ پہاڑی ہو یا غیر پہاڑی۔

پانچوین آیت سورۂ ہود مین خدا نے فرمایا ہے وتمت
کلمت ربك لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین "بھر دین گے ہم جہنم کو
جنات اور انسان سب سے"۔

چھٹوین آیت سورۂ سجدہ مین لاملئن جھنم من الجنۃ
والناس اجمعین

ساتوین آیت سورۂ ناس مین اللہ تعالے فرماتا ہے الذی
یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

ان تینون آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن غیر انسان ایک مخلوق
ہے کیونکہ ناس مین تمام انسان شہری ہون یا پہاڑی مہذب ہون یا وحشی سب شامل
ہین پھر جن کو علحدہ بیان کرنے سے کیا حاصل۔

منکرین وجود جنات اس کا یہہ جواب دیتے ہین کہ جن کو ناس سے
علحدہ بیان کرنے سے زیادہ تصریح وتوثیق حکم کی مقصود ہے جیسے کہ عام کو بیان
کرنے کے بعد خاص کو پھر بیان کرتے ہین۔
جیسے خدا نے فرمایا ہے من کان عدوا للہ وملئکتہ وجبریل

حالانکہ فرشتون مین جبرئیل ومیکائیل سب شامل تھے۔

ہم کہتے ہین کہ جن کو جو ناس سے خاص کر کے بیان فرمایا ہے لابدی دو وجہون مین سے کوئی وجہ ہوگی (۱) یا اس وجہ سے کہ جن افضل ہین تمام ناس سے جیسا کہ جبرئیل ومیکائیل کو بسبب اشرف ہونے تمام ملائکہ پر علیحدہ بیان فرمایا اسوجہ سے کہ جن سزا کے زیادہ مستحق ہون گے اور یہ دونون وجہین باطل ہین۔

پہلی وجہ تو ظاہر ہے کہ غیر مہذب۔ پہاڑی اور وحشی انسان مہذب اور شہری انسان سے ہرگز زیادہ افضل نہین ہین۔

دوسری وجہ اس لئے باطل ہے کہ پہاڑی اور وحشی لوگ عموماً جاہل اور علم سے بے بہرہ ہوتے ہین جیسا کہ ہم آگے بیان کر چکے ہین اور مہذب عموماً تعلیم یافتہ ہوتے ہین۔

پس تعلیم یافتہ جانتا بوجھتا گنہگار زیادہ سزا کا مستحق ہے نہ کہ جاہل اور نہ جاننے والا پھر خاص کرنے کی کیا وجہ

ان آیات سے ظاہر ہو گیا کہ جنات علاوہ انسان خاکی بنیان کے ایک ناری مخلوق ہے جو بسبب لطافت جسمیہ کے ہم کو نظر نہین آتی۔

خدا سمجھے اون لوگون سے جو ایسے صاف نصوص آیات ربانی کو چھوڑ کر بتولائی نصارے بیجا تاویلات کرتے ہین اور کلام الٰہی کے تحریف معنوی۔

فالحق ان المنکرین للجن لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا لعل اللہ یھدیھم الی الحق والھدایۃ امر من لدیہ وکل امر یرجع الیہ۔

عقلی دلیل ہم دیکھتے ہین کہ اللہ تبارک وتعالے نے عنصر آب مین ایک مخلوق ایسا پیدا کیا ہے (مثلاً مچھلی وغیرہ) جو اوسی سے وابستہ ہے اور جو

اوس عنصر خاص سے علیحدہ ہو کر تھوڑی دیر سے زیادہ زندہ نہین رہ سکتا ۔
اسی طرح عنصر خاک مین ایک مخلوق ہے جو اس کرہ سے آگے بڑھکر زندہ نہین رہ سکتا جیسے انسان وغیرہ ۔
پس عقل اس بات کو تجویز کرتی ہے کہ کرۂ آتش مین بھی ایک ایسی مخلوق ہو جو اوسی سے بنی ہو جیسا کہ کرۂ خاک پر بھی ہم سمندر کو دیکھتے ہین جو آگ کا کیڑا ہے ۔

باقی رہا شکل کا بدلنا سو وہ بھی عقلی دلیل سے ثابت ہے ۔
مشاہدات سے ثابت ہے کہ یہہ چھوٹے چھوٹے کیڑے اپنی صورت بدلکر دوسری صورت مین آجاتے ہین ۔
چنانچہ کملا جو ایک سیاہ روئین دار کیڑا اکثر موسم برسات مین زیادہ ہوتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنے کو ایک پتی مین لپیٹتا ہے یہانتک کہ خود اوس کے اندر رہوجاتا ہے اور دو تین دن کے بعد ایک پتنگا (تتلی) ہوکر اڑجاتا ہے اور یہہ ہر شخص تجربہ کرسکتا ہے کملا کوئی نایاب کیڑا نہین ہے ۔
پس جنات مین بھی اگر یہہ طاقت شکل بدلنے کی خدا نے دی ہو تو کیا تعجب اور دور از عقل بات ہے ۔

باقی رہا یہہ امر کہ یہہ کیڑے مکوڑے پھر اپنی اصلی صورت پر نہین آتے اور جنات اصلی صورت پر بھی آسکتے ہین کچھہ بوالعجبی نہین ہے کیونکہ جنات ان کیڑو سے بہت زیادہ لطیف اور اشرف ہین پس بسبب اس شرافت و لطافت کے اگر اون مین اصلی صورت مین آنے کی بھی قدرت ہو تو خلاف عقل نہین ہے ۔
معہذا یہہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہہ کیڑے دوسری صورت بدل کر پھر صورت اصلی مین نہین آسکتے ممکن ہے کہ جس طرح صورت اولے سے صورت آخری

یہ صورت آخری سے صورت اولے مین آجائین -

اور جب جنات کا مخلوق جاندار ہونا ثابت ہوا تو متحرک بالارادہ بھی اوسکے ساتھہ خود ثابت ہوگیا اور جب جاندار ہے تو حساس بھی اوسی کے ساتھہ ہوا - ۱۲

پس جنات کی یہہ تعریف کہ وہ ایسا جسم ہے جو آگ سے بنا ہوا حس کرنیوالا ارادہ سے حرکت کرنے والا اور مختلف شکلین بدلنے والا ہے ثبوت کو پہونچ گئی - عبدالسلام

مراسلات نمبر (۱)

مراسلہ

کاکوری ضلع لکھنؤ محلہ مغلان ۹ رمضان المبارک

حضرت من - تسلیم - آپ سے رخصت ہوکر بخیر وطن پہونچ گیا - راستہ مین بجز اس کے کہ ایکروز اسٹیشن "منماڑ" پر بوجہ سختی قرنطینہ ٹھہرنا پڑا تہا اور کوئی واقعہ نہین پیش آیا -

مجھے حیدرآباد اور خاصتًا آپ کی صحبت مبارک کے چھوٹنے کا بہت افسوس ہوا اور ابھی تک باقی ہے -

یہان ابتک جن لوگون سے ملاقات ہوئی آپ ہی کے طرفدار پائے گئے - اگرچہ بعض پردہ کے خلاف ہین مگر اسکے ساتھہ ہی یہہ بھی کہتے ہین کہ یہہ پردہ خلاف شرع ہی اور عرب اور ٹرکی وغیرہ مین ایسا رواج بالکل نہین ہے اور وہان کی عورتین بہ نسبت ہندستانی عورتون کے زیادہ آزاد ہین - راقم محمد احتشام علی

مراسلہ نمبر

لکھنؤ - کٹرہ بزن بیگ خان ۲۹ دسمبر ۱۸۹۹ء پنجشنبہ

مخدومی - تسلیم - آپ سے رخصت ہوے مین خیریت کے ساتہہ لکھنؤ پہونچا - آپ کی سبجکٹ کے متعلق بڑے بڑے معرکے پیش آئے - اور اسوقت تک آرہے ہین - یہان بہی ایک محدود جماعت آپکی طرفدار ہے جسے میرا آنا غنیمت معلوم ہوا -

براہ عنایت معلم نسوان کے دو تین پرانے پرچہ ضرور عنایت فرمائے جن مین سے ایک تو وہ ہی جس مین آپ کا نہایت زبردست مضمون پردہ کے خلاف ہی دوسرا وہ جس مین یہہ مضمون ہے ... اور تیسرا وہ جس مین میرا لکچر انگلستان کی عورتون پر شایع ہوا ہے یہہ تینون پرچہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیے - آپ کا شکرگزار ہون کہ معلم نسوان پہونچ رہا ہے - آپ کا خادم - محمد عبدالحلیم - شرر

انجمن نعمانیہ لاہور کا سالانہ جلسہ

اس امر کو کمال مسرت سے شائع کرتے ہیں۔ کہ انجمن نعمانیہ لاہور کا بارھوان سالانہ جلسہ ۲۹-اور ۳۰- اور
بر ۱۸۹۹ء کو دجمعہ ہفتہ۔ اور اتوار کے دن بمقام لاہور بڑے تزک واحتشام سے منعقد ہوگا جس کے
ابھی سے دھوم دھام کی تیاریان ہو رہی ہین۔ اس انجمن کا مقصد خالص مذہبی ہے۔ پولیٹیکل معاملات
ہ سے اس کو کوئی سروکار نہین۔ اور سب سے بڑی خصوصیت اس انجمن کی یہ ہے کہ نہ صرف مختلف
ی فرقون کے متعلق بلکہ غیر مذاہب والون کے مقابل بھی اس کی پالیسی بالکل صلح پسندی کی ہے
ت پنجاب بلکہ ہندوستان کے دیگر حصون کے بڑے بڑے نامی علمار اور مشاہیر اور سپیکر اسکے سالانہ
مین شامل ہوتے ہین۔ اور اپنی فصیح و بلیغ تقریرون سے سامعین کو محفوظ فرماتے ہین۔ گذشتہ سالانہ
ہ کے موقع پر مولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی اور شمس العلمار مولوی ولی محمد صاحب
رھری۔ اور مولوی غلام محمد صاحب فاضل ہوشیارپوری۔ اور شہزادہ والا گوہر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ
ر۔ اور مولوی محمد فضل الدین صاحب پلیڈر چیف کورٹ پنجاب اور مولوی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب
یف کورٹ پنجاب۔ اور مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم۔ او۔ ایل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور
ولوی شیخ محمد انعام علی صاحب بی۔ اے۔ سی۔ ایس سشن جج۔ اور دیگر اصحاب کی تقریرون
اسے نامدار منشی محمد شمس الدین صاحب شائق مالک شمس الہند پریس لاہور۔ اور منشی احمد حسین
صاحب بی۔ اے۔ اور بالخصوص سید ناظر حسین خان صاحب ناظم وغیرہ صاحبان کی نظمون نے
ان باندھا تھا وہ ابھی تک ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔ اور اس دفعہ علاوہ صاحبان موصوف
ہندوستان کے اور بہت سے مشاہیر کیطرف سے تشریف آوری کے وعدے ہین۔ غرضکہ یہ
اپنی وضع کا بالکل نرالا اور بے نظیر ہوتا ہے۔ او لٹہ اسلام کے ماننے والے مسلمان اس انجمن پر
ور فریفتہ ہین۔ عالیجناب لفٹنٹ کرنل سردار بہادر راجہ محمد عطا اللہ خان صاحب رئیس اعظم پنجاب
جلسہ کے میر مجلس تھے۔ او راس دفعہ بھی وہی صدر نشین ہون گے جلسہ کی غرض محض تبلیغ احکام
در تحریص و تشویق علوم دین، بتائی گئی ہے اور جو صاحب اس جلسے مین کوئی مضمون یا نظم پیش کرنا

چاہین۔ اُنکے لئے ضروری ہے کہ وہ ممبر بنے پہلے پہلے۔ مولوی تاج الدین احمد صاحب تاجر چیف کورٹ پنجاب وسکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور کے ساتھ خط وکتابت کرین"

مسلم نسوان - اس مذہبی انجمن کی یہ غایت نہایت ہی اطمینان بخش اور قابل تعریف ہے کہ وہ مسلمانوں سے مذہبی تعصب دور کرانے کی کوشش کرے گی جو انکا اصلی باعث زوال ہے جو اُن کی ترقیون مین ایک فولادی پہاڑ کی طرح سد راہ ہے۔ پُرانی طرز تعلیم مذہبی مین سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس سے انسان مین تعصب مذہبی پیدا ہو جاتا ہے جو اتحاد اقوام اور وسعت تمدن کا ایک قوی دشمن ہے۔ ہمارے نزدیک وہ اصول مذہبی جو عام انسانی ہمدردی کا سبق سکھاتے ہین واقعی عام اشاعت کے لایق ہین۔ اور جن مسائل سے دوسری قومون سے نفرت پیدا ہوتی ہے وہ قابل اصلاح ہین۔ کیونکہ مذہب کی غایت ہمدردی انسانی ہونی چاہئے نہ کہ عداوت اور خون ریزی - ایڈیٹر

فردوس برین

مشہور ناول مصنف مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر نے یون تو بہت سے ناول لکھے ہین جو قدردانون کے ہاتھون مین ہین۔ اور ہر جگہ خاصۃً اسلامی مجمعون مین نہایت دلچسپی و جوش کے ساتھ پڑھے جاتے ہین۔ مگر اکثر بلکہ تقریباً تمام محققین کو اتفاق ہے کہ اس سے بہتر اور پسندیدہ کوئی ناول اسوقت تک اردو زبان مین نہین شایع ہوا تھا۔ اور نہ خود مولانا کے موقع قلم کا اس سے زیادہ مکمل نمونہ شائقون کی نظر سے گذرا تھا۔ جو لوگ انگریزی مذاق رکھتے ہین اور جادو بیانان مغرب کے ناول اصلی زبان مین دیکھ چکے ہین انمین سے بھی اکثرون کی یہ رائے کہ اردو کے سارے خزانے مین یہی ایک ناول ہے جو انگریزی کے مسلم مستند ناولون مین جگہ پانے کا مستحق ہے اور لطف یہ کہ بالکل تاریخی۔ باطنیہ اور اسماعیلیہ فرقہ کے حالات انکی سلطنت کی تاریخ کو اس خوبصورتی سے قصہ کا لباس پہنایا گیا ہے کہ اس سے زیادہ لطف کے ساتھ کبھی تاریخ بیان ہی نہین کیجا سکتی -

قدردانون کو بہت جلد متوجہ ہونا چاہیے۔ درخواستین اس کثرت سے آئی ہین کہ غالباً پہلا ایڈیشن بہت تھوڑے زمانہ مین ختم ہو جائیگا۔ تھوڑی سستی کے نتیجے مین پھر بہت دنون تک دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ قیمت ... علاوہ محصول

المشتہر محمد نثار حسین ... مہتمم ...

معلم نسوان

جلد ۱۳ | ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ ہجری | نمبر ۶

فہرست مضامین

مطبوعہ مطبع معلم شفیق واقع گوشہ محل حیدرآباد دکن

معلم نسوان

۱ یہ رسالہ ہر قمری ماہ میں ایکبار شایع ہوتا ہے

۲۔ اس کا موضوع عورت کے ہر ایک پہلو وجواب سے بحث کرنا ہے۔

۳۔ اس کا حجم (۴۸) صفحہ کا ہے اور سالانہ قیمت پیشگی عام خریداروں سے معہ محصول ڈاک چار روپے [illegible]

اور عورتوں سے دو روپے ہیں۔

۴۔ نمونہ کا پرچہ مفت دیا جاتا ہے۔

۵۔ علاوہ ان مضامین کے کہ جو عورتوں سے متعلق ہونگے وقتاً فوقتاً علوم جدیدہ۔ تاریخی اور علمی مضامین بھی

ایڈیٹوریل اور بہرہ مراسلات میں شایع ہوتے رہیں گے۔

۶۔ عام طور سے یہ رسالہ ہندوستان کے تمام کتاب خانوں مدارس نسوان اور مجالس قومی کو صرف اخراجات ڈاک

کے وصول ہونے پر مفت دیا جاوے گا

۷۔ گذشتہ جلدیں جو دراصل عورتوں کا ایک نہایت ہی قیمتی سا کلو پیڈیا یعنی مخزن معلومات ہیں بحساب [illegible]

فی جلد جسکے ۵۰۰ صفحہ ہیں معہ محصول ڈاک فروخت کی جاتی ہیں۔ المشتہر خادم نسوان محب حسین ایڈیٹر

دربار اکبری

یہ نادر کتاب جس کو شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مصنف آب حیات نے تصنیف فرمایا ہے

دربار اکبری کی ایک سچی تصویر ہے شہنشاہ اکبر کے زمانے کے علماء و فضلاء شعراء وغیرہ سب اس

میں حاضر کئے گئے ہیں۔ واقعی یہ کتاب قابل دید ہے۔ جن صاحب کو اسکی خریداری منظور ہو وہ مہتمم صاحب کتب

خانہ آصفیہ متصل شاپ عابد سے چار روپے سکہ عالی بھیجکر طلب فرمالیں۔

معلم النسوان

مولفہ

خادم الملک محب حسین عفی عنہ

جلد (۱۴)　　بابت جمادی الثانی ۱۳۱۷ ھ ہجری　　نمبر (۶)

زمین ہی زمین سے ہر چیز پیدا ہوتی اور پھر اُسی کے اندر

چلی جاتی ہے وہ ذرا بھی نہ گھٹتی اور نہ بڑھتی سے ہے ؎

سبزہ کو اُگاتی ہے ثمر لاتی ہے　　ہر گل کو تہ خاک دبا آتی ہے ؎

یہ مادر گیتی بھی عجب ڈائن ہے　　جنتی بھی ہے اور آپ ہی کہا جاتی ہے

حیدرآباد دکن میں تو عموماً اور بعض دیگر ہند و قومیں اپنے مُردوں کو بڑی

دہوم دہام سے لے جاتے ہیں انکے سامنے مرلیاں بجتی ہیں اور اُسکو اچہا سمجھتے ہیں

مردے کو تہہ خاک جو دفناتے ہیں　　گرتے ہیں خوشی پہنتے ہیں اور کہاتے ہیں

یہ ڈہیٹ بھی کیا موت کو سمجھے ہیں حیات　　لاشے کو بڑی دہوم سے لیجاتے ہیں

غزل

مسلمان جنس نسواں کو تو اب پردا سمجھتے ہیں　　پڑیں پتھر سمجھ پر قید کو اچھا سمجھتے ہیں

چھپائیں عورتیں زینت یہی قرآن میں آیا ہے　　یہ سیدہے مسئلہ کو بھی مگر الٹا سمجھتے ہیں

نظم

نظر نیچی رکھیں یہ حکم رب ہی مرد و عورت کو — مگر غض نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہین
نہیں ہین وجہ اور کفین داخل ستر عورت مین — مگر ان کو بھی یہ پوشیدنی اعضا سمجھتے ہین
سمجھتے ہند کے نادان ہین فرض عین یہ پردا — مگر اس حبس کو تو ظلم سب دانا سمجھتے ہین
یہ رکن حج کعبہ ہے کہ کھولین عورتین چہرے — خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہین
اماء اللہ کو مسجد سے روکین کیا قیامت ہے — خدا کے گھر مین بھی آنے کو نازیبا سمجھتے ہین
سمجھتے عورتون کو ہین مقابت تاج سر اپنا — مگر اتوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہین
نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے کوئی سمجھائے کیا انکو — مسلمان دوستون کو بھی تو اب اعدا سمجھتے ہین
ہی توحید سے غیرون کو پوجین اور کرین سجدے — ہم اس اسلام سے واللہ کفر اچھا سمجھتے ہین
سمجھکر فرض جو کرتا ہے اپنی قوم کی خدمت — اسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہین

کوئی سمجھے محب ان عورتون کو عقل مین ناقص
مگر ہم تو انہین مردون سے بھی دانا سمجھتے ہین

ہندوستان کیون مفلس ہوتا جاتا ہے

اخبار ملک گزٹ نے افلاس ہند کے جو اسباب لکھے ہین وہ ذیل مین درج کئے جاتے ہین۔ واقعی اہل ہند کے افلاس کے اصلی سبب ان کی کاہلی اور فضول خرچی ہے۔ بیہودہ رسمون مین تو یہ لاکھون روپے خرچ کر دیتے ہین۔ مگر قومی کامون مین ایک پیسہ صرف نہین کرتے۔ عارضی تعریف اور تھوڑی دیر کی واہ واہ کے بدلے ہندوستانی اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہین۔ کفایت شعار سے کفایت شعار اور دانا سے دانا والدین اپنے بچون کی شادیون پر بیجا مصارف کرنے کے عارضے مین مبتلا پائے جاتے ہین۔ ہزارون میل طے کر کے اور لاکھون کروڑون خرچ کر کے خاص خاص مقامات اور میلون پر جمع ہوتے ہین جہان کہ اُن کی فضولیات پر ہزارون لاکھون انسان سستی مین عمرین بسر کرتے ہین اور ہندوستان کے سر پر فضول بوجھ سے کم نہین۔ محنت کرنا وہ نہین جانتے۔ کوئی

بھلا کام کرنا پڑے تو انہین موت دکھائی دیتی ہے ۔ غیر مفید سفر مین روپیہ برباد کرنے انگریزون کے ناچ براتیون کو دکھلانے ۔ شراب مین لنڈھانے ۔ نکمی رسمون پر ہزارون لٹانے سے بس ملک کے باشندون کو دریغ نہ ہو ۔ اگر وہ اپنی مفلسی کا رونا روئین تو انکی نالہ و بکا پر واقعی ہنسنے کو جی چاہتا ہے ۔ بنگال کے کئی کلین برہمن محض اپنی خاندانی شرافت پر بیسیون عورتون کی زندگی تلخ کرگذرتے ہین ۔ اور زندگی تلخ کرنے کے معاوضہ مین امیرانہ حیثیت سے بسر کرتے ہین ۔ ایک ایک کلین برہمن کئی کئی عورتون سے شادی کرلیتا ہے ۔ ہر ایک شادی سے آسے معقول رقم ہاتھ آتی ہے جو وہ ہر قسم کی خرابیون مین صرف کرتا ہے ۔ اور بیاہنے والی کی کبھی خبر ہی نہین لیتا ۔ ہندوستانیون کی ایک بڑی تعداد کاہل الوجودی مین پڑی کاٹ رہی ہے اور اگر ہندوستانیون مین سوچ کا مادہ موجود ہے ۔ تو یہ امراض بدوا نخ ہونے مین کوئی وقت نہ ہو گی ۔ کیہی سست وجود اور کاہل گروہ جو بلا محنت اور بغیر مشقت ملک کے سر پر ڈنڈ پیل رہے ہین ۔ ہندوستان کے افلاس کا پہلا باعث ہین ۔

(۲) ۔ ایک بہاری گروہ گورنمنٹ کی کارروائیون پر نکتہ چینی کرنے کو اٹھہ کھڑا ہوا ہے ۔ اہل ملک کے لئے یہ ضروری کام نہ تھا ۔ ہندوستان کا شتکارون کے سر پر ہے ۔ لیکن بہ افسوس سے دیکھا جاتا ہے ۔ کہ زمیندارون کی حالت مین اصلاح کرنے کے لئے کسی طرف سے کوئی تحریک نہین ہوئی آج سے ہزار سال پہلے کاشتکاری کے لئے جو اوزار استعمال کئے جاتے تھے ۔ وہی آجکل دیکھنے مین آتے ہین ۔ حالانکہ دنیا کی حالت بدل گئی ہے ۔ کسی دوسرے ملک کا کسان جو ایک دو صدیان پہلے چند پیسے یومیہ کما سکتا تھا ۔ اس وقت چار یا پانچ شلنگ روزانہ کا کماؤ ہے لیکن ہندوستانی دہقان کو لہو کے بیل کی طرح پھیر پھرا کر وہین ہین ۔ اور انہین کچھہ تلایا نہین گیا ۔

(۳) ۔ مفلسی مفلسی کی پکار ہے ۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسی مفلسی کے ہاتھون ہندوستانی تباہ ہوگئے ہین اور کچھہ کر نہین سکتے ۔ حالانکہ اس مفلسی اور گئی گذری حالت مین ہی ہندوستان ایک سال کے اندر کچھہ کا کچھہ بن سکتا ہے ۔ جو کچھہ سرادھون پر سال بسال ہندو خرچ کرتے ہین ۔ اگر وہ ایک سال کسی

خاص تحریک پر خرچ کردین ۔ تو کیا سے کیا ہو سکتا ہے ۔ اتنے کالج کہل جائین کہ ان کے بچے بلا فیس تعلیم حاصل کر سکین ۔ اور یہ جو کمی تعلیم کا رونا ہرگز نہ رہے ۔ آنے والی نسلین پچھلی نسلون کی یادگار رہین ۔ اگر آیندہ نسلونکا خیال نہ کیا ۔ تو بزرگون کا نام لیوا اور پانی دیوا کوئی نہ رہیگا مصیبت اور افلاس کو ہندوستانیون نے خود بڑہا لیا ہے ۔ یا یون ہی کہ انہین دور کرنے کا ان مین مادہ نہین ۔ اور انکے دور کرنے کی تدابیر اور تجاویز پر عمل نہین کر سکتے ۔ ہان اگر آتا ہے ۔ تو یہ کہ روئین اور چلائین ۔ تو ہم پرستی اور ناجایز مصارف مین گو ہندؤن کا نمبر بڑا ہوا ہے ۔ لیکن مسلمان بھی بیٹھے نہین ۔ مسلمان بھی وہ نہین کہ جو کبھی تھے ۔ خدا ان کے عزیزون کو سلامت رکھے !

زنان خانے

ہندوستان کے زنان خانے ایک نہایت نازک گفتگو خیال کیے جاتے ہین لیکن ٹیونس کا انتظام ہندوستان سے بھی سخت ہے ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ بات بوجہہ فرانسیسی قبضہ کے یا کسی اور سبب سے ہے کیونکہ ہندوستان مین کوئی ایسا زنان خانہ نہین ہے جہان کسی انگلش لیڈی کا پہونچنا ممکن نہ ہو مگر ٹیونس مین مالکان زنان خانہ نے سخت قیدین لگائی ہین لیکن مسز ہربرٹ دو ہین کوشش کر کے ایک زنانہ مکان ٹیونس مین داخل ہوئین اور انھون نے اسکی نسبت پیرس کے رسالہ مین نہایت دلچسپ آرٹکل تحریر کیا ہے وہ کہتی ہین کہ ٹیونس کے زنانہ مکانات کا انتظام مثل ہندوستان کے زنان خانون کے ہے ٹیونس کی پردہ نشین عورتین مثل عورات ہند کے اپنے خانگی کامون مین مصروف رہتی ہین لیکن ہندوستان کی عورتین وہ برتاو نہ کرینگی جو ٹیونس کی عورتون نے ایک موقع پر کیا تھا جبکہ ڈچز آف اڈنبرا وہان گئی تھین جب ڈچز زنان خانہ سے باہر نکلین تو انکے بال پریشان اور کپڑے بھی جا بجا مسکے ہوئے تھے ہر ایک عورت نے کنگھیان نکال نکال کر دیکھین کہ کیسی ہوتی ہین اور بال کیونکر بنتے ہین اور ان کے کپڑے کھینچ کھینچ کر دیکھے کہ مضبوط ہین یا نہین لیکن ڈچز کو وہانکی یہ کیفیت دیکھ کر تسکین ہوی ۔ انگلشمین ۲۷ ۔ نومبر

عام معلومات

ماخوذ از کتاب الفاروق مصنفہ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی

مردوں کی طرح عورتوں سے بھی بیعت لینا ضروری ہے

جب آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو آپ نے در کعبہ پر کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جو بعینہ تاریخوں میں منقول ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو ساتھ لیکر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ لوگ جوق جوق آتے تھے۔ اور بیعت کرتے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کے قریب لیکن کسیقدر نیچے بیٹھے تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی۔ تو حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ تم ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتوں نے انھیں کے ہاتھ پر آنحضرتؐ سے بیعت کی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں سے بھی بیعت لینا ضرور ہے یعنی بیعت دراصل ووٹ ہے جو عورتوں سے بھی لی جاتی تھی۔ سبحان اللہ۔ جو آزادی اور مرتبہ اسلام نے عورتوں کو دیا ہے۔ وہ اسوقت تک یوروپ کی عورتوں کو بھی نصیب نہیں۔ مدت سے یوروپ کی بعض لیڈیاں اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ انتخاب ارکان پارلیمنٹ کے وقت ان سے بھی ووٹ لیا جائے مگر اب تک اس کی اجازت باوجود اس قدر تہذیب و شائستگی کے انہیں نہیں دی گئی ہے حالانکہ تیرہ سو برس پہلے اسلام اپنی عورتوں کو یہہ آزادی دے چکا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عموماً مسلمانان ہند نے اپنی جہالت اور تعصب سے مذہب کی خوبیوں کو چھپا رکھا ہے اور وہ انھیں نہیں سمجھتے۔

ازدواج مطہرات

سنہ ۹ ہجری میں آنحضرتؐ نے ازواج مطہراتؓ سے ناراض ہو کر ان سے علٰحدگی اختیار فرمائی۔ اور چونکہ لوگوں کو آپ کے طرز عمل سے یہہ خیال پیدا ہوا تھا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی اس لئے سب کو نہایت رنج و افسوس تھا۔ تاہم کوئی شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں کچھہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے حاضر خدمت ہونا چاہا۔ لیکن بار بار اذن مانگنے پر بھی اجازت نہ ملی

آخر حضرت عمرؓ نے پکار کر دربان سے کہا کہ "شاید رسول اللہ کو یہہ گمان ہے کہ مین حفصہ (حضرت عمرؓ کی بیٹی اور رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ) کی سفارش کے لئے آیا ہون - خدا کی قسم اگر رسول اللہ حکم دین - تو مین جاکر حفصہ کی گردن ماردون" آنحضرتؐ نے فورا بلالیا - حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ "کیا آپ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے؟" آپ نے فرمایا کہ "نہین" حضرت عمرؓ نے کہا کہ "تمام مسلمان مسجد مین سوگوار بیٹھے ہین - آپ اجازت دین - تو ان کو یہہ مژدہ سنا آؤن" حضرت ام سلمہ نے انہین واقعات کے سلسلہ مین ایک موقع پر کہا کہ "عمرؓ! تم ہر چیز مین دخیل ہو گئے ہو - یہان تک کہ اب ازواج کے معاملات مین بھی دخل دینا چاہتے ہو"

ان واقعات سے بخوبی ثابت ہے کہ رسول اللہ اپنی ازواج پر بہت مہربانی فرماتی تھی اور گو بعض اوقات وہ آپ کو ناراض کر دیتی تھین - مگر پھر بھی آپ ان کے قصور سے درگذر کرتے تھے - اور اُن کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے - مگر حضرت عمرؓ عورتون پر سخت تھے - اور ازواج مطہرات کو یہہ بات ناگوار تھی یہہ سنت نبوی ہے کہ مرد اپنی بیوی کی کمال خاطر داری کرے - اس کے ساتھ کھانا کھائے اور بڑے حلم اور خوش خلقی سے ان کی نازبرداری اٹھائے - کیونکہ آنحضرتؐ عورتون کی بہت بڑی عزت کرتے تھے - ایام جاہلیت مین عموماً عرب کے لوگ عورتون کو بہت ذلیل سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ حیوانون کی طرح پیش آتے تھے - ان سب خراب عادتون کو رسول اللہ صلعم نے اپنے طرز عمل سے توڑا تھا - اور عورتون کو اعلیٰ مرتبہ عنایت فرمایا تھا -

ایک افسوسناک روایت | مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین کہ "جب بنو ہاشم حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے رکے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کرنے لگے - تو حضرت عمرؓ نے بزور اُن سے بیعت لینی چاہی - لیکن بنو ہاشم حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کے آگے سر جھکا نہین سکتے تھے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر مین روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہا کہ "یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہین - تاہم اگر آپ کے ہان لوگ اس طرح مجمع کرتے رہے - تو مین ان لوگون کو

وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا۔" اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہم کو نہیں معلوم ہو سکا۔ تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔"

پوران دخت شہنشاہ ایران | جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتح کے لئے لشکر بھیجا۔ تو اس وقت یہ عورت ملک ایران پر حکمران تھی۔ جس لیاقت اور خوبی سے اس نے سلطنت کی گذشتہ ابتریوں کو فرو کیا اور مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ کیا اس سے بخوبی ثابت ہے کہ عورت میں حکمرانی کی پوری قوت موجود ہے۔ چونکہ اہل ایران عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس لئے امرائے ملک ہمیشہ بغاوت پر مستعد رہتے تھے۔ اور اس کی حکومت کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ یہ یقینی خیال ایک عورت کس طرح دفعہ کر سکتی تھی جس کو اس زمانہ میں ملکہ معظمہ کی حکومت نے کافی طور سے دور کر دیا ہے۔ رستم پہلوان اسی شہنشاہ عورت کا ایک سپہ سالار تھا۔

جنگ میں خواتین اسلام کا شریک ہونا۔ | جنگ قادسیہ میں جو ماہ محرم ۱۴ھ ۶۳۵ء واقع ہوئی خواتین اسلام بھی موجود تھیں۔

اس لڑائی میں لشکر اسلام کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور بڑے رتبے کے صحابی تھے جبکہ وہ بالاخانے پر بیٹھے فوج کو لڑا رہے تھے۔ تو ان کی بی بی سلمی بھی ان کے برابر بیٹھی تھیں۔ ایرانیوں نے جب ہاتھیوں کو ریلا اور مسلمان پیچھے ہٹے۔ تو سعد غصے کے مارے بیتاب ہوئے جاتے تھے اور بار بار کروٹیں بدلتے تھے (کیونکہ وہ بیمار تھے) سلمی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار چلا اٹھیں کہ "افسوس آج مثنیٰ نہ ہوا۔" سعد نے ان کے منہ پر تھپیڑ مار کر کہا کہ "مثنیٰ ہوتا تو کیا کر لیتا۔" سلمی نے جواب دیا کہ "سبحان اللہ بزدلی کے ساتھ غیرت بھی۔" یہ اس بات پر طعن تھا کہ سعد خود لڑائی میں شریک نہ تھے۔

دوسرے دن سعد نے سب سے پہلے میدان جنگ سے مقتولوں کی لاشیں اٹھوا کر دفن کرائیں۔ اور جس قدر زخمی تھے ان کو مرہم پٹی کے لئے عورتوں کے حوالہ کیا۔

ان واقعات سے بخوبی ثابت ہے کہ معزز خواتین اسلام ہمیشہ لڑائیوں مین اپنے شوہرون کے ساتھ رہتی تھین اور ان کی جنگی تجویزون اور ملکی مشورون مین بھی دخیل تھین - عورتون کو یہ مرتبہ آج یوروپ مین حاصل نہین - علاوہ ازین زخمیون کی مرہم پٹی کا کام بھی عورتون کے سپرد تھا - یہہ مسلمان عورتون ہی کو فخر حاصل ہے کہ میدان جنگ مین وہ ڈاکٹرون کے فرایض انجام دیتی تھین حضرت اسما بنت ابوبکر نماید اول بھی اپنے خاوند زبیر کے ساتھ جنگ دمشق مین موجود تھین ہم کو سخت افسوس ہے کہ اس زمانہ مین مسلمانان ہند اپنی قوم کی تاریخ سے اس قدر ناواقف ہین کہ وہ عورتون کو باہر جانے تک کی اجازت نہین دیتے اور اس حبس دایمی پردے کو شعار اسلام خیال کرتے ہین - اس غلط فہمی کا کوئی علاج نہین -

جنگ یرموک مین مسلمان عورتون کی بہادری

جنگ یرموک کی سب سے بڑی خصوصیت یہہ ہے کہ عورتین بھی اس مین شریک تھین - اور نہایت بہادری سے لڑین - امیر معاویہ کی والدہ ھند جب حملہ کرتی ہوئی بڑہتی تھین - تو یہہ پکارتی تھین کہ "عضدوا الغلفان بسیوفکم" اسمعرکہ مین امیر معاویہ کی بہن جویریہ نے بڑی دلیری سے جنگ کی -

یرموک حضرت عمرؓ کے زمانہ مین فتح ہوا تھا اور اس لڑائی مین ایک ہزار صحابہ رسول اللہ موجود تھے - ہمین نہایت تعجب ہے کہ آج کل کے مسلمان کیون عورتون کے حبس دایمی پردے مین کیا کرتے ہین - جبکہ میدان جنگ مین ان کا اجنبی مردون سے لڑنا اور اپنی بہادری دکھانا جائز ہے - کیا خیرالقرون مین عورتین گھرون کی چاردیواری مین محبوس رکھی جاتی تھین - یا اپنے مردون کے ساتھ سفر حضر مین ہمیشہ دوش بدوش رہتی تھین ؟

مسلمان عورتون کی کمال شجاعت

جنگ یرموک کے ایک موقع پر جب مسلمان فوج بھاگی اور رومیون نے ان کا تعاقب کیا اور وہ مسلمانون کے خیمون تک پہنچ گئے - تو اس وقت یہہ حال دیکھ کر عورتون نے رومیون پر حملہ کیا اور ان کی پامردی نے عیسائیون کو آگے بڑہنے سے روک دیا -

سبحان اللہ ! اس وقت کی کیا بہادر عورتین تھین جنہون نے میدان جنگ مین

مردون کی عزت رکھہ لی اور شجاعت دی - اور آج وہی مسلمان عورتین جو اس حبس دائمی پردے کی وجہہ سے نہایت ہی کمزور اور بزدل ہین اور ان کی اس کمزوری اور بزدلی پر اس زمانہ کے نافہم مسلمان بڑا ہی فخر و ناز کرتے ہین **مصرعہ** برین عقل و دانش بباید گریست - اگر رسول اللہ کے وقت مین عورتون کا یہہ پردہ رایج ہوتا - تو مسلمان کبھی اس قدر وسیع ملکون کو فتح نکرتے - کیونکہ جب سے مسلمانون مین یہہ ناپاک پردے کی رسم جاری ہوئی ہے - تب سے ان مین جوہر شجاعت کم ہونے لگا ہے - کیونکہ عورت بمنزلہ درخت کے ہے اور مرد بمنزلہ پھل کے - جب درخت ہی خراب ہوگیا - تو پھل کیا خاک اچھے ہون گے - آج کل عورتین اپنے بچون مین شجاعت کی ترغیب کے عوض بزدلی کے بیج بوتی ہین اور انھین گھوارے ہی سے ڈرپوک بناتی ہین -

لڑائی مین عورتون کا مردون کو غیرت دلانا

اسی لڑائی مین جب ایک اور موقع پر مسلمان فوج کے قدم اکھڑے - اس وقت مسلمان عورتین خیمون سے نکل کر فوج کی پشت پر آکھڑی ہوئین اور چلا کر کہنے لگین کہ "میدان جنگ سے اگر قدم ہٹایا - تو پھر ہمارا منھہ دیکھنا" یہہ ہین عورتون کے کام میدان جنگ مین - راقم - خادم نسوان محب حسین - ایڈیٹر -

میان بی بی کا انتخاب

مولوی منور خان صاحب سیکنڈ ماسٹر مشن مڈل اسکول کاسگنج کا مضمون

آج کل ہر طرف سے یہی صدا آتی ہے کہ "شایستگی مین ترقی کرو" "شایستگی مین ترقی کرو" اور اب ہماری سوئی ہوئی قوم بھی جو کسی زمانہ مین ترقی کے میدان مین دنیا بھر کی قومون سے آگے تھی - دوسرون کے دیکھا دیکھی شایستگی کا دم بھرنے لگی ہے - لیکن یہہ ایک محض بے تکی ہانک ہے -

اب ہم یہہ دکھلانا چاہتے ہین کہ شایستگی ہے کیا چیز - لفظ سویلیزیشن جس کا ترجمہ عموماً

شائستگی یا تہذیب کہا جاتا ہے اور جس کے لئے ہماری عربی زبان میں لفظ تمدن ہے۔ وہ فطرت کی ایک پاکیزہ صورت کا نام ہے جس کا زیور انسانی زندگی کے تمام عمدہ لوازم ہیں۔ یہہ تعریف کسیقدر مشکل ہے اور ہم اس کو دوسرے سہل لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ سولیزیشن بقول سر سید احمد خان "بری باتوں کو اچھی باتوں سے بدل لینا ہے" جب ہم اس آخری بات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم سولیزیشن سے بالکل ناآشنا ہے شائستگی موجودہ زمانہ میں اسکو چھو بھی نہیں گئی۔ بلکہ شائستگی یا تہذیب جس کا ہماری نادان قوم کو دعوے یا ناز ہے وہ محض تصنع یار یاکاری ہے۔ اور میرے خیال سے ایسی تہذیب کو "نئی بدی تہذیب" کہنا بہت بجا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے دلوں میں کچھہ ہے تو زبانوں پر کچھہ ہے۔ اور نہ اونکے اقوال وخیالات میں تطابق ہے۔ کسی قوم کی تہذیب کا اندازہ کرنا چاہو تو سب سے زیادہ اُس کے خیالات وعادات پر غور کرو اور جانچو کہ وہ کس پیمانہ پر ہیں۔

قبل اس کے کہ میں اصل عنوان پر کچھہ لکھوں ایک مناسب بات اور بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہہ ہے کہ اسلام کو شخصی حکومت نے بہت نقصان پہنچایا۔ اور اس کی اصلی خوبصورتی کو اختراعات اور بدعتوں کے داغوں سے بدنما کردیا۔ شخصی رائے کو اوس میں بہت دخل رہا اور ایک ہی شخص کسی ایک بڑے اسلامی ملک کا محافظہ ہوتا رہا۔ عوام کی رائے کو اوس میں کبھی دخل نہیں ہوا اور جو خدا کے بندے کبھی اوس کی (اسلام کی) ہمدردی کو اوٹھے وہ باغی قرار دیئے گئے خدا وخدا کے رسول کے دشمن مانے گئے اور اون کا برا حال وبرا انجام ہوا۔ انہیں وجوہات سے اسلام دن بدن کمزور ہوتا گیا۔

ابتدا میں جب پیارا اسلام دنیا میں جلوہ گر ہوا تو اپنے ساتھہ بہت سی آسمانی نعمتیں اور برکتیں لایا تھا جن کے عطا کرنے میں اُس نے بڑی فیاضی دکھلائی۔ جن لوگوں نے اوس کی نعمتوں اور برکتوں کی قدر کی ان کا وہ ہمدم وہم قدم رہا۔ وہ اُن کے سچوں کا باندھا ہوگیا اور جدہر وہ اوس کو لے گئے چلا گیا۔ جب لوگوں نے اسکو اپنا مخدوم مانا وہ اُن کا سرپرست رہا۔ اور

برقی قوت کی طرح دنیا کے بہت سے ملکوں پر اوس کا تسلط ہوگیا۔ لیکن جب بوالہوسی نے ہمارا دامن پکڑا اور ہمارے جی اوس کی نعمتوں اور برکتوں سے بھر گئے تو وہ بھی ہم سے نا قدروں سے بیزار ہوکر کھنچنے لگا۔ ہم نے بھری تھالی میں لات ماری اور ہم کو من سلوا کھانا پڑا (طرح طرح کی مصیبتیں اوٹھانا پڑیں) جب ہمارے ہاتھوں سے "پاک اسلام" "مخلوط اسلام" ہوگیا تو ہماری زندگی کی خوشگواریاں تلخیوں سے بدل گئیں۔

فروعات کے دلدادہ کچھ ترقی نہیں کرسکتے۔ مگر اصول کے ماننے والے اون پر عمل کرنے والے پہاڑ ڈھا سکتے ہیں۔ اون کی رفتار، گفتار میں دلکشی اثر ہوتا ہے۔ وہ لاکھوں دلوں کو دو جملوں سے بدل دیتے ہیں بادشاہ لوگوں کی زبانوں پر حکومت کرتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں پر۔ ہمارے بڈھوں میں جو تہذیب ہے وہ کہنہ ہوچکی اور اس زمانہ کے واسطے موزوں نہیں۔ جس تہذیب کی ہم کو ضرورت ہے اوس کا ایک ادنےٰ جز ہمارے نوجوانوں میں پایا جاتا ہے۔ جس سے وہ ظاہرا "انیسویں صدی کے جنٹلمین" کہلائے جاسکتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کے دلوں کو ٹٹولو تو تہذیب سے بالکل بے بہرہ نکلیں گے۔ جس تہذیب سے ہماری مراد ہے وہ نہ کھانے پینے نہ لباس۔ نہ ایٹکیٹ۔ نہ دعوتوں۔ اور نہ جلسوں کی بلکہ سچے پاک اور بے لوث خیالات۔ پسندیدہ رفتار و گفتار۔ نیک چال چلن۔ اور قانون قدرت کی ضابطہ پوری کی جس کو مذہب بھی کہتے ہیں تہذیب ہے۔

شخصی رائے نے اسلام کو کم زور کیا اور عورتوں کے حقوق بالکل ملیامیٹ کردئے۔ گویا اون پر پانی پھیر دیا۔ ان بے زبانوں کو مویشی سمجھا۔ اور اون میں سے حقوق اور حق طلبی کا مادہ جبرًا نکال لیا۔ عورتوں کو غلام سمجھا اور بردہ فروشی کی یعنے جس کے ساتھ چاہا اونھیں کردیا اور جس کو چاہا اون کا ہاتھ پکڑا دیا۔ بیچاریاں نہ کچھ کہنے کی نہ سننے کی۔ جس طرح بے زبان کٹ پتلی تار کے سہارے نہ چلی جاتی اور ناچتی پھرتی ہے۔ عورتیں جس کو پکڑا دیا جائے اوس کی ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اون کو کوئی حق نہیں ہے کہ کچھ رائے دے سکیں اگر کسی نے کچھ کہا تو ننگ خاندان کہلائیں۔

...ں سے تو دختر کشی کی رسم بہتر تھی کیونکہ پیدا ہوتے ہی مرجانا بہتر تھا۔ نہ کہ تمام عمر کا جلاپا اور سہاگ کا بانصیب
...نا۔ بیاہ شادی کے بارہ مین عورتین تو عورتین جوان مردون کو بھی کچھ کہنے کا حق نہین رہا۔ اسی وجہ سے
...بہت سے گھرون مین خوشی عنقا نظر آتی ہے موجودہ انتخاب کیا ہے ”محض بلبل و زاغ“ کا ہم قفس ہونا ہے
جہان اسلام مین عورتون کی نسبت اوربا تون مین کم زوری پائی جاتی ہے بی بی کے
...تخاب مین بھی۔ پردہ کا حکم جو جہالت یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس قدر قوی اور محیط ہو گیا ہے
...وس کا اثر ایسے انتخاب پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ عوام الناس کو چھوڑ کر مین بڑے بڑے شریف
...ور تعلیم یافتہ خاندانون مین بھی یہ وباء عام پھیلی دیکھتا ہون چنانچہ مثال کے طور پر ایک خاندان کا
...اقع درج کرتا ہون۔ قصبۂ جائس ضلع رائے بریلی مین نجیب الطرفین سادات رہتے ہین جن کا مذہب امامیہ ہے
ایک خاندان مین ایک سید صاحب چند مرتبہ کربلائے معلّٰی کی زیارت کر آئے ہین۔ وہ بڑے
بھاری نامور مجتہد ہین۔ ان کے ایک بڑا لایق فایق اور ذی علم بیٹا ہے جس کی نسبت کنبہ یا آلیسر داری
مین ایک لڑکی سے ہوگئی۔ مجتہد صاحب مع اپنے بیٹے کے کربلائے معلّٰی تشریف لے گئے۔ اونکی
غیبت مین لڑکی کے چیچک نکلی۔ اوس کا چہرہ بالکل بدنما ہو گیا حتّٰے کہ ایک آنکھ جاتی رہی۔ مگر بیٹی والون
نے اس راز کو ایسا پردہ مین چھپایا کہ ہمسایہ اور کنبے والون کو کانون کان خبر نہ ہوئی۔ اس خیال سے کہ
کہین یہ بات عام ہو گئی تو لڑکی عمر بھر کنواری مین بیاہی جائے گی اور ہماری ناک کٹ جائے گی۔ بیٹے والے
کی مستورات بیٹی والون کے یہان آتی جاتی رہین مگر لڑکی کو دیکھنے کو نہ ملی۔ مجتہد صاحب بھی واپس
تشریف لائے اور نکاح بھی ہو گیا۔ دولہا شب عروس کو امید و اُمنگ بھرے دل سے راحت منزل
مین گیا۔ مگر اس کی امیدین مایوسی و افسوس مین مبدل ہو گئین جبکہ بجائے ایک حسین بی بی کے اوس کو
کریہ منظر اور یک چشم دولہن کی رونمائی ہوئی۔ اس وقت سے آج تک پانچ برس گذر گئے کہ دولہا
صاحب گھر مین بھی نہین جاتے۔ اسی طرح اور بہت سے مرد حسین یا صاحب تمیز یا خواندہ یا اپنے پسند کی
بی بی نہ پا کر جن کے ساتھ وہ شادی چاہتے تھے اوس کو نہ پا کر آوارہ اور بدچلن ہو جاتے ہین ورنہ لڑائی
جھگڑے تو میان بی بیون مین آئے دن پڑے رہتے ہین۔

اسی طرح بہت سے لڑکیاں نکھٹو میاں کے پالے پڑی ہین - کُف داری کا خیال بہت سی
لایق لڑکیون کو بد قسمت بنا دیتا ہے اور اسلام مین جو حکم آپس داری مین نکاح کرنے کا ہے اوسمین
مصلحت وقت بھی شامل تھی اور ہے - مگر سمجھنے مین غلط فہمی ہوئی - چونکہ عرب مین قبل ظہور اسلام تعداد
ازدواج اور نوعیت ازدواج معین نہ تھی پس رسول عربی نے کثیر الازدواجی کو روکنے کے لئے یہ
یہ حکم دیا - ہندوستان کے مسلمانون نے اس حکم کے نفس مطلب پر نظر ڈالنا اور اوس پر غور کرنا
چھوڑ دیا - صرف اوس کے ظاہرا معنی پر عمل کرکے "کُف داری" کا مسئلہ ایجاد کیا - اس کف داری کے
خیال نے چند صدیون کے استعمال اور عملدر آمد سے رایج ہوگیا اس مسئلہ مین نئی روح پھونکدی
اور دوسرے لوگون سے نکاح بند ہوگیا - بالآخر نتیجہ یہہ ہوا کہ اپنے ہی خاندان مین نکاح محدود
ہوگیا - ایک ہی خاندان مین ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہین - لڑکی نیک چلن ذی شعور حسین اور
سمجھدار ہے - لڑکا آوارہ چلن بے علم - بے ہنر اور کپوت ہے مگر اوس کو کسی دوسرے خاندان کے
نیک چلن - علمدار اور کماو پوت پر ترجیح دی جاتی ہے اور اس طرح لڑکی بد قسمت بنا دی جاتی ہے
ہا! یہہ کیا صریح ظلم ہے - اس سے بہتر یہہ ہو کہ اوس کو تہ تیغ کر دیا جائے یا اوس کو زہر
دیا جائے بہ نسبت اس کے کہ اس کو دیدہ و دانستہ بھاڑ مین جھونکتے ہین اور عمر بھر کے لئے اوس کی
جان وبال مین ڈالدیتے ہین -

اس مسئلہ نے دوسری طرح بھی مسلمانون کو نقصان پہنچایا - بہت سے امراض
پشتینی ہوتے ہین اور ایک ہی خاندان مین نکاح ہونے کی وجہ سے وہ اولاد مین اثر کر جاتے اور
نشو و نما پاجاتے ہین - جس سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے - اور مسلمانون کی نسلین یکے بعد دیگرے
کم زور ہوتی جاتی ہین - دوسرے یہہ کہ ایک ہی خاندان یا ایک ہی شہر یا ایک ہی فرقہ کے
لوگون کی آپس مین شادیان ہونے سے بھی نئی نسلون کی صحت کو نقصان پہونچتا رہتا ہے -
بہ نسبت اس کے کہ دوسرے خاندان - دوسرے شہر والون - دوسرے ہم مذہب فرقون سے
شادی کی جائے تو ایک خون کا اثر دوسرے خون مین ہوتا ہے جو نئی نسلون کی تندرستی

اور تمام قوائے کا خاص پالنے اور طاقت دینے والا ہے۔

اب معلوم ہوا کہ ہمارے ملک کے مسلمانوں میں علی العموم انتخاب میں غلطی اور
دھوکہ ہوتا ہے۔ مسلمان اس کمی کا قصوروار اور ملزم پردہ کو ٹھہراتے ہیں۔ لیکن پردہ موجودہ شکل کے
ساتھ اسلام میں جائز نہیں۔ پھر ایسی بات کو جس سے بہت سے نقصان ہوتے ہیں کیوں نہ دور کیا جاے۔

یوروپ میں انتخاب کا دستور ہے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ مگر چونکہ آزادی
اور آزادخیالی نے اوس کو حد اعتدال یا جائز حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے اون میں بھی
نقصان ہے۔ کیونکہ وہاں کورٹ شپ کا زمانہ مخرب و مضر اخلاق ہے جو خود انتخاب کے
دستور سے برا ہے۔ مگر یوروپ اس انتخاب کی بدولت بہت فائدہ اوٹھا رہا ہے۔ وہاں
گھر بستے ہیں اور یہاں اوجڑتے ہیں۔ وہاں انسانی زندگی کے مقاصد [illegible] ہوتے ہیں۔ یہاں
ہر دم جھینکنا رہتا ہے۔ وہاں حقیقی راحت و خوشی نظر آتی ہے [illegible] اور مفقود رہتے۔
(نوٹ ہندوستان میں پہلے سویمبر کی رسم تھی [illegible] اپنی بیٹی کی شادی کا اعلان
کیا کرتا تھا۔ اور جو لوگ خواہشمند ہوتے تھے دن مقررہ پر جمع ہوتے تھے۔ لڑکی ایک ہار اپنے
ہاتھ میں لیکر آتی تھی اور ایک شخص جماعت میں سے ایک ایک کے اوصاف بیان کرتا جاتا تھا۔
جس کو لڑکی پسند کرلیتی تھی اوس کے گلے میں ہار ڈال دیتی تھی۔ اور یہ نہ جدا ہونے والا جوڑا
ایک جان دو قالب بن کر رہتے تھے۔ یوروپ نے اسی رسم کی تقلید کی ہے مگر اوس پر کورٹ شپ
اور نیو پرس ڈبے وغیرہ کے جھگڑوں کے حاشیے چڑھا لئے ہیں)۔ اگر مسلمان ایسے
انتخاب سے فائدہ اوٹھائیں تو کیا بری بات ہے۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس انتخاب کا دستور کس طرح
رواج اور مقبولیت فائدہ کے ساتھ پاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لڑکے کو لڑکی اور لڑکی کو لڑکے کے
تمام حالات سے پوری آگاہی ہوجانا چاہیے۔ دوسرے اس کے وہ ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ تیسرے
یہ کہ ایک مدت تک اون دونوں کو نکاح کا انتظار کرنا پڑے تاکہ تعشق کا مزہ حاصل ہوجائے

جس کے بعد محبت کی رنگت اون کے دلون کو ہمیشہ تک ملا ہوا رکھے گی۔ اور ایک دوسرے کی قدر کرے گا۔ ایسے جوڑے کی عمر ہنستے کھیلتے کٹے گی چاہے کیسی ہی مصیبت پڑے ایک دوسرے کا امید دلانے۔ ہمت بندھانے والا اور ڈھال ہوگا۔

(نوٹ۔ نکاح کے وقت مرد و عورت دونون سے اقرار کرایا جاتا ہے کہ فلان شخص یا فلان عورت کو مین نکاح مین قبول کرتا یا کرتی ہون۔ اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو "انتخاب" کا مسئلہ بالکل حل ہوجاتا ہے اور قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے کہ اسلام مین انتخاب جائز ہے۔ اب اگر مسلمانون کے رسم و رواج کی طرف غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "اقرار" سچا اقرار نہین کرایا جاتا۔ بلکہ خلاف حکم شرعی عملدرآمد ہوتا ہے۔ اس اقرار سے صاف یہ بات نکلتی ہے کہ اقرار کرنے والا یا کرنے والی انتخاب کرتا ہے یا کرتی ہے)۔

پس ہمارا مطلب حاصل ہوگیا کہ انتخاب کا حکم اسلام مین موجود ہے اور یہی ہم دکھلانا چاہتے تھے۔ امید کہ اس رسم کو جو لازم۔ واجب بلکہ فرض ہے ہماری قوم مین رواج دیا جائےگا۔ خادم قوم۔ منور خان۔ از کاس گنج۔

سچی فیاضی

عورتین علی العموم ناقص العقل کہلاتی ہین اور ویسے بھی ہمارے ملک مین تعلیم نسوان کا رواج نہ ہونے کے باعث اس مقولہ کی تصدیق ہوتی ہے مگر تاہم آریہ ورت کی خاک ابھی اس قسم کی برگزیدہ خواتین کے قالب کا خمیر تیار کرنے مین بے اثر ثابت نہین ہوئی ہے جو نہ صرف عقل و فراست کے اعتبار سے اپنی ساتھ والیون مین ممتاز سمجھی جاتی ہین بلکہ جن کی رگون مین باوجود ناقص العقل فرقہ انات سے ہونے کے بھی قومی اور ملکی ہمدردی کا خون موجود پایا جاتا ہے چنانچہ ہم نے اطمینان کے ساتھ معلوم کرلیا کہ ایک فیاض بنگالی لیڈی نے اپنے متوفی شوہر بابو بہاری داس چٹرجی کی یادگار قایم کرنے کے لیے چار ہزار روپیہ گورنمنٹ مین اس غرض سے جمع کئے ہین کہ اوس کے سود سے محتاج طلبائے علم (جو بنیر کھوم گورنمنٹ

اسکولوں اور مدرسوں میں مثل اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں تو فضول ادا کر کے اونھیں تعلیم دلائی جائے
نیز ضلع کانپور کے موضع ... کی ایک معزز رئیس نے بھی اپنے انتقال سے قبل اپنی
تمام منقولہ و غیر منقولہ جائداد بذریعہ ایک وصیت نامہ کے اس لئے وقف کر دی کہ اس کی آمدنی سے
اس کے ساتھ پرورش ... اسکول اور مندر کی ... کیا جائے۔ درحقیقت ان دونوں
نیک اطوار بیبیوں کی یہ ہمت در خور ہزار آفرین ہے۔ روپیہ پیدا کرنا کم و بیش ہر کسی کو آتا ہے مگر اس کو
ایسے کاموں میں خرچ کرنا جس سے اپنی قوم یا ملک کو نفع پہونچے ... ایسے اہم نیک کام کر رہی ہیں
عورتیں تو عورتیں ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سے مردوں کو بھی ... نہیں آیا ہے۔ (انیس ہند)

دختر فروشی

میمن سنگھ سے دختر فروشی کے ایک عجیب مقدمہ کی خبر آئی ہے جس میں ملزم کو سشن جج کی عدالت سے
ایک سال چھ مہینے کی قید سخت کی سزا ہوئی۔ واقعات مقدمہ یہ ہیں کہ کرشنا لال جی نے پہلے اپنی
دختر سروجنی کی شادی سیتا ناتھ دے کے ساتھ کی اور اس سے سو روپیہ اینٹھے۔ چند روز بعد اسی لڑکی
کی شادی دوارکا ناتھ داس سے کی۔ اس پر کرشنا لال پر مقدمہ دائر ہوا جس نے عدالت کے سامنے
بیان کیا کہ سروجنی جس کی شادی سیتا ناتھ کے ساتھ ہوئی تھی وہ مر گئی۔ دوارکا ناتھ کے ساتھ
اوس کی دوسری لڑکی منسوب ہوئی ہے اور اس کا نام کدمبنی ہے۔ مگر اس کا کوئی کافی ثبوت
نہیں دے سکا۔ لہذا عدالت نے مجرم قرار دیا اور سزا دی۔

افسوس ہے کہ ہندوستان میں اکثر شادی بیاہ کے نام سے بے زبان لڑکیاں مثل جائداد منقولہ کے
بیچی جاتی ہیں اور ہماری سرکار کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ اگر کوئی قانون اس جرم کے انسداد کے لئے نافذ کیا جائے تو بیچاری
عورتوں پر بڑی مہربانی ہوگی۔ علاوہ ازیں تعلیم نسواں پر بھی بہت زیادہ زور دیا جائے۔ جس سے عورتوں میں
اپنے حقوق کی حفاظت کا خیال پیدا ہو۔ عموماً اہل ہند جو عورتوں کو تعلیم دلانا نہیں چاہتے تو اس میں ان کی
بہتری منشا یہی ہے کہ عورتیں ان کی لونڈیاں بنی رہیں۔

ایڈیٹر

اخبار نسوان

مدرسہ طالبات اور بورڈنگ ہاؤس | آگرہ میں عورتوں کے لئے مدرسہ طالبات اور بورڈنگ ہاؤس قائم کرنے کی تجویز ہے۔ اس مدرسہ مین اردو اور ہندی زبانین جاننے والی عورتین جنکی عمر ۱۶ برس سے کم اور ۳۰ سے زیادہ نہ ہوگی داخل ہوسکین گی۔ پڑھائی کی مدت چار سال رکھی گئی ہے۔ زنانہ بورڈنگ ہاؤس کا اہتمام ایک مسلمان منتظمہ اور ایک ہندو نائب منتظمہ کے سپرد ہوگا۔ ہر ایک زنانہ طالب علم سے اخراجات بورڈنگ و فیس آٹھ روپیہ ماہانہ لئے جائین گے درس کے لئے کتابین بھی اردو اور ہندی مین تیار کی گئی ہین۔

ملک کے لئے ایسی تجویزین بہت ہی مفید ہین۔ بورڈنگ سے مردونکو جو فوائد کثیر پہنچے ہین وہی عورتون کو بھی پہنچین گے۔ ان مین باہمی اتفاق پیدا ہوگا اور ملکے رہنے اور کام کرنے کی عادت پڑے گی۔ ہندوستان سے نااتفاقی اور اختلاف مذہب کے دور کرنیکی اس سے زیادہ کوئی مستحکم تدبیر نہین ہے کہ مختلف مذہب و ملت کی لڑکیان باہم مدارس مین تعلیم پائین اور بورڈنگ ہاؤس مین ملکر رہین۔ جب تک ہندوستان کی عورتون کا باہمی میل جول بڑھایا نہ جائیگا اس وقت تک ہندوستان مین اصلی اتفاق اور یکجہتی پیدا نہ ہوگی اور نہ تمام اہل ہند ایک قوم ہون گے۔ عورتون کو مادری زبان مین طب کی تعلیم ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر طبی معلومات کی عورتین اپنی اولاد کی عمدہ پرورش نہین کرسکتی ہین۔ اور نہ گھرون مین صفائی کا انتظام ہوسکتا ہے جسکی وجہ سے ہزارون بیماریان پیدا ہوتی ہین۔ پچھلی تحقیقات سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مادری زبان کے ذریعہ سے انسان باسانی علوم کو تھوڑی ہی وقت مین حاصل کرسکتا ہے۔ اگر حیدرآباد مین بھی عورتون کا ایک بورڈنگ ہاؤس قائم کردیا جائے۔ تو نہایت ہی مناسب ہے۔

سچی فیاضی | نواب بیگم صاحبہ والی مرشدآباد نے ایک ہزار روپیہ راج محل کے خیراتی شفاخانہ کو اور اسیقدر رقم ان غربا کی امداد کو دئے ہین جن کے مکان پچھلی جون کو آتشزدگی سے جل گئے تھے

واقعی مسلمان پردہ نشین عورتون مین بھی ہمدردی انسانی کا کافی مادہ موجود ہے۔ مگر بے تعلیمی اور پردہ نشینی کی بہت اس کا ابھار مشکل ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی مسلمان عورتین رفاہ قوم اور خیراتی کامون مین شاذ و نادر ہی حصہ لیتی ہین۔ چونکہ مصر مین ہندوستان کا سا کوئی جس دائمی پردہ نہین ہے۔ اسلئے وہان معزز خواتین ملک و قوم کی امداد کے لئے اپنی مضمون کی مجلس منعقد کرلیتی اور چندے جمع کرتی ہین اور غریبون اور بیکسون کی امداد مین بذات خود سرگرم ہوتی ہین۔ مگر باوجود اس سخت مزاحمت کے جو اس قابل نفرت پردے کی وجہ سے ہر ایک کام مین پائی جاتی ہے پردہ نشینان ہند کبھی کبھی فیاضی کے اعلیٰ نمونے دکھاتی ہین ہین۔ علیگڈہ مین عورتون نے چندے دئے۔ ندوۃ العلما کو پردہ نشین نے اپنی ایک جائداد عطا کی۔ مسلمانون کی تعلیم کے لئے بنگال مین کسی عورت نے تین لاکھ کی جائداد وقف کی غرض ہمدردی انسانی اس کو کہتے ہین | سنا جاتا ہے کہ لیڈی ڈفرن فنڈ کا سرمایہ (۲۲) لاکھ روپے تک پہنچ گیا ہے اور فی الحال لیڈی صاحبہ نے تقریباً پانچ ہزار روپیہ یورپ سے بطور چندہ جمع کرکے ہندوستان کو بھیجا ہے۔

لیڈی ڈفرن نے ہندوستان کی عورتون کی جو ہمدردی اور خدمت کی ہے وہ ابدالاباد تک قائم رہےگی۔ یہی وہ ہمدردی کی مثالین ہین جن سے اہل یورپ مہذب اور ہم وحشی کہے جانے کے لائق ہین۔ کیونکہ ہندوستان مین (۳۰) کروڑ نفوس ہین اور ان مین بہت کچھ امرا۔ نواب۔ راجے اور متمول اشخاص ہین۔ مگر ان مین ابھی تک سچی ہمدردی کا حس تک بھی پیدا نہین ہوا۔ وہ اپنا روپیہ مسجدون۔ مندرون وغیرہ مذہبی کامون کی تعمیر مین زیادہ صرف کرتے ہین جو محض اپنی خودغرضانہ خواہش یعنی یا تو جنت مین جانے یا دوزخ کی آگ سے بچنے سکے لئے بنائے جاتے ہین۔ مگر وہ ایسے کامون مین خوشی سے ایک کوڑی بھی صرف نہین کرتے جو ان کی قوم و ملک کو فائدہ پہنچائین۔ ہندوستان کے راجاؤن اور نوابون سنے لیڈی فنڈ مین جو روپیہ دیا ہے وہ غالباً گورنر جنرلون کی رورعایت تھی۔ نہ کہ عورتون

کی سچی ہمدردی جن کی نسبت وہ اپنے دلون مین اچھے خیالات نہین رکھتے ۔ حالانکہ عورتون ہی کے ہاتھہ مین ان کی فلاح وبہبود ہے ۔ ہمین امید ہے کہ آیندہ اس مبارک فنڈ کی تائید اہل ہند اپنے اوپر فرض سمجھینگے ۔

مسلمانون کی شامت اعمال مدبران ملک پر روشن ہے کہ ہندوستان مین جسقدر مسلمان تعلیم و تربیت ۔ تہذیب و شایستگی ۔ تمدن و معاشرت وغیرہ مین پست ہین اس قدر اور کوئی قوم نہین ہے ۔ ان کے ادبار کا پیالہ بھر چکا ہے اور اب فقط چھلکنا ہی باقی ہے ۔ ہزارون شریف خاندان تباہ اور برباد ہو چکے اور ان کی اولاد صاحب بہادرون کے بنگلون ۔ دفترون اور ہوٹلون کے کمرون مین خدمتگارون کی وردیان پہنے ہوئے نظر آتے ہین ۔ یا جھٹکے یا یکے ہانکتے اور ریلون پر قلی کا کام کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین اور جو بقیہ خاندان اس وقت موجود ہین وہ سب کے سب روبہ زوال ہین ۔ انہین کوئی وعظ و پند ۔ تحریر و تقریر چونکا نہین سکتی اور وہ اپنی شامت اعمال سے باز نہین آتے ۔ اس مہینے مین دو ایسے واقعے ہماری نظر سے گذرے ہین جن سے بخوبی ثابت ہے کہ اب قوم اسلام پر فاتحہ پڑھنے کا وقت آچکا ہے اور اب یہ مسلمان ذلت و خواری کا عمیق غار دیکھے ہوئے بغیر رہ نہین سکتے ہین وہ دونو واقعے یہ ہین جنھین بغور مطالعہ کرنا چاہئے :-

(۱) اخبار چودھوین صدی ۔ اخبار انیس ہند کے اجمیری نامہ نگار کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "منشی امام الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر نے اپنی لڑکی کے گڈے اور گڑیا کی شادی خوب دہوم دہام سے کی ۔ تین چار روز تک طائفون اور بہانڈون کا ناچ گانا ہوا "

(۲) اخبار چودھوین صدی بحوالۂ پیسہ اخبار رقمطراز ہے کہ "نوجوان نواب صاحب رامپور نے موسم برسات مین یایون کہو کہ ساون کی ساونی مین جوانی کے خوب ارمان نکالے ۔ خسرو باغ مین مینا بازار منعقد کر کے جس بیدردی سے ریاست کا روپیہ برباد کیا اسکی کیفیت لکھتے ہوئے رنج ہوتا ہے اخبار نظام الملک مرادآباد نے اس مینا بازار کا ذکر بڑے تعریفی الفاظ مین تفصیل کے ساتھہ کیا ہے

مگر اس کی پر شوکت شاہانہ توصیف بجائے خود جو ... سے کچھ کم نہیں۔ اخبار مذکور سے اس مینا بازار
کی کیفیت کا اقتباس کرنا بیجا نہ ہوگا جس سے ناظرین معلوم کر سکیں گے کہ کس درجہ کا اندر کا اکھاڑہ
تھا۔ اور اس کی بیہودہ نمود و نمائش پر کس قدر روپیہ برباد ہوا۔ خسرو باغ میں بڑے صرف
اور لاگت سے دوکانیں آراستہ کی گئیں۔ جن میں سے سات دوکانیں سرکاری تھیں۔ ان میں
ہر قسم کا سامان موجود رہتا تھا۔ ازاں جملہ سات کی دکان میں سونے چاندی کا سرکاری اسباب
بکثرت رکھا ہوا تھا۔ دکاندار عورتوں نے بیگمات کی خرید و فروخت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ وسط
میں سات گز مربع بارہ دری بنا کر اسے شیشہ آلات اور جھاڑ فانوس وغیرہ سے بقعہ نور کی طرح
آراستہ کیا گیا تھا۔ بارہ دری مذکور میں بیگمات کے واسطے گران بہا جوڑے رکھے ہوئے تھے
جن میں سے ہر ایک کی مالیت تین چار ہزار روپے سے کم نہ تھی۔ بعض کے پاجاموں میں جواہرات
ٹکے ہوئے تھے۔ زنانہ بوٹوں پر بھی ہیرے جگمگا رہے تھے۔ بنگلہ کے چاروں طرف ریشمی جھولے
سونے چاندی کی زنجیروں سے پڑے ہوئے تھے۔ طلائی کٹوروں کی دو جوڑیاں وزنی پونے دو
سو تولے کی اس تقریب کے لئے تیار کرائی گئی تھیں۔ حضور پرنور کے بیٹھنے کے لئے دس بارہ
ہزار روپیہ قیمت کی ایک تخت پاپوش بنوائی گئی تھی۔ حضور ممدوح کے پاؤں کے جدید توڑوں
کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی۔ ملازمین عدالت کو تین ہزار روپیہ تقسیم ہوا۔ مردوں کی تفریح کے
لئے علیحدہ سامان کیا گیا تھا۔ غرضکہ فضولیات میں جس قدر روپیہ صرف ہو سکتا تھا اس میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ انعام و اکرام۔ نفیس نفیس کھانوں۔ لباس و پوشاک۔ ناچ رنگ۔ حتی کہ
جوتوں پر بھی رعایا کے گاڑھے پسینہ کی کمائی خوب جی بھر کر لٹائی گئی۔ نواب صاحب نے خاص اس
تقریب کے لئے دس بارہ ہزار روپے کی لاگت سے جوتوں کا ایک جوڑا بنوایا اور اسے پہنکر مینا بازار
میں برآمد ہوئے"

ان واقعات سے مسلمانوں کے معزز ارکان کی حالت بخوبی ظاہر ہے جو اپنے خیالات، انکا
اور اعمال میں نہایت ہی پست ہیں جس قوم کے اعلیٰ طبقہ کی حالت جب اسقدر ذلیل اور پست ہو۔

اس قوم کو کون شخص زندہ سمجھ سکتا ہے۔ یہ سارا جلوس اور جھرک میت کے ساتھ کا جلوس ہے۔ جسکو دیکھکر ہر ایک دور اندیش مسلمان آنسو بہا سکتا ہے۔ اور کہہ سکتا ہے کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ وہی نواب ذی شان ہین جنھون نے علی گڈھ کالج کو چندہ دینے مین ایسی کڑی شرطین پیش فرمائی تھین جس سے چندہ دینا ہی نہ پڑے۔ ان کی ساری اولوالعزمی ناچ تماشے مین صرف ہوتی ہے کیا کوئی ان سے یہ دریافت کر سکتا ہے کہ آپ رعایا کی تعلیم و تربیت ان کے علاج و معالجہ اور خیراتی یا رفاہ عام کے کامون مین کس قدر روپیہ صرف فرماتے ہین اور آپ کی ریاست مین تعلیم نسوان کے لئے کتنے اعلی مدارس اور کالج قائم ہین؟ افسوس ہے کہ عورتون کے پاؤن کیلئے تو اسقدر قیمتی جوتے مہیا کئے جائین اور دماغون مین گوبر بھرا رہے۔ مہذب قومین یتیمون کی پرورش، معذورون کی امداد اور غریبون کی تعلیم و تربیت کے لئے فنڈ مہیا کرنے کی غرض سے مینا بازار لگاتی ہین اور تفریح کی غایت بھی قومی رفاہ سمجھتی ہین۔ مگر ہماری قوم بجز اپنی عیاشی اور خود غرضی کے اور کسی بات سے غرض ہی نہین رکھتی۔ واقعی ہم مین قومیت کا خیال ہی باقی نہین رہا ہے۔ گڑیا اور گڈے کی شادیان تو اس دھوم دھام سے کی جائین اور غریب کنواری اور بیوہ عورتین بے نکاحی بیٹھی رہین۔ قوم تو جھلکے مین پڑی ہوئی جان توڑ رہی ہے۔ مگر ہمارے امیرون کو کھیل تماشے سوجھتے ہین آخر مین ہمین یہی کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانان ہند کے طبقہ امرا کے خیالات ابھی بہت ہی قابل اصلاح ہین جب تک ان کی اولاد کی تعلیم و تربیت پورے طور سے کی نہ جاوے گی۔ اس وقت تک اس طبقہ کی اصلاح ممکن نہین۔ موجودہ نوابون سے قوم کو ذرا بھی امداد کی توقع نہین ہو سکتی ہے۔ بجز اپنی رعایا کے خون چوسنے اور ان کی محنت اور پسینے کی کمائی کو اپنی عیاشی پر نثار کرنے کے ان سے اور کسی مدد و معاونت کی امید نہین ہو سکتی۔ خدا مسلمانون کی حالت پر رحم فرمائے

لیڈیون کے ساتھ مسلمان عورتون کا میل جول

اخبار کشمیر دکن رقمطراز ہے کہ پنجشنبہ کی شام کو لیڈی پلوڈن صاحبہ بادشاہ بیگم صاحبہ (محل مبارک نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی) سے رخصتی ملاقات کے لئے بیگم پیٹھ تشریف لے گئی تھین۔ ملاقات کے وقت چاء نوشی کا شغل رہا

ہماری قوم کے اکثر سنجیدہ اور واقف کار اشخاص ان منافع کو بخوبی سمجھتے ہین جو پردہ نشینون کو لیڈیون کے ساتھ میل جول سے حاصل ہو سکتے ہین۔ ظاہر ہے کہ تعلیم یافتہ اور مہذب و شایستہ اشخاص کی صحبت کا اثر کسقدر فائدہ بخش ہے۔ زنان خانون مین لیڈیون کی آمد و رفت سے ان دائم الحبس قیدیون کو جو اپنے کانون کے کونون کے سوا اور کسی خارجی دنیا سے واقف نہین اسبات کے مشاہدہ کا موقع ملے گا کہ تعلیم و تربیت اور آزادی سے عورتون کو کیا کیا منفعتین حاصل ہو سکتی ہین اور رسم پردہ کس قدر سوسائٹی اور تمدن کو خراب کرنے والی ہے۔ علاوہ ازین وہ ان گندہ ناتراش ماماؤن اور مغلانیون کی صحبت سے رفتہ رفتہ متنفر ہو جائین گی جن کی جہالت اور نادانی سے معزز عورتون پر بہت برا اثر پہنچتا ہے۔ بعض کم فہم اور ناسمجھ عوام لیڈیون کی آمد و رفت کو برا سمجھتے ہین اور وہ طرح طرح کے اوہام باطلہ مسلمانون مین پھیلاتے ہین۔ دراصل یہ خیالات ہرگز قابل وثوق نہین۔ مگر اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اشخاص تو اب اپنی بیگمات کا لیڈیون کے ساتھ میل جول کرانا بہت پسند کرتے ہین۔ بلکہ ہم نے تو یہ بھی معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ بعض لائق مسلمان یورپین مردون سے بھی پردہ نہین کراتے۔ کیونکہ انہین معلوم ہے کہ ان مین عورتون کی عزت کے خیالات ہین۔ برخلاف اسکے عام مسلمانون سے وہ اس لئے اپنی عورتون کا پردہ کراتے ہین کہ ان مین وحشت اور سوء تربیتی کی وجہ سے اس قدر قابلیت باقی نہین رہی ہے کہ ان کے سامنے ابھی عورتین بے پردہ کی جائین۔ ہم ان امرا کی دعوتون کے حالات آیندہ نذر ناظرین کرینگے جو اپنی عورتون کو لیکر یورپین عورتون اور مردون کے ساتھ ملتے جلتے ہین اور ٹی پارٹیون مین شریک ہوتے ہین۔

<u>ایک لائق خاتون کی افسوسناک موت</u> بہت بڑے افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حضرت علی مصطفیٰ پادشاہ مرحوم سابق وزیر اعظم کی پوتی رفیقہ خانم نے جولائی کے مہینے مین انتقال کیا۔ یہ لائق خاتون مشرقی اور مغربی دونو قسم کے علوم مین کامل دستگاہ رکھتی تہین۔

ٹرکی کے تمام مسلمان اپنی لڑکیون کو مدارس مین نہایت ہی آزادی کے ساتھ بھیجتے اور انہین تمام یورپین علوم و فنون اور زبانین پڑھاتے ہین۔ اکثر ترکی خواتین فرینچ اور انگریزی زبانین

جانتی ہین۔ اور جب آپسمین باہم ملتی ہین تو اکثر زبان فرینچ مین باتین کرتی ہین۔ برخلاف اسکے ابھی اکثر ہندوستان کے مسلمان اپنی لڑکیون ہی کو مدارس نسوان مین بھیجنا عیب جانتے ہین۔ انہین علوم وفنون سکہانے کا خیال تو ابھی ان کے دماغون سے کوسون دور ہے جب ہم کسی مسلمان فاضل عورت کی موت سنتے ہین تو ہمین اس وجہ سے زیادہ رنج ہوتا ہے کہ ابھی ان کی تعداد ہی کم ہے اور ہندوستان مین تو یہ تعداد عنقا کا حکم رکہتی ہے۔

مسلمانون مین فرنگنون کے ساتھ شادی کا رواج بڑھتا جاتا ہے مصری اخبارات شاکی ہین کہ مصر کے نوجوان امرا مین کم حیثیت فرنگنون سے شادی کرنے کی خرابی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

بہت افسوس ہے کہ یہی خرابی اب ہندوستان مین بھی شروع ہوی ہے اسکے نتایج یہ ہون گے کہ معزز خاندان تباہ ہو جائین گے۔ قومیت کو سخت صدمہ پہنچے گا۔ عورتین خراب اور برباد پھرین گی ہمارا سوال یہان یہ ہے کہ کیون نوجوان مسلمان انگریزون کے ساتھ نکاح زیادہ کرتے ہین؟ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ اہل یورپ اپنی لڑکیون کو عام طور پر اچھی تعلیم دلاتے ہین اور انہین لائق شایستہ اور قابل صحبت عورتین بناتے ہین جسکا عام نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مردون کو خوش رکھ سکتی ہین برخلاف اسکے مسلمانون مین ابھی تعلیم نسوان عام طور پر شایع نہین ہے اور رسم پردہ اور علیحدگی کی وجہ سے عورتون کے معلومات کم ہوتے ہین اور جہالت اور ناتربیتی کی وجہ سے ان مین یہ قابلیت نہین ہوتی کہ وہ اپنے مردون کی رفیق۔ دوست اور ہمنداق ہون۔ اسلئے نوجوانون کے دلون مین اپنی قوم کی عورتون کے ساتھ ایک عام نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اور اسی کا سبب یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ شادی کرنے کو پسند نہین کرتے۔

کیا عورت جائداد منقولہ ہے؟ اخبار ایڈوکیٹ لکھتا ہے کہ بروز پنجشنبہ مسٹر آر جبٹر علی پورواقع صوبہ بنگال کے سیشن جج نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا۔ اس مقدمہ کے مختصر واقعات یہ تھی کہ ایک ہی دن مین دو ولیون نے ایک بارہ برس کی لڑکی کا نکاح دو مختلف آدمیون سے کیا۔ یہ لڑکی سلدا کے ایک وکیل کی بیٹی تھی۔ ان دونو شوہرون مین سے ایک ایسا تھا جس کے ساتھ لڑکی راضی تھی

[illegible] اسکا نکاح [illegible] کے ساتھ کیا تھا۔ اس نکاح کی خبر پا کر دوسرا ولی لڑکی کو اپنے [illegible] لے گیا اور قاضی کو بلا کر [illegible] ایسے شخص کے ساتھ اسکا نکاح پڑھا دیا جسکو اس نے کبھی دیکھا [illegible] تھا۔ جب فریقین کو عدالت دیوانی مین رجوع ہونے کی ہدایت کی ہے اور تا فیصلہ لڑکی کو [illegible] عدالت کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ اسکو اپنے گھر رکھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہے کہ مسلمانان ہند کی موجودہ طرز معاشرت کسقدر بگڑی ہوی ہے۔ اور اصول عقل و مذہب اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ وہ تو اب عورت کو ایک جائداد منقولہ سمجھتے اور شادی بیاہ مین اس کی مرضی کی ذرا بھی پروا نہین کرتے اور ایک محض اجنبی آدمی کو جسے لڑکی نے کبھی دیکھا بھی نہوا اسکا ہاتھ پکڑا دیتے ہین۔ حقیقت مین مسلمانان ہند کی یہ روش از حد قابل نفرت اور نامناسب ہے کیونکہ اول تو اصول فطرت یہ ہے کہ تمام متمدن جانور یعنی چڑیان، کبوتر، سارس وغیرہ پرندے جن مین نہایت ہی سختی کے ساتھ جوڑا لگتا یا نکاح ہوتا ہے باہم انتخاب تو عین کرتی ہین او جوڑا لگنے کے پہلے [illegible] ایک دوسرے کی رضامندی حاصل کر لیتے ہین۔ اس رضامندی کے بعد جوڑا لگتا ہے اور پھر وہ تا زیست ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتے۔ اسی اصول فطرت پر اسلام نے بھی جو دراصل قوانین فطرت کا تابع ہے یہ قاعدہ قرار دیا ہے کہ مرد و عورت قبل نکاح ایک دوسرے کو دیکھ بھال لیا کرین اور باہمی رضامندی حاصل کر لین۔ نکاح مین عورت کی رضامندی مقدم ہے ورنا باہمی کا نکاح جسکو [illegible] ولی [illegible] ہے فضول ہے۔ کیونکہ ایسے نکاح کو لڑکی بالغ ہوتی ہی فسخ کرا سکتی ہے۔ مگر آج کل مسلمانان ہند نے یہ خلاف عقل و شرع روش اختیار کی ہے کہ وہ نکاح کے پہلے مرد اور عورت کو باہم دیکھنے بھالنے بھی نہین دیتے، اور ایک تیسرا شخص جسکو عرف عام مین ولی کہتے ہین عورت کی ذات کا مالک ہو جاتا ہے اور اسکو اپنی رضا و رغبت سے ایک مرد کے حوالہ کر دیتا ہے اور عورت کی رضامندی ذرا بھی نہین لی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندوؤن کی تقلید کے بموجب مسلمان عورت کو ایک جائداد منقولہ سمجھتے ہین اور ہر ایک حالت مین اسکے لئے ولی ضروری خیال کرتے ہین۔ یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ عورت دفعتاً اپنے آپکو ایک ایسے اجنبی مرد کی آغوش مین

پاتی ہے جسکو اس نے پہلے کبھی آنکھہ سے بھی نہیں دیکھا تھا - خواہ دولہا دولہن ہم عمر اور ہم مذاق ہون یا نہ ہون مگر جوڑا ملانا ضرور ہے - اس حماقت کی شرمناک نتایج یہ ہین کہ سوسائٹی مین کثرت زنا ہو جاتی ہے اور میان بیوی کے درمیان اکثر ناچاقی اور رنج دائمی دیکھے جاتے ہین -

سخی آدمی کی عزت | بیوہ شہنشاہ چین نے جو آج کل حکمران ہین اس سخی آدمی کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے جس نے قحط زدہ اشخاص کی امداد کے لئے خود بخود دو لاکھہ سکہ چین دئے ہین - واقعی ہمدردی انسانی اور سخاوت کا اثر خلقت کے دلون پر بہت پڑتا ہے اور شاہان عصر بھی ان کی ملاقات اور زیارت کے خواہشگار ہوتے ہین - برخلاف اسکے جو ناروپیہ فضول خرچیون مین صرف کرتے ہین وہ خسر الدنیا والآخرۃ کا حکم رکھتے ہین -

عورت کی نجات | اخبار گوہر تعلہ - اخبار تحفہ اسلام کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ چھاونی نصیرآباد مین ۲۲ اگست کو میواڑ کی ایک گوجری نے سو ۱۰۰ کی قیمت پر ایک گاے بیچی - اور پیتل کی چوڑیون مین جو اپنے ہاتھون مین پہنے ہوے تھی روپیہ چھپا کر گاؤن کو واپس چلی - راستہ مین اسے ڈاکوؤن نے آگھیرا جو اونٹ پر سوار تھے - اور انھون نے اس سے کہا کہ "روپیہ دے دے - ورنہ ہم تجھی مار ڈالین گے" گوجری نے کہا "میرے پاس ایک کوڑی بھی نہین ہے" جب ڈاکو اونٹ بٹھا کر نیچے اترے - تو اسوقت گوجری نے اپنے دل مین سوچا کہ اب یہ روپیہ لئے بغیر مانتے نہین تب اس نے چوڑیون مین سے روپیے نکالکر اسکی طرف پھینکے - ادہر ڈاکو روپیون کے چننے مین مصروف ہوے - اُدہر گوجری جھٹ پٹ ان کے اونٹ پر چڑھکے روانہ ہوی - ڈاکو اس کے پیچھے دوڑے اور بہت کچھہ اسکی خوشامد کی - مگر گوجری نے ان کی ایک بات بھی نہ سنی - اور ساتھہ کا اونٹ لیکر رفوچکر ہوی -

اگر ایک پردہ نشین عورت کو راستے مین ڈاکو ملتے - تو وہ ایک بے حس چیز کی طرح ان کے ظلم و تشدد کو برداشت کرنے کے سوا اور کچھہ نہ کر سکتی - کیونکہ رسم پردہ نے تو عورتون کو بہت ہی کمزور کردیا ہے -

ہندوستان میں بیکس عورتون پرکس دلیری کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے ! | اخبار آنیس ہند کا ایک نامہ نگار سہارنپور سے لکھتا ہے کہ موضع توڑ ناکھیڑہ مین ایک عورت ماری گئی ہے تحقیقات سے یہ واقعات دریافت ہوئے ہین کہ ایک بیوہ ساکن موضع مذکور کا روپیہ اُسی گاؤن کے کسی گنوار پر واجب الادا تھا - وہ بیکس اس کے مکان پر تقاضے کے لئے گئی - اور روپیہ نہ پانے پر کچھ سخت وسست کہکے چلی آئی - جب مقروض اپنے مکان پر واپس آیا - تو اس کے گھر کی عورتون نے اس کو لعنت وملامت کی اور کہا کہ فلان عورت ہمین گالیان دے گئی ہے - نہایت شرم کی بات ہے " اتنا سنتے ہی وہ گنوار لاٹھ اس بیکس بیوہ کے مکان پر آیا اور اسکو جان ہی سے مارڈالا - کمزور عورتون پر نامردآدمیون کو کس قدر غصہ آتا ہے اور ان بے چاریون پر کسقدر ظلم ہوجاتے ہین - ان بے زبان عورتون کو عدالت کا دروازہ بھی معلوم نہین جہان جاکے وہ اپنے ظلم کی فریاد کرین - ان کی حالت جانورون کے مساوی ہے -

اخراج زنان فاحشہ | بیروت کے گورنر نے تمام غیر ملکی اور یورپ مین فاحشہ عورتون کو شہر سے خارج کردیا ہے - اور وہ اپنے اپنے ملکون کو چلی گئی ہین اور ملکی بازاری عورتون کے رہنے کے لئے جو ملکان کی رعایا ہین ایک علیحدہ خاص محلہ مقرر کردیا ہے -

اگر سررشتہ کوتوالی اور صفائی بلدہ یہی انتظام بلدہ حیدرآباد مین بھی کردے تو مت کچھ نوجوان مسلمانون کے اخلاق پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے - بڑے افسوس کی بات ہے کہ بلدہ مین جا بجا شرفا کی آبادی کے بیچ مین کسبیان رہتی ہین اور تمام ہندوستان کے اقطاع سے ہزارون دشمن ایمان چلی آتی ہین جو نوجوان کے اخلاق کو سخت صدمہ پہنچاتی ہین - گو اس بندش سے ہمارے لائق امرا کی مجلسین بے رونق ہوجائین گی - مگر اس سے جو فائدے قوم کو حاصل ہون گے وہ نہایت ہی قیمتی ہین - ہزارون خاندان بربادی سے بچ جائین گے - فواحش مین کمی واقع ہوگی - اس مضمون کو ہم نے بارہا لکھا ہے - مگر آج تک حکام وقت نے اس پر ذرا بھی توجہ نہین فرمائی - یہ بے توجہی بھی قابل داد ہے -

عورتون کے بیچنے کے نہایت ہی شرمناک طریقے | شادی بیاہ کے نام سے لڑکیون کو بیچنے کے طریقے

کو تو سب ہی جانتے ہین ۔ مگر اور جن شرمناک طریقون سے عورتین بیچی جاتی ہین ان سے کم لوگ واقف ہین ۔ بعض بدمعاش عورتون کو اغوا کرکے بھگا لے جاتے ہین اور پھر ان کے دام کھرے کرتے ہین اور بعض خوبصورت عورتون سے نکاح کرتے ہین اور پھر انہین دوسرے ملکون مین لیجا کر بیچ آتے ہین یا خود ان کی کمائی کھاتے ہین ۔ اس قسم کی وارداتین اکثر کشمیر اور پنجاب مین ہوا کرتی ہین جہان کی عورتین حسن وجمال مین شہرۂ آفاق ہین اور جنکی قیمت خاطر خواہ دیجاتی ہے ۔ چونکہ عورتین گوشہ نشینی اور پردہ کی وجہ سے معاملات دنیا سے ناواقف اور اپنے خاص طرز معاشرت کے سبب سے ظلم سہنے کی عادی ہو گئی ہین اس لئے یہ بے زبان مظلوم مخلوق ہر حالت مین صبر و شکر کے ساتھ رہنے لگی ہین ۔ عورتون کو بھگا کر لے جانے اور پھر انہین بیچ ڈالنے کی صدہا نظیرین ہماری نظر سے گذری ہین اور کئی ایک اس مہینے مین بھی سننے گئی ہین جو حسب ذیل درج کی جاتی ہین ۔

(۱) ایک ہندوستانی شخص نے جو بظاہر شریف مسلمان معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے شخص کی نوجوان لڑکی سے شادی کی جو دہلی کے رہنے والے اور سرکار نظام کے ایک دفتر مین معقول خدمت پر نوکر تھے ۔ جب وہ بدکردار دولہ دولہن کو اپنے گھر لے گیا ۔ تو اس پاجی نے اس شریف نوعروس کو ایک متمول نواب کی خدمت مین روانہ کیا اور واللہ عالم اس نواب کو کیا فریب دیا ۔ جب دولہن اپنے گھر واپس آئی ۔ تو اُسنے اپنے باپ سے ساری شرمناک سرگذشت کہہ سنائی ۔ آخر کار بیچارے باپ نے لڑکی کو گھر بٹھا رکھا اور اپنی عزت و آبرو کو رو کر بیٹھ رہا ۔ حیدرآباد مین ذرا دیکھ بھال کر شادی بیاہ کرنا چاہیے ۔ اس خرابی کے دفعہ کرنے کے مجلس اصلاح تمدن نے معقول تجویزین سوچی ہین ۔

(۲) اخبار پنجاب آرگن وزیرآباد رقمطراز ہے کہ ایک دفعہ ریل مین دو ڈپٹی انسپکٹر سوار تھے اور اتفاقاً اسی گاڑی مین دو بدمعاش بھی تھے جو ایک عورت کو بیچنے کی غرض سے بھگائے لئے جاتے تھے ۔ عورت نے بدمعاشون سے ڈر کے لہجہ مین پوچھا کہ "تم مجھے کہان لے جاؤ گے" عورت کا یہ کلمہ سنتے ہی ڈپٹی انسپکٹرون کے کان کھڑے ہوے اور انہون نے بھانپا کہ ضرور یہ کوئی کالی

ہوئی عورت ہے۔ پھر انہون نے عورت سے پوچھا کہ "یہ دو آدمی جو تیرے ساتھ ہین تجھ سے
کیا رشتہ رکھتے ہین"۔ عورت نے جواب دیا کہ "اگر آپ ان کے ہاتھون مین سے لاٹھیان لے لین
تو مین تمہین عرض کر دون"۔ ان بدمعاشون کے ہاتھ سے جب لاٹھیان چھین لی گئین۔ تو اس
وقت عورت نے اپنی مفصل سرگذشت بیان کی اور ایک بدمعاش چلتی ریل مین سے کود کر بھاگ گیا
اس سرگذشت سے یہ واقعات مستنبط ہوئے کہ ان بدمعاشون نے اس غریب عورت کو فریب سے
اپنے ساتھ لیا تھا اور ڈرا دھمکا کر اسکو لیے جاتے تھے تاکہ اس کو کسی خواہشمند آدمی کے
ہاتھ فروخت کر دین۔

اسی قسم کے اور بہت سے واقعات بھی پیش کیے جا سکتے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدمعاش
مرد عورتون کو فریب سے روپیہ ان سے حاصل کرنے کے لیے فروخت کرتے ہین یا ان سے ناجائز افعال کا ارتکاب
کرواتے ہین۔ اس آفت کو روکنے کا سب سے زیادہ موثر علاج یہ ہے کہ عورتون مین تعلیم و تربیت
پھیلائی جائے اور رفتہ رفتہ انہین آزادی دی جائے جس سے ان کی جسمانی اور روحانی قوتین ترقی
کرین اور پھر انہین کوئی آسانی سے فریب دے نہ سکے۔

پردے کی وجہ سے شادی بیاہ مین جعلسازی کتنی آسان چیز ہے؟ اس سے زیادہ پردے کی اور
کوئی مصیبت نہ ہوگی کہ شادی بیاہ مین اس کی وجہ سے صدہا فریب باسانی دئے جا سکتے ہین۔ بعض دفعہ
بدمعاش ایک فرضی دولہن قرار دیکر یا ایک مرد کو دولہن بنا کر پردے مین بٹھا سکتے ہین اور پھر
اسکی شادی کسی شریف آدمی سے کرا دیتے ہین جو اپنے شامت اعمال سے تباہ ہو جاتا ہے۔ ہم یہان دو واقع
ایسے پیش کرتے ہین جن سے اس قسم کے فریب کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) جس زمانہ مین ہم گنا بیدی عنبر بازار مین رہتے تھے اس وقت وہان ایک شریف سادہ
لوح جوان مدراسی بھی رہتا تھا جو چند دنکی باز مسلمانون کے مجمع مین بیٹھا کرتا تھا۔ ان مسلمانون نے
جن کی صحبت بری تھی مین لوگونکو بنانا اور فریب دینا بھی داخل تھا محض دلگی سے اس بھولے مدراسی
کو بنانا شروع کیا اور اس کا رجحان شادی کی طرف دیکھکر ایک فرضی دولہن سے اسکے نکاح کی تجویز ٹھہرائی

گو دولہن کا کوئی وجود نہ تھا۔ مگر یہاں ماماؤن کے ذریعہ سے خوب پیام وسلام ہو رہے تھے۔ دولہ کی طرف سے دلہن کے گھر جو تحائف جاتے تھے انہیں یہ دلگی باز اشخاص خوب کہاتے تھے اور بیان مدراسی کو الّو بناتے تھے۔ مدراسی بیچارا اس انتظار مین تھا کہ میری شادی ہونے والی ہے۔ جب یارون نے اس کے قلیل بضاعت یا سرمایہ کو نوش جان فرمالیا۔ تو ایک ادنی حیلہ سے نسبت کو فسخ کرا دیا اور کہا کہ کسی دشمن نے دلہن والون کو دولہ کی جانب سے بدظن کر دیا ہے۔ اس لئے وہ اب اپنی لڑکی دینی نہین چاہتے۔ جب اس غریب مدراسی کو مایوسی ہوئی تو وہ صبر کرکے بیٹھ رہا۔ لیکن اس پر یہ پردے کے اندر کا راز طاہر نہین ہوا کہ اس مین کوئی اصلی دلہن نہ تھی۔

(۲) اخبار پنجاب آرگن وزیرآباد لکہتا ہے کہ ڈیرہ غازی خان مین چند مسخرے اور حیلہ باز امیون نے ایک مرد کو عورت بنایا اور اس کے ساتھ شادی کرنے پر ایک سادہ لوح مسلمان کو آمادہ کیا جسنے ان کے کھنے پر روپیہ صرف کیا۔ جب شادی کے تمام رسومات ادا ہو چکے اور دولہ دلہن کو لیکر باجے گاجے کے ساتھ واپس آنے لگا۔ تو یار لوگ رات کو بازار سے پھر کر ایک علیحدہ کوچے مین لے گئے اور وہان دولہ کو اکیلا چھوڑ کر سب اِدہر اُدہر بہاگ گئے اور باجے والون کا بھی پتہ نہ لگا۔

اسی طرح بہت سے واقعات ہمارے دیکھنے اور سننے مین آئے ہین جن سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ موجودہ طرز شادی بیاہ نہایت ہی خراب ہے جسمین آئے دن ہزارون دھوکے دئے جاتے ہین۔ کورٹ شب یعنی قبل نکاح مرد و عورت کا باہم دیکھنا بھالنا اور باہمی رضامندی حاصل کرنا ایک نہایت ہی قدرتی اور سچا طریقہ ہے جس سے ہر قسم کے مکر و فریب کا سدباب ہوسکتا ہے اور شریعت محمدی نے بھی اسی طریقہ کو مستوجب قرار دیا ہے۔ ہمین نہین معلوم کہ کیون مسلمانان ہند اس اپنے موجودہ طرز عمل کو چھوڑ نہین دیتے جس سے بجز نقصان کے اور کوئی فائدہ متصور نہین ہے۔

عورت کی جراءت | مسیز وارک مین کی یہ ہمت قابل تعریف ہے کہ وہ کوہ ہمالیہ کی اس چوٹی

بہ بڑی کامیابی کے ساتھ پہنچ گئیں جو ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ اس برفانی چوٹی کا نام بی اینفو ہے جو زمین سے (۲۰،۰۰۰) فٹ اونچی ہے۔ مسنز وارک مین ہی وہ پہلی لیڈی ہیں جو اسقدر خوفناک بلندی پر چڑھکے اوتری ہیں۔ ان سے پہلے ۱۸۹۱ء میں سر مارٹن کان وے بھی اسی پہاڑی کی چوٹی سے اترے تھے۔

اس واقعہ سے ہمارے ناظرین اس بات کو غور فرما سکتے ہیں کہ عورتیں کیا کیا کام کر سکتی ہیں دو دن تک اس پہاڑی کی چڑائی میں لیڈی موصوف نے سردی کی سخت تکلیف برداشت کی تھی۔ کیونکہ ان کے پاؤں کے تلے اور چاروں طرف برف ہی برف نظر آتا تھا۔

ایک زندہ جزامی عورت کو زمین میں گاڑنا اخبار آیڈووکیٹ رقمطراز ہے کہ صوبہ مغربی شمالی میں ایک عجیب وغریب واردات اتفاقی طور سے خود بخود ظاہر ہوی ہے۔ ایک روز دو کانسٹبل (جوانان پولس) نوبت سنگ اور روپ سنگ اپنے علاقہ کے حدود داخلی میں گشت کر رہے تھے۔ کہ استنے میں انہوں نے کسی کو یہ کہتے ہوے سنا کہ ہریا مالی نے اپنی زوجہ کو مار ڈالا ہے۔ یہ سنکر وہ فوراً اس مالی کو پولس اسٹیشن پر لے گئے۔ وہاں ایک عہدہ دار مقتدر کے روبرو اس مالی نے یہ بیان کیا کہ "میری بیوی کوڑہ کی بیماری میں مبتلا تھی۔ اور اس مرض سے اُس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ میری بیوی نے اس غرض سے اپنے زندہ دفن کئے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ اس کے بچے اس بیماری سے محفوظ رہیں۔ اس کی اس التجا کے موجب میں نے اور میرے بیٹے نے گاؤں کے باہر ایک گڑھا کھودا اور اس میں اُس کو دفن کر دیا۔ ہمارے چار پڑوسیوں نے ہمیں اس کام میں مدد دی ہے"۔ یہ چھ جوان ملزم اب گرفتار ہوا ہے جنہے بھی مجسٹریٹ کے سامنے یہی سرگذشت بیان کی ہے۔ واقعی یہ بیان خلاف واقع معلوم نہیں ہوتا کہ عورت نے خود اپنے بچوں کی خاطر سے اپنے آپکو قربان کیا اور اسکے خاوند اور لڑکوں نے محض نیک نیتی سے اسکی درخواست کی تعمیل کی۔ یہ ایک عجیب وغریب خیال ہے کہ اگر کوی جزامی ماں زندہ دفن کر دی جاے تو اس کی اولاد اس بیماری سے محفوظ رہتی ہے۔

اس قسم کے بہت سے جاہلانہ خیالات ہندوستان کی عام اور علی الخصوص دیہات کی عورتون مین پائے جاتے ہین جن کے نتیجے عورتون کے لئے نہایت ہی خطرناک ہین - ان خطرناک خیالات کے دور کرنے کا صرف ایک ہی معقول علاج ہے کہ عورتون مین تعلیم و تربیت شایع کی جائے تاکہ ان کے دماغون مین بات سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو - راقم خادم نسوان محب حسین ایڈیٹر

بوڑہاپے مین نوجوان عورت سے شادی کرنا گویا ملک الموت کو بلانا ہے

ایک ڈاکٹر صاحب رسالہ میڈیکل جرنیل مین لکھتے ہین کہ مین نے حال مین ستر برس کے ایک بڈہے کو دیکہا ہے جو سالہا سال رنڈوا رہا اس زمانہ مین کہنچی ہو گئی تو ایک نوجوان لڑکی پر عاشق ہو گیا اور وہ لڑکی بہی اوسکے دام مین پہنس گئی تہوڑے دن تک تو کچہہ نہ معلوم ہوا آخر کار یکایک ہیریان ہو گیا وہ میرے پاس آیا مین نے جو دیکہا تو اُس مین خون بہی تہا - مین نے صاف کہدیا کہ یہ بڑے خطرہ کی بات ہے اگر کثرت جماع سے نہ بچو گے تو کچہہ نہین ہو سکتا - آخر کو اوس نے اوس لڑکی کو طلاق دیدی وہ اچہا ہو گیا مگر اب بہی گا ہے گاہے رات کو احتلام ہو جاتا ہے مگر خون نہین آتا -

بڈہے آدمی اکثر آکر طبیب سے یہ صلاح بہی لیتے ہین کہ ہم شادی کرلین یا نہین - اسکا جواب مین یہ دیتا ہون کہ تم جانو مین تو اجازت نہین دیتا اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے تو ہرگز شادی کا نام نہ لو - بڈہے کو نکاح کرنے کی مین نے کبہی اجازت ہی نہین دی - میری رائے ہے کہ (۶۰ یا ۶۵) برس کے بعد مرد مین جمع کرنیکی طاقت رہتی ہی نہین - مگر بعض بڈہے کش کش کرکے زبردستی جتنی مدت تک اس فعل کو کرجاتے ہین وہ تعجب خیز ہے مگر کبہی نہ کبہی جلدی یا دیر سے اوسکا اثر بہی نمایاں ہوئے بغیر نہین رہتا - اکثر ہیوکانڈری ایسس ہو کر بدہضمی ستاتی ہے - کسی کو نفخ کا عارضہ ہو جاتا ہے - اگر عمر بہت زیادہ ہوتی ہے تو پیرالسس یا ہیرا لیجیا ہو جاتی ہے دماغ ملائم پڑجاتا ہے -

ڈاکٹر پرائس کہتا ہے کہ اگر مرد امیر ہے اور بڈہا ہے اور عورت نوجوان ہے اور شادی ہو گئی تو سمجہلو

کہ کمبختی آگئی - علاوہ اور سب جسمانی نقصانات کے دنیا کی بدنامی کا ٹھکانا نہین " - دونو میان بیوی مین ہم نے اس عمر مین موافقت دیکھی ہی نہین - ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کے مان باپون نے اُس کا نکاح ایک بڈہے سے کر دیا تھا لڑکی عقلمند تھی کہنے لگی کہ ابا جان مین اوسکا کیا کرونگی ؟ اور اماں جان وہ میرا کیا کرے گا - ظاہر ہے کہ اس عمر مین موافقت ہو ہی نہین سکتی -

پرائیر کہتا ہے کہ تم بڈہون اور جوانون کے عشق مین جانتے ہو کہ کیا فرق ہوتا ہے - یہ فرق ہوتا ہے کہ جوانی کا عشق جنون ہے اور بڑہاپے کا عشق کمزوری اور ناتوانی کا پیش خیمہ - جسکے راہ مین بڑے بڑے خطرے ہین بڈہے آدمی کو ٹہیر کے سوچنا سمجھنا چاہیے کہ بڈہے مرد کو نوجوان عورت سے شادی کرنا اپنی کمبختی بلانا ہے یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ عورت اور مرد دونون کی جان کی خیر نہین - سوسائٹی کی موجودہ حالت مین ہمارے طریقون یعنی بیہودہ دلی جوشون اور ہرج مرج کے ساتھ آدمی ہمیشہ مرتا نہین ہے بلکہ اکثر خود اپنے تئین مار ڈالتا ہے - اور وہ سابقہ اور شادی جسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہین ایک بہت عمدہ تدبیر ہے اپنے ختم کر لینے کی (۶۰ یا ۷۰) برس سے پہلے - کیونکہ نیچر کی طاقت ان بے احتیاطیون کے ساتھ اس سے آگے نہین چل سکتی بلکہ کہیں پس کے جاتی ہی رہتی ہے -

مراسلہ

۱۳ رجنوری ۱۸۹۹ء

مخدومی تسلیم

آپ کے مسئلہ کے متعلق اگرچہ یہان اکثر تذکرہ چھڑتا ہے مگر اس مین کوئی شک نہین کہ مخالف زیادہ ہین - اور جو موافق ہین وہ بھی علانیہ تائید کرتے ڈرتے ہین - اور بعض یہہ خیال کرتے ہین کہ یہ امر غیر ممکن الوقوع ہے لہذا ایسی رائے دینے سے حاصل ہی کچھہ نہین - بہر حال آپ کا مسئلہ زندہ ہے اور امید کی جا سکتی ہے کہ کبھی کامیابی بھی ہو جائے گی - والسلام

نیاز کیش

محمد عبد الحلیم شرر

عورتون کی تربیت

آج کل عزت لو قاسم بک امین نے جو مصر کے ایک مشہور فاضل ہین عورتون کی تعلیم و تربیت پر عربی زبان مین ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا مصر، روم اور شام کے اخبارون اور رسالون مین بہت چرچا ہو رہا ہے۔ مصنف نے اس کتاب مین عورتون کے متعلق نہایت عمدہ عمدہ مضامین درج کئے ہین۔ اس مین کا مضمون عورتون کی تربیت پر ہے۔ ایک فصل مین پردے کی بحث ہے جس پر مصنف نے مذہبی اور تمدنی پہلو سے نظر ڈالی ہے۔ ایک بحث اس مضمون پر ہے کہ عورت کا درجہ قوم مین کیا ہے۔ اسی طرح انھون نے شادی۔ طلاق اور تعدد ازدواج پر نہایت عمدگی اور خوبی سے بحث کی ہے۔ کتاب کے خاتمے مین عورتون کی تعلیم اور تربیت کے طرف مردون کو متوجہ کیا ہے۔ اس کتاب کا نام (تحریر المرأة) ہے۔ کوئی اخبار اور کوئی رسالہ عربی یا ترکی زبان کا ایسا نہین ہے جس نے مصنف کی قابلیت اور لیاقت اور کتاب کی خوبی اور لطافت کی تعریف نہ کی ہو۔ بعض اخبارون اور رسالون نے اس کتاب کے خاص خاص مضمون چھاپکر شایع کئے ہین اور اون پر ریویو کیا ہے۔ چونکہ اس کتاب کا ہر مضمون فی الحقیقت غور اور دلچسپی سے پڑہنے کے لایق ہے اس لئے ہم بھی مناسب سمجھتے ہین کہ اپنی قوم کے فائدے کے لئے ایک مضمون کا ترجمہ کرین جو عورتون کی تربیت پر نہایت عمدگی اور خوبی سے لکھا گیا ہے۔ فاضل ممدوح اپنے اس مضمون کو اس طرح شروع کرتے ہین۔

عورتین بھی مردون کی طرح انسان کی جنس مین داخل ہین۔ اگر دونون کی جسمانی ترکیب پر غور کرو تو صاف معلوم ہوگا کہ اعضا۔ حواس۔ عقل و فکر۔ جذبات و خیالات اور اون تمام باتون کے لحاظ سے جو انسان ہونے کے لئے درکار ہین دونون مین کوئی فرق نہین ہے

موجودہ حالت مین جسمانی اور روحانی قوتون کے لحاظ سے مردون کو عورتون پر جو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مرد ہزارون برس سے علمی اور عملی ترقیون کے میدان مین برابر دوڑتا رہا ہے اور عورت ان قوتون کے استعمال سے محروم رہی ہے۔ اور ایسی پست حالت مین رہنے پر مجبور کی گئی ہے جو بلحاظ مختلف زمانون اور ملکون کے مختلف رہی ہے۔

بہت سے لوگون کا یہ خیال آج تک قایم ہے کہ عورتون کو تعلیم و تربیت دینی جائز نہین ہے۔

بہت سے لوگ آپس مین سوال کرتے ہین کہ عورتون کو لکھنا پڑھنا شرع کی رو سے جائز ہے یا قطعاً حرام ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ مین نے ایک دفعہ ایک شخص کو سمجھایا کہ وہ اپنی لڑکی کو تعلیم دے جس کی عمر نو برس کی تھی اور جس مین حسن و جمال کے ساتھ دماغی قابلیت کی چمک دمک پائی جاتی تھی۔ اس نے ناک بھون چڑھا کر کہا کہ آخر آپ کا مطلب کیا ہے؟ کیا آپ چاہتے ہین کہ اس کو سرکاری ملازمت مین داخل کیا جائے؟ مین نے کہا تو کیا آپ کے نزدیک صرف وہی لوگ تعلیم پانے کا حق رکھتے ہین جو سرکاری ملازمت کرنا چاہین؟ اس نے کہا مین تو خانگی انتظام کے سوا کسی چیز کی تعلیم دینا پسند نہین کرتا

یہ بات اس نے ایسے لہجے مین کہی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی رائے پر کسی نکتہ چینی کا روادار نہین ہے۔ یہ ظالم باپ خانگی انتظام کے لفظ سے یہی معنی مراد لیتا تھا کہ اوس کی لڑکی کو معمولی طور پر کچھ سینا پرونا۔ کھانا پکانا آجائے اور بس۔ اس مین شک نہین کہ یہ تعلیم بھی لڑکیون کے لئے مفید ہے مگر مین بلاخوف تردید کے بآواز بلند کہتا ہون کہ اس کی رائے غلط اور اس کا خیال نادرست تھا

کیونکہ جس لڑکی کی اتنی ہی معلومات ہون وہ گھر کا انتظام خاک نہین کرسکتی۔
میری راے مین کوئی عورت گھر کا انتظام نہین کرسکتی جب تک کہ
اس کو عقلی اور اخلاقی علوم مین ایک خاص حد تک دستگاہ نہ ہو اس لئے ضروری ہے
کہ اس کو ابتدا مین کم سے کم تو اتنی تعلیم دی جائے جتنی کہ شروع مین لڑکون کو
دی جاتی ہے تاکہ علوم کی ابتدائی باتین اس کو معلوم ہوجائین اور وہ جب کبھی چاہے
اپنے مذاق کے موافق کسی علم کو پسند کرسکے اور اوسکو درجہ کمال پر پہونچا سکے۔
اگر عورتون کو لکھنا پڑھنا آجائے اور وہ علمی اصولون پر مطلع ہوجائین
دنیا کے جغرافیہ اور قومون کی تاریخ سے آگاہی حاصل کرین ہیئت اور طبعیات پر
بھی کچھ کچھ ان کو عبور ہوجائے۔ مذہبی عقائد اور مذہبی مسائل سے بھی بے خبر نہ ہون تو
اون کے دماغ اس قابل ہوجائین گے کہ وہ صحیح رائے کو تسلیم کرسکین اور اوہام کا مقابلہ
کرسکین جنھون نے اُن کی زندگی کو برباد کردیا ہے۔
جو لوگ عورتون کی تربیت کرنا چاہین اُن پر فرض ہے کہ بچپن سے
اُن کو ایسے عمدہ اور پاکیزہ اخلاق کا خوگر کرین جن کا اثر انسان کی ذات پر۔ خاندان کے
لوگون پر اور تمام قوم پر ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اخلاق رفتہ رفتہ اُن کے دل مین جگہ پکڑین اور
اون کا نقش گہرا بن جا ے۔ یہ مطلب زبانی ہدایتون کے سننے اور عمدہ اور نیک مثالون کے
دیکھنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔
یہہ وہ تربیت ہے جس کی نسبت میری دلی آرزو ہے کہ وہ مصری عورتون کو
حاصل ہو۔ اگرچہ مین نے اس کی طرف مجمل اشارہ کیا ہے مگر اس موضوع پر اکثر زبانون مین
کتابین لکھی گئی ہین۔ مین ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہین کرسکتا کہ کوئی عورت بغیر
اس تربیت کے ان فرایض کو ادا کرسکتی ہے جو قومی اور خانگی لحاظ سے اس کی گردن پر ڈالے گئے ہین
ہر شہر مین عورتین کم سے کم نصف آبادی کی برابر ہین۔ اُن کے جاہل ہنے کا

یہی نتیجہ ہے کہ قوم کے آدہے افراد کے کام کرنے سے جو فائدے پہونچ سکتے ہیں،
اُن سے قوم بالکل محروم ہے اور صریح طور ہم کو نقصانِ عظیم برداشت کرنا پڑتا ہے۔
مصری عورتون کو کوئی امر اس بات سے مانع نہین ہے کہ وہ یورپ کی عورتون
کی طرح علوم وفنون تجارت اور صنعت وحرفت مین مشغول ہون۔ عدم تربیت اور جہالت
کی جو تاریکی عام طور پر چھائی ہوئی ہے وہی ایک سبب مصری عورتون کے ترقی نہ کرنے کا
ہے۔ اگر ہم اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو زندون کے مجمع مین لائین۔ زندون کے سے کام
کرنا سکھائین۔ ان کی جسمانی اور عقلی قوتون مین جنبش پیدا کرین تو وہ بھی مردون کی طرح
جاندار اور کام کرنے والی نظر آئین۔ وہ جس قدر قوم کی دولت کو برباد کرتی ہین اسیقدر
پیدا کرنے لگین۔ اور دوسرون کے سہارے اور امداد پر زندگی بسر کرنا چھوڑ دین۔
اس سے ملک کی عام دولت کو ترقی ہوگی اور قوم کی دماغی قابلیتین معراجِ کمال پر پہونچ جائینگی
ہماری مثال آج کل ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص مال کثیر پیدا کرے
اور اس کو صندوقون مین بند کر کے رکھہ چھوڑے اور ہر روز صندوق کھول کر سونے اور
چاندی کو دیکھا کرے۔ اگر وہ پولیٹکل اکانومی سے واقف ہوتا تو اس دولت کو استعمال مین
لاتا اور اوس سے نفع اوٹھاتا اور چند ہی سال مین اوس کو دوچند دیکھتا۔
سب سے بڑا سبب قوم کی پستی اور تباہی کا یہ ہے کہ اس کے افراد کا
بہت بڑا حصہ عضوِ معطل اور بیکار ہو اور وہ اپنی ضروریات زندگی کے لئے کوئی کام نہ کرتے
ہون۔ اور اگر کوئی کام کرین تو مثل ایک بے زبان جانور یا بے شعور گلہ کے یہ نہ جانتے ہون
کہ وہ کیا کرتے ہین اور اوس کا نتیجہ کیا ہوگا۔
عورتین تعلیم کی محتاج ہین تاکہ وہ سوچنے سمجھنے والے آدمیون کے
گروہ مین داخل ہو سکین۔ ہماری قوم مین عورتون کی حالت اس قدر زبون اور پست
ہوگئی ہے کہ جب ہم عورت کا تصور کرتے ہین تو اوس کے ساتھہ ہی یہ خیال ہمارے ذہنون مین

گذرتا ہے کہ اس کا کوئی ولی اور سرپرست ہو جو اس کی حاجتون کو پورا کرے اور
اوس کی ضرورتون اور خواہشون کو انجام دے۔ گویا ولی اور سرپرست کا ہونا ایک ایسا
امر ہے جو ہر حال مین ضروری ہے۔ حالانکہ واقعات بتاتے ہین کہ بہت سی عورتون کیلئے
کوئی ولی اور سرپرست نہین ہوتا۔ وہ لڑکی جس کے رشتہ دار غائب ہون اور اوس کا نکاح
نہ ہوا ہو۔ وہ عورت جس کو طلاق دی گئی ہو۔ وہ عورت جس کا شوہر دنیا سے گذر گیا ہو
وہ مان جس کی اولاد مین کوئی لڑکا نہ ہو۔ اور اگر ہو تو کم سن اور نابالغ ہو۔ یہ سب صورتین
ایسی ہین جن مین عورتون کا تعلیم یافتہ ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اپنے اور اپنی
اولاد کے لئے (اگر اولاد ہو) معاش پیدا کر سکین۔ اگر وہ تعلیم یافتہ نہ ہونگی تو وہ معاش
کے ناجائز ذریعے اختیار کرین گی یا اون کو کسی فیاض خاندان کے سہارے پر
زندگی بسر کرنی ہوگی۔

اگر ہم اوس تحریک کو تلاش کرین جس سے رات کی تاریکی مین بیکس اور
نادار حسین عورتون کو شیطان سیر نوجوانون کے جذبات کا شکار ہونا پڑتا ہے تو ہم کو
معلوم ہوگا کہ اس ذلت کے قبول کرنے کا باعث لذائذ نفسانی کے حاصل کرنے کی امنگ
نہین ہے بلکہ وہی چیز ہے جس کی نسبت مولانا روم فرماتے ہین سہ

آنکہ شیران را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

مصر مین کوئی خاندان ایسا نہین ہے جس کے ذمہ بہت سی اون عورتونکا
نان و نفقہ نہ ہو جو زمانے کی گردش سے مفلس ہوگئی ہین۔ اور اپنی معاش کے لئے
کوئی کام کرنا نہین جانتین۔

پس یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اکثر خاندان اسی باعث سے کفایت
شعاری کے پابند نہین رہ سکتے۔

یہی سبب ہے کہ اکثر خاندانون کی مالی حالت اچھی نہین ہے مصر کے ایک باشندہ ہے کو جو اپنی ذات کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے محنت کرتا ہے، اپنی کمائی کا ایک حصہ اپنے رشتہ دارون یا دوستون، یا ایسے شخصون پر صرف کرنا پڑتا ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہین ہے۔ انسانی ہمدردی اس کو مجبور کرتی ہے کہ اپنی کمائی مین سے تہوڑا سا روپیہ ان لوگون پر بھی صرف کرتا ہے تاکہ وہ بھوک سے مرنے نپائین۔ مگر وہ یہی سمجھتے ہین کہ ہمارا حق اس کی گردن پر ہے اور وہ اسی حق کو پورا کرتا ہے یہہ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی محنت کرکے معاش پیدا کرین مگر مشکل یہہ ہے کہ وہ ان قوتون کا استعمال کرنا نہین جانتے جو قدرت نے اُن کو عطا کی ہین۔ اور اس کا باعث صرف یہی ہے کہ وہ تربیت سے محروم ہین۔

اگر یہہ فرض کرلیا جائے کہ کسی عورت کا شوہر یا سرپرست موجود ہے جو اپنی کمائی سے اس کو مدد دے سکتا ہے، تاہم یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کو تربیت کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ کیونکہ اگر عورت تربیت یافتہ ہو تو وہ اپنے شوہر یا سرپرست کی مدد کرسکتی ہے یا اگر وہ محتاج ہو، یا اس کے بوجھ کو ہلکا کرسکتی ہے اگر وہ مالدار ہو۔

اگر عورت بذات خود مالدار ہو (اگرچہ ایسا شاذونادر ہوتا ہے) اور اس کے پاس جائداد ہو تو کیا اوس جائداد کا انتظام کرنے اور اپنی دولت کو محفوظ رکھنے اور اس کے ترقی دینے کے لئے اس کو تعلیم کی ضرورت نہین ہوگی؟

ہم دیکھتے ہین کہ بہت سی عورتین اپنا روپیہ کسی رشتہ دار یا غیر آدمی کو سپرد کردیتی ہین اور اون کو اپنے معاملات مین مختار کرلیتی ہین۔ یہ مختار بہ نسبت اُن کے معاملات کے اپنے کامون مین زیادہ مشغول رہتے ہین اور ان جائدادون کی پروا نہین کرتے جن کا اون کو مختار تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ مختار تو چند روز مین مالدار ہوجاتے ہین اور صاحب جائداد عورتین افلاس مین مبتلا ہوجاتی ہین۔

ہم دیکھتے ہین کہ عورتین حساب وکتاب کی فرد، یا دستاویز یا اقرارنامہ

کا مطلب نہین سمجھتین اور نہین جانتین کہ ان مین کیا لکھا ہے اور اُن پر بجائے دستخط
کے اپنی مہر ثبت کرتی ہین۔ اور شوہر، یا رشتہ دار، یا مختار کی چالاکی اور مکاری سے
اپنے قانونی حقوق سے محروم ہوجاتی ہین۔ اگر وہ پڑہی لکھی ہوتین تو ایسا واقعہ
ظہور مین نہین آسکتا تھا۔

بہرحال تعلیم بذاتِ خود ایک ایسی چیز ہے جس کی ہر حال مین ضرورت ہے
کیونکہ وہ آجکل انسانی زندگی کی ضروریات مین شامل ہوگئی ہے۔ اور جس قوم مین تمدن
اور شائستگی نے قدم رکھا ہے اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ علم ہی وہ اعلےٰ
مقصد ہے جس کے لئے ہر انسان دوڑ دہوپ مین ہے اور اسی پر دماغی اور
جسمانی ترقیون کا مدار ہے۔

تنہا علم ہی اسباب کا ذریعہ ہے کہ انسان پستی اور تنزل کے درجے
گذر کر فضیلت اور شرافت کے بلند مرتبے تک ترقی کرے اور ہر انسان کو قدرتی حق ہے
کہ وہ اپنی فطرتی قوتون کو اس حد تک پہونچائے جہان تک اس کی قابلیت اجازت دے۔
تمام ربانی شریعتین اور انسانی قانون مردون اور عورتون سے یکسان
طور پر خطاب کرتے ہین فنون لطیفہ۔ فلسفۂ عالیہ۔ ایجاد و اختراعات کا دروازہ ہر
عورت کے لئے اسی طرح کہلا ہوا ہے جس طرح مردون کے لئے۔ کون انسان ہے جو
علوم و فنون کے مطالعے کا شوق نہ رکہتا ہو۔ اور دنیا اور آخرت کی کامیابی اور حقایق کا
سراغ لگانے کے لئے قدرت کے خزانون سے مستفید ہونا نہ چاہتا ہو؟ یہ امنگ جو قدرتی
طور سے ہر انسان کے دل مین اٹھتی ہے اس کے لحاظ سے مرد اور عورت مین کیا فرق
ہے؟ بچون کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی چیز اُن کی آنکہ کے سامنے آتی ہے تو اس کی
نسبت بار بار سوال کرتے ہین اور جو واقعات ان کے سامنے ظہور مین آتے ہین ان کا سبب
دریافت کرتے ہین۔ اس بات مین لڑکے اور لڑکیان دونون برابر ہین۔ بلکہ بعض اوقات بہ نسبت

لڑکون کے یہ خاصہ لڑکیون مین زیادہ دکہائی دیتا ہے۔

کون جاندار ہے جس مین روح اور عقل ہو اور وہ اس بات پر راضی ہو کہ اس کے بازو توڑ دیے جائین اور اس کو ایک پنجرے مین بند کر دیا جائے اور وہ پھڑپھڑاتے آنکھین بند کئے اس پنجرے مین پڑا رہے اور اس کے سامنے ایک وسیع اور پر فضا میدان ہو جس کی کوئی انتہا نہین۔ اس کے سر پر آسمان کا نیلگون شامیانہ ہو۔ ستارے اس کی نظر کے ساتھ کھیلتے اور اپنا جلوہ دکہا کر اوجھل ہو جاتے ہون۔ کائنات کی روحین اسکو امیدون اور آرزوؤن کے میدان کی طرف کھینچے لئے جاتی ہون۔ قدرت نے اپنے حسن ... حوالے کئے ہون کہ وہ اپنے قبضہ کرے، اور اون سے متمتع ہون۔

شریعت نے مرد اور عورت دونون کو یکسان طور پر مکلف قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عقل و دانش مرد کو عطا کی گئی ہے وہی عورت کو دی گئی ہے۔ کیا کوئی شخص جس کو خود غرضی نے اندھا نہین کیا ہے خیال کر سکتا ہے کہ خدا نے جو عقل و دانش انسان کو عطا کی ہے وہ بیکار رہے اور جو حواس اور جو قوتین اس کی فطرت مین ودیعت کی گئی ہین وہ اس لئے ہین کہ ان کو کام مین نہ لایا جائے بلکہ ان کو ہمیشہ معطل رہنے دے۔

مسلمان کہتے ہین کہ عورتین پردہ نشین اور گھر کی زینت ہین۔ اُن کے فرائض گھر کی چوکھٹ پر تمام ہو جاتے ہین۔ مگر یہ قول انھین لوگون کا ہے جو خیال کی دنیا مین رہتے ہین اور جن کو حقیقت سے کوئی واسطہ نہین۔

اگر مسلمان غور کرین گے تو اون کو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے پہلا فرض جو عورت کے ذمہ ہے وہ یہ ہے۔ کہ وہ بذاتِ خود اپنی زندگی کی ضرورتون کو پورا کر سکے جن کے نہ ہونے سے اس کے حقوق پامال کئے جاتے ہین۔

جب تمام خانگی معاملات مین مرد ہی جواب دہی کرتا ہے اور اسی سے بازپرس

کی جاتی ہے تو اس کو قدرتی حق ہے کہ عورت کے حقوق پر قبضہ کرے۔ اور اس کی نظر میں عورت کی اتنی ہی وقعت ہو جتنی کسی جانور کی ہوتی ہے۔ جس طرح کسی جانور کا مالک اس کے لئے چارہ مہیا کرتا ہے؟ اسی طرح مرد عورت کے لئے معاش کا بندوبست کرتا ہے۔

صدیاں گزر چکی ہیں کہ عورتیں مردوں کے حکم کے سامنے گردن جھکا تی رہی ہیں۔ اور ان کے ظلم و ستم کا شکار ہوتی رہی ہیں۔ مردوں نے ان کی آزادی چھین لی ہے انہوں نے عورتوں کے لئے یہی بات ہمیشہ پسند کی ہے کہ وہ اُن کی خدمت کرتی رہیں۔ اُن کے اشاروں پر چلتی رہیں۔ انہوں نے عورتوں پر روزی حاصل کرنے اور معاش پیدا کرنے کے تمام دروازے بند کر دئے ہیں۔ یہاں تک کہ اب وہ بذات خود معاش پیدا کرنے سے عاجز ہیں اور اسباب پر مجبور ہیں کہ شوہر کی کمائی پر گذر کریں، یا ناجائز طریقوں سے معاش پیدا کریں۔

چوں کہ عورتوں کے دماغ کے لئے غور و فکر کا کوئی میدان باقی نہیں رہا۔ اور زندگی کے مفید کاموں کی ذرا بھی وقعت ان کی نظر میں نہیں ہے۔ اور ان کا مشغلہ یہی رہ گیا ہے۔ کہ وہ مردوں کی دل جوئی کریں۔ اور مرد جس طرح چاہیں ان کو اپنے نفسانی جذبات کا تختۂ مشق بنائیں۔ اس لئے عورتوں نے اپنی تمام قوتیں اس کوشش میں صرف کر دی ہیں کہ شوہروں کی دل جوئی کے نئے نئے طریقے ایجاد کریں اور ان کی خواہشوں اور ارادوں کے رخ کو پہچان کر کٹ پتلیوں کی طرح ان کے اشاروں پر ناچا کریں۔

بہت زمانہ اس بات کو گذر چکا ہے کہ عورتوں کو سچی تعلیم و تربیت سے محروم رکھا گیا ہے۔ اور ان کی دماغی قوتیں کمزور ہو گئی ہیں۔ اب ان میں صرف احساس کی قوت باقی ہے۔ ادراک کی نہیں۔ بھلائی اور برائی۔ نفع اور نقصان میں تمیز کرنے کے لئے وہ صرف اسی قوت سے کام لیتی ہیں۔ عورتوں میں نفرت بھی ہے۔ محبت بھی مگر ان میں کسی کی بنیاد عقل پر نہیں ہے۔ اگر کسی سے محبت کرتی ہیں تو اون کی محبت خالص ہوتی ہے

اوران سے بڑے بڑے کارنمایان ظہور مین آتے ہین - مگر اس کا مدار عقل و دانش پر نہین ہو بلکہ محض خواہش نفسانی پر ہے - اسی طرح وہ جب نفرت کرتی ہین تو ان سے بڑے بڑے گناہ صادر ہوتے ہین جن کے انجام سے وہ بے خبر ہوتی ہین - اگر ان کو عقلی اور اخلاقی تربیت دیجاتی تو ان مین وہ قوت ضرور ترقی کرتی جو خواہش نفسانی پر حکمرانی کرتی ہے - اور ان کے کام کی بنیاد حکمت اور اخلاق کے اصولون پر ہوتی -

گذری ہوئی صدیون کی تاریکی مین عورتون کی عقل بھٹکتی رہی ہے اور وہ سیدہے رستے پر چلنا نہین جانتین - اور شریعت اور اخلاق کی منزل سے کوسون دور رہ گئی ہین اور وہ مجبور ہین کہ حیلہ اور مکر کی چال چلین وہ اپنے شوہرون کے ساتھہ جو اون کے آقا اور سرپرست ہین وہی برتاو کرتی ہین جو قیدی جیلر سے کرتے ہین - ان مین مکاری اور فریب کی قوت نے انتہا ترقی کرگئی ہے وہ خانہ داری کے اسٹیج پر طرح طرح کے ایکٹ کرتی ہین - اُن کو ہر قسم کے لباس مین جلوہ گر ہونا - ہر سانچے مین ڈھل جانا - ہر شکل مین درآنا اور ہر حال اور ہر وقت کے مناسب اپنے تئین بنا لینا خوب آتا ہے - اُن کے یہ سب کام عقل و حکمت سے نہین بلکہ لومڑی جیسی مکاری اور فریب کی قوت سے ظاہر ہوتے ہین -

مگر عورتون کو اس باب مین ملامت کرنا بے سود ہے - اُن کے لئے یہ عذر معقول ہر وقت موجود ہے کہ اُن کی آزادی چھین لی گئی ہے - ان کو تاریک گھر کے پنجرے مین اس لئے بند کیا گیا ہو کہ ان مین عقل و تمیز کی کوئی بات نہین ہے اور بے عقلی اور بے تمیزی اس لئے ہے کہ ان کو تعلیم و تربیت سے محروم کیا گیا ہے - اس کا گناہ درحقیقت مردون کی گردن پر ہے - جنھون نے ان کو تعلیم نہین دی - جنھون نے تربیت سے ان کو محروم رکھا ہے - وہی اون کی عقل و تمیز کی قوت کو پامال کرنے والے ہین اور وہی اُن کی آزادی کا خون اپنی گردن پر لینے والے -

ہر ایک انسان کو جس کے دماغ مین سوچنے اور سمجھنے کا مادہ ہے اس کو

اپنے خاندان کی حالت پر نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اگر یہی حالت باقی رہی تو اس مصیبت کا برداشت کرنا ناممکن ہوجاے گا۔

مین اس مضمون کو لکہہ رہا ہون اور میرا دماغ ان واقعات سے بہرا ہوا ہے جن کا تجربہ ہوچکا ہے اور جو میرے تمام خیالات پر غالب آگئے ہین۔ مین ان مین سے کسی واقعے کا ذکر نہین کرونگا۔ کیونکہ مین جانتا ہون کہ ان مین سے کوئی واقعہ ایسا نہین ہے جو آنکہون کے سامنے نہ آتا ہو اور جس کا خیال دل مین نہ گذرتا ہو۔ اِن تمام واقعات کی بنیاد صرف ایک چیز ہے اور وہ جہالت کی ہولناک بیماری ہے جو تمام خاندانون پر چہائی ہوئی ہے۔ اور جس مین امیر و غریب ادنے اور اعلیٰ سب کی عورتین مبتلا ہین۔ تمام عورتیں جہالت اور نادانی کے لحاظ سے یکسان حالت مین ہین اگر اِن مین کوئی اختلاف ہے تو وہ لباس اور زیور کا ہے۔ بلکہ یہہ کہنا ممکن ہے کہ جون جون عورتین دولتمندی مین ترقی کرتی ہین ان کی جہالت بہی بڑہتی جاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ ادنے طبقے کی عورتون مین نسبت اعلےٰ طبقے کی عورتونکی عقل و دانش کی چمک دمک کچھ زیادہ پائی جاتی ہے۔

کسانون کی عورتین اُن سب کامون کو جانتی ہین جو ان کے شوہر کیا کرتے ہیں ان مین تقریبًا عورت اور مرد ایک درجہ اور ایک حالت مین ہین۔ مگر اعلےٰ یا متوسط طبقے کی عورتین مردون سے بہت پیچھے رہگئی ہین کیونکہ مردون کے دل و دماغ تربیت یافتہ ہین۔ اور انکی عقلین علم کی روشنی سے منور ہین مگر انکی عورتون نے ترقی کی اس رفتار مین مردون کا ساتھ نہین دیا ہے۔ بلکہ وہ ان کے پیچھے کوسون دور رہگئی ہین مردون اور عورتون کا یہ اختلاف دونون کی بدبختی اور بدقسمتی کا بڑا بہاری سبب ہے۔

تعلیم یافتہ مرد اپنے گہر مین تربیت و انتظام دیکھنا چاہتے ہین۔ ان کا مذاق شائستہ ہی۔ اُن کے خیالات لطیف ہین۔ اُن کے جذبات نازک ہین۔ ان مین سے بعض مرد ایسے ہین جن کی توجہ مادی اور جسمانی امور کی طرف بہت کم ہے۔ وہ کبھی خاموش رہتے ہین۔

کبھی آپ ہی آپ بولنے لگتے ہین اور کبھی ہنس پڑتے ہین ۔ ان مین سے ہر شخص کے دماغ مین خاص خیالات گردش کرتے ہین ۔ ہر شخص ایک خاص مشرب کو پسند کرتا ہے ۔ ایک خاص سوسائٹی کا ممبر ہے جس کی وہ خدمت کرتا ہے ۔ ایک خاص ملک مین رہتا ہے جسکی وہ عزت کرتا ہے اس کی تمام تکلیفین اور خوشیان باطن سے تعلق رکھتی ہین وہ محتاجونکو دیکھکر روتا ہے ۔ مظلومون کو دیکھکر غمگین ہوتا ہے ۔ لوگون کے ساتھ بھلائی کرنے سے خوش ہوتا ہے ۔ وہ چاہتا ہے کہ جو خیال اس کے ذہن مین پیدا ہو ۔ اور جو فیلنگ اس کے حواس پر اپنا اثر ڈالے اس کے اظہار کے لئے کوئی ہمدرد اور ہم خیال اس کے پہلو مین بیٹھا ہو ۔ اور وہ اپنے دلی خیالات اور جذبات کو اس سے بیان کرتا ہو ۔ یہ ایک قدرتی میلان ہے جو ہر شخص کی طبیعت مین موجود ہے ۔ اگر عورت تعلیم یافتہ نہ ہو تو وہ اپنی تکلیفون اور خوشیونکو اوس سے پوشیدہ رکھے گا ۔ اور اپنے تئین ایک نئی دنیا مین اور اپنی عورت کو دوسری دنیا مین دیکھے گا ۔ کیونکہ عورت تو یہی جانتی ہے کہ مرد کو دنیا مین اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ ہمارے لئے نفیس کپڑے اور عمدہ زیور مہیا کرے ۔ اور اپنی اوقات کو ان کے ساتھ کھیلنے مین بسر کرے ۔

مرد جب اپنی عورتون کو اس درجہ اس حالت پر پاتے ہین تو ان کے دل مین حقارت کا خیال پیدا ہوتا ہے اور ان کو مردہ تصور کرتے ہین جن کا کوئی اثر ان کے معاملات اور زندگی پر نہین ہے عورتین بھی جب مردون کو دیکھتی ہین کہ وہ اپنے خیال مین ہر جگہ سے محو رہتے ہین اور ان کی طرف التفات کی نظر سے نہین دیکھتے تو ان کا دل رنجیدہ ہوتا ہے اور وہ انکو ظالم خیال کرتی ہین ۔ اور اپنی بدبختی پر روتی ہین جس نے ان کو ایسے مردون کے پنجے مین قید کر دیا ہے جو اون کی قدر نہین پہچانتے اس طرح اُن کے دل مین رفتہ رفتہ بغض اور عداوت کی آگ بھڑکتی رہتی ہے ۔ اب ان کی وہ ہولناک زندگی شروع ہوتی ہے جس کو دوزخ کے عذاب سے زیادہ خیال کرنا چاہئے اور جس مین ہر ایک دوسرے کو اپنا دشمن جانی تصور کرتا)

کرتا ہے - جو اس کے اور کامیابی اور خوش نصیبی کے درمیان حایل ہے -

یہہ نہین خیال کرنا چاہئے کہ یہ حالت اُن مردون اور عورتون کی ہے جن کے اخلاق فاسد ہین بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عورت نہایت پاکیزہ اخلاق اور نیک ذات اور مرد بھی شریف طبیعت کا ہے باوجود اس کے دونون مین ایسی دشمنی رہتی ہے - جو کبھی ختم نہین ہوتی مگر فی الحقیقت نہ اس مرد کا کوئی گناہ ہے اور نہ اُس عورت کا بلکہ اس بدبختی کا باعث صرف یہی ہے کہ تعلیم اور تربیت کے لحاظ سے دونون کی حالت مختلف ہے - اس حالت کا یہی انجام ہوتا ہے (اگر دونون مین تعلق باقی رہے) کہ اُن مین سے ایک شخص دوسرے کے آرام کے لئے اپنے حقوق کو بالکل تلف کر دے، یا دونون اخیر عمر تک اس بھاری طوق کو اپنی گردن مین ڈالے رہین - لیکن اس صورت مین بیوی اور شوہر کی کوئی حالت ہو - اِن کے درمیان محبت کا رشتہ نہین ہوسکتا، اگر محبت کے اصلی معنی لئے جائین - اور اس مین کچھ شک نہین ہے - کہ مرد اور عورت کے لئے دنیا مین اس سے زیادہ کوئی خسارہ نہین ہے کہ وہ محبت کی لذت سے محروم ہون -

وہ مذہبی قصے جو آسمانی کتابون مین لکھے ہوئے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حوّا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا - میرے نزدیک یہ لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مرد اور عورت دونو ملکر ایک انسان ہین - پورا انسان بغیر ان دونون کے اتحاد کے نہین ہوتا - اہل یورپ نے غالباً اسی سبب سے عورت کا نام آدھا انسان رکھا ہے - یہ عمدہ اور پاکیزہ کنایہ اس بات پر اچھی طرح دلالت کرتا ہے کہ مرد اور عورت دونون ایک جسم کے ٹکڑے ہین - ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے کی ضرورت ہے اور دونون کے ملنے سے ایک پورا جسم طیار ہوتا ہے،

یہہ قدرتی کشش جو مرد اور عورت مین موجود ہے، خدا نے تمام زندہ مخلوقات مین پیدا کی ہے - بعض نباتات مین بھی پیوند لگانے کے وقت نر اور مادہ کے درمیان ایک قسم کی حرکت محسوس ہوتی ہے - جس کو دیکھہ کر طبعیات کے علما حیران ہین - یہی قدرتی کشش ایک ضروری جز ہے جو عشق اور محبت کی ماہیت مین داخل ہے - اسی سے

مرد اور عورت دونون کا ایک دوسرے کی طرف میلان ہوتا ہے انسان مین جو کشش
موجود ہے وہ دیگر حیوانون کی کشش سے مختلف نہین ہے۔ مگر اس کشش کی اصلیت اور حقیقت
اور اس کا سبب اسی طرح تاریکی مین ہے جس طرح کہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کی ماہیت اور حقیقت
نامعلوم ہے۔ بعض علما کا خیال ہے کہ یہ ایک خاص قسم کا سیال ہے، جو اعصاب کے
اندر پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ کشش مرد اور عورت دونون کے درمیان پیدا ہوتی
ہے تو ان کو آپس مین ملنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور جب دونون آپس مین
ملتے ہین تو ان پر ایک خوشی طاری ہوتی ہے۔ اُن کی آنکھون سے دلی جذبات کا اظہار
ہوتا ہے۔ جو ان کے سینون مین موجزن ہوتے ہین، اگرچہ وہ زبان سے نہ بولتے ہون۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا دونون کی روحین اس دنیا مین آنے سے پہلے ایک اور دنیا
مین باہم الفت رکھتی تھین۔ پھر جدا ہو گئین۔ اور ایک نے دوسرے کو تلاش کرنا شروع کیا۔
جب دونون اس دنیا مین آپس مین مل گئین۔ تو اُن مین سے ہر ایک نے یہی سمجھا کہ اُس نے
اپنی کھوئی ہوئی چیز پا لی ہے۔ جس کو وہ مدت سے ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے بعد مرد اور عورت
دونون کے دل مین طرح طرح کی امیدین اور آرزوئین پیدا ہوتی ہین۔ دونون مین اتحاد شروع
ہو جاتا ہے۔ اور اس بات کا گویا قرار ہو جاتا ہے کہ وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے
دونون مین سے ہر ایک اپنی کامیابی اور خوش قسمتی کا مدار دوسرے کی ملاقات پر تصور کرتا ہے۔

لیکن یہ مادی اور جسمانی کشش جو مرد اور عورت مین ہوتی ہے کچھ دنون کے
بعد کم ہونے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ فنا ہو جاتی ہے۔ پہلی ملاقات مین کیسی ہی گرمجوشی کا
اظہار کیا گیا ہو مگر آخر کار اسکو زوال ہو جاتا ہے۔ مردون اور عورتون کے مزاج مختلف ہین
اس لئے گرمجوشی اور الفت کا زوال کبھی دیر مین ہوتا ہے، کبھی بہت جلد۔ امیدین
ٹھنڈی پڑ جاتی ہین آرزوئین دھیمی ہو جاتی ہین، اور بجائے رغبت اور الفت کے نفرت
اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر خدا نے انسان مین اس بات کی قابلیت رکھی ہے کہ اگر

وہ چاہے تو ہمیشہ اس فیلنگ کو زندہ اور اس خیال کو تازہ رکھ سکتا ہے۔ وہ جسمانی اور دل فریب منظر جس نے مرد کو فریفتہ کیا تھا' اس کے ساتھ ایک اور دلچسپ منظر پیش آتا ہے جو عقلی اور روحانی ہے۔ احساس کی ناپائدار لذت عقلی اور وجدانی لذت کے ساتھ بدل جاتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ مرد کی پہلی نظر عورت کے چہرے کی صفائی۔ آنکھوں کی خوشنمائی۔ قد کی موزونی۔ بالون کی درازی پر پڑتی ہے۔ اگر حسن و جمال کے ساتھ عادت کی نیکی۔ عقل کی جودت۔ مذاق کی نفاست۔ معلومات کی وسعت۔ رائے کی اصابت۔ باطن کی پاکیزگی۔ ظاہر کی صفائی۔ دل کی نرمی۔ زبان کی سچائی۔ انتظام کی لیاقت۔ خانہ داری کی قابلیت محبت کی راستی۔ عہد و پیمان کی پختگی اور دیگر اخلاق حمیدہ اور عادات شائستہ عورت مین موجود ہون تو مرد کی فریفتگی اور دلبستگی ہزار درجہ بڑھ جاتی ہے اور عورت کا عشق مرد کی روح مین پیوست ہو جاتا ہے۔ باطنی خوبیان ظاہری خوبیون پر فوق لیجاتی ہین اور جو لطف اُن سے حاصل ہوتا ہے وہ ظاہری خوبیون کے لطف سے زیادہ پائدار ہوتا ہے۔ کامل اور پائدار عشق اِنہین دو عنصرون سے مرکب ہے جن کو دوسرے لفظون مین حسن صورت اور حسن سیرت کہہ سکتے ہین۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ مرد کو عورت کے ساتھ یا تو محض روحانی عشق ہوتا ہے یا محض جسمانی۔ مگر میری راے مین پہلا شخص خیال پرست۔ اور دوسرا شہوت پرست ہے خاص محبت کا وہی لطف اٹھا سکتا ہے جو روحانی اور جسمانی دونون قسم کی صفات پر عاشق ہو۔ جو عشق محض جسمانی لذت کی امنگ سے پیدا ہوتا ہے وہ کبھی پائدار نہین ہو سکتا۔ اس کی مثال ایک آتشگیر مادے کی ہے جو ایک دم سے بھڑک اٹھتا ہے اور فوراً بجھ جاتا ہے۔

جسمانی لذتین کیسی ہی مختلف ہون نوعیت کے لحاظ سے سب ایک سی ہوتی ہین۔ اور ان مین وقت اور موقع کے لحاظ سے بہت کم فرق ہوتا ہے۔ پہلی بار جو لذت حاصل ہوتی ہے وہی دوسری بار اور وہی تیسری بار و قس علی ہذا۔ تجربے سے ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ بار بار ایک ہی قسم کی لذت کا محسوس ہونا خواہ اوس لذت کو قوت شامہ سے تعلق ہو

یا باصرہ، یا سامعہ، یا ذایقہ یا لامسہ، اکثر اس بات کا سبب ہوتا ہے کہ انسان کی رغبت اس لذت کی طرف کم ہو جاتی ہے پہر رفتہ رفتہ یہہ حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ اعصاب پر اس کا کوئی اثر نہین ہوتا۔ روحانی لذتون کا یہہ حال نہین ہے۔ اس قسم کی لذتین ہر لحظہ اور ہر آن مین بدل جاتی ہین۔ اور اون سے نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔ اُن دوستون کی حالت پر خیال کرو جن مین روحانی اور باطنی تعلق ہے۔ اور جن کی محبت محض جسمانی لذتون پر مبنی نہین ہے۔ ان مین سے ایک کی روح دوسرے کی روح مین پیوست ہو جاتی ہے۔ ان کو ہر صحبت مین نیا لطف اور ہر ملاقات مین نیا سرور حاصل ہوتا ہے۔ وہ کوئی بات کرتے ہون۔ کسی کام مین مشغول ہون۔ ان کو ہر بات اور ہر کام مین ایک جدید لذت حاصل ہوتی ہے، اور ان کی عقل کو ایک نئی غذا ملتی ہے۔ ہر خیال اور ہر جذبہ اُن کی زندگی پر ایک نئی روشنی ڈالتا ہے اور ان کی لغت اور محبت کو ترقی دیتا ہے۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سچی محبت مین کس قدر طاقت ہے۔ اور اس کو انسان پر کسقدر غلبہ حاصل ہے۔ شریف انسان کے لئے دنیا مین اس سے بڑہکر کوئی کامیابی اور کوئی خوشی نہین ہے۔ اگر دولت زندگی کی زینت ہے تو اصلی محبت کو خود زندگی کہنا ذرا بھی غلط نہین ہے۔ وہ مرد اور عورت جن کی تعلیم و تربیت مین تناسب نہو اس خوشی اور اس سعادت سے بالکل محروم ہین۔ اور اگر کوئی نکتہ چین یہ کہے کہ اچھا فرض کرو کہ مرد تعلیم یافتہ ہے اور عورت تعلیم یافتہ نہین ہے۔ اس صورت مین یہہ ممکن ہے کہ اگر مرد کو عورت کے ساتھ الفت نہ ہو تو عورت کو مرد کے ساتہہ ہو۔ مگر ایسا خیال کرنا اپنے تئین ایک خطرناک غلطی مین ڈالنا ہے کیونکہ وہ اصلی محبت جس کی ترکیب جسمانی اور روحانی عنصرون سے ہوتی ہے اُس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دونون ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے دیکہین۔ مگر ایک کو دوسرے کی نسبت عزت کا خیال اسی وقت پیدا ہوتا ہے کہ یہہ اُس دوسرے کی قدر و قیمت سے واقف ہو۔ اور یہہ ممکن نہین ہے کہ جاہل

عورت تربیت یافتہ شوہر کی قدر وقیمت جان سکے۔

جن لوگون کی شادی ہوچکی ہے، اگر تم اون سے دریافت کرو کہ آیا اون کی عورتین ان سے دلی محبت رکہتی ہین؟ تو وہ یہی جواب دین گے کہ ہان بیشک ہماری عورتین ہم سے دلی محبت رکہتی ہین مگر اصل مین اُن کا خیال درست نہین ہے۔ وہ خود دہوکے مین ہین اور اصلی حقیقت سے آگاہ نہین ہین۔ مین نے بہت سے خاندانون کے حالات دریافت کئے ہین اور ان کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ جن خاندانون کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اُن مین ہر بیوی اور شوہر مین کامل محبت اور دلی اتفاق ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مین نے اُن مین کوئی مرد نہین پایا جو اپنی بی بی سے دلی الفت رکہتا ہو۔ نہ کوئی عورت دیکھی جو اپنے شوہر کو عزت اور محبت کی نظر سے دیکھتی ہو۔ ... اتفاق جو بہت سے گھرون مین پایا جاتا ہے اس کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ ان مین تکرار اور لڑائی نہین ہے مگر ایسا کیون ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ یا تو شوہر تنگ اور مجبور ہوکر خاموش ہو گیا یا عورت نے شوہر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنی ملک اور جائداد مین جس طرح چاہے تصرف کرے، یا عورت اور مرد دونون جاہل نا تربیت یافتہ ہین جو عمدہ زندگی کی قدر وقیمت نہین جانتے۔ اور اصلی خوشی اور اصلی کامیابی کے راز سے بے خبر ہین۔ یہ آخیر حالت مصر کے خاندانون مین عام طور پر ہے اور اس مین کسیقدر خوشی اور کامیابی کی جہلک پائی جاتی ہے۔ گو کہ وہ اصلی کامیابی اور اصلی خوشی نہ ہو۔ مگر پہلی دو صورتون مین اتفاق بہت بڑی قیمت دے کر حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ ان صورتون مین ایک نے دوسرے کے فائدے کے لئے اپنے تئین بالکل فنا کر دیا ہے۔ ان حالتون سے قطع نظر کر کے اگر شاذونادر کوئی ایسی مثال پائی جائے جس مین مرد اور عورت مین گہرا اور دلی تعلق ہو اور دونوں کو ایک درجے پر تعلیم و تربیت دی گئی ہو تو یہ نادر مثال اس قاعدۂ کلیہ کو نہین توڑ سکتی جو اوپر بیان ہوچکا ہے۔ عام طور پر مرد اور عورت اس نعمت سے محروم اور اس سعادت سے بے بہرہ ہین

محبت کا نہ ہونا عام طور پر مرد کی طرف سے ہی کیونکہ عورت علم و شائستگی مین اس سے بہت دور پیچھے رہ گئی ہے۔

کوئی بات ایسی نہین ہے جس پر مرد اور عورت باہم گفتگو کرین اور دونون کو تبادلہ خیالات سے یکسان خوشی ہو۔ اور کوئی رائے ایسی نہین ہے جس کو دونون دلی اتفاق سے تسلیم کر سکین۔ اس کا سبب ظاہر ہے کیونکہ مرد جن خیالات مین محو رہتا ہے جو جذبات اس کے سینے مین موجزن ہوتے ہین، جن کامون مین اس کی زندگی بسر ہوتی ہے اور جن کیفیتون سے اُس کا دل مسرور ہوتا ہے۔ اُن سے عورت کو کوئی علاقہ نہین۔

سب سے بڑھکر یہہ ہے کہ وہ کام جن کے لئے عورت پیدا کی گئی ہے اور جو قدرتی طور پر عورتون ہی کے لئے موضوع ہوئے ہین ان مین بہی مرد کو کوئی لطف نہین آتا اور عورت کے ساتھ بیمزگی اور بے لطفی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اکثر عورتین نہ ہر روز بالون مین کنگھی کرتی ہین، نہ ان کو سنوارتی ہین، نہ ہفتے مین ایک دفعہ سے زیادہ نہاتی ہین، نہ مسواک یا منجن کا استعمال کرنا جانتی ہین، نہ دانت اور منہہ صاف رکہتی ہین، نہ لباس کی صفائی کا خیال رکہتی ہین، نہ یہہ جانتی ہین کہ شوہر کے دل مین کن باتون سے رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس رغبت کو کیونکر پائدار کرین اور اس کو کس طرح ترقی دین۔

اس کا باعث یہہ ہے کہ جو عورت تعلیم یافتہ نہین ہے وہ مردون کی اندرونی امنگون اور خواہشون سے ناواقف ہے اور نفرت اور رغبت پیدا ہونے کے اسباب سے بے خبر ہے۔ اسی لئے جب وہ چاہتی ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے اُن کی طبیعت مایل ہو، میلان طبیعت کے بالکل برخلاف کام کرتی ہے، اور اپنی کوشش مین ناکام رہتی ہے۔

عورت جو مرد کے ساتھ محبت نہین رکہتی اُس کی وجہ اس کے سوا نہین ہے کہ وہ محبت کے معنی نہین جانتی۔

عورت کا جو خیال مرد کی نسبت ہے، اگر ہم اس خیال کو تحلیل کریں اور اُس کے اجزا کو جدا جدا کر کے دیکھیں، تو وہ دو باتوں سے مرکب پایا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ مرد کو اپنے نفسانی جذبات کا پورا کرنے والا خیال کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کو اپنے لئے اسباب معیشت کا مہیا کرنے والا سمجھتی ہے۔ وہ گہرا تعلق جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور جس کے سبب سے میاں بیوی ایک جان اور دو قالب ہو کر رہتے ہیں اور جس کے لئے ایک دوسرے کو اپنے مذاق کے موافق انتخاب کرتا ہے اور دوسرے ہزاروں آدمیوں سے وہ تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا اور جس کے سبب سے دونوں ملکر ایک کامل وجود کہلاتے ہیں۔ اور جس کے لئے ہر ایک اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے اور اپنے رفیق اور محبوب کے سوا دوسرا خیال اُس کے دل میں نہیں آتا۔ اسکی کوئی مثال ہم اپنے ملک میں نہیں پاتے، ماں کو اپنی اولاد سے جو محبت ہوتی ہے وہ قدرتی ہے اگر اس درجے کی محبت قدرتی نہ ہو اور دو شخصوں کے درمیان پائی جائے تو سمجھنا چاہئے کہ ان کو دنیا میں نعمت کبرےٰ اور سعادت عظمےٰ حاصل ہے۔

مصر کی ہر عورت اپنے شوہر میں اس سے زیادہ کسی بات کی جستجو نہیں کرتی کہ اُس کا قد و قامت دراز ہے، یا کوتاہ۔ اس کا رنگ گورا ہے، یا کالا۔ شوہر کی عقلی اور اخلاقی پاکیزگی، اُس کی عمدہ سیرت، اُس کی پاک دامنی، اُس کی نازک خیالی، اُسکی علمی قابلیت، اُس کے شایستہ کام، اُس کے اعلےٰ مقاصد، اور وہ تمام صفات جن سے وہ اپنے ملک اور قوم میں ممتاز اور معزز خیال کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عورت کے خیال میں آئے۔ یا اُس کے دل میں شوہر کی وقعت اور عزت پیدا کر سکے۔

پس سب سے پہلا شخص جو مرد کی اِن صفات کی پروا نہیں کرتا، اور جو اس کی قدر و قیمت سے جاہل ہے، وہ اُس کی عورت ہے۔

ہم ہمیشہ دیکھتے ہین کہ ہماری عورتین اُن مردون کی تعریف کرتی ہین جن کے
ساتھ کوئی بیش لطف آدمی مصاحبت کرنا ہی نہین چاہتا اور اُن مردون سے نفرت کرتی ہین جن کے
وجود کو ہم اپنی قوم کے لئے مایۂ نازش و افتخار جانتے ہین۔ عام طور پر جاہل عورتون کی
رائے مردون کی نسبت اسی درجے کی ہوتی ہے جس درجے پر اُن کی عقل و فراست
ہے۔ سب سے اچھا مرد اُن کے نزدیک وہ ہے جو شب و روز اُن کے ساتھ لہو و لعب
مین مصروف رہتا ہے اور جس کے پاس اس قدر دولت ہو کہ اُن کے لئے زرق برق
لباس چمک دمک کے زیور نئے ہوے اور شیرینی اور عمدہ غذائین مہیا کر سکے۔ اسی طرح
اُن کے نزدیک سب سے زیادہ حقیر اور قابل نفرت وہ مرد ہے جو کتابون کے مطالعے
مین محو رہتا ہو۔

جب کوئی عورت اپنے شوہر کو پڑھنے لکھنے مین مشغول دیکھتی ہے تو
اُس پر غضبناک ہوتی ہے اور اُن کتابون اور علمون پر لعنت بھیجتی ہے جنھون نے
اُس کو عورت کے ساتھ لہو و لعب کرنے سے باز رکھا۔ اور اس کے اوقات عیش مین
خلل ڈالا۔ اور اس کو ان حقوق سے محروم رکھا جو شوہرون کی گردن پر ہین۔ اس سے
مرد اور عورت مین دائمی تکرار اور مخالفت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ ابھی ایک لڑائی ختم
ہونے نہین پاتی کہ دوسری لڑائی شروع ہو جاتی ہے

[illegible] کوئی تدبیر نہین پاتا جس سے ان دو دشمنون یعنی عورت
اور علم کے درمیان مصالحت کر سکے۔ وہ اس مرد سے بھی زیادہ حیران اور پریشان ہوتا ہے
جس کے دو بیبیان ہون۔ کیونکہ بسا اوقات دو سوکنون مین آشتی اور صلح کا ہونا
ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہین ہے کہ جاہل عورت اور تربیت یافتہ مرد مین کسی طرح
موافقت ہو جائے۔

مختصر یہ کہ کوئی عورت اس بات پر راضی نہ ہوگی کہ وہ عالم کی صحبت مین

زندگی بسر کرے۔

یہہ ظاہر ہے کہ جس مرد کی یہ حالت ہو' اس کی عملی قابلیت رفتہ رفتہ بالکل ناپید ہو جاتی ہے کیونکہ کسی شخص کا علم بار آور نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دماغ افکار سے خالی نہ ہو' اور جب تک کہ اس کی طبیعت کو کامل اطمینان اور سکون میسر نہ آئے۔ مرد تو آرام اور اطمینان چاہتا ہے جس کی کنجی اس کے عورت کے ہاتھ میں ہے مگر وہ اس کے دینے میں بخل کرتی ہے۔ اس حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ کوئی تعلیم یافتہ مرد اپنے علم سے کام لے سکے' اور اپنے اعلیٰ ارادوں کو عمل میں لا سکے۔

اس بیان سے یہ نتیجہ صاف نکل آتا ہے کہ مصری عورتیں عام طور پر محبت کی لذت سے ناواقف ہیں۔ خاص کر وہ عورتیں جن کے شوہر تعلیم یافتہ ہوں اور اپنے تئیں مفید کاموں میں مشغول رکھتے ہوں۔

ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ "جس محبت کا تم نے ذکر کیا بیشک اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ مگر ایسی نہیں ہے جس کے بغیر میاں بیوی کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ کیونکہ اگر میاں بیوی میں ایسی اعلےٰ درجہ کی محبت نہ ہو' تو یہ بات ممکن ہے کہ اس نقصان کو اور بہت سی صفات پورا کر سکیں۔ ہمارے نزدیک تو اتنا ہی ہونا کافی ہے کہ عورت مرد کی غمخوار اور اس کی شریک رنج و راحت اور زندگی کی بعض ضرورتوں میں اس کی معاون و مددگار ہو"

ہاں معترض کی طرح ہم بھی چاہتے ہیں کہ عورت مرد کی ہمدم و ہمراز اور اس کی دست و بازو ہو مگر ایسا ہونا کب ممکن ہے جب کہ عورت جاہل اور نا تربیت یافتہ ہو۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ کسانوں کی عورتیں باوجود جہالت کے اپنے مردوں کے ہر کام میں شریک رہتی ہیں اور گھر کے اندر باہر ہر قسم کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ بلکہ

اس حالت مین خوشی کے ساتھہ زندگی بسر کرنا اس لئے ممکن ہے کہ دیہات کی زندگی نہایت سادہ اور وحشیانہ ہی اور دہقانون کی خانگی ضرورتین بہت کم ہین۔ مگر اُن شہرون مین جہان شائستگی ترقی کر گئی ہے، جہان انسانی ضرورتون کا دایرہ وسیع ہوگیا، جہان معیشت کے طریقے بہت اور مختلف ہین، جہان ایک گھر کا انتظام کرنا ایک بڑے کارخانے کے انتظام کرنے کے برابر ہے۔ اگر وہان عورت کے ہاتھہ خانہ داری کی باگ دی جائے تو بغیر تعلیم و تربیت کے اُس انتظام کا چلانا ناممکن ہے۔

حقیقت یہہ ہے کہ خانہ داری کا فن آج کل اس قدر وسیع ہوگیا ہے کہ اُس کے لئے بہت سے علوم و فنون کے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج کل عورت ہی کے ذمے یہ کام ہے کہ وہ آمدنی اور خرچ کا بجٹ ایسی لیاقت اور غور و فکر سے تیار کرے کہ گھر کی مالی حالت مین کبھی مشکلات پیش نہ آئین۔ نوکرون کے کام کی نگہبانی بھی اُسی کے ذمہ ہے تاکہ وہ ایک لمحہ بھی اپنے فرایض سے غافل نہ ہون۔ کیونکہ بغیر کامل نگرانی کے ممکن نہین ہے کہ خدمتگار اپنے کام کو عمدگی سے انجام دین۔ عورت ہی کا یہ فرض ہے کہ وہ گھر کو شوہر کی نظر مین دلچسپ اور مسرت خیز بنائے تاکہ جب وہ محنت سے فارغ ہوکر گھر مین قدم رکھے تو در و دیوار سے اُس کو اُنس ہو اور اس چاردیواری مین وہ آرام و راحت پائے گھر مین چند ساعت قیام کرنا اُس کے لئے نعمت عظمےٰ ہو۔ کھانے اور پینے۔ سونے اور جاگنے مین اُس کو انتہا کا لطف آئے۔ بازار، یا قہوہ خانے کی صحبت سے اس کو دلی نفرت ہو جائے۔

عورت ہی کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اولاد کو جسمانی۔ عقلی اور اخلاقی ہر قسم کی تربیت سے آراستہ کرے۔

یہہ ظاہر ہے کہ اُن اصولون کو جن کا ذکر اجمالاً ہوا۔ موجودہ زندگی کے جزئیات پر تفصیل کے ساتھہ منطبق کرنا ایسا کام نہین ہے کہ جس کے لئے ایک تربیت یافتہ

دماغ کی ضرورت نہ ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک عورت کی عقل وسیع نہ ہو۔ دماغ مختلف معلومات سے منور نہ ہو، مذاق صحیح اور طبیعت شائستہ نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خانگی انتظام کو عمدگی اور خوبی کے ساتھ چلا سکے۔ خاصکر اولاد کی تربیت تو بغیر تربیت یافتہ ماں کے ہو ہی نہیں سکتی۔ راقم عبدالعلیخان (از معارف)

بنارسی ٹھگ

ایک ہندو لیڈی صاحبہ کا مضمون

بنارسی ٹھگوں اور اُن ٹھگوں کے درمیان جو جبلپور میں گویا اپنی نوآبادیاں قایم کئے ہوئے ہیں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ برخلاف جبلپوری ٹھگوں کے یہ لوگ اندھیری راتوں میں چوریاں کرنے نہیں جاتے اور نہ سنسان گوشوں میں تھکے ماندہ مسافروں کو لیجا کر اپنا مہمان بناتے اور ان کی دعوت کرتے ہیں جس کے بعد درگا مائی کے حوالہ کر دئے جاتے ہیں۔ جبلپوری ٹھگ اس طور سے مسافروں کو جب پھانس لیجاتے ہیں تو نہ پستول کی کوئی آواز آتی ہے نہ تلوار کی چمک معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ ایک بارگی ایک نرم ریشمی رومال کا پھندا ناواقف مسافر کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسمیں جو مہلک گرہ لگی ہوتی ہے وہ فوراً مسافر کا کام تمام کر دیتی ہے۔ لیکن بنارس کے ٹھگ بظاہر اعلیٰ خاندان کے لوگ ہوتے ہیں کیونکہ ان کے گلوں میں زنار اور پیشانی پر صندل کے ٹیکے ہوتے ہیں۔ یہہ لوگ بڑے شریف ہوتے ہیں کہ کسی کا خون نہیں کرتے۔ بلکہ جو لوگ ان کے پنجہ میں پھنس جاتے ہیں۔ صرف ان کے روپیہ سے اپنی جیبیں بھرتے ہیں۔ یہہ دن دوپہر کارروائی کرتے ہیں اور پولیس والوں کو ذرا بھی دھیان میں نہیں لاتے۔ اور نہ عظیم الاقتدار سرکار کا کچھ خوف کرتے ہیں۔ ایک بنارسی ٹھگ نہایت ہی شیرین لہجہ سے اپنے آسامی کے ساتھ ملتا ہے اور اس سے رخصت ہوتے وقت بالعوض گلے میں پھندا ڈالنے کے آشیرباد وان (دعاؤں) کا مینھ برسا دیتا ہے

یعنی شیوجی تجکو بچائے رہیں اور جلد تجکو پھیر کرے آمین" (تاکہ ہمیشہ کی طرح تیرے بال کتر لیئے جائیں)

ایک رانی اپنے بہت سے ہمراہیوں سمیت بنارس مین آکر اتری اور ایک ٹھگ نے اس کو تاک لیا۔ جس وقت رانی کی پالکی بنارس کی سڑکوں پر پہونچی۔ ٹھگوں نے جلد جلد قدم بڑہایا اور چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا۔ اور راس کا باڈی گارڈ بن گئے

ایک شاطر دلال" ارے یہ نیا چاند یکایک کہاں سے نکل آیا"

دوسرا" تم کو پھل کھانے سے کام ہے کہ پیڑ گننے سے"

تیسرا" کچھ نہ کچھ بات تو اس مین ضرور ہوگی جو اتنا بہاری مکان رہنے کے لئے لیا ہے"

چوتھا" میرے پانون تو زمین مین چپکے جاتے ہین۔ مین تو یہان سے بے نکالے ہوئے اب جانے کا نہین"

پنڈت منوہر ناتھ (جس نے اس شکار کو آتے ہوئے پہلے ہی تاکا تھا) "لیکن تمھاری ہنڈیا یہان تو گرم نہین ہوسکتی"

ایک پرانا دلال" ارے ڈاکو ادہر آؤ۔ میری بات سنو۔ لو یہ پچاس روپئے مجھ سے لو اور یہان سے چل دو"

ایک نہایت نفرت آمیز لہجہ سے" رام رام پچاس کوڑیان اور یہہ سونے کی چڑیا۔ میری ہتیلی تو ایسی نہین ہے کہ کھجلی اتنے مین مٹ جائے"

اور اب اس رقم پر بولیان بڑہنے لگین۔ مطلب یہ تھا کہ اس قدر رقم لے لو اور تم سب لوگ چلے جاؤ۔ صرف میرا حصہ باقی رہنے دو مین بھگت لون گا۔ آخر کار منوہر ناتھ نے جو اب تک چپ تھا اپنی جیب مین ہاتھ ڈالکر نوٹ کھڑکھڑاتے اور نوٹون کے نکلنے سے ان لوگون مین ہل چل مچگئی۔

"لو یہ سو روپے موجود ہیں اِن کو لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کر لو"

اب ٹھگون نے یہ نوٹ پاکر بلند آوازون سے دعائین دینا شروع کردین۔ "مہاراجہ کی جے۔ رانی صاحبہ کی جے۔ پنڈت جی کی جے۔ رانی صاحبہ بہت دنون تک جیتی رہین"۔

اب منوہر ناتھ نے میدان مار لیا۔ اور رانی کے مکان کا سایہ بن گئے۔ اور اب بغیر ان کے کوئی شے فروخت نہین ہو سکتی اور نہ کوئی شخص کچھ معاملہ کر سکتا ہے۔

ایک روز منوہر ناتھ نے ایک سوداگر سے جو بنارسی کپڑا بیچنے لایا تھا کہا۔ "دیکھئے مین ایک کونے مین کھڑا ہون" جس کے معنی یہ تھے کہ مین روپے مین چار آنے دلالی لے لون گا

سوداگر (کمال حسرت سے) "باپ رے چار آنہ! زمانہ تو دیکھو یہ ٹکس اور یہ کال کے دن۔ چار آنے کا ہیکو میرا خون ہی چوس لو"

پنڈت۔ "ارے شیو شیو۔ لے بہت ناراض نہ ہو۔ ایسا نہ کرو کہ معاملہ دو ٹوک ہوجائے"۔ مطلب یہہ کہ دو آنہ روپیئے سے کوڑی کم نہ ہوگی۔

سوداگر آخر کار کسی نہ کسی طرح پر رضامند ہوا۔ اور مال کی قیمت مین دو آنہ روپیہ اوپر بڑھا دئے۔ اور جب سودا ہو چکا تو ایک دین واجب الادا کے طور پر دو آنہ فی روپیہ کے حساب سے پنڈت جی کو روپیہ گن دیا۔

بنارس کا چوک گو بہت چھوٹا ہے۔ لیکن یہان نہایت عمدہ قسم کے بعض کپڑے فروخت ہوتے ہین۔ اور کوئی شخص بغیر اس کے کہ کاشی جی سے کچھ یادگار نہ لے جائے واپس نہین جاتا۔ چوک مین گاڑی پر گاڑی آتی جاتی ہے اور ان بنارسی ٹھگون کا غول کا غول انکے ساتھ ہو لیتا ہے جو کنج والی پھاٹک پر انکی راہ دیکھتا رہتا ہے۔

اب ایک انگلش لیڈی صاحبہ چوک مین آرہی ہین۔ آمرناتھ نے ان کے بچے کو اٹھا کر گود مین لے لیا اور ساتھ چلے۔ راستہ مین میم صاحبہ کو سبق پڑہاتے جاتے ہین کہ "بنارس بڑا مشہور ہے۔ اور فلان فلان باتون کے لئے ممتاز ہے" اور ٹھٹھیری بازار تک یہہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن اس کے چند گھنٹے پیشتر اشنان اور پوجا کے وقت اگر دریائے گنگا کے کنارہ کا "جہان دنیا بھر کی کثافت جمع رہتی ہے۔" ایک قطرہ پانی امرناتھ جی کے اوپر پڑگیا ہوتا تو اس نے سارا بدن نجس کر دیا ہوتا لیکن اب جو نفع کی امید ہے تو فرنگی کے بچے کو بھی گود مین لئے ہوئے ہین۔ اور اس کو کھلونے خرید کر کے دے رہے ہین۔ کہ میم صاحب کے نزدیک رسوخ ہو جائے۔ ٹھٹھیری بازار مین نہایت عمدہ چکدار برنجی برتن رکھے ہوئے ہین لوٹون اور تھالیون کے ڈہیر لگے ہین۔ جن پر مورتون کے نقش بنے ہین۔ یہان ایک دوکان پر لیڈی صاحبہ کو امرناتھ نے لاکر بٹھا دیا۔ اور خود لپک کر برف اور سوڈا کا ایک گلاس لے آئے۔ اور اس کو پلا کر پنکھا جھلنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔

اور اب دوکاندار سے خطاب کر کے (امرناتھ)

"دیکھو بھائی۔ یہ جنرل صاحب کی میم صاحبہ ہین اور آج صبح تم نے ان کا منھ کیا دیکھا لچھمی کو دیکھ لیا"

اور بعد اس کے اپنی خاص زبان سے۔

"بھائی روپے مین چار آنے ہمارے اور تم اپنی مٹھی گرم کرو"۔

اور میم صاحبہ کی طرف خطاب کر کے۔

"لیڈی صاحبہ یہ بڑی عمدہ دوکان ہے۔ نہایت سستا مال بکتا ہے کوئی یون کے سوا اس سودا سے خوب خرید کر لیجئے"۔

میم صاحبہ دلال کے اس اخلاق سے مغلوب ہوگئین اور بار بار اس سے

مشورت لے رہی ہین کہ

"دیکھو دو تھالیون کے بیس روپئے مانگ رہا ہے۔ تھالیان بے شک نہایت نفیس ہین۔ لیکن میرے نزدیک بیس روپئے تو بہت ہین"

امر ناتھ ز تا بنا کام کر سکے "بیشک بیشک میم صاحب بہت زیادہ ہین۔ لیکن آپ کچھ اندیشہ نہ کرین۔ آپ کے ساتھ فریب نہ ہو سکیگا"

اور اس کے بعد دوکاندار کی طرف نیلی پیلی آنکھین کر کے (اسی پوشیدہ زبان) اس طرح ایماندار متوسط نے کہنا شروع کیا۔

"اجی تم بڑے بدمعاش ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے موکل مین سیاہی لگے اور میری آبرو مین عزت مین فرق آئے۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ کسی مرد آدمی کے ساتھ فریب کرنا بہت غیرت کی بات ہے"

اب تھالیون کی قیمت کم کر دی گئی اور امر ناتھ نے پھر اپنی بولی بنیا کہنا شروع کیا۔

"اجی نیچے جاؤ۔ یہ موم کی ناک ہے جدھر چاہونگا بنا دونگا یہ تو میرا کام ہے"

آخر بہت سی چیزین خرید کر کے میم صاحب امر ناتھ کی نہایت شکر گذار ہوئین کہ اس نے اس قدر توجہ اور مہربانی کی اور ایک روپیہ انعام مین حوالہ کیا۔ دلال نے جھک کر سلام کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اسی دوکاندار کی دوکان پر جس سے ابھی اس قدر جھگڑا ہوا تھا پھر جا کر بیٹھ گئے اور چلم پینا شروع کر دی۔

لیکن اب ان کے دوسرے بھائی کاشی ناتھ کا حال سنئے ان کو ایک عجیب قطع کے صاحب بہادر سے پالا پڑا۔ جوان ویسی لکھیون کو اپنے پاس بھٹکنے نہین دیتے اور چابک کے ذریعہ سے ہٹاتے جاتے ہین۔ اس وجہ سے بیچارے

دلال فاصلہ پر رہتے ہین۔ لیکن ان کا سایہ ساتھ ساتھ ہے اور رہ رہ کر کسی کسی دوکاندار کے طرف جہانک کر کہدیتے ہین کہ "نیچو بھائی نیچے جائے" (یعنے روپیہ مین آدھ آنہ ہمارا ہوا)

صاحب کے چابک نے سڑاکے کی آواز دی تو دلال خاموش۔ لیکن صاحب کے نزدیک دام زیادہ معلوم ہوئے اور انھون نے کہا کہ "جا دم گھٹ" تیسری دوسری دوکان کا رخ کیا یہان سبتل پرشاد نے بیٹھالے کر صاحب کو دھیما کرنا شروع کیا۔

دوسری دوکان آئی سبتل نے اپنی زبان مین کہدیا۔

"چند چیزین خرید کی قیمت پر بیچ ڈالنا۔ پھر کان مل دینا"

اور واقعی خوب ہی گوشمالی ہوئی۔ اور صاحب کے حواس بھی درست ہو گئے۔ اب صاحب بہادر لدے پھندے آگے بڑھے۔ یہان ایک دلال اور دوکاندار کے درمیان جھگڑا ہو رہا تھا دوکاندار نے صاحب کو پکارا کہ دیکھے صاحب یہ ظلم کر رہا ہے۔ دلال یہ کہہ کر "اچھا ماموں دیکھ لون گا" گلی مین چلدیا۔

دوسرے دن اسی دوکان پر پہونچا۔ اور چلم لے دھوین دھوین دونون مین ملاپ کرا دیا۔ تیسرا دن آیا۔ اب دوکاندار کا ایک قیمتی بکس غائب تھا۔ لاکھ تدبیر کی نہ ملا۔ آخر کار ایک دوکاندار نے کہا کہ بھائی بھڑون کا چھتا نہ چھوا کرو۔ بنارسی ٹھگون سے نبولا کرو اور تھوڑی دیر مین صندوقچہ پھونچ گیا۔ واہ رے دیانتدار دلال۔ بنارسی ٹھگون کی جے۔

میرا پہلا جرم

میرا پہلا جرم - یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے دلچسپی کے علاوہ دنیا کی نہایت کارآمد باتین معلوم ہوتی ہین - واقعی یہ نادر کتاب جو یورپ کے مشہور و معروف فیلسوف کی تصنیف ہے اور جس کا ترجمہ بامحاورہ اور سلیس اردو مین کیا گیا ہے دنیا کے فریب اور مکاریون کی ایک سچی تصویر ہے سرکار نظام نے اس کے دو سو جلدین اپنے سررشتہ کوتوالی کے لئے خرید فرمائی ہین کہ اس کے مطالعہ سے خفیہ پولس کو بصیرت حاصل ہو - قیمت مع محصول ڈاک (دو روپے)

معلم نسوان (محب حسین)

مسلمانون کو مژدہ

یہ حمائل قرآن جس کا ترجمہ شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے نہایت جانکاہی سے بہت سلیس اردو مین کیا ہے طبع ہوکر ہمارے مطبع مین آگئی ہے - اسکا خط - اس کا غذ اور اسکی جلد دیکھنے سے آنکھین کھلتی ہین - اس حمائل سے پہلے جو قرآن مجید بڑی تقطیع پر مولانا موصوف نے طبع فرمایا تھا اس کے ترجمہ سے اس حمائل کا ترجمہ زیادہ اچھا ہے - کیونکہ اس ترجمہ پر نظرثانی ڈالی گئی ہے - ان تمام خوبیون پر قیمت بہت ارزان یعنی فی جلد مجلد ([illegible]) اور بغیر جلد ([illegible]) اور محصول ڈاک ذمہ خریدار - جن حضرات کو خریداری منظور ہو وہ مہتمم مطبع معلم نسوان سے طلب فرمائین

المشتہر

محمد یوسف حسین مہتمم مطبع معلم نسوان واقع گوشہ محل حیدرآباد

سیتا

اس نادر کتاب کا حصہ اول زیر طبع ہے جسکی خواہش عوام الناس مین روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جسکی کاپیان بالکل فروخت ہوچکی ہین - بعد طبع اسکی قیمت فی کاپی ([illegible]) ہوگی - مگر جو حضرات پیشگی قیمت عنایت فرمائین گے ان سے صرف [illegible] فی کاپی قیمت لی جائے گی - ایڈیٹر

ادیب

(ہندوستان بھر مین اپنی خاص طرز کا بے نظیر علمی میگزین قیمت مین بڑی بھاری تخفیف)

یہ وہی ماہواری علمی رسالہ ہے جسکی اعلیٰ **انشاپردازی** کے ڈنکے اخباری دنیا مین بج رہے ہین اور جسکی تعریف مین بیشمار خطوط اور مشہور ادبا مثل نواب محسن الملک بہادر، شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد صاحب۔ مولانا شبلی۔ مولانا حالی۔ اور بہتر ملکی اخبارون کی قیمتی رائین موجود ہین جن مین سے بعض کے الفاظ یہ ہین کہ "اس کے ہر صفحہ مین **جواہرات کوٹ کر بھرے ہین**"

"مولانا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "مین موجودہ علمی رسالون مین ادیب کو سب سے **افضل** سمجھتا ہون"

شروع ماہ جنوری ۱۸۹۹ء سے ابتک دس نمبرون مین چار سو صفحہ سے زاید ضخامت مین **متنوع مضامین** طبع ہوچکے ہین جو ملک کے مشہور مستند انشاپردازون کے زور قلم اور **اردوے معلی** کا اعلیٰ نمونہ ہین اور علوم مختلفہ **تاریخ۔ فلسفہ۔ ہیت۔ علم الارض۔ حیوانات۔ نباتات۔ طبیعیات** وغیرہ۔

تمدنی۔ علمی معلومات۔ اور مفید دلچسپ نکات سے پر ہین۔ ماہ ستمبر سے ایک اعلیٰ درجہ کا قابل قدر سلسلہ مضامین **جیالوجی** (علم الارض) چھپنا شروع ہوا ہے جسکے مصنف علامۂ زمان مولوی میرزا مہدی خان صاحب کوکب مشہور جیالوجسٹ سرکار نظام ہین۔ ابتک اردو لٹریچر مین کوئی کتاب اس علم کے متعلق شایع نہین ہوی یہ پہلی ہی مرتبہ ہے کہ **ادیب** مین یہ مضامین طبع ہونا شروع ہوے ہین۔ ایسے نایاب اور بیش قیمت ذخیرہ کی سالانہ قیمت شایقین کے اصرار اور نفع عام کے خیال سے گھٹا کر عموم سے بجائے (عہ) کے صرف (سے) اور طلبا سے (عــر) کر دی گئی ہے جسمین محصول ڈاک بھی شامل ہے۔ چونکہ سلسلہ پرچے صرف معدودے چند باقی رہگئے ہین شایقین جلد طلب فرمائین ورنہ پھر نہ مل سکین گے۔ بدون پیشگی قیمت کوئی پرچہ روانہ نہین ہوسکتا۔ کل درخواستین بنام **سید اکبر علی** ایڈیٹر (سند یافتہ کلکتہ یونیورسٹی) **فیروزآباد** ضلع آگرہ کے پتہ سے روانہ کیے جائین۔

نوٹ۔ چونکہ **ادیب** کے بے بہا مضامین مثل سدا بہار پھولون کے ہمیشہ تازہ رہتے ہین جب پڑھیے نیا لطف دیتے ہین لہذا اسکی سالانہ جلد مستقل کتاب کی صورت مین ہمیشہ مفید و کارآمد رہیگی اور کسی طرح بیکار نہ ہوجائیگی کہ ایک دفعہ پڑھی اور پھینک دی۔

معلم نسوان

جلد ۱۳ — ماہ رجب ۱۳۱۷ھ ہجری — نمبر ۷

شادی ۵۳

مطبوعہ مطبع معلم شفیق واقع گدشہ محل حیدرآباد دکن

معلم نسوان

ف۱ - یہ رسالہ ہر قمری ماہ میں ایکبار شایع ہوتا ہے

ف۲ - اس کا موضوع عورت کے ہر ایک پہلو و حالات سے بحث کرنا ہے -

ف۳ - اس کا حجم ۶۴ صفحہ کا ہے اور سالانہ قیمت پیشگی عام خریداروں سے مع محصول ڈاک پانچ روپے اور عورتوں سے دو روپے ہیں -

ف۴ - نمونہ کا پرچہ مفت دیا جاتا ہے -

ف۵ - علاوہ ان مضامین کے کہ جو عورتوں سے متعلق ہونگے وقتاً فوقتاً علوم جدیدہ - تاریخی اور علمی مضامین بھی ایڈیٹوریل اور بہرہ مراسلات میں شایع ہوتے رہینگے -

ف۶ - عام طور سے یہ رسالہ ہندوستان کے تمام کتاب خانوں مدارس نسوان اور مجالس ترقی کو صرف اخراجات ڈاک کے وصول ہونے پر مفت دیا جاویگا

ف۷ - گذشتہ جلدیں جو دراصل عورتوں کا ایک نہایت ہی قیمتی سا مجموعہ یا مخزن معلومات ہیں بحساب چار روپے فی جلد جسکے ۶۰۰ صفحہ ہیں مع محصول ڈاک فروخت کی جاتی ہیں - المشتہر خادم نسوان محب حسین ایڈیٹر

دربار اکبری

یہ نادر کتاب جس کو شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مصنف آب حیات نے تصنیف فرمایا ہے دربار اکبری کی ایک سچی تصویر ہے شہنشاہ اکبر کے زمانے کے علما و فضلا شعرا وغیرہ جو اس دربار میں حاضر کئے گئے ہیں ان کی یہ کتاب قابل دید ہے - جن صاحب کو اسکی خریداری منظور ہو وہ مہتمم صاحب کتب خانہ آصفیہ متصل [illegible] سے چار روپے سکہ عالی بھیجکر طلب فرمالیں -

معلم نسوان

مولفہ

خادم نسوان محب حسین اڈیٹر

جلد ۱۳ بابت ماہ رجب سنہ ۱۳۱۷ ہجری نمبر ۷

اخبار نسوان

تعلیم نسوان کی رفتار ترقی بہت دھیمی ہے۔ حال مین گورنمنٹ آف انڈیا نے جو تعلیم ہند کی نسبت ایک ضروری رزولیوشن جاری فرمایا ہے۔ اس مین تمام لوکل گورمنٹونکو اس امر کی طرف توجہ دینے کے لئے تاکید کی ہے کہ تعلیم نسوان کی رفتار بہت دھیمی ہے اس مین کوئی شک وشبہ نہین کہ لوکل گورمنٹین جس قدر لڑکون کی تعلیم کی جانب توجہ فرماتی ہین اس قدر لڑکیونکی تعلیم کی طرف متوجہ نہین ہین۔

لوگ فرانس کے ناظم تعلیمات کی اس رائے کو بہت جلد بھول جاتے ہین کہ لڑکیون کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔کیونکہ ایک لڑکی کے تعلیم یافتہ ہونے سے سارا گھر تعلیم یافتہ ہوسکتا ہے۔ اور جب مائین تعلیم یافتہ ہونگی تو اونکی اولاد بھی ضرور ہی اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ ہوسکے گی۔ اور عورتون کے اثر سے مردون مین بہت جلد تعلیم وتربیت پھیل جائے گی۔ افسوس ہے کہ لوکل گورمنٹون نے ابھی تک اس قیمتی رائے پر پورا عمل درآمد نہین کیا۔

سال گذشتہ کی رپورٹ صوبہ مغربی شمالی کے سررشتہ تعلیمات کی سالانہ رپورٹ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سال گذشتہ طلبائے ذکور کی تعداد مین (۱۹ ۸ ۲۰۰) اور

اور طلبائے اناث کی تعداد مین (۴۸۴۲) کا اضافہ ہوا ہے۔ اور لڑکون کے لئے تو (۱۵۱)
اور لڑکیون کے لئے (۳۵) جدید مدارس قائم کئے گئے ہین - گو سالہائے گذشتہ کی بہ نسبت
اب تعلیم نسوان کی ترقی ہندوستان مین محسوس ہونے لگی ہے - مگر اس کی رفتار اسقدر
آہستگی کے ساتھ ہے کہ یہ ترقی قابل اطمینان نہین خیال کیجا سکتی ہے - لوکل گورنمنٹون کو
مناسب ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبہ مین تعلیم نسوان کی طرف زیادہ توجہ فرمائین - اور مختلف
تدابیر سے لڑکیون کو مدارس مین داخل ہونے کی ترغیب دین - کیونکہ عموماً ہندوستان
کی بیٹیونکی حالت اچھی نہین ہے - اور عموماً ان مین اشاعت تعلیم کی سخت ضرورت ہے

سلطنت ٹرکی مین تعلیم نسوان کی ترقی | ہم نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس خبر کو سنتے
ہین کہ شہر دمشق مین جو سلطان المعظم کی حکومت مین ہے - لڑکیون کی تعلیم کے لئے اسی
مدارس نسوان قائم ہین - اس تعداد سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دوسرے ملکون کے
مسلمان اپنی عورتون کی تعلیم و تربیت مین کسقدر سرگرم ہین - افسوس ہے کہ ہمارے
بھائی مسلمانان ہند ابھی تک اپنی لڑکیون کو مدارس مین بھیجنے ہی کے خلاف ہین - اب
انھین بھی لازم ہے کہ مسلمانان ٹرکی کی طرح وہ بھی اپنی عورتون کی تعلیم و تربیت مین
سعی بلیغ فرمائین - اور انھین جاہل اور کندۂ ناتراش نہ رکھین -

عورت اور کالج کی پروفیسری | سنا جاتا ہے کہ ایک عورت جس نے کہ بیرسٹری امتحان
پاس کیا ہے ایک ہندو کالج کی پروفیسر مقرر ہوئی ہے - تعلیم و تربیت سے عورتین بھی مردون
کی طرح علم مین کمال پیدا کر سکتی ہین -

امداد پردہ نشینان ہند | ہم نہایت مسرت کے ساتھ اس خوشخبری کو سنتے ہین کہ صوبہ
مغربی شمالی کے لفٹنٹ گورنر سر اینٹونی میکڈانیل صاحب نے آگرہ کے دورہ مین معلم
پردہ نشینونکی زندگی بسر کرنے کے لئے جو انتظام فرمایا ہے - اس سے صاحب ممدوح
کی انسانی ہمدردی اور سچی فیاضی کا خاص ثبوت ملتا ہے -

بتاریخ ۷ - ماہ نومبر ۱۸۹۹ء کو آگرہ مین ھز آنر نے آگرہ ڈویژن کے عہدہ داروں اور میونسپل بورڈ کے ممبروں کی ایک مجلس کانفرنس منعقد کی - اور انسداد قحط کے متعلق رائین دریافت فرمائین اور پردہ نشین خواتین کی دستگیری کے لئے جو دست سوال دراز کرنے کے مقابلہ مین فاقہ کشی سے اپنی جان دینے کو ترجیح دیتی ہین خاص طور پر گفتگو کی - اس کارروائی کے بعد یہ امر طے ہوا کہ منتظمان امداد قحط مفلس پردہ نشین عورتون کو تلاش کرکے انھین کے گھرون پر انہین کام دین - اور جو کام کرنے سے معذور ہون ان کو بغیر معاوضہ امداد دی جائے - اس غرض کی تکمیل کے لئے فہرست چندہ مجلس مین پیش کیگئی - اور سب سے پہلے ھز آنر نے اپنی جیب خاص سے ایک ھزار روپیہ چندہ مرحمت فرمایا - اور ایک ہزار روپیہ تین سو دا اگر مسٹر انڈرسن جان نے جو ایک تجارتی کمپنی کے مالک اور میونسپل کمشنر مین تین سو روپیہ ماہانہ کی امداد کا وعدہ کیا - امید قوی ہے کہ دوسرے اشخاص ہمدرد نسوان بھی اس کار خیر مین حصہ لینے سے محروم نرہینگے -

اگر سرکار عالی کے صوبہ داران اسمات بھی اپنے اپنے علاقہ کے اون مقامون مین جہان کہ قحط کی سختی ہے - پردہ نشین عورات کے لئے یہی انتظام فرمائین تو نہایت ہی مناسب ہے - ہمارے ملک کے فیاض امیر جو اکثر شادی بیاہ مین لاکھون روپے صرف کر دیتے ہین - اور جو پردہ نسوان کے بہت ہی بڑے حامی ہین ضرور اس کار خیر مین شریک ہون گے - اور یہی فیاضی دکھائین گے - کیونکہ قحط کا بہت بڑا اثر سب سے زیادہ ان مفلس پردہ نشینون پر پڑتا ہے - جو چار دیواری کے اندر بجز فاقہ کشی سے مرنے کے اور کوئی کام نہین کرسکتی ہین -

امداد بیوگان ہند کلکتہ مین ساٹھ ہزار روپیہ کے سرمایہ سے ہندو بیوٴون کی امداد کے لئے ایک فنڈ قائم کیا گیا ہے - اس فنڈ سے اُن شریف بیوہ عورتون کو وظیفے دئے جائین گے جن کا کوئی والی وارث نہین ہے - اگر ہمارے مسلمان

بھائی بھی کوئی ایسا ہی فنڈ امداد بیوگان کے لئے کھولیں تو نہایت ہی قابل تعریف بات ہے۔ شادی بیاہ اور ناچ رنگ میں روپیہ خرچ کرنا کوئی قابل تعریف کام نہیں ہے۔ اسی روپیہ کو اگر عورتوں کی بہبودی میں صرف کریں تو اونکی حالت بہت جلد اچھی ہوسکتی ہے

انعقاد مجلس خواتین اسلام | ہم اس خبر کو بڑی خوشی کے ساتھ یہاں درج کرتے ہیں کہ دمشق میں شریف خاندان کی چند مسلمان خواتین نے مفلس عورتوں اور خیراتی شفاخانہ کی امداد کے لئے ایک مجلس منعقد کی ہے۔ جس نے بہت ہی قلیل عرصہ میں اپنی ممبر سے چندہ وصول کرکے تین ہزار روپیہ کی رقم جمع کرلی ہے۔

حیدرآباد دکن میں بھی اگر بعض لائق معزز عورتیں اس قسم کی کوئی مجلس منعقد کریں۔ اور یتیم لڑکیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں سرگرمی دکھائیں۔ تو دنیا بھر میں وہ قابل تعریف سمجھی جائینگی۔ اور قوم میں اعلیٰ درجہ کا نمونہ پیدا کرینگی۔ اور اُن کے نام صفحہ ہستی پر سنہرے حرفوں سے لکھے جائینگے۔ خدا اُن نواب زادیوں کو یہ توفیق دے کہ وہ اڑے وقت میں اپنی بہنوں کی مدد کریں۔

اپنی روٹی آپ پیدا کرنی | یورپ میں اکثر عورتیں علم و ہنر کے ذریعہ سے خود آپ اپنی روٹی پیدا کرتی ہیں۔ اور اپنے مردوں کی دست نگر نہیں ہوتیں۔ بلکہ اپنے مردوں کی دستگیری کرتی ہیں۔ چنانچہ وہاں بکثرت عورتیں لیڈی ڈاکٹر۔ لیڈی جنرلسٹ۔ لیڈی فارمر۔ لیڈی مرچنٹ وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ برخلاف اسکے ہندوستان میں عورت صرف مرد ہی پر بھروسہ رکھتی ہے۔ اگر وہ اسکو روٹی نہ دے تو مر جائے۔ عورتوں کی یہ افسوسناک حالت قابل اصلاح ہے۔

عورت کو دیکھ بھال کے خود آپ اپنی شادی کرنی چاہئے | انگلستان کی سو عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں ملتی جو اسوقت تک اپنی شادی بیاہ کا نام لیتی ہو۔ جب تک کہ اوسکو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ جس سے وہ شادی

کرنے والی ہے - اسمین اتنی استطاعت موجود ہے کہ وہ ایک علحدہ مکان لے کر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیون نہو اس کے ساتھ اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرسکیگی برخلاف اسکے ہندوستان مین یہ ایک بہت برا رواج ہے کہ شادی کے معاملہ مین عورت سے کوی رائے ہی نہین لی جاتی - اور وہ ایک ایسے مفلس آدمی کے حوالہ کردی جاتی ہے جو اکثر دوسرون کی کمائی پر بھروسہ رکھتا ہے - علاوہ ازین شادی کے بعد دلہن کو ساس نندون کے ساتھ رہنا اور ان کے طعن و تشنیع سہنا پڑتا ہے - یہ بات مشہور ہے کہ ساس اور بہو مین دشمنی ہوتی ہے - اور وہ ہمیشہ آپسمین لڑتی جھگڑتی رہتی ہین - ہمارے نزدیک طرز معاشرت نہایت تکلیف دہ امر ہے -

بیحیائی ہندوستان مین اکثر ہندو عورتین کنوون - تالابون اور گھاٹون پر جہان سی کہ عام خلقت گذرتی ہے ننگی نہاتی ہین - واقعی ہندوستان مین جہان کہ حیاداری کا اسقدر غلو ہے کہ عورتین سخت پردے مین رکھی جاتی ہین - یہ بیحیائی بھی قابل داد ہے - ہم لوگ لیڈیون کو بال مین دیکر اہل انگلستان پر ہنستے ہین - مگر اپنے ملک کی عورتون کو شارع عام پر برہنہ دیکھنے سے شرماتے نہین - حقیقت مین دونون باتین قابل نفرت ہین - مگر ہمین پہلے اپنے عیوب کو دیکھنا اور انکی اصلاح کرنا ضرور ہے -

ایک سپاہی کی لڑکی اخبار ایڈوکیٹ اخبار لیڈی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ جب بیمار اور زخمی سپاہیون کی تیمارداری اور خبرگیری کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو اسوقت ہمیشہ انگریزی لیڈیان سب سے پہلے اس خدمت کی سربراہی کے لئے مستعد ہو جاتی ہین - لیڈی ہچینسن جو ایک سپاہی کی لڑکی اور نٹال کے گورنر کی بیوی ہین - دواخانہ کے ایک جہاز مین سوار ہو کر جنوبی افریقہ کو روانہ ہوئی ہین یہ ہمدرد انسان لیڈی انگریزون کی طرف کے زخمی سپاہیون کی تیمارداری کریگی - اور برٹش فوجکو پوری مدد دیگی -

عورتوں کو بھی فنون جنگ سکھانا چاہیئے۔

مختلف اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ٹرانسوال مین عورتین اور لڑکیان بھی عمدہ نشانہ لگاتی ہین اور باقاعدہ بندوق چلانا سیکھتی ہین۔ اس وقت وہ معرکہ کارزار مین آنے کے لئے مستعد ہین۔ واقعی جب تک عورتون مین جوہر شجاعت نہین ہوتا اسوقت تک مرد بھی مرد میدان نہین بن سکتے۔ عربون مین کمال شجاعت کے ساتھ عورتون مین بھی بہادری تھی جسکی تصدیق قدیم تاریخ عرب کے مطالعہ سے بخوبی ہوتی ہے۔ جو لوگ عورتون کو بزدل رکھتے ہین۔ وہ در اصل مردون کو نامرد بناتے ہین۔ کیونکہ ماں کا اثر بچہ پر بہت قوی ہوتا ہے اور مرد عورتون کے اثر سے بچ نہین سکتے۔

جذامی عورت کو زندہ گاڑنے کی سزا

اس سے پہلے ہم اس عجیب و غریب مقدمہ کے واقعات نذر ناظرین کر چکے ہین جو رآکی کے قریب پولس نے دریافت کئے تھے۔ ایک عورت کو جو کہ عارضہ جذام مین مبتلا تھی اوسکے خاوند۔ بیٹے اور چند پڑوسیون نے زندہ دفن کر دیا تھا۔ جسکا سبب یہ غلط عقیدہ تھا کہ جذامی کو زندہ دفن کر دینے سے عارضہ جذام اولاد مین منتقل نہین ہونے پاتا ہے عدالت نے اسمقدمہ کی دریافت کی۔ اور مجرمین سے جواب طلب کیا۔ ارکان جوری نے مجرمین کو اس دلیل سے بری کرنے کی کوشش کی کہ وہ عورت زندہ نہین گاڑی گئی۔ مگر مجرمین نے اوسکو زندہ گاڑنے کا خود اقرار کیا تھا۔ اس لئے سیشن جج جوری کی اس رائے کو تسلیم نہین کر سکتا تھا۔ پوری تحقیقات کے بعد جج کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مجرمین نے عورت کو اس عقیدہ کی بنا پر اسی کی استرضا سے زندہ گاڑا تھا کہ اسکی وجہ سے مرض جذام سے محفوظ رہین گے۔ اور یہ قتل اونکی ذاتی غرض پر مبنی تھا۔ اس لئے سیشن جج نے پانچ مجرمین کو چھوڑ دیا۔"

ہادی

کہ اس مجذوم کے زندہ دفن کی جرات کی تھی حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی۔ اور اونکی جہالت اور حماقت کی کافی طور سے خبر لی۔

افسوس ہے کہ ہندوستان کے عوام الناس اور علی الخصوص دیہات کے آدمیوں مین سخت جہالت اور بے تعلیمی پائی جاتی ہے۔ اسی جہالت کے دور کرنے کے لیئے ہماری عادل گورنمنٹ ابتدائی تعلیم پر زور دیرہی ہے۔ ہمین امید ہے کہ حکام وقت تا امکان خود عام تعلیم وتربیت کے پھیلانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرینگے۔ کیونکہ جہالت خود ایسی مہلک بیماری ہے جسکا علاج سب سے مقدم ہے۔

دہوئین سے ہلاکت | اخبار بمبی گزٹ رقمطراز ہے کہ مسوری مین جمعہ کے دن بیڈیم بے جے کریسنے قضاکی۔ جو کئی سال سے وہان سکونت پذیر تھین۔ شام کو سوتے وقت یہ عورت صحیح وتندرست تھی اور صبح کو وہ مردہ پائی گئی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کوئلے کے دہوئین سے مری ہے۔ جسکے باہر نکلنے کے لیئے کافی راستہ نتہا۔

ہمارے دیکھنے مین اکثر ایسی موتین آئی ہین جو بند مکانات مین دہونی وغیرہ سے واقع ہوئی ہین۔ ہندوستان کی عورتومین یہ ایک بہت ہی مضر رواج ہے کہ جب کسی عورت کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو زچہ اور بچے کو ایک بند مکان مین رکھتے ہین اور ہوا کے آنے کے تمام سوراخ بند کردیے جاتے ہین اور اس پر طرہ یہ ہے کہ زچہ کے پلنگ کے پاس رات بھر آگ جلائی جاتی ہے۔ اور عورتون کا مجمع رہتا ہے۔ اس بے احتیاطی سے اکثر مذکورہ بالا واردا تین ہو جایا کرتی ہین اور دہوئین کی وجہ سے جسمین کاربن شامل ہوتا ہے اور نیز عورتون کے مجمع سے جنکی سانس سے کاربون ایسڈ خارج ہوتا ہے اکثر زچہ اور بچہ مرجاتے ہین۔ کیونکہ کاربون ایسڈ گیس ایک قسم کا زہر ہے۔ ہماری اس رائے کی تصدیق مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے جو اسی ماہ میں گذرا ہے۔

اخبار نسوان

کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے

معلم نسوان جلد ۳ نمبر ۲

دم گھٹنے کی وجہ سے موت اودھ اخبار لکھتا ہے کہ چند اور لڑکیاں بھی عمدہ تعجب ناک [illegible] باشندہ [illegible] کی بی بی جسکے لڑکی پیدا ہوئی تھی اس وقت وہ معرکہ [illegible] اپنے دائی اور انا ایک بچہ کوٹھری مین سو رہی تھین - جس مین کوئی [illegible] جوہر شجاعت [illegible] کو معلوم ہوا کہ دائی مری پڑی ہے اور نوجوان زچہ اور انا بھی قریب المرگ ہین - خبر کے بعد فوراً یہ دونون جان بلب عورتین دوسرے مکان مین منتقل کی گئین - جہان وہ پھر ہوش مین آئین - اس خوفناک حادثہ کا سبب وہ گھٹا ہوا دھوان تھا - جو کمرے مین جلتی ہوی لکڑیون سے نکلا تھا جس سے ان لوگون کا دم گھٹ گیا تھا -

دیاسلائی سے جل کر مرنا بمبئی مین ایک چھ برس کی لڑکی کملا بائی دیاسلائی سے جلکر مر گئی - اسکی موت کے واقعات یہ ہین کہ یہ چھوٹی لڑکی دیاسلائی کی ڈبی سے کھیل رہی تھی کہ دفعتاً دیاسلائیان جل اٹھین اور اوسکے کپڑون مین آگ لگ گئی اور لڑکی کا تمام بدن آگ سے جھلس گیا - جسکے صدمہ سے وہ جان بحق ہوئی - والدین کو چاہئے کہ وہ چھوٹے بچونکو دیاسلائی کی ڈبی سے ہرگز کھیلنے نہ دین اور گھر مین سیفٹی میچ یعنی بغیر رگڑ کے نہ جلنے والی دیاسلائیان استعمال کیا کرین -

عورت کیساتھ بدسلوکی حال مین راج شاہی کے سیشن جج نے رحمت نامی ایک مسلمان کو اپنی زوجہ کے ساتھ بدسلوکی کے جرم مین تین ماہ قید سخت کی سزا دی ہے - اس مقدمہ کے واقعات یہ ہین کہ رحمت کا چھوٹا لڑکا مکان کی انگنائی مین رو رہا تھا اور اوسکی ماں اوسپر غصہ کر رہی تھی - رحمت کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی - اور اوسنے اپنی عورت کو ایک طمانچہ مارا جسکے صدمہ سے وہ مر گئی - ایک طمانچہ سے آدمی کا مرنا قابل تعجب ہے - گو شہادت بہم نہ ہو - مگر یہ ضرور ہے کہ عورت کے کسی عضو رئیسہ پر صدمہ پہنچا ہو گا - جسکی وجہ سے اوسکی موت واقع ہوئی ہے - ہم کو سخت افسوس ہے کہ ہندوستان مین مرد عورتون کے ساتھ بڑی بیرحمی سے پیش آتے ہین - (ایڈیٹر)

کہ اس مجذوم کے زنا
دی - اور اونکی
افسوس

سیتا

بقیہ فصل ۱۵

کے آدمیون مین سیتا کی حالت بہت خراب تھی - آپ جانتے ہین کہ اسکی تمام آس اور امید اسی بچے ہی پر منحصر تھی - اسکی بیوگی کی بدمزہ زندگی کا وہی ایک بچہ سہارا تھا جسکے بغیر سیتا کی زندگی ایک سنسان اور خطرناک میدان کے مشابہ تھی - اسکی موت نے اس امید کا بھی خاتمہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کی جائداد اور کارخانہ کا مالک ہوگا - کیونکہ اب تمام موروثی جائداد ضرور رام داس کے ہاتھ مین چلی جاتی اور واقعی رامداس نے بھی جائداد مذکور پر اپنا دعوٰی دائر کرنے مین ذرا بھی تاخیر نہین کی جو نارندر اکے قبضے مین تھا - یہ تمام جائداد و دولت رامداس کو ملنے والی تھی اور سیتا کی قسمت مین وہی ذرا سا حصہ لکھا ہوا تھا جو ایک بیوہ عورت کو وراثتاً دیا جاتا ہے - یہ ممکن تھا کہ سیتا کسی لڑکے کو متبنے کر لیتی - گو یہ ایک امید موہوم تھی اور ممکن تھا کہ اسکی اجازت نہ دیجاتی اور اگر وہ کوئی بچہ گود لیتی بھی تو کیا وہ اسکے اس بچے کی برابری کرتا جسکی جان ایک مرتبہ تو خدا نے بچائی تھی - اور جسکی زندگی سے اسکی تمام زندگی اور اسکی ساری دنیوی امیدین وابستہ تھین -

ہمین اس ناقابل تسکین رنج کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہمارے ناظرین خود آپ اس صدمہ کا اندازہ کر سکتے ہین - اور خیال فرما سکتے ہین کہ اس جانکاہ صدمے سے اس چھوکری کا دل کس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا جسمین محبت کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی - دن بھر وہ بالاخانے کی کھڑکی مین چپ بیٹھی ہوئی اس مندر کیطرف دیکھا کرتی تھی جہان اسنے مرنے سے پہلے بچے کو مورت کے سامنے ڈالا تھا جسنے اسکی دعا کو سنا تک بھی نہ تھا اور جس سے تھوڑے فاصلہ پر وہ مدفون تھا - اسوقت وہ سپید ریش شیخ وہان موجود نہ تھے اور نہ انکے پھر آنے کے نسبت کچھ اس کے سننے مین آیا تھا -

اس نہایت مزاج عورت چچی ایابیا کو سیتا کے غم غلط کرنے کی کوشش مین پوری ناکامی ہوئی - اس نے سیتا کے دل سے اس جانکاہ صدمہ کا اثر دور کرنے اور اس کو گھر کے معمولی کام کاج مین لگانے کے لئے سعی بلیغ کی - اس نے

ستیا کی پڑانی ساتھ کھیلی ہوئی عورتون کو بلایا - یہ عورتین آئین اور ستیا کے ساتھ
رونے مین شریک ہوئین - انہون نے اُس کو تسلی دینے اور اُس کا رنج وغم گھٹانے
کی سخت کوشش کی - مگر اس سے کچھ فائدہ نہوا - پھر ایلیا نے دامن بھٹ سے
ستیا کو تسکین دینے اور اُس کے دل سے غم دور کرنے کی التجا کی - اور اس نیک
مزاج پجاری نے تا امکان خود اس بات کی کوشش کی - دامن بھٹ نے ستیا
کو مقدس کتابون کے وہ مقامات پڑھکے سُنائے جن مین مصیبت کے وقت خدا
پر بھروسہ رکھنے اور صبر وتحمل سے کام لینے کی ہدایت درج ہے - اور اس نے اس سے
کہا کہ "دنیا کی تمام چیزین محض بے اصل اور خواب وخیال ہین - اب تمہین چاہئے کہ
تم حقیقت کی طرف رجوع ہو اور حیات ابدی حاصل کرنے کی کوشش کرو" پھر اس
نے ستیا کو اُس کی قدیم مذہب کتابون کو پڑھ کر سنانا شروع کیا - ایک روز اس
خیال سے کہ ستیا کو سیوتری بہت دلچسپ معلوم ہوگی اور اس سے اُسکا عقیدہ
مضبوط ہوجاے گا جب اس نے اُس کو یہ کتاب پڑھ کے سنائی - تو ستیا نے
اُسکی طرف ایک غم آلود نظر سے دیکھا اور اُس کو روکنے کے لئے اس کتاب پر ہاتھ
دھرکے کہنے لگی "مین نے دو دفعہ مرنے کا ارادہ کیا تھا - ایک تو اُس (اپنے خاوند)
کے ساتھ - اور یہ مرنا مجھ پر فرض تھا - دوسرے لالو کے ساتھ - اور یہ مرنا محبت
کی وجہ سے تھا - مگر رام کو میرا مرنا منظور نہ تھا - آہ! موت کا فرشتہ جلدی سے
آجاے اور مین اُس کے پیچھے چلی جاؤن - اب مجھے کیون جینا چاہئے - کسی کو
کبھی میری موت ناگوار نہ ہوگی اور تم سب لوگ مجھے یاد بھی نہ کروگے"

جسقدر دن گذرتے گئے - اُسیقدر رفتہ رفتہ اس کے دل مین سکون پیدا
ہوتا گیا - وہ اکثر رویا کرتی تھی - اور چچی ایلیا اس رونے کو ایک اچھی علامت خیال
کرتی تھی - ایلیا نے اپنے جی مین کہا کہ "رونے سے اس کا دل ہلکا ہوجاے گا

وہ ابھی تک بہت بیماری ہے ۔ جب مین بیوہ ہوئی تھی ۔ تو مین بھی سال بھر تک روتی رہی تھی ۔ اور تب میرے دل مین سکون پیدا ہوا تھا ۔ مگر میرے کوئی بچہ نہ تھا ۔ صرف یہی چھوکری تھی ۔ اگر اسوقت یہ بھی مر جاتی تو مین بھی ضرور ہی اپنی جان سے گذر جاتی ؟؟

یہ بوڑھی نیک عورت رات رات بھر ستیا کی چارپائی کے پاس بیٹھی ہوئی نگرانی کرتی اور اوسکو پنکھا جھلا کرتی تھی ۔ اور جب ستیا کی آنکھ جھپک جاتی تھی ۔ تو اسوقت یہ بھی اپنی دری پر لیٹ رہتی تھی ۔ اور جب وہ ستیا کو سوتے مین اکثر بڑبڑاتے اور اپنے بچے کو پکارتے ہوئے سنتی تھی ۔ تو جھٹ پٹ اٹھکے آہستہ آہستہ تھپ تھپانے لگتی تھی ۔ اور اوس کے سلانے کی کوشش کرتی تھی ۔ مگر ایک رات اسے ستیا کے خواب کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوئی ۔ اوس وقت بچے کے نام کے عوض اس انگریز شریف آدمی کا نام اس کی زبان سے نکلا جس نے اس کے تمام گھر والون کی جان بچائی تھی ۔ ستیا خواب مین اس کا نام عجیب انداز سے بڑبڑا رہی تھی ۔ اور جب چچی ایلیا نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس چھوکری کے چہرہ پر کچھ خفیف تبسم کے آثار نمایان ہین ۔ رنج و غم کی حالت مین کمی ہے چہرہ کی جو رنگت زرد ہو گئی تھی وہ اب کسیقدر سرخی مائل ہے ۔ ہونٹون پر بعوض سپیدی اور خشکی کے اب سرخی اور تری موجود ہے ۔ بند آنکھون مین سے کچھ آنسو نکل آئے ہین ۔ سینہ بھاری اور سانس مین تنگی ہے اور دم بدم ٹھنڈی سانسین بھرتی ہے ۔ چچی ایلیا نے یہ خیال کیا کہ جو کچھ ستیا نے دیکھا تھا اوس کا تصور سوتے مین اوس کے دماغ مین آگیا ہے اور اس انگریز کے سلوک نے بھی اس کے دل پر اثر کیا ہے ۔ پھر ایک رات کو یہی خوابین اس چھوکری ستیا کو مکرر دکھائی دینے لگین اور بار بار اسی طرح سونے مین بڑبڑانے لگی ۔ چچی ایلیا مین تو

اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اس بڑبڑانے کو ستیا سے بیان کرتی - مگر اس نے اس بات کو اکثر مشاہدہ کیا کہ ستیا دن دن بھر متواتر کھڑکی میں بیٹھی رہتی ہے اور ایک حسرت بھری نظر سے اس آموں کے باغ کو دیکھتی ہے جس میں سپید خیمے لگائے گئے تھے - اگر وہ دیسے پھر آکر وہاں لگائے جاتے تو کیا اچھا ہوتا -

ایک روز جب صبح کو ستیا اٹھی اور پھر اس نے حسب معمول کھڑکی میں آکر جھانکا - تو اس کو معلوم ہوا کہ درختوں کے نیچے خیمے کھڑے ہوئے ہیں - اسوقت چچی ایلیا اس کے پاس موجود تھی - جو ایکبارگی چونک پڑی جب ستیا نے باواز بلند یہ کہا چچی! دیکھو دیکھو وہ خیمے گڑرہے ہیں - وہ آئے گا!" اسوقت ایلیا کو ستیا کے چہرے پر خوشی کے ایسے آثار نمایاں معلوم ہوئے اور اس کی آنکھیں اس قسم چمکتی ہوئی دکھائی دیں جو ایک عرصہ دراز سے اس کے چہرے پر دکھائی نہیں دئے تھے - کیا ستیا کے چہرے کی یہ حالت دیکھکر ایلیا کو خوشی ہوئی تھی ؟ ہرگز نہیں - کیونکہ ستیا کی بدخواہیوں اور بڑبڑانے نے اس کے دل کا حال ایلیا پر ظاہر کر دیا تھا - وہ یہ جانتی تھی کہ جس آدمی کو سب عزت و وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس کی جگہ ستیا کے دل میں ہوگئی ہے - اور وہ اس سے محبت کرتی ہے - ہاں ستیا کو نہایت بچے کے مرنے کا سخت صدمہ تھا - اور ایلیا ستیا کی اس نازک حالت کو بڑے تردد اور ہراس کے ساتھ دیکھ رہی تھی - کیونکہ اس وقت ستیا کی موت اور حیات کے دونو پلے مساوی تل رہے تھے اور اس کی جان کا پورا خطرہ تھا - مگر ستیا کی اس نئی حالت سے ایلیا کو بہت بڑا رنج والم تھا - جو اس کے مرجانے کے غم سے بھی کہیں زیادہ تھا - وہ اب بڑی احتیاط کے ساتھ اس کی اس نئی حالت کو دیکھ رہی تھی -

دوسرے دن نارندر اسمیرل کی ملاقات کے لئے گیا اور بڑی دیر تک

ان دونومین باتین رہین - مہاجن نے بڑی تفصیل کے ساتھ بچے کے مرنے کے حالات بیان کئے - اور جو بے قاعدہ کوششین اس کی مان کو تسکین دینے کے لئے کی گئی تھین انھین بھی اُس نے شرح و لبسط کے ساتھ بیان کیا - اُس نے کہا کہ اگر آپ یہ لکھ بھیجتے کہ آپ کا زخم اچھا ہوگیا ہے اور آپ تندرست ہین - تو مین خیال کرتا ہون کہ اِس کے خیالات اُدہر سے پھر جاتے - کیونکہ جب سے اُس نے آپ کی تندرستی کی خبر سنی ہے - تو اُسوقت سے اُس کی حالت بہتر ہے - کیا آپ اُسکو دیکھنے کے لئے تشریف نہ لائین گے ؟ آپ جانتے ہین کہ مین یہان اُسے اور اوسکی چچی کو بھیج نہین سکتا - مجھے یقین ہے کہ آپ کا ایک لفظ ہمارے تمام سمجھانے بجھانے سے اُسکو زیادہ مفید ہوگا"

سیرل نے کہا - "یہان سے کوچ کے پہلے مین شاید نہ جا ونگا - ابھی مین کام کی وجہ سے یہان کئی روز تک قیام کرونگا - اگر میرا آنا ممکن ہوگا - تو مین اس سے اسکو اطلاع دے دون گا - نارندرا ! میری خواہش یہی ہے کہ وہ اچھی رہے - اور مجھے تو اُس عزیز چھوٹے لالو کے مرنے کی خبر سنکر بہت رنج ہوا تھا - جب مین تمہارے ہان تھا تو وہ مجھ سے کسقدر مل گیا تھا - ستیا سے یہ کہدینا کہ مین نہ تو اسکو بھولا ہون اور نہ اُس کے بچے کو - تمہارے گھر کا سمان میری آنکھون کے تلے پھرتا ہے - ستیا اور چچی ایلیا کو میرے لئے کچھ مٹھائی اور اچار ضرور بھیجنا چاہئے - تمہارے ہان یہ دونو چیزین اچھی بنتی ہین"

نارندرا نے سیرل کا یہ پیام پہنچا دیا - اور جو کچھ ہمدردی کی باتین کمشنر صاحب نے کی تھین انہین ذرا بڑھا کر بیان کیا جو شاید ایسے موقع پر ایک طبعی بات ہے - ستیا کا دل ہر ہر لفظ پر اُچھل پڑتا تھا جسے وہ سنتی تھی - پھر ستیا اور چچی ایلیا سب کام چھوڑکر ان پکوانون کی تیاری مین مصروف ہوئین جنھین وہ جانتی تھین کہ جب سیرل یہان تھا تو بہت پسند کرتا تھا - اور ستیا نے کچھ پھولون کے ہار بنائے اور چچی ایلیا سے

کہا کہ "ان ہارون کو تم خود اپنے ہاتھ سے اُس کے گلے مین ڈالنا" جب سب چیزین تیار ہوگئین۔ تو ایک روز شام کو ایسے وقت جبکہ سیرل اکیلا تھا ایلیا انھین لیکر اُسکے پاس گئی۔

ایلیا نے سیرن کے پاس تنہا جانے پر اصرار کیا۔ اس کے وجوہ یہ تھے:۔
اول تو یہ ایک بدنما بات تھی کہ وہ اپنے ساتھ سیتا کو لے جاتی۔ دوسرے یہ کہ پجاری کو بھی وہ اپنے ساتھ لے جانا نہین چاہتی تھی جو اُس کے ہمراہ جانے پر امادہ تھا۔ وہ سیرل سے ڈرتی نہ تھی۔ اور اپنے بھائی اور پجاری کی ہمراہی اور امداد کی کوئی ضرورت نہین سمجھتی تھی۔ تیسرے ایک خاص وجہ تھی جسے اس کے سوا اور کوئی نہین جانتا تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ اُسکو سیتا کی بابت سے بڑاہی تردد اور بدگمانی تھی۔ اور وہ اس بات کو سیرل سے صاف کرلینا چاہتی تھی۔ ان وجوہ سے جی ایلیا اکیلی کمپ مین آئی اور وہ تمام تھالیان جن مین عمدہ عمدہ پکوان رکھے تھے سیرل کے سامنے رکھدین۔ اور سیرل کے خدمتگار کو بعض چیزون کے پکانے کی ترکیب سمجھا دی اور کہدیا کہ انہین اپنے آقا کے لئے اس طرح سے پکانا چاہئے۔ جب وہ چلا گیا۔ تو سیرل سے ایلیا نے کہا کہ صاحب کوئی اور آدمی تو آپ کے نزدیک نہین ہے؟ مین جو کچھ باتین آپ سے کرونگی انھین کوئی دوسرا آدمی سننے نہ پاے۔ یہ باتین ہین تک رہنا چاہئین"
اس بات کے کہنے سے سیرل کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے اُٹھکر چارون طرف دیکھا۔ مگر اس کے اطراف وجوانب اُسوقت کوئی آدمی نہ تھا۔ اس کے معمولی کمربند خدمتگار بہت دور خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مہاجن کے آدمیون سے جو جی ایلیا کے ساتھ آئے تھے بیٹھے باتین کر رہے تھے۔ اور اس ڈاکے کی کہانی کو جو مہاجن کے گھر مین پڑا تھا بڑی دلچسپی کے ساتھ سُن رہے تھے۔ سیرل نے پاس آکے کہا۔ "نہین۔ یہان کوئی نہین ہے۔ تم کیا کہتی ہو۔ بلا تکلف کہو"

بیچی الیبیا وہان سے ہٹ کر جہان ابھی تک وہ کھڑی تھی سیرل کی کرسی کے پاس آ کے بیٹھ گئی - اور اُس کے بازو پر آہستہ سے اپنا ہاتھ دہر دیا تاکہ وہ اس کی باتون کو بڑی توجہ کے ساتھ سُنے - عادتاً الیبیا کی تقریر مین گنجلک اور بیہودہ باتین تھا اور اُس کے خیالات اوہام باطلہ سے بھرے ہوئے تھے - اور اس موقع پر تو وہ اپنے مطلب کو تھوڑے سے لفظون مین ظاہر کرنا چاہتی تھی اور اُس کو آداب و تہذیب کا چندان خیال نہ تھا -

اس نے کہا "صاحب! آپ اپنی مہربانی سے ہماری بڑی ضرورت کے وقت ہمارے ہان آئے - اور آپ نے ہماری جان - مال اور عزت و آبرو سب کچھ بچائی - آپ نے ہمارے لئے اپنا خون بہایا - اگر آپ ہمارے عزیز اور خون و جگر ہوتے تو بھی اس سے زیادہ ہمارے لئے اور کچھ نہ کرتے ہم دعا مانگتے ہین کہ خدا آپ کو اس کا اجر دے اور وہ ضرور دیگا صاحب ہم گنوار اور سیدھے سادے لوگ ہین - اور جب آپ زخمی ہو کر بیمار پڑے تھے تو ہم آپ کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے - اور آپ سے کوئی عورت گھونگھٹ نہین کرتی تھی - اگر کوئی موقع ہوتا تو ہم آپ پر اپنی جانین نثار کرتے اور آپ کے ساتھ ہمین کوئی تکلف نہ تھا - مین اور سیتا آپ کے پاس بیٹھی رہتی تھی اور وہ آپ کو کتاب پڑھ کر سنایا کرتی تھی" یہ کلمہ مُنہ سے نکلتے ہی الیبیا کی آواز بھاری ہو گئی جو پہلے سے بھی کسیقدر کانپ رہی تھی اور اب اسکا دل بھر آیا اور وہ زار قطار رونے لگی - سیرل نے کہا "ہان چچی الیبیا مین اس بات کو تسلیم کرتا ہون تم جانتی ہو کہ مین ان واقعات کو اور تمہاری مہربانیون کو کبھی نہین بھولونگا - مگر تم روؤ نہین"

اُس بوڑھی عورت نے اپنی آنکھین پونچھکر جواب دیا - "ہائے نہین - اب رونے دہونے سے کیا فائدہ ہے - آپ تو کبھی نہین بھولین گے - مگر میری خواہش تھی کہ سیتا آپ کو بھول جاتی - اے کاش! سیتا آپ کو نہ دیکھتی"

سیرل نے پوچھا "کیون" مگر اس سوال کے وقت سینہ مین اوسکا

دل دھڑکنے لگا۔ ایلیا نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب! اس کو آپ کے ساتھ سخت محبت ہے۔ وہ رات بھر آپ کو خواب مین دیکھا کرتی ہے۔ اور سوتے مین آپ کا نام بڑبڑایا اور لیا کرتی ہے۔ اور ایسے محبت کے الفاظ زبان سے نکالتی ہے کہ جن کے دہرانے کی مجھے جرأت نہین ہوتی۔ وہ خود اپنی اس حالت سے ناواقف ہے۔ اور دن کو وہ چپ چاپ رہتی ہے۔ مگر مین جانتی ہون کہ یہ لفظ اس کے دل کے اندر بیٹھے ہوئے ہین۔ اب جب سے آپ یہان آئے ہوئے ہین۔ اس کے مزاج مین سخت جوش اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچے کو بھی بھول گئی ہے۔ وہ مجھ سے دن مین بیس دفعہ یہ پوچھتی ہے کہ "آپ اچھی طرح ہونگے آپ کیا کر رہے ہونگے۔ آپکا زخم اچھا ہو گیا ہوگا" آخرکار مین اُس کے سوالون سے تنگ ہو کر اُس پر چِلّا اٹھتی ہون اور اُسکو ڈانٹ دیتی ہون آپکو اس سے کیا تعلق ہے! یہ ایک بڑی دلیری ہے۔ ایک بڑی شرم کی بات ہے جسکو مین آپ سے پوچھنا چاہتی ہون پھر ایلیا نے سیرل کا شانہ پکڑ کر پوچھا "صاحب! کیا آپنے اسکو خراب کیا ہے کیا آپنے میری بچی کو بہکایا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا ہے۔ تو خیریت کہو اسکو لے لو۔ اور جو جی چاہے سو اسکے ساتھ کرو ہمارے نزدیک تو وہ مر چکی۔ اور یہ بے عزتی کا ٹیکا آپ کے ماتھے پر قایم رہے گا۔ ہمکو اس سے کوئی سروکار نہین۔ ہاے! صاحب! ہم آپ سے کیسی محبت کرتے تھے۔ کیسے جی پر ان سے آپ کو چاہتے تھے۔ آپ کو زیبا نہ تھا کہ آپ ہمارے ساتھ یہ سلوک کرتے اور ہمارے خاندان کی عزت لیتے۔ ہم لوگ اس بے عزتی کو برداشت نہین کر سکتے اور اب ہمارا مر جانا ہی بہتر ہے"

یہ سنکر سیرل کے دل پر بہت بڑا اثر ہوا اور اُس نے کہا۔ "وہ مین بے گناہ ہون اور وہ بھی بے خطا ہے۔ خدا کے روبرو وہ ایک بچے کی طرح

معلوم ہے - تم جو چاہو سو خیال کرو"
ایلیا نے جس کی آنکھون سے اس وقت آنسوؤن کی جھڑی بندہی ہوئی تھی سیرل
کے قدمون پر سر جھکا کر کہا - "وہ تو خدا کی اور اپنی ماں کی قسم کھاؤ کہ جو کچھہ تم
کہتے ہو وہ سچ ہے - ہاے! اس بات کی مجھہ سے قسم کھاؤ تو پھر مین آپ کی طرف
سے مطمئن ہو کے چلی جاؤن"
سیرل نے بڑی متانت کے ساتھ کہا - "وہ خدا کے سامنے اپنی ماں کی قسم
کھا کر تم سے کہتا ہون کہ جو کچھہ مین نے کہا ہے وہ سب سچ ہے"
ایلیا نے کہا "وہ صاحب آپ کا شکریہ - اب مجھے اطمینان ہوا - مجھے معاف
فرمائیے جو مین نے آپ کی نسبت بدگمانی کی - ہان بے شک مجھے بدگمانی بھی تھی
اور خوف بھی تھا - کیون کہ وہ بہت خوبصورت چھوکری ہے اور آپ اور وہ
دو نوجوان ہین - اب صاحب! ہم آپ سے ایک انعام مانگتے ہین جسکو آپ ہم لوگون
کی خاطر سے اور نیز سیتا کی عزت و آبرو کے لحاظ سے ضرور عطا فرمائین گے -
اور وہ یہ کہ آپ چلے جائین - اور جسقدر آپ جلد اپنا کام ختم کر سکین - اسقدر جلد
آپ یہان سے روانہ ہو جائین - جانے مین ذرا بھی تاخیر نہ کرین - اب ہمارے اور
آپ کے درمیان ایسا اجنبیت کا برتاؤ ہونا چاہئے کہ گویا ہم اور آپ ایک دوسرے
سے کبھی واقف ہی نہ تھے - اور جسطرح کہ ہری داس کے مرنے کے پہلے ہم اور آپ
محض اجنبی تھے اسیطرح ہمین اب بھی ہونا چاہئے - اگر وہ نہ مرتا - تو ہم آپ سے
کبھی واقف نہ ہوتے - اس برس آپ یہان پھر لوٹ کر نہ آئیے - اور جہان تک
ممکن ہو آپ یہان سے غائب رہئے - یا اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو بھیج دیجئے -
ہمارا حال بھی آپ کسی سے نہ پوچھئے - اور نہ ہم کو کبھی خط لکھئے - ہم اپنی پرانی روش
پر چلے جائین گے اور میری طرح سیتا بھی کچھہ عرصہ کے بعد اپنی حالت ہیوگی کی عادی

بچ جائے گی - اور اگر نہ ہوگی - تو مر جائے گی - کیا آپ میرے کہنے پر عمل کریں گے ؟"

سیرل نے کہا " ہاں میں ضرور کرونگا - تم نے خوب کیا جو مجھے آگاہ کر دیا -
اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی بدنامی کا داغ تمہارے خاندان پر لگنے نہ پائے گا - جاؤ - اطمینان رکھو - اور میری شرافت پر بھروسہ کرو "

ایلیا نے کہا " صاحب ! میں آپ کی شرافت پر بھروسہ رکھتی ہوں بیشک اس پر بھروسہ کرتی ہوں - اور اگر میری زبان سے کوئی بات خلاف حد ادب نکلی ہو - تو آپ مجھے معاف فرمائیں - بڑھاپے کے سبب میری عقل و حواس میں فرق آگیا ہے - اور آپ سے یہ باتیں عرض کرنے پر میں مجبور تھی - میں ستیا سے کہہ دونگی کہ آپ نے اس کی مٹھائی کو لے لیا ہے - اور اس سے اسکو اطمینان ہو جائے گا " پھر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اور انہیں سیرل کے سر پر رکھ کے بڑی متانت سے یہ کہا " کہ ایک بوڑھی عورت ایلیا عالہ - جو تمہیں اپنے بیٹے کی طرح چاہتی ہے - وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیگی اس کو تم اپنی یاد رکھنا اور اب میں خوشی اور بشاشت کے ساتھ اپنے گھر جاتی ہوں - تم مجھے بھول نہ جانا -

اس بوڑھی عورت کی نہایت تقریر اور حرکات نے سیرل کے دل پر ایسا اثر کیا کہ بے ساختہ اوسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے - اس نے ایلیا کے ہاتھوں کو اپنے سر پر سے اُتار کر بوسہ دیا اور کہا کہ " خدا تم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے ! اب تم جاؤ " اور پھر ایلیا چلی گئی -

جب ستیا نے سنا کہ سیرل نے اُس کے ناچیز تحفے کو قبول کر لیا ہے - تو اسکو اطمینان ہوا - اور حسب معمول ہر روز دوپہر کے وقت میں آکر بیٹھا کرتی اور مینار کی طرف دیکھا کرتی تھی جہاں کہ اکثر لوگوں کی آمد و رفت تھی اور

جہاں کہ اُس کا دل تھا۔ مگر جھی آبلیا کے کیمپ میں جانے کے چار روز بعد جب ستیا بالاخانے کی چھت پر صبح کی پوجا کے لئے تلسی کے پھول توڑنے کی غرض سے گئی اور اُس نے اُس باغ کی طرف دیکھا جہاں کیمپ قایم تھا تو اُس کو معلوم ہوا کہ وہ سپید سپید خیمے نظروں سے غائب ہیں۔ راقم محب حسین ایڈیٹر

مراسلات

اس مہینے میں لکھنؤ سے ایک صاحب کا ہمیں ایک خط ملا ہے جسے ہم ذیل میں بجنسہ درج کرتے ہیں۔ اس خط سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمارے دیسی بھائیوں کے کسقدر غلط خیالات پھیلے ہوئے ہیں اور ہندوستان کے [illegible] اس [illegible] سے دیکھتے ہیں۔ گو ہمیں اس خط کا جواب دینا فضول معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہم آپ کے ارشاد کی تعمیل پر مجبور ہیں۔ اس لئے نقل خط کے ساتھ مختصر جواب بھی عرض کیا جاتا ہے وہ خط یہ ہے:-

خط بنام مدیر رسالہ معلم نسوان

جناب مولوی صاحب زاد لطفہ السلام علیکم۔ مزاج شریف۔

رسالہ "معلم نسوان" جس کو آپ شایع کرتے ہیں اکثر میری نگاہ سے گذرا ہے جس میں خاص پردے کی مخالفت کیجاتی ہے۔ میری ناقص العقل نہیں تسلیم کرتی کہ آپ اسقدر سرگرمی پردے کی مخالفت میں کیوں ظاہر کرتے ہیں۔ کیا یہ حکم خدا اور رسول کا ہے؟ ہرگز نہیں! ادنے سے ادنے مسلمان بھی یہ امر نہ گوارا کریگا کہ پردہ دنیا سے اُٹھ جاے چہ جاے کہ آپ کو تو خدا نے مولوی کے نام سے مشہور کیا ہے اور آپ پردہ کے خلاف۔ جس سے سواے نقصان کے کوئی فوائد نظر نہیں آتا پردہ وہ چیز ہے کہ جس کو اہل ہنود و دیگر قوم نے بھی اختیار کیا ہے۔ ابتداے اسلام سے لیکر آج تک کوئی شخص پردہ کا مخالف نہ پیدا ہوا۔ بجز آپ کے قبل اسلام

کے اہل ہنود کی حالت کو ملاحظہ فرمائیے - کاشی - اجودھیا - متھرا وغیرہ یہ اہل ہنود کے مقدس شہر ہین جس مین پردہ کا نام تک کوئی نہین جانتا تھا - اسلام ہی نے انکو پردہ کی تعلیم کی جس کو اُنھون نے بہتر جان کر قبول کیا - اب پردہ ہی کو وہ اپنا فخر سمجھتے ہین اس لئے کہ پردہ ہی نے اُن کو جانور سے انسان بنایا پردہ کی بدولت جو مرتبہ مسلمانون کو حاصل ہے اور کسی طرح ممکن ہی نہین جب کہ پردہ ہی نہ رہا تو مسلمانون اور عیسائیون مین کیا فرق - مین آپ سے یہی سوال کرتا ہون کہ مسلمان عورتین کیا بسبب پردہ کے تعلیم سے محروم رہ سکتی ہین - ایسا ہرگز نہین ہوسکتا یہ خیال بالکل غلط ہے جو کہ آپنے معلم نسوان جلد ۱۳ نمبر (۱) بابتہ ماہ محرم ۱۳۱۷ھ صفحہ ۲۸ مین تحریر کیا ہے اُس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علم غیب بھی ہے اسیوجہ سے آپ پردہ کے مخالف ہین اگر آپ کو میری تحریر سے تسکین نہو تو مین نہایت ہی معتبر حدیثین اور تمثیلین پیش کرونگا جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ پردہ اسلام مین ضروری و لازمی امر ہے جسکو انشاء اللہ تعالےٰ قرآن وحدیث وتفاسیر وغیرہ سے ثابت کرونگا فقط المدعی الخیر حسین علیخان محلہ دان محل

جواب سے ضرور سرفراز فرمائیے گا ٭

جواب

جناب من - تسلیم - اگر آپ تکلیف فرماکر معلم نسوان کی جلد ۱۱ ہی مطالعہ فرمالین - تو آپکو پردے کی حقیقت - اُس کی مضرت اور ہماری مخالفت پردہ کی وجہ معلوم ہوجائے گی - کیونکہ اُس مین شرعی حیثیت سے تمام بحثین ختم کردی گئی ہین - اور یہ بات بخوبی ثابت ہوچکی ہے کہ اسلام مین کسی قسم کا کوئی پردہ ورده نہین ہے - غالباً اس ظالم رسم کو چنگیز خانی پٹھان یا مغل اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے تھے اور چین مین بھی وہ اب تک پائی جاتی ہے - ملک

عرب میں جہان سے مذہب اسلام شایع ہوا نہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک
مین پردہ تھا اور نہ اب ہے - مین خیال کرتا ہون کہ ہندوستان مین قدیم زمانہ سے
راجپوتون مین پردہ تھا - اور اگر پردہ کا رواج اہل اسلام کی تقلید سے ہندوٗون مین آیا ہے،
تو یہ ہندوٗون کی سمجھ کا قصور ہے - ہر قوم مین کچھ نہ کچھ عیب ہوتے ہین - اس زمانہ
مین انگریزون کی تقلید سے لوگ شراب پینے لگے ہین - تو اس مین انگریزون کا کیا قصور
ہے - مسلمانون نے ہندوٗون مین جبریہ پردے کو رائج نہین کیا تھا - مگر اس مین کوئی
شک نہین کہ اس مہلک رسم پردہ کے اثر کا کالا ٹیکہ ہمیشہ مسلمانان ہند کی پیشانی پہ
باقی رہے گا جس پر آپ بے سوچے سمجھے فخر کرتے ہین - مجھے پردے کی مخالفت مین
اس وجہ سے کد ہے کہ اس کی وجہ سے قوم مسلمانان ہند خاک مین مل گئی ہے اور ملی
جاتی ہے - کیونکہ قوم کی جڑ عورت ہے اور جب جڑ ہی خراب ہوگئی تو پتے - پھول پھل
کب ہرے بھرے ہونگے - مردون کی تعلیم وتربیت وتہذیب وشائستگی - طرز تمدن وغیرہ عورتون
کے ہاتھ مین ہے - اس لئے ضرور ہوا کہ عورتون کی حالت درست کی جاوے اور
عورتون کی حالت اُس وقت تک درست نہ ہوگی - جب تک یہ حبس دائمی پردہ
چھوڑا نجاوے گا - اس پردہ نے عورتون کے جسم - دماغ - خوشی وانبساط
صحت وتندرستی وغیرہ سب ہی مٹی مین ملا دئے ہین - اور اب ان کی حالت
حشرات الارض سے بھی بدتر ہے - امید ہے کہ آپ براہ کرم رسالہ معلم النسوان
کی گذشتہ جلدین ضرور ملاحظہ فرمائین گے -

راقم
آپکا نیازمند محب حسین

سہارن پور کی افسوسناک حالت

نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ سہارن پور کے مسلمانون
کی حالت عموماً خراب ہے - وہ تعلیم وتربیت - تہذیب وشائستگی ہمدردی قوم

وغیرہ مین اکثر ممالک ہند کے مسلمانون سے بہت پیچھے ہین - سرسید احمد خان مرحوم اس خطہ کو ہندوستان کا کوفہ کہا کرتے تھے - کیونکہ یہان جب سید صاحب مسلمانون کو تعلیم و تلقین کے لئے آئے تھے تو وہان کے مسلمانون نے اُن کی توہین اور تذلیل مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تھا - مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم یا شاید دو ایک اور روشن خیال اشخاص تھے تو سید صاحب کی خاطر و تواضع کی تھی - باقی مسلمانون نے اپنی جہالت اور تعصب کی وجہ سے اُن کی اسقدر شدید مخالفت کی تھی کہ وہ مرحوم مایوس ہوکر وہان سے واپس آئے تھے - اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ سہارنپور کے عام مسلمان ابھی تعلیم و تربیت مین بہت ہی پست ہین اور وہان ایک سخت تاریکی پھیلی ہوئی ہے - علاوہ ازین فہرست جرایم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہان کے مسلمانون کی حالت اچھی نہین ہے - کیونکہ ابھی حال ہی مین ایک نوجوان شریف مسلمان کو دائم الحبس کی سزا اس جرم مین دی گئی ہے کہ اُس نے چلتی ہوئی ریل مین ایک لیڈی سے خلاف تہذیب حرکتین کی تھین - ہم یہان اپنے ایک لائق دوست کے وہ خطوط درج کرتے ہین جو انھون نے ہمین وہان سے لکھے ہین - ان خطون سے بھی وہان کے مسلمانون کی پست حالت ظاہر ہوتی ہے - ہم سہارنپور کے معزز مسلمانون کی توجہ اس طرف منبذول کرنا چاہتے ہین کہ وہ اپنے شہر مین عام مسلمانون کی تعلیم کے لئے مدارس - انجمنین - کلب - اور سوسائٹیان قایم کرین اور رسالے اور اخبار جاری فرمائین اور دیگر مناسب طریقون سے عوام الناس مین عمدہ خیالات کے پھیلانے کی کوشش کرین - ہمارے مہذب دوست کے خطوط یہ ہین :-

خط نمبر (۱)

سہارنپور - محلہ قاضی صاحب ... اتوار ۱۸۹۹ عیسوی -

مخدومی مکرمی - آداب عرض - مزاج شریف - مین ۲۰ جون کی رات کو حیدر آباد سے سوار ہوا اور ۲۲ کو دن کے چار بجے خیریت سے سہارن پور پہنچ گیا - برسات کا موسم ہے - اکثر کئی کئی روز تک بارش ہوتی رہتی ہے - آمون کی خوب بہار ہے - آپ کی بزرگانہ باتین اکثر یاد آتی ہین - خصوصاً اوسوقت کہ جب مین کبھی نظر غور سے یہان کی بیچاری مسلمان عورتون کی تباہ حالت پر نظر ڈالتا ہون - یہانکی عورتون کی حالت ایسی خراب اور مملو از جہالت ہے کہ جس کے دور ہونے کی ابھی صدیون تک بھی امید نہین کی جا سکتی - مجکو بڑا افسوس اور تعجب ہوتا ہے کہ یہان کی اس مظلوم جنس کے لئے کب کوئی ریفارمر پیدا ہوگا - مین اس عریضہ مین اون کی کسی حالت پر بحث نہین کر سکتا اس لئے کہ اونکی حالت کی بڑی بڑی پُر درد داستانین ہین کہ اگر اونکو کوئی خداترس اور رحم دل انسان سُنے تو اوس کے رونگٹے کھڑے ہو جائین اور رقت در کار ہو - میرا خیال ہے کہ اگر مین اچھا رہا اور میری طبیعت جلد یہان سے برداشتہ نہوگئی تو اونکی تمام قابل اصلاح حالت کو قلمبند کرونگا - مگر ان چند روز مین عورتون سے باتون باتون مین ایسی بہت باتون کا اندازہ لگایا ہے کہ جنپر وہ مجبوراً پابند دکار بند ما تی گئی ہین - مثلاً اونہون نے کہا کہ بے شک یہ بات نہایت ضرور ہے کہ شادی بیاہ مین لڑکے لڑکی کا استمزاج کیا جایا کرے بلکہ اونہی کی مرضی پر منحصر رکھا جایا کرے - اس لئے کہ ایسے ہزارون خرابیان اونہون نے اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین - یہ ایک اونے بات ہے - معاف فرمایئے کہ مین نے اپنی باتون کی طرح تحریر مین بھی آپ کی سمع خراشی کی - یہان مجھ سے کسی کسی قسم کا تذکرہ نہین ہوا - یہان اب تک بالکل لوگون کے کان اس معاملہ سے ناآشنا ہین خدا ان کے کان کھولے فقط

آپکا نیازمند
اختر

نمبر (۲)

سہارن پور - محلہ قاضی صاحب ۱۹ جولائی ۱۸۹۹ء

مکرم بندہ - تسلیمات عرض - بجواب عریضہ آپکا عنایت نامہ باعث اعزاز ہوا - مین سوچ رہا تھا کہ آپ کو جواب مین کیا لکھون اور کسی ایسی بات کا آپکو مژدہ سناؤن کہ جو آپ کے مقاصد کا رنگ لئے ہوئے ہو - مگر خوش قسمتی سے ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی کہ جو کسی مسئلہ مین حد تحقیق کے ہنے کو جائز سمجھتا ہے - اگرچہ کہ وہ اس حبس دوام کا مؤید ہے - مگر ضرورۃً نہ شرعاً یہ صاحب اچھے صاحب استعداد ہین عربی کی پوری قابلیت رکھتے ہین - سیاح ہین بڑے بڑے انگریزون کو ہائی اسٹنڈرڈ عربی فارسی کی تعلیم دیتے ہین - اور یہی انکا پیشہ ہے اور اس ذریعہ سے بڑے بڑے یوروپینون کی سوسائٹی مین رہنے کا اتفاق ہوا ہے - اثنا ئے گفتگو مین آخر وہ بات میری زبان سے نکل ہی پڑی کہ جو دل نشین تھی اور جس کے اظہار کی مین نے بہت سے موقعون پر آرزو کی مگر پوری نہوئی - غرضکہ مین نے پوچھا کہ آپنے اس مسئلہ مین کوئی تصنیف بھی دیکھی ہے ؟ کہنے لگے کہ ہان مولوی ممتاز علے صاحب کی حقوق نسوان دیکھی ہے اور مین اون سے شملہ پر ملا بھی ہون اور مجھ سے اونسے اسی مسئلہ مین گفتگو بھی ہوئی ہے اور جہان اونہون نے اپنی کتاب حقوق نسوان مین مرد و عورت کے مسئلہ پر بحث کی ہے وہ وہی بحث ہے کہ جو اونسے مجھسے ہوئی - اور وہ میرے ہی مخالفانہ بیان ہین کہ جنکی اوس کتاب مین تردید کی گئی ہے -

مین نے کہا کہ حضرت آپکو ممتاز علی اول کی بھی خبر ہے ؟ کہ اونہون نے رفاہ نسوان کے لئے ظہور کیا ہے - اور اپنی زندگی کا ایک زمانہ اس مسئلہ کی تحقیق اور تدقیق مین گذار دیا ہے اور اپنے حتی المقدور ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانون کی شرع اس حبس دوام کی ہین اجازت نہین دیتی - اب رہی ضرورت و مصلحت وقت - یہ اہل الراے کے فیصلہ پر موقوف ہے

اور یہ ابھی تک زیر بحث اور مختلف فیہ ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اونہون نے
سوا سے حقوق نسوان کے کوئی اور محققانہ اور بسیط کتابین نہین دیکھین بالآخر مین نے آپکا
تذکرہ کیا اور ساتھہ ہی آپ کے رسالہ کا ذکر کیا اور اوسکے مختلف مضامین کا بھی ذکر
کیا۔ آدمی ہین شوقین۔ رسالون کے دیکھنے کے مشتاق ہوگئے۔ اور مجھہ سے
پوچھنے لگے کہ تمہارے پاس کوئی رسالہ ہے۔ مین نے کہا کہ ابتو نہین مگر منگا دونگا
اور امید کرتا ہون کہ شاید آپ اونکے ملاحظہ کے بعد اس جدید تحقیق سے اتفاق کرینگے
وہ تو اس پردہ کے مسئلہ پر بحث زبانی بحث کرنے [illegible] مگر [illegible]
بخوف طوالت وتکرار رنجی بلطائف الحیل ٹال دیا اور یہ کہہ کہ آپ اول ہمارے
دلائل دیکھہ لیجئے اس لئے کہ آپ لوگون کے دلائل تو ہمین معلوم ہی ہین [illegible]
کان اون سے بخوبی آشنا ہین۔ غرضکہ وہ اس مسئلہ پر بذریعہ تقریر وتحریر بحث
گفتگو کرنے کو موجود ہین مگر مین مناسب سمجھتا ہون کہ اول اونکو معلم نسوان کے وہ
چند رسالے دکھلا دیے جائین کہ جنمین پردہ کے متعلق شرعی اور عقلی مفصل بحث کی گئی
ہو۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس غرض کے لئے مرآۃ الحجاب کا جواب اور ہسٹریا کوئی وغیرہ
کے جواب شرعی بحث مین اور شرر کی سفر تین یا اور دوسرے رسالے کہ جنمین
سوشیل اور طبی طور سے بحث کی گئی ہو کافی ہونگے۔ اور ہان مین یہ عرض کرنا بھول
ہی گیا کہ ان ہی حضرت سے ایک اور صاحب کا پتہ بھی ملا کہ جو اس مسئلہ مین نئے خیال
والون کے کچھہ کچھہ مخالف ہین گو وہ شخص مجھہ سے اجنبی نہین مگر اونکے خیالات سے
مین ناواقف ہون۔ اگرچہ اسوقت تک اون سے کئی ملاقاتین ہوچکی ہین مگر اس
قسم کا کوئی تذکرہ نہین ہوا۔ صاحب ایسا ان باتون سے اسقدر اجنبیت ہے
کہ اپنے طرف سے ابتدا کرتے ہوئے کسی بھلے مانس کو اپنی عزت کا خیال آجاتا ہے
یہ صاحب بھی روشن خیال معلوم ہوتے ہین۔ شاید آپ نے دیکھی ہوگا کارنامہ سوٹر

یعنی اسپین کی اسلامی حکومت کی ایک مختصر سی تاریخ جو انہون نے لکھی ہے - اور اب
حال مین ایک کتاب اقصائے مغرب لکھی ہے کہ جسکا اشتہار شاید آپ کی نظر سے
بھی گذرا ہوگا - ان حضرت کا نام حامد علی صاحب ہے - مدرسۃ العلوم علی گڈھ
کے تعلیم یافتہ ہین شاید ان سے کچھہ مدد مل سکے - مین یہ کہتا ہون کہ اگر ہمارے
خیالات کے سچے دلسوزی سے ہوئے ہین اور کسی قسم کی خود نمائی کا سم اونمین ملا
ہوا نہین ہے تو خدا وند کریم ضرور اونکو فروغ بخشے گا - اور کسی نہ کسی زمانہ مین ضرور
آپکی سعی مشکور ہوگی - معاف فرمائیے کہ مین نے بہت سمع خراشی کی - مین آپ کی
عنایت نامہ کا شکریہ ادا کرنا بھول گیا کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے مجکو یاد
فرمایا - رسالہ اسوقت تک ہمارے پاس نہین پہنچا - مگر آپ نے تحریر کیا ہے کہ روانہ
کیا جاتا ہے - پھر معلوم نہین کہ کہان گیا - چونکہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا اسلئے
مین اس عریضہ مین ایک ٹکٹ ملفوف کرتا ہون تاکہ آپ مجکو دوبارہ رسالہ عنایت کرسکین
رسالہ کا شوق مجکو بیقرار کر رہا ہے - مین امید کرتا ہون کہ آپ مجکو جواب سے ضرور
مسرور فرمائینگے - عنقریب الامکان مین آپ کے ارشاد کی ضرور تعمیل کرونگا والسلام
آپکا نیازمند اختر

خط نمبر ۳۳

حامداً و مصلیاً - سہارنپور - محلہ قاضی - ۲۱ اگست - روز چہارشنبہ ۱۸۹۹ء

مخدومی مکرمی - تسلیم - مزاج عالی - مین افسوس کرتا ہون کہ مین ایک مدت دراز سے
آپ کی خدمت مین کوئی عریضہ نہین لکھہ سکا - اس کی وجہ صرف میری علالت اور
کسی کام کیطرف طبیعت کا راغب نہونا تھا - اس سے بھی مجکو اس بات کا سخت
افسوس ہے کہ مین اسی کم بخت علالت کیوجہ سے آپ کے مقاصد حسنہ کی اشاعت
مین کچھہ نہین کرسکا - ایک تو مین - دوسرے کاشتکار ضعیف ! صرف بیچے بیچے

مرتبہ اکسی سے گفتگو ہوئی کہ جسکو سنکر لوگون نے کانون پر ہاتھ دہر لئے اور منفذ سماعت مسدود کرکے حق کی بات سننے سے ابا کیا - جتنے لائق لوگون کو کہ جو دستیاب ہو سکے اور جن سے مین مل سکا آپ کے رسالہ دکھاتے - مگر مشکل اور سخت مشکل کی یہ بات ہے کہ ادبار و نکبت نے قوم کو اس طرح دبا رکھا ہے کہ وہ پیٹ کے دہندون اور باہمی نزاعات مین اس درجہ منہمک ہین کہ بدبختی سے اونکو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہین ملتی - مین نے یہان آکر ایک دن بھی لطف زندگی نہین اوٹھایا - نہ روحانی اور نہ جسمانی - ہر طرف سے سموم ہوائین چلتی ہین کہ جو صحت کو خراب کرتی ہین - اور ہر طرف سے تعصب و جہالت کی آوازین آتی ہین جو روح کو ایذا پہنچاتی ہین - اور میرے قویٰ ان سب کے تحمل سے عاری ہین - لہذا ارادہ کر لیا ہے کہ اسی مہینہ مین حیدرآباد پہنچ جاؤن اور دارالاسلام کو جا سلام کرون اور آپ جیسے بزرگون کی صحبت سے لطف اوٹھاؤن مین محرم کے رسالے کا مشتاق ہو رہا ہون افسوس کہ اس سال جشن ہائے سالگرہ مبارک دیکھنا نصیب نہوے - مگر امید ہے کہ آپ کی زبانی کچھ حظ حاصل ہوسکیگا - اس سال اکو ایک زنانہ جلسے کی تحریک بھی کرنی چاہئے - فقط آپکا نیازمند اختر -

خط نمبر ۴

سہارنپور - محلہ قاضی - ۱۹ ربیع الثانی - یکشنبہ - ۱۳۱۷ ہجری

مکرمی جناب مولانا محب — تسلیم - کل عنایت نامہ اور پرسون محرم و صفر کے دو رسالے مرسلہ جناب موصول ہوئے آپکا شکریہ ادا کرتا ہون اور دوسرا شکریہ بندہ کے مضمون درج ہو جانے کا - اور تیسرے مین آپ کے اس حسن ظن کا شکریہ ادا کئے بغیر بھی نہین رہ سکتا کہ آپنے رسالہ کی درخواست خریداری کو میری کوشش کا نتیجہ خیال فرمایا ہے - مگر در اصل میری عملی کوشش کا نتیجہ نہین - اگر ہو تو شاید

میری نیت اور رسالے کی حقانیت مضامین کی فتح ہوکر ایسے کور دیہ مین بھی چراغ
جلا ہی چھوڑا ہے ۔ مین آپ سے نہایت محجوب ہون کہ مین رسالہ کی کچھہ خدمت نکرسکا
ان رسالون کی فہرست مضامین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی کوشش
بلیغ نے اس مرتبہ اچھے مضامین جمع کئے ہین ۔ محرم کے رسالے مین یہ دیکھ کر
سخت رنج و افسوس ہوا کہ ہندوستان کے اس وسیع رقبہ مین دس رسالے
آتے ہین ۔ مگر امید ہے کہ کسی زمانہ مین یہ دس دس ہزار ہوکر اپنی برکت پھیلائینگے
مین امید کرتا ہون کہ آپ خیریت سے ہونگے میرا ارادہ دو ایک روز مین یہان سے
روانہ ہوجانے کا ہے ۔ شاید ایک دو روز بھرت پور قیام کرون اور جمعہ تک
حیدرآباد پہنچکر آپ سے نیاز حاصل کرسکون ۔ والسلام ۔ اختر ۔

عام معلومات

تاج شاہی ۔ حضرت قیصر ہند ملکہ معظمہ نے اسوقت تک بیس مرتبہ تاج شاہی کو زیب سر فرمایا ہے ۔

جاپان مین عورت لڑائی کی دیوی مانی گئی ہے ۔ جاپان مین عورت کی ایک بہت بڑی چوبی مورت ہے جو جنگ کی دیوی سمجھی جاتی ہے ۔ اس مورت کی بلندی ۵۴ فٹ ہے اور اسکا سر اس قدر بڑا ہے کہ اس کے اندر ۴۲ آدمی سما سکتے ہین ۔ اس کے ہاتھ مین تو ایک بہت بھاری تلوار اور دوسرے مین ایک بڑا گولہ ہے جسکا دور ۲۷ فیٹ ہے ۔ اس مورت کی ایک آنکھہ مین سے اگر جھانک کر دیکھین تو ایک عجیب منظر دکھائی دیتا ہے ۔

ہندوستان مین بھی قہر وغضب کی دیوی عورت ہی مانی جاتی ہے ۔ بھوانی کالی ۔ دیوی ۔ ماتا وغیرہ ایک ہی عورت کے نام ہین جسکو اکثر ہندو خدا کے قہر اور خونخواری کے اوتار مانتے ہین ۔ ٹھگ ۔ ڈاکو اور دیگر خون ریز پیشے کے بدمعاش

اُسی کی پرستش کرتے ہین - اسیطرح عورتون کی اکثر رسمون اور خیالون مین ہندوستان اور چین و جاپان باہم متفق اور متحد ہین - اس سلسلہ اتحاد کی ایک خاص وجہ قرب بھی ہے یعنی چین اور ہندوستان سمندر کے ذریعہ سے باہم ملحق ہین -

عورت مین مختلف زبانون کے سیکھنے کی قابلیت - پلوٹارک لکھتا ہے کہ کلیوپیٹرا ملکۂ مصر سب سے زیادہ زبانین بول سکتی تھی - ممالک غیر کے سفیرون سے انھین کی زبانون مین وہ گفتگو کرتی تھی اور بہت ہی کم مترجمون کی ضرورت اسکو لاحق ہوتی تھی -

دولہا دلہن کیلئے خاص دروازے - ملک ہالینڈ کے اکثر مکانون مین ایسے دروازے ہین جن مین سے صرف شادی شدہ دولہا دولہن ہی داخل ہوتے ہین ان کے گذر جانے کے بعد پھر وہ مقفل کر دیئے جاتے ہین - بعض بعض دروازون کو تو پچیس پچیس اور تیس تیس برس کے بعد کھلنے کی نوبت آتی ہے -

بی بی کے ساتھ برتاؤ کرنے کے چند ضروری قاعدے - تعمیر ڈیلی کرانیکل میں شادی کے بعد زوجہ کے ساتھ برتاؤ کیلئے یہ چند قاعدے مقرر کئے گئے تھے جو اس کے روزنامچہ مین درج ہین - واقعی یہ قواعد ہر ایک صاحب خانہ کو ملحوظ رکھنے چاہئے اور وہ یہ ہین :-

(۱) اشد ضرورت کے سوا کوئی کام بیوی کی خلاف مرضی نہین کرنا چاہئے - (۲) اس کی خاطر و تواضع کو فرض سمجھنا چاہئے (۳) اُسکو لعنت ملامت نہین کرنا چاہئے (۴) اُس کی طرف غصے سے دیکھنا نہین چاہئے (۵) اُس پر حکومت کرنا نہین چاہئے اور نامناسب احکام سے اُس کو تھکانا نہین چاہئے (۶) بی بی کے ساتھ محبت بڑھانا چاہئے (۷) اُس کا بار ہلکا کرنا چاہئے (۸) اُس کی کمزوریون اور خطاؤن کو معاف کرنا چاہئے (۹) اُس کو حسب استطاعت خوش رکھنا چاہئے - ان آب زر سے لکھنے کے قابل قواعد پر اگر عمل درآمد کیا جائے گا - تو بیوی کے ساتھ بڑے آرام سے

زندگی گذرے گی ۔ اور گھر مین کوئی فساد برپا نہوگا ۔

دولھن کے ہاتھ مین چابک ۔ ملک سویڈن مین ادنے اور اوسط طبقے کے لوگون مین یہ رواج ہے کہ نئی دولھن اپنے ہاتھ مین ایک چابک رکھتی ہے ۔ ہندوستان مین بھی دولھن کی بہنین دولہ کو پھولون کی چھڑیون سے مارتی ہین ۔ اور چوتھی کے دن دولہ اور دولھن والون مین اچھی خاصی جنگ ہوتی ہے اور طرفین میوے اور ترکاریون سے آپس مین لڑتے ہین ۔ یہ رسمین خلاف تہذیب ہین جو اب تک ہندوستان مین رائج ہین ۔

بچون کے محافظ ہاتھی ۔ ملک سیام مین یہ دستور ہے کہ جب کبھی عورتین کسی کام کے لئے باہر جاتی ہین ۔ تو اپنے بچون کو ہاتھیون کے سپرد کر جاتی ہین سیام مین ہاتھی کثرت ہوتے ہین اور تقریباً ہر شخص انھین پالتا ہے ۔ ہاتھی بچون کو ایسی حفاظت سے رکھتے ہین کہ انھین کوئی صدمہ پہنچنے نہین پاتا ۔ بچے ان کے پاؤن پاس کھیلتے رہتے ہین اور جب کوئی خوف ہوتا ہے ۔ تو ہاتھی بچے کو سونڈ مین آہستہ سے لپیٹکر اپنے سر پر رکھ لیتا ہے ۔

انگلستان مین دس لاکھ زائد عورتین اخبار کریسنیٹ رقمطراز ہے کہ انگلستان کی مردم شماری مین مردون سے دس لاکھ عورتین زیادہ ہین ۔ جن کی گذر اوقات کے لئے مناسب کام تجویز ہونا چاہئے ۔ مسٹر کولیم مدیر اخبار مذکور یہ راے دیتے ہین کہ انگلستان مین تعدد ازدواج کی رسم جاری کی جاے ۔ تو عورتون کی بخوبی دستگیری عمل مین آسکتی ہے ۔ ہم بھی اس راے کے ساتھ اتفاق کرتے ہین ۔ کیونکہ اگر وہان تعدد ازدواج کا رواج نہوگا ۔ تو زنا کی کثرت ہوگی اور فطری اصول کے موافق گو جائز نہین تو ناجائز ہی طور سے ایک ایک مرد کئی کئی داشتہ عورتین رکھے گا ۔ مگر ہندوستان مین اس قضیہ کے خلاف ہونا چاہئے ۔ کیونکہ یہان بہ نسبت مردون کے

عورتون کی تعداد بہت کم ہے - اور اس سلئے ہزارون آدمیون کی بیاہ نہین ہوتی - میرے نزدیک ہندوستان مین تعدد ازدواج کو بہر رکنا چاہئے - ہندوستان مین عورتون کی تعداد اس سلئے کم ہے کہ آج تک باوجود انتظام کے دخترکشی کی رسم پائی جاتی ہے اور اکثر اضلاع ممالک مغربی و شمالی مین لڑکیان خفیہ طور سے ماری جاتی ہین جس کے انسداد کے لئے تعزیری پولس جابجا متعین ہے -

ایک عزیز گھر گرست بی بی - استیفن جے پال کروگر ملک ٹرنسوال کے پریزیڈنٹ یعنی میر مجلس ہین - انھین کی طرح ان کی بی بی بھی بڑی گھر گرست ہین وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کا سب کام کرتی خود ہی کھانا پکاتی - اور خود ہی رات کو بچھونے بچھاتی اور خود ہی آپ اپنے کپڑے دھو لیتی ہے -

مجنونانہ رسمین جس طرح کہ ہندوستان کے مسلمانون مین عورتون کے پردے کا خبط ہے اسیطرح سیام مین بھی عورتون کے پاؤن چھوٹے کرنے کا جنون ہے - سیام کی ملکہ کا پاؤن اسقدر چھوٹا ہے کہ ۲½ انچہ کا بوٹ ان کے پاؤن مین ٹھیک آتا ہے -

حیوانون کے پالنے کا شوق چین کی شہنشاہ بیگم کو کبریون اور بندرون کے پالنے کا بڑا ہی شوق ہے -

لیڈی ڈاکٹر روس مین اُن لیڈی ڈاکٹرون کے علاوہ جو اسپتالون کارخانون اور سرکاری خدمتون پر مامور ہین خانگی پریکٹیس یعنی علاج کرنے والی سات سو لیڈیان ہین - ان خانگی طبیب عورتون مین سے ہر ایک کی آمدنی ماہانہ تقریباً چار سو روپیہ کے ہے - اور ان مین سے جو فن طبابت مین مشہور و معروف ہین ان کی ماہواری آمدنی تو دو ڈھائی ہزار روپیہ ہے -

ہندوستان مین اس شریف فن کو پارسی عورتون اور ان کے بعد بہت کم ہندو لیڈیون نے اختیار کیا ہے۔ وہ اس معزز پیشہ سے صرف آپ ہی راحت و آرام سے نہین رہتین بلکہ اپنی وطنی بہنون کے درد و الم کو بھی دور کرتی ہین۔ مگر افسوس ہے کہ ابھی تک بجز ایک یا دو مسلمان عورتون کے اور کسی نے اس طرف توجہ نہین کی۔ جب یورپ مین مسلمانون کو عروج تھا اور انھون نے اسوقت کے وحشیان یورپ کو مدارس اور دار العلوم قایم کرنے سے فائدے پہنچائے تھے۔ تو اس وقت اسپین مین مسلمان عورتین بھی حکیم اور ڈاکٹر تھین اور علانیہ وہ اپنے مطلب مین بیٹھکر عورتون اور مردون کا علاج کرتی تھین۔

قوم زولو مین ایک عجیب و غریب رسم۔

افریقہ کی وحشی قوم زولو مین [illegible] کی یہ ایک عجیب و غریب رسم پائی جاتی ہے کہ داماد اپنی ساس سے سخت پردہ کرتا ہے وہ کسی حالت مین بھی اپنی ساس کے سامنے آنا گوارا نہین کرتا۔ وہ اپنی ساس سے پردہ کرنے مین اسقدر سخت ہے کہ جب اتفاقاً وہ ساس کے گھر کی طرف سے گذرتا ہے۔ تو اپنے چہرے کے روبرو اپنی ڈھال کی آڑ کر لیتا ہے۔ تاکہ ساس کی نظر اس پر نہ پڑنے پاوے۔

ہمین اس رسم کے پڑھنے سے کوئی تعجب نہین معلوم ہوتا۔ کیونکہ بعض شریف مسلمانان ہند کے ہان بھی ایک ایسی ہی وحشیانہ رسم جاری ہے۔ جو زولو کی اس جنگلی رسم سے بہت کم فرق رکھتی ہے۔ ہندوستان مین بعض مسلمان ساس اپنے داماد سے پردہ کرتی ہے اور اس کے سامنے نہین ہوتی۔ مگر مذہب اسلام سے اس رسم کو کوئی تعلق نہین۔ کیونکہ اسلام مین داماد محرم قرار دیا گیا ہے جس پر ساس اپنی زینتون تک کو ظاہر کر سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ داماد سے چھپنے کی رسم بھی ہندون سے اخذ کی گئی ہو۔ مگر اصول اسلام سے تو یہ رسم کفر کی حد تک پہنچتی ہے

کیونکہ فقہ کا یہ مسلم مسلہ ہے کہ "الاستحرام کفر و استحلال کفر" یعنی حلال چیز کو حرام ٹھہرانا اور حرام کو حلال بتانا کفر ہے ۔ اس لئے نعوذ باللہ مسلمانان ہند کی نسبت کفر کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے جو غیر مذہب اشخاص کے رسم و رواج پر مٹے ہوئے ہین ۔ شاید یہ نتیجہ ان کی مذہبی جہالت کا ہے ۔

بہت ہی قدیم زمانہ کی روٹی ۔ لندن کے عجائب خانہ مین ایک بہت ہی قدیم زمانہ کی روٹی رکھی ہوئی ہے جو ایک فرانسیسی سیاح کو اسیریا مصور واقع ملک شام مین ملی تھی ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ روٹی ولادت مسیح سے (۵۶۰) برس پہلے پکائی گئی تھی ۔ شکل و صورت مین یہ روٹی اس چھوٹی سی میٹھی روٹی کے مشابہ ہے جو انگلستان مین ایک پنی کو بکتی ہے ۔

حضور قیصر ہند کا وقت استراحت حضرت قیصر ہند ملکہ وکٹوریہ رات کے دس اور کبھی بارہ بجے آرام کرنے کے لئے بستر پر تشریف لے جاتی ہین ۔ مگر بڑی سویرے اٹھتی ہین جب آپ بچھونے پر لیٹتی ہین تو ایک لیڈی قصہ کہانی کہتی ہے اور آپ سنتے ہی سنتے سو جاتی ہین ۔

انگلستان کی پیشہ ور عورتین ۔ انگلستان مین اسوقت حسب ذیل پیشہ ور عورتین موجود ہین درزنین (۱۶۰۰۰۰) ملازمین مطابع (۲۰۰۰۰) کارخانون مین کام کرنے والیان (۱۳۰۰۰۰) معلمات مدارس (۳۰۰۰۰) ڈاکخانون مین ملازم (۲۲۰۰۰)

ہندوستان مین عورتون کے لئے بہت ذلیل کام ہین ۔ مزدوری ۔ ماماگری ۔ خدمتگاری اور کسب یہی چند کام ان بیچاریون کے لئے مہیا کئے گئے ہین ۔ عورتین بذات خود درزنین اور دوسرے کام نہین کرتین ۔ بلکہ اکثر اپنے مردون کا ہاتھ بٹاتی ہین نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کی عورتین کو صنعت اور حرفت کی تعلیم نہین دیجاتی جس سے ان مین محنت کے ساتھ اپنے پیٹ پالنے کی لیاقت پیدا ہو ۔ اے ہندوستان ! تیری مظلوم عورتین نہایت ہی تکلیف مین ہین ۔ اور تو ان کے ساتھ

کوئی ہمدردی نہین کرتا۔ راقم خادم نسوان محب حسین ایڈیٹر

اہل ٹیولس کے دستورات شادی

مشہور نہیکر کمپنی نے زبان ڈنمارک سے فی الحال ڈنیل بردن کی تصنیف کی ہوئی ایک کتاب کا ترجمہ شایع کرایا ہے جسکا نام ”رکھا گیا ہے“ جنوبی ٹیولس کے غار مین رہنے والے باشندے ہین“ اور یہ ایک سفرنامہ ہے جو خلیفہ مطمطہ کے ہمراہ ایک شخص نے وہان کے حالات مین لکھا ہے۔ منجملہ نہایت دلچسپ ابواب کے ایک باب مین اُن شادیون اور دوسری تقریبات کا بیان ہے جو کوہستان مطمطہ کے باشندون مین ہوا کرتی ہین۔ ابتدائی گفتگو سے معاملہ کے بعد (دولھا خلیفہ کا بیٹا تھا اور اُسکی دوسری بیبیان بھی پہلے سے موجود تھین) مضمون نگار نے اس مجمع کثیر کا جو کچھ ذکر کیا ہے جو اس موقع پر جمع ہوا تھا وہ درج ذیل ہے:۔

”ستارون کی دھیمی روشنی مین مین نے ایک اوسط قد آدمی کو دیکھا جو سُرخ پوشاک پہنے تھا اور سُرخ کپڑون کے نیچے سے کچھ سفیدی بھی دکھائی دیتی تھی اور کیا عجب ہے کہ یہ زیر جامہ وہی ہو جو مین نے دیا تھا۔ سر پر ایک سُرخ ترکی ٹوپی تھی جسمین سنہرا فیتہ لگا تھا۔ ظاہرا یہی شخص دولھا تھا اس نے مجھسے خطاب کر کے کہا۔

”اگر آپ میرے دوستون مین ہین جس طرح کہ آپ میرے باپ اور بھائیون کے دوست رہتے آئے ہین تو مین آپ کا شکرگزار ہونگا اور آپ سے استدعا کرونگا کہ میرے ساتھ میرے مکان تک چلے چلین“

مین نے اس دعوت کا شکریہ ادا کیا کیونکہ مجکو اس کے قبول کرنے کی بڑی خوشی تھی۔

زوجۂ واحد کے بارہ مین نیا خیال

خاہرا دولھا ابھی سنوارا گیا تھا کیونکہ ایک نوجوان یہودی ابھی تک کھڑا ہوا تھا جسکے باپ سے مین نے اول مرتبہ ہدیج مین آکر ملاقات کی تھی۔

وہ بڑی مصروفیت کے ساتھ دولھا کی پوشاک کو چن رہا تھا اور بظاہر اس کے
غلام کے طور پر اسوقت کام کر رہا تھا۔ ہم سب لوگ ایک جگہ بیٹھ گئے دولھا کی
پوشاک ملاکر ہم لوگون کی جانب عطر گلاب کی خوشبو پہونچائی گئی اور بعد اس کے ایک
عطر کی شیشی دست بدست گھومتی ہوئی میرے پاس بھی آئی جب اس نے اپنے ہاتھ
پھیلائے تو مین نے دیکھا کہ وہ انگوٹھی پہنے ہے اور ایک رومال بھی ہاتھ مین لئے
ہے اور یہ وہ تکلفات کی چیزین ہین جنکو مین نے یہان کبھی نہین دیکھا تھا۔

اس نے مجھسے سوال کیا۔ کیا تمھاری شادی ہوگئی ہے۔

مین نے جواب دیا ہان بیشک ہوگئی ہے "

وہ تمھارے کتنی بیبیان ہین۔

مین۔ بس ایک ہی بی بی ہے۔

وہ۔ ایک بی بی! اس نے کہا یعنی۔

مین نے سمجھایا کہ ہمارے ملکون مین صرف ایک ہی بی بی رکھنے کا دستور ہے اور
کئی بیبیون کے رکھنے کی ممانعت ہے۔ مین یہ نہین سمجھ سکتا کہ اسکا کیا سبب ہے اور اس موقع
پر مین مناسب نہ سمجھا کہ وجوہ و اسباب بیان کرون۔ مین نے صرف اسقدر بیان کیا۔
محمد۔ دیکھو مین اس بات کو ظاہر کرتا ہون کہ ایک بی بی کرنا کوئی ٹھیک بات نہین۔
کیونکہ اس صورت مین مرد عورت کا غلام بن جاتا ہے۔ دو عورتون کا رکھنا اس سے بدتر
ہے کیونکہ انمین کبھی اتفاق نہوگا۔ لیکن مین تمسے یہ کہونگا کہ ایک آدمی تین بیبیان کرلے
نہ اس سے زیادہ رکھے اور نہ کم۔ دو کو آپسمین لڑاتا رہے اور ایک کو اپنے سے ملائے
رہے لیکن بنظر ہوشیاری اس ایک کو بار بار انمین سے بدلتا رہے "

محمد سمجھ گیا کہ کیا مضحکہ کیا گیا اور مجھسے کہا کہ " اب مین اگر کوئی شادی پھر کرون توتم
ہر پیچ مین ضرور آنا "

برات

ایک گھنٹہ تک ہم لوگ یہان منتظر رہے بعد ازان ایک آدمی آیا اور اُس نے خبر دی کہ اب سب سامان تیار ہے ہم سب لوگ اُٹھکر کھڑے ہوئے اور لوگون نے مجھسے کہا کہ دولھا کے ساتھیون کے لئے مناسب ہے کہ تھوڑی دور تک ایک ایک آدمی اُسکو اپنے ساتھ لیچلے چنانچہ مین ثقیل الجسم دولھا کو اپنے اوپر لادکر تھوڑی دور لیچلا۔ ظاہرا وہ میری اس کارروائی سے بہت خوش ہوا اخیر یہ تکلف جب یہ کام ہو گیا اور رسم ادا ہو گئی تو اُس نے مجکو اور دوسرے دوستون کو ساتھ لیا اور دَوڑ دَوڑ کر چلنا شروع کیا۔ ایک آدمی ہم سب کے آگے آگے دوڑتا تھا اور باقی لوگ اس کے پیچھے تھے۔ جسوقت غارون کے قریب پہونچے تو ہم لوگون کا دم پھولنے لگا تھا۔

یہان سب سامان تیار تھا۔ تماشائیون کا ایک انبوہ کثیر جمع ہونے لگا اور ہم لوگ پھاٹکون سے گزر کر راستہ مین آئے اور اول دالان کو طے کیا۔ بعد اس کے زمین دوز راستہ مین چلکر دوسرے دالان مین آئے۔ یہان بالکل اندھیرا تھا لیکن ایک دالان سے کچھ روشنی آتی تھی۔ ہم لوگ اُسی دالان مین داخل ہوئے۔ یہان ایک مستطیل کمرہ بنا ہوا تھا اُس کی دیوارون پر خوب سفیدی پھری ہوئی تھی اور نہایت تیز روشنی ہوتی تھی دوسری جانب ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور کچھ چیز زمین کے نیچے چھپی ہوئی پائی جاتی تھی۔ ایک طرف ایک اور پردہ پڑا ہوا تھا یہان محمّد دروازہ کے سامنے مُنہ کر کے بیٹھ گیا اور کسی قسم کا کوئی اسباب یہان نہ تھا۔ دولھا کے بائین جانب اسکا ایک دوست آکر بیٹھ گیا اور مجھسے کہا کہ تم داہنی جانب بیٹھ جاؤ۔ اس شخص کے چہرہ سے نہ تو کوئی جوش اور نہ متانت کی علامت پائی جاتی تھی وہ ایک بیجان چیز کی طرح ایک مقام پر بیٹھ گیا۔ اور دولھا اور اُسکا دوسرا دوست بھی اسیطرح خاموشی کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ جو دروازہ کھلا ہوا تھا اُنمین بھی ابوالقاسم اور منصور اور بعض یہودی لڑکون کو دیکھا اور پھر کچھ لوگ اور

آئے لیکن عورت کوئی بھی نہ تھی - تھوڑی دیر ہم لوگ اسیطرح بیٹھے رہے - اس کمرے کے ایک جانب پردہ سے ایک خوان آیا اور کیہ بانی بھی تھا - چیزین دولھا کے آگے رکھی گئی ہین - اور اس نے ایک لقمہ چکھ لیا کیونکہ یہ دلھن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا تھا جو پہلے پہل اُس کے لئے تیار ہوا تھا -

دُلھن کی ایک جھلک

ہم لوگ اور تھوڑی دیر تک چپکے بیٹھے رہے - بعد اس کے ابوالقاسم نے تماشائیون کو دروازہ سے ہٹا دیا اور مین بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور دولھا سے ہاتھ ملا کر چلا آیا - دروازہ کی جانب نگاہ کر کے دیکھا تو دولھا خاموش بیٹھا تھا لیکن اُس کے پیچھے کا پردہ کچھ کھلا ہوا تھا اور اُس کی راہ سے مجکو ایک عورت کا چہرہ دکھائی دیا - دلھا کی پر مین یہ نہین دیکھ سکا کہ یہ عورت جوان یا خوبصورت یا نہیں کیونکہ وہ بالکل ڈھکی ہوئی تھی - اس قرینہ سے دریافت ہوا کہ دُلھن شاید وہی ہو -

میدان مین البتہ خوب دھوم ہو رہی تھی - پھاٹک کے سامنے ایک جگہ پر نقاب پوش عورتین بیٹھی تھین اور تماشائیون کا ہر طرف ہجوم تھا - حبشی ناچتے اور دف بجاتے تھے - کہین کوئی عورت کوئی غزل گا رہی تھی اور کسی مقام پر لڑکیون کے کھیل ناچ ہو رہا تھا مجھسے کہا گیا کہ دُولھا کے دوستون کے ساتھ بیٹھ جاؤ جو ایک خاص مقام پر بٹھائے گئے تھے ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد ایک بندوق کی آواز آئی لیکن بہت دھیمی تھی کیونکہ ہر چہار سمت باجے بج رہے تھے اور اُن کے شور سے کچھ اور سنائی نہ دیتا تھا - لوگون نے ایک بندوق جلد لا کر میرے بھی حوالہ کی - مین نے ایک آواز چھوڑ دی اور میرے دوسرے ساتھیون نے بھی بہت سی بندوقین چھوڑین - یہ سب لوگ خوب اِن مراسم سے واقف تھے اور بہت ہی خوش ہو رہے تھے لیکن دُلھن کے عزیز و اقربا بہت ہی خوش تھے - جو لوگ بہت تردد کے ساتھ ان کارروائیون کے نتایج کے منتظر تھے اُنکو اس امر کے

معلوم ہونے سے اطمینان ہوا کہ اب دُلھن اندھیری رات کی آڑ اور بھوسے کمل کی علامت
مین یکبارگی گانون سے اشارہ ہونے پر جو نکلی تھی اُسکا شکار نہ ہوگا اور وہ مصیبت زدہ اور
بدنام شدہ عزیز دون کو واپس نہ حوالہ کر دیجائیگی۔ ر (میٹری)

اخبار النسوان

کتاب خانہ آصفیہ مین عورتون کے لئے ایک علیحدہ کمرے کی تجویز۔

ہم بڑی خوشی سے اس خبر کو سنتے ہین کہ کتاب خانہ آصفیہ واقعہ حیدرآباد دکن مین جہان عام لوگون کو مطالعہ کتب کی اجازت ہے عورتون کی کتب بینی کے لئے ایک خاص کمرہ علیحدہ کیا جائے گا۔ جس مین مختلف علوم و فنون کی شائق مصنف اور مضمون نگار عورتین کتابین دیکھا کرینگی۔ واقعی یہ تجویز جو کسی اعلی دماغ سے نکلی ہے بہت ہی مفید ہے جس کے فائدون کو ابھی معمولی سمجھ بوجھ کے مسلمان سمجھہ نہین سکتے۔

ہم اہل ملک کو مبارکباد دیتے ہین کہ یہ خیال عورتون کی ترقی تعلیم کا دوسرا زینہ ہے۔

مذہب اسلام مین عورتون اور مردون کا ایک جگہ جمع ہونا منع نہین ہے۔ مساجد خانہ کعبہ۔ مجالس وعظ و پند۔ مکاتب وغیرہ تمام مقامون مین سلف سے تا ایندم عورتون کا جمع ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ تمثیل کے طور پر ہم یہان چند معزز لائق عورتون کے نام لکھتے ہین جو ہمیشہ مردون کے درس مین حاضر ہوتی تھین اور بعض عورتین مردون اور عورتون دونون کو ایک ہی مجمع مین درس دیتی تھین۔

(۱) امام سیوطی اپنی تصنیفات مین جابجا لکھتے ہین کہ مین نے چالیس عورتون سے علم حدیث کو حاصل کیا ہے۔ (۲) ابن حجر اپنی تصنیفات مین ایک جگہ لکھتے ہین کہ آمنہ بنت علی دمشقی جو فن حدیث مین کامل تھین عبداللہ ابن النائب اور دیگر محدثین کی مجلسون مین حاضر رہ کر احادیث سنتی تھین اور خود بھی علم حدیث کی تعلیم دیتی تھین (۳) کتاب مختصر طبقات سبکی مین درج ہے کہ اخت المزنی جو علم حدیث مین کامل تھین۔ امام

شافعی کی مجلس مین حاضر ہوتی تھین - (۴) امتہ الخالق جنھین فتوے دینے کی اجازت حاصل تھی مولانا جمال الدین حنبلی کی مجلس مین شریک رہتی تھین - چونکہ ہمارے اس مختصر ریمارک مین گنجایش نہین کہ ہم اور لائق عورتون کے نام لکھین جو مردون کی مجلسون مین شریک ہوتی تھین اس لئے ہم اپنے ناظرین کو کتب تواریخ کی طرف متوجہ کرتے ہین جہان ہزارون عورتون کے تذکرے درج ہین جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عورتین ہمیشہ علمی مجلسون مین حاضر ہوا کرتی تھین اور اب بھی مہذب ممالک مین شریک ہوتی ہین -

مولانا شبلی نعمانی اپنے سفرنامہ صفحہ (۱۴۴) مین تحریر فرماتے ہین کہ " ایک دفعہ مین عاشر آفندی کے کتب خانہ مین بیٹھا ہوا تھا - ایک ترک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے جن سے میری جان پہچان ہو گئی تھی - اتفاق سے وہین ان کی دو نوجوان لڑکیان جن مین سے ایک کی شادی ہو چکی تھی ان کے پاس آئین - انھون نے مجکو دونو سے انٹرودیوس کرایا - جس احترام اور متانت و شرم سے وہ معصوم خاتونین میرے سامنے کھڑی تھین اس سے مجکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عورتین نہین بلکہ عفت و عصمت کی دیبیان ہین -

اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان خواتین کتاب خانون مین جاتی ہین اور کتابین دیکھتی ہین - ان کے وہان جانے کی کوئی ممانعت نہین ہے - کیونکہ فقہ کا ایک مسلم مسئلہ ہے کہ عورت بغیر اجازت شوہر مسجد - درسگاہ اور والدین کے ہان جا سکتی ہے - اُسکا شوہر بھی اسکو ایسی جگہ جانے سے روک نہین سکتا - مگر ہمارے ملک کے جُہلا جو اپنے مذہب سے ناواقف ہین عورتون کو مدارس - مجالس وعظ وغیرہ مقامون مین جانے سے تو روکتے ہین اور انھین میلون تماشون - عرسون وغیرہ مقامات مین جانے کی اجازت دیتے ہین -

ترغیب اشاعت تعلیم نسوان - ہر ہائی نس نواب بیگم صاحبہ والی مرشد آباد بالقابہا نے بغرض اشاعت تعلیم نسوان یہ اشتہار دیا ہے کہ جو اشخاص تعلیم نسوان پر اعلےٰ درجہ

کے مضامین اردو زبان مین لکھینگے ان مین سے دو کو دو انعام دیے جائینگے یعنی نمبر اول مضمون کے صلہ مین تو دس اشرفیان اور نمبر ۲ کے معاوضہ مین چھ اشرفیان دیجائینگی - اور مسلمانون کی آئندہ کانفرنس مین جسکا اجلاس ماہ دسمبر سنہ حال کلکتہ مین ہونے والا ہے یہ مضامین پڑھے جائینگے -

بڑے شکر کی بات ہے کہ اب مسلمانان ہند بھی عورتون کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوتے جاتے ہین - یہ وہی مہذب کانفرنس ہے جس کے بعض گذشتہ اجلاس مین تعلیم نسوان سے اکثر مسلمانون نے مخالفت ظاہر کی تھی اور جسکا بانی غلطی سے تعلیم نسوان ہی کو ضروری نہین خیال کرتا تھا - مگر جو راہ سے بھٹکا ہوا پھر صاحب ہی راہ پر لگ جائے اسکو بھولا نہین کہنا چاہیے - اگر اب بھی مسلمانان ہند کے رہنما اشخاص اپنی قاتل غلطی کو سمجھکر راہ راست پر پھر آئین - تب بھی قابل تعریف ہین - ہمین امید ہے کہ اب موجودہ کانفرنس کے معتمد جو ایک اعلےٰ درجہ کے معاملہ فہم اور باخبر آدمی ہین - وہ کون نواب محسن الملک بہادر جن کے خیالات سر سید احمد خان مرحوم سے اس معاملہ خاص مین بہت اچھے معلوم ہوتے ہین ضرور اہل اسلام کو عورتون کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ کرینگے اور اپنی قوم کے چہرے سے اس تعصب و جہالت کے بدنما داغ کو مٹائینگے جو عورتون کی عدم تعلیم سے اُن کی نورانی پیشانیون پر لگا ہے -

ہمین سخت افسوس ہے کہ مضمون نگارون کو اس مضمون کی تحریر کے لئے صرف ایک ماہ کا عرصہ دیا گیا ہے - اس قلیل عرصے مین ایسے مشکل مضمون پر کوئی باوقعت اور قابل قدر تحریر پیش نہین جا سکتی ہے اس کے لئے تو کم از کم چھ ماہ کا عرصہ ضروری تھا اگر جناب نواب بیگم صاحبہ معلم نسوان کی سات جلدون مین سے تعلیم نسوان کے مضامین جمع کرائین - اور ایک جگہ چھپا دین - تو ان سے زیادہ اور کسی مضمون کی ضرورت باقی نرہے گی - اور ہم تو مسلمانون کے فائدہ کے لئے اس قیمتی رسالہ کو مفت ہی نذر کر سکتے ہین

ہمین کسی انعام کی ضرورت نہین۔

مرہٹون کی مجلس تعلیم نسوان

اس مجلس (مرہٹا فیمیل ایجوکیشنل سوسائٹی) کی سالانہ رپورٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ملک مین سال گذشتہ سخت مرض طاعون پھیلا ہوا تھا جس کے سبب نو مہینے تک مدرسے بند رہے۔ تاہم گذری ہوئی سال کی رپورٹ اطمینان بخش ہے۔ ناظر تعلیم کی کیفیت سے واضح ہے کہ مس ہرفورڈ صاحبہ نے جو تعلیم نسوان کے طریقے جاری کئے تھے اُن سے نہایت ہی عمدہ نتیجے پیدا ہوئے۔ مجلس تعلیم نسوان بمبئی اِن مس صاحبہ کے کام کی بڑی تعریف کرتی ہے جنھون نے کہ اس مدرسہ نسوان کو کامل ترقی کے زینے پر پہنچایا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ عورتون کی تعلیم کے ساتھ سخت مخالفت اور تعصب لوگون مین پایا جاتا تھا۔ انھون نے اس کی اشاعت مین جان توڑ کے کوشش کی۔ گذشتہ سال فیمیل ہائی اسکول۔ فیمیل ٹریننگ کالج اور فیمیل پرائمری اسکول مین تعداد طلبا (۲۵۲) تھی اور ہائی اور پرائمری اسکولون کا خرچ [illegible] روپیہ تھا۔ سرکار نے [illegible] روپیہ ان اسکولون کو دے۔ فیمیل ٹریننگ کالج کا تمام خرچ سرکار ہی ادا کرتی ہے۔

افسوس ہے کہ تقریباً تمام ہندوستان مین اہل اسلام کی کوئی ایسی مجلس موجود نہین جو عورتون کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ اسی خیال سے کہ ملک اور قوم مین تعلیم نسوان کی تحریک پیدا کی جاے۔ ہم نے حیدرآباد دکن مین ایک مجلس رفاہ قوم قائم کی ہے۔ جسکی غائتین یہ ہین (۱) عورتون کی تعلیم و تربیت کے مخالف جو خیالات مسلمانون مین پھیلے ہوے ہین وہ لیکچرون اور وعظ وغیرہ کے ذریعہ سے دور کئے جائین۔ اور اس غرض کی تکمیل کے لئے ہفتہ وار ایک مجلس منعقد کی جائے۔ (۲) عورتون کی تعلیم کے لئے مختلف ذرایع پیدا کئے جائین۔ مثلاً پردہ نشین لڑکیون کو مدارس نسوان تک پہنچانے کے لئے سواریون کا بندوبست کیا جائے۔ استانیون کا ایک

اسٹاف

بہم پہنچایا جاسکے جو عورتوں کو گھروں پر جاکے درس دیں - وغیرہ وغیرہ - (۳) ہند
عورتوں کے ستے محتاج خانہ اور مفلس تندرست عورتوں کے واسطے دار الصناعت
قایم کیا جاسے - جسمین غریب عورتوں کو مزدوری کرنے اور کام سیکھنے کا موقع ملے او
وہ گلی گلی بھیک مانگتی ہوئی نہ پھرین - (۴) یتیم لڑکیوں کی پرورش او تعلیم کا انتظام کیا جا
اور بجاے اس کے کہ وحشت عورتین - جاہل مامائین اور خواصین ہون یا پادریون کے
ہاتھوں مین پڑین وہ لایق استانیان - لیڈی ڈاکٹرنیان اور نرسین بنائی جائین تاکہ
ملک اور قوم کو ان کے وجود سے سخت ترین ضرورتون کے عوض اعلےٰ درجے کے
فائدے پہنچین - (۵) مفلس مظلوم عورتون کی دستگیری کی جاسے اور انسداد ظلم کی
مختلف تدبیرین سوچی جائین - اگرچہ اس مجلس کے انعقاد کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے
مگر امید قوی ہے کہ اہل ملک اس انجمن رفاہ قوم کو مفید سمجھکر مدد دینگے -

انجمن خواتین اسلام نہایت ہی خوشی کے ساتھ ہم اس خبر کو نسیم ہند اخبار سے نقل
کرتے ہین کہ لاہور مین مسلمان عورتون نے اپنی ایک انجمن قایم کی ہے - اس انجمن کی نہایت
یہ ہے کہ غریب عورتون کو سخت ضرورت کے وقت روپیہ قرض دیا جاسے تاکہ وہ محتاجی اور
تکالیف کی ذلت و اذیت سے بچین اور اپنے لئے کوئی محنت ومشقت کا کام پیدا کرین -
ہم اہل ہند کو مبارکباد دیتے ہین کہ یہ علامت اُن کی ترقی کی ہے - اگر ہر شہر مین اسی
طرح عورتون کی انجمنین اور سوسائٹیان قایم ہوجائین - تو بہت جلد عورتون کی حالت
درست ہوسکتی ہے - نسوانی انجمنون سے بہت فائدے ہین جنھین عام طور پر ہمارے اہل ملک
ابھی سمجھ نہین سکتے - پھر بھی ہم ان مین سے چند فائدون کا ذکر ضروری سمجھتے ہین اور وہ
یہ ہین - (۱) عورتون کے باہم ملنے سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہندوستان کے
مختلف المذاہب اور فرق کے آدمیون مین حقیقی اتحاد پیدا ہوگا - کیونکہ جب باہم عورتون مین
دوستی اور یکجہتی قایم ہوگی تو اُس کا بہت کچھ اثر مردون پر بھی پڑے گا - (۲) باہم تبادلہ

خیالات ہوگا اور اس وجہ سے عورتون کی عقلون مین ترقی ہوگی اور اُن کے معلومات بڑھینگے (۲) اچھی باتون کے اخذ کرنے اور تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملے گا- (۳) باہم معاونت اور شارکت کی عادت پڑے گی اور اپنی بھنون کی مدد کرنے کے مختلف طریقے سکھین گی- اور ایک دوسرے کو فائدہ پہنچائین گی- (۴) غرور و تکبر اور حماقت اور سفاہت کی برائیون سے محفوظ رہینگی جو گوشہ نشینی کی وجہ سے انسان مین پیدا ہوتی ہین- (۵) سوسائیٹی کی سچی خوشی سے لطف زندگی حاصل ہوگا اور کسیقدر تغیر مکان کی وجہ سے وہ بار روحانی دوچند ہو جائے گا جو ہمیشہ ایک جگہ پڑے رہنے سے انسان کی طبیعت مین پیدا ہوتا ہے- الغرض اسی قسم کے ہزارون فائدے ہین جو انجمنون کے وجود سے عورتون کو حاصل ہو سکتے ہین-

تعلیم نسوان کی ایک حامی عورت کا انتقال

ہمین بہت افسوس ہوا کہ پچھلے حادثہ دارجلنگ مین مسیز کی اور اُن کے چار گھر والے جو ایک ہی مکان مین رہتے تھے سب کے سب دب کے مر گئے- پانچ برس کا عرصہ ہوا کہ مسیز مرحوم نے شہر کلکتہ مین ایک مدرسہ نسوان قایم کیا تھا-

ہمین ان غیر مذہب اشخاص کا بہت ممنون و مشکور رہنا چاہئے جنھون نے ہندوستان مین تعلیم و تربیت کا رواج دیا ہے- اور علے الخصوص ہم بعض پادریون کا شکریہ ادا کئے بغیر نہین رہ سکتے ہین جن کا احسان ہماری گردن پر ابدالاباد تک قایم رہے گا- یعنی جن مشنری لوگون نے ہندوستان مین تعلیم نسوان کی اشاعت مین کوشش کی- ستی اور دختر کشی کی مہلک رسمون کے انسداد مین سرگرمی ظاہر کی ہم ان بزرگوارون کے تہ دل سے مشکور و ممنون ہین- خداوند تعالے ہمین احسان کا شکریہ بجالانے کی تاکید کرتا ہے- اور احسان فراموشون کی مذمت کرتا ہے- اگر کوئی جاہل اور متعصب آدمی ہماری اس حرکت کو بُرا سمجھے- تو ہم اُس کی کوئی پروا نہین کرتے- ہم صرف خدا کی خوشنودی اور عام خلائق کے فائدے کو دیکھتے ہین- ہم سخت افسوس کرتے ہین کہ بعض ہمارے اہل مذہب محض اپنی نفسانیت اور تعصب کی وجہ سے دوسری

توہون کے مفید کامون کی بھی تعریف نہین کرتے - ان کا یہ فعل قابل نفرت ہے -

انتقال پُرملال بروز چہارشنبہ ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو جناب نواب بسم اللہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ عالیجناب وزارت ماب مدارالمہام حال نے انتقال فرمایا - مرحومہ جناب وزارتماب کی سب سے بڑی ہمشیرہ تھین - اور بہت روز سے علیل تھین - خدا جنت نصیب کرے -

ہواخوری اخبار مشیر دکن رقمطراز ہے کہ بھرت پور کی رانی صاحبہ یوروپین لیڈیون کی طرح شام کو ہوا کھانے جاتی ہین -

عورت اور مرد دونو کی صحت کے لئے ہواخوری اور ریاضت جسمانی ضرور ہے - جو عورتین ہمیشہ گھرون کے جیل خانون مین بند رکھی جاتی ہین اور جنھین ہواخوری اور ریاضت جسمانی کا کوئی موقع دیا نہین جاتا وہ اکثر امراض مختلفہ مین مبتلا ہوتی ہین اور صحیح المزاج نہین پائی جاتی ہین - پردہ نشین عورتین اکثر امراض سل و دق مین مبتلا ہوتی اور زچگی مین بہت مرتی ہین - اس لئے مناسب ہے کہ لڑکیون کو ابتدائی عمر ہی سے ہواخوری کرائی جائے - اور ہلکی قسم کی ریاضت جسمانی اور تیرنا اور ہواخوری لڑکیون کے لئے بہت ہی مفید ہے -

مینا بازار نواب وائسرائے کی بیگم (لیڈی کرزن) صاحبہ نے یوروپین اسپتال کے چندہ اور اعانت کے لئے شملہ پر مینا بازار قایم کیا اور اُس کے نفع سے چھ ہزار روپیہ جمع ہوئے - مبارک ہے وہ قوم جس کے کھیل تماشے بھی قومی منفعت اور انسانی ہمدردی کی غرض سے ہوتے ہین - اور بدبخت ہے وہ قوم جسکی عبادت اور مذہبی کام بھی خودغرضی اور نفسانیت پر مبنی ہین - لیڈی کرزن نے تو مینا بازار غریبون کی امداد کے لئے لگایا ہے اور ہمارے ذیشان نواب رامپور نے محض اپنی ذاتی عیش و عشرت کے لئے مینا بازار رچایا اور ہزارون روپے اپنی عیاشی پر قربان کر دئے -

اجمیر کے ایک مسلمان صاحب نے گڑیا اور گڈے کے بیاہ مین بہت بڑی اولوالعزمی دکھائی اور مسلمون مین ایک مالدار مسلمان نے دس ہزار روپیے اپنے بیٹے کے ختنے مین صرف کر دئے

افسوس ہے مسلمانون کی حالت زار پر! ان بے فائدہ کامون مین تو لاکھون روپے کس بے دردی سے لٹاتے ہین جن سے دنیا اور دین دونو کو کوئی فائدہ نہین پہنچتا اور قومی کامون مین جن سے اس مردہ قوم کے حلق مین پانی ٹپکایا جاتا ہے ایک کوڑی بھی دینا گوارا نہین کرتے۔ اور پھر اپنے آپ کو مہذب اور شائستہ بھی خیال کرتے ہین۔ رنڈیون کا ناچ دیکھنا۔ بیولون کے گلے پر لاکھون روپے خرچ کر دینا۔ مفضول ناموری اور شہرت پر جسکو ہم عین بدنامی سمجھتے ہین جی کھول کر روپیہ لٹانا۔ یہ قابل تعریف افعال ہین اس زمانہ کے مسلمانون کے! جس قوم کے سربرآوردہ اشخاص کے حرکات یہ ہون اُس قوم کو اپنی بہبودی کی امید کیا ہوسکتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ابھی مسلمانان ہند مین اس قدر تعلیم و تربیت کا رواج نہین ہوا کہ اُنکی آنکھین کھلین اور وہ اپنی ناگفتہ بہ حالت کا مشاہدہ کرین۔ اور قومی کامون مین دلچسپی لین۔ اور نہ ہمین ابھی آیندہ اسکی کوئی امید ہوسکتی ہے۔

عورت کی عفت اور بہادری اخبار نسیم ہند کسی اور اخبار کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ایک ٹھاکر جسکا نام یادہاری تھا اپنی عورت کو سسرال سے رخصت کرا کے اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ جب وہ ہنتھر کے تھانہ کے پاس سے گذرا جو لکھنو کے علاقہ مین ہے تو پولس انسپکٹر کی نظر اُس عورت پر پڑی۔ عورت خوبصورت تھی۔ اس لئے انسپکٹر صاحب فوراً اُس پر فریفتہ ہوگئے۔ اور انہون نے اس حیلہ سے اُس کو روک لیا کہ عورت بھگائی ہوئی ہے۔ ٹھاکر نے کہا کہ "نہین یہ عورت میری زوجہ ہے" اس پر انسپکٹر نے کہا "جب تک تم اسکا ثبوت نہ دوگے۔ تب تک مین اسکو نہ چھوڑونگا" یہ سنکر مجبوراً ٹھاکر اپنی سسرال واپس جانے کے لئے آمادہ ہوا جو سات کوس کے فاصلہ پر تھی۔ اُسوقت انسپکٹر نے ٹھاکر سے یہ کہا کہ "تم اپنی عورت کو اس کوٹھری مین بند کردو۔ اور قفل کی کنجی اپنے ساتھ لے جاؤ" اُس سادہ لوح ٹھاکر نے اس بدمعاش انسپکٹر کی ہدایت پر عمل کیا اور بیوی کو کوٹھری مین بند کر کے سسرال روانہ ہوا۔

جب رات کو تمام چوکی کے جوان سو گئے اور چارون طرف سناٹا پڑ گیا۔ اوسوقت انسپکٹر صاحب نے اٹھکر وردی پہنی اور کمر سے تلوار لگائی۔ پھر انھون نے چپکے سے کوٹھری کا قفل دوسری کنجی سے کھولا۔ مگر جب انہون نے دروازہ کھولنا چاہا تو وہ نہ کھلا۔ کیونکہ عورت نے اُس کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ تب تو انسپکٹر نے دھمکا کر کہا "دروازہ کھولدے ورنہ مین اُسکو توڑ ڈالونگا" عورت نے گھبرا کر خوف کے مارے دروازہ کھولدیا اور وہ نابکار کوٹھری کے اندر آیا جسمین اندھیرا گھپ تھا۔ وہ اپنی تلوار کوٹھری کے ایک کونے مین دہر کے چراغ لانے کے لئے باہر گیا اور عورت نے تلوار اُٹھا کر میان سے کہینچ لی۔ جب انسپکٹر صاحب روشنی لے کے پھر آئے اور کوٹھری مین گھسنے لگے۔ تو اُسوقت اُس بہادر عورت نے اس زور سے تلوار کا ہاتھ اُنکی گردن پر مارا کہ فوراً سر تن سے جدا ہو گیا۔ بعد ازان پولس کے دو تین جوان بہی جو اندر آئے اسیطرح مارے گئے۔ آخر کار عورت گرفتار کر لی گئی اور اُسکا چالان عدالت لکھنو مین کیا گیا۔ جب عدالت کی دریافت سے عورت بے قصور ثابت ہوئی۔ تو اُس نے اُسکو بری کر دیا اور اپنی عفت بچانے کے لئے جو بہادری اُس سے سرزد ہوئی تہی اُس کے صلہ مین اُسکو چار سو روپیہ کا انعام دیا گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس کو عورتون پر دست درازی کرنے کا بہت موقع حاصل ہے۔ اس لئے عورت کو کبہی مردون کی حراست مین نہین رکھنا چاہئے اگر سرکار عورتون کی حراست کے لئے عورتون ہی کو بطور پولس مقرر کرے تو بہتر ہے اور اس واقعہ سے اس امر کی ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے کہ عورتون مین اخلاقی جرأت اور بہادری پیدا کی جاسے۔ جس سے خطرے کے وقت وہ اپنی عفت و عصمت کو ظالمون کے ہاتھون سے محفوظ رکھ سکین۔ عورتون کو پردے اور گھرون کے کونون مین بند کرنے اور انہین کمزور اور بزدل بنانے مین بڑی قباحتین ہین۔ اگر اس آزاد

ٹھا کرنی کی جگہ کوئی قیدی مسلمان عورت ہوتی تو وہ کبھی اپنی عزت و آبرو کو اس ظالم کے ہاتھ سے بچا نہ سکتی - غدر مین ہزارون پردہ نشین عورتین بخوف آبرو ریزی کنوؤن مین گر کر مر گئی تھین - یا باغیون کے ہاتھون مین گرفتار ہوگئی تہین - اسلئے مسلمان عورتونکو استعمال آلات حرب کی تعلیم ضروری ہے - مگر افسوس ہے کہ ہماری سرکار مردون ہی کو ہتہیار باندھنے کی اجازت نہین دیتی جو اپنی عزت و آبرو بچا نہین سکتے فقط راقم خادم نسوان محمد حسین

یورپ کی مختلف شاہزادیونکا مذاق طبع

کہا جاتا ہے کہ ہماری راج بہو یعنی ولیعہد ملکہ معظمہ کی بیگم صاحبہ جو عام طور پر پرنسز آف ویلز کے معزز لقب سے یاد کی جاتی ہین انگریزی خاتونون کے سامنے سادگی پیدا کرنے کی عالیشان مثال پیش کرتی رہتی ہین - اور اوس کے ساتھ ہی اس بات کیطرف بہی اونکو مائل کرتی ہین کہ وہ غور کرین کہ اونہین کیا کیا باتین اچھی اور کیا کیا باتین بری ہین اور یہہ کہ فیشنون کی دلدادہ نہون جو محض بیکار ہین -

پرنسیس ممدوحہ کی نسبت سننے مین آتا ہے کہ اونہون نے گذشتہ پندرہ سال سے اپنے بناؤ سنگار یا اپنی وضع و قطع مین بالکل تبدیلی نہین اختیار کی - اور اونہون نے کبھی فیشن کے جنون سے اپنے دماغ کو خراب نہین ہونے دیا ہے - جس زمانہ مین چوڑی چوڑی اور پہولی پہولی آستینون کا فیشن انگلستان کی لیڈیون کو ہوا مین اوڑائے اوڑائے پہرتا تھا اوس زمانہ مین بہی پرنسس ممدوحہ نے تنگ و چست آستینون کا بنوانا ترک نہین فرمایا - کسی نے ممدوحۃ الشان کے سر پر کلاہ تصویر نہین دیکھی ہوگی - وہ ہمیشہ وہی چہوٹی چہوٹی مگر خوبصورت ٹوپیان زیب سر فرماتی ہین - جو اونکے چہرہ پر کہلتی ہین اور جو اونہین کے نام نامی کے ساتھ منسوب ہوکر دوسرونکے استعمال مین آتی ہین - درزیون کے تیار کئے ہوئے کوٹون اونہیلو کو دیکہکر آپ بہت خوش ہوتی ہین اور اونہین کو زیادہ تر پسند فرماتی ہین - آپ کے لئے ناچ کی پوشاک جو تیار ہوتی ہے اوسمین ہمیشہ پرانی اور درباری وضع کا تتبع ہوتا ہے

کہ جس کے موندھے کا جوڑ بازون پر پڑا رہتا ہے —

قیصرہ جرمن لباس کی بہت شوقین ہین اور ہر قسم کے بناؤ سنگار مین ہمیشہ لگی رہتی ہین - بیان کیا جاتا ہے کہ اونکے صیغۂ خیاطی مین ۲۱ درزی ہمیشہ کام پر لگے رہتے ہین - اور یہ صیغہ دربار کی ایک معزز لیڈی صاحب کی نگرانی مین ہے اور جب کبھی قیصرہ ممدوحہ تہیۂ سفر مین مصروف ہوتی ہین یا دربار شاہی مین کوئی غیر معمولی چہل پہل ہونے والی ہوتی ہے - تو اوسوقت درزیون کی تعداد تیاری لباس کی غرض سے ۰۸ تک بڑہا دی جاتی ہی -

قیصرہ ممدوحہ نیلے اور سفید رنگ سے ذرا زیادہ رغبت رکھتی ہین - آپ سالانہ ایک سو ایوننگ اور اسٹیٹ ڈریس دوسو - سواری اور ملاقات کے ڈریس ڈیڑہ سو سکان مین پہننے کے ڈریس - اور ساڑہے چارسو فراک کوٹ خرید فرماتی ہین - سینے کی مشین کو آپکے کارخانہ لباس مین ذرا دخل نہین ہے -

زارینہ یا قیصرہ روس شادی سے پہلے نہایت سادہ لباس پہنتی تہین - لیکن شادی ہونے کے بعد روسی دربار کی لیڈیون نے زارینہ کی اس سادگی کو پسند نہین کیا اور وہ اپنی ناپسندیدگی زارینہ سے پوشیدہ نہین رکہہ سکین - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب زارینہ لباس کی اسقدر شوقین ہین کہ فرمائش کرکے نہایت قیمتی اور بے نظیر ڈریس تیار کراتی ہین -

اطالیہ کی ملکہ صاحبہ کو دستی رومالون ہی کا شوق ہے - اور وہ اپنے تکلفات اور اپنے شوق کو دستی رومالون کی ساخت ہی مین صرف فرماتی ہین - بیان کیا جاتا ہے کہ تمام دنیا مین سب سے زیادہ قیمتی دستی رومال ملکہ ممدوحہ کے پاس ہے - یہ لیس سے تیار کیا گیا ہے اور تین کاریگرون نے بیس سال تک یکسان مصروف رہ کر اسکو تیار کیا ہے اسکی تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ اسقدر مہین اور باریک ہے کہ ایک مٹر کے دانہ کی برابر چھوٹی سی ڈبی مین تہ کرکے رکہا جا سکتا ہے -

یونان کی ملکہ اودگا نیلی اور سفید دہاریون اور خانون کے سلک ہی پر غش ہین اور یہ دونون

۲ ”موتی پرونے والوں سے“ ”فوری رنگ“ پڑھیں (یعنی)

حرامکاری

کچھہ دیر نہین لگتی ہے نیت کو بدلتے
کیا شیخ حرم پیر مغان ہو نہین سکتا

لفظ مندرجہ عنوان بالا سے ہمارے مہذب ناظرین اخبار ضرور چونکین گے کہ ایسا کیون ہے؟
ایسے لفظ کی تشریح کی پبلک مین کیا ضرورت تھی - یہ تو برا لفظ ہے - اس کے معنی و مطلب
ہر کس و ناکس واقف ہے - ایسے مہذب اخبار مین ایسا مضمون کیون؟ مگر ہم تھوڑی دیر کے لئے آپ
سے معافی کے خواستگار ہو کر یہ عرض کرنا چاہتے ہین کہ واقعی آپکا خیال بہت صحیح اور درست ہے
لیکن جب اسکی روز افزون ترقی دن دہاڑے کہلم کہلا ہو رہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہماری مہذب
گورنمنٹ عالیہ کے عہد معدلت مہد مین اس جرم قبیحہ کا قطعی انسداد نہو مقام غور ہے کہ غالباً کسی
ملک مین اس طرح علانیہ حرامکاری نہوتی ہوگی - جس طرح ہندوستان مین ہوتی ہے - لا
حول و لا قوۃ - ایسے خلاف تہذیب معاملہ مین مضمون لکھتے ہوے بھی لحاظ آتا ہے کہ کیا اُن باتون
کو بیان کیجئے جو ہمارے ملک مین علی الاعلان جاری ہین - خواہ مخواہ غیر ملک کے لوگ ہنسین گے
آج شائستہ عملداری مین جب کبھی اس پیشہ کے برقرار رہنے کا خیال آتا ہے تو نہایت ہی تعجب اور
تاسف ہوتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ جو فحش خیالات یعنی مضامین تک کی جو شاعرانہ طرز پر بھی لکھی
جائین گرفت کرتی ہے تو اس پیشہ کا بے اندیشہ سر بازار جاری رکھنا کیون گوارا ہے - کیا اس
سے بھی بڑھکر کوئی فحش ہوگا جو عقلاً و نقلاً اور عرفاً ہر طرح ممنوع و ملعون ہے - کیا گورنمنٹ
و افسران گورنمنٹ کو یہ دل فریب صورتین اچھی معلوم ہوتی ہین جو وہ اسکے انسداد کی فکر
نہین کرتے - توبہ توبہ - گورنمنٹ کے تو فرشتون کو بھی اونکے کرتوتون سے غرض نہین نہ اسکے
افسران شائستہ کو کچھہ مطلب - یہان تک کہ وہ بعض جلسہ مسرت مین بھی جو بمجبوری کبھی شریک
ہو جاتی ہین تو اس طرف آنکھہ اٹھا کر بھی نہین دیکھتے - اور کبھی تھوکتے بھی نہین - البتہ یہ رسم

کم بخت ہندوستانیوں ہی میں ایسی وبا کی طرح پھیلی ہے کہ جسکا علاج غیر ممکن ہو گیا ہے
بڑے بڑے ہندوستانی رئیس بغیر رنڈی کے ٹکڑا نہیں توڑتے ۔ گویا ایک شیرینی سمجھ
رکھا ہے ۔ کہ بغیر کھائے چین نہیں ۔ استغفر اللہ بڑے غضب کی بات ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی توجہ
کبھی اس خراب پیشہ کے موقوف کرانے کی طرف مائل نہ ہوئی ۔ آخر گورنمنٹ دوسرے
رسوم بد کو تو موقوف کرتی ہے پھر اسکو رسم نیک کیون سمجھ رکھا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
جب کبھی افسران گورنمنٹ اس طرف متوجہ ہوتے ہونگے تو بعض سفاشی رئیس پہونچ
جاتے ہونگے کہ خدا کے واسطے اب تو جانے دیجئے ۔ ان بھولی بھولی صورتون پر رحم کیجئے
وہ ہم مر جاینگے اور ارباب نشاط بھی ہزار با مثل غول بیابانی جمع ہوکر اسکے پاؤن پر
گرتے ہونگے کہ حضور ہم منگتا قوم ناچنے گانے کا پیشہ رکھتے ہین ہمارے اور بیکاری سے
واسطہ کیا ۔ جس نے کہا جھوٹ کہا ۔ پس جب متواتر شاہدون کی شہادت اور ساعیون
کی سفارش پہونچتی ہوگی تو شاید حکام بھی یہ سمجھکر کہ آخر اچھے برے سب ہی جگہ رہتے ہین ۔
خیر انکو بھی رہنے دو خیال استیصال سے درگذر فرماتے ہونگے ۔ مگر ہان ب فواحش کے
واسطے مرئیات (دکھنی) کا قاعدہ اچھا تجویز ہوا ہے ۔ اگرچہ سرکار کی یہ حکمت عملی
لاجواب تھی اور اس سے اس پیشہ کی موقوفی علیٰ وجہ الکمال ممکن تھی ۔ مگر لعنت ہے
اس بیحیائی پر کہ باوجود اس ذلت کے اسکی یومًا فیومًا کثرت ہوتی جاتی ہے پہلے تو شہرون
ہی مین یہ بلا نازل تھی اور اب کوئی دیہہ بھی غالبًا ان ناشدنیون سے خالی نہین
سب لوگ پوچھا کرتے ہین کہ فی زمانا ہیضہ کیون زیادہ پھیلتا رہتا ہے ؟ اور طاعون
ملعون کی یورش کیون اسقدر ہندوستان پر ہوتی جاتی ہے ۔ ہم کہتے ہین کہ اسی زناکاری
کی کثرت سے (ع) از زنا افتد وبا اندر جہات ۔

خیر گورنمنٹ پر تو کثرت زناکاری کا الزام اسقدر نہین ۔ کیونکہ وہ غیر قوم ہے
شاید اسکو بھی ہمارے ملک کی رسم سمجھتی ہو ۔ مگر البتہ تمام شہرون کی میونسپل

کمیٹیون پر جنکے ممبر ہندوستانی رئیس و عمائد ہین بہت بڑا الزام ہے کہ یہ کیون اوسکا
کا بندوبست نہین کرتے - کیا تہذیب بلاد کی ذمہ داریون مین یہ داخل نہین ہے - یا
ممبران کمیٹی کو بم پولس وغیرہ کے انتظامات سے فرصت نہین ملتی - صاحبو! کچھہ تو بندوبست
کرو - یہ مانا کہ بحالت استیصال اس قوم کے رئیسون کی شادیان مبدل بہ غمی ہو جائین گی
سرتاسر بے لطفی چھا جائے گی - جس دن ایسا ہوا قیامت آجائیگی اور واقعی غور کیا جائے
تو استیصال اسکا سردست بہت دشوار بلکہ قریب محال کے ہے اسواسطے کہ ارباب
نشاط اُن کے چاہنے والے یہ عذر قوی پیش کر سکتے ہین کہ ہم تو محض ارباب نشاط ہین
اور برے کام سے بالکل بے لوث - مگر استغفر اللہ - اوسکے قول و فعل کا اعتبار کیا -
خیر یون ہی سہی - کاش یہ ہی ہو کہ جسقدر ارباب نشاط ہین اونسے حلف لیکر صرف
رقص وغیرہ کی اجازت دیجائے اور مسجدون مین لے جاکر توبہ کرائی جلئے اور قرآن شریف
اونکے سر پر رکھوا کر سخت قسمین لی جائین اور جتنی کسبیان کھلم کھلا پیشہ حرامکاری کرتی
ہین - انکو سخت ممانعت کیجائے اگر بعد موقوفی کے کوئی عورت و مرد مرتکب زنا ہو تو
اوسکو بموجب قانون سزا دیجائے - شاید اس کارروائی مین سرکار کو ایک فکر پڑیگی
اور وہ فکر ایسی ہوگی جیسے ایک غریب شوھر کو بحالت مفلسی دس بیس عورتون کے
نان و نفقہ دینے مین ہوتی ہے - یعنے جب اس پیشہ کے لوگ عذر کرین گے کہ اگر ہم
اسکو ترک کردین تو کھائین کیا خاک اور نکاح سردست کوئی بھلا مانس کرتا نہین
پس ایسی حالت مین یا تو سرکار ہماری خبر لے - یا کوئی کمیٹی لاکھہ دو لاکھہ مجردون کو
تلاش کرکے ہمارا نکاح کرا دے - واقعی یہہ بڑا کڑا سوال ہے - مگر اسکے واسطے بہت سے
جواب ہو سکتے ہین - اول تو یہ کہ سرکار کسی کے کسب معاش کی ذمہ دار نہین - ایک
پیشہ نہین دوسرا پیشہ اختیار کرین - اگر فرض کرو کہ سرکار ہی کو بندوبست کرنا پڑے
تو یہ انتظام ہوسکتا ہے کہ بہت سی زمین بعض بعض ملکون مین غیر آباد پڑی ہے جسکی

آبادی کی نسبت شاید درین ولا سرکار کا خیال رجوع ہے - چنانچہ عرصہ سے تجویز ہو رہی ہے کہ ہندوستان کے مفلس کاشتکارون کو وہان جاکر آباد کرے اور اونکو زمین دے تاکہ وہان بکثرت زراعت وغیرہ کے ذریعہ سے اپنا گذارا کرین - پس ہم خیال کرتے ہین کہ بجائے اسکے کہ بلاوجہ غریب ہندوستانی جلاوطن کئے جائین عین مناسب ہے کہ اسی پیشہ کے لوگون کو کشتیان بھر بھر کر معہ اونکے ہمرہیون کے اُن ممالک غیر آباد مین لے جاکر آباد کیا جائے - اس سے وہ ملک بھی آباد ہوگا - اور بفحوائے خس کم جہان پاک ہم کو بھی امن ملے گا اور اس ناپاک قوم کو بھی جسے کوئی پیشہ نہین ملتا کسب نیک ہاتھ آئیگا - بقول شخصے (ع) چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار -

اگر تامل یہ ہو کہ تنہا ان نازک اندامون سے محنت - مزدوری کیونکر ہوسکیگی تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ فکر تو جب کیجائے کہ اونکی تنہائی کا خیال ہو - جس حالت مین کہ بہت سے لوگ اونکا وہان تک ساتھہ دینگے تو یہ فکر عبث ہے وہی اون کے بدلے کام بھی کرلینگے سوا اسکے سینا پرونا اور بہت سے کام اون کے کرنے کرانے کے لائق ہین بہرحال یہ پاپ اس طرح نہایت عمدہ طور پر کٹ سکتا ہے اور یہ رائے نہایت ضروری سمجھکر دی ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ روز بروز بیسیون رئیس بگڑ جاتے ہین صدہا ذی عزت اسی پر مرمٹے ہین - ہزارون آدمی اسی کی بدولت طرح طرح کے مہلک امراض مین مبتلا ہین - لاکھون نوجوانون نے عین عالم شباب مین اپنے تئین گھن لگا رکھا ہے - اچھی اچھی نسلین خراب ہوگئین - بڑے بڑے گھر بگڑ گئے - ہندوستانکی دولت کہ تمام و کمال اسی بھاڑ مین جھونکی جاتی ہے - ایک ایک شب کے مجرے مین لاکھہ لاکھہ روپیہ دینے کی نوبت آچکی ہے - بڑے بڑے اہل علم چاہتے مارے مارے پھرین - مگر اونئے اونئے قرمساق خرنا مشخص جل زرین سے چمکتے ہوئے نظر آتے ہین اور کسی سے آنکھہ نہین ملاتے -

آنکھ کیونکر ملائین - تمام دنیا کی دولت کے تو یہ مالک ہین پھر کس کو خیال مین لائین اور زنان فاحشہ کے دماغ تو شاید ساتوین آسمان پر ہون گے - انھون نے بیگمات کو بھی مات کردیا ہے اسی غمزہ وناز پر ہزار ون نثار ہین - خلاصہ یہ کہ بہت سی خرابیان ملک مین اس فرقہ کے زور پکڑنے سے ہندوستان مین پھیلی ہوی ہین - پس جب تک ہمارے ملک کی میونسپل کمیٹیان اس طرف خود متوجہ ہوکر اس رسم بد کا استیصال نہ کرین گی ممکن نہین کہ ہندوستان کی عزت اور غیرت اور حمیت اور دولت برقرار رہے کیونکہ اس قوم نے عجب طرح کی لوٹ مچا رکھی ہے - بعض رئیسون کے پاس جب زر نقد نہین رہتا تو تعلقہ حوالے کردیتے ہین - بعض حضرات ہاتھی تک بخش دیتے ہین - جب ہاتھی اور گھوڑے اور تعلقہ تک عیاشی کے نذر ہو نے گئے تو پھر رہا کیا - عجب نہین کہ ملک کے ملک کوئی دن مین اجاڑ ہو جائین - اس لئے نہایت ضرور ہے کہ بہت جلد ہمارے ذی اختیار ہم وطن اور تمام اہل الرائے اور افسران گورنمنٹ اس طرف توجہ کرین ۔ الراقم نیرنگ نامہ نگار از بنارس (انیس ہند)

انگریزون کی خانگی زندگی کا فوٹو

ازدواج

انگلستان مین خانگی زندگی کے مشہور معنی شادی یا ازدواج کے ہین -

انگلستان مین شادی یا ازدواج کا مفہوم یہ ہے کہ جداگانہ نیا گھر اچھی طرح بسایا جائے شادی کے متعلق پہلا علوم متعارفہ جو انگریزی قوم کے بچہ کے کان تک پہنچتا ہے یہ ہوتا ہے کہ جب تک کسی مین اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ خود کو اور اپنی بیوی کو آرام کے ساتھ رکھ سکے - اور شادی کے بعد جو بچے پیدا ہون اونکی تعلیم و تربیت کا بار اٹھا سکے اوسوقت تک اوس شخص کو شادی بیاہ کرنا گویا ایک قسم کا جرم ہے - انگلستان

کی سو عورتون مین ایک عورت بھی ایسی نہین نکلے گی جو اسوقت تک شادی بیاہ کا نام لیتی ہو جب تک اوسکو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ جس سے مین شادی کرنے والی ہون اوسمین اتنی استطاعت موجود ہے کہ ایک علٰحدہ مکان لیکر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیون نہو اوسکے ساتھہ اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرسکیگی۔

انگلستان مین کسی طفل مکتب کا خاوند بنا یا باپ ہونا سوسائٹی کی خوشحالی۔ موزونیت اور عام عقل کے خلاف ظاہر کیا جاتاہی۔

انگلستان کے کل آدمیون کو باستثناء ارذل ترین اور ادنے درجے کے لوگون کے بچپن ہی سے ان تین باتون یعنی خودمختاری۔ ذاتی تحکم اور حفظان صحت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

فرض کرو کہ ایک نوجوان شخص اپنی قوت بازو سے اس قدر کما سکتا ہے کہ وہ اپنا اور اپنی بیوی کا بار بوجھہ آسانی کے ساتھہ اٹھاسکتا ہے اگر اوسکو شادی کا خیال پیدا ہو تو وہ بیجا نہین کہا جاتا۔ اس شخص کو بچپن سے اپنی بہنون اور نیز دوسرے زنانہ دوستون سے ملنے جلنے کا اتفاق رہتاہے اور اوسکا میل ملاپ اور ملنا جلنا بے تکلفی کی حد تک نہین پہنچتا۔ جن عورتون سے اوسکی ملاقات اور شناسائی ہوتی ہے وہ سب اوسکی طرح لکھی پڑہی ہوتی ہین۔ اور بہت سی باتون مین اوسکے ہم مذاق بھی ہوتی ہین۔ اگر ان عورتون مین سے کسی عورت کے ساتھہ شادی کرنے کی خواہش اوسکے دلمین پیدا ہوتی ہے تو وہ بہت سے پیرائون سے اپنی خواہش اوس عورت سے ظاہر کرسکتا ہے اور ایسا بھی ہوتاہے کہ وہ اوس عورت سے تو اپنا مدعا کچھہ نہین کہتا لیکن اوسکے باپ سے اپنی اس خواہش کا اظہار بذریعہ تحریر یا زبانی کرتاہے۔ پھر کسیطرح نہ کسیطرح اوسکی اطلاع اوس عورت کو کیجاتی ہے۔ اور جب تک مرد و عورت دونون راضی نہین ہوتے اوسوقت تک کسی قسم کی زبردستی اونکو شادی پر مجبور نہین

کر سکتی۔ یہ وجوہات ہین کہ جنکی بنا پر انگلستان مین شادی کی گفتگو کا عام طور پر چرچہ سننے مین نہین آتا۔ اون لوگون کا تو کچھہ ذکر ہی نہین کہ جو احمق یا چھچھورے ہون۔ چونکہ شادی مرد و عورت کے درمیان ایک مقدس اور پاک معاہدہ ہوتا ہے اس لئے انگلستان کے متوسط لوگون مین زیادہ تر یہ مبنی ہوتی ہے مرد و عورت کی باہمی محبت اور پیار و اخلاص پر۔ اگر عورت کسی وجہ سے کسی خاص مرد کے ساتھہ شادی کرنے سے رضامند نہین ہوتی تو وہ اوس مرد کا اسبات کا شکریہ ادا کرکے کہ اوس نے اپنی تمام شناسا عورتون مین سے مجھکو انتخاب کرکے اپنی بیوی بننے کی عزت دی۔ صاف طور پر کہدیتی ہے کہ مین صرف آپسے دوستی رکھنی چاہتی ہون اس سے زیادہ اور کچھہ نہین۔ اور آپ مہربانی فرماکر میرے اس جواب کو قطعی سمجھئے۔ نیک بخت اور صاف دل لڑکیون کو انکار کرتے ہوے سخت تکلیف ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہئے وہ اسکو اپنے دلمین پوشیدہ رکھتی ہین اور اپنی مان کے سوا اور کسی سے اسکا اظہار نہین کرتین۔ اسمین شک نہین کہ یہ رسم قابل اعتراض ہے۔ بعض کمینہ دل مرد و عورت (عاشق و معشوق) ایسے بھی ہوتے ہین کہ باہم ایک دوسرے سے کھنچتے رہتے ہین اور اون کو ایسی لگاوٹ مین مزا آتا ہے۔ لیکن وہ اس قسم کے تعلقات کا خوش آئند مزہ چکھنے سے محروم رہتے ہین۔ اسی بارہ مین ایک سائنس دان شخص لکھتا ہے کہ "ہمارے موجودہ سوشیل طریقہ مین اس سے بڑھ کر کوئی خراب اور نامعقول چیز نہین ہے کہ آگ کے اوس گولے سے کھیلا جائے۔ جس کو ناز و عشوہ یا نخرہ کہتے ہین"۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک نوجوان عورت کسی مرد کے ساتھہ شادی کرنے سے انکار کردیتی ہے۔ لیکن بعد مین اوس کو پچھتانا پڑتا ہے اور بہت سی صورتون مین ایسا ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے عاشق سے صاف

الفاظ مین انکار کرنے کی جرأت نہین ہوتی اور وہ خموشی کے ساتھ اپنے دل ہی دل مین
گھٹتی رہتی ہے لیکن اس قسم کی خموشی مرد اور عورت دونون کے لئے مضر ہوتی ہے
جب عورت کسی مرد کی التجائے شادی کو منظور کرلیتی ہے تو پھر اوسکے والدین
سے اوسکی منظوری حاصل کیجاتی ہے۔ اور اگر بظاہر اسمین کچھ قباحت نہین ہوتی
تو والدین خوشی کے ساتھ منظوری دیدیتے ہین۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے
کہ نوجوان مرد اور عورت کو عاشقی اور معشوقی کا رشتہ باہم قائم کرکے برسون
اس انتظار مین ٹھہرنا پڑتا ہے کہ والدین کی اطلاع اور منظوری سے شادی کی
جاے۔ ایسی شادیان بہت کم ہوتی ہین جن مین والدین کی رضامندی
اور منظوری نہین لی جاتی۔

انگلستان مین مرد و عورت دونون بالغ و عاقل اوسوقت تک نہین ہوتے
جب تک اونکی عمر اکیس سال کی نہو جائے۔ مرد اپنی منگیتر کو معمولی رواج کے
موافق ایک انگشتری دیتا ہے۔ جسکو وہ اپنی بائین ہاتھ کی بیچ کی اونگلی مین
پہنتی ہے۔ اور یہ انگشتری اسبات کی علامت سمجھی جاتی ہے کہ اونکا رشتہ
ہوچکا ہے۔ اور اوسکے بعد مرد و عورت دونون کو اونکے دوست مبارکباد
دیتے ہین۔ رشتہ اور منگنی کے متعلق اس سے بڑھکر نہ کوئی اور رسم ادا کیجاتی ہے
اور نہ زیادہ اخراجات برداشت کئے جاتے ہین۔

کسی حال مین انگیجمنٹ یا منگنی کے متصل ہی شادی نہین ہوئی۔ یا تو لڑکی
کے والدین کی اسند عاپر یا دوسرے اتفاقات زمانہ کے باعث۔ منگنی
کے بعد شادی کے لئے تین مہینے سے لے کر سالہا سال تک کا وقفہ درکار ہوتا ہے
بالعموم منگنی سے دو سال کے عرصہ مین شادی ہو جاتی ہے۔ اس عرصہ مین
اگر جانبین مین سے کسی کے دلمین یہ خیال گذرے کہ وہ ایک دوسرے کے قابل نہین ہین

اور آئندہ چل کر اونکا نباہ نہین ہوگا تو اون کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ منگنی کو فسخ کرین۔مگر منگنی کا فسخ کرنا کم و بیش شرمناک اور نہایت معیوب فعل خیال کیا جاتا ہے۔منگنی کے زمانہ مین مرد و عورت دونون اپنے کاروبار مین مصروف رہتے ہین۔مرد سخت سے سخت محنت برداشت کرکے روپیہ کماتا ہے اور شادی کے لئے پس انداز کرتا جاتا ہے ایسے ہی عورت بھی کسی اسکول مین معلمہ گری کرکے یا خانگی طور پر بچون کو پڑھا کر یا کشیدہ وغیرہ سکھا کر یا ہسپتال وغیرہ مین تیمارداری کا پیشہ کرکے روپیہ کمانے کی فکر کرتی ہے اور اسطرح پر جس قدر روپیہ وہ جمع کرسکتی ہے۔اوس سے وہ اپنے لئے سینے کی کل یا کوئی باجہ خریدتی ہے۔یا ایسی ہی اور کوئی دوسری چیز مول لیتی ہے کہ جس کو وہ اپنے آئندہ مکان مین باعث زینت اور مفید خیال کرتی ہے۔اگر یہ دونون ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر ہوتے ہین تو وہ آپسمین رسل و رسائل کا سلسلہ جاری رکھتے ہین۔اور اگر وہ دونون کسی ایک ہی مقام پر سکونت رکھتے ہوتے ہین تو اپنے کاروبار سے فارغ ہوکر روزانہ ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہین۔آپس مین ملکر دور دور تک ہوا خوری کرتے ہین۔بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مرد کرایہ پر کشتی لیکر اپنی منگیتر کے ساتھ اوسمین بیٹھتا ہے۔اور کسی خوشنما دریا مین اپنے ہاتون سے کشتی کو کھیتا ہے۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے لیکن ہمیشہ نہین کہ اون کے ساتھ اون کے دوسرے دوست بھی ہوتے ہین۔

خاص طور پر منگیتر مرد و عورت کو اسبات کا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ آدو سیر کر کے نداق طبع سے واقف ہون۔ایک دوسرے کے مزاج و عادات سے آگاہی حاصل کرین۔وہ دونون جب آپسمین ملتے ہین تو ہر معاملہ پر گفتگو کرتے ہین۔اور اپنی آئندہ زندگی کے متعلق متفق ہوکر تجویزین اور منصوبے سوچتے ہین۔

اگر مرد اپنے عشق و محبت مین سچا اور ثابت قدم ہوتا ہے تو اسمین ذرا شبہہ

نہین کہ اس کا اثر عورت پر بھی بدرجہ غایت ایسا ہی پڑتا ہے - عورت کے لئے اوسکے منگیتر مرد کا عشق اور اوسکی چاہت گویا بمنزلہ ایک ڈہال کے ہوتی ہے جو اوسکو بہت سی حماقتوں اور بدعنوانیوں سے محفوظ رکھتی ہے - اور اوسکے ساتھ ہی یہ اسباب کی بھی محرک ہوتی ہے کہ تعلیم حاصل کیجائے - کفایت شعاری سیکھی جائے - اور ہر طرح ترقی حاصل کیجائے - بلا شبہہ وہ مرد اور عورت نہایت خوش قسمت ہوتے ہین - جو ایسی پاک اور اعلیٰ درجہ کی دوستی اور محبت کا دم بھرتے ہین - لیکن جو لوگ بدنیتی سے عشق و محبت کرتے ہین اونکو کبھی ایسی سچی مسرت نہین حاصل ہو سکتی - یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے تعلقات دانائی اور دانشمندی کے ساتھ تو عمر مرد و عورت مین قائم نہین رہ سکتے - انگریزی والدین کی یہ غرض و غایت بہت اعلیٰ درجہ کی ہے - کہ وہ اپنی اولاد مین اوس وقت تک شادی بیاہ کے خیالات نہین آنے دیتے - جب تک وہ اوس عمر کو نہین پہونچ جاتے کہ جس عمر کو پہونچکر وہ خود اوسکی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ کر سکین - اس مین بعض مستثنیات بھی ہین - مگر عام قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی پندرہ یا سولہ سال کی لڑکی شادی بیاہ کے معاملات مین دلچسپی لینی شروع کرتی ہے تو اوسکی ماں آہستگی کے ساتھ اوسکو اس قسم کے خیالات پکانے سے روک دیتی ہے - اور کہہ دیتی ہے کہ یہ احمق اور بیوقوف لڑکیوں کا کام ہے کہ وہ اپنے دماغ کو ایسے چیزون کے خیال سے پریشان کرتی ہین کہ جنکے قابل وہ ابھی چند سال تک نہین ہوتین - اسی عمر کا وہ لڑکا جو عقل رکھتا ہوتا ہے عام طور پر خود اون امور کا تصفیہ کرتا ہے - یعنے اگر کوئی شخص اوس سے اوسکی شادی بیاہ کے بارہ مین گفتگو کرتا ہے تو وہ اوس سے لڑتا جھگڑتا اور ناراض ہوتا ہے اکثر و بیشتر اس عمر کے لڑکے اپنی بہنون اور دوسرے زنانہ رشتہ دارون اور دوستون سے متنفر اور الگ تھلگ رہتے ہین - (مشیر دکن)

ایک خط اور اوسکا جواب

(خط مولوی افتخار عالم صاحب آزاد بنام مدیر رسالہ معلم نسوان)

مخدومی تسلیم - عنایت نامہ مع چار پرچون "معلم نسوان" کے پہنچا - اور شکر گذار ہوا - آپ معلم نسوان کو ہفتہ وار کیون نہین کر دیتے - ایک مہینے کا انتظار بار گران معلوم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ پردہ دری مین اتنا تشدد نکیجیے - تعلیم مین بہت کوشش کرنا چاہئیے - تعلیم کے پھیلنے کے ساتھ ہی پردہ سسٹم قایم نہین رہے گا - جو ملک کہ تعلیم نسوان ہی کو ناپسند کرتا ہو - وہ عورتون کو باہر چلنے پھرنے کی کیونکر اجازت دیسکتا ہے - ہمکو چاہئیے کہ نہایت آہستگی سے اپنا کام کرین - پردہ کی یہ جو کچھہ مخالفت ہو رہی ہے - صرف جہالت کا باعث ہے - فقط خاکسار افتخار عالم از مارہرہ ضلع ایٹہ - ۴ ڈسمبر ۹۹ء

جواب

جناب من ــــ تسلیم - مین آپکی دوستانہ نصیحتون کا شکر گزار ہون - مگر جس رسالہ کے صرف دس پرچے تمام ہندوستان مین باستثنائے حیدرآباد دکن فروخت ہوتے ہون - اور اون دس خریدارون مین سے بھی بعض تو دو روپیہ سال اور ایک صاحب ایک ہی روپیہ سال قیمت دیتے ہون اس رسالہ کو کون ہفتہ وار کرسکتا ہے - مجھکو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانون مین بوجہ عام جہالت - تعصب اور بےتعلیمی کے ابھی رسالہ تو کیا اخبارون تک کے پڑھنے کا مذاق پیدا نہین ہوا اور سخت تعصب کی وجہ سے وہ ایسے رسالون کا دیکھنا تک گوارہ نہین کرتے جو اون کی کسی پرانی رسم کے مخالف ہو - آپ خوب جانتے ہین کہ اس زمانہ مین پردہ مسلمانون کا مایہ افتخار ہے - اور وہ اس کو نماز و روزے سے بھی زیادہ فرض عین سمجھتے ہین - ایسی حالت مین کون شخص یہ امید کرسکتا ہے کہ جس رسالہ مین مخالفت پردہ پر زور دیا جائیگا اسکو ہمارے مسلمان بھائی جن کے رگ و پئے مین پردہ کی سمیت سرایت کر گئی ہے خرید فرمائین گے - آپ نے کبھی خیال کیا ہے کہ

کسی بچے نے کبھی خوشی سے کھائی ہے۔ اس زمانے کے عام مسلمانون کے لئے ایسے قصے اور کہانیان ہونی چاہیئے جن مین اون کے آبا و اجداد کی تعریفین ہون اور غیر مذہب کے لوگون کی توہین اور حقارت۔ اُن کے عیب ہنر کرکے دکھائے جاوین اور اونکی حماقتون پر موٹا پردہ ڈالا جائے۔ یعنی یہ احمق بنائے جائین۔ اور اونکی حماقت اور جہالت سے لوگ فائدہ اٹھائین جن مصنفین کی یہ پالیسی نہین ہے اور جو ان کے سچے ہمدرد اور خیرخواہ ہین اور جو ان کا لیڈری کے میدان مین دوڑانا چاہتے ہین وہ کب انکی چاپلوسی اور خوشامد کو جائز رکھہ سکتے ہین۔ وہ تو ایک طبیب حاذق کی طرح سلائی ڈال ڈال کے ناسورون کو ڈہونڈین گے۔ جن سے اونکی ہلاکت کا پورا یقین ہے۔ اور پھر مواد فاسد کو نشتر دیکے نکالین گے۔ آپ خیال فرماسکتے ہین کہ ایسے ظاہر مین بیرحم اور باطن مین دوست جراحون کے پاس عمل جراحی کے لئے کوئی نادان آدمی خوشی سے جاسکتا ہے؟ ہرگز نہین۔ جس تکلیف اور مصیبت سے مین اس رسالہ کو تیس چالیس روپیہ ماہوار اپنی ذات سے صرف کرکے نکالتا ہون اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس کی خاطر سے مین نے اچھا کپڑا۔ اچھا کھانا اور دوسرے ضروری خرچون کو ترک کردیا۔ بیوی ہر روز طعنے دیتی ہے کہ "میان کیون بال بچون کا پیٹ کاٹکر اس موئے رسالہ مین روپیہ صرف کرتے ہو۔ تمکو دوسری عورتون کی ہمدردی سے کیا مل جائیگا؟" مگر مین مجبور ہون میرا دل نہین مانتا کہ مین مسلمانون کی بہبودی کا کوئی کام دانستہ خود نکرون۔ مین اپنی زندگی کی اصلی غایت عبادت سمجھتا ہون نہ راحت بلکہ قومی خدمت سمجھتا ہون۔ میری دانست مین مسلمانون کی طرز معاشرت کی بربادی اور اونکی نکبت اور افلاس کا سچا سبب یہی منحوس پردہ ہے جسکو اسلام سے کوئی تعلق نہین۔ آپ خیال فرما سکتے ہین کہ جس شخص کو دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہو۔ جو شخص دنیوی عزت و جاہ کا خواستگار نہو۔ جو شخص قوم مین شہرت و ناموری چاہتا نہو۔ جس شخص کو صرف ہمدردی انسان ہی سے مطلب ہو۔ وہ کیون نہ پردے کی مخالفت پر کمربستہ ہوجائے۔ اور کیون کسی سے ڈرے۔ مجھے اسکی ذرا بھی پروا نہین کہ کوئی میرے رسالے کو خریدے یا نہ خریدے۔ مگر مین عورتونکی

معلّم نسوان

جلد ۱۳ — بابت ماہ شعبان سنہ [illegible] — نمبر ۸

فہرست مضامین

مطبوعہ مطبع معلم شفیق گوشہ محل حیدرآباد دکن

جلد ۱۳ بابت ماہ شعبان ۱۳۱۷ھ ہجری نمبر ۸

عورتون کی فتحیابیان

اخبار ایڈوکیٹ لکھتا ہے۔ کہ جس شخص کی عمر اس قدر زیادہ ہے کہ وہ گذشتہ پندرہ بیس برس کے واقعات کو یاد کر سکتا ہے۔ اس کو یہ بات اچھی طرح یاد ہوگی کہ "میڈیکل پروفیشن" یعنی پیشہ طبابت مین داخل ہونے کے لئے عورتون کو کس قدر جنگ عظیم لڑنی پڑی تھی۔ عورتون نے اب ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس پیشہ کے لئے نہایت ہی مناسب اور موزون ہین جس کی کامیابی کے لئے جرات وحزم۔ صبر وثبات ذہانت وذکاوت کی خاص ضرورت ہے۔ آج کے دن تک بھی وہ برابر مستعدی کے ساتھ اس پیشہ طبابت مین نمایان فتح مندیان حاصل کر رہی ہین اور مخالفین کو شکست فاش دے رہی ہین۔ کیونکہ بعض کالج اور یونیورسٹیان ایسی بھی پائی جاتی ہین جو اب تک عورتو نکو ڈگریان اور ڈپلومان دینے سے انکار کرتی ہین۔ مگر خدا کا فضل ہے کہ ہر روز تو نہین لیکن ہر سال لیڈی ڈاکٹرون کی تعداد مین کافی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اب لیڈی ڈاکٹر ہونا ایک معمولی سی بات

پولس انسپکٹر اسلو لی نے عدالت مین بیان کیا پر یہ الزام قائم کیا کہ اس نے اپنی زوجہ سماۃ رادی بائی کو جسکی عمر اٹھارہ ۱۸ برس کی ہے سخت ضرر شدید پہنچایا ہے ۔ اور اس نے اس کے چہرے ۔ گردن ۔ بازو ۔ اور پیٹھ کو گرم کرچھے سے داغا ہے ۔

تحقیقات سے دریافت ہوا ہے کہ رادی بائی اپنے شوہر اور اس کی دوسری جورو کے ساتھ مور لینڈ روڈ پر رہتی ہے ۔ شام کے چھ بجے ملزم خوب شراب پی کر گھر مین آیا اور اس نے اپنی زوجہ سے کچھ کھانا مانگا ۔ زوجہ نے کھانا لانے سے انکار ۔ اس پر ملزم نے اس کے دونو ہاتھ باندھکر اس کے جسم کو جلتے ہوے کرچھے سے داغا ۔ جب رادی بائی چلائی تو اس وقت پڑوس کے لوگون نے مکان کا دروازہ توڑ کر اسکے بچانے کے لئے اندر گئے اور ملزم کمرے مین سے بھاگ گیا ۔ اس وقت سے پہلے بھی ملزم نے اپنی زوجہ کو اسی طرح سختی کے ساتھ مارا تھا جس پر اس کی برادری کے لوگون نے اس سے پھر ایسی حرکت نہ کرنے کا اقرار لیا تھا ۔

مزلارڈ شب (مجسٹریٹ) نے اس مقدمہ کے فیصلے کے وقت یہ ریمارک کیا کہ ”ملزم نے ایک نہایت ہی خفیف قصور پر اپنی بیوی کو جلتے ہوے لوہے سے داغا ہے اگر ان جاہل مردون کو خیال یہ ہے کہ وہ اپنی عورتون کو جس طرح جی چاہے سزا دینے کا اختیار رکھتے ہین ۔ تو ایسی صورت مین عدالت انہین یہ سبق پڑھاتی ہے کہ قانون ان کے اس خیال کو ایک نہایت ہی سخت جرم سمجھتا ہے“ اس ریمارک کے بعد مزلارڈ شب نے ملزم کو چار ماہ کی قید سخت کی سزا دی جسکے ساتھ سخت ترین محنت بھی شامل ہے ۔

افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے ظالمانہ رسم و رواج نے مرد کو عورت پر اسقدر اقتدار دیدیا ہے کہ وہ اب اپنے آپ کو عورت کی جان و مال کا مالک خیال کرتا ہے اور اسکو اپنی لونڈی جانتا ہے ۔ عورتین اپنی جہالت سے اسقدر مجبور ہین کہ وہ اپنے مظالم کی کوئی چارہ جوئی نہین کر سکتین ۔ اسلئے مناسب ہے کہ ہر جگہ ہمدردی نسوان کی ایک ایک مجلس منعقد کی جائے جسکا فرض یہ ہو کہ وہ عورتونکو مردونکے ظلم سے محفوظ رکھے اور ظالمونکو عدالت سے سزا دلانے مین کوشش کرے جیسے انسانون کے ساتھ ہمدردی کی جاتی ہے اور انپر ظلم کرنیوالے کو عدالت سے سزا دلائی جاتی ہے تو عورتین تو انسان ہین جنکی ہمدردی سب سے زیادہ مقدم ہے

سیتا

فصل ۱۶

چچی ایلیا کے ساتھ مشورہ

اس سے پہلے جب سیرل برانڈن شاہ گنج سے روانہ ہو تھا - تو اس وقت اس کے دل پر ایک بے چینی کی حالت طاری تھی - اگر اس بے چینی اور اضطراب کے سبب پر غور کیا جائے - تو معلوم ہو سکتا ہے کہ جب چچی ایلیا نے بدگمانی ظاہر کی تھی - تو اس کے بعد بھی سیرل کے دل میں کوئی سکون کی حالت موجود نہ تھی - ممکن ہوتا تو سیرل صبح ہی کو سیتا علاقہ یا ضلع کے کسی دور دراز مقام پر چلا جاتا اور عرصے تک وہیں ٹھیرا رہتا - مگر یہ بات اس کے امکان سے خارج تھی - یہاں وہ اور تین دن رہا - اور اس کے بعد اس نے باباصاحب سے جو ہمیشہ اس کے حال کا جویا رہتا تھا کہا "میری طبیعت اچھی نہیں اس مقام کی آب وہوا مجھے ناموافق ہے - اب مجھے تبدیل آب وہوا کے لئے کسی اور جگہ جانا ضرور ہے۔" باباصاحب نے اس بات پر بہت زور دیا کہ "آپ کو نور پور جاکر اس بارے میں ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیئے۔" مگر سیرل نے اس رائے کو قبول نہیں کیا - اور وہ اپنے جی میں کہنے لگا کہ "چند روز میں اچھا ہو کر واپس آجاؤں گا - اور اگر ایسا نہ ہوا - تو پھر میں نور پور جاکر ڈاکٹر کی رائے لے لوں گا۔" سیرل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ "اب میں اس عشق کے صدمہ کو زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر سکتا - اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہندو چھوکری مجھ سے محبت کرتی ہے اور اس کا کامل یقین ہے کہ اسی محبت کی وجہ سے اس کی حالت بھی بہت خراب ہے" بار بار غیرت عشق اس کو تحریص و ترغیب دیتے تھے - اور سیتا کو قبضے میں لانے اور اس کے ساتھ ساری زندگی عیش و آرام میں گذارنے کے لئے مختلف تجویزیں پیش کرتے تھے - اور اکثر رات کے وقت تکلیف دہ خیالات اس کے دماغ میں چکر کھایا کرتے تھے - اور تقریباً اس کے دل پر اپنا سکہ جما چکے تھے -

مگر اس کا قوی دل ابھی تک عشق کے قبضے میں پورے طور پر نہیں آیا تھا - اور اس کی مزاحمت میں کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا - وہ اپنے دل میں یہ سوچتا تھا کہ "کیا مجھے اپنی خدمت سے استعفا دیکر
انگلستان چلا جانا چاہیے ؟ اگر یہ آخری علاج ہے - کیا وہاں میری حالت یہاں سے بہتر ہو جائے گی؟
مگر کئی وجوہ سے جنھیں میں خوب جانتا ہوں اس وقت استعفا دینا بالکل خلاف مصلحت ہے - اور
وہ منظور بھی نہیں ہو سکتا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر کچھ دنوں کے لئے میں یہاں سے چلا جاؤں گا - تو میرے
دل سے یہ بار کم ہو جائے گا" اس آخری رائے کے بموجب وہ شاہ گنج سے روانہ ہو گیا -

مگر اس کے بوڑھے سررشتہ دار کو اس حرکت سے کوئی اطمینان حاصل نہ ہوا - اس دفعہ
سیسل نے اپنی روانگی کی نسبت اس سے کوئی رائے نہیں لی اور اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے بغیر اس نے
پہلے سے اپنے خیمے ڈیرے روانہ کر دئے شاہ گنج میں بہت سے زمیندار اپنے مقدمات لگان کے
تصفیہ کے منتظر تھے - سررشتہ دار کی طرح سیسل براؤنڈن کو بھی ان مقدمات کا علم تھا اور وہ جانتا
تھا کہ ابھی بہت کچھ سرکاری کام پڑا ہوا ہے - اگر سیسل بیمار تھا - تو وہ علاج کے لئے لوئر پور
کیوں نہیں گیا ؟ نہیں - یہاں کچھ دال میں کالا تھا جس سے سررشتہ دار واقف نہ تھا - ضرور کوئی بات
تو ایسی تھی جس سے سیسل کے دل میں یہ بےچینی تھی - اس سے پہلے اس بوڑھے سررشتہ دار نے
اپنے آقا کے چال چلن کا یہ رخ دیکھا نہ تھا - وہ شاہ گنج سے اس قدر کیوں بچنا چاہتا تھا ؟ کیا انگلستان
سے کوئی بےچین کرنے والی خبر آئی تھی؟ جو وہ ایسا پریشان تھا - کیونکہ بابا صاحب سیسل کے
خانگی حالات سے اسیقدر واقف تھا جس قدر کہ وہ خود تھا - اگرچہ کہ کچھ عرصے سے متواتر ہر ولایت کی
ڈاک میں سیسل کے پاس خط آتے تھے - مگر وہ ان کی نسبت کوئی ذکر نہیں کرتا تھا - تو پھر اس بےچینی کا اور
کیا سبب ہو سکتا ہے ؟ -

بابا صاحب نے تنہائی میں بیٹھ کے تھوڑی دیر تک ان باتوں پر غور کیا - اور دفعتاً
اس کے ذہن میں ایک ایسا خیال گذرا جس سے اس بوڑھے آدمی کے چہرے پر کچھ رنج و غم کے
آثار سے طاری ہوئے - جب چچی ایلینا سیسل سے ملکر اپنے گھر واپس جا رہی تھی - تو اس وقت

وہ راہ میں باباصاحب سے ملی تھی - اور باباصاحب کو یہہ معلوم تھا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے اور رونے کے سبب سے اس کی آنکھوں پر بار ہے - باباصاحب اس سے صرف دعا و سلام کرکے آگے بڑھ گیا تھا اور چند مہربانی آمیز الفاظ ہی پر ان دونوں کی باہمی گفتگو ختم ہوئی تھی - پھر ایلیا سیرل کے پاس کیون گئی تھی؟ کیا سیرل نے سیتا کو کوئی نقصان پہنچایا تھا؟ شاید باباصاحب کو ہندو سودر قوم کی بیوہ عورتون کی عفت کی نسبت پورا اطمینان نہ تھا - اور علے الخصوص ایک ایسی خوبصورت اور تعلیم یافتہ بیوہ کی نسبت جیسی کہ سیتا تھی اس کی بدگمانی زیادہ تھی - ہمین اس مین شک ہے کہ آیا وہ برہمنون کی طرح ایسی عورتون کا تعلیم یافتہ ہونا اور لکھنا پڑھنا سیکھنا پسند کرتا تھا یا نہین - مگر اس امر کو وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کا آقا سیرل عزت و آبرو کی جان ہے - وہ کبھی کسی بدفعلی پر راضی نہ ہوگا - وہ نارند سہا کے گھر مہمان رہ چکا ہے - اس نے اس کا نمک کھایا ہے - اس کی عورتون نے محبت اور اخلاص سے اس کی خدمت کی ہے - ایسی حالت مین وہ کبھی اُن کے ساتھہ دغابازی نہین کرسکتا ہے - یہ سوچ کر باباصاحب نے سیرل کی نسبت بدگمانی کے خیال کو اپنے دل سے دور کردیا اور جی مین کہا کہ ” اب مین کبھی اپنے دل مین ایسا خیال گذرنے بھی نہ دون گا “ مگر اس پر بھی وہ شاہ گنج ہی مین ٹھیرا رہا اور اس نے یہ ارادہ کرلیا کہ ” مین اپنے آقا کی عزت و آبرو کی اسی طرح نگرانی کرون گا جس طرح خود اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرتا ہون “

شاہ گنج مین سیتا کے مکان پر بھی اوداسی برس رہی تھی - گو چچی ایلیا نے سیتا سے اس گفتگو کا ذکر تو نہین کیا جو اس کے اور سیرل کے درمیان ہوئی تھی - پھر بھی وہ سیتا کی ہر ایک حرکت کو بغور دیکھتی تھی - اور سیتا کی ابتر حالت دیکھہ دیکھہ کے جی ہی جی مین کڑھتی تھی اسوقت سیرل کے خیمے ڈیرے شاہ گنج سے روانہ ہوچکے تھے اور سیتا سست اور غمگین معلوم ہوتی تھی کسی بات مین بھی اس کا دل نہین لگتا تھا - اور گھر کا کام کاج وہ بڑی بے دلی سے کرتی تھی اور ہر وقت اوداس رہتی تھی - وہ اس کی رسیلی آواز اب کان مین نہین آتی تھی اور ہر وقت اسکی انکھون مین آنسو ہی بھرے رہتے تھے اب تو اس نے اپنی کتابون کو تہہ کرکے ایک طرف رکھدیا تھا

اور اپنے قدرے قلیل تفریح اور دلبستگی کے ذریعون کو بھی چھوڑ دیا تھا - اب تو نادندسا بھی اس کے دل کو کسی کہیں مین نہین لگا سکتا تھا - کیونکہ جب سیتا جبراً اُس کے ساتھ شطرنج کھیلنے بیٹھی تھی - تو اس کا دل اس مین نہین لگتا تھا - اور کھیلنے مین بے توجہی اور لاپروائی کی وجہ سے ہمیشہ بہت غلطیان کرتی تھی جس سے بعض وقت وہ ناراض بھی ہوجاتا تھا - اس لئے کہ نادندسا کو شطرنج سے بہت شوق تھا -

یہہ امر بھی مشکل تھا کہ سیتا کو نادندسا تبنیت کی ضرورت کی طرف متوجہ کرتا - جس کی نسبت بارہا اس کے اور اس کی بہن کے درمیان بڑی سرگرمی کے ساتھ گفتگو اور بحث ہوا کرتی تھی - کیونکہ نادندسا نے پہلے سیتا کے بچے کو گود لیا تھا - اور چونکہ اب وہ مرچکا تھا - اس لئے کسی دوسرے کو اپنا وارث بنانا ایک ضروری امر تھا - مگر دور کے رشتہ دارون کے بچون کے سوا خاندان مین کوئی بچہ نہ تھا جو گود لیا جاتا - اور ان بعید رشتہ کے بچون مین سے کسی کو منتخب کرنا ایک مشکل بات تھی - نادندسا کو امید تھی کہ سیتا اس امر کا تصفیہ کر دے گی - مگر سیتا نے اُس سے کہدیا کہ "آپ جس کو جی چاہے گود لے لین - مجھے اس معاملہ سے کوئی سروکار نہین مین اب کسی بچے سے محبت نہ کرون گی" چونکہ سیتا کا بچہ تو مرہی گیا تھا - اس لئے یہہ مناسب تھا کہ ابھی اس مسئلہ تبنیت کا کوئی فیصلہ کیا نہ جائے اور اس مین غور و فکر کرنے کے لئے کچھہ وقت دیا جائے - اس نیک مزاج پوجاری (وامن بھٹ) نے بہت کوشش کی کہ سیتا اس تبنیت کی ضرورت کی طرف متوجہ ہو - مگر اس کی ساری کوشش بے فائدہ ثابت ہوئی - سیتا اس بات کی طرف سے اس قدر بے پروا اور بے حس تھی کہ اب اس کو ادہر متوجہ کرنے سے سب کو ایک قسم کی مایوسی ہوگئی تھی - اس کے اور نادندسا کے مابین بہت دفعے اس مسئلہ تبنیت پر بحثین ہوچکی تھین - سب لوگون کا خیال یہہ تھا کہ اس کے بچہ کی موت کے سخت صدمہ کا یہ اثر ہے - اور اس لئے بالاتفاق سب کی یہی رائے تھی کہ اس کو اس قدر وقت دیا جائے کہ اس کے دل سے اس صدمہ کا اثر دور ہوجائے - اور پہر وہ اس امر مین سوچ سمجھکر کوئی رائے قایم کرے - پجاری نے دبی زبان سے یہ رائے دی کہ

اگر سیتا کو بنارس لے جا کر بعض مذہبی رسوم اس کی ہدایت کے بموجب ادا کرائی جائیں گی۔ تو اس سے یقیناً سیتا کی حالت میں تغیر واقع ہوگا۔ اور آب وہوا اور مقام ومنظر کی تبدیلی کا بھی عمدہ اثر اس کی صحت پر پڑے گا۔ لیکن جو کچھ بھی ایلیا کو معلوم تھا اگر وہ اس کو ظاہر کر دیتی تو پھر غالباً بہت ہی جلد سارا معاملہ طے ہوجاتا۔ مگر وہ دل میں جانتی تھی کہ سیرل چلا گیا ہے۔ اور خبروں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ یقیناً اگلے جاڑوں تک شاہ گنج میں نہیں آئے گا۔

مگر پھر بھی ایلیا کا یہ خیال درست نکلا۔ یہ ناممکن تھا کہ سیرل اپنے فرائض منصبی سے غفلت کرتا۔ یا ان سرکاری کاموں کو ملتوی رکھتا جن کا اس کو شاہ گنج میں انجام دینا ضروری تھا۔ جہاں سے گئے ہوئے اب اس کو تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گذر رہا تھا۔ اس اثنا میں بابا صاحب سیرل کی حالت کو بڑی تفتیش وتفحص کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ مگر سیرل اور جہاں گیر والوں کے درمیان پھر کوئی مراسلت خواہ بذریعہ خطوط یا پیام کے جاری ہوئی تھی۔ ان واقعات سے بابا صاحب نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اس کے آقا کی عزت وآبرو پورے طور پر محفوظ ہے۔ اس لئے جب بابا صاحب نے سیرل سے شاہ گنج واپس آنے کی استدعا کی۔ تو اس وقت سیرل نے اس کو خوشی کے ساتھ منظور کیا۔

اس کے بعد ایک روز صبح کو سیتا تلسی کے پھول توڑنے کے لئے کوٹھی پر چڑھی جہاں کہ ایک چھوٹے سے چبوترے پر تلسی کا درخت لگا ہوا تھا۔ اور وہاں سے اس نے دیکھا کہ خیمے گاڑے جا رہے ہیں۔ اس کو ان خیموں کے واپس آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ کیونکہ کسی کی زبانی بھی اس نے کوئی ایسا کلمہ نہیں سنا تھا جس سے سیرل کے آنے کی کوئی توقع ہوسکتی۔ جس شخص سے جرات کر کے سیتا۔ سیرل کا حال پوچھتی تھی وہ یہی کہتا تھا کہ کمشنر صاحب تو سال بھر کے لئے گئے وہ دور دراز مقام پر ہیں وہ ابھی واپس نہ آئیں گے۔" بلکہ اس کے دادا نے بھی اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ "میرا ارادہ ہے کہ میں سیرل صاحب کے پاس جا کر ان سے تبنیت یا گود لینے کے معاملے کو بیان کروں اور اس بارے میں ان سے رائے لوں"۔ جب سیتا کو سیرل کے واپس آنے کا

یقین دلایا جاتا تھا۔ تو اوسس کو اس قدر خوشی ہوتی تھی کہ اس کو چچی ایلیا اچھی طرح سے تاڑ جاتی تھی۔ اور اب جب کہ سیتا سپر سیون پر سے یہ چلاتی ہوئی اُتری کہ "دیکھو وہ آ گیا! دیکھو وہ آ گیا! خیمے پھر گاڑے جا رہے ہیں" اور اس کی دلی خوشی کو چہرے کی بشاشت نے ظاہر کر دیا۔ تو اس وقت اس بوڑھی عورت کی ساری بدگمانیاں یقین کے ساتھ بدل گئیں اور اب اس کے دل میں اپنی رائے کی نسبت کوئی شک باقی نہیں رہا۔ مگر اب اس کا کوئی علاج نہ تھا۔ وہ سیرل سے یہ تو کہہ نہیں سکتی تھی کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ اس کو صرف سیرل کے اس عہد و پیمان پر بھروسہ تھا جسے اُس نے اس بوڑھی عورت کے ساتھ کیا تھا۔ جو اس کی بات کو بڑے اطمینان کے ساتھ باور کرتی تھی۔ اس کے بعد چند روز گذرے اس عرصے میں سیرل نے صرف ایک دفعہ مہاجن کے گھر والوں کی خیریت دریافت کی تھی۔ اس کے سوا اور کوئی پیام وسلام کسی سے اس کے گھر نہیں آیا تھا۔ اور اس وقت تک چچی ایلیا کو پورا اطمینان تھا۔ اس وقت مندر میں ایک معمولی سالانہ پوجا کا میلہ تھا۔ چونکہ اس سے پہلے ہمیشہ سیتا اس پوجا میں شریک ہوتی تھی۔ اس لئے چچی ایلیا کو اسے اپنے ساتھ لیجانے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ مندر اس باغ کے قریب واقع تھا جس میں سیرل کے ڈیرے اور خیمے کھڑے کئے جاتے تھے۔ اگلے زمانے میں کسی نے اس بلند مقام کو اس کی فضا اور خوب صورتی کے لحاظ سے انتخاب کیا تھا۔ اور اس پر اس مندر کو بنایا تھا اور اس کے اطراف آم اور املی کے درختوں کا ایک بہت بڑا باغ بھی لگایا تھا۔ اس وقت یہ درخت بہت ہی گھنے اور سایہ دار تھے جن کے نیچے ہمیشہ انگریزی عہدہ داران مال کے خیمے نصب ہوا کرتے تھے۔ مندر کے اونچے چبوترے پر سے سامنے دیہات کا ایک دلچسپ سماں نظر آتا تھا۔ اور اونچی نیچی زمین پر جا بجا لہلہاتی کھیتیاں اور گھنے درختوں کے جنگل عجیب پر لطف منظر دکھاتے تھے۔ اور دور دور پر بلند پہاڑ نظر آتے تھے جو نظر کی حد کو قائم کرتے تھے اور جبکہ آفتاب انکی

چوٹیون پر جلوہ افروز ہوتا تھا تو وہ ہمیشہ اپنے منظر کو مختلف رنگون مین بدلا کرتے تھے - ان ایام مین بھی جبکہ پوجا پاٹ کی کوئی معمولی تقریب نہین ہوتی تھی سیتا اس مندر کے چبوترے پر اکثر آکر بیٹھا کرتی تھی اور وامن بھٹ کی چھوٹی سی کوٹھری مین جو اس مندر کا اس وقت پجاری تھا کتابین پڑھا کرتی تھی - اور اس مقام کے دلچسپ فطری سمون کے نظارہ سے لطف اوٹھایا کرتی تھی - وہ پاک وصاف اور تازی ہوا - وہ دیہات کا پر لطف قدرتی منظر - وہ آزادی اور فرحت کے احساس یہہ سب ایسی باتین تھین جو قصبہ کے تنگ و تاریک مکان اور اوس کی اونچی اونچی دیوارون کے مقابلہ مین ایک عمدہ تبدیلی پیدا کرتی تھین - اور اس مذہبی تقریب کے موقع پر تو اس مقام کا لطف دوبالا تھا - اس دن سیتا اور چچی ایلیا دونون بڑے سویرے سے اس مقام پر آ پہنچین اور انھون نے شام تک یہین ٹھیرنے کا ارادہ کیا - مندر مین انھون نے پوجا کر کے مورت پر معمولی نذرین چڑھائین اور اس کے بعد وہ قصبے اور دیہات کے لوگون کی سیر دیکھنے لگین جو صحن مین سے گذرتے تھے - یا ٹولیان باندہے ہوئے چبوترے پر بیٹھے تھے اور قدرتی دلچسپ سمون کے نظارہ سے اپنے دل کو خوش کر رہے تھے - اور جو کچھہ مٹھایان اور پکوان اپنے ساتھ لائے تھے انھین کھا رہے تھے - مندر کی دوسری جانب سیرل براونڈن کا کیمپ تھا - اور یہان بھی لوگون کا مجمع تھا جو ادہر ادہر پھر رہے تھے - عرضی گذار - لال چپراس پہنے ہوئے چپراسی - اور مزارعین درختون کے نیچے چھوٹی چھوٹی جماعتون مین بیٹھے ہوئے تھے - اور منشی اور محرر یا تو ان کی عرضیان اور درخواستین لکھہ رہے تھے یا ان کے حسابات کر رہے تھے - بہت فاصلہ سے ایک مقام پر سیرل کے اور اس کے ہمراہی پولس کے گھوڑے - اور اونٹ بندھے ہوئے تھے جن مین ایک ہاتھی بھی تھا - ان تمام جانورون کو سیتا بڑی دلچسپی سے دیکھہ رہی تھی - کیونکہ اس کو اس سے پہلے کبھی اس قدر نزدیک سے کیمپ دیکھنے کا موقع نہین ملا تھا -

مگر سیتا اور چچی ایلیا کو سیرل کا کچھہ حال معلوم نہ تھا - سیتا اتنا تو جانتی تھی کہ وہ کہان ہے - وہ بڑا سفید خیمہ اس کو اچھی طرح یاد تھا جس مین اس نے اس کو پہلے مرتبہ دیکھا تھا - اس واقعہ

گذرے ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا تھا - مگر اس کے حافظہ مین وہ سارا سمان اسیقدر تھا کہ گویا کل گذرا ہے - جب سورج غروب ہونے کے قریب آیا - اور اُس بڑے درخت کا چوڑا سایہ جو خیمون کے پیچھے کھڑا تھا سامنے کی گھانس پر بڑہکر پڑا - تو اس وقت انھون نے دیکھا کہ سیرل کے خدمتگارون نے ایک بڑی دری بچھائی اور اوس پر ایک کرسی لاکر رکھی - جس کے چارون طرف لوگ آآر جمع ہوگئے - ان مین سے کچھہ لوگ تو بیٹھے ہوئے تھے اور کچھہ کھڑے ہوے آپس مین باتین کر رہے تھے - اتنے مین انھون نے سیرل - باباصاحب اور کچھہ محررون کو خیمے سے باہر آتے ہوئے دیکھا اور جب سیرل اس تمام مجمع کا سلام لے چکا تو وہ کرسی پر بیٹھہ گیا اور شام کا کام شروع ہوا -

سیتا - سیرل کو دیکھہ سکتی تھی - مگر جب کبھی سیرل کے سامنے آدمی آجاتے تھے - تو اُس وقت وہ سیتا کی نظر سے اوجھل ہوجاتا تھا - مگر سیتا نے سیرل کو اس قدر دیکھہ تو لیا کہ جس سے اس کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ اب وہ اچھی طرح سے ہے - اس کے چہرے کی وہ زردی دور ہوگئی ہے جو زخم کے لبعد عارض ہوئی تھی اور اس کی جگہہ اب اس کا معمولی سرخ و سفید رنگ پھر عود کر آیا ہے اور اس کا زخمی ہاتھہ بھی اب اچھی طرح کام دیتا ہے - کیا اب کبھی سیتا کو سیرل سے ایک بات کرنے کا بھی موقع نصیب ہوگا؟ اس کی فقط اتنی ہی آرزو ہے کہ "سیرل اس سے یہ پوچھے کہ آپ کا مزاج اچھا ہے" اب صرف یہی کلمہ اس کے لئے کافی تھا اور بس اتنی ہی بات کی وہ امید کرسکتی تھی - جب سیرل سیتا کے گھر مین تھا - تو اوس وقت وہ دونو باہم بہت دور نہ تھے - لیکن اب کیمپ مین اسقدر اشغال کے درمیان سیرل اس کو کیون کر یاد رکھہ سکتا تھا مین خیال کرتا ہون کہ اگر سیتا ان باتون کو سوچتی ہوئی گھر چلی جاتی - تو اس کو اپنی قسمت پر صبر آجاتا اور کچھہ وقت کے بعد اس کے دل سے تمام رنج و غم دور ہوجاتا کہ اوس کو اس بات کا کامل یقین ہوجاتا کہ اوس کے اور سیرل کے مابین ایک بہت بڑا عمیق غار حائل ہے جس کے آرپار کوئی جاہی نہین سکتا مگر یہہ بات نہ تھی -

سیول کے پیٹشنز کورٹ (صیغہ عرایض) کا سمان بھی کچھہ عجیب دلچسپ تھا۔ جب سیول پہلے پہل اس صوبہ مین آیا تھا۔ تو اس وقت کی مرتبہ ایسے واقعات پیش ہوئے تھے اور ایسی شکایتین سننے مین آئی تھین جن سے یہہ معلوم ہوا تھا کہ چپراسی عرضی گذارون سے انعام یا بخشش مانگتے ہین اور ان سے یہہ کہتے ہین کہ جب تک ہمین انعام نہ دیا جاویگا جب تک تمہاری عرضی پیش نہ کی جائے گی۔ اس خرابی کے روکنے کے لئے سیول نے یہہ تدبیر کی کہ خیمے کے سامنے کسی قدر فاصلہ سے ایک صندوق عرایض رکھوا دیا جس کے پاس کسی سرکاری خدمت گار کو ٹھیرنے کا حکم نہ تھا۔ اس صندوق مین ایک قفل ڈالدیا جاتا تھا اور اس کے اوپر کے تختے مین ایک لمبا اور کسی قدر چوڑا سوراخ تھا جس مین سے عرضیان ڈالی جاتی تھین۔ شام کو جب سیول باہر آ کے بیٹھتا تھا تو اس وقت یہہ صندوق اس کے سامنے لا کے رکھا جاتا تھا اور پھر اس کا قفل کھولا جاتا تھا۔ اور ایک منشی ایک ایک عرضی نکالکر عرضی گذار کا نام پکارتا تھا اور پھر عرضی گذار کے موجودگی مین یہ عرضی پڑھی جاتی تھی اور فوراً اوس کی پشت پر حکم لکھہ دیا جاتا تھا۔

چچی ایلیا کو میلے تماشون کا بڑا شوق تھا۔ وہ برادری کی پنچایتون۔ برہمنونکی کتھاؤن اور دوسرے عام کھیل تماشون کے مجمعون مین بڑے شوق و ذوق سے ہمیشہ شریک رہتی تھی۔ اس وقت جبکہ وہ اور سیتا دونون مندر کے چبوترے پر بیٹھی ہوئین کیمپ کی سیر دیکھہ رہی تھین۔ چچی ایلیا نے سیتا سے کہا " مین تجھے یہان چھوڑکر وہان جاتی ہون اور دیکھتی ہون کہ وہان کیمپ مین ہو کیا رہا ہے۔ ایک بوڑھی عورت کی طرف کوئی توجہ نہ کرے گا۔ مین نے سنا ہے کہ راما اس گوکل پوسا کی زمینون کی نسبت عرضی دینے والا ہے۔ دیکھون اس کی عرضی پر حکم کیا ہوتا ہے۔ مین اس حکم کو دریافت کرنا چاہتی ہون۔ مین بہت دیر تک وہان نہ ٹھیرونگی اور وہین سے گھر چلی جاؤن گی۔ اس مقدمہ مین جو حکم مسٹر سیل دینگا اس کو تمہارا دادا بڑی دلچسپی کے ساتھ سننے گا " یہہ کہہ کر چچی ایلیا وہان سے روانہ ہوئی۔

اور سیتا کا دل یہہ چاہتا تھا کہ اوس کی عوض وہ خود جاتی - وہ اس کو دیکھتی رہی یہان تک کہ چچی ایلیا عرضی گذارون اور ان کے دوستون کے مجمع مین داخل ہوکر سیتا کی نظرون سے اوجھل ہوگئی -

چچی ایلیا جس غرض سے یہان آئی تھی وہ غرض پوری ہوئی - رامداس کی عرضی اس نے براونڈن کو یہ حکم دیتے ہوئے سنا کہ "بغرض دریافت یہ عرضی ضلع کی کچہری مین بھیجی جائے" اس کے بعد چچی ایلیا وہان سے چلی آئی - مگر اس کو یہان کی تمام کارروائی دیکھنے مین بڑی دلچسپی تھی وہ جو کچھہ یہان ہورہا تھا اس کو بغور دیکھہ رہی تھی - ہر ایک شخص کی درخواست سنتی تھی - اور اپنے بیٹے (وہ سیول کو اپنا بیٹا کہتی تھی) کے صبر وتحمل کو دیکھہ دیکھہ کر خوش ہو رہی تھی کہ وہ کس محنت سے اپنا کام انجام دیتا ہے اور کس متانت سے وہ لوگون کے ساتھہ کلام کرتا ہے - آخر کار وہ وہان سے واپس آئی اور منڈ رکے چبوترے کی سیڑہیون پر چڑہ رہی تھی کہ اتنے مین ایک چپراسی قرمزی وردی پہنے ہوئے اس کے پاس آیا اور اس سے ادب کے ساتھہ یہہ کہا "آپ کچہری برخواست ہونے تک ٹھیری رہین ہمارے صاحب آپ سے کچھہ بات کرنا چاہتے ہین"

چچی ایلیا نے اپنے جی مین کہا "سیول نے مجھے کیسے دیکھہ لیا؟ مجھہ سے کیا کہنا چاہتا ہے؟ سیتا میرے دیر مین جانے کی نسبت کیا خیال کرے گی؟" چچی ایلیا بہت گھبرائی اور اس نے چاہا کہ چلی جاؤن - مگر صبر وتحمل کے ساتھہ ٹھیری رہی - اس نے دیکھا کہ عرضی گذارون کا مجمع چھٹ گیا سرشتہ دار اور منشی سلام کرکے چلے گئے اور سیول اپنے خانگی ڈیرے مین داخل ہوا - اس وقت اس چپراسی نے جو ابھی تک ایلیا کے پاس کھڑا تھا یہہ کہا "اب چلنے کا وقت ہے" چچی ایلیا خیمہ کی طرف چلی اور اس کا دل سینہ مین دھڑک رہا تھا -

اس وقت بجز سیول کے اور کوئی آدمی خیمہ مین نہ تھا - وہ اپنے نیچے پلنگ کے قریب بیٹھا ہوا تھا - اس نے اٹھکر مہربانی کے ساتھہ ایلیا کا ہاتھہ پکڑا اور اس کو اپنے قریب دری پر بیٹھایا - اس وقت ایلیا کو سیول کا چہرہ اچھی طرح سے دکھائی نہین دیتا تھا - کیونکہ ڈیرے مین اندھیرا تھا - مگر اس نے دیکھا کہ سیول کی آواز کانپتی ہے - اور اس وقت اگر ممکن ہوتا تو وہ فوراً بھاگ جاتی مین نے

اپنے جی میں کہا "وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے"۔ مگر اس کی یہہ پریشانی اور تردد بہت جلد رفع ہو گئی۔

سیرل نے کہا "چچی ایلیا! میں نے تمھیں اس لئے بلایا ہے کہ تم میرا ایک پیام نارندما کو پہنچا دو۔ میں شاید دو تین دن سے تمھارے آنے کا منتظر تھا۔ مگر میں نے جب آج تم کو عرضی گذاروں کے مجمع میں دیکھا۔ تو اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اب مجھ اپنے ارادے کے اظہار میں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ میں اپنے دل سے سیتا کا خیال دور کر دوں۔ اور اسے بھول جاؤں۔ مگر میں اس میں کامیاب نہ ہوا۔ میرے امکان سے اب یہہ بات خارج ہے کہ میں سیتا کی محبت اپنے دل سے بالکل نکال ڈالوں۔ کیونکہ میں اس قدر دل و جان سے اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں جس کو زبان سے بیان ظاہر نہیں کر سکتا۔ اب اس کے بغیر مجھے اپنی زندگی دشوار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے بھائی سے یہہ کہدو کہ "اگر اسکی ذات برادری کی اصول اس کو اجازت دیں۔ تو وہ سیتا کی شادی میرے ساتھ کر دے۔ اگر سیتا مجھے منظور کرے گی۔ تو میں اس کے ساتھ اسی ملک کے قانون کے موافق شادی کرونگا اور اس کو بڑی عزت کے ساتھ اپنی جائز بیوی سمجھونگا۔ اگر یہہ ممکن نہو۔ تو نارندما کو چاہئے کہ وہ بلا تکلف مجھ سے یہہ بات کہدے۔ اور میں ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلا جاؤں اور پھر کبھی زندگی بھر یہاں نہ آؤں۔ میں یہہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے خاندان کی کوئی بے عزتی ہو اور میرے نزدیک تو سیتا کی محبت کا اس سے زیادہ کوئی اور صلہ ہو نہیں سکتا کہ اس کے ساتھ شادی کر لی جائے۔ اور وہ بیوی اور عمر بھر کی شریک حال بنائی جائے۔ کیا تم نے میری ساری تقریر اچھی طرح سے سنی؟"

یہہ کہنا مشکل ہے کہ آیا چچی ایلیا نے اس تقریر کو اچھی طرح سنا تھا یا نہیں؟ مگر اس نے اتنا تو ضرور سنا تھا کہ سیرل کچھ سیتا اور شادی کی نسبت کہتا ہے۔ یہہ سنکر وہ بہت ہی تعجب کے ساتھ آنکھیں اور منھ پھاڑ کر سیرل کی طرف دیکھنے لگی اور اس کی بڑی بڑی آنکھیں اس پر جم گئیں۔ اور جب سیرل نے اس سے یہ آخری سوال کیا کہ "تم نے میری ساری تقریر اچھی طرح سنی"؟ تو وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کے اور دونو ہاتھ پھیلا کر زمین پر پچھاڑ کھا کے گر پڑی۔ اور منھ سے ایک بات بھی نہیں نکالی

مگر وہ بالکل بے ہوش نہ تھی۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد پھر اپنی اصلی حالت پر آگئی اور اس نے اس طرح ہاتھون سے اپنی آنکھیں ملین کہ گویا وہ نیند سے ابھی چونکی ہے۔

سیرل نے اس کا جھریان پڑا ہوا ہاتھ پکڑ کر کہا "چچی ایلیا! جو کچھ مین کہتا ہون تم اس کو نہین سمجھتین۔ یہ ایک ذرا سی بات ہے۔ اور اب مین پھر اس کو تم سے کہتا ہون۔ سنو! اگر تم اور نانا ناہل سیتا کو میرے حوالہ کر دوگی تو مین اس کے ساتھ شادی کرون گا۔"

ایلیا نے اس کا یہ جواب دیا "مین نہین جانتی۔ مین کچھ نہین کہہ سکتی۔ اور مجھے اپنے بھائی سے بھی اس معاملے کے ذکر کرنے کی جرات نہین۔ اس کو بلا کر تمھین اسے کہو۔ اور ابھی بلا کر کہدو۔" پھر اس نے یہ کہا "نہین ٹھیرو۔ تم داھن بھٹ کو تو جانتے ہو۔ وہ ہمارا پوجاری ہے۔ تم جو کچھ نانا ناہل سے کہنا چاہتے ہو پہلے اس سے کہو۔" پھر اس نے سیرل کو ڈیرے کے دروازے کی طرف کھینچ کر کہا "ابھی تم چلو۔" اس جوش و خروش کی حالت مین چچی ایلیا سیتا کو بالکل بھول گئی تھی۔

سیرل کے ڈیرے اور مندر مین صرف چند ہی قدم کا فاصلہ تھا۔ اس وقت مندر مین کوئی آدمی نہ تھا۔ کیونکہ لوگ پوجا پاٹ کر کے چلے گئے تھے۔ چچی ایلیا سیرل کو ایک جگہ کھڑا کر کے مندر مین چلی گئی اور تھوڑی ہی دیر مین داھن بھٹ کے ہمراہ واپس آئی۔ اور سیرل سے بڑے جوش کے ساتھ کہنے لگی "جو کچھ تم نے مجھ سے کہا تھا اس کو اب ان سے کہو۔ یہ اس کا فیصلہ کر دین گے۔ کیونکہ ان کو ہم لوگون سے الفت ہے۔ اور ہمین ہر ایک معاملہ مین ان کا اعتبار ہے۔"

اس پوجاری نے حیرت سے دونون کو دیکھا اور سیتا کا خیال آتے ہی اس کے دل مین تردد پیدا ہوا۔ آخر کار سیرل نے اس سے کہا "جو کچھ مین نے چچی ایلیا سے کہا ہے اس کے دہرانے کی کوئی ضرورت نہین۔ یہ سب لوگ آپ کا اعتبار کرتے ہین۔ اور میری اور ان کی عزت اب آپ کے ہاتھ مین ہے۔ اگر یہ ممکن ہو۔ تو آپ اس کو خوب ادا کر دیجئے اور نہین تو مجھ سے صاف کہہ دیجئے کہ مین یہان سے چلا جاؤن اور پھر عمر بھر یہان واپس نہ آؤن۔"

اس وقت سیتا بچاری کی چھوٹی سی کوٹھری مین بیٹھی ہوئی اپنے سامنے کے خوشنما منظر کو دیکھہ رہی تھی - اس نے دیکھا کہ سورج بادلون کے لال اور سنہری پردے مین چھپ گیا اور پھر ایک سرخی مایل خفیف سیاہ رنگ اس تمام منظر کی چیزون پر پھر گیا جنھین وہ اپنے سامنے دیکھہ رہی تھی - اور تھوڑی ہی دیر مین چارون طرف شام کی تاریکی چھا گئی - سیتا کو تعجب تھا کہ اب تک چچی ایلیا کیون نہین آئی - مگر ساتھہ ہی اس کے اُسے یہہ بھی امید تھی کہ سیرل نے اس کوٹھیرالیا ہوگا اور اب وہ اس کی زبانی کوئی مہربانی آمیز پیام بھیجے گا - اس نے اپنے کانون سے سنا کہ اس کی چچی نے بچاری کو پکارا - اور پھر اس نے اور بچاری نے کسی آدمی سے کچھہ باتین کین - یہہ سنکر جب سیتا اس غرض سے کوٹھری کے دروازے پر آئی کہ وہ اپنی چچی سے گھر چلنے کو کہے - تو اس نے دیکھا کہ اس سے اس قدر قریب کھڑے ہوئے تین آدمی باتین کر رہے ہین کہ وہ انھین ہاتھہ سے چھو سکتی تھی - اس نے سیرل کی تقریر کے یہہ آخری الفاظ سنے کہ "مین چلا جاؤن گا اور پھر کبھی یہان نہ آؤن گا" شاید اس کو یہہ معلوم نہ تھا کہ اس نے کیا اثر سیرل کے دل پر ڈالا تھا - مگر جب ان الفاظ کی غمناک آواز سیتا کے کان مین آئی - تو اس نے انھین سچ سمجھا اور اس وقت وہ اپنے دلی جذبات کو روک نہین سکی - اور جلدی سے آگے بڑھکے وہ سیرل کے قدمون پر گر پڑی - اور اس نے اس کے دونون پاؤن زور سے پکڑلئے - اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - اس وقت سیتا کے منھہ سے یہی الفاظ نکلتے تھے کہ "آپ مجھے چھوڑے جاتے ہین - ہائے آپ مجھے چھوڑے جاتے ہین"

سیرل نے اس کو آہستہ سے اٹھا کر اپنے سینے کی طرف کھینچا - اور لیٹا لیا

"ہرگز نہین - سیتا - اگر وہ تجھے میرے حوالہ کر دین گے - اگر تو میری بیوی ہوجائے گی - تو جہان مین جاؤن گا وہان تو بھی جائے گی - اب صاف صاف اُن کے سامنے کہدے - یا مجھے جانے دے تاکہ مین ہمیشہ کے لئے چلا جاؤن"

جب سیرل نے سیتا کو چھاتی سے لگا کر یہہ کلمات کہے - تو اس وقت سیتا کا

تمام بدن بید کی طرح کانپنے لگا - اور جوش دلی سے قریب تھا کہ اس پر غش طاری ہو جائے -
وہ اس تقریر کا کوئی جواب نہ دے سکی - کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کی زبان تالو مین لگی ہوئی ہے
اور اس کے منھ سے کوئی بات نہین نکل سکتی ہے - لیکن اس کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی -
اور اس کو معلوم ہو گیا کہ سیرل اس سے محبت رکھتا ہے اس حالت مین جبکہ اس کے عاشق کا
ہاتھ تو اس کے پہلو مین اور اس کا سر اس کے سینے پر تھا اگر وہ مر جاتی - تو اس کی یہ موت بھی
خوشی سے خالی نہ تھی -

چچی ایلیا اور بابا جی نے ایک دم سے چلاکر کہا - "بول - سیتا ! بول - تو کیا
چاہتی ہے ؟"

بڑی مشکل سے سیتا نے کہا - "اگر تم مجھے اس کے حوالہ کر دوگے - تو مین
اس کے ساتھ چلی جاؤن گی - ہان ہان مین تو خود چلی جاؤنگی" یہہ کہکر وہ سیرل کے پاس سے
ہٹ آئی اور چچی ایلیا کے گلے مین باہیں ڈال کر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور اس کے ساتھ چلی
پجاری نے سیرل سے کہا " صاحب ! آپ تشریف لے جائیے - اس وقت
انھین جوش ہے - یہہ کوئی بات نہ کر سکین گی - مین آج ہی رات کو نادندر اسے ملون گا -
اور آپ کے معاملہ کی نسبت اس سے مشورہ کرون گا " پھر اس نے ذرا پست لہجے مین
یہ کہا " اگر مین آپ کو کوئی چٹھی بھیجون - تو آپ فوراً یہان سے روانہ ہو جائین - کیونکہ آپ جانتے
ہین کہ یہہ بات ان کی اور آپ کی دونون کی عزت و آبرو کے لئے ضروری ہے راقمہ محب حسین

عام معلومات

ماخوذ از کتاب الفاروق مصنفہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی

جناب فاطمہ ہمشیرہ حضرت عمرؓ | یہہ معزز خاتون امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی بہن تھین - ان کا نکاح سعید سے ہوا تھا جو زید کے بیٹے تھے - حضرت عمرؓ قبل

ان کی بہن فاطمہ مسلمان ہوگئی تھین۔ اور اس وجہ سے حضرت عمرؓ سخت برہم تھے گو حضرت عمرؓ نے اپنی بہن فاطمہ کو بہت مارا پیٹا۔ مگر انھون نے اسلام نہین چھوڑا اور آخر کار حضرت عمرؓ کے دل پر بھی اپنے صبر و ثبات کا اثر ڈال ہی دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔

اس مین کوئی شک نہین کہ پہلے اسلام لانے اور اس کی خاطر سے مختلف عذاب و تکلیف اٹھانے کی فضیلت عورتون ہی کو حاصل ہے۔ مرد ان سے پیچھے ہین۔ کیونکہ سب سے سابق الایمان حضرت خدیجۃ الکبرٰے رضی اللہ عنہا ہین اور سب سے پہلی شہید اور اسلام پر جان دینے والی بھی ایک عورت ہی ہے جس کے مقام مخصوص مین ابو جہل ظالم نے تلوار گھسیڑ دی تھی اور اس ظلم شدید سے اس کو مار ڈالا تھا۔ سبقت ایمان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت بہ نسبت مرد کے سریع الفہم ہے اور وہ ہرگز ناقص العقل نہین جیسا کہ بعض کم فہم مولوی خیال کرتے ہین اور سبقت شہادت سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت مین مرد سے زیادہ صبر و ثبات اور برداشت کی قوت ہے۔ اور یہہ دونون باتین فلسفہ سے بھی بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچتی ہین کہ عورتون مین بہ نسبت مردون کے جلد سمجھنے اور برداشت کرنے کی زیادہ قوت ہے۔

جناب لبینہؓ

یہہ معزز خاتون حضرت عمرؓ کے خاندان کی کنیز تھین جنھون نے اسلام کی حمایت مین سخت اذیتین برداشت کی تھین۔ اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے ان پر بہت مار پڑتی تھی۔ ایام جاہلیت مین جب حضرت عمرؓ ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تھے۔ تو وہ یہہ کہتے تھے کہ "ذرا دم لے لون۔ تو پھر مارونگا" اس سخت مار پیٹ پر بھی جناب لبینہ اپنے صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہین چھوڑتی تھین۔ اور اسلام کا دامن مضبوط پکڑے تھین۔ عورتون کا یہ صبر و ثبات قابل داد ہے۔

عورت کا اجنبی مردون کو دیکھنا منع نہین ہے۔

غزوۂ بدر کے معرکے مین مخالف کی فوج مین سے جو لوگ زندہ گرفتار ہوئے تھے ان کی تعداد کم و بیش ۷۰ تھی اور ان مین سے اکثر قریش کے بڑے بڑے معزز سردار تھے۔ مثلاً حضرت عباسؓ۔ عقیلؓ (حضرت علیؓ کے بھائی) ابو العاصؓ بن الربیعؓ۔ ولید بن الولیدؓ۔ ان سردارون کا ذلت کے ساتھ گرفتار ہو کر آنا ایک عبرت خیز سمان تھا۔

جس سے مسلمانوں کے دل پر بھی اثر آیا یہاں تک کہ رسول اللہ کی زوجہ مبارکہ سودہ کی نظر جب اس پر پڑتا تو بے اختیار اول انھیں کہ آعطیتم بایدیکم هلا متم کراما یعنے تم مطیع ہو کر آئے ہو۔ شریفوں کی طرح لڑکر مر نہیں گئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز ہے۔ جب ازواج مطہرات اجنبی مردوں پر نظر ڈالتی تھیں تو ہماری عورتوں کو یہ فعل کیوں کر ناجائز ہو سکتا ہے اس لئے عورتوں کو حیا دیوار کے اندر تا بہ زیست اس نیت سے بند رکھنا کہ ان کی نظر غیر مردوں پر نہ پڑے سراسر ظلم ہے۔

حضرت حفصہ کا نکاح ثانی ۳ ہجری میں حضرت عمر کو یہ فخر حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رسول اللہ کے عقد میں آئیں۔ حفصہ کا نکاح جاہلیت میں خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا خنیس کے انتقال کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے خواہش کی کہ حفصہ کو اپنے نکاح میں لائیں۔ انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت عثمان سے درخواست کی۔ وہ بھی چپ رہے کیونکہ ان دونوں صاحبوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ خود جناب رسول اللہ صلعم حضرت حفصہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ شعبان ۳ ہجری میں آنحضرت نے حفصہ سے نکاح کیا۔

افسوس ہے کہ آج کل اکثر مسلمان اپنی جوان بیوہ لڑکیوں کو گھر میں بٹھائے رکھتے ہیں اور ان کا نکاح ثانی کرنے کو عیب جانتے ہیں۔ یہ لوگ بزرگان دین کی توہین ہی نہیں کرتے بلکہ احکام قرآن سے بھی منحرف ہیں۔ نعوذ باللہ ان کی یہ حرکتیں کفر کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ کیونکہ شرع میں جو چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ انھیں اپنی جہالت سے برا جانتے ہیں عملاً احکام قرآن کی کوئی وقعت نہیں کرتے۔ اہل ہنود کی صحبت کے اثر سے یہ لوگ بھی اپنی بیوہ عورتوں کے نکاح کو برا اور معیوب خیال کرتے ہیں۔

راقم

خادم نسواں محب حسین

المنظر فی حیات افلاطون

تمہید۔ تواریخ سلف اور ایام الناس پر جب نظر ڈالتے ہین تو ہمکو قدرتاً اوسکی دو قسمین نظر آتی ہین۔ ایک وہ سلسلۂ واقعات کہ جسمین مختلف قومون۔ قبیلون اور سلطنتون کے عروج و زوال کے واقعات اور حوادث کا بیان ہوتا ہے کہ جسکو عرف عام مین تاریخ یا ہسٹری کہتے ہین۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس مین کسی ملک یا قوم کے افراد کا ذکر کیا جائے کہ جسکو سوانح عمری یا لائف کہتے ہین۔

تاریخ کی یہ دوسری شاخ کہ جسکو سوانح عمری یا لائف کہتے ہین شاخ اول سے زیادہ بار آور نتیجہ خیز ہے اور اسکا شمار دلیات تاریخ مین کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ قومون۔ قبیلون اور ملکون کے بڑے بڑے حوادث اور اونکی ترقی و تنزل کے علل و اسباب کی ابتدا اول انفرادی حالت مین جنم لیتی ہے۔ اور اوسکے بعد وہ قومی یا ملکی کہلانے کی مستحق ہوتی ہے۔ اور تاریخ کا جو یہ فائدہ خیال کیا گیا ہے کہ انسان جب سلسلہ واقعات پر نظر ڈالکر قدامت کے پردون مین علت و معلول اور سبب و مسبب کے رازون تک پہنچ جائگا تو اوسکو ایک بہت بڑی بیش بہا عبرت اور نصیحت حاصل ہوگی کہ جس سے وہ اپنی زندگی کو اونھی اصول پر چلاکر موانعات کی بندشون سے محفوظ اور مسہلات کی برکتون سے مستفید ہوسکے گا کہ جس وقت شخصی اور انفرادی حالات قوم کے سامنے کثرت سے پیش کئے جاوینگے۔

اسی اصول پر ازلی و ابدی معلم نے بھی اپنی کتاب مین کثرت سے انبیا و صلحا اور گذشتہ قومون کی افراد کے پر عبرت اور پرسبق تذکرے بیان فرمائے ہین کہ جس سے اوسکے بندون کو اچھی باتون کے لینے اور بری باتون کے چھوڑنے کی

ترتیب و ... ور تحسیر ساتھہ ہی جماعتون اور قبیلون کے حالات بھی بیان فرمائے ہین۔ اس لیئے که قوم تو اونہی افراد سے بنتی ہے که جو اول قوم بننے کی قابلیت پیدا کر لیتے ہین۔ ورنہ وہ افراد تو پہلے ہی نسیاً منسیا اور نیست و نابود ہو جاتے کہ جنہون نے ترقی پاکر جذب و کشش کی اتنی قوت پیدا کر لی ہو کہ جس سے وہ قوم بن سکین اور دنیا کے بڑے بڑے واقعات و حوادث کے علت و معلول بن سکین۔

اس ضرورت سے دنیا کے دانشمندون نے تذکرہ نویسی یعنی گذشتہ واقعات اور اشخاص کی یاد تازہ رکھنے کو مختلف صورتون مین ہمیشہ جاری رکھا ہے اور اوسکی بہت تعریف کی ہے۔

بعد ازان یونانیون اور رومیون کے بعد اول یورپ کے باشندون نے اس فن کی اصلاح اور ترقی کی جانب اپنی توجہ مبذول کی۔ ورنہ اب سے دو صدی پہلے اونکے علم ادب مین صرف بے سر و پا مذہبی افسانے موجود تھے اور وہی اونکے لٹریچر کی جان تھی۔ لیکن غرض اون سے بھی وہی شخصی ترقیون کے نمونے پیش کرکے ترغیب و تحریص دلانی تھی۔ مگر موجودہ ترقی کے زمانہ مین یورپ والون نے اور علوم و فنون اور انکشافات کے ساتھہ ساتھہ تذکرہ نویسی کو بھی اس درجہ کمال پر پہنچایا ہے که اوس نے ایک فلسفہ کی صورت پکڑ لی ہے اور اوس پر قلم فرسائی کرنا بڑی بھاری لیاقت کا کام سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر گلیڈسٹون کی لائف لکھنے کے واسطے کئی لاکھہ کا معاوضہ مقرر کیا گیا ہے اور مشاہیر عہد مین سے بڑے بڑے مصنف اس کام کے لئے منتخب کئے گئے ہین۔

قرون وسطی مین مسلمان بھی اپنے زمانہ مین فن تذکرہ نویسی یا علم الرجال کے حالات قلمبند کرنے مین ید طولے رکھتے تھے اور بہت تحقیق و تدقیق سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اس فن مین انھون نے ہزارہا مجلدات اسماء الرجال اور مناقب کے نام سے لکھہ ڈالے کہ جن کے ذریعہ سے لکھوکھا آدمیون کی سیرتون کے متعلق میٹریل مل سکتا ہے۔ مگر اوسکے

لکھے ہوئے تذکرے اس زمانہ مین اس لئے زیادہ دلچسپی کے
مین صرف روایت کشی سے کام لیا گیا ہے اور روایت سے
کچھہ علما و فقہا کے حالات ہین اور باقی اسماء الرجال کے
ہر فرقہ اور گروہ کے عالمون - فلاسفرون - شاعرون
کے موجدون - غرضکہ ہر ادنے طبقہ اور پیشون سے لیکر
اسپیکرون تک کے حالات پر یورپ مین بڑی بڑی ذخیرہ
ہین - اور ہزارون کتابین "مین آوف ٹائمز" کے نام
اون مین وہ چہپان ہین اور جرح و قدح سے کام
کا کوئی پہلو اور کوئی واقعہ ایسا نہین باقی رہتا کہ جسپر فلسفیانہ
نتائج مستخرج نہ کئے گئے ہون -

غرضکہ دانشمندون نے بیواگرفی کو بنی نوع انسان کے
کے حکما و فلاسفرا و سکے بے انتہا عمدہ نتائج اور تعلیم
غایت اسکے شیدا ہین اور سب سے زیادہ وہی اوسکی تعریف
مسٹر کارلائل ایک جگہہ لکہتا ہے کہ :-

" معزز طبقہ کے اسلاف کی ہسٹری بہ نسبت دنیا کو
" زندگی کا طرز معاشرت اوس سے اچھی طرح ثابت
" کا نتیجہ ہے - لیکن جو مجموعہ مفید خیالات کا ہے وہ

ڈاکٹر اسمائلس مصنف "سیلف ہلپ" لکھتا ہے
" مشہور آدمیون کی لائف نوع انسان کی ترقی
" پر چارون طرف روشنی پھیل جاتی ہے اور
" آئندہ نسلون کے واسطے اپنی چمک جاری رکھتی

ولادت افلاطون سنہ ۴۲۹ قبل مسیح مین یونان کے ایک جزیرہ اجنیا مین پیدا ہوا اور بعضون کا قول ہے کہ اتنیا مین سنہ ۴۳۰ قبل مسیح مین پیدا ہوا - علی اختلاف الروایات خواہ کسی جگہہ پیدا ہوا ہو - مگر یہ تھا اثینہ الاصل اور اوسکی تربیت و پرورش بھی ابتدائے عمر سے اتنیا ہی مین ہوئی -

تعلیم افلاطون نے ابتدائی تعلیم دیونیسیوس غراماطیقی سے حاصل کی اور علوم ریاضیہ مین جزیرہ ارگوس کے ایک پہلوان فیلسوف ارستیتون سے تعلیم پائی - کہ جس نے اپنے مذاق طبع اور افلاطون کے شانون اور عضلات کے چوڑے چکلے ہونے کی مناسبت سے اوسکا نام افلاطون رکھا کہ جس کو انگریزی مین پلیٹو کہتے ہین - اور جو ایک یونانی لفظ پلیٹس سے نکلا ہے کہ جسکے معنے عریض یعنی چوڑی چکلی چیز کے ہین - مگر افلاطون قبل ازین اپنے دادا کے نام سے ارستیوکلیس پکارا جاتا تھا -

افلاطون کو ابتدائے عمر سے فنون لطیفہ کی طرف طبعی میلان تھا - چنانچہ اوس نے اپنے اوسی قدرتی لگاؤ کے اقتضا سے اول موسیقی اور شعر کہنا سیکھا - بیس برس کی عمر تک اشعار قصاید کہتا رہا - اور اونکی یہانتک قدر ہوئی کہ مراسم مذہبی مین نہایت شوق سے گائے جانے لگے - اوس کی فکر شعری کے بعض نمونے ابتک موجود ہین مگر بہت جلد وہ زمانہ آگیا کہ اوسکو اپنا طبع فلسفہ کی طرف مبذول کر دینا پڑا - اوس کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز وہ اپنے اشعار کاہنون کے پاس لئے جاتا تھا کہ اوس نے اثنائے راہ مین سقراط کو ایک فلسفیانہ لکچر مین شعر و شاعری پر طعن و تشنیع کرتے سنا - افلاطون سقراط کی عالمانہ اور ناصحانہ تقریر کو کھڑا ہوکر سننے لگا اور اوسکے بیان سے اسقدر متاثر ہوا کہ سقراط ابھی تک اپنا لکچر ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اوسکی طبیعت موسیقی اور شاعری سے یکلخت متنفر ہو گئی - اور اوسنے اپنے مذکورہ بالا اشعار فوراً پھاڑ کر جلا دئے - اور اوسوقت سے متواتر دس برس تک سقراط کی شاگردی مین رہا -

جسوقت سقراط نے سنہ ۳۹۹ قبل مسیح مین انتقال کیا تو افلاطون اپنی عمر کے تیس مرحلے طے کر چکا تھا

اور اوسکا شوق علم بھی بدرجہا ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ اب اوس نے اپنے وطن اتھنیا کو خیرباد کہا اور وہ شخص علم مین شہر بشہر پھرنے لگا۔ افلاطون سب سے اول جزیرہ میگاری مین اپنے شاگردون سمیت پہنچا اور وہان اقلیدس سے علم منطق و تطبیق المنطق علے الہندسہ پڑہا پھر وہان سے سیرین واقع افریقہ کی طرف گیا۔ سیرین ایک بہت بڑا شہر تھا اور ہر قسم کے عالم و فاضل کثرت سے وہان موجود تھے۔ اور اب بجائے سیرین کے شہر برقہ آباد ہے کہ جو متعلقات طرابلس الغرب مین شمار کیا جاتا ہے۔

افلاطون نے ایک مدت تک سیرین مین مقیم رہکر ریاضیات ہندسہ اور علم اعداد کا مطالعہ کیا اور وہان سے مصر گیا۔

مصر اپنے مدرسہ عین الشمس[*] کی بدولت علم و ہنر کا ایک سرچشمہ بن رہا تھا اور اطراف و اکناف عالم مین شہرت کا تاج اوسکے سر پر تہا اور اوسکی چار دیواری کے اندر بڑے بڑے کاہن کہ جو علم و فضل مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے موجود تھے

---

[*] یہ مدرسہ ایک مندر مین واقع تھا کہ جسکا اصلی نام ہلیاپولس ہے۔ ہلیاپولیس کا ترجمہ آفتاب کا گھر یا چشمہ آفتاب ہے۔ عرب لوگ اسکو عین الشمس کہتے ہین اور یہی نام ہمنے متن مین لکہا ہے۔ قاہرہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر شمال و مشرق کی طرف مطریہ نام ایک گانون واقع ہے اوسکے قریب ہلیہ پولیس کے کہنڈر ہین۔ مطریہ کی آبادی اوسی زمین پر جہان پہلے ہلیاپولیس تھا۔ گانو سے پانسو گز کے فاصلہ پر مندر کے کہنڈر پائے جاتے ہین۔ مندر کی سوا اوسکے زمانہ مین ایک نامور اور مشہور عمارت تھی کہی وجہ سے یہ گانو بھی کچھ کم مقدس نہین ہے۔ قابل زیارت ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق شام سے لیکر مصر مین تشریف لائین تو اول اوسی زمین پر ایک انجیر کے درخت کے نیچے آرام کیا ہے۔ دوسرے ایک کنوئین کے پانی سے حضرت عیسیٰؑ کے پوتڑے دہوئے ہین۔

افلاطون مع اپنے ایک شاگرد یو دوکس کے تیرہ برس تک مصر مین اقامت گزین رہا اور اس عرصہ مین اوسنے مصریون کے تمام علوم و فنون کامل طور سے سیکہہ لئے۔

بقیہ حاشیہ اس درخت اور کنوئین کی عیسائی اور مسلمان دونون زیارت کرتے ہین۔ درخت ایک قسم کے انجیر کا ہے کہ جسکو انگریزی سک امور کہتے ہین۔

(مصر کا ایک شہر ہے) اسکے نہایت عمدہ پتھر کا ایک پرانا مینار ابتک ہلیاپولیس کی آبادی کے موقع کی علامت باقی ہے۔ ہلیاپولیس کے کھنڈر تین میل مربع تک پہیلے ہوئے ہین۔ مصر مین مذہبی پیشواؤن کی تعلیم کے واسطے سب سے بڑا دار العلم یہی مندر تہا۔ کالج مین دنیاوی علوم بہی سکہائے جاتے تہے۔ مگر مذہبی تعلیم کے واسطے مخصوص تہا۔

ٹالمی فلیڈلفس (بطلیموس ثانی) نے حضرت عیسیٰ سے دوسو پچاس برس پہلے اسکندریا کے کتب خانہ کو جو اسکے باپ کا بنایا ہوا تہا۔ یہین سے مصری کتبے اور نوشتے وغیرہ منگاکر رونق دی تہی۔

مذکورہ بالا مینار جسکو حضرت عیسیٰ سے دو ہزار چار سو تینتیس برس پہلے یوسرتسین نے بنایا ہے۔ چہاسٹہ فیٹ لمبا پوچہل تراشا گیا ہے بنانے والا کا نام وغیرہ مصری خط مین چارون پہلوؤن پر کندہ ہے۔ کسی زمانہ مین ہلیاپولیس سے زیادہ بڑا اور مشہور شہر تمام مصر مین نہ تہا۔ مگر سنہ مسیحی سے پانسو ستائیس برس قبل جبکہ کمبیس (کیکاؤس شہنشاہ ایران) مصر مین آیا تہا۔ ہلیاپولیس کا جلال اور رونق گہٹنے لگی۔ اور ٹالمی دوم کے حکم سے مذہبی پیشواؤن اور دانشمندونکے اسکندریا اوٹھ جانے کے بعد اوسپر یقینی بربادی آگئی۔

حضرت عیسیٰ سے چوبیس برس پہلے رومی حکومت کے زمانہ مین جبکہ اسٹرابو یہان آیا تو اس مقام کا بڑا حصہ ویران تہا۔ مگر عرب مورخون کے بیان کے موافق بہت سی مورتین بارہوین صدی تک باقی تہین۔ ہلیاپولیس مین یہودی بہت آباد تہے اور بائیکسس خاندان کے آخری فرعونون مین سے سیکونین را یا نبتی نے حضرت یوسفؑ کا نکاح اسی

افلاطون کا ارادہ تھا کہ یہان سے ہندوستان کا سفر اختیار کرے۔ اور وہان کے نوادر علم سے بھی محروم نہ رہے۔ مگر ایشیا کی بدامنیون اور خانہ جنگیون کے باعث ہندوستان کی دولت علم تک اوسکی دسترس نہو سکی۔ اور بحر ہند کی باد مخالف نے اوس کے جہاز کے بادبان کا رُخ اٹلی کی طرف پھیر دیا۔

افلاطون اٹلی کے شہر تارنتو Tarentum مین تھا اور وہان کے بہت سے علما و فضلا سے ملا۔ منجملہ اون کے ایک بہت بڑا فلاسفر ارخیتاس یونانی تھا کہ جو فلسفہ سیاست مدن اور علوم جنگ مین اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتا تھا اور جو چند مرتبہ سپہ سالار افواج بھی رہ چکا تھا۔

علمی استفادون کے علاوہ افلاطون کی جسمانی زندگی پر بھی ارخیتاس نے ایک عظیم الشان احسان کیا کہ اوسکو قتل ہونے ہوتے بچالیا۔ اور دنیا کو اوسکی ذات سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان سے معلوم ہوگا۔

افلاطون جب علوم سینوی اور سفینوی سے سیراب ہو چکا تو اوسکے دلمین قدرت کی عظیم الشان لیاقت یعنی تحیر ان فنا منا کے سیر کی امنگ پیدا ہوی اور اوس نے طبعیات کو مقدم سمجھا۔ اور سیدھا صقلیہ یعنی Sicily پہنچکر جبل النا Etna کے ہیبت ناک اور آتش فشان نظارہ کو دیکھا کہ جو ہر وقت اپنے خوف سے آگ۔ دہوان اور راکھ مقدار کثیر مین برابر نکالتا رہتا ہے۔

بقیہ حاشیہ۔ ہلیاپولیس کے ہائی پریسٹ (بڑا مذہبی پیشوا) پاتا پار Potiphera دو طیفار کی بیٹی سے کر دیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ سے سترہ سو برس پہلے کا ہے۔ آفتاب کے دیوتا کا امر دین بھی یہین پوجا جاتا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ مو سیتقار پرند جسکو ققنس بھی کہتے ہین ہر پانسو برس بعد اپنی خاک سے اسی مندر مین زندہ ہوتا تھا۔ یعنے اپنے راگ کی تاثیر سے جلکر خاک ہو جاتا تھا اور پھر اوسی خاک سے پانسو برس بعد دوبارہ زندہ ہوتا تھا۔ [illegible] سکندر اعظم بھی شہر ممفس کو جاتے ہوئے اسی مقام پر ٹھیرا ہے اور مکروبس مورخ لکھتا ہے کہ ملک شام یا بعلبک کا ہلیاپولیس اسی ہلیاپولیس کے ایک مذہبی پیشوا نے اسی پرانے شہر سے نکل جلنیکے بعد بنایا تھا۔ سفرنامہ نواب رامپور۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۷ مطبوعہ مفید عام آگرہ۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ۔ محمد اختر۔

افلاطون یہان دیونیسوس نوروی سے ملا۔ دیونیسوس ابتداً ایک معمولی آدمی تھا اور اپنے وطن
سرکوس قدیم دار الخلافت صقلیہ مین گمنامی کی حالت مین زندگی بسر کیا کرتا تھا کہ دفعتہ
نام آوری اور شہرت کے خیال سے اوسکے دل و دماغ مین ہمت اور عزم اور استقلال پیدا ہو گیا۔
اور پولیٹیکل طاقت حاصل کرنے کی دھن مین رفاہ عام اور پبلک کا مونگا اسپرٹ لینے لگا یہانتک کہ اوسکے
زمانہ کے قدردانونکی تعداد روز بروز بڑھتی گئی اور رشد و رشدہ اوسکو اپنے مخالفین پر ایک تفوق حاصل
ہو گیا۔ آخر کار وہ بساط حکومت کو پلٹ گیا۔ اور خود بادشاہ یا ایک طاقتور سرگروہ کی صورت مین بیٹھا۔
یہان تھوڑا ہی زمانہ گذرنے پایا تھا کہ اوس کے متبعین بھی اوسکی حکومت کے جوے کو اپنی گردنون پر
گرانبار محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ جب وقت اوس نے رعایا کے مال و متاع پر بیجا طرح ہاتھ ڈالنا
شروع کیا تو وہ اوس سے بگڑ بیٹھے اور اوسکی حکومت سے متنفر ہو کر جنگ و جدل پر آمادگی ظاہر کی سب سے
اول افلاطون نے اوسکی طرز کارروائی پر اوسکو ملامت کی اور افعال شنیعہ سے اوسکو روکنا چاہا۔
لیکن دیونیسوس نے بجائے شکرگزار اور نصیحت پذیر ہونے کے اوسکے قتل کا حکم دیا۔ مگر ارخیناس
نے کہ جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہین کوشش کرکے اوسکی جان بچائی اور اسطرح اوسپر ایک عظیم الشان
احسان کیا بلکہ اوسکی جان بچا کر تمام دنیا کو ممنون کیا۔

اب افلاطون کی طبیعت صقلیہ سے اوچاٹ ہو گئی اور وہ رخت سفر درست کرکے وطن کے
ارادہ سے جہاز پر سوار ہو گیا مگر جب دیونیسوس کو افلاطون کے سفر کی خبر ملی تو اوس نے
سفیر اسپارٹا کو کہ جو اوسی جہاز مین سفر کر رہا تھا حکم دیا کہ افلاطون کو جزیرہ ایجینا مین
ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کر ڈالے اور یون ایک بیبہا گوہر کو کسی نا اہل کے قبضہ تصرف
مین دے کر اوسکو بیکار کر دے مگر ایک لائق اور مردم شناس شخص نے اوسکو خرید کر آزاد کر دیا
اور اسطرح اوسکی وقعت و عظمت پر کچھ آنچ نہ آنے دی۔

ان مصائب اور شدائد کو جھیل کر جب افلاطون سیاحت سے اپنے وطن واپس آیا تو اوسکا
دماغ علم کی روشنی سے منور اور دامن عقل تجربہ کے موتیون سے لبریز تھا۔ مگر چونکہ

ان تمام مصیبتون کے بعد اوسکی طبیعت کچھہ آرام وسکون کی متقضی تھی اس لیے اوسنے طلبا کو جمع کرکے ایک باغ مین کہ جسکا نام "حدیقۃ الاکادیمیۃ"* تھا سلسلہ درس وتدریس شروع کردیا اور اوسی بنا پر اوسکا فلسفہ بھی "فلسفہ اکادیمیہ" کھلایا جانے لگا۔

بعد ازان اوس نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اوسی باغ کے نام پر اوسکا نام بھی "اکادیمیہ" رکھا اور اوسکے دروازہ پر ایک بورڈ آویزان کیا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ "اس مدرسہ مین ماہر مہندسون کے سوا اور کوئی شخص نہین داخل ہو سکتا"

اور منجملہ اور شروط کے مدرسہ مین ہنسنا بھی منع کیا گیا تھا۔ اور ہنسنے والے کی سزا یہ مقرر کیگئی تھی کہ وہ مدرسہ سے نکالدیا جاے۔

اسی اثنا مین صقلیہ کے پولیٹکل حالات بالکل متغیر ہوگئے اور تخت سلطنت پر دیونیسوس اول کا بیٹا دیونیسوس ثانی بیٹھا۔ اوسنے افلاطون کو اپنے اہل ملک کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنا ایک رشتہ دار بھیجکر پھر بلایا۔ افلاطون اوسکی درخواست قبول کرنے مین متردد تھا۔ مگر جب اوسنے بہت الحاح واصرار کیا تو افلاطون نے اوسکی درخواست قبول کرلی اور اوس کیساتھ چلا گیا۔

اہل صقلیہ نے بڑے تپاک اور فراخ حوصلگی سے اوسکا استقبال کیا۔ مگر دیونیسوس ثانی کے تمام اوضاع واطوار اپنے باپ کی مثل تھے اور وہ "الولد سر لابیہ" کا پورا پورا مصداق تھا۔ نہ وہ کسی کی نصیحت سنتا تھا اور نہ کوئی اچھی بات کیسیکے سو جھانے سے اوسکی

---

* اکادیمیہ Akademia یونان مین اتھینس کے قریب اس نام کا ایک باغ تھا کہ جہان افلاطون تعلیم دیا کرتا تھا۔ اور اسی یونانی لفظ سے بمناسبت تعلیم وتعلم انگریزی لفظ "اکاڈیمی" Academy نکلا ہے کہ جسکے معنے فلسفہ اور حکمت وصنعت کے اعلی اسکول کے ہین۔

ذہن نشین ہوتی تھی۔

افلاطون اپنے قیمتی مشوروں کو بیسود بیکار دیکھکر نہایت کڑھتا تھا اور اوسکی طبیعت وہان سے اوچاٹ ہوتی جاتی تھی۔ آخرکار وہ اپنے وطن واپس چلا آیا اور شایقین علم کا پھر وہی ہجوم اوسکے گرد و پیش رہنے لگا۔

صقلیہ سے لوٹنے کے بعد افلاطون نے پھر تیسری مرتبہ سرکوس کا سفر اختیار کیا اور وہان سے واپس آکر دم واپسین تک وطن کی چہار دیواری سے پھر کبھی قدم باہر نہین نکالا۔ یہانتک کہ ۳۴۸ قبل مسیح مین خداوند تعالے نے اوسکی روح کو جسمانی اذیتون سے نجات دی۔ اور وہ ہنسی خوشی اس دار فانی سے چلتا ہوا۔ اوس کے اہل وطن نے بڑی دہوم دہام اور شان و شوکت سے اوسکا جنازہ اوٹھایا۔ جابجا اوسکے سٹیچو نصب کئے اور اونپر بڑی بڑی سنگی شاندار عمارتین اور گنبد بنائے اور بہت سی قربان گاہین اوس کے نام پر تعمیر کین۔

شکل و شمائل متوسط القامت۔ چوڑے چکلے ہاڈ۔ باز و اور شانے کشادہ۔ گنجان مونچہین اور گھنی داڑہی۔

عادات اور خصائل افلاطون سوداوی المزاج۔ کثیر التفکر مگر ساتھہ ہی بشاش اور حلیم بھی تھا۔ اور اوس نے تمام عمر حالت تجرد مین بسر کی اور کچھہ اوسی پر موقوف نہین بلکہ اکثر بڑے بڑے فلاسفرز اور حکما کی نسبت تاریخی شہادتین پائی جاتی ہین کہ انھون نے خانگی علائق سے ہمیشہ جان چرائی اور اگر احیانا کسی نے شادی بیاہ کیا بھی تو ایسے وقت مین کہ جوانی کا زمانہ گذر گیا اور اولاد کی زحمتین نہ اٹھانا پڑین۔ اور اس آزادانہ زندگی کا باعث یہ ہوتا تھا کہ معاملات خانہ داری اور اہل و عیال کی پرورش ایک فلسفی یا حکیم کی اعلی دماغی کامون مین جو منافات یا دشمنی ہے وہ ظاہر ہے اور چونکہ کوئی کام بدون کامل توجہ کے سرسبز نہین ہوسکتا۔ اسلئے وہ اپنی زندگی کے اعلی مقصد سے ہادم اللذات کا کام لیتے تھے۔ اور تمام عمر علائق دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے۔

افلاطون خلقی طور پر قوی البنیان اور صحیح البدن شخص تھا۔ مگر سفر کی صعوبتوں اور تفکرات نے کسی قدر اپنا اثر بھی ضرور دکھلایا تھا۔ وہ اپنے صبر و شکیب اور پاک دامنی کی بدولت مرض سے ہمیشہ بچا رہا اور خصوصاً اوس مہلک اور بربادکن طاعون سے کہ جو اوسکے زمانہ مین نمودار ہوا تھا۔

ابن العبری ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ افلاطون نے مرتے وقت ایک پیالہ اور ایک آویزہ کہ جو اوسکے کان مین پڑا رہا کرتا تھا اور اوس زمانہ مین شرافت اور بزرگی کی علامت خیال کیا جاتا تھا اور دو باغ اور دو غلام چھوڑے۔

افلاطون اپنے زمانہ حیات مین صرف اون ہی چیزون کا مالک نہین ہوا بلکہ اوسنے اپنا اور سرمایہ اپنی بھتیجیون کی شادی مین خرچ کردیا تھا۔

تالیفات و تصنیفات | ذیل مین افلاطون کی چند تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ طبقات الاطبا مین بیان کرتا ہے کہ افلاطون نے بہت سی کتابین فلسفہ سیاست مدن اور نفس وغیرہ کے بیان مین تصنیف اور تالیف کی ہین کہ جنکے بیان سے طوالت کا خوف ہے۔ مگر انمین سے بہت کم کتابون کا پتہ ملتا ہے اور اکثر تو ایسی ہین کہ جو خواہ مخواہ بھی اوسکی طرف منسوب کردی گئی ہین۔

اوسکی سب سے زیادہ مشہور کتاب فیڈو Phaedo ہے کہ جس مین اوس نے اپنے اوستاد سقراط کے وصایا اور مسائل فلسفہ کو نہایت وضاحت اور عمدہ سلوب سے۔ سوال و جواب کے پیرایہ مین۔ اپنی عمر کا بہت سا حصہ صرف کرکے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ افلاطون کی توجہ ہمیشہ سقراط کے فلسفہ کی تدوین اور بسط کی طرف عام طور سے زیادہ متوجہ رہتی تھی اسلئے اسکو بعض نافہمون نے چھوٹا سقراط کا خطاب دیا ہے۔ یعنی اوسکا ترکش سقراط کے تیرون سے بھرا ہوا تھا اور اپنی ذاتی بضاعت کبھی کچھہ ہی نہ تھی۔ اوسکی ایک اور کتاب "جمہوریہ" ہے کہ جس مین سیاست مدن پر نہایت بیش بہا اور اعلیٰ دماغی قابلیت سے

بحث کی گئی ہے۔

افلاطون نے ایک اور کتاب مین اپنے زمانہ کا فلسفہ خلاصۃً بیان کیا ہے اور اوسکا نام تیموس Timaeus رکھا ہے

اوسکی اکثر تصانیف کا ترجمہ یورپ کی قدیم وجدید زبانون مین نہایت شوق اور عظمت سے کیا گیا ہے کہ جن مین سے بعض ترجمون کا ذکر یہان کیا جاتا ہے۔

فرانسیسی زبان مین اوسکی اکثر تصانیف کا ترجمہ فیکٹر کوزین نے کیا ہے۔

اطالیہ زبان مین ڈارڈی بمبو کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

انگریزی زبان مین مسٹر جوبٹ کا ترجمہ مع شرح و حواشی ۱۸۷۱ء مین چار جلدون مین شایع ہوا ہے۔

فلسفہ اور اعتقادیات

فلسفہ افلاطون کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ تمام علوم بوجہ من الوجوہ آپس مین مرتبط ہین اور ایک علم دوسرے علم سے مستغنی نہین۔ منطق راس العلوم ہے اور طبعیات وغیرہ اوس سے دوسرے درجہ مین۔ اسلئے کہ کسی مسلمہ یا ثابت شدہ علم کی یہ شان ہونی چاہئے کہ وہ امور ثابتہ مین بحث کر سکے۔ مگر طبعیات صرف تصورات اور تجربیات کا مجموعہ ہے اور بدیہیات سے کچھ علاقہ نہین رکھتا۔

باوجودیکہ افلاطون نے ہوش سنبھالتے ہی یونان کی ضعیف الاعتقادیون اور اوہام پرستیون مین نشو ونما پایا تھا۔ مگر وہ ایک خدا کا قائل تھا۔ اور مرتے دم تک اسی عقیدہ پر جما رہا۔

یوسیفوس کا خیال ہے کہ افلاطون نے توحید کا مبارک مسئلہ اپنے زمانہ قیام مصر مین وہان کے احبار یہود سے سیکھا اور اسطرح اپنے دل کو اس سچے نور سے منور کیا۔ مگر اوسکی توحید تثلیث سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ چنانچہ تکوین عالم کے بارہ مین اوسکی رائے تھی کہ خدا اور مادہ کا وجود ازل سے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے۔ تکوین عالم سے پیشتر مادہ

بالخاصہ متحرک تھا۔ اور اوسکی حرکت متوالیہ اور غیر منتظمہ تھی اور اوسکی کوئی حد یا ترتیب نہ تھی جب خداوند تعالےٰ نے تکوین عالم کا ارادہ کیا تو کوئی چیز من حیثیت المادہ معدوم نہ تھی اوس کو صرف مادہ اور حرکات مین تعین و منتظم کرنی پڑی۔ اور پھر اوس سے اجسام بنادیے کہ جس کو اصطلاح حکما مین نوامیس طبعیہ کہتے ہین۔

وہ اس بات کا معتقد بھی تھا کہ خدا کا یہ سب کام اوسکے تصور سابقہ فی العلم کے مطابق تھا اور اوسکے خلاف کرنا اوسکی قدرت سے باہر تھا۔

افلاطون نفس انسانی کے دو حصے کرتا ہے۔ ایک نفس مدرک۔ دوسرا نفس غیر مدرک۔ نفس مدرک کی وہ یہ تعریف بیان کرتا ہے کہ وہ نفس عاقل۔ متصل بالخالق غیر فانی ہے اور اوسی کے ساتھ خدا کا علم بھی لاحق ہوا کرتا ہے۔ اور غیر مدرک وہ ایک نفس غیر عاقل۔ فانی اور عالم ناری سے علاقہ رکھنے والا ہے کہ جس سے انسان اپنے لوازم زندگی کا احساس و ادراک کرتا ہے۔ اور یہ دونون نفس ایک لطیف رشتے سے مربوط ہین کہ جس کو "روح" کہتے ہین۔

افلاطون چار صفتون کو افضل الاوصاف خیال کرتا ہے۔ یعنی حکمت۔ شجاعت۔ عفت اور عدل۔ اور ان چارون وصفون کے مواقع اور محل بھی وہ علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے۔

حکمت کو فضیلۃ العقل کہتا ہے۔

شجاعت کو فضیلۃ الروح

عفت کو حواس خمسہ کی فضیلت اور ان تینون فضائل کا قوام و نظام عدل پر قرار دیتا ہے۔

افلاطون نظام جسمانی کو ایک گورنمنٹ سے تشبیہ دیتا ہے اور اوسکے قوا اور اوصاف کو گورنمنٹ کے اعمال و ارکان سے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا کہ اپنی تکوین و

تدوین مین ایک بڑا نمونہ ہے اور انسان چھوٹی اسکیل پر اوسی قسم کی تمام مدبرانہ چیزین
اپنے گوشت و پوست مین مخزون رکھتا ہے۔

اوسکا بیان ہے کہ عقل انسان سے وہی نسبت رکھتی ہے جو ایک گورنمنٹ نظم و نسق
مملکت سے مناسبت رکھتی ہے

روح بمنزلہ لشکر اور فوجون کے ہے۔

خواہش بمنزلہ اہل عملہ کے حکمران طاقت کی بڑائی اور عظمت اوسکی حکمت عملی
سے سمجھی جاتی ہے۔ فوج کی وقعت و عزت اوسکی شجاعت و دلاوری سے اور اجزائے
گورنمنٹ کی فضیلت شرافت عفاف ایمانداری پر منحصر ہے۔ اور عدل و مساوات
ان تمام چیزون کی مقوم و منتظم ہے۔

افلاطون فروعی اور شخصی اصلاحون پر اصول سلطنت کے مستحکم اور باقاعدہ ہونے
کو مقدم اور مرجح قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ حکومت خود فروعی چیزون کو اپنے شان
اور ڈھنگ پر کھینچ لاتی ہے لہذا عنان حکومت اون بڑے بڑے مدبرون اور فلاسفرون
کے پر زور ہاتھون مین ہونی چاہئے کہ جو نیچر کے غوامض سے خوب واقف ہون اور اصول
فلسفہ کی مطابق انسانی طبائع کا اندازہ کرکے اون پر حکومت کرسکین۔

افلاطون کے اقوال) عادت ہر چیز پر غالب آجاتی ہے۔ حکیم یا فلسفی اگر آدمیون سے بھاگتا پھرے
تو اوسکو اپنے پاس بلاؤ اور اگر وہ خود لوگون کے پیچھے لگا پھرے تو اوس سے گریز کرو۔

جو شخص زمانہ فارغ البالی مین اپنے اقربا سے مواساۃ اور حسن سلوک سے
پیش نہ آئے تم بھی اوسکے سختی کے زمانہ مین اوسے چھوڑ دو۔

افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ تو حکمت و مال دونون چیزین کیون نہین جمع کرتا
اوس نے جواب دیا کہ "کمال زیادہ عزت کی چیز ہے"

ایک دوسرے موقع پر افلاطون سے سوال کیا گیا کہ انتظام مملکت کے واسطے کون

شخص زیادہ موزون ہے ۹ اوسنے جواب دیا کہ "وہ شخص کہ جو اپنی تدبیر نفس مین عمدہ طریقون پر چلتا ہو "

ایک اور موقع پر اوس سے پوچھا گیا کہ کون شخص افعال قبیحہ سے بچ سکتا ہے ۹ اوسنے جواب دیا کہ "جو شخص عقل کو اپنا امین ۔ پرہیز گاری کو اپنا وزیر ۔ مواعظ کو اپنا مسلک ۔ صبر کو اپنا رہنما ۔ احتیاط نفس کو اپنا جلیس اور ذکر موت کو اپنی جلوت اور خلوت کا مونس بنائے گا وہ تمام زلات اور لغزشون سے محفوظ رہیگا ۔

بادشاہ ایک دریائے عظیم ہے کہ جس سے چھوٹی چھوٹی نہرین نکلتی ہین پس اگر وہ شیرین ہے تو یہ بھی شیرین ہونگی اگر وہ تلخ ہے تو یہ بھی تلخ ہونگی ۔

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تیری لذتین ہمیشہ رہین تو اپنے سامان عشرت کو ایک ہی دفعہ خرچ نکر ۔ بلکہ کچہ اٹھا کر رکھ ۔ تاکہ پھر کام آوے ۔

لڑائی کے وقت صرف شجاعت ہی سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ عقل سے بھی مدد لینی چاہیے ۔ اسلئے کہ عقل کو بہت سے ایسے گمات معلوم ہین کہ جنمین شجاعت کی ضرورت نہین مگر شجاعت بغیر رہنمائی عقل اندھی ہے ۔

انتہائے ادب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے بھی شرم کرے ۔

دشمن کو حقیر مت سمجھ اسلئے کہ وہ تیرے اندازہ سے بڑھ کر تجھکو صدمہ پونچائیگا ۔

انسان کی خوبی درجہ کمال تک نہین پہنچ سکتی جب تک کہ وہ اپنے دشمن کا بھی دوست نہ بن جائے ۔

علم اور مال دونون حاصل کر تاکہ بالعموم تیری عزت کی جائے ۔ اس لئے کہ انسانون مین عام و خاص سب ہی قسم کے آدمی ہوتے ہین ۔ خاص تو علم و فضیلت کی وجہ سے تیری عزت کرین گے اور عوام مال و دولت کے لحاظ سے ۔

جس شخص نے شرافت آبائی کو شرافت ذاتی سے رونق دی تو اوسنے حق انسانیت

ادا کیا ۔ اور دلایل و براہان سے اپنی عزت چاہی ۔ اور جس شخص نے صرف آبائی شرافت پر اکتفا کیا اور اوسی پر بھولا رہا تو اوسکو اوسکی بدولت عزت حاصل کرنے مین ندامت اٹھانا پڑے گی ۔ اور کبھی حاصل نہ ہوگی ۔

ایسا غلام کبھی مت خریدو کہ جو شہوات نفسانی کا محکوم ہو ۔ اسلئے کہ وہ تو شہوت نفسانی کا بندہ ہے نہ کہ تمہارا ۔ اور نہ غصیارہ کہ وہ تمہاری ملک خراب کردے گا ۔ اور نہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار کہ وہ حیلہ جو ہوگا ۔

انسان کی ظاہری حالت پر کہ جو تصرفات زمانہ سے اوس کو حاصل ہوئی ہو نظر مت کرو بلکہ اوسکی حقیقی قدر و منزلت کی تہ تک پہنچنے کی تکلیف گوارا کرو کہ جس سے اوسکی نجرل شرافت معلوم ہو سکے ۔

جب برا زمانہ آتا ہے تو فضائل کی کساد بازاری ہو جاتی ہے اور وہ مفربات ہوتے ہین اور رذائل شایع ہو جاتے ہین اور وہ لوگون کو نفع دیتے ہین اور فارغ البالی کی دشواریان تنگدستی کی نکبت سے بڑھ جاتی ہین ۔

ظالم و جابر شخص مطلق العنان رکھا جاتا ہے یہانتک کہ وہ مبانی شریعت اور نظام عالم مین فساد ڈالے ۔ تو اسوقت خداوند تعالیٰ کی غیرت جوش مین آتی ہے اور وہ اوسکو ہلاک کردیتا ہے ۔

افضل الملوک وہ ہے کہ جسکے عدل و انصاف کا ذکر خیر زمانہ دراز تک اوسکے بعد کیا جائے ۔ اور اوسکا جانشین اوسکے محاسن کو اپنا دستور العمل بنائے ۔

ایک جاہل نے افلاطون سے دریافت کیا کہ تونے اتنا بہت سا علم کس طرح حاصل کرلیا ؟ ۔

افلاطون نے جواب دیا کہ "لذات نفسانی کے پورا کرنے مین جسطرح لوگون نے بیدریغ شراب لنڈہائی ۔ مین نے تحصیل علم مین اوسی بیدردی سے تیل خرچ کیا ۔

محب[۱۹] کی آنکھیں محبوب کے عیوب دیکھنے سے اندھی ہوتی ہیں۔
اگر[۲۰] تمہارا مخاطب تم سے زیادہ صاحب علم ہے تو صاف طور سے اپنا مطلب اوس پر ظاہر کردو اور تحسین کلام اور طوالت الفاظ سے فضول تکلف مت کرو۔ اور اگر وہ تم سے کم علم ہے تو اپنے مدعا کو خوب شرح و بسط سے بیان کرو تاکہ آخر میں اوسکے وہ تمام شکوک اور شبہے رفع ہو جاویں کہ جو ابتدائے کلام میں اوسکو لاحق ہوئے تھے۔
علیم[۲۱] وہ شخص کہا جا سکتا ہے کہ جو حکومت و سطوت پر قادر ہو اور پھر حلم سے کام لے۔
اور زاہد وہ شخص ہے کہ جو باوجود قدرت علی المعصیت گناہوں سے بچا ہو۔
شریف[۲۲] النفس وہ شخص ہے کہ جو فاقہ کی مصیبت سے ذلت (سوال) نہ اختیار کرے۔
خوش[۲۳] خلق وہ شخص ہے کہ جو دوسروں کی بدخلقیوں پر صبر کرے۔
اشرف[۲۴] الناس وہ آدمی ہے کہ جسکو (ذاتی) خوبیوں نے شریف بنایا ہو۔ نہ وہ کہ جو (عارضی) خوبیوں سے اکتساب شرافت کرے اس لئے کہ جس میں ذاتی اور جوہری خوبیاں ہیں اوسکی تو وہی شرافت ہے۔ اور جس میں کہ عارضی اور مستعار ہیں وہ اون کی ملمع کاری سے شریف بننا چاہتا ہے۔ مگر وہ اوس کو شریف الجوہر نہیں بنا سکتیں۔ اور اصل و نقل کا فرق باقی رہ ہی جاتا ہے۔
حیا[۲۵] جس وقت متوسط درجہ پر ہوتی ہے تو وہ انسان کو معیب چیزوں سے روکتی ہے۔ اور اگر بدرجہ افراط پہنچ جاتی ہے تو وہ حصول مایحتاج میں بھی مخل ہوتی ہے۔ اور جب کم ہو جاتی ہے تو انسان صبر تحمل سے بھی معرا ہو جاتا ہے۔
انسان[۲۶] کو چاہئے کہ اپنا چہرہ آئنہ میں دیکھے اگر وہ خوب صورت ہے تو افعال قبیحہ کی شناعت سے اپنے چاند سے چہرہ پر داغ نہ لگائے۔ اور اگر بدصورت ہے تو کیوں خواہ مخواہ دو بدنمائیوں (صورتی اور سیرتی) کا نشانہ بنتا ہے۔
شریر[۲۷] لوگوں سے میل جول اختیار کرو۔ اس لئے کہ تمہاری طبیعت بہت سی

برائیان اونکی طبیعت سے جو رائے گی اور تم کو معلوم تک نہوگا۔

مناظرہ یا بحث و مباحثہ مین اگر تمہارے دلائل و براہان کسی نیک یا کریم النفس کے مقابلہ مین قوی ثابت ہوے ہین تو وہ تمہاری توقیر و تکریم کرے گا۔ اور اگر کسی دنی الطبع سے تمنے بازی جیتی ہے تو وہ تمہارا دشمن ہو جائیگا۔ اور اوسکی کوشش یہ ہوگی کہ تمہارے دلائل تمہین پر لوٹا دے۔

اگر کسی نے تیری تعریف مین وہ اوصاف بیان کئے کہ جو فی الحقیقت تجھہ مین نہین ہین تو گویا اوس نے اون ذمائم سے تجھکو متہم کیا ہے کہ جس سے تو بری تھا۔

جو شخص بربنائے فضیلت علم۔ علم حاصل کرتا ہے تو وہ علم کی کساد بازاری سے مغموم نہین ہوتا۔ اور جو شخص کہ جلب منفعت کی غرض سے علم حاصل کرتا ہے تو لوگون کی کم توجہی دیکھکر اوسکی طبیعت بھی علم کی طرف سے ہٹ جاتی ہے اور اوسکو اپنی کس مپرسی کا رنج ہوتا ہے۔

تجھے دشمن کی تدابیر کے خوف سے تیری تدابیر کا خوف دشمن پر زیادہ ہونا چاہئے۔

انسان کی خواہشین اوسکے مقبوضات اور ارادہ کے تابع ہوکر متحرک ہوتی ہین۔

مجھہ مین علم کی کچھہ فضیلت نہین۔ مگر اس جاننے کی کہ مین عالم نہین۔

امید انسان کو دہوکا دینے والی چیز ہے۔

اگر تو کسیکی دوستی کا دم بھرتا ہے تو اوسکے دوست کا بھی دوست بن۔ مگر یہ ضرور نہین کہ اوسکے دشمن سے بھی دشمنی (کر)

مشورہ سے مستشار کی طبیعت کا اندازہ اور جادہ معلوم ہو جاتا ہے۔

انسان کو چاہئے کہ اپنے سے زیادہ عقلمند سے کسی چیز کا اکتساب کرے اور مصاحبت اوس شخص کی اختیار کرے جو اوسکے اخلاق و عادات سے مشابہت اور مناسبت رکھتا ہو۔

اکثر عادات حمیدہ شروع مین تلخ معلوم ہوتی ہے مگر عواقب امور مین شیرین ثمرہ دیتی ہین۔ اور اوصاف رذیلہ ابتدا مین شیرین اور آخر مین تلخ ہوتی ہین۔ ۵ محرم ۱۳۱۶ ہجری۔ محمد اختر۔ جام باغ حیدرآباد

مسئلہ مہر

شریعت محمدیہ میں

(مصنفہ حکیم محمد اجمل خان دہلوی)

میں مسئلہ مہر کے متعلق اپنے خیالات کو اس مقدمہ کی مختصر کیفیت سے شروع کرتا ہوں جس نے کثیر المقدار مہروں کے اصلاح کی طرف گورنمنٹ کی توجہ مبذول کی ہے۔

ابتدائی واقع کا بیان ہمارے تاجدار بیگم زوجہ صاحبزادہ محب علی خان صاحب عرف ننھا صاحب نے اپنے شوہر پر زر مہر کا دعوی جسکی تعداد ایک کروڑ روپیہ اور پچیس ہزار اشرفی تھی دائر کیا تھا مقدمہ سنہ ۱۸۸۶ء میں کونسل آف ریجنسی رامپور کے سامنے اس وجہ سے پیش ہوا کہ بیگم صاحبہ رامپور کی رہنے والی تھیں اور شوہر کی جائداد کا ایک حصہ ریاست رامپور میں واقعہ تھا سنہ ۱۸۸۹ء میں جبکہ مقدمہ زیر تجویز تھا۔ صاحبزادہ محب علی خان نے انتقال کیا جسکے بعد مقدمہ انکے نابالغ لڑکے صاحبزادہ سجاد علی خان پر جو دوسری بیوی کے بطن سے تھے چلتا رہا۔ اور ۲۲ جنوری سنہ ۱۸۹۰ء کو کونسل آف ریجنسی نے بیگم صاحبہ کے حق میں ڈگری دی جنہوں نے اجرائے ڈگری سے تقریبا بائیس ہزار روپیہ اپنے متوفی شوہر کی جائداد واقع ریاست رامپور سے حاصل کیا۔

کونسل آف ریجنسی کی دی ہوئی ڈگری کی بنیاد پر بیگم صاحبہ اور کنور ہربنس سنگھ مہاجن نے جسے بیگم صاحبہ نے بقیہ ڈگری کے نصف حقوق کسی معاوضہ میں دیدئے تھے۔ مراد آباد کی عدالت دیوانی میں بقیہ مہر کے ایک بڑے حصے کو مدعا علیہ کی اوس جائداد سے جو برٹش حدود میں واقعہ تھی حاصل کرنے کی غرض سے دعوی دائر کیا۔ سب آرڈینٹ جج مراد آباد نے مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے مدعیہ کو ڈگری دی چونکہ صاحبزادہ سجاد علیخان کے نابالغ ہونے کی وجہ سے جائداد کورٹ آف وارڈس کے انتظام میں تھی۔ اس لئے صاحب کلکٹر مراد آباد نے الہ آباد ہائیکورٹ میں اوس ڈگری کے خلاف اپیل دائر کیا جسکے

فیصلے سے پہلے بیگم صاحبہ بعض وجوہ سے پیروی مقدمہ سے دست بردار ہوگئین اور صرف شوہر مسٹر سنگلہ مقدمہ کی پیروی کرتا رہا آخر مین ہائی کورٹ نے افسوس کے ساتھ اپیل خارج کیا اور عدالت ماتحت کی ڈگری بحال رکھی۔

مہر کی ڈگری کے عدالتون کو اختیارات دیے جانے کی تحریک کیونکر ہوئی

چونکہ ہائی کورٹ کے ججون نے فیصلہ سناتے وقت اس بات پر افسوس ظاہر کیا تھا کہ انھین وہ امتیازی اختیارات حاصل نہین ہین جو اودھ کی عدالتون کو دفعہ ۵ ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ء مین اس غرض سے دیے گئے ہین کہ وہ مہر کے مقدمون مین زر موعود کے صرف ایسے حصہ کی ڈگری دیا کرین جو شوہر کی استطاعت اور بیوی کی حیثیت کے مناسب معلوم ہوتی ہو۔ اس لئے ان کے اس ریمارک پر ممالک مغربی و شمالی کے بورڈ آف ریونیو نے جو ایپلانٹ کی جائداد کا انتظام کورٹ آف وارڈس کی حیثیت سے کرتا تھا یہ تحریک ہز آنر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی خدمت مین پیش کی کہ جو امتیازی اختیارات اودھ کی عدالتون کو مہر کے متعلق حاصل ہین وہی ممالک مغربی و شمالی عدالتون کو دے جاین۔ ہز آنر نے اس تحریک کو گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت مین لیجسلیشن کی غرض سے پیش کیا اور اوس نے یہ خیال کر کے کہ مہر کا مسئلہ مذہبی حیثیت رکھتا ہے اس معاملہ مین پبلک کی رائے طلب کی اور ممالک مغربی و شمالی کے مقتدر مسلمانون اور عالمون سے بھی صلاح لی۔ ریاست رامپور چونکہ ممالک مغربی و شمالی مین واقع ہے اسلئے دربار ریاست رامپور سے بھی رائے طلب ہوئی اور مین اوس دربار کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اپنے خیالات مہر کے مسئلہ کے متعلق ذیل مین گزارش کرتا ہون۔ لیکن اس سے پہلے کہ اصل سوال سے بحث کرون چند ان ضروری باتون کی جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتی ہین بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہون۔

تمہید — ہندوستان کی اسلامی آبادی تین چھوٹے بڑے فرقون پر منقسم ہے۔

(۱) اہل سنت جس مین امام ابو حنیفہؒ کے پیرو زیادہ ہین (۲) اہل تشیع (۳) اہل حدیث
مین اسوقت اسبات کے لئے آمادہ نہین ہون کہ بجائے کسی ایسے چہوٹے فرقہ کا نام لون جو
تعداد اور وقعت کے لحاظ سے ایسا ہو کہ محمڈن لا کے ایک عام مسئلہ پر غور کرتے
وقت اسکا خیال رکہنا ضروری سمجہا جائے ۔

اہل سنت کے چار گروہ ہین (۱) حنفی (۲) شافعی (۳) مالکی (۴) حنبلی۔
آخر کے دو فرقے ہندوستان مین بہت کم ہین اور دوسرے نمبر کا فرقہ بہی ممالک غربی
وشمالی مین کچہہ تعداد نہین رکہتا اسلئے آئندہ مین سنیون کے مسائل مہر سے بحث کرتے
وقت صرف عقائد بیان کرونگا جو احناف سے تعلق رکہتے ہین۔

شیعہ کے بہی کئی گروہ ہین لیکن اصولی اور اخباری فرقے ہندوستان مین زیادہ
آباد ہین۔ اسلئے جہان شیعی عقائد (مہر سے بحث کی جائیگی وہان صرف وہ عقائد بیان
کئے جائینگے جو ان دونون فرقون مین مشترک طور پر مسلم سمجہے جاتے ہین۔ اہل
حدیث کا صرف ایک ہی فرقہ ہے جو ابہی تک منقسم نہین ہوا ہے یہ فرقہ آئمہ (اربعہ) کی
تقلید نہین کرتا۔ بلکہ براہ راست قرآن شریف اور احادیث کی طرف رجوع کرتا ہے

اصل بحث کی طرف توجہ اب مین ذیل کے سوالات کی طرف توجہ کرتا ہون کہ (۱)
مہر اور اوسکا مرادف صداق کیا چیز ہے (۲) اسلام مین اسکی ابتدا کب سے ہوئی (۳)
اور اوس کی تعداد کیونکر اس درجے تک پہنچی کہ اوسکی اصلاح کے لئے گورنمنٹ
کو توجہ کرنی پڑی ۔

(۱) لفظ مہر یا صداق کی تعریف۔ "ما تراضی علیہ الناس" بیان کیگئی ہے جس کے معنی
یہ ہین کہ "مہر یا صداق وہ چیز ہے جس پر مرد یا عورت اوسکے ولی وسرپرست
رضامند ہون"۔ یہ مہر حقیقت مین اون فوائد کا معاوضہ سمجہا جاتا ہے جنہین مرد
نکاح کے بعد عورت سے حاصل کرنا چاہتا ہے ۔

(۲) اسلام مین مہر کی تاریخ ابتدائے اسلام سے تعلق رکھتی ہے بانی اسلام نے مہر کو
نکاح کے لئے ایک ایسی ضروری شرط قرار دیا ہے کہ جس کے بغیر اسلام مین نکاح جائز نہین سمجہا
جاتا ابتدائے زمانہ مین علی العموم مہرون کی مقدار کم ہوتی تھی۔ (۱) ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا کوئی ایسا نکاح نہین کیا جس کی مقدار نے
چار سو درہم سے تجاوز کیا ہو مگر (۲) علامہ نور الدین حلبی نے حضرت زینب بنت خزیمہ
کی نسبت لکہا ہے کہ ان کا مہر بارہ اوقیہ (۳) اور ایک نش (۴) کا تھا جو ۵۰۰ درہم کے
برابر ہے اسکے علاوہ خود حضرت فاطمۃ الزہرہ کا مہر ۴۰۰ مثقال تھا (تقریباً سو روپیہ)
اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مہر کو چار اور پانچسو درہم
کے اندر رکہنا پسند فرماتے تھے۔ مگر امت مین ایسے لوگ بھی تھے جو اس رقم کے ادا
کرنے کی بھی استطاعت نرکھتے تھے اس لئے آپ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا (۵) تزوج
ولو خاتم من حدید یعنی نکاح کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کے عیوض مین ہو۔ اس ہدایت کا
منشا یہ تھا کہ امت پر صاف ظاہر ہو جائے کہ کم قیمت چیز بھی مہر مین دے جانیکی صلاحیت
رکہتی ہے اگر عورت یا مرد یا اونکے ولی وسرپرست اسپر رضامند ہو جائین۔

اور مہر کو کسی رقم پر محدود کرنے سے امت کے بہت سے لوگ نکاح سے محروم ہو جاتے
اور اسی طرح وہ متمول مسلمان بھی مجبور ہوتے جو اپنی بی بیون کے لئے اس سے
زیادہ مہر مقرر کرنا چاہتے۔ تاکہ نکاح سے جو آئندہ فائدے حاصل ہون اونکا معاوضہ
اچھی طرح ہو سکے اور اونکی بیویون کی حیثیت قیمتی مہرون سے بہتر ہو جائے۔ اس
لئے ایسے مذہب مین جسکی بنیاد عدل اور انصاف پر رکھی گئی ہو مہر کی کوئی حد مقرر
کر دینی اسمین کسی قسم کی خوبی پیدا نہین کرسکتی تھی اسی بنیاد پر بانی اسلام نے مہر کی
کوئی حد مقرر نہین فرمائی بلکہ یہ تعلیم دی کہ وہ رقم ایسی ہونی چاہئے جو آسانی سے ادا
کر دی جائے اور اسی اصول پر آپ نے ایک مفلس صحابی کا نکاح صرف اس

(۱) سیرۃ ابن اسحٰق (۲) سیرۃ حلبیہ (۳) ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا ہے۔ (۴) ایک نش ۲۰ درہم کا ہے (۵) بخاری شریف باب النکاح ۱۲

مہر پر پڑھا دیا۔ کہ وہ اپنی بیوی کو قرآن شریف کی وہ چند سورتین جو اوسے یاد ہین تعلیم کردے (۳) ابتداے اسلام مین جبکہ اوسکے پیرون کی زندگی سادہ اور دولت و ثروت کی آمیزش سے پاک تھی مہر کی یہی حالت تھی جو مین نے ابھی بیان کی ہے لیکن جب اسلام عرب کے ہمسایون مین پھیلا اور شام اور ایران کے دولتمند اوسکے حلقہ مین آگئے تو اون لوگون نے کم مقدار کے مہر باندھنے کو اپنی اور اپنی متمول بیویون کی شان کے خلاف سمجھا۔ اسی طرح جب اہل عرب ملکون کے حاکم ہوے اور دولت کی ہر طرف سے طغیانی ہوئی تو اوسکے پہلی زندگی کے سیدھے سادے طریقے بدل گئے اور چونکہ شریعت محمدیہ مین بڑے بڑے مہر باندھنے کا کوئی امتناعی حکم نہین تھا اس لئے وہ زیادہ مہر باندھنے کو خلاف شرع نہ سمجھ سکے یہی حالت اون شاہی خاندانون اور امیرون کی تھی جنہون نے صدیون تک ہندوستان مین حکمرانی اور ترقی کی جب تک سلطنت اور دولت نے اون کا ساتھ دیا اسوقت تک ان مہرون کا اون پر کوئی خاص اثر نہوا مگر جب دولت و ثروت نے اون سے اپنا منہ موڑا تو وہ اپنے آبا و اجداد کی ان باتون کو جنہین وہ سنتے آئے تھے اور اون قدیم رسمون کو جو خاندانی ورثہ مین انہین ملی تھین ترک نکر سکے اور اب ہر شخص ایسے خاندانون مین جہان بعض بعض مرتبہ لاکھون اور کروڑون کے مہر بنتے ہین اونکی کھوئی ہوئی دولت و عظمت کا کھوج لگا سکتا ہے بعض صورتون مین ان امرا کے مہر شاہی خاندان کے مہرون سے بڑھ جاتے تھے۔ چنانچہ آجکل اون اجڑے ہوے خاندان کی بقیہ یادگارون مین کروڑون روپے کے مہر باندھنے کا دستور ہے۔ حالانکہ تاریخ کی رہنمائی سے ہمین یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سلاطین دہلی کے بعض شہزادون کے مہر صرف چند لاکھ کے باندھے گئے تھے۔ شاہ نواز خان کی بیٹی کا مہر جسکی شادی شاہ جہان کے بیٹے مراد بخش سے ہوئی تھی صرف چار لاکھ روپیہ کا تھا (۱) اور (۲) جہان بانو بیگم کی بیٹی کا مہر جس کا نکاح دارالشکوہ سے ہوا تھا پانچ لاکھ سے زیادہ نہ تھا (۳) اسیطرح شاہ شجاع نے

---

(۱) بادشاہ نامہ مطبوعہ کلکتہ مولفہ عبد الحمید جلد ۱ صفحہ ۳۰۳ (۲) ایضاً جلد دوم صفحہ ۴۱۲ (۳) ” ” صفحہ ۴۶۲

اپنی دلہن کے لئے چار لاکھ سے زیادہ مہر مقرر نہین کیا - بعض خاندانون مین مہر کی رقم
رواج مقرر کر دیتا ہے اور ایسے خاندان کا جو ممبر شادی کرتا ہے وہ اسی مہر پر مجبور
ہوتا ہے گو اس خاندان کے چند ممبر ایسے ہون جو اوس مہر کو ادا کر سکین مگر اون مین سے
اکثر ایسا کرنے پر قادر نہین ہوتے اور وہ خاندان کے رواج کی پابندی پر صرف اسی
خیال سے مجبور ہوتے ہین کہ اگر انھون نے اس رواج کے خلاف کیا تو اونکی حقارت
ہوگی - دلہن کا باپ یا سرپرست جو شادی کا انتظام کرتا ہے اسبات کو خوب جانتا ہے
کہ ایسے مہر کا ادا کرنا اوسکے شوہر کے قدرت سے باہر ہے - مگر پھر بھی وہ اس رقم
پر اصرار کرتا ہے - اور ہرگز گوارا نہین کرتا کہ اس مین ایک پائی بھی کم ہو - جسکی وجہ
یہ ہوتی ہے کہ وہ علاوہ خاندانی رواج کے خیال کے یہ بھی سوچتا ہے زیادہ مہر کا
باندھنا ان بدسلوکیون کے روکنے کے لئے جنکی توقع آیندہ زن و شوہر کے تعلقات
مین ممکن خیال کی جاتی ہے ایک اخلاقی بندش ہو جائیگی -

دفعہ (۵) ایکٹ ۱۰ سنہ ۱۸۷۶ء کیون کر پاس ہوئی

لکھنؤ کے شہزادے اور نواب زادے جبکہ وہ اگلی دار الحکومت تھا بڑے بڑے مہر باندھنے کے عادی
تھے اور اون کے اقبال کے زوال کے ساتھ اون سے اور اونکی اولاد سے
یہ دیرینہ رسم نہ چھوٹی تھی سنہ ۱۸۷۶ء مین ایک بیگم صاحبہ نے اپنے شوہر پر کئی لاکھ
روپیہ کی مہر کی نالش دائر کی جس سے اوس گروہ مین عام خوف پھیل گیا اور اوس
نے سخت تردد کے ساتھ دیکھا کہ اگر عدالت نے مدعیہ کو پوری ڈگری دیدی اوسکے
نتائج سب کے خرابی کے باعث ہوگئے اس بربادی سے محفوظ رہنے کے لئے جو
مبالغہ کے ساتھ انھون نے دل نشین کر لی تھی نواب ممتاز الدولہ اور نواب محسن الدولہ
حکام وقت سے ملے اور اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بعد اسبات کا انہین یقین دلایا
کہ اگر مدعیہ کو پوری ڈگری مل گئی تو اوسکا خاوند اپنی کل جائداد سے محروم ہو جائیگا -

اور اوسکے خوفناک نتائج ایک بڑے گروہ کو نقصان پہنچا سکے حکام وقت نے ان دونون معزز رئیسون کے خیالات کو تسلیم کیا جسکے بعد ذیل کی دفعہ (ہ) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ء مین اضافہ کیگئی۔

نقل دفعہ (ہ) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ء | جس صورت مین کہ تعداد مہر کی جو کسی معاہدۂ مہر مین کسی مسلمان نے مشروط کی ہے بہ لحاظ استطاعت شوہر کی حد سے زیادہ ہو تو کل رقم مندرجہ معاہدہ مذکور کسی مقدمہ مین بذریعہ ڈگری بحق مدعی خواہ بذریعہ دلانے حسب طریقہ مجرائی یا دین یا کسی دیگر مطالبہ مدعا علیہ کے نہ دلائی جاوے گی بلکہ بہ لحاظ استطاعت شوہر و حیثیت زوجہ کے تعداد مہر کی جو عدالت دلاوے قرین عقل ہو

قاعدہ متعلق بعد وفات شوہر | یہی قاعدہ متعلق رہے گا خواہ دعوے واسطے نفاذ معاہدہ کے حین حیات شوہر کے دائر کیا جائے خواہ بعد اوسکے وفات کے۔

جہانتک مجھے اس مضمون کے متعلق واقفیت حاصل ہوئی ہے مین کہہ سکتا ہون کہ اس دفعہ کے نافذ ہونے سے پہلے مذہب اسلام کے عالمون سے کوئی راے نہین لیگئی اور نہ خود علمار نے اپنے خیالات اس مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ کے حضور مین پیش کئے علمار کی خاموشی کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ وہ انڈین لیجسلیشن کے طریقے سے اسوقت تک پوری واقفیت نہین رکھتے تھے اور اسباب سے واقف نہ تھے کہ وہ اگر اپنے خیالات کو جائز طریقے سے گورنمنٹ کی خدمت مین پیش کرتے تو گورنمنٹ اون پر ضرور غور فرماتی۔

اودہ کے امیرون اور رئیسون مین اب تک بڑے بڑے مہر باندھنے کا دستور چلا آتا ہے حالانکہ بعض صورتون مین اونکی آمدنی چند روپیہ ماہوار ہوتی ہے۔ اس لئے نواب ممتاز الدولہ اور محسن الدولہ کی یہ بات کچھ تعریف کے قابل نہ تھی کہ انھون نے اپنا رسوخ محض اپنی محدود جماعت کے فائدے کے لئے ایک ایسی دفعہ کے پاس کرانے مین استعمال کیا جس کا اثر عام اودہ کے مسلمانون پر پڑا نیز اس دفعہ پر کوئی ایسی عام راے

عالموں کی) نہیں لیگئی جس سے مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے تلف ہونے کا اندیشہ
جاتا رہتا۔ مہر کا مسئلہ اب اندین گورنمنٹ کے نظر کے سامنے لایا گیا ہے اور چونکہ دفعہ
(۵) ایکٹ ۱۸۷۶ء کے احکام صوبہ اودہ مین جاری ہین اسس لئے ہندوستان
کی گورنمنٹ نے عام رائے طلب کی ہے تاکہ ان احکام کی توسیع ملک کے دوسرے
حصوں مین بھی ہو جاے اور عام مسلمان رعایا کے لئے آئندہ بہبودی کی صورت پیدا
ہو اس مسئلہ مین جن لوگوں سے رائے طلب کیگئی ہے اون مین عالمونکی تعداد نسبتہ
بہت کم ہے اور وہ لوگ زیادہ ہین جو مذہبی حیثیت کے علاوہ معزز سمجھے جاتے ہین۔
پس اگر فیصلہ کرتے وقت علما کی رائے کو زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا گیا جن سے
۱۸۷۶ء مین کوئی رائے حاصل نہین کیگئی تھی اور جو رائے دینے والوں کی تعداد مین
اسوقت بہت کم دکھائی دیتے ہین تو ایک غلطی اس غلطی سے بہت کچھ مشابہ ہوگی۔
جس نے دفعہ (۵) کے احکام کو جاری کرا دیا۔ اور جو میری رائے مین خود منسوخ
ہونے کے قابل ہین۔

مہر کے احکام اسلامی مذہب مین اب مین اہل حدیث شیعہ اور احناف کے عقائد جو مسئلہ مہر سے
تعلق رکھتے ہین ذکر کرتا ہون اور حسب ضرورت اونکی مذہبی
کتابوں کا حوالہ دوں گا تاکہ صاف معلوم ہو جائے کہ ہندوستان کی عدالتوںکو
مہر کے متعلق امتیازی اختیارات کہانتک دئے جا سکتے ہین۔

اہل حدیث اور مہر اہل حدیث اکثر کم مقدار کے مہر باندہتے ہین لیکن اسوجہ سے کہ شرع
مین کوئی امتناعی حکم زیادہ مہر باندہنے کا نہین ہے۔ اس لئے وہ ایسے مہر کو ناجائز
نہین سمجھتے۔ مجھے ایک حدیث بھی ایسی نہین ملی جس کا یہ منشا ہو کہ کسی خاص حد سے
مہر کی مقدار مین تجاوز نکرنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کی نسبت لکہا گیا ہے
کہ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ الا لا تغلوا فی صداق النساء فانہا لو کانت

مکرمۃ فی الدنیا او تقویٰ عند اللہ کان اولٰکم بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ترجمہ۔ مہر مین زیادتی نکرو اسلئے کہ اگر مہر مین زیادتی کرنی دنیا کی بھلائی یا خدا تعالیٰ
کے نزدیک بہتر بات ہوتی تو تم سے پہلے اسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
پسند فرماتے ۱۲منہ ایک دوسرے موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ایہا الناس
ما اکثارکم فی صداق النساء وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ
انما الصداق فیما بینہم اربعمائۃ درہم فما دون ذالک فلو کان فی ذالک
تقوی عند اللہ او مکرمۃ لم تسبقوہم الیہا۔ ترجمہ۔ ای لوگو! تمہین کیا ہوا؟
کہ مہرون مین زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول مقبول اور اون کے اصحاب کا مہر
چارسو درہم یا اس سے کم ہوا کرتا تھا اور اگر زیادہ مہر باندھنے مین کوئی بھلائی یا خدا تعالیٰ
کے نزدیک بہتر بات ہوتی تو تم اون سے سبقت نہین لے جاسکتے تھے۔ ۱۲ م

ان دونون روایتون سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ زیادہ مہر باندھنا ناجایز نہ تھا۔ حضرت
عمرؓ نے لوگون سے جو کچھ کہا وہ حکماً نہین کہا تھا بلکہ مسلمانون کو ایک بہتر طریقہ
کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا جسکی مثال رسول مقبول کی زندگی کے
واقعات نے پیدا کر دی تھی لیکن اگر یہ بحث کیجائے کہ حضرت عمرؓ کے الفاظ زیادہ مہر
باندھنے کو ناجایز بتلاتے ہین تو ہمین مسروق کی روایت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔
جس مین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ ممبر پر چڑہے اور فرمایا کہ مین
نہ سنون کہ تم مین سے کسی نے چارسو درہم سے زیادہ مہر باندھا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم اور اصحابہ کے مہر اوس رقم کے برابر یا اوس سے کم ہوتے تھے اگر زیادہ مہرون
مین کچھ بھلائی ہوتی تو خود رسول مقبول تم سے پہلے اسے اختیار کرتے حضرت عمرؓ
یہ الفاظ فرماکر ممبر سے اترے ہی تھے کہ قریش کی ایک عورت سامنے آئی اور کہنے
لگی "یا امیر المومنین کیا آپنے چارسو درہم سے زیادہ مہر باندھنے کی ممانعت کر دی ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہاں" اس پر وہ عورت کہنے لگی کہ کیا آپ نے نہیں سنا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں کیا فرمایا ہے۔ و اتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذ وا منہ شیئا۔ ترجمہ۔ اگر تم کسی عورت کو بہت سا مال دیدو تو پھر اسمیں سے کچھ واپس نہ لو۔ ۱۲ جسوقت قرآن شریف کی یہ آیت حضرت عمرؓ نے سنی تو فرمایا۔ بخشیو اسے خدا۔ ہر شخص علم میں مجھسے زیادہ ہے۔ اور پھر ممبر پر چڑھے اور فرمایا۔ ایھا الناس انی کنت نھیتکم ان تزیدوا فی صدقاتھن علی اربعمائۃ درھما۔ فمن شاء ان یعطی من مالہ ما احب او ما طابت نفسہ فلیفعل۔ ترجمہ۔ لوگو میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ باندھو لیکن اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص جس قدر چاہے اپنے مال میں سے مہر باندھے ۱۲۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ مہر کی تعداد کے لئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں کیگئی ہے۔ جس سے تجاوز کرنا خلاف شریعت سمجھا جاتا ہو۔ علاوہ اسکے ابن سیرین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے دو ہزار اور حضرت عثمان رضؓ نے چار ہزار درہم تک کی اجازت دی تھی۔

اہل تشیع اور مہر۔ اوپر کا بیان حدیث اور اثر سے تعلق رکھتا ہے اور اب میری خواہش ہے کہ میں اہل تشیع کے ان عقائد کو جو مسئلہ مہر سے متعلق ہیں روشنی میں لاؤں کلینی نے اپنی تصنیف کافی میں ابو عبداللہ سے روایت کی ہے۔ المھر ما تراضی علیہ الناس او اثنا عشرۃ اوقیۃ و نش او خمسماۃ درھم۔ ترجمہ۔ مہر وہ چیز ہے کہ جس پر فریقین رضامند ہوں یا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ یا پانچسو درہم کا ہے ۱۲۔ اسی قول کو اوس نے کئی جگہ حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے جس سے دو باتیں سمجھی جاسکتی ہیں (۱) مہر کے لئے کوئی خاص رقم مقرر نہیں کیگئی بلکہ مہر وہ ہے جس پر فریقین رضامند ہو جائیں (۲) اگر کوئی شخص بہتر اور عمدہ قسم کا مہر باندھنا چاہے تو وہ ساڑھے بارہ اوقیہ یا پانچسو درہم کا ہے

حضرت ابو جعفر نے فرمایا ہے۔ الصداق ما تراضیا علیہ من قلیل او کثیر فھذا الصداق ترجمہ۔ مہر وہ چیز ہے جس پر فریقین رضامند ہوں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ۱۲۔ اس قول سے بھی صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مہر کے لئے کوئی خاص حد مقرر نہین کیگئی ہے جس سے تجاوز کرنا خلاف شرع سمجھا جائے ایک اور جگہ حضرت ابو جعفر نے بیان کیا ہے۔ الصداق کل شیئ تراضی علیہ الناس قلّ او کثر فی متعۃ او تزویج غیر متعۃ ترجمہ۔ مہر وہ کم یا زیادہ چیز ہے جس پر فریقین رضامند ہون خواہ وہ مہر متعہ کا ہو یا نکاح کا ۱۲ اس دوسرے قول سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جو مین نے ابھی بیان کیا ہے اگر یہ کہا جائے کہ ان دونون قولون مین کمی بیشی یا پچسو درہم یا ساڑے بارہ اوقیہ کے اندر مرادیگئی ہے تو مین اوسے دو وجہ سے غلط سمجھتا ہون (۱) اون روایتون کے الفاظ عام ہین اور اون سے کوئی خاص معنے سمجھنے کے لئے تصریحاً کوئی روایت ہونی چاہئے جسے اون کا مخصص سمجھا جاے (۲) ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا مہر جو آنحضرت کی بیوی تہین اہل تشیع کی روایت کے مطابق چار ہزار درہم کا تہا وہ لکہتے ہین کہ جس زمانے مین رسول مقبول (صلعم) کا نکاح حضرت ام حبیبہ سے ہوا تو وہ نجاشی کے ملک مین تشریف رکہتی تہین اور خود نجاشی نے سرور کائنات کی طرف سے اونہین چار ہزار درہم مہر کے دئے تھے ایسی حالت مین کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ مہر کی کمی بیشی پانچسو درھم کے اندر محدود ہے۔ ابو جعفر قمی نے من لا یحضرہ الفقیہ مین حضرت علی رض سے روایت کی ہے۔ و السنۃ المحمدیۃ فی الصداق خمس مایۃ درھم فمن زادہ علیھا رد الی السنۃ۔ ترجمہ۔ سنت محمدی کے لحاظ سے مہر پانچسو درہم کا ہونا چاہئے اگر کوئی شخص اس مقدار مین زیادتی کرے تو اوسے سنت کی طرف لانا چاہئے ۱۲ ان الفاظ کی نسبت شاید یہ خیال

کیا جائے کہ وہ قاضی یا حاکم اس بات کو جائز کرتے ہین کہ وہ رقم مہر کو ۵۰۰ درہم تک کم کرکے مدعیہ کو خواہ اوسکا مہر کتنا ہی کیون نہ ہو ڈگری دیدے - لیکن حضرت علی کا منشا ان الفاظ سے صرف یہ تہا کہ اگر کوئی شخص پانسو درہم سے زیادہ مہر باندہے تو اوس پر ملامت کی اور اوسکو سمجہانا چاہئے تاکہ وہ اپنے مہر کو مہر مسنون پانسو درہم کے ساتہ بدل دے۔ ان کے قول کا یہ منشا ہرگز نہین ہے کہ قاضی کو بغیر رضامندی عورت و مدعیہ اسکے مہر کے کم کرنے کا اختیار ہے کیونکہ پہلی صورت مین جبکہ دونون فریق مہر مسنون پر رضامند ہو جائین کسی پر جبر نہین ہے اور دوسری صورت مین عورت کے جایز حقوق تلف ہوتے ہین -

احناف اور مہر | حنفیون کے ہان بہی کوئی زیادہ سے زیادہ رقم مہر کی حد مقرر نہین کیگئی ہے لیکن کم سے کم مہر کی رقم اُن کے ہان دس درہم ہے اس سے زیادہ خواہ کتنا ہی مہر باندہا جائے اُن کے نزدیک بہی ناجائز نہین ہے اور بیوی اوسکے پانیکی ہر حالت مین مستحق سمجہی جاتی ہے البتہ اگر مہر دس درہم سے کم ہو تو عورت ہر حال مین پورے دس درہم پانیکی مستحق ہے -

تمام ایسی صورتون مین جہان تعین کا کوئی جہگڑا پیش ہو یا مہر ایسا ہو جسکی شرع اجازت نہ دیتی ہو یا مہر مین ناممکن التعمیل شرائط کئے جائین حنفی مہر مثل کے طرف رجوع کرتے ہین جسکا تخمینہ ان مہرون کی تعداد سے ہوتا ہے جو عورت کے باپکے خاندان مین عموماً قرار دے گئے ہون - ومهر مثلها يعتبر بقوم ابيها ترجمہ - مہر مثل کا اعتبار عورت کے باپ کی قوم سے کیا جاتا ہے ۱۲ - اگر کسی جگہ مہر مثل کا پتہ نہ ملے تو ایسی حالت مین احناف عورت کے باپکے خاندان یا قبیلہ کے مہرون کا اعتبار کرتے ہین اور اگر ایسا خاندان یا قبیلہ نہ پایا جائے جو عورت کے باپ کے خاندان کے ہم مرتبہ سمجہا جاتا ہو تو اسوقت قاضی کو اختیار ہے کہ

اپنی طرف سے مہر مثل کا اندازہ کرے اور بغیر گواہون اور خاوند کے قرار کے ڈگری دیدے جیسا کہ ردمختار کے جزو ثانی مین لکھا ہے **واما عند التماثل یکون تقدیر مھر المثل جاریۃ مجراہ فینظر فیہ القاضی نظر تامل واجتھاد فیحکم بہ بدون شھود واقرار من الزوج** ترجمہ ۔ اور جب ہم مرتبہ خاندان ہین تو قاضی کا اندازہ کر لینا ہے مہر مثل کا قائم مقام

مسئلہ مہر پر آخری بحث مین اس سے زیادہ مسئلہ مہر پر بحث کرنی نہین چاہتا لیکن اس سے پہلے کہ مین اپنی رائے کا خلاصہ لکھون اس بات کے بیان کرنے کی جرأت کرتا ہون کہ اسلام مین ابتدا سے یہ نہایت ضروری فرض خاوند کا قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے مہر کو ادا کرے اور جس طرح کہ ایک قرضدار کے لئے قرضہ کا ادا کرنا فرض ہے اسیطرح ہر خاوند کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کا موعود مہر ادا کرے جبکہ مذہب اور قانون دونون نے قرضہ اور مہر کو صرف ایک ہی قسم کا قانونی مسئلہ تسلیم کیا ہے اور ہماری عدالتین اسبات پر مجبور کیگئی ہین کہ وہ بغیر لحاظ اس بات کے کہ قرضدار پوری ڈگری کے بوجھ کو برداشت کر سکتا ہے یا نہین ۔ قرض خواہون کو ڈگریان دین تو ایسی صورت مین وہ کون اعتراض یا عذر ہے جو مہر کی پوری ڈگریون کے متعلق پیدا کیا جا سکتا ہے اسلامی قانون اور برٹش لا دونون یکسان تسلیم کرتے ہین کہ قرضہ ہر صورت مین ادا ہونا چاہئے تو کوئی ایسی تدبیر جس سے عدالتون کو خاص رقم مہر کے کم کر دینے کے (جو قرضہ کی قسم سے ہے) اختیارات دئے جائین خیال مین نہین آتی اور ایسا کرنا محض اسلامی قانون ہی کے خلاف نہ ہوگا بلکہ خود گورنمنٹ کی پالیسی کے مخالف ہوگا اور ایک ہی قانونی مسئلہ کے انفصال کے لئے دو متضاد قانون نافذ کئے جائنگے اگر فرض کیا جائے کہ کسی قرض خواہ نے ایک لاکھ کا دعویٰ کسی ایسے مدیون پر کیا جسکی جائداد قرض کے برابر یا اوس سے کم قیمت کی ہے تو کیا ایک عدالت قرض خواہ کے حقوق سے مطمئن ہونیکے بعد اوسے پوری ڈگری دیگی یا اسبات پر صبر کرے گی کہ قرضے کی صرف

اس حصہ کی ڈگری دے جو اسکے خیال مین قرض خواہ اور مدیون کے حالات کے مناسب ہو اس سوال کا جواب اسکے سوا اور کچھہ نہین دیا جاسکتا کہ عدالت بغیر اسبات پر غور کئے کہ مقدار قرضہ اور اسکی مقدرت رکھتا ہے یا نہین زر قرضہ کی پوری ڈگری دے دیگی بلکہ سودی قرضہ کی صورت مین سود کی رقم بھی ڈگری مین شامل کردیگی -

میرے خیال مین کوئی دلیل ایسی پیش نہین کی جاسکتی جسکی بنا پر مقدمات مہر کے فیصلے دوسرے قرضہ جات کے فیصلون سے ممتاز کئے جائین اور انہین مستثنےٰ کرکے انکی بابت عدالتون کو خاص اختیارات عطا کئے جائین مین یہ بھی سمجھتا ہون کہ مہر کے مقدمات کی تعداد قرضہ کے مقدمات کی نسبت بہت کم ہوتی ہے اور نتائج کے اعتبار سے بھی وہ ایسے برباد کرنے والے نہین ہوتے جیسے کہ قرضہ کے مقدمات علی العموم ہوتے ہین جن مین اکثر مدیون کو سود کا کچل ڈالنے والا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے جو انکی بربادی کا باعث ہوتا ہے یہ بات کچھہ کم تعجب کی نہین ہے کہ سود کی اصلاح کو جو بغیر کسی مذہبی مداخلت کے کیجاسکتی ہے ایسی تجاویز پر مقدم نہین کیا جاتا جو زر مہر کے اختیارات سے تعلق رکھتے ہین اور جنکی ہمارا مذہب اجازت نہین دیتا -

مین یہ بھی کہتا ہون کہ بڑے بڑے مہر نتائج مین ایسے بربادکن نہین ہوتے جیساکہ عام طور پر انکی نسبت خیال کرلیا گیا ہے اگر عدالت نے مدعیہ کو دین مہر کی پوری ڈگری دے بھی دے تو اسکے سوا اور کچھہ نہین ہوگا کہ مال یا جائداد ایک مسلمان خاندان سے دوسرے مسلمان خاندان مین منتقل ہو جائیگی -

ہندوستان کی مسلمان عورتین جنکے حقوق اسوقت خطرہ مین ہین کم تعلیم یافتہ ہونیکی وجہ سے اس قابل نہین ہین کہ اپنے خیالات گورنمنٹ کے حضور مین پیش کرسکین اگر آج وہ تعلیم یافتہ ہوتین اور گورنمنٹ اون سے بھی رائے لیتی تو غالباً وہ سب کی سب ایسی تجویز کے بالکل برخلاف ہو جاتین جس کا مطلب یہ ہے کہ اون کے

بند، جایز حق مین مداخلت کرکے اوسے تلف کیا جائے چون کہ اس مسئلہ مین گورنمنٹ
نے مسلمان مردون سے رائے طلب کی ہے جن کی نسبت دوسرا گروہ (عورتین)
خود غرضی کا الزام لگاسکتا ہے اس لئے گورنمنٹ مہربانی فرماکر عورتون کی طرف
سے خود اس مسئلہ پر غور کرے کہ دفعہ (۵) ایکٹ ۱۸۷۵ء کے احکام کی ہندوستان
کے دیگر اضلاع مین توسیع کرنے سے ان کے حقوق کہانتک پامال ہو سکتے ہین

میری رائے کا خلاصہ | اب مین اپنی رائے کا خلاصہ ذیل مین گزارش کرتا ہون

(۱) سب سے زیادہ اس مسئلہ مین علماء کی رایون کو وقعت دینی چاہیے (۲) شیعہ اور اہل
حدیث کے مہرون مین کمی کرنی بغیر اون کے مذہبی قانون کی مداخلت کے ناممکن ہے
(۳) حنفیون کے مہرون مین صرف انہین صورتون مین اسی طرح دست اندازی
ہوسکتی ہے جنکا ذکر جس صورت نمبر صفحہ (۲) و (۳) مین کیا گیا ہے (۴) اگر گورنمنٹ توسیع
احکام مندرجہ دفعہ (۵) کو منظور نکرے تو اسے اسبات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ
یہ دفعہ بالکل منسوخ ہونے کے قابل ہے یا نہین - فقط راقم

حکیم محمد اجمل خان دہلوی طبیب خاص ہز ہائنس جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست رامپور
اخبار وفادار کی رائے جس معقولیت کے ساتھ حکیم صاحب بہادر نے مسئلہ مہر کے سرکاری طور
پر استفسار کا جواب اور رائے ظاہر کی ہے وہ لاریب قدرتی طور پر انہین کا
حصہ ہے - ملک کی نامور علمی مجالس اپنے خیالات کو اپنے اپنے مذاق کے مطابق
بہت کچھ ظاہر کرینگی مگر تمام اصول اور امور شرعی کی مطابقت اور پھر تمام فرقہ جات اسلام کے
کے اصول کو مدنظر رکھکر جیسے عمدہ خیالات حکیم صاحب بہادر نے ظاہر کئے ہین وہ ملک کے معتبر
لوگون کی توجہ کے علاوہ گورنمنٹ ہند کی توجہ خاص فرمانے کے بھی قابل ہین - مسئلہ مہر بھی
مسلمانون مین ایک ایسا زبردست اور بھاری مسئلہ ہے جسکے انفصال اور عملدرآمد پر بہت سے
اسلامی معزز خاندان اور فرقے بہت سی خرابیون سے محفوظ رہ سکتے ہین - ہم بھی

گئے کہ ملک کے اور کس حصہ مین ایسی معقول دلائل کے ساتھ اس بھاری مسئلہ پر بحث کر کے بتایا جاوے گا کہ مسئلہ مہر کس قدر لازمی اور نازک مسئلہ ہے جس مین لاریب اسلامی دنیا کی اطمینان کا مدار ہے۔ معلم نسوان۔ واقعی حکیم صاحب کا مضمون قابل داد ہے ہم آئندہ کسی موقع پر مسئلہ مہر پر طول بحث کرینگے۔

اہل ہنود مین انٹر میریج

منو نے جو اہل ہنود کے امام اعظم ہین تمام بنی نوع انسان کے چار طبقے قرار دئے ہین۔ اور اون کو الوان اربعہ پر تقسیم کیا ہے۔ جن مین اول طبقے کو مذہبی امور پر مقرر کیا ہے۔ دوسرے کو جنگی اور ملکی کامون کی خدمت سپرد کی ہے۔ تیسرے کو تجارت اور زراعت پر مامور کیا ہے اور چوتھے کو محض ۔ان تینون جماعتون کی خدمت عنایت کی ہے۔ مگر یہ درجہ بندی منو کے زمانہ مین محض کام اور پیشہ ہی تک محدود تھی۔ یہ چارون طبقے اکل شرب مناکحت وغیرہ مین بالکل باہم شیر و شکر تھے۔ اور ہر فرقہ اور طبقے کا شخص اون قواعد کے مطابق جو منو نے مقرر کئے تھے آزادانہ ایک دوسرے فرقہ کا پکا یا پا مس کیا ہوا کھانا کھا سکتا اور بیاہ شادی کر سکتا تھا اس فرقہ اربعہ کے لحاظ سے قدمائے ہنود مین چار نکاح جائز قرار دئے گئے تھے۔ مگر چارون فرقے علے التساوی چار چار نکاح نکر سکتے تھے جیسا کہ شرع اسلام مین ہے۔ بلکہ مذہبی فرقہ کو چار نکاح جائز تھے اور باقی دوسرے کو تین اور تیسرے کو دو اور چوتھے کو صرف ایک نکاح کرنے کا اختیار تھا اور یہ بھی علے الترتیب یعنی برہمنون چارون فرقون مین اور چھتری تین فرقون مین اور بیس دو فرقون مین اور سودر صرف اپنے ہی فرقہ مین عقد کر سکتا تھا۔ چنانچہ منو سمرتی کے باب النکاح کے وہ مسائل جو ہمارے بیان کے موید ہین۔ یہ ہین۔

(۱) علم کو نیچ ذات سے اور حسین اور جمیل عورت کو مبتذل

خاندان سے بھی لینا چاہیئے۔

(۲) عورت۔جواہر۔علم۔نیکی۔صنعت جیسے نعمتان سب سے حاصل کرنا چاہئے

(۳) سودر اپنی ذات کی لڑکی سے اور بیس اپنی ذات اور سودر کی لڑکی اور چھتری اپنی ذات اور بیس اور سودر کی لڑکی اور برہمن چارون طبقون کی لڑکیون سے مناکحت کرین۔

(۴) چھتری بیس اور سودر ایجاب وقبول کے ذریعے سے عقد کرین۔

(۵) چھتری کی لڑکی تیر بیس کی لڑکی الہ ستور رانی اور سودر کی لڑکی کپڑے کو اسوقت ہاتھ مین لے جب اُسکا عقد کسی بڑے ذات والے مرد کے ساتھہ ہوتا ہو۔

(٦) برہمن چھتری بیس اپنے برن اور نیز دوسرے برن کی عورتون سے شادی کرین تو ان عورتون کی تعظیم اور تکریم بلحاظ سلسلہ برن کے مقدم ہوتی ہے اب اوس کی توثیق منو کی کتاب القسمت سے ہوسکتی ہے جس مین انہون نے تقسیم ترکہ کے طریقے بیان کئے ہین اور وہ یہ ہین۔

(۱) برہمنی کا بیٹا دوسرا حصہ۔چھترانی کا بیٹا دوسرا حصہ۔بنیانی کا بیٹا ڈیڑہ حصہ اور سودرن کا بیٹا ایک حصہ لے۔

(۲) خواہ برہمنی کا بیٹا چار حصہ۔اور چھترانی کا بیٹا تین حصہ اور بنیانی کا بیٹا ڈیڑہ حصہ اور سودرن کا بیٹا ایک حصہ لے۔

(۳) برہمن کے گھر مین اگر چارون فرقون کی منکوحہ عورتین ہون اور ان مین برہمنی ہی صرف صاحب اولاد ہو اور دوسری عورتین لاولد ہون تو اون سب کی وفات کے بعد برہمنی ہی کی اولاد کو کل ترکہ ملیگا۔

منو کے زمانہ مین اور اوسکے بعد برہمنون کی اسقدر سکمی ذاتین اور فرقے نہ تھے اور وہ مذہبی تقریبات مین چھتریون بیسون اور سودرون کے

گہری دال روٹی کہاتے تہے سودر کی خدمات مین منو کے نزدیک سب سے معزز خدمت
یہ ہے کہ وہ برہمنون اور چہتریون اور بیشیون کے یہان طباخی یعنی رسوئی پکانے کا کام
انجام دین - برہمن جیسا فی زمانا دستور ہے کبہی طباخی نکرتا تہا اور اگر کبہی کوئی برہمن ایسا
کرتا تہا وہ برہمنیت سے خارج ہو جاتا تہا کیونکہ فقیہ اعظم نے افعال و اعمال ہی پر قومیت
کا دارومدار رکہا ہے وہ کسی شخص کو موروثی اشرف و ارذل نہین قرار دیتے چنانچہ وہ
اعمال کی بحث کے ضمن مین لکہتے ہین کہ تمام دنیا کے آدمی ہندوستان کی اولاد ہین اور
کسی زمانے مین اون کا درجہ چہتریون کے برابر تسلیم کیا جاتا تہا منو فرماتے ہین اور
اون کا یہ ارشاد دو ہزار برس قبل کا ہے کہ ممالک پونڈرک کامبوج - یوکن -
شک - پارد - چین - کرات - دکہس کے باشندے کبہی چہتری تہے۔
مگر اعمال مذہبی کے ترک کر دینے سے سودر ہو گئے ہین - اس بیان سے معلوم ہوتا ہے
کہ منو نے اُن ممالک کے باشندون کو سودر یعنی چوتہا طبقہ تسلیم کر لیا تہا جسکے ساتہ
اس زمانے کے اہل ہنود کہانا پینا اور بیاہ شادی برتتے تہے اب ہم کو یہ دیکہنا چاہیے
کہ منو نے اپنی تہذیب کی معیار کے مطابق ان ممالک کی قومون کی نسبت جو حکم لگایا
تہا کیا اب بہی وہ اسی حالت مین ہین - ہمارا خیال ہے کہ ہرگز نہین تعلیم و تربیت
کے لحاظ سے اونکی تہذیب اور شایستگی کا آفتاب اس نصف النہار پر پہونچا ہوا ہے
کہ ہندو اقوام تمام امور مین اونسے نہایت پست حالت مین پائی جاتی ہین پس
کوئی وجہ نہین ہے کہ تمام دنیا کی اون اقوام و انسان کو بقول امام منو رحمتہ اللہ علیہ
کے کم از کم چہتریون یا سودرون کے برن مین نہ داخل کیا جائے اور اونکے
ساتہ وہی ربط و ضبط اور برتاؤ اور التیام اور مواکلت اور مناکحت نہ قائم ہو -
جسکا رواج منو کے زمانے مین عام و تام تہا -

(ج ا)

مراسلہ

۱۰۔ اپریل ۱۹۰۸ء۔ فرید آباد۔ دہلی

جناب مولوی صاحب مکرم۔ تسلیم۔ معلم نسوان کا ایک رسالہ اول اور دو رسالے آج مجھے وصول ہوئے آپکی عنایت کا میں مشکور ہوں۔ مین نے اس سے پہلے ایک پیکٹ اور خط بھیجا ہے امید ہے کہ وصول ہوا ہوگا۔ مضمون یعنی "محسنہ کی مصیبت" مین اگرچہ کوئی ایسی دلچسپی نہین ہے۔ مگر چونکہ بالکل صحیح واقعات پر مملو ہے۔ اس سبب سے مین خیال کرتا ہون کہ تمام لگا ہون مین پسندیدہ ثابت ہوگا اور قابل عبرت سمجھا جائے گا۔

معلم نسوان کا جو اثر ہندوستان مین ہے مین بمشکل یقین کرتا ہون کہ اسی قدر دکن مین بھی ہوگا۔ یہ قیاس مین نے خاص اہل فرید آباد پر کیا ہے۔ یہان اس خیال کی اس درجہ گرما گرمی ہے کہ قابل بیان نہین آپ کا رسالہ جب آتا ہے دس دن تک برابر گشت کرتا رہتا ہے اور سکے بعد مجھے دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ عام خیالات مین تو بات اچھی طرح جم گئی ہے کہ پردہ موجودہ سراسر ظلم ہے اور کوئی تعجب نہین جو بہت جلد کوئی انجمن اس خیال کی قائم ہو جائے۔ میرے ہاتھ چار پانچ آدمی ایسے آگئے ہین جو روزانہ سبقاً تمام مسائل پردہ کے متعلق یاد کر لیتے ہین اور علانیہ وعظ کرتے پھرتے ہین۔ مین نے موجودہ حالت کی بنا پر یہ کہتا ہون کہ اسبارہ مین فرید آباد سب سے سبقت کرے گا۔

اگرچہ قبل از وقت دعوی ہے مگر آپ یاد رکھیے کہ میری لڑکی جسکی عمر دو سال کی ہے اپنی ہم عمر لڑکیون مین سب سے پہلی وہ مسلمان خاتون ہوگی جو غالبًا بی۔اے کی ڈگری حاصل کریگی۔ اور اس دعوی کی بنیاد یہ ہے کہ خود میری بیوی بفضلہ نہایت تعلیم یافتہ ہین اور معزز خاندان کی اعلے ممبر ہین۔ یعنی سر امیر الدین فخر الدولہ نواب خصیصا

لوہارو کی ہمشیرہ - لوہارو کا خاندان پردہ کا اول سے جس قدر مخالف ہے اور تعلیم نسوان کا مویّد اور کوئی شاید نہ ہوگا - خود میری بیوی نے ایک یوروپین لیڈی صاحب ڈپٹی کمشنر کی میم صاحب سے جو باتین ہوئین ہین پردہ کے متعلق مین لکھکر بھیجے کو ہون شاید آئندہ نمبر مین آپکو رسالے مین جگہہ دینے کی تکلیف دیجائے -

البتہ ایک گروہ ہمارا بڑا مخالف ہے وہ شیخ صاحبان کا گروہ ہے اس گروہ کے نوجوان ممبر تو یہان بہت ہین انمین سے اکثر نوکری پیشہ ہین بد ہے بالکل اولد اور ان سولائزڈ مین - اور بڑی مشکل یہ ہے کہ خود سیدون اور شیخون مین ساٹھ ستّر برس سے سخت عداوت اور رنج چلا آتا ہے - اسکا چلنا موقوف صاحب سلامت ترک ہے - چیدولی کے موقع پر ایک تفصیلی لکچر مین مینے ان دونون فریق کا باہم ہم مذاق اور ہم خیال ہونے کی بڑی کوشش کی مگر سیدون مین بھی چند جنگ جو خیال کے لوگ ہین اس سبب سے ناکامی ہوئی - لیکن آئندہ کامیابی ہوگی اور ضرور ہوگی - شیخ صاحبون کے بعض حضرات کو مولوی ستّر جانتے ہین کہ وہ کس مذاق کے لوگ ہین - مگر مین نے بعض لوگون سے دوستی شروع کی ہے - اس دوستی کا آخری نتیجہ موجودہ پردہ کا ازالہ ہے - اور بس - خدا برکت دے اس کام مین - جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب نے جو فرید آباد کے سرمایہ ناز مولوی ہین اور جنکی تمام عمر احادیث کے مطالعہ مین گذری ہے - گفتگو قرار پائی ہے - اور اوسکے بعد سوائے اس گروہ کے عام لوگ مخالفت کرنے نہ پائینگے -

مین نے مولوی صاحب سے بعض مسائل مین پہلے بھی گفتگو کی ہے - بعض مولوی صاحبان پریشان بحث کرتے ہین اس سبب سے ناواقفان مناظرہ کے خیال مین اونکی گفتگو اچھی ہوتی ہے - حالانکہ وہ خود اپنے دل مین فیصلہ کرچکے ہین کہ جن مسائل مین گفتگو ہوتی ہے اوسمین وہ غلطی پر تھے - مین عورتون کی مصیبت کا دل سے شریک ہون اس سبب سے خدا مدد دیگا اور امید ہے کہ بڑی کامیابی ہوگی یہ حالات ہین یہان کے اور یہ خیالات ہین اون لوگون کے فقط احمد شفیع - فرید آباد

اعلان امداد پردہ نشینان ہند

گذشتہ قحط کے تجربے سے بخوبی یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ ہر ایک بلائے ارضی اور آسمانی کا اثر سب سے زیادہ بیکس پردہ نشینان ہند پر پڑتا ہے ۔ اس حبس دائمی پردہ کی وجہ سے جو آج کل مسلمانان ہند کے نزدیک معیار شرافت ہے لاوارث اور بیکس بیوہ عورتین پردہ ہی مین مرکر رہ جاتی ہین اور پبلک کو ان کی سخت مصیبتون اور افسوسناک حالت کی ذرا بھی خبر نہین ہوتی وہ تیسرے فاقے اپنی عزت و آبرو کے خیال سے باہر جاکر جتانا گوارا بھی پسند نہین کرتین اور گھر کی چار دیواری کے اندر جان دے دیتی ہین اس بیچاری بے زبان مخلوق یعنی بیکس پردہ نشینان ہند کے لئے ہر ایک قسم کی محنت اور مزدوری کے دروازے بھی بند ہین اور وہ گھر مین بیٹھکر کسی سے اپنی خوفناک حالت کا اظہار بھی نہین کرسکتی ہین ۔ سال گذشتہ ہماری رحم دل سرکار انگریزی نے خاص طور پر پردہ نشینان ہند کی امداد کا بندوبست فرمایا تھا اور اب بھی امید قوی ہے کہ ایسا ہی پھر کیا جائے گا ۔ مگر سب سے زیادہ پردہ نشینان ہند کی امداد اہل ملک اور قوم پر فرض ہے جن کی پرورش کے لئے انہین چندے جمع کرنے چاہئین اور اس غرض کے لئے انجمنین قائم کرنی لازم ہین ۔ ہم اس وقت حیدرآباد کی انجمنون اور کلبون سے اپیل کرتے ہین کہ وہ ہندوستان کی بیکس پردہ نشینون کے لئے چندے جمع کرین اور حاکم مقامی کے ذریعہ سے قحط زدہ عورتون کو بھوک کی مصیبت سے نجات دین ۔ علی الخصوص ہم اپنی سرکار نظام خلد اللہ ملکہم کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کرتے ہین ۔ ہمین امید ہے کہ وہ ضرور اس کار خیر مین حصہ لے گی ۔ ایڈیٹر

معلم نسوان

جلد ۱۳ بابت ماہ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری نمبر ۹

مطبوعہ مطبع معلم شفیق گوشہ محل حیدرآباد دکن

معلم نسوان

۱ - یہ رسالہ ہر قمری ماہ مین ایکبار شایع ہوتا ہے -
۲ - اس کا موضوع عورت کے ہر ایک پہلو و جوانب سے بحث کرنا ہے
۳ - اس کا حجم (۴۸) صفحہ کا ہے اور سالانہ قیمت پیشگی عام خریدارون سے مع محصول ڈاک
چار روپیہ اور عورتون سے دو روپیے ہین -
۴ - نمونہ کا پرچہ مفت دیا جاتا ہے -
۵ - علاوہ ان مضامین کے کہ جو عورتون سے متعلق ہون گے وقتاً فوقتاً علوم جدیدہ - تاریخی
اور علمی مضامین بھی ایڈیٹوریل اور بہرہ مراسلات مین شایع رہین گے -
۶ - عام طور سے یہ رسالہ ہندوستان کے تمام کتاب خانون مدارس نسوان اور مجالس قومی
کو درخواست اجازت ڈاک کے وصول ہونے پر مفت دیا جاے گا -
۷ - گذشتہ جلدین جو دراصل عورتون کا ایک نہایت ہی قیمتی سائکلوپیڈیا یعنی مخزن معلومات
مین بحساب چار روپیے فی جلد جس کے (۴۸۰) صفحہ ہین مع محصول ڈاک فروخت کی جاتی ہین - المشتہر

خادم نسوان محمد حسین ایڈیٹر

دربار اکبری

یہ نادر کتاب جس کو شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مصنف آب حیات نے تصنیف
فرمایا ہے - دربار اکبری کی ایک سچی تصویر ہے شہنشاہ اکبر کے زمانے کے علما و فضلا و شعرا
وغیرہ سب اس دربار مین حاضر کئے گئے ہین - واقعی یہ کتاب قابل دید ہے - جن صاحب کو
اس کی خریداری منظور ہو وہ مہتمم صاحب کتاب خانہ آصفیہ متصل شاہ پور عابد سے چار روپیہ
سکہ حالی بھیجکر طلب فرمالین -

معلم نسوان

مولفہ

خادم نسوان محب حسین - ایڈیٹر

جلد ۱۳ بابت ماہ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری نمبر ۹

عورتین کمپنیون کی ڈائرکٹر ہین

اخبار ایڈوکیٹ آف انڈیا لکھتا ہے کہ انگلستان مین کئی عورتین تجارتی جماعتون یا پبلک کمپنیون کی ڈائرکٹر ہین - اور اس اعلیٰ درجہ کی خدمت کو بڑی لیاقت سے انجام دیتی ہین - شاید اِن مین سے ڈچیز آف سدرلنڈ بہت مشہور و معروف لیڈی ہین وہ لندن کی شمالی مغربی ریلوی کمپنی کے بورڈ کی ایک رکن ہی نہین ہین بلکہ ایک معدنیات کی کمپنی کی ڈائرکٹر بھی ہین - اور وہ صرف ریلوے بورڈ کی ایک نہایت باوقعت اور باانر ممبر ہی نہین ہین بلکہ وہ مجلس کی تمام کارروائیون اور کامون مین بھی پورا حصّہ لیتی ہین؛ و حصّہ دارون کے منافع کی پوری نگرانی کرتی ہین -

لیڈی وال ورٹن بھی ایک کمپنی کی ڈائرکٹر ہین - اور لیڈی فریڈرک کیونڈش اور لیڈی آرتھر رسل جو سوسائٹی مین مشہور و معروف ہین بعض پبلک کمپنیون کے بورڈون کی ممبر یعنی رکن ہین - بیرونیٹ برجیٹ کاوٹس صاحبہ جو ایک مشہور و معروف فیاض اور ہمدرد انسان لیڈی ہین انگلستان کے مشہور بنکنگ فرم (مہاجنی کوٹھی) کی ایک خاص حصّہ دار یا شریک ہین اور

کہا جاتا ہے کہ وہ ڈائرکٹرون کے جلسہ کارروائی مین اکثر شریک ہوا کرتی ہین۔

امریکہ مین بھی کئی عورتین کمپنیون کی ڈائرکٹرین جو زیادہ مشہور نہین ہین سنہ ۱۸۹۵ع مین مس ایملی ہولینڈ اس قومی بنک کی ڈائرکٹر منتخب ہوئی تھین جو بمقام آر ورہ واقع نیویارک مین ہے مسز لوسی۔ مسیز اسٹیفن اور مسیز ڈک ان بنکون کی ڈائرکٹرین جو بمقام سیرین۔ آوا۔ اوھن ٹنگٹن مین موجود ہین۔ اور انڈیانا کے بنک کے بورڈ کی بھی ایک عورت ہی ڈائرکٹر ہے۔

چند سال کا عرصہ ہوا کہ امریکہ مین سب سے پُرانی بنکر (مہاجن یا مالک بنک) ایک عورت تھی جسکا نام ڈبورہ پاورس تھا۔ یہ عورت لیسنگ برگ کے ایک بنکنگ فرم یعنی مہاجنی کوٹھی کی شریک اول تھی اپنی عمر کی اٹھانوے سال تک مسیز پاورس مجالس بورڈ مین شریک ہوتی رہین اور بنک کے کاروبار مین ایک خاص دلچسپی لیتی رہین۔

عام طور پر یہ بات لوگون کو معلوم نہین ہے کہ انگلستان کے مشہور و معروف بنک مین کئی عورتین کلرک منشی یا محاسب ہین مگر افسوس ہے کہ وہ مردون کے مقابلہ مین کم [illegible] ہین یعنی تقریباً دو سو روپیہ ماہوار تک پاتی ہین اور ابھی انہین زیادہ ذمہ داری کے عہدے دئے نہین جاتے ہین۔ مگر پیرس کے ایک لائق شخص کی رائے یہ ہے جسکو کاروبار بنک کا پورا تجربہ حاصل ہے کہ "عورتونکی انگلیون کی نوکون مین بہ نسبت مردون کی انگلیون کے زیادہ حس ہے۔ اسلئے بہ نسبت مردون کے عورتین سکے پرکھنے اور اصلی اور مصنوعی چیزون کے جانچنے کے لئے زیادہ تر مناسب ہین" اس رائے کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہین کہ "مین نے اپنی اس رائے کو معیار تجربہ سے بھی جانچا ہے اور اپنے بنک مین بہت سی لیڈیون کو ملازم رکھا ہے"

ان واقعات سے بخوبی ثابت ہے کہ عورتون مین بھی ان اعلیٰ کامون کی لیاقت موجود ہے جنھین مرد کرسکتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ ہندوستان کے لوگ عموماً ان کی اس قابلیت سے ناواقف ہین اور وہ انہین صرف چند ذلیل کامون کے لائق سمجھتے ہین۔ اہل ہند کا عام خیال یہ ہے کہ عورتین فقط اسی لئے پیدا کی گئی ہین کہ وہ اپنے شوہرون کی پرستش کرین اور انھین خوش رکھین۔ چولھا چکی ہوئی

و تاگہ اور دیگر خدمت گاری کے ادنےٰ کام اِن کے لئے مخصوص ہین جب ہندوستان کی عورتین لاوارث ہو جاتی ہین۔ تو عموماً وہ انھین ذلیل کامون سے اپنا پیٹ پالتی ہین۔ یا در بدر بھیک مانگتی پھرتی ہین اگر ہماری عورتون کو جائز آزادی اور تعلیم و تربیت دی جائے اور با عزت روزی کمانے کے ہنران کو سکہائے جائین۔ تو وہ بھی شوہر کے مرنے کے بعد اپنی زندگی عزت و آبروسے بسر کر سکتی۔ اور اولاد کو بخوبی پال سکتی ہین اور انھین اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت دلا سکتی ہین۔ ہم یہ نہین کہتے کہ وہ ابھی کمپنیون کی ڈائرکٹر بن سکین گی۔ مگر اس مین تو کوئی شک نہین کہ وہ بالفعل معلمات اور ڈاکٹرنیان بآسانی بن سکتی ہین۔ راقم محب حسین ایڈیٹر

فن زراعت مین عورتونکی کامیابی

عورتون کی مجلس زراعت (ایگری کلچرل ایسوسی ایشن) کا سالانہ جلسہ ماہ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوا تھا یہ مجلس زراعت لیڈی وارو کے نے اس غرض سے قائم کی ہے کہ عورتون کو روزی ملے اور انھین فن زراعت کے آسان شعبون کا علم و تجربہ حاصل ہو۔ ترکاریون۔ میوون اور پھلون پھولون کی زراعت۔ انکی ملک کرنے شہد کی مکھیون۔ مرغیون اور گائے بھینسون کی پرورش اور ان کے شہد انڈون۔ دودھ دہی وغیرہ کو سلیقہ کے ساتھ حاصل کرنے کی باضابطہ تعلیم عورتون کو دی جاتی ہے۔ اس زمانہ مین جبکہ مسابقت اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانی کی گرم بازاری ہے ہر ایک کام مین کامیابی انھین لوگون کو حاصل ہوتی ہے جو اس کام کی باضابطہ تعلیم پاتے ہین۔ اور جو اس کام کو باقاعدہ اور سلیقہ کے ساتھ کرنا جانتے ہین۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ جو عورتین اُن کامون کو بطور خاص پیشہ کے کرنا چاہتی ہین وہ اپنے آپ کو ان کامون کے لائق بنائین اور اُن کو فنون زراعت اور باغبانی کی باقاعدہ تعلیم دی جائے۔

اس غائت کے پورا کرنے کے لئے لیڈی وارو ک صاحبہ نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ جہان شریف عورتین علم زراعت کے آسان فنون کی باضابطہ تعلیم پاتی ہین۔ اُس مدرسہ کے لئے ایک سلسلۂ تعلیم بھی قائم کیا گیا ہے اور طلبائے اناث کے لئے اس مین بورڈنگ کا اہتمام بھی ہے۔

فن زراعت مین عورتونکی کامیابی

اس مدرسہ کے سالانہ جلسہ مین جو تقریر لیڈی واٹوک صاحبہ نے کی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ "عورتون کے لیے بہت بڑی بات یہ ہے کہ جس کام کو وہ سیکھین اس مین کمال حاصل کرین - مردون کو ہمیشہ عورتون کے صبر و ثبات کی نسبت بدگمانی ہے - مگر جب عورتین اپنا کام ایمانداری اور محنت و جانفشانی سے کرینگی تو سب سے پہلے مرد ہی اس کی قدر کرین گے"

مجلس کی پچھلی سال کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتون کو اس کام مین بہت بڑی کامیابی ہوی ہے اور اس مجلس مین بہت سے ایسے مرد اور عورتین شریک ہو گئی ہین جو علم زراعت مین مشہور و معروف ہین اگر غور سے دیکھا جائے - تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان مین بھی اکثر عورتین زراعت کے کامون مرغیون اور گائے بھینسون کو پالنے اور دودھ کی تجارت مین مردون کا ہاتھ بٹاتی ہین - مگر وہ بالذات خود بطور خاص پیشہ کے اِن کامون کو بہت ہی کم کرتی ہین - بہ نسبت انگلستان کے ہندوستان کی عورتین ان کامون کے کرنے کی زیادہ لیاقت رکھتی ہین - کیونکہ وہ کسی نہ کسی طرح اکثر انہین کامون مین مشغول پائی جاتی ہین - اگر ہمارے ملک کی عورتون کو ان کامون کی باضابطہ تعلیم دی جاے - تو وہ اِن کامون کو بہت سلیقہ کے ساتھ کرین گی، اور ان کامون سے ہزارون شریف عورتون کی زندگی راحت و آرام سے گذرے گی - مگر افسوس ہے کہ ابھی ہمارے ملک کے مرد اپنی عورتون کی حالت مین ترقی پیدا کرنی نہین چاہتے اور اب تک وہ تعلیم نسوان ہی کے مخالف ہین جو تمام ترقیون کی جڑ ہے ہمارے نزدیک گورنمنٹ کو ابتدائی تعلیم (پرائمری ایجوکیشن) کے انتظام کے ساتھ اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لڑکون کے ساتھ لڑکیون کو بھی ابتدائی تعلیم دلائی جاسکا اور دیہات مین جسقدر مدارس مردون کی تعلیم کے لئے قائم کئے جائین اوسی قدر مدارس عورتون کی تعلیم کے لئے بھی کھولے جائین - جبکہ رعایا کے گروہ مین عورتین بھی شامل ہین - تو یہ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ سرکار لڑکون کی تعلیم مین تو سرگرم ہو اور لڑکیون کو جاہل اور نادان چھوڑ دے - ہمین سخت افسوس ہے کہ اسوقت تک لڑکیونکی تعلیم و تربیت مین ہر جگہ پستی اور سستی دکھائی دیتی ہے - محب حسین ایڈیٹر -

ہند و لیڈی کلب

ہم نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس خبر کو سنتے ہین کہ بمبئی مین پانچ سال سے معزز عورتون کا ایک کلب قائم ہے۔ جس مین ہندو۔ پارسی۔ عیسائی اور مسلمان شریف عورتین شامل ہین۔ اس کلب مین عورتون کی تفریح اور نیز علمی ترقی کے لئے اخبار اور کتابین موجود ہین اور ہفتہ وار لیکچر دے جاتے ہین اس کلب مین ایک خاص امر قابل توجہ یہ ہے کہ اس مین معزز مسلمانون کی بی بیان اور بیٹیان بھی داخل ہین اس موقعہ پر ہم حسب ذیل پچھلے سالانہ جلسہ کی کیفیت حسب ذیل اخبار بمبئی گزٹ سے ترجمہ کر کے معزز ناظرین کرتے ہیں نیز اور اپنے بھائی مسلمانون کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہین کہ وہ بھی حیدرآباد مین خواتین اسلام کے لئے ایک کلب قائم کرین۔

ہند و لیڈی کلب کا پانچوان سالانہ جلسہ مسیز ہریش چندر پٹیل کے بنگلہ مین آٹھوین ماہ اکٹوبر کو ہوا اس جلسہ کی صدر نشین مسیز سیجی باپن صاحبہ تھین اور دو سو لیڈیان جن مین مس اور مسیز بدرالدین طیب جی اور مسیز حسن علی صاحبہ بھی شامل تھین اُس وقت شریک جلسہ تھین۔

مس کرشنا بائی معتمد انجمن نے جلسہ کی کارروائی شروع کی اور سال گذشتہ کی حسب ذیل رپورٹ پڑھی۔

تقریباً پانچ برس پہلے ۱۸۹۶ء مین یہ کلب قائم کیا گیا تھا۔ کارروائی کلب کی رپورٹین وقتاً فوقتاً شایع ہو چکی ہین۔ باوجودیکہ مرض طاعون پھیلا ہوا ہے۔ تو بھی اس سال اس کلب کے جملہ (۳۹) اجلاس برابر وقت معین پر ہوئے۔ اِن جلسون مین وہ مجلسین شامل نہین ہین جو تہوارون کے موقعون پر منعقد کی گئی تھین سالہائے سابق کی طرح اس سال بھی مختلف مضامین پر تحریری لیکچر پڑھے گئے اور ارکان کلب نے ان پر بحثین کین۔ اور جس جلسہ مین کوئی مضمون دستیاب نہ ہوا۔ تو اسوقت مرہٹی اور گجراتی زبانون کی نظم اور نثر مستند کتابین پڑھکر سنائی گئین۔ اس سال اس انجمن کی کارروائی مین یہ بات زیادہ ہوی ہو کہ ارکان مجلس نے جلسون مین صرف مضامین ہی نہین پڑھے اور ان پر مباحثے ہی نہین کئے۔ بلکہ تمام ارکان انجمن کو اس کا موقع بھی دیا گیا تھا کہ وہ اپنی اپنی شخصی رائے ہر ایک بحث طلب امر پر ظاہر کرین۔ ابکے اس

انجمن کا آغاز سال ماہ اکٹوبر یا دیوالی سے شروع ہوتا ہے اس جلسہ سے سوا جو مس مینگ صاحبہ کے
خیر مقدم کی دعوت تقریب میں منعقد کیا گیا تھا۔ اس جلسہ میں مس صاحبہ اور دوسری ایسی یوروپین اور
دیسی لیڈیاں بھی مدعو کی گئی تھیں جو انجمن مذکور کی ارکان نہ تھیں ۔ اس جلسہ میں تقریباً دو سو معزز
عورتیں موجود تھیں ۔ انجمن کی ایڈریس جو اس جلسہ میں پڑھی گئی اور نیز مس مینگ صاحبہ کا جواب یہ
کلدروای طبع ہو کر مشتہر ہو چکی ہے ۔ علاوہ ازین جب ہر ہائی نیس مہارانی چمنا بائی صاحبہ سی۔ آئی۔ والی
بڑودہ بمبئی میں تشریف فرما ہوئیں ۔ تو انہوں نے اس انجمن یا کلب کے جلسوں کے ساتھ بڑی دلچسپی
ظاہر کی اور اس اظہار ہمدردی سے ارکان کلب کو اس بات کی جرأت ہوئی کہ انہوں نے انجمن کے اس
جلسہ میں مہارانی صاحبہ کو مدعو کیا جو تاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء انجمن کے خیر مقدم کی تقریب میں منعقد کیا
گیا تھا۔ اس جلسہ میں ایک ارادہ کا اظہار مناسب سمجھا گیا جو مدت سے ارکان کلب کے دلوں میں مخفی ہو رہا
تھا۔ اور اسی ارادہ کی بنا پر اس جلسہ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ارکان کلب اور نیز دوسری عورتوں کے
مطالعہ کے لئے ایک کتاب خانہ قائم کیا جائے ۔ ہر ہائی نیس مہارانی صاحبہ نے کتابوں کی خریداری کے لئے
بطیب خاطر پانسو روپیہ چندے میں عنایت فرمائے ۔ اور اس امداد کے شکریہ میں مہارانی صاحبہ کی جانب
سے اس کتاب خانہ نسوان کا نام "چمنا راجا لائبریری" رکھا گیا ۔ اس خانہ میں اب تک تین سو جلد کتابیں
جمع ہو گئی ہیں ۔ اور سرکیولیٹنگ لائبریری یعنی گشتی کتاب خانہ کے اصول پر خاص ارکان کلب کے مطالعہ
کے لئے اور نئی کتابوں کے خرید کرنے کی تجویز پیش ہے ۔ مہارانی صاحبہ کے چندے کے علاوہ اس کلب
کے بعض پرجوش ارکان نے پانسو روپے اور بھی چندے سے جمع کر لئے ہیں اور اس کے سوا کتابیں بھی
لائبریری کو عنایت فرمائی ہیں ۔ مسیز پٹیل نے اپنی مہربانی سے اس مکان میں جہاں کہ اس کلب کے
اجلاس ہوا کرتے ہیں کتاب خانہ کے رکھنے کے لئے بھی جگہ دی ہے ۔ مہارانی چمنا بائی صاحبہ کی پیشوائی
اور خیر مقدم کے جلسہ میں تقریباً ۳۰۰ معزز عورتیں یا دیسی لیڈیاں موجود تھیں اور یہ جلسہ آنریبل جسٹس مسٹر
راناڈے کی بیوی صاحبہ کے بنگلے میں منعقد ہوا تھا ۔ جو کمبالا پہاڑی پر واقع ہے ۔ علاوہ ان دو جلسوں کے
جو ان دو معزز لیڈیوں کی تقریب خیر مقدم میں منعقد ہوئے تھے ان لیڈیوں کے لئے بھی خاص جلسے

ہوے جنھون نے اس کلب مین لیکچر دے۔ اِن خاص موقعون پر بھی (۴۰) سے (۵۰) ممبر تک ہر ایک جلسہ مین شریک تھے۔ معمولی جلسہ مین عموماً حاضرین جلسہ لیڈیون کی تعداد (۲۰) سے (۳۰) تک ہوتی ہے اس کلب مین (جیسا کہ سنین ماضیہ کی رپورٹون مین ظاہر کیا گیا ہے) بمبئی کی تمام اقوام یعنی ہندو اور مسلمان وغیرہ کی معزز عورتین شریک ہین۔ اِس وقت ارکان کلب کی جملہ تعداد (۹۰) ہے اور اس سال (۱۲) لیڈی ممبر زیادہ ہوے ہین۔ لیڈی ہوم کلاس (خانگی تعلیم نسوان) کو پھر کھولنے کی تجویز ہے جو ۱۸۹۶ء مین قائم کیا گیا تھا اور طاعون کی وجہ سے بند کر دیا گیا تھا۔ مگر ابھی حال ہی مین یہ کلاس پھر کھولدیا گیا ہے اور (۱۲) تلمیذات نے اپنے نام اس مین شریک کرائے ہین۔ چونکہ اس سال بھی مرض طاعون کے آنے کا خیال ہے اِس لئے طلبا کو اپنی کامیابی کی نسبت کوئی یقین نہین ہو سکتا ہے۔ اس سال عورتون کی ایک اکزیکیوٹو کمیٹی یا علمی کارروائی تعلیم کے لئے ایک مجلس مقرر کی گئی جس مین مرہٹی۔ گجراتی، ہندو اور مسلمان اقوام کی سب وکیل عورتین شریک تھین۔ اِن معزز عورتون کا ڈیپوٹیشن لٹریری اور سائنٹفک سوسائٹی کے اُن ارکان کے پاس بھیجا گیا جو زنانہ اسکولون کے منتظم ہین۔ اس ڈیپوٹیشن کی درخواست پر اُن منتظمین نے اِن باتون کی اصلاح فرمائی جن سے اس سوسائٹی کے اُن زنانہ اسکولون کے طلبا کو کچھ بے آرامیان تھین اس سال اس کلب کے ارکان نے مدرسہ کی لڑکیون مین مٹھائی تقسیم کی اور سوئی کے کامون کے صلہ مین انعام دیا۔ یہ انجمن یا کلب اپنی معتمدہ مس پٹیل کی بہت ہی ممنون و مشکور ہے جنھون نے کلب کے اجلاس کے لئے اپنے مکان کا ایک بہت بڑا وسیع دالان عنایت فرمایا ہے اور کلاس ہوم اور کتاب خانہ کے لئے بھی وسیع کمرے دئے ہین۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی قیمتی امدادین کلب کو اِن سے پہنچی ہین۔ اِن واقعات سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ جس غائت کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا تھا اس کو حاصل کرنے کے واسطے وہ مختلف طریقون سے اپنا کام کر رہا ہے اگرچہ کہ اس کے کام حقیر اور ناچیز ہین مگر وہ اس کی غایت کے لئے بہت ہی مفید ہین۔ اس کلب کی اصلی غائت یہ ہے کہ عورتون کی حالت مین ترقی ہو اور بمبئی کی مختلف المذہب لیڈیان ایک جگہ جمع ہو کر باہمی میل جول اور ارتباط و اتحاد پیدا کرین۔ ممبران کلب بمبئی کی اِن انگریزی اور پارسی لیڈیون کا شکریہ ادا کرتی ہین جو وقتاً فوقتاً اس کے جلسون کو اپنی موجودگی سے رونق بخشتی

ہین۔ سال گذشتہ جو اس کلب کا سالانہ جلسہ ہوا تھا۔ تو اُس مین ڈاکٹر ہینس نے از راہ عنایت اس کی صدارت
قبول فرمائی تھی۔ اور اس سال اس کی میر مجلسی کو مسیز فنیس صاحبہ نے منظور فرمایا ہے۔ جس کا ہم بڑی
خوشی کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہین۔ اسی جلسہ کی خاطر سے تکلیف فرماکر وہ ناسک سے تشریف لائی ہین
اور اس کلب کی تمام ممبر عورتین اس موقع پر مسیز صاحبہ کا شکریہ پھر تہ دل سے ادا کرتی ہین جنھون نے
اس کام کے ساتھ اپنی بڑی دلچسپی ظاہر کی ہے۔

پھر لیڈی کلب کے ایک ممبر مسیز بھنڈاری نے ہی سالانہ رپورٹ زبان مرہٹی مین پڑھکر سنائی۔
اور اس کے بعد مرہٹی کا ایک گیت گایا گیا جسکو اس خاص موقع کے لئے مسیز کوتھاری نے بنایا تھا۔
اس گیت کے ساتھ بعض نوجوان لیڈیون نے ہارمونیم باجا بھی بجایا۔ آنریری سکرٹری کی صاحبزادی
اور ہوم کلاس کی بعض طالب علم عورتون نے انگریزی نظمین پڑھین۔ اس کے بعد مسیز کالکار نے ان
فائدون کو بیان کیا جو اس کلب سے حاصل ہوے تھے۔ اور مسیز راناڈے کی بیوی کی بڑی تعریف کی
جنھون نے اس کلب کے قیام مین بہت بڑی دلچسپی ظاہر کی ہے اور جن کی یہ دلچسپی روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے
بعد ازان مسیز فنیس نے حسب ذیل ایک نہایت ہی دلچسپ تقریر کی جس کا ترجمہ مس مانک جی کرسٹ جی نے
ہندو لیڈیون کی سمجھ کے لئے انگریزی سے مرہٹی مین کیا۔ اور وہ تقریر یہ ہے:-

تقریر مسیز فنیس صاحبہ

"مسیز راناڈے صدر انجمن اور دیگر ارکان لیڈی کلب!

سال گذشتہ جب مین اس کلب کے اس جلسہ مین مدعو کی گئی تھی جو مس ہینگ صاحبہ کی تقریب خیر مقدم
کے لئے منعقد ہوا تھا۔ تو اُس وقت آپ نے از راہ مہربانی مجھ پر اپنی یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ آئندہ
جلسہ مین مجھے شریک ہونا چاہئے۔ مین مشکور ہون کہ مسیز راناڈے نے اس موقع پر اپنا وعدہ یاد ہی
نہین رکھا بلکہ اس جلسہ کی صدر نشینی کی عزت سے بھی مجھے ممتاز فرمایا۔ مین اس صدر نشینی کو اپنی زندگی
کا ایک قابل فخر و ناز واقعہ سمجھتی ہون مجھے اس بات کے سننے سے بہت بڑی خوشی ہے کہ سال گذشتہ آپ کو اپنی
کارروائیون مین اسقدر کامیابی ہوئی ہے اور آپ کی کلب کے کئی اجلاس نہایت ہی دلچسپ اور باوقعت

باوقعت ہوتے ہین - مجھے اس بات کا یقین کامل ہے کہ اس کلب مین آنے سے آپ کو ضرور تفریح ہوتی ہوگی - اور خانہ داری کے کامون مین مسلسل لگے رہنے سے جو بار طبیعت پر ہوتا ہے وہ کسیقدر ہلکا ہوجاتا ہوگا - آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ ایک رئیس - حکمران یا مدبر اپنی ریاست کے انتظام اور رات دن کی فکرون سے خستہ ہوجاتا ہے - اور اس لئے اس کو راحت و تفریح اور سیر و شکار کی ضرورت داعی ہوتی ہے - مگر مین سمجھتی ہون کہ یہ بات مسلّم مانی گئی ہے کہ ایک ملک کا حکمران ایک گھر کا انتظام نہین کرسکتا اور بال بچون کی پرورش کی فکر اُس سے نہین ہوسکتی اور نہ وہ بادشاہ جس نے ملک فتح کئے ہین باورچی خانے کا انتظام اور گھر گرستی کے کام سلیقہ کے ساتھ انجام دے سکتا ہے - ان مشکل ترین انتظامات کا انجام دینا اور اس خانگی سلطنت کا بوجھ اُٹھانا صرف عورتون ہی کے حصّہ مین آیا ہے - اس لئے عورتون کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بھی اپنے ان اہم فرائض منصبی کی سربراہی سے وقتاً فوقتاً دم لین اور تھوڑی دیر کے لئے راحت و تفریح حاصل کرین - انتظام خانہ داری کی چھوٹی چھوٹی مشکلین عورتون کے دل کو تھکا ڈالتی ہین اور اُن کے مزاج پر بار پیدا کرتی ہین - اور مسلسل خانگی کاروبار سے ان کے مزاجون مین چڑچڑا پن اور بدمزگی پائی جاتی ہے اس کے علاوہ مین جانتی ہون کہ بعض ہندی ماؤن کے بچے گھرون مین بڑے چلبلے اور دق کرنے والے ہوتے ہین - گویا باہر وہ بڑے حلیم و سلیم نظر آتے ہین - اور عام طور پر اجنبی اشخاص کے سامنے غریب اور مسکین ہی ہوجاتے ہین - اگر آپ کبھی کبھی کچھ وقت کے لئے گھر سے چلی جایا کرین - تو یہ بات آپ کے - آپ کی اولاد اور آپ کے مردون سب کے لئے مفید ہے - آپ اس کلب مین اپنے دو تین گھنٹے خوشی اور راحت کے ساتھ گذار سکتی ہین - اور یہان آپ اپنے دل کو اس وقت مین دوسری باتون یعنی کتابون - اخبارون وغیرہ مین مصروف کرسکتی ہین جس سے آپکے خیالات مین ایک قسم کی تبدیلی پیدا ہوسکتی ہے اور اس تغیر حالت سے آپکو آرام مل سکتا ہے - آپ یہان نظمین پڑھ سکتی ہین - گیتون اور دوسرے مضامین کی کتابون اور رسالون سے دل بہلا سکتی ہین - ان دلچسپ اشغال کی وجہ سے آپ کی طبیعت پر سے وہ بار دور ہوجائے گا جو گھر گرستی کی چھوٹی چھوٹی دشواریون کی وجہ سے دل کو لاحق ہوتا ہے - اور اس روحانی تفریح کے بعد جب آپ پھر اپنے گھر گرستی کے کامون

ہین مشغول ہوتی ہین تو پھر ان سے وہ با معلوم نہین ہوتا جو اس سے پہلے محسوس ہوتا تھا اور جب آپ یہان سے اپنے گھر واپس جاتی ہین تو بچون اور گھر کے مردون کو بھی آپ کے آنے سے خوشی معلوم ہوتی ہے جو آپ کی غیر موجودگی مین گھر کو بے رونق دیکھتے تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح سے گاڑی کے پہیون مین تیل لگانے سے وہ خوب چلنے لگتے ہین اسی طرح گھر کے کام آپ کی تھوڑی دیر کی غیر حاضری اور تفریح سے پھرتی کے ساتھ انجام پانے لگتے ہین جب آپ باہر گھر مین واپس آتی مین۔ تو سب آپکا خیر مقدم کرتے ہین۔ اور پھر آپ تازہ دم ہوکے اپنے گھر گرستی کے کامون مین خوشی خوشی مصروف ہو جاتی ہین اور آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس تھوڑی دیر کے غیر حاضری سے کسقدر فائدہ آپ کو اور آپکے مردون کو حاصل ہوتا ہے۔ باہم ملنے جلنے سے بہت کچھ فائدے انسان کو حاصل ہوتے ہین۔ ان مین سے سب سے زیادہ قیمتی فائدہ یہ ہے کہ اس مین تہذیب اور شایستگی آتی ہے اور عادات و اطوار مین ایک قسم کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔ خاندانون مین آپ نے اس بات کو ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ جب گھر کا کوئی آدمی مثلاً باپ۔ مان۔ بیٹا۔ بھائی۔ بہن بدمزاج ہوتا ہے۔ تو سب لوگ اس سے دور دور رہتے ہین اور اس سے زیادہ ملنا نہین چاہتے۔ مگر جب یہی بدمزاج آدمی غیرونکی سوسائٹی میں نشست و برخواست شروع کرتا ہے اور دنیا کے لوگون سے میل جول کرتا ہے۔ تو اس وقت اسکے مزاج کی یہ کیفیت بدل جاتی ہے۔ اور اس مین نرمی اور شایستگی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ غیر لوگ اس کی اس بدمزاجی کو برداشت نہین کرسکتے اور وہ ایسے بدخو آدمی سے نفرت اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہین۔ اور اس کو اپنی صحبت مین آنے کے قابل نہین سمجھتے۔ جب اس بدمزاج آدمی کو اپنا عیب معلوم ہوجاتا ہے تو وہ اپنے مزاج کی اصلاح کرتا ہے اور اپنے آپ کو دوسرون کی طبیعت کے موافق بناتا ہے اور لوگون کی رغبت اور نفرت کا خیال رکھتا ہے۔ باہم ملنے جلنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو اپنے عیب و ہنر اور قابلیت معلوم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جو لڑکیان بڑے لاڈ اور پیار سے پالی جاتی مین وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتی ہین۔ اور اپنی ذراسی خوبی پر مغرور ہو جاتی ہین اور اُس کو ترقی نہین دیتی ہین۔ اگر ایسی لڑکیان نسوانی کلبون مین آیا کرین جہان کہ ان سے زیادہ لائق لڑکیان

جمع ہوتی ہیں۔ تو انھیں اپنی قابلیت کے جانچنے اور انکسار اور تہذیب و شائستگی کے سیکھنے کا زیادہ موقع مل سکتا ہے اور انھیں اپنے آپ کو لائق بنانے کی سخت تحریک و ترغیب ہو سکتی ہے۔ جسکو ہم غرور و تکبر کہتے ہیں وہ بہت کچھ دنیا سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جب انسان کو ایسے موقع نہیں ملتے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرں سے مقابلہ کر کے دیکھے۔ تو ایسی حالت میں وہ اپنی نسبت ضرور ہی غلط رائے قائم کر سکتا ہے جسکا نتیجہ غرور و تکبر ہے۔ میں اس امر کا اندازہ نہیں کر سکتی ہوں کہ دنیا میں یہ جہالت غرور اور تکبر کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے اس وقت اس ناواقفیت اور غرور کی ایک مثال یاد آئی ہے جسکا اثر میرے دل پر بہت پڑا تھا۔ کئی سال کا عرصہ ہوا کہ میں اس جدید امتحان کے لئے جا رہی تھی جسکو کہ ایک پرانی یونیورسٹی نے مقرر کیا تھا۔ اس امتحان کے "سب جیکٹ" چند حصوں میں منقسم تھے۔ امتحان کے پہلے کا غذ نشان الف میں عام معلومات کی نسبت سوالات درج تھے۔ اور ہم کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ہم سب امتحان دینے والی لڑکیاں اس پیپر کی طرف خاص توجہ کریں۔

امتحان کا دوسرا پیپر ریاضی کا تھا اور اس میں حساب۔ الجبرا۔ اقلیدس۔ کانک سیکشن۔ ٹرگنامٹری وغیرہ علوم ریاضیہ کے متعلق سوالات تھے۔ تیسرا پیپر علم طبیعات کا تھا جس میں دیسی زبانوں۔ پولٹیکل اکانومی اور عام علم ادب کی نسبت بھی سوال تھے۔ امتحان کے ایک دن پہلے مجھے معتمد مجلس امتحان سے ملنے کا موقع ہوا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ "امتحان کے امیدواروں میں ایک عجیب و غریب لڑکی ہے جو تمام علوم مذکورۂ بالا میں امتحان دینا چاہتی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم ہر ایک علم میں امتحان نہیں دے سکتی ہو۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ جہاں تک مجھے وقت ملے گا میں ہر ایک علم میں امتحان دوں گی"۔ یہ سنکر میں تو دنگ ہو گئی۔ اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ اس لڑکی کو تو بڑا دعوی ہے جو علوم ریاضی۔ طبیعات۔ کیمیا۔ جیالوجی۔ بایالوجی۔ پولٹیکل اکانومی۔ کانک سیکشن۔ اور تمام جدید زبانوں میں امتحان دینے کے لئے مستعد ہے۔ اس کے بعد ہم سب لڑکیاں امتحان کے نتیجہ کی منتظر رہیں۔ اور اس عجیب و غریب لڑکی کے امتحان کے مال کار کو بڑے اضطراب سے دیکھنے لگیں۔ آخرکار معلوم ہوا کہ وہ لڑکی کسی شعبہ علم میں بھی کامیاب نہیں ہوی۔ اس واقعہ سے مجھے یہ بات معلوم ہوی

کہ منتشر طور پر کتابین پڑھنے سے کوئی عورت کسی خاص علم وفن مین کامیاب نہین ہوسکتی ہے۔ اگرچہ کہ وہ اپنے خیال مین آپکو لائق سمجھے۔ اس وقت سے مجھے اس قسم کی ناواقفیت اور جہل مرکب کی کئی مثالین بھی مشاہدے مین آئی ہین۔ اور یہ معلوم ہوا ہے کہ اکثر لوگون کو اپنی لیاقت کی نسبت دہوکا ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اپنے ہم جنسون سے زیادہ لائق و فائق اور عقلمند سمجھنے لگتے ہین۔ باہمی میل جول کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کا حلقۂ دوستی وسیع ہوتا ہے اور اس کے ہمدردون کی تعداد بڑھتی ہے۔ ان فائدون کے حاصل کرنے کے لئے یہ کلب بہت ہی مفید ہے۔ یہان آکر آپ یہ معلوم کرسکتی ہین کہ دوسرے لوگ کس خیال مین ہین اور کیا کر رہے ہین اور دنیا اور علی الخصوص اس شہر کے باشندے کن فکرون مین معروف ہین۔ مین خیال کرتی ہون کہ اس پہلے مصیبت اور آفت آسمانی یعنی وباے پلیگ کے زمانے مین جب آپ نے یہ سنا ہوگا کہ یہ مہلک مرض آپ کے گھرون کے آس پاس پھیلا ہوا ہے۔ تو اس وقت آپ کو سخت تردد لاحق ہوا ہوگا اور آپ بہت پریشان ہوئی ہون گی کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ اس اضطراب اور پریشانی کی حالت مین جب آپ نے اس کلب مین آکے اپنا خوف وہراس کسی لیڈی ممبر پر ظاہر کیا ہوگا۔ تو اس نے آپ کو ضرور اس بات کا یقین دلایا ہوگا کہ "آپ ڈاکٹر بھنڈارکا اور ڈاکٹر اسمعیل جی سے واقف ہی ہین۔ اگر آپ ان سے پوچھین گی تو وہ آپ کو یقین دلائین گے کہ اگر ڈاکٹر ہفکن کے سیرم سے ٹیکا لگایا جائگا تو اس مرض طاعون سے حفاظت رہے گی۔ کیونکہ جن لوگون کے ٹیکا لگایا گیا ہے وہ اکثر اس مرض سے پوری طور پر محفوظ رہے ہین۔ اس لئے کوئی بات تردد اور پریشانی کی نہین ہے" اس موقع پر مین یہ کہنا بھی مناسب سمجھتی ہون کہ آپ کا مدرسۂ نسوان "ہوم کلاس" ہرگز بند کرنا نہین چاہئے۔ جو اس قدر مفید اور مشہور و معروف ہے۔ اگر اس کی ہر ایک طالب علم عورت کے طاعون کا ٹیکا لگا دیا جاے۔ تو بس کافی ہے۔ لیڈیز! آپ جانتی ہین کہ آپ کے یہان باہم جمع ہونے۔ آپس مین ملنے جلنے۔ باتین چیتین کرنے۔ کتابین اور اخبار پڑھنے سے آپ کا مذاق علمی ترقی کر رہا ہے۔ آپ گھرون ہی کی رکن اعظم نہین ہین۔ بلکہ آپ اس شہر کی سٹی زن بھی ہین یعنی مردون کی طرح آپ کو بھی اس شہر کے اختیار باشندگی حاصل ہین۔ اور آپ بھی بمبئی کی سوسائٹی کی جزاعظم ہین۔ آپ کو یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہئے کہ

اب ایک عظیم الشان سلطنت کی رکن ہین اور حضرت قیصر ہند ملکہ معظمہ کی رعایا ہین جن کا رحم و کرم اسی قدر وسیع ہے جسقدر کہ اِن کی حکومت وسیع ہے۔ یہ جو اخبار ون مین آپ حضرت قیصر ہند کے ہمدردی کے تار پڑہا کرتی ہین جو اِن کی طرف سے مصیبت زدون کو بھیجے جاتے ہین جس مین کوئی تو دنیا کے اِس چھور پر اور کوئی اُس کنارے پر رہتا ہے تو وہ تار کوئی محض رسمی اور معمولی فقرے نہین ہوتے جو ایسے موقعون پر صرف زبان ہی سے ادا کرئے جاتے ہین۔ بلکہ یہ ہمدردی کے فقرے ایک ایسے دل سے نکلے ہوے ہوتے ہین جس مین اپنی رعایا کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوی ہے اور جو غریب سے غریب رعیت کا بھی درد محسوس کرتا ہے۔ یہ بات بہت سچ ہے کہ دنیا مین جسقدر علم وفضل زیادہ ہوتا جائے گا۔ اسیقدر انسانی ہمدردی اور انسانی ایثار بھی بڑھتے جائین گے"

ہمین نہایت خوشی ہے کہ ہمارے ملک کی ہندو لیڈیان علم وفضل۔ تہذیب وشایستگی اور اخلاق وتمدن مین روز بروز ترقی کرتی چلی جاتی ہین عورتون کی اس ترقی تعلیم کا اثر ہندو مردون پر بھی ظاہر ہے۔ اگر ہماری قوم کی معزز خواتین بھی اسی قسم کا ایک کلب اس اسلامی پایۂ تخت حیدرآباد مین قائم کرین تو اُس سے اِن کی بہنون کو وہی فائدے حاصل ہوسکتے ہین جنکا ذکر نہایت ہی لیاقت کے ساتھ مسیز فیسن صاحبہ نے اپنی تقریر مین کیا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان مستورات کو اس پردہ کی وجہ سے روحانی اور جسمانی تفریح کے بہت ہی کم موقع دے جاتے ہین۔ اِن کے لئے ایسے کلب ایک رحمتِ الٰہی ثابت ہون گے۔ باہمی میل جول سے اِن مین شایستگی پیدا ہوگی اور سخت علٰحدگی اور گوشہ نشینی کی وجہ سے جو عیوب اِنکے مزاج۔ چال چلن نشست وبرخواست وغیرہ مین پیدا ہوگئے ہین وہ سب بتدریج دور ہوجائین گے۔ مگر اس زمانہ مین ہمین اپنے بدگمان بھائیون سے یہ امید نہین رکھنی چاہئے کہ وہ عورت کو بجز قبرستان کے اور کسی مکان مین جانے کی اجازت دین گے۔ راقم محب حسین ایڈیٹر

لڑکیان کیونکر خوبصورت ہو سکتی ہین

اگر کسی لڑکی کو خواہش یہ ہو کہ مین خوبصورت ہو جاؤن - تو اُس کو چاہئی کہ وہ اِن دو ضروری باتون کا پورا لحاظ رکھے - (۱) سکون یا خواب (۲) حرکت یا ریاضت - راحت سے ہماری مراد خواب یا سونا ہے - سونے کے فائدے ظاہر ہین - اِن کے بیان کی کوئی حاجت نہین - ہر روز کم از کم آٹھ گھنٹے سونا چاہئے -

تمام قسم کی ریاضتون اور ورزشون مین چہل قدمی یا پیادہ پا چلنا سب سے بہتر ہے - گو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض موسم مثلاً گرمی یا جاڑے اور سخت بارش کے وقت یہ ریاضت سب سے زیادہ عمدہ نہین ہو سکتی ہے - اِس کا جواب یہ ہے کہ اِن موسمون مین بھی وہ مناسب وقت پر سب سے زیادہ مفید ہے ہر ایک موسم مین صبح کے وقت حاضری سے پہلے تھوڑی دور تک جلدی جلدی چہل قدمی کرنا بہت ہی مفید ہے - گرمیون مین تیرنا سب سے عمدہ ریاضت ہے بشرطیکہ وہ ایک مناسب وقت پر اعتدال کے ساتھ کی جائے - جو لڑکیان ایسے مقامات مین رہتی ہین جہان کہ کوئی دریا تالاب یا ندی ہوتی ہے وہ تیرنے کی ریاضت سے بہت فائدہ اٹھا سکتی ہین - ہر روز ایک دفعہ صبح کے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کے درمیان کسی وقت تیرنا بہت مفید ہے - اور دوسرے اوقات کی نسبت اس تمام وقت مین تیرنا زیادہ تر فائدہ بخش ہے - تیرنے سے نظام عصبی مین طاقت آتی ہے - جس پر تمام اعضائے جسم کی قوت منحصر ہے - جسم کے تمام مسامات کھلتے ہین اور پسینا جو ایک قسم کا فضلہ ہے اچھی طرح خارج ہوتا ہے - اور قوت ہضم مین ترقی ہوتی ہے - برخلاف اس کے جب تیرنے کی ریاضت اعتدال سے زیادہ کی جاتی ہے تو اُس وقت جسم مین ضعف پیدا ہوتا ہے اور خون مین کمی لاحق ہوتی ہے - اسی وجہ سے غسل مین زیادتی نہ کیجئے

تیرنے کے بعد سب سے عمدہ ریاضت جسمانی ٹینس کا کھیل ہے کیونکہ اس ریاضت سے جسم کے تمام عضلات کو ورزش ہوتی ہے مگر زیادہ عرصہ تک ٹینس کو کھیلنا نہین چاہیے دوسرے قسم کی ریاضتون کی طرح یہ بھی جسم کو تھکا دیتی ہے - جو لڑکیان اپنی خوبصورتی بڑہانے کے لئے ریاضت جسمانی کرنا چاہین - انہین یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی ریاضت

کو اس قدر حد اعتدال سے زیادہ نہ کریں کہ وہ اس سے تھک جائیں۔ تیراکی اور ٹینس دونوں قسم کی ریاضتیں ہیں جو جلدی جسم کو تھکا دیتی ہیں۔ کھیلنے کی دھن میں لڑکیوں کو اپنا تھکنا بہت ہی کم محسوس ہوتا ہے۔ مگر کھیل چکنے کے بعد تھکاوٹ اچھی طرح معلوم ہوتی ہے۔ سخت ریاضت سے اکثر حرام مغز کو صدمہ پہنچتا ہے۔

موسم سرما میں علی الخصوص جاڑے کے وقت بہت تیز چلنا مفید ہے۔ جاڑوں کی فصل میں اس ریاضت کے لئے سہپر کے چار بجے کا وقت اچھا ہے۔ مگر چلنے میں اس بات کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے کہ ہوا کا رخ چلنے والی کی پیٹھ کی جانب ہو۔ کیونکہ براہ راست چہرہ پر زور کے ساتھ ہوا لگنے سے رخساروں میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ موسم بہار میں تو اس سے بڑھکر کوئی ریاضت نہیں کہ لڑکیاں صاف اور پاک راہوں۔ جنگلوں اور باغوں میں چہل قدمی کریں۔

اگرچہ کہ ان ریاضتوں سے ہر ایک لڑکی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ مگر ہم افسوس کے ساتھ یہاں یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کی پردہ نشین لڑکیاں بہت کم ان ریاضتوں سے فائدہ اٹھائیں گی۔ کیونکہ بخلاف شرع حبس دائمی پردہ ان کی روحانی اور جسمانی ترقیوں میں ایک کوہ عظیم کی طرح سد راہ ہے۔ مگر پھر بھی ذراسی توجہ کے ساتھ پردہ نشین عورتیں بھی اپنی خوبصورتی قائم رکھ سکتی ہیں۔ امیر عورتیں جنھیں خدا نے بڑے بڑے باغ اور مکان دئے ہیں تیرنے۔ ٹینس کھیلنے اور چہل قدمی کرنے کی ریاضت پردے ہی میں کر سکتی ہیں۔ اور متوسط درجہ کی عورتیں باہم چندہ جمع کر کے کسی وسیع مکان یا کوٹھی میں ریاضت جسمانی کا ایک کلب قائم کر سکتی ہیں جہاں وہ ان ریاضتوں سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں ہمارے نزدیک جب عورتیں مذھباً پیادہ ریں اور ڈھکر باہر نکل سکتی ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں ہوا خوری اور چہل قدمی کی اجازت نہ دی جاے جن سے انکی صحت قائم رہتی ہے افسوس ہے کہ عموماً مسلمان پردہ نشین عورتیں عدم ریاضت کی وجہ سے کمزور اور ناتوان دیکھی جاتی ہیں اور لڑکیاں بالغ ہوتے ہی مختلف امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اب ہماری قوم کو چاہئے کہ وہ بہت جلد مستورات کی صحت کی طرف متوجہ ہو۔ ورنہ آیندہ نسلیں بہت ہی ضعیف پیدا ہوں گی۔ راقم محب حسین ایڈیٹر

میڈم ڈریفس

یعنی

جنرل ڈریفس کی بی بی

مسٹر جولین ریلف نے جو ایک خط اخبار ایوننگ نیوز کو لکھا ہے اس مین انھون نے میڈم ڈریفس کے کچھہ حالات درج کئے ہین - ہم ان حالات کا ترجمہ حسب ذیل نذر ناظرین کرتے ہین -

"حقیقت مین میڈم ڈریفس دنیا کے کام کی عورت ہین وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ - مہذب - خوش سلیقہ اور بہت کتابون کی مطالعہ کرنے والی بیوی ہین - اور وہ عقل وتمیز مین شہرۂ آفاق ہین - گورنمنٹ اُن کی راست بازی اور دیانت داری پر پورا بھروسہ رکھتی ہے - جب انتظام گورنمنٹ مین کوئی تغیر وتبدل ہوتا ہے تو وہ بلائی جاتی ہین اور نئے وزیرون سے وہ ملاقات کرتی ہین وزرا ان پر سرکاری راز کی باتون کو ظاہر کرنے سے پس وپیش نہین کرتے اور انتظامی امور مین اُن سے مشورہ لیتے ہین - اور ان سے اسبات کی درخواست کرتے ہین کہ وہ پبلک (عام خلائق) کو اُن کے حسب منشا بنانے مین کوشش کرین - میڈم ڈریفس نے کبھی اُس اعتبار اور رازداری کے خلاف کوئی امر نہین کیا جسکو گورنمنٹ اُنکی نسبت رکھتی ہے -

واقعی میڈم ڈریفس ایک عجیب وغریب عورت ہین - عقل وتمیز اور معاملات فہمی مین وہ اپنے شوہر سے اعلیٰ وافضل ہین - ان کی عمر (۳۵) برس کی ہے - مگر وہ تیس ۳۰ سال سے بھی کم عمر معلوم ہوتی ہین - وہ ایک باوضع لیڈی ہین اور ساتھہ ہی اس کے ان مین وہ صفات بھی پورے طور پر موجود ہین جو ایک مان کے لئے ضرور ہین - اور فرانس بھر مین ان سے زیادہ کوئی عورت شوہر کو آرام وراحت دینے والی اور اُس کی عذر پرداخت کرنے والی نہین ہے - اب بھی اُن کی ستھرائی اور نفاست کا حال یہ ہے کہ جب وہ سیاہ رنگ کی پوشاک پہنتی ہین - تو اُس وقت اس سے از سر تا پا خوش وضعی اور خوبصورتی ٹپکتی ہے - ان کی گون - ان کی آستینون اور گریبان کا لیس - ان کی ٹوپی اور ان کا بوٹ - ان تمام چیزون مین ایک خاص قسم کی موزونیت اور وضعداری پائی جاتی ہے - وہ دراز قد

تو ہین مگر اِن کے اعضا کی مناسب گولائی اور تمام جسم کی گدرائی نے اِس درازی قامت کو بھی خوبصورت بنا دیا ہے۔ اگرچہ کہ وہ قوم کی یہودن ہین۔ مگر اُن کی وضع اور لباس سے کوئی شخص انہین پہچان نہین سکتا ہے۔

جب یہ بات ان کی مرضی پر چھوڑ دی گئی کہ چاہئے وہ اپنے شوہر کے مقدمہ مین تجویز ثانی کی درخواست کرین اور چاہے تمنسیخ فیصلہ کی نسبت گذارش پیش کرین۔ تو اُس وقت مین نے دیکھا کہ انہون نے بڑی حیرت انگیز کارروائی کی۔ سب سے پہلے انھون نے بڑی متانت اور خاموشی کے ساتھ اپنے تمام لائق مشیرون کی مختلف رائین سنین۔ اور کسی کی رائے یا مشورے کی نسبت اپنا اطمینان یا خیال ظاہر نہین کیا۔ بعد ازان جب یہ سب مشیر چلے گئے۔ تو وہ اپنی لکھنے کی میز پر جا کر بیٹھ گئین۔ اور خود تمنسیخ فیصلہ کی اپیل لکھنے لگین۔ بڑی فصاحت و بلاغت سے انھون نے وجوہ اپیل تحریر کئے۔ اور جب وہ لکھنے سے فارغ ہوئین۔ تو انھون نے ڈرائنگ روم (نشست خانہ) مین آکر چائے تیار کرنے کا حکم دیا اور پھر اپنی دوست لیڈیون سے باتین چیتین کرنے لگین۔ یہان پر اس بات کا ذکر کرنا بھی ضرور ہے جس سے اِن کی نفاست اور تمیز کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ جس خوبصورت میز پر وہ ہمیشہ لکھا کرتی ہین اُس پر ایک سرخ اور سفید رنگ کا ریشمی کور پڑا رہتا ہے۔ مگر اس پر سیاہی کا کوئی ذرا سا بھی داغ دھبہ دکھائی نہین دیتا۔

وہ کسی شخص کو میڈم ڈریفس کے دل کا حال معلوم نہین ہو سکتا۔ اِن کا دل خیالات کا ایک عمیق کنوان ہے جسکی تہ کا پتا لگانا مشکل ہے۔ اِنکی زندگی اور ان کا دل دونو اپنے شوہر اور دو خوبصورت بچون پر قربان ہین۔ وہ ان سے از حد محبت رکھتی ہین۔ مگر وہ کبھی اپنی اِس محبت کو ظاہر نہین کرتین۔ اس مصیبت مین بھی کبھی کسی نے انہین روتے اور چلاتے نہین دیکھا۔ وہ بڑی ہی مضبوط۔ باوقار۔ سنجیدہ اور فہمیدہ عورت ہین جو دنیا کے لئے بہت ہی موضوع ہین۔ مین نے سنا ہے کہ اپنے شوہر کو قید سے چھوڑانے کے لئے جو کوششین انھون نے کی ہین اُن مین اُن کا بہت روپیہ صرف ہوا ہے۔ مگر انھون نے اس روپیہ کا ذکر بھی کبھی نہین کیا۔ اور نہ کبھی کسی سے اپنی ناداری کی شکایت کی جو اِن کنیز رقمون کے

خرچ کردینے سے انہیں لاحق ہوئی ہے۔ لوگون کو اتنا تو معلوم ہے کہ وہ اپنے خاوند کو ڈیول آئی لینڈ مین جہان کہ وہ محبوس ہے ۵۰۰ فرانک ماہانہ کھانے کے لئے روانہ کیا کرتی ہین۔ مگر یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ یہ خبر کس طرح شائع ہوئی ہے۔ کیونکہ انہون نے تو اپنی زبان سے اس روپیہ کا کبھی تذکرہ نہین کیا۔ اس ماہانہ رقم کے علاوہ وہ اپنے شوہر کو نفیس نفیس پکوان۔ میوے۔ مٹھائیان وغیرہ بھی ٹین کے صندوقون مین بند کرکے بھیجا کرتی ہین۔

میڈم ڈریفس کبھی اپنی کسی مصیبت کی شکایت نہین کرتین۔ انھون نے صبروتحمل کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ انھین امید تھی کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ جزیرہ ڈیول مین رہین گی اور ملک کے قانون نے انھین اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کا حق دیا تھا۔ مگر گورنمنٹ نے اس قانون کی خلاف ورزی کی اور انہین اپنے شوہر کے ساتھ جانے کی اجازت نہین دی۔ ان کا ارادہ تھا کہ قید مین بھی وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہین۔ اور اس لئے انھون نے ہر ایک ایسے شخص سے جو اس جزیرہ کے حالات سے واقف تھا وہان کے راحت وآرام۔ کھانے پینے۔ آب وہوا کی نسبت بہت کچھ دریافت کرلیا تھا اور تمام مناسب سامان سفر کو بہم پہنچا لیا تھا۔ حتی کہ مچھرون سے محفوظ رہنے کے لئے جو کپڑا مناسب سمجھا جاتا تھا اس کو بھی خرید کرلیا تھا۔ مگر جب ان سے یہ کہدیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہنے پائین گی۔ تو اس وقت انہون نے گورنمنٹ کی کوئی شکایت نہین کی اور ایک برا لفظ بھی زبان سے نہین نکالا۔ میڈم ڈریفس کو اپنے نفس پر بہت بڑی حکومت حاصل ہے۔ اور ان کا سر ایک جنرل کا سر ہے۔"

ہمارے ناظرین کو میڈم ڈریفس کی اس مختصر سوانح عمری سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ تعلیم و تربیت سے عورتون مین کس قدر سلیقہ اور دنیاداری آجاتی ہے اور وہ مصیبت کے وقت شوہر کو کسقدر مدد پہنچا سکتی ہین۔ یہ باتین جاہل مجبوس عورتون سے ممکن نہین۔ راقم محبوب حسین اڈیٹر

اب تک ہندوستان سے دختر کشی کی رسم پورے طور سے دور نہین ہوئی

صوبہ مغربی شمالی کی گذشتہ سالانہ رپورٹ متعلقہ جرایم دختر کشی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بہ نسبت سابق کے دختر کشی کی مہلک رسم بہت ہی کم ہوگئی ہے اور براہ راست گلا گھونٹ کر لڑکیان ماری

نہیں جاتی ہیں۔ تاہم اس خوفناک رسم کے کہیں کہیں اب بھی اثر پائے جاتے ہیں اور مخفی طور پر دو پردہ لڑکیاں قتل کی جاتی ہیں۔ مین پوری۔ اٹاوہ۔ اور فرخ آباد وہ اضلاع ہیں جن میں ابھی تک یہ مہلک رسم پائی جاتی ہے۔ مگر مغربی شمالی کے دوسرے ضلعوں میں اب قانون دختر کشی کو جاری رکھنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت یہ ایکٹ صوبہ مغربی شمالی کے (۱۲) ضلعوں میں نافذ ہے۔ سال رپورٹ کے آغاز میں دختر کشی کا ایکٹ (۱۵۰۴) گاؤں میں جاری تھا اور اسی سال کے آخر تک (۵۵) موضع اس ایکٹ کے نفاذ سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ اس کے بعد بھی اور کئی گاؤں سے یہ ایکٹ اُٹھا دیا گیا ہے۔ اور رپورٹ مذکور میں اس بات کی سفارش درج ہے کہ اور گاؤں سے بھی اس ایکٹ کا نفاذ اٹھا لیا جائے۔ جن مواضع میں ڈولے کی رسم اختیار کر لی گئی ہے وہاں سے دختر کشی کا اصلی سبب دور ہو رہا ہے۔ کیونکہ ڈولی کی رسم کے بموجب لڑکیاں بیاہی جاتی ہیں۔ تو وہ اپنے والدین کو بجائے نقصان کے فائدہ دے جاتی ہیں اور اس لئے اُن کا وجود والدین کے لئے ایک عمدہ آمدنی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ جہاں کہیں ایک مرتبہ بھی یہ ڈولے کی رسم جاری ہو گئی ہے تو وہاں اس کی بڑی ترقی ہو جاتی ہے۔ آگرہ میں ڈولی کی رسم کو ہر سال ترقی ہے اور اس سے وہاں شادی بیاہ کے موقعوں پر لڑکیوں کی فروخت سے اچھی قیمت ہاتھ آتی ہے۔ ان تمام اضلاع میں سے جن میں دختر کشی کی رسم جاری ہے ضلع مین پوری نمبر اول ہے۔ اور انتہا درجہ کی ظلمت جہل وہاں چھائی ہوئی ہے۔ دو مقدموں میں جن میں والدین کی نسبت دختر کشی کا الزام لگایا تھا وہ عدم ثبوت جرم میں رہا کر دیے گئے۔ اس ضلع کے (۱۳۲) گاؤں میں سے جہاں سے کہ تعزیری پولس اٹھا دی گئی تھی اب پھر (۲۹) گاؤں میں اس پولس کے قائم کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی تجویز ہے کہ ضلع مین پوری کے اُن دیہات کی نگرانی کے لئے جہاں لڑکیاں بکثرت ماری جاتی ہیں ایک ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولس مقرر کیا جائے۔ سال زیر رپورٹ میں ان چار گاؤں میں جہاں کہ خصوصیت کے ساتھ دختر کشی کی واردا تیں عمل میں آتی ہیں (۹) اور گاؤں کا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی اس وقت (۱۳) موضع ایسے موجود ہیں جو دختر کشی کی وارداتوں میں نہایت ہی بدنام ہیں۔ اس وقت ضلع مین پوری میں لڑکوں کی تعداد کی نسبت

لڑکیون کی تعداد بہت کم ہے۔ سال گذشتہ کے آغاز مین تو فی صد لڑکیون سے (۴۴) اور آخیر مین (۴۲) لڑکے زیادہ تھے۔ ضلع اٹاوہ کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سال گذشتہ دختر کشی کے ایک مقدمہ مین مجرمین کو جو سنگین سزا دی گئی تھی اس کا بہت اچھا اثر دختر کشی والے دیہات پر پڑا۔ مگر افسوس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوجوان لڑکیان بیمار ہوتی مین تو قصداً ان کی طرف سے سخت غفلت کی جاتی ہے اس امر کی جانب سرکار نے اپنے رزولیوشن مین بہت زور دیا ہے اور مقامی پولس کو بڑی تاکید کے ساتھ بیمار لڑکیون کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ اگرچہ کہ گذشتہ سال ضلع اٹاوہ مین دختر کشی کی کوئی واردات نہین ہوئی تاہم اس ضلع مین بہت بڑی نگرانی کی ضرورت ہے۔ ضلع فرخ آباد مین اس سال فی صد لڑکیان اور لڑکون کی تعداد اوسطاً یہ تھی۔

لڑکیان (۱۰۰) اور لڑکے (۱۰۶) دختر کشی والے دیہات مین گو اس سال لڑکون کی تعداد مین کسیقدر کمی واقع ہوئی ہے۔ تاہم یہ کمی کوئی قابل اطمینان نہین ہے۔ لڑکیون اور لڑکون کی تعداد مین یہ فرق بھی بہت زیادہ ہے۔ اضلاع کانپور۔ جالون اور ہمیرپور مین اب دختر کشی کی واردات سننے مین نہین آتی۔ اس لئے تجویز ہے کہ ان بعض دیہات سے تعذیری پولس اٹھائی جائے جو اس مہلک رسم مین کچھ زمانہ پہلے تک بدنام تھے۔ صوبہ مغربی شمالی کے دوسرے اضلاع مین لڑکیون اور لڑکون کی تعداد مین اب بہت ہی کم فرق پایا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جرائم دختر کشی کا انسداد موثر طریقے سے ہو رہا ہے۔ جو اضلاع لڑکیون کے مارنے مین بدنام ہین اُن کے پیدائش کی اوسط تعداد ۱۸۹۵ء مین یہ تھی کہ (۵۳) لڑکے اور (۴۷) لڑکیان پیدا ہوئین اور تمام صوبہ مغربی و شمالی کی اوسط تعداد پیدائش (۵۲) لڑکے اور (۴۸) لڑکیان تھین ۱۸۹۵ء کی رپورٹ مین نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ جرائم دختر کشی مین اب بہت کمی ہے اور بجز خاص خاص مقامات کے اور کہین لڑکیان ماری نہین جاتی ہین۔

ان واقعات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ صوبہ مغربی شمالی مین عورتون کی نسبت ابھی بہت کچھ جہل ہے اور وہان کے عام لوگون کے خیالات زیادہ تر اصلاح طلب ہین۔ اگرچہ کہ براہ راست تو اب لڑکیان کم ماری جاتی ہین۔ مگر اس مین کوئی شک نہین کہ ان کے مارنے مین دوسری تدبیرون سے بھی کام لیا جاتا ہوگا

کمسن لڑکیون کا علاج نہ کرانا۔ انہین بھوکا رکھنا وغیرہ وغیرہ ایسے مہلک ذریعے ہین جن سے لڑکیان ماری جا سکتی ہین۔ عام لوگونکے خیالات کے درست کرنیکا عمدہ طریقہ جس سے اس ناپاک جرم کا استیصال بھی ہو سکتا ہے صرف یہی ہے کہ دیہات کے لوگون کی تعلیم و تربیت کی طرف سرکار توجہ فرماے اور لڑکون اور لڑکیون دونون کے لئے ابتدائی مدارس دیہات مین قائم کرے۔ ہمارے نزدیک اگر صوبہ مغربی شمالی مین جہان جہالت کی تاریکی چارون طرف پھیلی ہوئی ہے جبری تعلیم کا قانون نافذ کر دیا جاے تو نہایت ہی مناسب ہے جسقدر جلد لوگون مین مغربی تعلیم پھیلیگی اسیقدر جلد دختر کشی جیسی بیہودہ رسم کی مہلک رسمین دور ہوتی جائینگی ہمین اپنی سرکار انگریزی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے جو عورتون کی مصیبتین دور کرنے مین بدل ساعی ہے۔ راقم محب حسین ایڈیٹر

یاد رکھنے کے قابل عورتین

پچھلے زمانہ مین بہادری کے جو بڑے بڑے واقعات لکھے گئے ہین ان مین سے عورتون کی دلیر کارنامے سب سے زیادہ قابل یادگار ہین۔ ۱۸۹۰ئہ مین ایک آدمی لیوک اسپتال واقع نیویارک مین قریب المرگ تھا۔ طبیبون نے کہا کہ "اب کسی علاج سے اس کی جان بچ نہین سکتی۔ لیکن اگر اس کے جسم مین کسی تندرست آدمی کا خون داخل کیا جائے گا۔ تو البتہ امید زیست ہے" یہ جان بلب مریض ایک غریب اور بیکس آدمی تھا۔ اسلئے یہ توقع نہین ہو سکتی تھی کہ کوئی شخص اس کی جان بچانے کے لئے اپنا خون دینے پر آمادہ ہوگا۔ مگر جب ایک نوجوان۔ خوبصورت آئرلینڈ کی۔ رہنے والی لیڈی نے جو اس اسپتال مین "نرسنگ" یعنی تیمارداری کا کام سیکھتی تھی اپنا خون دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ تو اس کے اس ارادہ سے ڈاکٹرون کو سخت تعجب ہوا۔ یہ لیڈی ایک متمول خاندان کی لڑکی تھی پہلے تو ڈاکٹرون نے اس کے اس ارادے سے مخالفت ظاہر کی اور اس کو اس سے باز آنے کے لئے بہت کچھ سمجھایا۔ مگر جب اس نے کسی کی کوئی بات نہین مانی۔ تو ڈاکٹرون نے اس پر عمل جراحی کیا اور اس ہمدرد انسان لیڈی کا تندرست خون اس بیمار کے جسم مین پہنچایا اس علاج سے وہ جان بلب مریض اچھا ہوگیا اور اب وہ شہر جرسی مین سکونت پذیر ہے۔ لیڈی موصوف کئی مہینے تک بہت کمزو۔

رہی - لیکن پھر اس کے جسم مین پوری طاقت آگئی - اب اس بہادر عورت کی شادی ہوگئی ہے - اور وہ نیویارک کی مہذب سوسائٹی مین قابل پرستش سمجھی جاتی ہے - اور وہان لوگ اُس کو بڑی ہی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین -

چند سال کا عرصہ گذرا کہ ایک دایہ کسی زمیندار کے اکلوتے بچے کو گود مین لئے ہوے ایک دیہ کی ریلوے اسٹیشن کے چھوٹے سے پلیٹ فارم پر کھڑی ہوی ریل کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کہ اتنے مین دفعتاً اس کا پاؤن پھسلا اور وہ ریل کی پٹری پر جا کے گری اور اُس وقت ریل بھی نہایت ہی قریب آگئی - اب اس کی موت مین صرف چند ہی لمحون کا وقفہ تھا - اس نہایت ہی قلیل عرصے مین اس نے اپنی جان بچانے کی تو کوئی پروا نہ کی - مگر اس نے اس بچے کو فوراً پلیٹ فارم پر پھینک دیا جس کو لوگون نے جلدی سے اٹھا لیا اور ریل [illegible] اس کے اوپر سے گذر گئی اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا -

۲۲ وین مئی ۱۸۹۵ کا دن بھی ہیٹ لینڈ کے لوگون کو [illegible] یاد رہیگا - اس روز بڑی تیز ہوا چل رہی تھی - اور عورتین - بچے اور عام خلائق دریا کنارے اپنے دوستون کے آنیکا انتظار کر رہے تھے - تمام کشتیان حفاظت کے ساتھ کنارے پر پہنچ گئین - مگر ایک کشتی جو [illegible] کے پاس آنے مین الٹ گئی جس مین چار آدمی [illegible] دریا مین ڈوبنے لگے -

ان مین سے دو آدمی تو موجون کے تھپیڑے نہ سہہ کے غرق ہوگئے اور دو [illegible] کشتی کو بڑی قوت سے ساتھ پکڑے رہے - یہ خطرناک حالت دیکھکر ایک بہادر عورت [illegible] نامی نے اُن ڈوبتے ہوے آدمیون کے بچانے کا ارادہ کیا اور وہ جھٹ پٹ اپنی بہن کو ساتھ لیکر جس کی عمر پندرہ برس کی تھی ایک چھوٹی سی کشتی مین سوار ہوی اور طوفان زدہ دریا کی خوفناک موجون مین گھس کر ان آدمیون کی جان بچائی - اس بہادرانہ جرأت اور دلیرانہ کارروائی کے صلہ مین اس شجیع عورت کو ایک تمغہ دیا گیا -

ماہ ستمبر ۱۸۹۸ کی ایک رات کو شیرلف (ایک معزز عہدہ دار) کی ایک جماعت جس مین بیس مسلح جوان تھے گھوڑون پر سوار ہوکر ایک چور کے پکڑنے کے لئے روانہ ہوی جس کا نام اسمتھ تھا اور جو ہمیشہ گھوڑون کو چرائے جاتا تھا - قبل اسکے کہ یہ جماعت اس مکان کا محاصرہ کرلے جس مین وہ چور موجود تھا اسمتھ گھوڑے پر سوار بھاگتا ہوا دکھائی دیا - یہ دیکھکر تمام جماعت کے آدمیون نے فوراً اس کا تعاقب کیا

اور ایک بہت بڑی دوڑ اور جانفشانی کے بعد یہ مسلح جوان اس اوڑنے والے سارق کے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ جہان سے پستول کی گولی کارگر ہو سکتی تھی۔ انہون نے اس کے گولی ماری اور نشانے پر پورے طور سے پڑی۔ مگر زمین پر گرنے سے پہلے وہ دیر تک گھوڑے کی پیٹھ پر قائم رہا۔ جب شریف کے جوان اس مردہ چور کے پاس دوڑ کر آئے جو زمین پر چارون شانے چت پڑا ہوا تھا۔ تو اُس وقت انھین اس بات کے دریافت ہونے سے کمال حیرت ہوی کہ انھون نے استھہ کی نوجوان بیوی کو قتل کیا ہے۔ اس بہادر عورت نے اپنے شوہر کو بچانے کے لئے اسکی گرفتار کرنے والون کو دہوکا دیا۔ اور اپنے شوہر کا لباس پہنکر وہ مکان کے اندر سے اس لئے بھاگی تھی کہ اسکا تعاقب کیا جائے اور اس اثنا مین اس کا شوہر مکان سے فرار ہو جائے۔ یہ اس کی تدبیر کارگر ہوی اور استھہ بے داغ نکل گیا۔

کئی سال کا عرصہ ہوا کہ ایک گاؤن مین جس کا نام گرٹن ہے ایک کارخانہ مین آگ لگی جہان کہ کشتیان بنائی جاتی تھین۔ چندہی منٹ کے بعد آگ کے بڑے بڑے شعلے اس قدر بھڑکنے لگے کہ مقامی فائر بریگیڈ کے جوانون کی سخت ترین کوششین بھی بے کار ثابت ہوئین۔ مکان کی دیوارین اور بہت بڑی چھتین گرنے لگین اور یہ خوف تھا کہ اب تک کارخانہ کے بعض بدقسمت کاریگر اس جلتے ہوے مکان کے اندر ہین۔ اس خوف کی نسبت لوگون مین ابھی بحث ہی ہو رہی تھی کہ اتنے مین ایک عورت ان بھڑکتے ہوے شعلون مین گھستی ہوئی دکھائی دی۔ ایک لحظے کے بعد وہ نظر سے غائب ہوگئی اور پھر ایک مزدور کو اٹھا کر لائی اسی طرح تین دفعہ اس بہادر عورت نے آگ مین گھسکر تین آدمیون کو باہر نکالا۔ مگر جب وہ چوتھی دفعہ اس جلتے ہوے مکان کے اندر گئی۔ تو مکان کی دیوارین گرین اور یہ بہادر عورت جلتی ہوی کڑیون کے نیچے دب گئی۔ دوسرے دن جلی ہوی چیزون مین اس کی لاش بھی پائی گئی اور پھر وہ ایک مقامی قبرستان مین دفن کردی گئی۔ اس سورما عورت کی قبر پر ایک پتھر نصب ہے۔ جس سے اس کا یہ شریفانہ بہادری کا کام ظاہر ہوتا ہے۔

ان واقعات سے بخوبی ثابت ہے کہ عورتون مین بھی مردون سے کچھ کم جرات اور بہادری نہین ہے۔ مگر جن عورتون کو ابتدا سے عمر سے اسطرح پر رکھا جاتا ہے کہ جس سے ان مین انتہا درجہ کی

بزدلی اور ڈرپوک پن پیدا ہوجاتا ہے وہ البتہ جرات اور ہمت کے کامون مین حصہ نہین لے سکتی ہین۔ ورنہ فطرتاً عورتون مین بھی شجاعت اور جرات کے جوہر موجود ہین۔ راقم محب حسین ایڈیٹر

شادی کا مسئلہ نئی روشنی مین

نئی روشنی کے اکثر نوجوان جو صاحب استطاعت ہین اور انگریزی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ولایت کو جاتے ہین۔ اُن کو انگریزون کی سوسائٹی مین شامل ہوکر ایک نئی زندگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ہندوستان مین آکر جب وہ دیکھتے ہین کہ اُن کے گردو پیش جو لوگ موجود ہین اُن کو ورزش جسمانی کا ذرہ بھر شوق نہین ہے۔ نہ وہ انگریزون کی طرح کلب بناکر زندگی بسر کرتے ہین۔ نہ اخبارون کے مطالعے سے اُن کو کچھ دلچسپی ہوتی ہے۔ نہ اولاد کی تربیت کی پروا کرتے ہین۔ نہ سوشیل زندگی مین حفظان صحت اور صفائی کا کچھ خیال کرتے ہین۔ نہ ہوا اور روشنی مین سکونت رکھنے کے عادی ہین۔ نہ پوشش اور غذا مین اصول تہذیب اور قواعد طب کی پابندی کرتے ہین۔ نہ آداب مجلس مین شایستگی اور حسن اخلاق کا برتاو کرتے ہین۔ تو ایسے لوگون سے بالطبع نفرت ہوجاتی ہے اور وہ اُس سوسائٹی کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہین۔ اولڈ فیشن کے لوگ اُنپر طرح طرح کی پھبتیان کہتے ہین اور اُن کی نرالی وضع اور نئی تراش پر آوازے کستے ہین۔

اگرچہ بظاہر ابھی تک کوئی خطرہ اس گروہ کی طرف سے پیدا نہین ہوا ہے مگر عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے جبکہ اس گروہ کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔ اُن کی مستقل سوسائٹی تیار ہوکر اپنا نیا وجود دنیا مین قائم کرے گی۔ اور وہ اُن تمام قاعدون اور رسمون کو جن کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین، یکلخت درہم برہم کر ڈالینگے۔ اُن کی تند اور سرکش اور آزاد طبیعتین سوسائٹی کے کسی قانون کے سامنے اپنی گردن نہین جھکائنگی۔ اور ایک عام سوشیل بغاوت پھیل جائے گی ، جو سیلاب کی طرح تمام اچھے اور برے دستورون کو ، جن پر صدیون سے سوسائٹی کا عملدرآمد رہا ہے بہا لیجائیگی۔ اُس وقت کسی دستور کی نسبت نہین کیا جائے گا کہ وہ اچھا تھا ، یا برا تھا اور اُس کے اچھے یا برے ہونے کی کیا دلیل تھی۔ اور کیون اُس کو ترک کیا گیا۔ کیونکہ زمانے کا عام میلان اور رجحان جس طرف ہوجاتا ہے کوئی اُس پر غور

نہین کرتا کہ یہ عام میلان اور رجحان کیونکر پیدا ہوا اور ہوا کا یہ رخ بدلنا فائدہ پہونچائے گا یا نقصان ایسے نازک وقت مین اس زبردست قوت کے میلان اور اُس پُر زور دریا کے بہاؤ کو عقلی یا نقلی استدلال سے روکنا دشوار ہوجاتا ہے پس اُس سے پیشتر کہ یہ ہولناک خطرہ نمودار ہو ہم کو نئی روشنی والون کے خیالات پر مطلع ہونا چاہئے اور ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ وہ کیا مانگتے ہین اور ہم کیا دے سکتے ہین ۔

مین اس وقت اُن تمام حقوق پر بحث نہین کرونگا، جو نئی روشنی والے مانگ رہے ہین اور ہم اُن کے دینے مین بخل کرتے ہین بلکہ صرف شادی کے مسئلہ پر ایک نظر ڈالونگا ۔ نئی روشنی کے علمبردار نوجوان ذیل کے حقوق شادی کے باب مین طلب کر رہے ہین ۔

(۱) عورت حسین اور تندرست اور نیک سیرت ہو اور شادی سے پہلے شوہر اُس کو دیکھ سکے اور اُس سے بات چیت کر سکے ۔

(۲) عورت قریب کے رشتہ کی نہ ہو اور شریف خاندان کی اور تربیت یافتہ ہو ۔

(۳) مہر حسب حیثیت باندھا جائے ۔ اور شادی کی فضول رسمین جن سے اسراف اور بدتہذیبی پائی جاتی ہے ادا نہ کی جائین ۔

یہ تین مُہتم بالشان باتین ہین جنکا نئی روشنی کے نوجوانون مین چرچا ہے اور جنکی نسبت یہ صدا اُن کی مجلسون مین بلند ہوتی ہے کہ اگر یہ حقوق ہمکو نہ ملے، تو یا تو ہم عمر بھر تجرد کی زندگی بسر کرینگے یا ولایت جاکر اپنی ہم خیال اور ہم تربیت حسین بیویان بیاہ کر لائینگے ۔ اب ہم دیکھتے ہین کہ آیا یہ تین باتین ایسی ہین جن کے باب مین مذہب کوئی فتویٰ نہین دیتا ۔ یا مذہب کے احکام اُنکی خواہشون کی بالکل مخالف ہین

امام غزالی نے جن کی کتاب احیاء العلوم ادب اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اپنی اسی کتاب مین لکھا ہے کہ "میان بیوی کے درمیان نکاح سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے اُس کے ہمیشہ قائم رکھنے اور زندگی کی لطافت اور مسرت کو ترقی دینے کے لئے اسباب کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ عورت خوبصورت ہو ۔ کیونکہ حسن و جمال اُلفت کے سلسلہ مین مضبوط گرہ لگاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے

جو آیا لوگ ... ایسے لوگ کا کام ہے۔ اُن کو ایسا لباس پہنواتا ہے جس سے اون کا بدن نظر آنے
سکتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ہم لوگ عورت لوگ کو پردہ مین رکہتا ہے۔ اُن سے چکی چلواتا ہے دانہ
پسواتا ہے جو قلی لوگ یا بیل لوگ یا بہینسہ لوگ کا کام ہے۔ عورت لوگ یا آدمی لوگ کا کام نہین ہی۔
سب سے زیادہ ظلم یہ کرتا ہے کہ عورت لوگ کو ہوا کہانے کے لیے باہر نکلنے نہین دیتا۔ ٹھنڈی سڑک
پر جانے نہین دیتا بلکہ گھر کی چار دیواری مین قیدی لوگ کی طرح قید رکہتا ہے اگر کوئی جنٹلمین ہمارا
دوست یا واقف تمہارے گھر مین آتا ہے تو تم عورت لوگ سے ملنے نہین دیتا حتی کہ ہاتھ ملانے نہین دیتا
تم لوگ ایسی عمر مین بچون کا بیاہ شادی کر دیتا ہے جو کسی صورت سے شادی کے دن خیال نہین کئے جاتے
تم لوگ عورت لوگ کے پاؤن مین بہت ہی کم موزے پہنواتا ہے حتی کہ اکثر جوتہ بھی نہین پہنواتا غرض
تم لوگ عورت لوگ سے وہ سلوک کرتا ہے جو کوئی وحشی بھی وحشیون سے کرنے نہین سکتا۔ اور
پھر ہم لوگ پر اعتراض کرتا ہے۔ ہماری ذرا سی بات کا جب تک بتنگڑ نہین بنا لیتا ہمارا پیچھا نہین
چھوڑتا اور کہتا ہے کہ ہم لوگ صاف پاک، تم لوگ عیبدار او اولڈمین! تم اپنے گریبان مین منہ ڈالکر
دیکھنے سکتا ہے کہ یہ جتنا عیب جتنا الزام ہم تم لوگ پر لگاتا ہے وہ سچ ہے یا نہین۔ تم لوگ یاد کرو
کہ جو سختی یا قہر تم لوگ عورت لوگ پر کرتا ہے اونکا نتیجہ ضرور ملے گا اب ہم تم کو تمہاری ہی بولی
مین سمجھاتا ہے۔ دیکھو تمہارا بڑا سعدی کیا کہتا ہے۔ ع۔ تو ستمگر بودی (مغرور) بر حلم خدا !! دیر
گیرد سخت گیرد مر ترا !!

اولڈمین۔ مین نے یہ کب کہا کہ عورتون کو غلامی کی حالت مین رکھا جاوے۔ ہندوستان
مین جسقدر عورتون کی عزت حقیقی طور پر کی جاتی ہے کسی اور ملک مین نہین کی جاتی عورتون کو
اردہانگی کہا جاتا ہے یعنی وہ مرد کا نصف جسم سمجھی جاتی ہین بقول منوجی مہاراج کے جس گھر مین عورت
کی عزت نہین ہوتی یا عورت خوش نہین رہتی وہ گھر کبھی آباد نہین ہوتا اور جس گھر مین عورت
کی عزت ہوتی ہے وہ گھر آباد رہتا ہے لیکن باوجود اس کے مین عورتون کے لئے اُس درجہ
کی آزادی کو پسند نہین کرتا جس درجہ کی آزادی کو آپ پسند کرتے ہین۔ مین کبھی یہ گوارا نہین

کروں گا کہ عورتیں بیگانے مردوں کے ساتھ گاڑیوں پر بیٹھ کر ہواخوری کریں یا تھیٹروں میں جا کر تماشہ دیکھیں یا بال میں شامل ہو کر ناچ میں مصروف ہوں مجھے اگر اعتراض ہے تو اسقدر کہ عورتوں کو ایسی آزادی نہ دی جاوے جو کئی بواعث سے اُن کے لئے مفید نہیں سمجھی جا سکتی۔ اس کا مضائقہ نہیں کہ مرد عورتوں کی ویسی ہی عزت کریں جیسی شریف لیڈیوں کی کرنی چاہئے اُن کے آرام اور آسایش کا ویسا ہی خیال رکھیں جیسا ایک ذی روح کو دوسری ذی روح کا رکھنا چاہئیے اگر خدا توفیق دے تو عورتوں سے وہ کام نہ لینا چاہئے جو غریب پنہاریوں سے لیا جاتا ہے یا باورچیوں سے۔ لیکن اگر پلے نہ ہوں تین کانے اور توفیق نہ ہو باورچی رکھنے کی تو اُس صورت میں عورتیں مصیبت میں ساتھ نہ دیں تو کون دے امیری کے سامان دولت سے ہو سکتے ہیں اور جب دولت ہی نہ ہو تب امیری کس بھروسے پر کی جائے کیا قرض دام لیکر امیرانہ سامان رکھا جاوے ایسی امیری کو دور سے سلام ؎ بہ تمنائے گوشت مردن بہ از تقاضائے زشت قصابان۔ انسان کو ہر حال میں اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پسارنے چاہئیں اگر آمدنی پانچ روپیہ ماہوار کی ہو تو خرچ چار روپیہ ماہوار کا رکھنا چاہیے ؎ بر احوال آن کس بباید گریست۔ کہ آمد بود نوزدہ خرچ بیست۔

جنٹلمین۔ او لڈ مین۔ میں نصیحت سننا نہیں چاہتا تم نے پھر نصیحت کا بات شروع کر دیا۔ تم ہمارے اصل سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

اولڈمین۔ حضور ناراض نہ ہوں۔ بزرگوں نے جو اصول قائم کئے تھے وہ بڑی ہی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی تھے۔ آپ ضرور فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عورتیں چاردیواری سے باہر نہیں نکل سکتیں یا کھلم کھلا بازاروں میں نہیں پھر سکتیں یا تھیٹروں میں شامل نہیں ہو سکتیں یا ناچ رنگ کے جلسوں میں شامل نہیں ہو سکتیں مگر جب آپ غور سے دیکھیں گے تو اُس میں کوئی بھی برائی نہیں۔ عورتوں کو نامحرموں کی نظروں سے بچانا یا اونہیں ایسی کھلی آزادی نہ دینا جیسی آپ لوگ چاہتے ہیں بڑی عقلمندی کی بات ہے جس عورت پر کسی غیر آدمی کی نظر نہ پڑے گی یا وہ کسی ایسی صحبت یا سوسائٹی میں نہ جا سکے گی جہاں جانے سے اُس کی پاکدامنی میں خلل آنے کا اندیشہ ہو

یا ایسی حرکت نہ دیکھہ سکے گی جس کے دیکھنے سے طبیعت کو برائی کی طرف توجہ نہو وہاں ہر طرح سے
خوبی اور بھلائی ہی پیدا ہو گی -

جنٹلمین (بڑے جوش مین آکر) تم لوگ زمانہ کی رفتار کو نہین روک سکتا - اب وہ زمانہ
نہین ہے کہ ہم اونہین اصول پر چلین کہ جن اصول پر تمہارے جیسا بیوقوف لوگ پہلے چلا تہا اور اب
بھی چلنے چاہتا ہے او اولڈ مین ! تم لوک جب جوش مین ہوتا ہے تب ضرور کہتا ہے کہ زمانہ با تو نہ
سازد تو بازمانہ بساز - مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تب سب کچھہ بھول جاتا ہے او اولڈ مین یہ کب ہونے
سکتا ہے کہ ہمارا بہائی جس کا نام مسٹر ککس مارننگ ہے ولایت سے بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے واپس
آئے اور وہین سے ایک میڈم کو بیاہ کر کے نہ لائے وہ تو صاحب لوگ کی مانند موافق گذران کریگا
اپنی میڈم صاحبہ کے ساتھہ ایک ہی فٹن پر سوار ہو کر ہوا خوری کو جائے گا اور تہیٹروں مین شامل ہو دیگا
بال کے جلسون مین مع میڈم صاحبہ کے جائے گا - اور ہم تم جیسا بیوقوف لوگ کے کہنے پر عمل کر کے
گہر کی چار دیواری سے اپنی عورت کو اپنے ساتھہ لے کر ہوا خوری کو بھی باہر نہ جاوے گا - او اولڈ مین
ہم لوگ تم لوگ کی طرح لکیر کا فقیر نہین ہے - او اولڈ مین ! تم لوگ کے روکنے سے کوئی رک
نہین سکتا - ہم جتنا صاحب لوگ کہلاتا ہے یا جنٹلمین کے نام سے شہرت حاصل رکہتا ہے سب پرانی
دستور کو چیر پہاڑ کر پہنک دے گا - او اولڈ مین ! ہم سب صاحب لوگ اپنی اپنی مرضی پر چلے گا -
ہم لوگ تم لوگ کا غلام نہین ہے جو تم لوگ کا پیروی کرے ہم لوگ وہی کام پسند کرے گا جس کو سب
جنٹلمین پسند کرتا ہے - تمرا (تمہارا) وہ راہ اور ہمرا (ہمارا) یہ راہ -

اولڈ مین - ہم نے تسلیم کیا کہ اولڈ فیشن کی ساری بات نامعقول سارا انتظام خراب - لیکن آپ
یہ تو فرمائین کہ نیو فیشن کے کونسے دستور پسندیدہ ہین - کونسے رواج معقول ہین - میرے خیال
مین جیسے اولڈ فیشن کے بہت سے دستور اصلاح طلب ہین ویسے ہی نیو فیشن کے اکثر دستور
ناپسندیدہ ہین -

جنٹلمین - او اولڈ مین تمہارا مغز کو واہی تباہی خیالات نے چاٹ لیا تم جو بات کرتا ہے ہٹ دہرمی

کی کرتا ہے اولڈ فیشن کیا اور اُس کی تعریف کیا اولڈ فیشن سے تو خدا بھی خوش نہین اگر خدا خوش
ہوتا تو کیون نیو فیشن قائم ہوتا ۔

اولڈ فیشن ۔ خدا کسی فیشن سے ناخوش نہین وہ اپنی تمام مخلوق کو محبت کی نگاہ سے
دیکھتا ہے ۔ یہ ہماری غلطی ہے جو ہم سمجھتے ہین کہ وہ کسی خاص جماعت سے ناخوش ہے اگر خدا کو منظور
ہوتا کہ اولڈ فیشن قائم نہ رہے تو اب تک اولڈ فیشن کیون قائم رہتا ۔

جنٹلمین ۔ خدا کو اگر یہ منظور ہوتا کہ اولڈ فیشن قائم رہے تو نیو فیشن قائم نہ ہوتا ۔ ہم پیچدار بات
کرنے والا نہین ہم صاف صاف کہنے والا ہے ۔

اولڈ فیشن ۔ آپ تو صاف صاف کہنے والے ہین ۔ لیکن آپ یہ تو فرمائین کہ اولڈ فیشن نے
کیا برائی کی جس پر آپ بھی اسقدر ناخوش ہین اور خدا کا بھی اسقدر عتاب ظاہر فرماتے ہین یہ سیدھا
سادا فیشن یہ مرنج و مرنجان چال پر چلنے والون کا فیشن کسی طرح پر نفرت کے قابل نہین ۔

جنٹلمین ۔ پھر وہی بات ۔ پھر اولڈ فیشن کا تعریف ۔ اولڈ فیشن کا ایک ایک بات خراب ۔

اولڈ فیشن ۔ مثال کے طور پر ایک بات کا تو ذکر کیجئے ۔

جنٹلمین ۔ تم لوگ عورت لوگ کو قید رکھتا ہے یہ کونسا عزت یہ کونسا نیک کام ۔ تم لوگ خود گاڑی
پر سوار ہو کر ہوا کھاتا ہے اور تمہارا عورت لوگ پنجرے مین بند رہتا ہے ۔ تم کلکتہ ۔ مدراس ۔ الہ باد
جاتا ہے اور تمہارا عورت لوگ گھر کی چوکھٹ سے باہر قدم نہین رکھہ سکتا ۔ تم لوگ عمدہ لباس پہنتے
مگر عورت لوگ پسنہاری کی طرح خراب کپڑے پہنتا ہے ۔ تم لوگ عورت لوگ سے وہ کام لیتا ہے
جو مہذب لوگ قلیون سے لیتا ہے وہ لوگ تمہارا ماما اور رچی کا کام بھی دیتا ہے ۔

اولڈ مین ۔ آپ چاہتے ہین کہ عورتین آزاد ہو جائین ۔ کھلی گاڑی پر بیٹھہ کر ہوا کھائین ۔ عورتون
کو اسقدر آزادی دینا ہم لوگ پسند نہین کرتے ۔

جنٹلمین ۔ بس اس سمجھہ پر اولڈ فیشن کی تعریف کرتا ہے ۔ جب تک مان لوگ آزاد نہ ہوگا بچہ لوگ
کسطرح آزاد ہوگا اگر تم لوگ چاہے کہ بچہ لوگ آزاد ہو تو بہتر ہے کہ پہلے مان لوگ آزاد ہو ۔

اولڈ مین - یہ دوسرے کا دستور جو بزرگوں کے وقت سے چلا آتا ہے وہ خاص خاص مصلحتوں سے خالی نہیں -

جنٹلمین - آپ کے بزرگ جائیں جہنم مین - ہم وہی دستور پسند کرتا ہے جو لارڈ لوگ - ارل لوگ مارکویس لوگ - جنٹلمین لوگ پسند کرتا ہے - کیا اُن کا عقل تمہارے بزرگون کی عقل کے مانک (موافق) نہیں ہے کیا وہ نادان ہے اور تمہارا بزرگ ہوشیار - تم لوگ اگر ایک کتاب بڑا ہوا ہے تو وہ دنیا کی تمام ہسٹری سے واقف ہے تم لوگ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ اُن کا دستور عمدہ ہے -

اولڈ مین - آپ ہمارے بزرگون کی نسبت جو چاہین سو زبان پر لائین مین آپ کو روک نہیں سکتا لیکن آپ یاد رکھین کہ اُن کے دستور اُن کے رواج مصلحت سے خالی نہ تھے -

جنٹلمین - رواج وہی پسندیدہ سمجھا جاتا ہے جو عام پسند ہو اور جسے عقل سلیم پسند کرے آپ کے رواج آپ جیسے چند آدمیون کے پسند کئے ہوئے ہین مگر کسی مہذب آدمی کا کانشنس کبھی اونہین پسند نہ کرے گا - آپ دلائل سے ثابت کرین کہ مردون کے حقوق عورتون سے کیون زیادہ ہین آپ وجوہات سے ثابت کرین عورتون کو کیون مردون کے برابر آزادی نہ دی جاوے - آپ وہ بواعث بیان کرین جو عورتون کو تعلیم دلانے کے مانع ہو سکتے ہین جب تک عقل سے آپ اپنے رواج کی تائید نہ کرین گے تب تک آپ کے رواج عملدرآمد کے قابل نہین اور ایسے رواجون کی قانوناً بھی کوئی وقعت نہین اور اگر کوئی اُن کے برخلاف عمل کرے تو اس مین کوئی ہرج نہین یہ کونسا رواج ہے کہ اگر آپ کے دادا یا آپ کے باپ نے اپنی لڑکیون کو زیور علم سے آراستہ نہ کیا آپ بھی نہ کرین - یہ کونسا رواج ہے کہ اگر آپ کے دادا یا آپ کے باپ نے گھر کی عورتون کو چوکھٹ سے باہر نکلنے نہ دیا - تو آپ بھی ایسا نہ کرنے دین - یہ کونسا رواج ہے کہ اگر آپ کا دادا یا آپ کا باپ گھر کی عورتون سے وکالت یا دوا فروشی کا کام نہ لین تو آپ بھی اوسی لکیر کے فقیر بنین - مین آپ کے ایسے رواجون اور ایسی شورلون کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہون کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ وہ بالکل عقل کے خلاف ہین اور مصلحت وقت کے لحاظ سے چھوڑ دینے کے لائق ہین رواج وہ پسندیدہ ہے جسکی خوبی اور عمدگی کو کم سے کم اپنا کانشنس تو مانتے فقط آدمی

شادی بیاہ کا ہیکو اچھا خاصا بیوپار ہے

اودہ اخبار لکھتا ہے کہ منگنی کے بعد شگنیتر کا چھوٹ جانا اور عقد کے چند روز بعد طلاق ہو جاتے اکثر دیکھا اور سنا گیا ہے مگر بالفعل لکھنو میں ایک برات دیکھنے میں آئی۔ کاظمین شریفین کے رہنے والے ایک صاحب متولی وقف کے صاحبزادے کی شادی ایک مرزا صاحب بڑے کارخانہ دار کامدانی کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی اثنا سے گفتگو میں دلھن والون نے دولھا کے موروث اعلیٰ سے جو اُس جایداد وقفیہ کے متولی تھے کہا کہ اگر آپ جائداد موقوفہ کی تولیت ہماری لڑکی کے نام لکھ کر رجسٹری کرا دین تو ہم بلا تامل شادی کر دین دولھا والون نے اقرار کیا اور مانجھی اور مہندی ساچق کی سب رسمین ادا ہوئین مگر تولیت نامہ کی نوشت وخوا ند کی نوبت نہ آئی تھی کہ شب برات آگئی اور دولھا والون نے اپنے مکان پر نہایت زیب وزینت سے محفل رقص وسرود گرم کی نہایت مکلّف طور سے دوست و احباب کی دعوت کی اور صبح ہوتے ہی دولھا کو خلعت وغیرہ پہنا سر پر سہرہ باندھ جلوس آراستہ کر کے نہایت تُزک واحتشام کے ساتھ دوپہر کو چوک ہوتے ہوے جوہری محلہ مین دُلھن والون کے مکان پر چڑھ دوڑے مگر وہان پہونچکر جو دیکھتے ہیں تو تار بگڑا ہوا ہے رنگ بدرنگ ہو رہا ہے کارخانہ بند مکان کا دروازہ مقفل نہ کہین بیٹھنے کی جگہ نہ برات اُترنے کا ٹھکانا۔ چیختے ہین چلاتے ہین وہان سماعت ہی نہین ہوتی آخر کار جب کوشش بلیغ اور گفتگو ے بسیار کے بعد سبب تولیت کا جھگڑا معلوم ہوا اور کوئی امر طے نہ پایا تو دولھا والے دولھا کو اُسی شان وشوکت سے ہاتھی پر سوار کئے جلوس ہمراہ لئے باجے بجتے ہوے اُس شادی ومسرت کے ساتھ خندہ پیشانی ہنسی خوشی اپنے گھر بے نیل مقصود واپس آسے اُسوقت انپر یہ مثل صادق آتی تھی کہان گئے تھے کہین نہین۔ کہان سے آئے کہین سے نہین۔

اب دیکھیے جانبین مین سے کدھر سے رخصت کرا پانے کا دعویٰ اور کس طرف سے ہرجہ دلاپانے کا استغاثہ دائر ہوتا ہے۔

وزیر انگلستان کی بیگم کی موت

۲۰ نومبر ۱۸۹۹ء کا تار ولایت سے افسوسناک خبر لایا کہ انگلینڈ کے موجودہ وزیر اعظم اور زمانہ حال کے لاثانی مدبّر لارڈ سالسبری کی بیوی نے انتقال کیا۔ مرحومہ سر ایڈورڈ الڈرسن ایک مشہور جج کی لڑکی تہی۔ ۱۸۵۷ء مین شادی ہوئی تہی۔ اُس زمانہ مین لارڈ سالسبری کا والد زندہ تہا۔ اور اُسوقت لارڈ سالسبری کا نام لارڈ سیسل تھا۔ شاید اس خیال سے کہ جسکو لارڈ سیسل نے شادی کے لئے پسند کیا۔ اسکی رگون مین پشتینی امیرونکا خون نہین تھا۔ اور سالسبری کے ارل مشہور اور بڑا سے خاندانی امیر ہین۔ لارڈ سیسل کے والد ارل سالسبری نے شادی کیلئے رضامندی ظاہر نہ کی۔ لیکن جوڑے مین باہم محبت ہوچکی تہی۔ ایک دوسرے پر فریفتہ ہو رہا تھا۔ باہمی آزمایش کا وقت گذر چکا تھا۔ اور دونون فریق ہر ایک خیال سے ایک دوسرے کے امتحان مین پورے اتر چکے تہے۔ مل جل کر زندگی بسر کرنے کا عہد جو ہوچکا تھا کس طرح ٹوٹ جاتا۔ لارڈ سیسل نے باپ کی نارضامندی کی کچہہ پرواہ نہ کی۔ اور جہٹ سے شادی کرلی۔ باپ کا غصہ بڑہا۔ اور اُسنے بیٹے کا معمولی گذارہ بہی بند کردیا۔ اُس وقت لارڈ سیسل کی عمر ۲۷ سال کی تہی۔ اور وہ قصبہ سٹمفورڈ کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر تہا۔

مصیبت انسان کے لئے کسوٹی ہے۔ مصیبت مین اچھے بُرے جوہر معلوم ہوجاتے ہین۔ شروع جوانی مین جب کہ بیوی کا خرچ بہی پڑگیا تھا۔ لارڈ سیسل کا گذارہ بند ہوجانا ایک مصیبت تہی۔ لیکن دراصل یہی مصیبت تہی کہ جس نے لارڈ سیسل کو حال کا لارڈ سالسبری اور لاثانی مدبّر بنادیا۔

گذارہ نہونا ہی تھا کہ لارڈ سیسل نے چارونطرف نظر دوڑائی۔ دو کام کو چن لیا۔

ایک فن تحریر۔ اور دوسرا فن کیمیا۔ کیمسٹری کے تجربے کرنے اور اُجرت پر اخبارون
اور رسالون مین مضمون نگاری کا کام شروع کر دیا۔ انگلینڈ کے اخبار ہندوستانی
اخبار تو ہی نہین۔ کہ معمولی اخراجات پورے ہنو سکین اور برسون کے جاری شدہ اخبارن
کو اتنی سکت ہنو کہ وہ ایک مستند فاضل اور زبردست اہل الرائے کے خدمات
بطور ایڈیٹر حاصل کر سکین۔ وہان ہزارون ماہوار اڈیٹرون کو دینے کے علاوہ ہر
ایک رسالہ اور اخبار ہزارون ہی مضمون نگارون اور نامہ نگارونکو مہینے مین دیتا
ہے۔ چنانچہ اخبار لنڈن ٹائمز کے نامہ نگار مقیم پیرس (دار الخلافہ فرانس) کی تنخواہ
گورنمنٹ انگلستان کے سفیر متعینہ پیرس سے زیادہ ہے۔ اور پیرس کے سفیر کس
حیثیت سے ہوتے ہین؟ یہ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ہمارے سابق گورنر جنرل
لارڈ ڈفرن ہندوستان کی گورنر جنرلی سے واپس جاکر سفیر پیرس مقرر ہوئے تھے۔
اخبارون اور رسالون مین مضمون نویسی نے لارڈ سسیل کو نہ صرف معمولی اخراجات
کے تفکرات سے نجات دی بلکہ قوت متفکرہ کو بڑھا کر لوگون کے دلون مین انکی
قابلیت اور معاملہ فہمی کا سکہ بٹھا دیا۔ لارڈ سسیل زیادہ تر کواٹرلی ریویو ایک
مشہور رسالے مین اجرتی مضامین لکھا کرتے تھے۔

پیار کرنیوالی بیوی گھر کے کام کاج کے علاوہ خاوند کو ہر ایک کام مین مدد دیتی
تہی۔ دونون مین ایسی محبت تہی۔ کہ لارڈ سسیل کو باپ کیطرف سے کوئی رنج ہنوا۔
۱۸۶۸ء مین ارل سالسبری مرگیا۔ لارڈ سسیل کا بڑا بہائی پہلے ہی ۱۸۶۵ء مین گذر
گیا تہا۔ لارڈ سسیل مارکوئیس آف سالسبری بن گئے۔ ساری موروثی جائداد و
دولت پر قبضہ پایا۔ ساری تکلیفین ختم ہوئین۔

۴۴ سال کے بعد ظالم موت نے ایک دوسرے پر فدا جوڑے مین تفرقہ
ڈالدیا۔ لیڈی سالسبری بڑی عقلمند بڑی شریف اور بڑی معاملہ فہم عورت تہین۔ وہ

خاوندکو پرائیوٹ طور پر پبلک معاملات کے متعلق مدد دیتی تہین۔ لارڈ سالسبری کیلئے یہ صدمہ سخت ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ شاید لارڈ سالسبری اب پبلک لائف سے علیحدہ ہوجائین۔

جنگ ٹرانسوال کے متعلق جب پہلے ہی لارڈ سالسبری تفکرات مین پڑے ہوئے تھے۔ اوپر سے یہ چوٹ سخت پڑی ہے۔ ساری انگلش قوم کو لارڈ سالسبری سے دلی ہمدردی ہے۔ مرحومہ نین ماہ سے بیمار تھین۔ (پبلک گزٹ)

ایک ہالیوس ستی

بعض اردو اخبار لکھتے ہین کہ کمشا ضلع بیجاپور مین ایک شخص بیاد اگرنا ۲ نومبر کو انتقال کیا۔ مرگیا بس یہی اسکے تمام خاندان کے لوگون کو باستثناے اسکی بیوی کے نہایت ہی اندوہ وقلق ہوا تمام خاندان اسکی بے ہنگام موت پر گریہ وبکا کررہا تھا۔ لیکن اسکی نوجوان زوجہ بالکل خاموش تھی۔ اس نے پہلے نہاکر نئی ساری باندہی پھر ایک ہندو سہاگن کیطرح اپنے تئین آراستہ کیا اور لوگون سے کہا لاش مرگھٹ کو لے چلو مین اسکے ساتھ ستی ہونگی۔ اُس نے اپنے سامعین کو یقین دلایا کہ آگ کی ضرورت نہین ہے آگ خود میرے جسم سے پیدا ہوگی اور اس سے اُسکی اور اُسکے شوہر کی لاش جل جائیگی یہ بات اُس نے اسطرح کہی جس سے لوگون کو سخت استعجاب ہوا اب یہ خبر تمام گانون مین مشہور ہوئی۔ اور سب لوگ اُس موقع پر جمع ہوے۔ ہونے والی ستی نے اپنے عزیزون سے چتا پر چڑہنے کی اجازت چاہی۔ اب اہل موقع کی ایک مجلس شوریٰ جمع ہوئی۔ کچھ لوگ عورت کی جانب تھے۔ لیکن ایک جماعت اسکے مخالف تھی۔ آخر ایک شخص سرپنچ قرار دیا گیا۔ جس نے یہ فیصلہ کیا کہ برٹش گورنمنٹ کے قلمرو مین ستی ہونے کی قطعی ممانعت ہے۔ اس پر بیوہ نے بہت کچھ اصرار کیا۔ اور آخر موقع کے سولہ نوجوان زبردستی پکڑکر اُسکو

مکان مین لے گئے - جہان وہ ایک کوٹھری مین بند کر دی گئی - اسکے بعد کیسل سنگہ کی لاش جلائی گئی - بیوہ تین روز تک کوٹھری مین خاک پر بالکل بے جان پڑی رہی اس کے بعد اسکا جسم ایسا سیاہ پڑ گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا آگ مین جلایا گیا ہے - چوتھے روز ایک سنیاسی نے بمشکل تمام تھوڑا سا امرت اور تلسی کا عرق پلایا - فی الحال کسیقدر اسکی حالت بہتر معلوم ہوتی ہے - مگر جان بر ہونے کی کوئی امید نہین ہے -

معلم نسوان - اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے جنون خودکشی کی حالت مین اپنے جسم کے کپڑون مین دیا سلائی سے آگ لگائی ہوگی - اور اسکا بدن آگ سے جلا ہوگا - ورنہ کوئی سبب نہین کہ اسکا تمام جسم سیاہ ہو جاوے - لوگون کی یہ خوش اعتقادی بہت ہی قابل نفرت ہے - جس سے اس قسم کی خودکشیان آئے دن ہوا کرتی ہین -

ازدواج قیدیان دایم الحبس کیلئے کیا کارروائی ہونا چاہیے

ہم اپنے لیجسلیٹیف کونسل کو آج ایک بڑے مفید کام کیطرف متوجہ کرنا چاہتے ہین اور ہمارے زعم مین وہ اسقدر نافع ہے کہ بیوہ عورتون کے ازدواج کمر بھی کسقدر زیادہ گورنمنٹ کو لازم ہے کہ اس نازک معاملہ مین غور فرماوے ہماری بدقسمتی سے جملہ ممالک محروسہ برٹش گورنمنٹ آف انڈیا سے کم از کم سالانہ قریب پانسو باشندون کے حبس دوام بعبور دریاے شور کی سزا مین کالے پانی بھیجے جاتے ہین اور اُن مین نصف سے زیادہ مجرم عیالدار پائے جاتے ہین اور اس نصف کے دو ثلث اِن مذاہب کے پیرو ہوتے ہین جنمین از روے مذہب اون کی جورُون کو ازدواج کمر نا جایز نہین لیکن اس سبب سے کہ ہنوز اون کے شوہر زندہ ہین اور وہ پہلے نکاح کی زنجیر مین پابستہ ہین مجرم کی عورت اگر رسوم

قدیمہ کی پابندی نہ کرے اور نکاح کرلے تو اوس کے شوہر کے اہل کفو و نیز اوس عورت کے ذوی القربے قانوناً اوس سے کسی قسم کا مواخذہ کرنے کے مستحق نہین - مگر ایک ایسے شخص کی جورو کہ جو زندہ درگور ہونے کا حکم رکھتا ہے نکاح ثانی کرنے سے معذور ہے کیونکہ اوس نکاح کرنے کی حالت مین زوج ثانی قانوناً اوس سزا کا مستحق قرار پاسکتا ہے کہ جو زنا سے محصنہ کرنے والے کے لئے مقرر ہوئی ہے اور خود وہ بھی جزا سے عمل سے محفوظ نہین رہ سکتی -

بامعان نظر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت پر ایک ناروا قید ہے اور اس سے وہی مضرت انگیز نتائج ظاہر ہو سکتے ہین کہ جو عام جوان بیوہ عورتون کی نسبت خیال کئے گئے ہین - ہمارے نزدیک یہ مناسب ہوگا کہ جب حکم سزا دایم الحبس مجرمون کی نسبت صادر ہوا کرے تو اوس مقام کے سشن سے چالان ہونے کے قبل اون سے دریافت کیا جاسے کہ آیا وہ عیال و اطفال رکھتے ہین یا نہین اور جو مجرم صاحب عیال ثابت ہو - اوس مقام کے تحصیلدار کی معرفت جہان مجرم رہتا ہے اس امر کی تحقیقات کرائی جائے کہ اوسکی بی بی کی عمر کیا ہے اگر چالیس برس سے کم ہو تو مجسٹریٹ ضلع کے پاس وہ قیدی بھیجا جاسے اور وہ اوسکو مناسب و نرم الفاظ مین مشفقانہ طور پر فہمایش کرے کہ اب تو تمہارے حق مین نوشتہ قضا و قدر جو کچھ تھا سو پورا ہوا اور تم ایسی جگہ جاتے ہو کہ بار صفاب ظاہر تمہارے واپس آنے کی کوئی امید نہین - پھر اس حالت مین اپنی بیوی کے لئے کیا کر چلے ہو - لازم ہے کہ تم اوسکو اپنے نکاح کی قید سے مخلصی بخشو - اور کسی شایستہ ہندوستانی اہلکار کے ذریعہ سے نہایت نرم اور موثر طور پر اوسکو وہ قباحتین سمجھانی چاہئین کہ جو عورت کو عالم تجرید مین رہنے پر مجبور کرنے سے لاحق ہوتی ہین ہندوستانیون کی ناسمجھی سے ممکن ہے کہ وہ ایک دفعہ کے سمجھانے پر طلاق دینے کے لئے راضی نہون

اس لئے کچہہ بیجا نہین معلوم ہوتا کہ تین مرتبہ اور ایک مہینہ کا وقفہ دیکر اوسکو طلاق دینی کی فہمایش کیجاسے اور ملایم الفاظ مین ہر قسم کی قباحتین اوس کے ذہن نشین کیجائین امید ہے کہ یہ نیک صلاح بالضرور اوس قیدی کی سمجہہ مین آجائے گی اور وہ تفریق پر راضی ہو جائے گا - نیز مجسٹریٹ کسی مناسب ذریعہ سے اُس کی عورت کو بھی درخواست تفریق کے لئے ترغیب دے ہماری دانست مین کچہہ ہرج نہین معلوم ہوتا کہ عیالدار دایم الحبس قیدی ہندوستان سے ایک سال کے عرصہ لبعد دریائے شور بہیجے جایا کرین - کیونکہ جہالت نے ہندوستانی عورتون سے دور اندیشی کے مادہ کو بالعموم سلب کر لیا ہے علی الخصوص مصیبت مین تو وہ بالکل موقوف اور از خود رفتہ ہو جاتی ہین اس لئے ضرور ہے کہ ابتدا مین وہ تفریق کے لئے درخواست دینے پر اپنی رضامندی ظاہر نہ کرین - کیونکہ شوہر کی جدائی کا اندیشہ اونکی اس محبت کی آگ کو سخت مشتعل کر دیتا ہے جو ایک وفادار عورت کو اس کے شوہر سے ہوتی ہے علاوہ برآن ایسی حالت مین یہ نصیحت اوسکو اس باعث سے بہی سخت ناگوار گذرے گی کہ ابہی تجرد کے عذابون اور قباحتون سے وہ واقف نہین ہوئی اس ناتجربہ کاری مین برادری کی شرم اس نصیحت کے منفعت بخش اثرون کو مغلوب کرنے مین کامیاب ہوتی ہے - نیز مسلمانون مین کسیقدر عرصہ تک شریعت بہی ہارج ہوتی ہے یہ سال بھر کا عرصہ شرعی و عرفی دونون قسم کی مزاحمتون کے رفع کر دینے مین بخوبی کافی ہے - ادہر تو یہ واقعہ پرانا ہو جائے گا اور عورت کی مایوسی بھی حد انتہا کو پہونچ جائیگی اور تجرد کی صعوبتون سے بہی وہ آگاہ ہو جائیگی - ایسے موقع پر یہ آخری ترغیب تفریق زوج و زوجہ دونون کو تفریق پر مائل کر دیگی - یہ امر بہی غور طلب ہے کہ اگر مجرم باوصف زوجہ کے تفریق کی درخواست کرنے کے نفسانیت سے طلاق نہ دے تو اوسوقت حاکم باختیار خود تفریق کرا سکتا ہے یا نہین اور اوس

کی دست اندازی اوس مجرم کے مذہب مین مخل ہوگی یا نہین - ہم اپنی عالی ہمت سرکار سے بعجز ملتمس ہین کہ وہ ملل مختلفہ کے علما سے اس معاملہ عظیم کی نسبت مستفتی ہو - بعض علماے مذہب اسلام کی خدمت مین ہم نے استفتے بھیجے تھے مگر صد افسوس کہ نہ معلوم کس سبب سے انہون نے اس بڑے معاملہ کو چھوٹا خیال فرمایا اور ہم نے اوس کے جواب حاصل کرنے کی جہت سے ہر عرضی مین ایک ایک ٹکٹ رکھکر استفتے ارسال کئے تھے مگر ادس امانت نے بھی حضرات فاضلون سے یہ سفارش نہ کی کہ وہ اپنے منصبی فرض کو ادا کرنے سے ہمارے ساتھ ایک ملک کو اپنا مشکور بنالے

ہم گورنمنٹ سے یہ بھی گزارش کرتے ہین کہ اس قسم کی فہمائشون مین فقط مراتب مجرمان کا لحاظ مد نظر رکھنا نہایت ضرور ہے اور اگر وہ ہماری اس اصلاح کو منظور کرنے سے ہم کو عزت بخشے تو ایک اس قسم کا سرکلر بھی جاری کرے کہ عمال سرکاری اسکو اپنے فرض منصبی کے پورا کر دینے کے طریق پر نہ تالین بلکہ ایسی ہمدردی اور ایسی دلسوزی برتین کہ جیسے کوئی اپنے کسی نہایت قریب یا عزیز کا کام کرتا ہے اگر با وصف ان جملہ مراتب کے پھر بھی زوجین تفریق پر نہ راضی ہون - تو وہ مجبور نہ کئے جائین گو سرکار کی یہ محنت عبث کے حق مین بعض اوقات رائیگان تجویز کی جاویگی مگر گورنمنٹ انگریزی کے حق مین بہرکیف نافع ہوگی اول تو اسکا وہ فرض ادا ہو جاے گا کہ جو بیٹے کا ایک مہربان باپ کے ذمہ ہوتا ہے دوم ہندوستانیون کو اوسکی بے غایت عنایت کی مقدار معلوم ہو جاوے گی - ہم سرکار کو اس قسم کی تکلیفین دیتے کیون نہین ڈرتے اس کا سبب یہ ہے کہ ہم اوسکو اپنا سچا خیر خواہ اور دلی دوست پاتے ہین ورنہ ہم فقیرون کی کیا مجال تھی کہ ایسی زبردست سلطنت کی قدرت مین گستاخیان کرتے کہ جس کے رعب و سطوت نے بڑے بڑے بادشاہون کو تھرا رکھا ہے - اور کن

فسخ نکاح

مسلمانون کے لئے بڑی غور طلب آج کل دو باتین ہین ایک مسئلہ مہر اور ایک مسئلہ فسخ نکاح ۔ مسئلہ مہر کی بابت تو ابھی تک کوئی فیصلہ نہین ہوا ۔ اخبارون مین اسکا بہت کچھ چرچا ہوا اور اُس پر بحثین ہوئین مگر گورنمنٹ نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہین کیا ہے ۔ آجکل اس سے زیادہ اہم اور نازک مسئلہ یہ پیدا ہوا ہے کہ اگر ایک عورت کو اُسکا خاوند نان ونفقہ نہ دے تو اُسے خود بخود فسخ نکاح کرنے کا کہان تک اختیار ہے اور اُسے کہان تک حق حاصل ہے کہ بغیر طلاق لئے دوسرا نکاح کرلے ۔

سوال صرف یہ ہے کہ ہندہ کا خاوند زید بدچلن یا پردیس مین ہے اور اتنی مدت سے نان ونفقہ نہین دیتا اب ہندہ کیا کرے ۔ اسکا جواب دہلی کے چھ علما نے جن کے نام حسب ذیل ہین ۔ یہ دیا ” زید فاسخ ہے ظالم ہے عاجز ہے اُس نے ادھر مین لٹکا رکھا ہے ہندہ رفع خواہش نفسانی اور دفع تکلیفات جسمانی سے ناچار اور مضطر ہے لہذا خود مختار ہے چاہے نکاح رکھے یا فسخ کرے اور بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرلے “ جواب یہ ہے اور اس کے ثبوت مین فقہ اور حدیث کی عبارتین بھی نقل کی ہین دعلما کے نام شمس العلما مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ۔ مولوی حفیظ اللہ خانصاحب واعظ ۔ مولوی عبدالوہاب صاحب مولوی فقیر محمد حسین صاحب ۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۔ مولوی عبدالسلام صاحب اس فتوے کے مقابلہ مین اور دو فتوی جاری ہوئے ہین جنہین یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نفقہ نہ دینے سے نکاح فسخ نہین ہوسکتا ۔ اِن فتوون پر علماے ذیل کی مہرین ہین ۔ مولوی محمد یعقوب صاحب مولود خوان ۔ مولوی محمد کرامت اللہ خان صاحب واعظ مدرس حسین بخش ۔ مولوی حبیب احمد صاحب، مدرس فتحپوری ۔ مولوی عبدالحمید صاحب مدرس اول فتحپوری ۔ مولوی وصیت علی صاحب ۔ مولوی عبدالغفور صاحب

مولوی الہ دین صاحب مدرسان مدرسہ حسین بخش - مولوی معتصم باللہ صاحب - مولوی فتح محمد صاحب - مولوی عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی مولوی تلطف حسین صاحب مولوی حفیظ اللہ خان صاحب - مولوی حمزہ صاحب - ان تینون فتوون کو غور سے دیکھنے والا یہ بتا سکتا ہے کہ کیسے بے بنیاد اور ناکارہ استدلال ہین اور نفس مطلب پر کسی فتوے مین بھی بحث نہین کی ہے - ہمارے واجب الاحترام علما کو سوا سے مہر مین کرنے کے اور کچھ بھی نہین آتا ضرورت بے ضرورت فتوون پر وہ آنکھین بند کر کے مہر مین کرنا جانتے ہین - بڑا تیر مار اکسی فقہ کی کتاب کی کوئی عبارت لکھدی یا کوئی حدیث جو حاشیہ پر ہوئی - موجودہ زمانہ کی ضرورتون کو انہون نے مطلق نہین پہچانا ہے اور نہ پہچاننے کی کوشش کرتے ہین - فی الحقیقت یہ خود بھی اور ان کے پیرو قابل رحم ہین اور بجائے ملامت کرنے کے ان کے حق مین دعا کرنی چاہیے

دو متضاد فتوے اور دونون پر بعض علما کی مہرین کیا یہ غضب بھی کسی نے دیکھا ہے اگر یہ بات جاری ہو جائے تو اس سے بڑی بڑی آفتون کا سامنا کرنا ہوگا اور چونکہ آدمی کا شیطان آدمی ہے - صدہا بہوٹیان بےراہ ہونگی اور شب و روز عدالت بازی ہوگی اور بیٹھے بٹھائے ایک قہر عظیم برپا ہو جائے گا - حدیث موجود ہے تاریخ مٹ نہین گئی فقہ کے طولانی دفتر حاضر ہین کہین اور کسی زمانہ مین ایسا نہین ہوا کہ عورت نے خود ہی طلاق لے لی ہو اور دوسرے مرد سے نکاح کر لیا ہو اور وہ نکاح جائز قرار دیا گیا ہو - شریعت مین کہین بھی عورت کو ایسی ڈھیلی ڈوری نہین چھوڑا گیا ہے اور اگر ایسا ہوتا اور بغیر قاضی کے طلاق جائز ہو جاتی تو عرب کی آزاد منش عورتین تو خبر نہین کیا غضب ڈھاتین بغیر قاضی کے نہ مفتی کو نہ ملا کو نہ عورت کو غرض کسی کو بھی نکاح توڑنے کا اختیار نہین ہے - ہم ایک گہری نظر اسلامی کتب پر کرتے ہین اور دیکھتے ہین کہ وہ اس مین کیا فیصلہ دیتی ہین تاکہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جائے

اور پھر کچھ چون وچرا کی گنجائش نہ رہے۔

شرح بلوغ المرام مین یہ لکھا ہے۔ "ومن قال انہ یجب علیہ التطلیق قال ترافعہ الزوجۃ الی الحاکم لینفقوا ویطلق وعلی القول بانہ فسخ ترافعہ الی الحاکم لیثبت الاعسار ثم تفسخ ہی وقیل ترافعہ الی الحاکم یجبرہ علی الطلاق ویفسخ علیہ او باذن لہا فی الفسخ" یعنی جو لوگ زوجہ کی تنگدستی کے سبب فسخ نکاح کے قائل ہوئے ہین وہ سب اس بات پر متفق ہین کہ بہرحال حاکم کیطرف رجوع کرنا پڑے گا اس لئے کہ حاکم خواہ شوہر کو روٹی کپڑے پر مجبور کرے یا طلاق پر اور جو فسخ کے قائل ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ حاکم کے سامنے عورت شوہر کی تنگدستی ثابت کر دے اور پھر فسخ کرے اور بعض کا یہ قول ہے کہ حاکم کیطرف رجوع کرنا پڑتا ہے کہ حاکم شوہر کو طلاق پر مجبور کرے یا خود فسخ کر دے یا فسخ کرنے کی اجازت دے۔

صحیح بخاری مین بھی ایک طولانی حدیث کا جز قریب قریب یہی معنی پیدا کرتا ہے چنانچہ لکھا ہے "تقول المراۃ اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی" یعنے عورت اپنے خاوند سے کہے گی یا مجھے کھانا دے یا طلاق دے۔ بہرحال عورت کو اجازت لینی پڑیگی اور اسے استدعا کرنی ضرور ہوگی فتاوے عالمگیری سے صفحہ ۲۱۰ مین لکھا ہے "لا یفرق لعجزہ عن النفقۃ ویؤمر بالاستدانۃ علیہ کذا فی الکنز" یعنی شوہر اگر نان ونفقہ سے عاجز ہو جائے تو تفریق نہ کرائی جائے بلکہ حکم دیا جائے کہ شوہر کے ذمہ پر قرض لے (کنز) ہدایہ صفحہ ۴۱۹ مین لکھا ہے "ومن عسر بنفقۃ امراتہ لم یفرق بینہما ویقال لہا استدینی علیہ" یعنی اگر زوج اپنی عورت کے نفقہ دینے سے محتاج ہے تو زوجین مین جدائی نہین کرائی جائے گی اور عورت سے کہا جائے گا تو مرد کے ذمہ پر قرض لے۔ درمختار صفحہ ۲۶۱ مین ہے "ولا یفرق بینہما بعجزہ عن النفقۃ بانواعہا الثلثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا" یعنی نفقہ سے عاجز ہونے پر زوجین مین جدائی نہین کرائی جائے گی اور نہ اور حقوق کے پورا کرنے پر اگرچہ غائب ہو یا مالدار ہو۔ تفسیر اکلیل صفحہ ۱۲۹ مین یہ لکھا ہے "فہم العلماء من ہذا انہ متی عجز عن

نفقتہا لم یکن قوا ما علیہا وسقط مالہ من منعہا من الخروج واستدل بذالک من اجاز لہا الفسخ حینئذ آہ" یعنی اس آیت سے بعض علما نے یہ سمجہ لیا ہے کہ مرد جب عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو جائے تو اُسکا سرپرست نہین ہوسکتا اور وہ جو اُسکو گہر سے نہ نکلنے دینے کا اختیار تہا ساقط ہوگیا اور اس عالم نے جو عورت کے لیئے فسخ کو جائز رکہا ہے اس سے استدلال کیا ہے - یہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ اس کے خلاف بہی بہت سے علما کے اقوال ہین اور بعض نے تو یہان تک لکہہ دیا ہے کہ اگر تین دن بہی مرد عورت کو نان و نفقہ نہ دے تو عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے برس چہہ مہینے تو ایکطرف رہے مگر یہ آخرالذکر رائین شاید اسی زمانہ مین زیادہ موزون ہونگی جب رگئی تہین - شاید ایسا ہوا ہے کہ مسلمان مفتوحہ اقوام کی عورتون سے نکاح کرتے ہون اور پہر غیر جنس ہونے کی وجہ سے اُنہین لوپتے نہون اور اُنکی خبرگیری نہ کرتے ہون اور چونکہ اسلام نے دنیا کی متمدن اور غیر متمدن اقوام کے مقابلہ مین عورتون کی زیادہ سرپرستی اور حمایت کی ہے اس بنا پر بعض علما نے محض جوش حمیت سے ایسا فتوی دیدیا ہو تو وہ شریعت اسلامی اور تمدن عرب کے مقابلہ مین کب پذیرا ہو سکتا ہے - حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ محمود و مسعود مین مسلمانون کی حالت دولت کے لحاظ سے بہت ہی ردی تہی گو آپ کی نبوت کے اخیر زمانہ مین مسلمانون کی حالت درست ہوگئی تہی پہر بہی خود آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ علیہ السلام خاتون محشر پر تین تین دن کے صاف کڑاکے گزر جاتے تھے - خود اُس اطہر و اقدس ذات نے کبہی پیٹ بہر کے گیہون کی روٹی نہین کہائی اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ فخر دوجہان کے حجرہ مبارک مین کئی کئی دن تک چراغ نہین جلا ہے آپ کا صاحبزادہ اناکی دہوان دہار اور تنگ کوٹھری مین جہان چراغ میسر آیا تھا وفات پاگیا تھا - جب خود سرور دوجہان کی یہ کیفیت تہی تو اور مسلمانون کی کیا ہو گی - کوئی شخص نہین بتا سکتا کہ اس آئین خدا کے زمانہ مین کبہی کوئی مسلمان محض مفلسی کی وجہ سے

اپنی بی بی کو طلاق دینے پر مجبور کیا گیا یا کسی عورت نے محض اس بنا پر خود طلاق
لے لی ہو کہ اُسکا خاوند مفلس ہے۔ نکاح جو شارع اسلام نے مقرر کیا ہے کوئی
چھوئی موئی کی خاصیت نہین رکہتا کہ ہاتھ لگایا اور مرجہا گئی بلکہ مسلمانون کا عقیدہ
ہے کہ نکاح کے وقت دولہ دولہن مین ضامن خود باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ ایسی
زبردست بندش اس آسانی سے منقطع نہین ہوسکتی جیسا ہمارے بعض علما کا خیال
ہے۔ اسلام مین مفلسی کبہی فسخ نکاح کا سبب نہین گنی گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے خود ایسے دو عورت و مرد کا نکاح پڑہایا ہے جن کے پاس سوا اسے
جسمانی چادر کے لوہے کا چہلا بہی نہ تہا آسانی سے سمجہہ مین آسکتا ہے کہ جب مفلسی
فسخ نکاح کا سبب ہوتی تو اُس سے نکاح جائز ہی کب ہوسکتا ہے حالانکہ ایسا
نہین ہوا۔ ایک دن آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع مین تشریف رکہتے
تھے کہ ایک عورت نے آپکے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی آپنے ارشاد
فرمایا اسے عورت تو ان مین سے ایک کو منتخب کرلے چنانچہ ایسا ہی ہوا اُس نے
ایک بزرگ صحابی کا انتخاب کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس مہر کے لئے
کوئی چیز ہو تو وہ لے آؤ عرض کیا یا رسول اللہ کچہہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا ایک
لوہے کا چہلا بہی نہین ہے عرض کیا نہین ہے پہر فرمایا اچہا تمہین کوئی آیت قرآن
مجید کی یاد ہے عرض کیا ہان یاد ہے فرمایا تم اپنی بی بی کو یاد کرادینا بس یہی مہر
ہوگا اور وہ یاد کرانے سے ادا ہوجائے گا۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اس سے
صاف سمجہہ مین آتا ہے کہ آپ نے کس حالت مین نکاح پڑہایا کہ پاس ایک لوہے
کا چہلا بہی نہ تہا جب ایسی مفلسی مین نکاح جائز ہوگیا اور جائز ہی کیسا کہ خود شارع نے
پڑہایا پہر مفلسی سے فسخ نکاح کب ہوسکتا ہے یہ نکتہ غور کرنے اور سمجہنے کا ہے۔
دوسرا پہلو بہی غور طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ بہت سے خاوند ظالم اور بدکار

ہوتے ہیں اور وہ نکاح کرنے کے بعد پھر خبر ہی نہیں ہوتے اور اپنی بدکاری سے
انہیں ہوش ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی مظلومہ بی بی کی خبر لیں بہت سی عصمت پناہ بی بیاں آ
سکے برسوں سے بیٹھی ہیں اور اپنے زندگی کے دن سخت تلخ کامی سے گزار رہی ہیں
وہ آخر کیا کریں۔ اُنکے لئے عدالتیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ نان نفقہ کا عدالت فوجداری
میں آسانی دعوے کرسکتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ اُنکا کوئی وارث نہیں تو انہیں
چاہئے کہ جس طرح گھر میں بیٹھے بیٹھے نئے نئے خاوندوں کی تلاش کر لیتی ہیں اسی طرح
سے کوئی اپنا پیر دکار بھی تلاش کر لیں کیونکہ ہر محلہ میں ایک نہ ایک ہمارہ خدا کا بندہ
ایسا ہوتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ مدد کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے۔ بہرحال کچھ ہو تھوڑا
بہت انتظام ہر حالت میں ممکن ہے اور عدالت ہی سے فسخ نکاح کرنا بھی بہت بڑی
مصلحت ہے خوب سمجھ لیجئے کہ جو کچھ مسلمانوں کی قسمت میں لکھا ہے وہ تو کسی کے
روکنے سے رُکتا نہیں لیکن جب تک ہمارے علماے کرام کے آپس سے فتوونکا
دروازہ نہ بند ہوگا مسلمانوں میں اتفاق ممکن نہیں۔ خیر جو علماء کہ مستند ہوچکے ہیں ہی
فتوی دیں پھر بھی غنیمت ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ لونڈے لارے کتابیں دستی
ہٹیارے باورچی دو پیسے کی راہ نجات پڑھکے صاحب فتوی بن بیٹھے ہیں اور
حیف ہے کہ ہمارے علماے موجودہ نے مفتی کی کوئی بھی معیار قایم نہیں کی ہے
اور ایمان کی پوچھو تو یہ ہے کہ اکثر تو فتوے ہی نااتفاقی کی وجہ سے ہوتے ہیں کوئی
فتوے ایسا نہیں شایع ہوتا کہ اُس کی تردید فریق مخالف کیطرف سے بصورت
فتوی نہ شایع ہوتی ہو اب بتائے کہ یہ فتوے موجب شر ہوسے یا نہیں۔ یا اللہ
مسلمانوں کو ہدایت اور انہیں روشن آنکھیں دے تاکہ یہ اپنی بھلائی برائی کو دیکھ
سکیں۔ (کرزن گزٹ)

عصمت نسواں۔ ہمکو سخت افسوس ہے کہ اس مضمون میں مدیر اخبار کرزن گزٹ

نے موجودہ عالمون کی نسبت بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہین جو متانت کی
شان کے خلاف ہین - ذات رات کا اُگٹنا نیچے خیال والون کا کام ہے - علمی بحث
مین اس قسم کی باتین سراسر خلاف تہذیب ہین - علما نے مسئلہ کے جس
پہلو پر نظر ڈال کر فتویٰ دیا ہے اس کے لحاظ سے فتوی بہت ٹہیک ہے یعنی
جب کوئی خاوند بدکار - بدمعاش ہو اور وہ عورت کو دیدہ و دانستہ ستاے
اور روٹی کپڑا ندے اور طلاق بھی ندے - اور عورت اس سے ناراض ہو -
تو ایسی صورت مین فسخ نکاح ہو سکتا ہے - اگر عدالت یا قاضی کو اس سے اطلاع
دیجاے تو بہتر ہے ورنہ کوئی غرض توی نہین - کیونکہ جب کوئی شوہر سات برس
تک مفقود الخبر رہے یا دایم الحبس کی سزا مین بعبور دریاے شور بہیجا جاے
اور وہ اپنی عورت کو طلاق نہ دے - تو ایسی صورت مین عورت آزاد ہے - خواہ
وہ اپنا نکاح کسی دوسرے سے کرے یا نکرے - عورت کو اسلام نے پوری
آزادی دی ہے - مفلسی مین شوہر کا ساتھ دینا یہ اس کی مرضی پر ہے اور یہ ایک
اخلاقی امر ہے - شرع شریف کو اس سے کوئی تعلق نہین - راقم محب حسین مدیر

ملکہ پرتگال لیڈی ڈاکٹر بہی ہین

پرتگال کی ملکہ یورپ کی اعلے درجہ کی خوبصورت اور ذہین وطباع بادشاہ
زادیون مین شمار ہوتی ہے - اوس نے اپنے شوق سے ڈاکٹری کی تعلیم - ایم
ڈی کے درجہ تک حاصل کی ہے - اور اب وہ نہایت قابلیت کے ساتھ اپنے
خاوند اپنی اولاد اور خود اپنی ذات کا علاج کرتی ہوئی دیکہی جاتی ہے -
ملکہ پرتگال یورپ کی شاہزادیون مین خوش پوشاک بہی اعلیٰ درجہ کی ہے
اور اوسکی وضع وقطع انگلش ہے - کیونکہ وہ اب سے ۳۵ سال اوس طرف
بمقام ٹوئکنہم پیدا ہوئی تہی اور اوس نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ انگلستان مین

لبرگ ہے وہ بہت زمانہ تک بکنگہم شائر کے مشہور مکان اسٹاوہا وس مین رہی ہے وہ فرانس کے شاہی خاندان کی معزز ممبر ڈیوک ڈی اورلینس کی بہن ہے ۔ ڈیوک ڈی اورلینس اوس سے چار برس چھوٹا ہے اور اوسکی پیدائیش بہی ٹوئکنہم کی ہے ۔

دنیامین سب سے زیادہ قیمتی لباس

پیرس نے تکلفات مین دنیاکی دوسری قومون اور ملکون کو مات کردیا! پیرس کے ایک معزز خاندان کی نوجوان لیڈی نے اپنے لئے ایک ایسا لباس تیار کرانے کا قصد کیا ہے کہ اوس مین سونا چاندی ہیرے اور جواہرات کے سوا کوئی دوسری چیز نہ ہو ۔ یہ لباس تیار ہونے کے بعد دنیامین تمام لباسون سے بڑہکر قیمتی اور نادر ہوگا ۔ لیڈی موصوف اوس لباس کے لئے اپنے خیال کے مطابق نمونے تجویز کررہی ہے ۔ لیڈی موصوف اس تہوری سے واقف معلوم ہوتی ہے کہ صحیح وتندرست آدمی کا چمڑا ہیرے جواہرات کو مس کرکے اونکی اصلی روشنی اور چمک کو دوبالا کردیتا ہے کیونکہ اکثر دیکہنے مین آیا ہے کہ جب کبہی ہیرونکو کسی کے گلوے مصفا اور دوش نازک پہنچنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اونکی چمک دمک معمول سے زیادہ بڑہ جایا کرتی ہے ۔ اسی بناء پر پیرس کی البیلی لیڈی نے حکم دیا ہے کہ میرے لئے ایک ایسا لباس تیار کیا جائے کہ جسمین قیمتی فلزات اور الماس ومروارید کے سوا کسی دوسری چیز کو دخل نہ ہو ۔

لباس مین ہیرے اور موتی اس طرح ٹانکے جائینگے کہ پہننے کے وقت وہ بدن کی کہال سے پیوست رہین ۔ لباس کا زیرین حصہ کرخت اور سخت رکہا جائے گا جو سونے اور چاندی کے پتلے اور باریک پترون سے بنایا جائے گا ۔ سونا اور چاندی گلاکر ایسا ملائم اور نرم کیا جائے گا ۔ کہ جسم کو اوس سے تکلیف نہ پہنچنے پائے اور بلاتکلف مڑ سکے ۔ بازو ۔ ہاتہ ۔ پانون ۔ گردن

اور کنٹ رہون کے لئے موتیون کے گچھے ہیرون کے چاند تارے اور قسم قسم کی انگشتریان تیار کی جائینگی - سینہ لعل بدخشانی زمرد اور ہیرون سے جگمگا اُٹھیگا جسم کے باقی حصہ کے لئے سونے کے تارون سے گوندہ کر لباس تیار کیا جائیگا - اور اوس پر ہیرے اور موتی اس طرح جگمگا سے جائنگے جیسے شبنم کے قطرے بہت سے ہیرے ان گڑہ خرید سے جائینگے اور پہر اونکو موقع ومحل کے لحاظ سے مختلف صورتون مین ترا شا جاسے گا -

یہ ظاہر ہے کہ اس لباس فاخرہ کی تیاری مین بیشمار دولت صرف ہوگی - یہ سب امیرانہ چوچنچلے ہین - یورپ مین آج کل دولت پہٹی پڑتی ہے - وہ جوکچہہ بہی چوچنچلے کرینگے وہ کم ہین -

عربی پاشا اور اوس کی بہو

اخبار ٹائمز آف سیلون رقمطراز ہے کہ عربی پاشا اور اوسکی بہو میڈم محمد عربی بے مین جو اوس کے سب سے بڑے بیٹے محمد عربی بے کی بیوی ہے باہم سخت نزاع اور تفیض ہے -

میڈم محمد عربی بے عبدالقادر بے مصری کرنیل کی بیٹی ہے جو مصر کی ۱۸۸۲ع کی اوس مشہور و معروف جنگ مین شہید ہوا تہا جو انگریزون سے ہوی تہی اوسوقت عربی پاشا مصری فوج کا کمانڈر انچیف تھا - جنگ کے آغاز اور اپنے باپ کے شہید ہونے سے کچہہ ہی قبل میڈم موصوف عربی پاشا کی درخواست پر اوس کے بڑے بیٹے سے بیاہی گئی تہی - میڈم موصوف کے باپنے جسوقت عربی پاشا سے اس شادی کا وعدہ کیا تہا اوسوقت ہمکو اسکی بالکل اطلاع نہین تہی کہ عربی پاشا کا بڑا بیٹا آنکہون سے معذور ہے اور اس قابل نہین ہے کہ وہ اپنی ذات یا اپنے کنبے اور متعلقین کے لئے روٹی پیدا کر سکے جب شادی کے کچہہ قبل اس حقیقت سے

رسکو آگاہی ہوئی تو اوس نے عربی پاشا سے اس بات کا اقرار لیا کہ وہ اپنی بہو اور
اوس کی اولاد ہو اوسکی خبرگیری اور پرورش کا خود ذمہ دار ہوگا۔ عربی پاشا نے
خوشی کے ساتھ یہ اقرار کرلیا۔

شادی ہونے کے تھوڑے ہی دنون بعد سیّدہ [illegible] کا باپ لڑائی مین شہید
ہوگیا۔ اور اوس کے بعد اوسکو عربی پاشا کا ہر طرح زیر دست نگر ہوکر رہنا پڑا
آغاز ستمبر ۱۸۸۲ء مین عربی پاشا کو دوسرے تمام پاشاؤن کے ساتھ جلاوطن ہوکر
مصر سے سیلون آنا پڑا اور چونکہ سیّدہ موصوف اور اوسکے خاوند کی سرپرستی
عربی پاشا سے متعلق تھی اس سے اونکو بھی انکے ساتھ اپنی ضرورت سے جلاوطنی
اختیار کرنی پڑی۔

سیلون پہنچنے کے ساتھ ہی اون تمام پاشاؤن کو جنکو جلاوطنی کی سزا دیگئی
تھی ۱۰ روپیہ ماہوار بطور مدد خرچ مقرر ہوگیا۔ لیکن عربی پاشا کی اس درخواست
پر کہ میرے ذمہ دو خاندانون کی پرورش ہے اور [illegible] ماہوار مین گذر
نہین ہوسکتا [illegible]

یہ لوگ سیلون مین [illegible] دونون کنبے
ساتھ ساتھ ملکر رہتے تھے لیکن پھر بعد مین خانگی رنجیدگیون کی مجبوری سے
محمد عربی بیلے اور اوسکی بیوی کو عربی پاشا سے علیحدہ ہوکر جدا مکان مین رہنا پڑا۔
عربی پاشا اس حالت مین بھی اپنے بیٹے کو اپنی پنشن سے دو سو روپیہ ماہوار
دیتا رہا اور گذشتہ سال تک اسی طرح معاملہ چلتا رہا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ محمد عربی
بیلے اور اوس کی بیوی مین بدمزگی اور نااتفاقی ہوگئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد عربی بے
اوسکو طلاق دے دی۔ طلاق دینے کے بعد محمد عربی بے اپنے باپ کے مکان
مین اوٹھ کر چلا آیا اور اوس کی بیوی اور پانچ بچے کہ جنکی عمرین ۲ سال سے لیکر

۱۴ سال تک مختلف ہمیں قدیم مکان میں بدستور سابق رہے ہیں اور عربی پاشا اونکو ایک سو ساٹھ روپیہ ماہوار دیتا رہا اب دو مہینے سے عربی پاشا نے اپنی بہو اور اوس کے بچوں کی خبر گیری موقوف کر دی ہے اور ایک حبہ تک اونکو نہیں دیتا ہے - اور یہی باعث باہم تفتیش و نزاع کا ہے -

میڈم محمد عزی بے کہتی ہے کہ مین اسقدر تکلیف میں ہوں کہ اگر چند معزز لیڈیاں اور جنٹلمین میرے ساتھ سلوک نہ کرتے تو نہ میرے پاس رہنے کو مکان ہوتا اور نہ کھانے کو ٹکڑا - اور نہ دوسرے ضروریات دنیا مجکو اور میرے بچوں کو میسر آسکتیں - میڈم موصوف نے تنگ آکر لفٹنٹ گورنر کی حضور میں اپنی یہ سرگذشت بذریعہ ایک عرضی کے بیان کی - لفٹنٹ گورنر نے اس سرگذشت کو معلوم کر کے میڈم موصوف کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا اور کہا کہ میں افسوس کرتا ہوں کہ چونکہ عربی پاشا کو گورنمنٹ سے پانچ سو تنخواہ نہیں ملتی ہے اس لئے میں اس بارہ میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا - تمکو عدالت سے چارہ جوئی کر لی چاہئے - چنانچہ اب میڈم موصوف عدالت سے چارہ جوئی کرنے کی فکر میں لگ رہی ہیں -

ہنگری کی بازار

دو بجے کے قریب ہم اُس جگہ وارد ہوئے - جہاں دو سو گز فراخ میدان کے گرد مرد عورت بچے عمدہ پوشاکوں اور زیورات سے آراستہ و پیراستہ ٹہلے چلے بیٹھے تھے اور اسکو میلہ گاہ یا جاتراؤں کی جگہ کہتے تھے - ناظرین میں اس میلہ کی کیفیت کیا بیان کروں وہ کچھ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا نہ سنا - کیا وہاں لوگوں کا اژدہام زیادہ تھا - یا عمدہ عمدہ مٹھائیاں عجیب عجیب چیزیں بک رہی تھیں جنھیں دیکھکر عقل دنگ ہوتی تھی - یا نسکا کو اور فرانس کی نمائش کی طرح بڑے بڑے علمی تجربات اور ایجادوں کے اظہار ہو رہے تھے جو انسان کو متحیر کئے ڈالتے تھے - نہیں نہیں

...ین - وہاں ان سب باتوں میں سے کوئی ایک بھی نہ تھی - وہاں تو سب ملاکر
دو ہزار تنفس سے بھی زیادہ نہ ہوگا - کٹلوں وغیرہ کی جگہ ایک دوسرے کے مقابل
دو بنگلہ چھوٹے سے تھے بھولے بسرے کی کیفیت دیکھکر برابر فکر میں آ رہے تھے مٹھائی وٹھائی
خاک بھی نہ تھی - صرف اخروٹ میوہ بادام مصری کاب رہا تھا اور اسی کو وہاں کے
لوگ مٹھائی جانتے ہیں مگر تاہم میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کچھ دیکھا جو کبھی نہ بھولیگا - اسکی
مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ہم میلہ گاہ میں پہونچے تو کامداروں کے استقبال سے
ایک معزز جگہ اور باموقع مقام پر بٹھائے گئے جہاں سے مطلب بال یا ناچ کے دیکھنے
میں کوئی رکاوٹ اور دقت نہ تھی پچاس اور سو کے درمیان عورتیں جنمیں سے ہر ایک
پر ہزار جان پری قربان کر ڈالے نصف دائرے کی صورت میں کھڑی ایک انداز
سے ناچ گا رہی تھیں - اُن کی آراستگی کو دیکھکر گمان گزرتا تھا کہ ہر ایک نے اپنے
بناؤ چناؤ کے وقت بلاشک یہ کوشش ضروری ہے کہ دیکھنے والوں کو میرا ہی
سنگار اور میرے ہی حسن کی بہار سب سے بڑھکر بھائے اور ہر کوئی مجھ ہی پر رکھ جائے
ان سرد ملکوں کے رہنے والے نہاتے بہت کم ہیں - چنانچہ انکے نہانے کی اوسط
سال میں ۱۰ روز سے زیادہ نہیں - مگر اس جاترا کے موقع پر عموماً سبھی لیکن عورتیں
خصوصاً برابر بدن کی صفائی اور متواتر غسلوں میں مصروف رہتی ہیں - کئی کئی بار گرم
پانی سے نہاتی اور اوبٹنے ملتی ہیں جو ان کی اپنی ہی ایجاد ہوئے ہیں - ایک عمل گو
اُن کے چہرے کی چمکاہٹ اور بدن کی نرماہٹ میں بہت مدد دیتا ہے - مگر مکروہ
عمل ہے چیڑ کے پھل کا مغز جو مغز بادام سے ملتا ہے مونھ میں چبا چبا کر چہرے
اور بدن پر خوب مالش کرتی ہیں اور پھر گرم پانی سے دھوکر کپڑے سے صاف
کر ڈالتی ہیں - یہ عمل جسم پر کئی کئی بار کیا جاتا ہے اور اسے "دو تھک لپری" بولتے ہیں
گھری یعنے ناچ کو دیکھکر مجھے ان کی پوشاکوں اور زیورات کے قیمتی ہونے کی بڑی تعجب

نہین ملتی۔ کیونکہ زیورات عموماً چاندی کے کم قیمت ہوتے ہین۔ صرف بالو یا بولاق سونے کے وہ بھی سو مین سے پانچ کے جو چیان اور کرتیان جو ان کی سوسائٹی کے رواج کے مطابق چھاتی پر سے کھلی ہوتی ہین رنگ برنگ کی چھینٹون یا دریائی اور صوف وغیرہ کی۔ مگر اس موقع پر سب شوخ رنگ کی گون سب کے سیاہ اونی کپڑے کے۔ مگر ان کی شان اور چھب ضرور حیرت مین ڈالدیتی ہے ایک تو یہ وجہ کر لٹن کے سپاہیون کی طرح وردی سب کی ایک ہی طرح کی ہوتی ہے دوم یہ کہ اُن کے قد و قامت پر پھبتی بہت ہے۔ ہو بہو پریان معلوم ہوتی ہین۔ جو اندر سبھا کے تماشے مین راجہ اندر کے سامنے ناچنے آیا کرتی ہین۔ بلکہ ان کے گورے گورے چہرے تختہ بلور سے صاف اور سفید سینے جو فیشن ایبل کرتی پہنے ہوے ہونے کے سبب ہر ایک ناظرین کو بے روک ٹوک نظارہ لینے کی اجازت دیتے ہین۔ انکے سنبلین کالے بال جو اُن کے رخسارون اور شانون پر لہرئے سانپ کیطرح ملتے رہتے ہین۔ اُن کے جوبن کی بہار اُن کے سینون کا اُبھار اُنکے ناز و انداز اُنکی دلفریب ادائین انکی تنگ آستینون کی کرتیان رقص مین اُنکی پھرتیان کچھ ان سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہین اور کیون نہو ایک پہاڑ اور پھر جنبہ کا پہاڑ اور اُسمین بھی چورا ہا اور بھنگری کا علاقہ یہ اور سونے پر سوہاگہ۔ ناچ مین جو ڈھول اور بانسری کی آواز پر ہوتا ہے۔ باوجود اتنا بڑا سرکل ہونے کے کوی کہین سے غلطی نہین ہوتی سب کے ہاتھ پائون ایک ساتھ ملتے اور اُٹھتے ہین۔ وائین بائین آگے پیچھے جھکنے اور مڑنے کی ادائین بھی متفق ہوتی ہین جب ایک ہی بار زمین پر سے دو دو ہاتھ اُچھلتی اور ادائین کرتی ہین تو دیکھنے والونکا کلیجہ بھی ساتھ اُچھلتا ہے روح وجد مین آجاتی ہے۔ ہمارے ملک کے میلون کے برخلاف جہان کی دہوم دہام چہل پہل دو کانون کی آراستگی کھیل تماشے جتنا نظارہ کو فرحت پہونچاتے ہین اتنا ہی گرد و غبار و ھکم دھکا عدت آفتاب رحت

ان کو کھڑا کرتے ہیں یہاں سب حاضرین سلسلہ ایک بڑے دائرے کی صورت میں ایک وسیع میدان بیچ میں چھوڑ کر مرد عورت سب سے بھلے پہاڑ پر کئی قطاروں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ نہ کوئی شور و شغب کرتا ہے نہ دنگہ فساد ہوتا ہے۔ بجے سے لیکر دو بجے تک شائقین اس صورت میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سرکاری کوٹھی کا کامدار آتا ہے آگے آگے باجے بجتے آتے ہیں اور بھولی داوانی کپڑے کا فرش ہوتا ہے آ بلکے جو ایک چبوترے پر بچھی رہتی ہے حاکمانہ رعب و داب سے بیٹھ جاتے ہیں۔ اسوقت چند عورتیں جیسے کھیل تماشے میں پہلوان اترتے ہیں یا اسٹیج پر ایکٹر آتے ہیں مجمع میں سے اٹھکر آتی ہیں اور صف باندھکر ناچنا گانا شروع کرتی ہیں پھر اور آ آکر شامل ہوتی جاتی ہیں اور تھوڑے سے عرصہ میں دائرہ پورا ہو جاتا ہے۔ بلکہ دو دائرے ہو جاتے ہیں۔ اندرونی دائرہ عورتوں سے بنتا ہے۔ اور بیرونی دائرہ آدمیوں سے۔ عورتیں ناچنے کے ساتھ گاتی بھی ہیں۔ مگر مرد فقط ناچتے ہی ہیں۔ انگریزی بال اور اسمیں یہ تفاوت ہے کہ وہاں ایک آدمی اور ایک عورت ایک ساتھ ناچتے ہیں اور یہاں علحدہ علحدہ دو دائروں میں جنمیں کوئی ۲ فیٹ کے قریب فاصلہ ہوتا ہے۔ اس پرگنہ ٹھگری میں یہ جاترا سال کے بعد اسوج کی دوسری تیسری تاریخ کو برابر دو روز ہوتی ہے۔ اس پرگنہ کے منگلا نت بالوگور داما انچ ۱ فیدرم کھا ندل علاقہ میں شامل ہیں ہر دلعزیز افسر ہونے کے سبب سے سب لوگ انھیں بہت چاہتے ہیں اور دل سے انکی تعظیم کرتے ہیں وہ ان جاترا کے موقع پر جنکو میں نے برابر دو روز دیکھا میرے ساتھ تھے۔ کامداروں کے آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہم آتے تھے اور سب ممتاز جگہ پر بٹھائے جاتے تھے میلہ گاہ کے مشرق کی جانب تھوڑے ہی فاصلہ پر چھابلی اور پانگھی کی برفانی چوٹیاں جو اب بھی برف سے لدی ہوئی تھیں واقع ہیں جنکی ٹھنڈی ٹھنڈی فرحت بخش ہوا روح کو تازہ کئے دیتی تھی۔ باقی تین جانب سرسبز پہاڑ جنکی

چوٹیون پر دیودار کے جنگل بڑی بہار دکھا رہے تھے جب ہم آ بیٹھے تو انگشتری کے نگینے جیسے میدان مین یہ تماشا یعنے گھر سے شروع ہوجانا جسے دیکھکر مین خیال کرتا تھا کہ راجہ اندر نے اپنی پریون کو اکھاڑے مین بلاکر یہ ناچ شروع کردیا ہے یا قاف کی پریون کی شاہزادی کی شادی ہے جسکے لیے یہ جلسہ جایا ہے۔ دوسرے دن پانچ بجے میلہ برخاست ہوگیا اور ہم مکان پر آکر بیٹھے ہی تھے کہ پہاڑی جاٹون کا ایک گروہ پوری کمپنی کیطرح خال ان کے اپنی طرف آتے دیکھا۔ مین نے بابو گوردتال سے کہا جین صحت و سرخوبان نقش من کمین آ رند انھون نے کہا کہ بحمد اللہ والمنتہ بت لشکر تشکن دارم۔ ان کو دیکھکر گانون کے لوگ جمع ہوگئے اور انہون نے آتے ہی ناچ اور یہ راگ گانا شروع کیا۔ گوردتا بابو گہری آیا تان اسان بلابھیجا۔ اُس منگا نے سانون لایا تان بلابھیجا۔ بابو صحبہ وادسن پایا تان اسان بلابھیجا۔ بابو لچھے ناچ لگایا تان اسان بلابھیجا۔ دس بجے رات تک ہم ناچ راگ سنتے دیکھتے رہے۔ جسمین ایسا لطف آیا کہ اسکی کیفیت احاطہ بیان سے باہر ہے۔ پھر بابو گوردتال نے موتی رام گاردت کہا کہ ان کو انعام دو اور رخصت کرو۔ دوسرے دن مین اُن برفانی چوٹیون کو دیکھنے چلا جنمین سے ایک کا نام پُن اور دوسرے کا نام پاپ ہے۔ یہان والونکا انکی بابت یہ اعتقاد ہے کہ یہ زمانہ کی رفتار کے مطابق بڑہتی گھٹتی ہین۔ یعنی دنیا مین نیک کام زیادہ ہون تو پُن کی چوٹی اونچی نظر آتی ہے۔ بُرے کام بڑھ جائین تو پاپ کی چوٹی بلند ہوجاتی ہے۔ ابتو پاپ ہی اونچی نظر آتی تھی اس عجیب بات مین شک کرنے والے مطمئن رہین کہ اب بڑہنے گھٹنے کی نوبت ہی نہ آئیگی۔ راقم مسافر دنیا۔

بورونکی عورتین

بورونکی عورتین آجکل کی جنگ مین نظر ہی طور پر بڑی دلچسپی رکھتی ہین یہانتک

کر عورتون کی ایک فوج تیار کرکے اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے بارہ مین بھی گفتگو
کر رہے ہین - پریزیڈنٹ کروگر کی بی بی البتہ ایک ہی ہے جو جنگی معاملات سے الگ ہے
ہمیشہ اپنے گھر کے دہندے مین رہا کرتی ہے - اگرچہ کہ وہ ٹرانسوال مین سب سے
اعلے درجہ کی خاتون ہے مگر کسی جانب وہ نہین ہے لاکن جنرل جوبرٹ کمانڈر انچیف
افواج ٹرانسوال کی بی بی کا رنگ ڈہنگ ہی جدا ہے - اسکے خاوند نے جسقدر لڑائیان
کین اون مین اپنے شوہر کے ہمراہ برابر رہی اور اپنی کم سنی کے زمانہ سے آوازہ
جنگ کی عادی رہی ہے - بندوق کو بارکر کے مثل مردونکے چلاتی ہے اور اب
اوقات اپنی بہادری و مردانگی کا اظہار کیا ہے - قوم کافری کے جنگون کی اوسکو کامل
معلومات ہین - اوسکے اکثر جنگون کے منصوبون پر اوسکے شوہر نے کاربندی کی
ہے جنگ کے منصوبون پر کہانے کے وقت برابر گفتگو آپسمین ہوا کرتی ہے کوئی
بات بظاہر اس خاتون مین مردانہ نہین ہے - نہ تو صورت شکل مین اور نہ طرز عمل مین
برخلاف دوسرے ڈچ عورتون کے یہ بہت کچہہ بڑہی ہے مگر بلا کی جفاکش اور
بلحاظ اوس کے سن و سال کے حیرت خیز چست و چالاک ہے - گذشتہ جنگ مین
جو دیسی لوگون کے ساتھ ہوئی تھی بمقام مگا تو لینڈ با وصفیکہ گرمیان شدت کی تہین پارہ
زیر سایہ ایک سو درجے کے اوپر تہا اور خود بھی بخار مین مبتلا تھے تاہم صرف دو تین کم سن
کافری چہوکریون کو ہمراہ لئے ہوئی آغاز جنگ کے ایک دو ہفتون کے بعد ہی اپنے
شوہر کے پاس آن پہونچی - دیکھا کہ جنرل جوبرٹ کے رہنے کا خیمہ آرام دہ نہین
ہے لہذا اپنے مرضی کی موافق ایک خیمہ نصب کیا اور اوسمین اوسکو رکھا او رو ہی آرام دیا
جو اپنے مکانمین اسکو ملسکتا تھا - یہی نہین بلکہ جنرل مذکور کے انتظام میس کو از سر نو کیا اور
خود اپنے شوہر کا کہانا پکاتی رہی - اخبار امپیر کا بیان ہے کہ رزمگاہ مین ایک کمانڈر انچیف
کی بی بی کو آلو چہیلتے ہوے دیکہنا ایک معمولی روزمرہ کی بات ہے -

نظم

قطعہ موسوم بشکوہ روزگار از نتیجہ افکار گہربار جناب محمد فیروز شاہ خانصاحب فیروز رامپوری

اے ساکنان عالم اسباب ہوشیار
دنیا نہیں ہے مکر و دغا کا یہ جال ہے

دہر دو رنگ پر کبھی غرہ نہ چاہیئے
دنیا ہے جس کا نام یہ خواب و خیال ہے

دولت کے میں نے رنگ یہ دیکھے ہیں بارہا
قبضے میں آج اسکے تو کل اوسکا مال ہے

رہتی ہے چار دن سے سوا کب کسی کے پاس
سچ ہے عروس دہر عجب بدخصال ہے

بنتے بگڑتے رہتے ہیں ذرات سیکڑوں
گویا کہ دہوپ چھانو عروج و زوال ہے

یا طائروں کی زمزمہ سنجی کا شور تھا
باد خزاں چلی کہ چمن پائمال ہے

آج اوسکی بات تک بھی نہیں پوچھتا کوئی
کہتے تھے جسکو کل شہ حسن و جمال ہے

دم بھر میں سلطنت کو ملاتا ہے خاک میں
یہ دہر فتنہ ساز کی سیدھی سی چال ہے

لازم ہے دوستوں کو چلیں دیکھ بھال کے
ہر اک جگہ فریب کا پھندا ہے جال ہے

ق

جب تک ہے زندگی تو زمانہ ہے آشنا
رخصت ہوئی جو روح تو سب پر وبال ہے

ہر شخص فکر میں ہے اسے خاک میں ملائیں
جلدی ہو دفن میں یہ ہر اک کا خیال ہے

بغض و حسد کا نرخ تو ارزان ہے آجکل
ہاں دوستی و لطف و مروت کا کال ہے

ممکن ہے اتفاق سے ملجائے سلطنت
لیکن شفیق دوست ملے یہ محال ہے

غیروں کو ہے یہ فکر کہ ہم مال چھین لیں
دشمن ہیں جان کے یہ عزیزوں کا حال ہے

کھلا رہے ہیں قوم میں جو مقتدائے قوم
اُنکے یہ رنگ ڈھنگ ہیں یہ چال ڈھال ہے

ریش دراز اوس پہ عمامہ - عبا - قبا
کس شد و مد سے بحث حرام و حلال ہے

اعمال دیکھیے تو بس اللہ کی پناہ
لیکن زبان پہ دعوئے فضل و کمال ہے

ہر ایک بات شیر و شکر کی طرح لذیذ
دل دیکھیے تو معدن بغض و ملال ہے

محسن کے ساتھ انکو عداوت ہے لازمی یہ آجکل جہان مین امیرون کا حال ہے
مرتے ہین ڈوب کر چہ رسم و رواج مین اہل جہان کی چال بھی کیا بھیڑ چال ہے
کوڑی نہ نکلے جیب سے محتاج کے لئے ہان وقف یا جیونکے لئے گنج و مال ہے
خط بھی نہ لکھ سکین یہ کیا قدرت ہے آپ کی ہان جھوٹ بولنے مین تو بیشک کمال ہے
ہان دوستی کے پردے مین کرتے ہین دشمنی ان ظالمون کے ہاتھ سے بچنا محال ہے
فیروز تنگ آ کے تباہی سے دہر کی اک شعر یہ زبان پہ مرے حسب حال ہے

وہ ظلم دوستون نے کئے ہین کہ میرا حال
عبرت کے واقعات کی پوری مثال ہے

امید ہے خدا سے کہ بدلے یہ رنگ جلد سنتے ہین ہر کمال کو آخر زوال ہے

شعر و سخن

از جناب نزار۔ بدایونی مقیم علیگڈھ

مرے پیارے جاگو ذرا اب تو جاگو بہت سو چکے خواب شیرین سے اٹھو
سنبھل جاؤ آنکھین ملو اٹھ کے بیٹھو زمانہ کی تبدیل ہیئت کو دیکھو

نکالو بھی تم اپنی کشتی بھنور سے
نہ کچھ ہو سکے گا اب اس چشم تر سے

اٹھائی بہت تم نے ذلت جہان مین اڑائی بہت خاک اس خاکدان مین
بہت لٹ چکے کوئے زلف بتان مین بہت نیک و بد دیکھے عمر روان مین

برابر کیا اوج و پستی کو تم نے
مٹایا بہت اپنی ہستی کو تم نے

خدا کے لئے اب تو کچھ دیکھو بھالو خودی ہو چکی اب تو آپا سنبھالو
مصیبت مین اب قوم کو یون نہ ڈالو پھنسی ہے یہ کشتی بھنور سے نکالو

کہین خاک ڈر ہے نہ بجھا دؤ جل کر
کہ بیٹھے ہو تم کوہ آتش فشان پر

کرو ترک تم اپنے افعال بد کو نہو حق گزین بت پرستی کو چھوڑ دو
یہ اہل خرد سب جگاتے ہین دیکھو ذرا کچھ تو سوچو یہ کیا کر رہے ہو
سمجھ بوجھ کر آپ بنتے ہو نادان
ذرا کچھ تو ہو اپنے دل مین پشیمان

بچاؤ برائی سے خود کو خدارا سمجھ جاؤ مانو یہ کہنا ہمارا
ذرا سوچو کس طرح ہوگا گذارا کہ بگڑا ہوا وقت اب ہے تمہارا
قیامت ہے کچھ ایسے بگڑے سنور کے
کہ اب تم رہے گھاٹ کے اور نہ گھر کے

بزرگون نے چھوڑی تھی جو کچھ کہ پونجی وہ یون خرچ کر کر کے تم نے ڈبوئی
مٹا دی کچھ اس طرح سے اپنی ہستی کہ نام و نشان تک بھی چھوڑا نہ باقی
کیا پاس عزت نہ تم نے سر مو
بنے ہاے یون ایک ٹلّو مین الّو

بہت تم سے بدلا ہوا ہے مقدر فلک نے دیئے ہین بہت تم کو چکر
گرے ایسی خندق مین ہو کھا کے ٹھوکر کہ جس سے تمہارا نکلنا ہے دوبھر
کرے کس طرح کوئی یاری تمہاری
کلہاڑی ہے خود پیر مین تم نے ماری

یہان تک تو حالت ہے بد تر تمہاری گئی ہاتھ تم سے قدر و توقیر ساری
ہوئے اسقدر بیکس اور محو زاری کہ تحقیر و ذلت بھی خود تم سے ہاری
ذرا کچھ تو سوچو سبب اس کا کیا ہے

کہ جو حال اتنا تمہارا بُرا ہے

چلی کیوں ہوا یہ زمانے میں اُلٹی کہ رانی ہے باندی تو باندی ہے رانی
یہ کیوں بدلی رفتار عالم کی ایسی کہ معکوس چلنے لگی یوں ترقی

جو جاہل تھے وہ تو بنے آج فاضل
جو فاضل تھے لوگ انکو کہتے ہیں جاہل

غزل نواب بادشاہ محل صاحبہ متخلص بعالم

مجھسے آزردہ مرا یار ہے آج — صبر کیسا کسے قرار ہے آج
کل خزان ہوگی گو بہار ہے آج — یہی گلزار مین پکار ہے آج
باعث رنج ہجر یار ہے آج — دل بیتاب بے قرار ہے آج
کل تو ہنس ہنس کے کرتے تھے کلام — باتین کرنے مین مجھ سے عار ہے آج
ہے سینے کے داغ دیکھو او گل — کہ نئی طرح کی بہار ہے آج
ساقیا کس کا جام عشق پیا — چشم بد دور کیا خمار ہے آج
نہین ثابت کہ کیا ہوا دل کو — مثل سیماب بیقرار ہے آج
طعن حاسد جگر کو چھید گئے — نشتر غم سے دلفگار ہے آج

جلد آ اے عزیز مصر جمال
ترا عالم کو انتظار ہے آج

رباعی

زاہد کو مبارک ہو یہ ماہ رمضان — فاقون سے جو مرکے ہوا ہے بے جان
رندون کا یہ مشرب ہے پیو اور پلاؤ — تا زیست رہو دل سے محب انسان

معلم نسوان

جلد ۱۳ — بابت ماہ شوال ۱۳۱۷ھ ہجری — نمبر ۱۰

مطبوعہ مطبع معلم شفیق گوشہ محل حیدرآباد دکن۔

معلم نسوان

ف ۱ - یہ رسالہ ہر قمری ماہ مین ایکبار شایع ہوتا ہے ۔
ف ۲ - اس کا موضوع عورت کے ہر ایک پہلو و جوانب سے بحث کرنا ہے ۔
ف ۳ اس کا حجم (۴۸) صفحہ کا ہے اور سالانہ قیمت پیشگی عام خریدارون سے معہ محصول ڈاک چار روپیے اور عورتون سے دو روپیے ہین ۔
ف ۴ نمونہ کا پرچہ مفت دیا جاتا ہے ۔
ف ۵ - علاوہ ان مضامین کے کہ جو عورتون سے متعلق ہون گے وقتاً فوقتاً علوم جدیدہ - تاریخی اور علمی مضامین بھی اڈیٹوریل اور بہرہ عرا یلات مین شایع ہین گے
ف ۶ - عام طور سے یہ رسالہ ہندوستان کے تمام کتب خانون مدارس نسوان و مجالس قومی کو صرف اخراجات ڈاک وصول ہونے پر مفت دیا جاے گا ۔
ف ۷ - گذشتہ جلدین جو دراصل عورتون کا ایک نہایت ہی قیمتی سائکلوپیڈیا یعنی مخزن معلومات ہین بحساب چار روپیے فی جلد جس کے (۲۸۰) صفحہ ہین معہ محصول ڈاک فروخت کی جاتی ہین ۔ المشتہر

خادم نسوان محب حسین اڈیٹر

دربار اکبری

یہ نادر کتاب جس کو شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مصنف آب حیات نے تصنیف فرمایا ہے ۔ دربار اکبری کی ایک سچی تصویر ہے شہنشاہ اکبر کے زمانے کے علما و فضلا شعرا وغیرہ سب اس دربار مین حاضر کیے گئے ہین واقعی یہ کتاب قابل دید ہے ۔ جن صاحب کو اس کی خریداری منظور ہو وہ مہتمم صاحب کتاب خانہ آصفیہ متصل شاپ عابد سے چار روپیے سکہ عالی بھیجکر طلب فرمالین ۔

مدرسہ نسوان واقع چھاونی ملک پیٹھ

شوال ۱۳۳۱ھ کو شام کے چھ بجے عالیجناب نواب سلطان الملک بہادر اور نواب ولی الدینخان
بہادر نے چھاونی ملک پیٹھ کے مدرسہ نسوان کا معائنہ فرمایا۔ نواب ممتاز یارجنگ بہادر
کپتان افواج صرف خاص بانی مدرسہ۔ نواب میر لیاقت خان صاحب تعلقدار ضلع رائچور۔ لیفٹننٹ
احمد شفیع خان صاحب۔ مولوی عبدالحق صاحب صدر مدرس مدرسہ آصفیہ۔ محب حسین مدیر
رسالہ معلم نسوان وغیرہ عہدہ دارون نے نوابان ممدوح کا استقبال کیا۔ لڑکیون نے
ملٹری ڈرل (قواعد فوجی) اور فیزیکل ایکسرسائز (ورزش جسمانی) کو نہایت ہی خوبی سے
کیا ان کی جسمانی پھرتی اور برمحل چستی اور چالاکی کو دیکھکر تمام حاضرین دنگ تھے۔
کیونکہ دس دس برس کی مسلمان لڑکیون سے جو ابتدائی عمر ہی سے گوشہ نشینی کی عادی
کی جاتی ہین اس قسم کے حرکات کا معائنہ کرنا واقعی ایک تعجب انگیز بات تھی۔ لڑکیون نے
مارچ کی مختلف حرکات بہت بڑی لیاقت سے کین جن سے معلوم ہوتا تھا کہ عورت مین
بالطبع لڑکون سے زیادہ ذہانت۔ پھرتی اور چالاکی کا مادہ موجود ہے۔ جس کو تعلیم
وتربیت بہت ہی آسانی کے ساتھ ابھار سکتی ہے۔

اس موقع پر ہم بانی مدرسہ نواب ممتاز یارجنگ کی تعریف کئے بغیر نہین رہ سکتے نواب صاحب موصوف
دکن ہی کے مسلمانون مین نہین بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانون مین بلحاظ قومی کامون
کے ممتاز اشخاص کے گروہ مین داخل ہین۔ جب ان کے ان قومی کامون پر نظر ڈالی
جاتی ہے جو انہون نے اپنی حیثیت اور قدرت کے موافق کئے ہین۔ تو ہماری زبان
پر یہی کلمہ جاری ہوتا ہے کہ خدا نے حیدرآباد مین بھی ایک سرسید احمد خان پیدا کر دیا ہے
جو مسلمانون کی بہبودی اور اصلاح و فلاح مین سرگرم ہے۔ یہ اسی نواب کی ذہانت کا نتیجہ
ہے کہ مسلمان پردہ نشین عورتون کو ہندوستان مین اول مرتبہ فوجی قواعد کی تعلیم دی گئی

ہے۔ گو ہمارے بھائی مسلمان اپنی جہالت اور تعصب سے اس قابل تعریف بات کی داد نہ دین مگر لائق تعلیم یافتہ مسلمان تو ضرور ہی نواب ممتاز یار جنگ کے ان کامون کو وقعت کی نظر سے دیکھینگے اور آیندہ نسلین ہمیشہ ان کی ممنون و مشکور رہینگی۔ زیادت جسمانی سے مسلمان پردہ نشین عورتون کے تو اسے جسمانی ہی ترقی نہین کرینگے بلکہ اس سے آیندہ نسلین بھی صحیح و تندرست اور قوی پیدا ہونگی۔ — ایڈیٹر

شادی سے پہلے سوچ لینے کی قابل باتین

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ والدین بچون کی شادی بیاہ بے سوچے سمجھے بطور خود کر دیتے ہین اور ان کو اپنی آیندہ زندگی فارغ البالی اور اک جہتی سے بسر کرنے کے لئے سوچنے کا کوئی موقع نہین دیتے ہین جس کا لازمی نتیجہ یا تو باہمی نا اتفاقی ہوتا ہے یا بوجہ کم توجہی ایک دوسرے سے بے پروا ہو جاتے ہین۔ اور اس وجہ سے میان صاحب بعد شادی اپنی دلچسپی کا کوئی ناجائز ذریعہ پیدا کر لیتے ہین۔ اور بیچاری بی بی مصیبت مین گرفتار رنج و الم سے ہمکنار اپنی کم نصیبی پر روتی ہوئی اپنے والدین کے حق مین دعائے خیر کرتی ہے اور ایک دن نہایت ہی حسرت اور افسوس سے اس عالم فانی کو خیرباد کہتی ہے اس لئے مندرجۂ ذیل وہ چند امورات عرض کئے جاتے ہین جن کو شادی سے قبل سوچنے اور ان کے ہر پہلو پر بعد غور کامل صحیح رائے قائم کر لینے سے منسوب اور منسوبہ کی زندگی فارغ البالی۔ یکجہتی اور مطمئن طریقہ سے بسر ہونے کی قوی امید ہوسکتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں

(۱) آیا منسوب یا منسوبہ باہمی پسندیدہ ہے۔

(۲) آیا منسوب یا منسوبہ کے والدین یا سرپرستون کی باہمی واجبی رضامندی ہے۔

(۳) آیا منسوب اور منسوبہ کا دلی رجحان ایک دوسرے کی قربت ہے اور ان مین سچی محبت ہے یا آیندہ پیدا ہونے اور قائم رہنے کی قوی امید ہے۔

بلا خوف تردید کے مین کہہ سکتی ہون کہ اس وسیع ممالک ہندوستان مین آج کی شب مجھسا کوئی خوش نصیب اور مورد نوازشات شاہانہ نہین ہے کیونکہ ہر دل عزیز ہماری حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند دامت سلطنتہا کا قائم مقام جناب معلی القاب لارڈ کرزن صاحب بہادر اور جناب لیڈی کرزن صاحبہ اس وقت میرے مہمان ہین۔ اُن کی تشریف آوری سے جسقدر مسرت و عزت مجھکو اور میری رعایا کو حاصل ہوئی اُس کے اظہار سے زبان قاصر ہے۔ میری اس ریاست کو یہ امر نہایت افتخار کا باعث ہوا کہ حضور ممدوح نے سب سے پہلے مجھکو سرکاری طور پر اپنے خیر مقدم کا موقعہ مرحمت فرمایا جس کا مین تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہون حضور پر مخفی نہوگا کہ میرے بزرگ ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کے دلی خیرخواہ رہے ہین اور جب سے مین جانشین ہوئی ہون میرا کوئی حوصلہ اس سے بڑھکر نہین ہے کہ مین گورنمنٹ عالیہ کی خیرخواہی اور جان نثاری مین اپنے بزرگون پر سبقت حاصل کرون چنانچہ فوج اعانت شاہی کو اس امید سے مینے قائم کیا ہے کہ میری ریاست کے باشندے تربیت پاکر اس قابل ہوجاوین کہ عند الضرورت وہ سرکار عالیہ کے کام آوین اور ناموری حاصل کرین۔ میری رعایا کیا مسلمان کیا ہندو برٹش گورنمنٹ کے تمام تر وفادار و فرمانبردار ہین سچ تو یہ ہے کہ کوئی مسلمان باایمان جو اپنے قواعد مذہبی کا سچا پابند ہے دیانتاً اپنے بادشاہ وقت کا غیر مطیع نہین ہوسکتا ہے۔ قابل گذارش ہے کہ تقریباً دو سال کا عرصہ گذرا کہ مین نے بھوپالی روپیہ کو اٹھا دیا اور اب بجاے اُس کے برٹش روپیہ اس ریاست کا مروج سکہ ہے اس کارروائی سے نرخ کی دقت مٹ گئی اور کاروبار مین آسانی ہوئی۔ یہ بھی عرض کے لائق ہے کہ اگست سنہ ۱۸۹۹ء سے قواعد اسلحہ اس ریاست مین جاری کر دیے گئے ہین اس سے غرض یہ ہے کہ جرایم پیشہ و مشتبہ و بد اطوار لوگون کے قبضہ مین اسلحہ نہ رہنے پاوین تاکہ وہ ریاست ہذا یا کہ مقامات سرحدی مین فساد نکر سکین ورنہ اُس سے یہ مراد نہین ہے کہ خواص یا عوام بے شر اپنی جان و مال کی حفاظت پر قادر نہون۔ حضور عالی! کئی سال کی متواتر کمی پیداوار کی وجہ سے رعایا کی حالت سقیم ہوگئی ہے۔ اگرچہ کہ گذشتہ دو سال فصل موافق تھی لیکن ہنوز اُن کی حالت

پورے طور پر درست نہیں ہوی تہی کہ پہر اِس سال کمی بارش کی شکایت ہے رازق العباد اُن کے حال پر رحم فرما وے ۔ اگر مہاوٹ برس گئی تو قحط کا خدشہ انشاء اللہ دفعہ ہو جائیگا مین دوبارہ عرض کرنے کی اجازت چاہتی ہون کہ حضور ویسرائے بہادر اور اُن کی لیڈی صاحبہ مخزمہ کے رونق افروز ہونے کے باعث سے مجھکو غایت درجہ کا افتخار حاصل ہوا اُن کو مجھ سے بڑھکر میزبان بہت ملین گے مگر مجھکو اُن جیسے باوقار مہمان نصیب سے ملتے ہین ۔ میری یہ دعا ہے کہ جناب ملکہ محتشمہ قیصرۂ ہند دیرگاہ سلامت باکرامت رہین ۔ اور جناب لارڈ کرزن صاحب بہادر اور اُن کی لیڈی صاحبہ ہمیشہ صحیح و تندرست رہکر اِس ملک کی ترقی کی طرف توجہ مبذول فرماوین (آمین) قبل اِس کے کہ مین اپنی تقریر کو ختم کرون مجھپر واجب ہے کہ مین اپنے دیگر معزز مہمانون کا جنہون نے از راہ عنایت و کرم میری مخلصانہ دعوت کو قبول فرمایا ہے شکر احسان ادا کرون ۔ اب میری استدعا ہے اور مین تحریک کرتی ہون کہ آپ گرمجوشی سے جام صحت جناب ویسرائے بہادر اور جناب لیڈی صاحبہ کا نوش فرماوین اور مخلصہ کو ممنون کرین ؛؛

کلجگ کا گرو

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

عرصہ ہوا ہم نے گذشتہ پنجاب ارگن کے کسی لوکل کالم مین یہ خبر درج کی تہی کہ سندرسنگہ دوکاندار وزیرآباد کی نوجوان عورت کچہہ نقد اور زیورات لیکر کہین نکل گئی ہے اب معلوم ہوا کہ این دولت دنیا را بدرقہ بہ بُرد ۔ اصل حال یہ ہے کہ سندرسنگہ ایک ضعیف العمر آدمی علاقہ گجرات سے آکر وزیرآباد مین مقیم ہے دُکان کرتا ہے اور تہوڑے عرصہ مین اُس نے بہت کچہہ پیدا کیا ۔ اکیلے کو نیند کہان ۔ عورت کی تلاش مین اِدہر اُدہر ہاتہہ پاؤن مارنے لگا ۔ آخر ش سہ جوینده یابنده "ایک نہایت خوبصورت ۱۳ - ۱۴ ۔ سالہ علاقہ جمون کی عورت کہر سے واموں ملگئی ۔ مگر زن جوان را تیرے بہ پہلو بہ کہ پیرے اتفاق سے اُس کا گرو جو نہایت

خوبصورت نوجوان تھا وارد ہوا۔ سندر سنگھ نے گورو مہاراج سے عرض کی کہ یہ میری عورت علاقہ غیر کی ہے اور اپنا اصل مکان نہیں بتاتی آپ اس کو کچھ پند و نصیحت بھی فرما دیں اور در پردہ اُس کی اصلی سکونت بھی دریافت کریں کہہ کر خود تو دوکان پر چلا آیا اور مہاراج کو ہم سِن کا ملنا۔ جھٹ آٹ سٹ ملا لی اور دو ایک روز رہ کر اُس بلبل شیدا خسار محبوبی کو اوڑا لے گیا۔ سندر سنگھ نے بہتیری تلاش کی اپنا کام دہ والیس آکر مایوس ہو کر بیٹھ رہا ہے۔ (دارگن)

حق مہر کا جھگڑا

اِن دنوں حق مہر کے بارے میں بعض اخباروں میں بڑی بحث چھڑی ہوئی ہے اور طویل مضامین لکھے جا رہے ہیں۔ کوئی صاحب کم کرنے پر زور دیتے ہیں کوئی زیادہ پر۔ بعض کی منشا ہے کہ ایک حد مقرر کر کے واجب العمل قرار دی جاوے۔

ہم بہت افسوس کرتے ہیں کہ باوجود ایسی آزادی کے زمانہ میں اور بحالت لاکھوں آئین و قوانین بدل جانے کے جبکہ واضعان قانون اور خود گورنمنٹ نے اِس خدا کے مقرر کئے ہوئے قانون کو نہیں بدلا اور نہ بدلنا چاہتی ہے تو یہ لوگ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

شاید اس لئے کہ لوگوں کے مقدور کے موافق حق مہر مقرر ہونا چاہیئے تاکہ وصولی آسانی سے ہو یا دینے والے کو گراں نہ گذرے یا اُس کی افراط و تفریط میں مختلف رائیں ہیں یہ قضیہ ایکسو ہو جائے۔ یہ مسئلہ چھیڑ گیا ہے۔ مگر ہماری دانست میں یہ کوئی اب عذر معقول نہیں کہ اِس پر کاربند ہو کر خدا کی حدوں کو توڑ ڈالنے کی کوشش کریں۔ اسلئے کہ جب نکاح ہونے لگتا ہے اُس وقت فریقین اور ان کے متعلقین جو مجلس نکاح میں موجود ہوتے ہیں حسب حیثیت اور مقدور فریقین کے حق مہر مقرر کر لیتے ہیں۔ اگر ان کی حالت بعد ازیں تغیر و تبدل ہو جائے اور خاوند بسبب انقلاب حالت ادائے مہر میں قاصر و کوتاہی کرے تو یہ کوئی فرض نہیں کہ اسی قدر۔ حق مہر جو وقتِ انعقادِ نکاح معین کیا گیا تھا عورت کو دلانے کی کوشش کریں جو خاوند کی جائیداد فروخت ہونیکے بعد بھی کسی صورت سے پورا نہ ہو سکے۔

قرآن کریم نے ایسی حالتون کے واسطے بھی خود ہی فیصلہ کر دیا ہے جو قرآن مجید کے دیکھنے سے منکشف ہو جاتا ہے پس خدائی فیصلون مین چون وچرا کرنا اسلامی دنیا مین صریحاً الحاد اور ارتداد ہے۔ اسلام کی اصل غرض مہر مقرر کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورت مرد کے حقوق مساوی ہو جاوین اور دنیاوی معاملات مین ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ رہے۔ جیسی عورت اطاعت خاوند مین محبوس ہے ویسے ہی مرد بھی اُس کے دَین کا مقید ہو۔ مگر اس دَین کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے قولہ تعالیٰ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ط (سوائے اُن عورتون کے جو تم پر حرام کی گئی ہین اور سب عورتین تمہارے لئے حلال ہین بشرطیکہ اُن کو شہوت رانی کے لئے نہین بلکہ قید نکاح کی غرض سے مہر دے کر [illegible] کیا گیا ہو۔ پھر فرمایا ہے۔ فَاٰتُوْهُنَّ فَرِيْضَةً (اُن [illegible] مقرر کیا تھا اُن کے حوالہ کرو) پھر یہ بھی ارشاد ہے کہ۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (اور ٹھہرے ہوئے مہر کے کم و بیش کرنے پر آپسمین راضی ہو جاؤ۔ تو تم پر کوئی گناہ نہین) وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا (اور عورتون کو اُن کے مہر خوشدلی کے ساتھ دے دیا کرو پھر اگر وہ رضامندی سے کچھ تم کو چھوڑ دین تو وہ تمہارے لئے حلال ہے مزے سے چٹ کرو)

آجکل ایک اور رواج بھی ہے کہ جب عورت کی مرضی طلاق لینے کی ہوتی ہے (یہ قاعدہ عام بدکار عورتون مین رائج ہے یا وہ عورتین جن کے خاوند نالائق یا بدمعاش ہوتے ہین) تو وہ دوسری جگہ سٹ پٹ لگا کر یا اپنی خواہشون کو پورا کرنے کے واسطے پہلے خاوند سے خفا ہوتی ہین یا نالائق خاوند سے پیچھا چھوڑانے کو طلاق حاصل کرنے کے وسائل پیدا کرتی ہین چنانچہ حق مہر کے مقدمات کی کثرت عدالت دیوانی مین اور دفعہ (۴۹۸) ضابطہ فوجداری کی نالشین اس امر کی کافی شہادت ہین بالاخر خاوند کو کچھ دے دلا کر اور سب دعاوٰن سے دست بردار ہو کر طلاق نامہ لکھوا لیتے ہین بعض ایسی بھی ہین جن کو اتنے ہاتھ پاؤن مارنے کے بعد بھی طلاق

حاصل نہین ہوتی اور تمام عمر (بیوؤن کی طرح جن کے نکاح ثانی نہین ہوسکتے) مرتکب افعال شنیعہ ہوتی ہین اندر ہی اندر گھل گھل کر مر جاتی ہین پس ایسی حالت مین اگر کوئی عورت خاوند کو کچھ دے دلا کر اپنی مخلصی کرا لے تو وہ بھی جایز ہے جیسا کہ حکم ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (اگر عورت اپنا پیچھا چھوڑا سکنے کے لئے کچھ دے سکے تو کوئی گناہ نہین) اور یہ بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا (انکو ایذادہی کے واسطے اپنی زوجیت مین نہ رکھنا) پس جبکہ ہر حالت کے لئے ایک ایک نہین بلکہ دو دو بار مختلف طریق سے اور خصوصیت سے فیصلے لکھے ہوے موجود ہین۔ تو پھر نئی تجویزین نکالنا کیا معنی رکھتا ہے۔ (ارگن)

تعزیرات ہند کی دفعہ (۴۹۸) کا مضمون

"جو کوئی شخص کسی عورت کو جو کسی دوسرے مرد کی زوجہ ہے یا جس کو وہ جانتا یا باور کرتا ہے کہ وہ کسی دوسرے مرد کی زوجہ ہے اُس مرد کے پاس سے یا کسی دوسرے شخص کے پاس سے جو مرد مذکور کی جانب سے عورت مذکور کا محافظ ہو لے اُڑے یا پھسلا لے جاوے اس نیت سے کہ عورت مذکور وہ کسی شخص سے جماع حرام کرا سے یا اس نیت سے کسی ایسی عورت کو چھپائے یا روک رکھے تو شخص مذکور کو دونون قسمون مین سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی" الخ

ہم پوچھتے ہین کہ اگر کوئی منکوحہ عورت کسی مرد کو خود ہی پھسلا لے جائے اور خود ہی جماع حرام کرائے۔ تو اُس کے لئے کیون کوئی دفعہ تجویز نہین کی گئی واضعان قانون نے یا تو اُس وقت خیال نہین کیا یا دیدہ و دانستہ عورت کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔

ہم برابر دیکھتے ہین کہ اغوا شدہ عورتین عموماً جوان ہوتی ہین اور جوان عورت جو نفس جوانی مین اندھی یا خود رفتہ ہو جاتی ہے جہان کہین اس نے آنکھ لڑائی وہ بھی اکثر جوان ہی ہوتا ہے

اب ملاقات کا موقعہ تو ملتا نہیں ... اپنی ناعاقبت اندیشی اور بیوقوفی سے خود ہی پیغام بھیجتی ہے کہ مین فلان وقت فلان جگہ موجود ہون گی - کبھی نہین سنا کہ مرد بھی اپنے گھر سے کچھ لیکر نکلا ہو - ہی نیک بخت والدین کا یا سسرال کا کسی کا رکھا رکھایا مستعار مانگا ہوا نقد زیور جو کچھ ہاتھ لگا لیکر چلتی بنتی ہے اور آشنا کو اوڑا لے جانے سے پہلے ہی حوالے کر دیتی ہے جو تھوڑے ہی دنون مین کہین بیٹھ کر مال مفت دل بیرحم چٹ کر جاتے ہین - اور ہر عدالت مین نالش گذر جانے پر جہان پکڑے گئے مرد کو ہتکڑی لگ جاتی ہے اور وہ بی بی رانی صرف گواہون کے ساتھ طلب ہوتی ہے اکثر چالاک عورتین یا ہٹ کی پوری اُس وقت بھی ساتھ دیتی ہین اُس کو بچانے کی باتین گھڑ لیتی ہین - عدالت مین صاف کہہ دیتی ہین کہ یہ تو میرا بھائی ہے مینے اسے کبھی دیکھا ہی نہین اور جو والدین یا سسرال کے خوف اور دھمکی مین آ جاتی ہین وہ صاف کہہ دیتی ہین کہ اُس نے مجھے نکالا - مینے اُس کو زیورات حوالے کئے - اس طرح گھر سے نکالے تھے فلان فلان مقامات پر ہم دونون رہے ہین بدکاری کرتے رہے ہین اب میان عاشق صاحب پر صرف جرم لگ جاتا ہے - پانچ چھ مہینے سیاحت زندان کی سیر کرتا ہے اور عورت تہائی دھوتی [illegible] کی ویسی ہی وجہ ہے کہ پنجاب مین مقدمات اغواے عورت کا [illegible] روز بروز [illegible] ہوتا جاتا ہے - اور بدکاری بھی بڑہتی جاتی ہے - جب تک یہ دفعہ ترمیم ہو کر عورت [illegible] دونون کو ملزم نہ بنایا جاویگا دونون کو سزا نہ دی جاوے گی اس فعل کا ہرگز انسداد نہ ہوگا اور بڑے بڑے شریفون امیرون اور خاندانون کی آبرو خاک مین ملتی جاوے گی -

بعض اضلاع مین قتل عمد کے مقدمات کی کثرت اسی غیرت کا موجب ہے - مگر ہم حیران ہین کہ گورنمنٹ عالیہ نے آجتک کیون اس طرف توجہ نہین کی کم سے کم اتنا تو ہو جاوے کہ عورت کو جرم اعانت ہی لگایا جاوے - (ارگن)

معلم نسوان - یہ عام نظرتی اصول ہے کہ اغوا یا تحریص زیادہ مرد کی طرف سے ہوتی ہے ۔ عورت کی جانب سے

فوج مین متاہل لوگون کے ساتھ رعائتین

فوج کے موجودہ قاعدہ کے مطابق دس فیصدی اشخاص رجمنٹون مین متاہل ہوسکتے ہین اگرچہ حقیقت مین اُس سے بھی زیادہ اشخاص متاہل ہوسکتے ہین - لیکن وہ خلاف ضابطہ سمجھے جاتے ہین - متاہل لوگون کو ایک ایک کمرہ دیا جاتا ہے - اور اگر کہین ممکن ہوتا ہے تو دو کمرے بھی دیدئے جاتے ہین - نان کمشنڈ افسرون مین جو لوگ متاہل ہوتے ہین اُن مین سے سرجنٹ اور اُس سے اوپر کے درجہ کے لوگون کو دو دو کمرے دے جاسکتے ہین - اس رعایت کے علاوہ متاہل لوگون کے ساتھ یہ بھی رعایت کی جاتی ہے کہ سرکار اُن کو کھانے کے میز - لوہے کے پلنگ - گھاس کے بھرے ہوے گدے - چادرین - کمبل - لوہے کے چولہے - کوئلہ کش کے برتن بھی مرحمت فرماتی ہے - اور رجمنٹ ڈاکٹر کو حکم دیتے کہ وہ بلا فیس لئے اُن کا اور اُن کے متعلقین کا علاج کرین - سپاہیون کے لڑکیان جنکو اسکول مین مفت تعلیم دی جاتی ہے - مکان کے ساتھ مین گھاس - کوئلہ - لکڑی - اور پانی بھی اُن کو مفت دیا جاتا ہے - اور اُن کے مکان پر سفیدی بھی اکثر کرائی جاتی ہے اُن پر صفائی کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے اور اُن کو مکان مین بمقابلہ دوسرون کے ایک گھنٹہ بڑہکر روشنی رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے - شادی کی اجازت حاصل کرنے کیلئے یہ ضرور ہوتا ہے کہ سپاہی نے چھ سال تک نیک چلنی کے ساتھ ملازمت کی ہو اور کم سے کم نیک چلنی کا اُس کے پاس ایک نشان ضرور ہو اور اپنے کمانڈنگ افسر سے شادی کی اجازت حاصل کرچکا ہو - متاہل سولجرون کو کپڑون کی دھلائی کے نام سے ایک پینی زیادہ دی جاتی ہے اور اُس کو جمع کرکے اُن کی بیبیون مین اُسکو پھر مساوی تقسیم کر دیا جاتا ہے - اگر اتفاق سے کسی سولجر کی بیوی دھلائی کے کام مین ہشیار ہوتی ہے تو اُس کو افسرون کی بیبیون کے کپڑے دہونے اور اُن کی دھلائی حاصل کرنے کا خوب موقع ملتا ہے -

پردے سے تو اقفال اچھا ہے

مصر اور افریقہ کے دوسرے بہت سے ملکون مین عورتون کی شفرتان صغیرتان خصوصاً تولید کے بعد بہت لمبے ہوجاتے ہین۔ بلکہ (ہوتا نتو) کی عورتون کے حد سے زیادہ بڑھ کر زانون پر گر کر دو پنکھون کی طرح جھولتے نظر آتے ہین اسی واسطے اُن کا کاٹنا جایز کیا گیا ہے عیسائیون مین ختنان۔ تضیق تدابی نام غلفہ کی سوئی تشکل کے وقت اگر کوئی عارضہ ظہور مین آیا ہو تو اُس وقت بقدر کفایت غلفہ کو کاٹ کر ختنہ کیا جاتا ہے ۔

مگر بعض ملکون مین قابل نفرت اقفال کی رسم اب تک جاری ہے اور یہ صرف جماع سے منع کرنے یا بکارت کو قائم رکھنے کے لئے استعمال کرتے ہین ۔ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکون مین شفرتان اور صغیرتان کو ایک دوسرے کے ساتھ سی ڈالتے ہین جریان حیض اور پیشاب کے لئے سوراخ رکھتے ہین اور لڑکیون کو بیاہ کے دن تک قابل اطمنان طریق سے محفوظ رکھتے ہین ۔

روم کے قدیم عیاش باشندے اپنی لونڈیون پر عجیب عجیب عملیات کیا کرتے تھے قیصران روم کے زمانے مین (تہی ایٹر) کے مینجر کھیل کھیلنے والی لڑکیون کو اقفال کرتے تہی تاکہ لذایذ شہوانی سے باز رہین اور اُنکا حسن و جمال دیر تک پایدار رہے

ہندوستان مین بھی بعض مقامات پر اقفال کی عادت اب تک جاری ہے اور بہت سی جوگی اپنی پاک بازی کے اظہار کے لئے اقفال یعنی غلفہ مین زنگو سلے لٹکائے پھرتے ہین اسی طرح روم کی بعض خاندانی عورتین مردون (اپنے عاشقون) کو اقفال کیا کرتی تہین اور قفل کی چابی اپنے ہی ہاتھ مین رکہا کرتی تہین ۔

مگر یونانی قدیم باشندے اِس وحشیانہ تدبیر کو عمل مین نہین لاتے تھے اور اپنی لڑکیون کی عفت اور عصمت کو بطریق مذکور محفوظ کرنا علامت وحشت سمجھ کر عصمت اور ناموس کی حفاظت خود

بی بیون کے سپرد کرنا زیادہ مناسب جانتے تھے اور یہ طریق ایشیائی ملکون مین ابھی تک جاری ہے اِس زمانہ مین جبکہ مسلمانان ہند اپنی عورتون سے سخت بدگمان ہین اور اسی وجہ سے انہین حبس دائمی پردے مین رکھتے ہین کہ کہین اُن کی عفت مین داغ نہ لگے یہ تدبیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ پردے کی عوض جس مین عورتون کو سراسر تکلیف ہے اتفال کی رسم جاری کردی جاوے۔ اِس سے پردے کی ضرورت ہی نہین رہیگی۔ اور عورتون کی عفت کی طرف سے بھی پورا اطمنان حاصل ہوگا۔ افسوس ہے کہ ہمارے بھائی مسلمان نہین سوچتے کہ عورت کی عفت و عصمت اُسی کے ہاتھ مین ہے اُس کے سوا اور کوئی اُس کی حفاظت نہین کرسکتا۔ ایڈیٹر

زنانہ کانگریس لنڈن

لنڈن مین جو زنانہ کانگریس منعقد ہوا وہ تعلیم نسوان کی سب سے بڑی ترقی کی دلیل ہے۔ اِس کانگریس کی پریسیڈنٹ لیڈی ابرڈین تھین جنہون نے انیس ۱۹ ملکون کی نسوانی ڈیلیگیٹون اور قائم مقامون کے سامنے افتتاحی اسپیچ دی۔ جن انجمنون کے وکلا اِس کانگریس مین آکر شریک ہوے تھے اُن کے ممبرون کی تعداد بارہ ہزار پانچ سو تھی اِس مین اگر وہ مرد ممبر بھی شامل کئے جائین جو مقاصد نسوان سے ہمدردی رکھتے ہین تو زن و مرد ممبرون کا مجموعہ تیرہ ۱۳ لاکھ پچھتر ہزار ہوتا ہے۔ اللہ اللہ جب یورپ کی عورتون کی یہ کیفیت ہو تو پھر وہان جو کچھ ترقی نہ ہو تھوڑی ہے اِس کانگریس کے انعقاد سے یہ بات ثابت ہوی کہ ممالک یورپ مین عورتون کی ترقی کی حالت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے چنانچہ براعظم کے بعض حصص کی مخدرات دیگر ممالک کے طبقہ نسوان سے ترقی مین بہت آگے نکل گئی ہین۔ مثلاً جرمنی اِس معاملہ مین آمریکا اور انگلستان سے پیچھے ہے لیکن امید کی جاتی ہے۔ کہ مدارج ترقی کا یہ اختلاف بہت جلد دور ہو جائے گا اور کانگریس رفتہ رفتہ ایک روز یورپ کا سرمایۂ فخر و ناز ثابت ہوگا۔ لیڈی ابرڈین بھی اختلاف مدارج سے بے خبر نہ تھین۔

دوسرا رزولیوشن بہت ضروری ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

کانفرنس اس بات کا بہت خوشی سے لحاظ کرتی ہے کہ مختلف مقامات خاص کر بمبئی۔ مدراس پنجاب اور دوسری مختلف خواتون کی انجمنون جیسے راجپوت سبھاؤن اور بھٹ سبھاؤن اور دوسری جماعتون کی جو رپورٹین وصول ہوئین اُن سے معلوم ہوا کہ جس عمر مین لڑکے لڑکیون کی شادی کرنا چاہئیے اُس مین بڑی اصلاح ہوئی شادی کے موقعون کے اخراجات گھٹائے گئے لیکن اسپر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبتک یہ قرار دیا جائیگا کہ لڑکیون کی شادی ۱۲ برس سے ۱۴ برس اور لڑکون کی اٹھارہ سے اکیس برس تک کی عمر مین نہوا کرے گی اُس وقت تک اس کی اصلاح مین بہت کچھ گنجایش باقی رہ جائے گی چنانچہ کانفرنس کی راے ہے کہ اصلاحات شادی کی ترقی کی غرض سے جو انجمنین قائم ہین وہ اپنی کوششون مین اس وقت تک باز نہ رہین کہ والٹر کرت راجپوت ہتکارنی سبھا نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے اور جس پر ایجنسی مذکور راجپوتانہ اور مالوہ کی راجپوت ریاستون مین زیادہ تر عمل ہوتا ہے اس کی پابندی کی جائے اور ہندوستان بھر مین اسی پر عمل کیا جائے اور اخراجات شادی کا جو پیمانہ قرار دیدیا گیا ہے اُس سے زیادہ خرچ نہو نے پائے۔

مسٹر ایس کے کول مبکا نے رزولیوشن کی تحریک کی اور اس امر پر بحث کی الافضول مصارف شادی کے بارے مین کچھ نہین کہا اسپر بھی وہ بحث کرتے لیکن چیرمین نے گھنٹی بجادی اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ تقریر نہ کر سکے جیساکہ بعد جن دو شخصون نے تقریر کی اُن کو معلوم ہوا بابو رگھونندن پرشاد کی تائیدی تقریر سب سے اچھی تھی چنانچہ اُنکی تقریر کے وقت گھنٹی نہین بجی۔ مسٹر وی۔ ڈی جیوری نے انگریزی مین خوب تقریر کی انھون نے انگریزی مین بیان کیا اور لوگ اثناے تقریر مین اس بات کے ساعی رہے کہ اس کے مطالب سمجھاوے جائین چنانچہ وہ بہت بڑی بردباری سے تقریر کرتے رہے۔

چیرمین رزولیوشن کے بارے مین ووٹ لینا چاہتے تھے کہ اس اثنا مین حاجی ریاض الدین احمد بریلوی نے استادہ ہو کر اس ایک طرفہ رزولیوشن کی مخالفت کی انھون نے

ار دو مین تقریر کی اور بہت ہی زور و شور سے دلائل نکال نکالکر اس بات کی مخالفت کی کہ ایسا رزولیوشن اس جلدی سے پاس کر دیا۔ انھون نے کہا کہ اس کی بحث کے واسطے زیادہ وقت ملنا چاہیے تھا۔ سامعین چونکہ گھبرا گئے تھے اسوجہ سے [illegible] اور ہنسنے لگے لیکن آخر کو بابو ریاض الدین احمد نے رزولیوشن کی تائید کی اور جو لوگ بیان کرنا چاہتے تھے خاموش نہ رہے۔ اٹھ کھڑے ہوے انھون نے بھی تقریر کی ایک شخص ان مین مخالفت کرنا چاہتا تھا اور [illegible] کے وہ کھڑا ہوا اور تقریر شروع کی [illegible] بالکل [illegible] تھا اس نے کہا کہ [illegible] پسند نہین کرتا ہے جو لوگ چیرمین کی بات مین بات ملائین [illegible] واہ واہ [illegible] بیٹھ جاو [illegible] چیرمین نے دست اندازی کی [illegible] رزولیوشن [illegible]

[illegible] حاجی ریاض الدین احمد [illegible]

کم عمر رانڈین

کانفرنس کی رپورٹون سے معلوم ہوا کہ بمبئی اور بنگال اور مدراس مین اس مسائل کہ رانڈون کی شادی ہوی کانفرنس کی رائے مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہان جہان والدین یا اولیا کی خواہش پائی جاتی ہو کہ ہندوون کے شاستر کے موافق رانڈون کی شادی کردی جائے وہان اس کا حوصلہ دلانے مین کوتاہی نہ ہو۔ کانفرنس کی یہ بھی صلاح ہے کہ تمام انجمنین اس بات کی کوشش کرتی رہین کہ کم عمر رانڈون کی حالت مین اصلاح ہو تاکہ اُن کو تعلیم دی جائے اور ایسی باتین سکھائی جائین کہ وہ آپ اپنی پرورش کرسکین اس سے اُن کی زندگی عمدہ طور پر کٹیگی اور خلائق دوستی اور خیرات کے کامون مین ان سے بڑی مدد ملیگی۔ بابو مہیش پرشاد نے اُس کی تحریک اور لالہ منسارام نے تائید کی۔

عزیزون مین شادی

کانفرنس کو معلوم ہوا کہ بمبئی اور مدراس کے ذی اثر برہمنون کے بعض گروہون مین عزیزون

یہ ورنہ یہ شادیاں ہوئیں چونکہ یہ اصلاح شاستر کے خلاف نہیں ہے اس وجہ سے کانفرنس ساعی ہے کہ تمام انجمنیں اس مسئلہ پر غور کریں کیونکہ جب تک چھوٹے چھوٹے گروہوں میں باہم گر ایسی شادیاں نہ ہوں گی موجودہ حالت میں وہ اصلاح اکثر رسوم شادی کے متعلق نہیں ہوسکتی - پنڈت بھگوان دین دوبے نے تحریک اور رائے اودلی اور پنڈت شیو نارائن نے تائید کی۔

بدلہ یعنی مبادلہ کی شادیاں

بدلہ شادیوں یعنی گولاوٹ کا دستور جو ممالک مغربی وشمالی واودھ کے بعض مقاموں میں پایا جاتا ہے اس کانفرنس کے نزدیک بُرا ہے اور بمنزلہ بردہ فروشی کے ہے اور اس لیے ہر طریقہ سے اس کے انسداد کی فکر کرنا چاہیئے تعداد کے گروہوں کو شادی کرنے کے لئے لڑکے اور لڑکیاں مل سکیں -

پنڈت سیتالال نے تحریک اور بابو کرشن بلدیو ورما اور مسٹر جنار دن مریشر شین نے تائید کی

مسئلہ ازدواج

پر

نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے خیالات

مندرجہ بالا عنوان آج کل انگریزی خوان نوجوانوں کی سوسائٹی میں عام طور سے بحسب وجہ اور پایہ پر ہورہا ہے اور نئے خیالات والے دوچار دوست جب ایک جگہ بیٹھتے ہیں تو اکثر اس مسئلہ پر بات چیت اور گفتگو رہتی ہے - اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ ہندوستان میں جو طریقہ ازدواج ایک عرصہ سے مروج ہے وہ نہایت خراب اور قابل اصلاح ہے اور اس کے بُرے نتایج اور شرمناک واقعات نے گو پرانے خیالات کے بزرگوں کو بھی اس کے ترک کرنے پر مائل کردیا ہے لیکن بوجہ رسم ورواج کے قیود اور جاہل عورتوں کی مداخلت کے اُس میں عملی طور پر تبدیل اور تغیر بہت کم ہوا ہے -

مغربی تعلیم پائے ہوئے نوجوان جن کے دل ودماغ کو یورپ کی تہذیب اور شایستگی ز

تسخیر کر لیا ہے اور جو برخلاف پرانے زمانہ کے رئیس زادون کی عیش پرستی کو لازمۂ جوانی
نہین خیال کرتے وہ اُن بے بسی اور بے اختیاری کی شادیون کو سختی اور درشتی سے کم
وحشیانہ اور ظالمانہ تصور نہین کرتے اور اپنے اُن دوستون کی حالت دیکھکر جنکے گلون مین شادی نا
خواستہ کا طوق جبراً و قہراً ڈالدیا گیا ہے کانپ اُٹھتے ہین اور اکثر بیکس اور ناکردہ گناہ لڑکیون
کی مصیبت کی داستانین سنکر اُن کے دل ہل جاتے ہین۔ یہانتک کہ شادی جیسے شاد کرنے والی چیز
اُن کو ایک مہیب اور خوفناک کالی بلا معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ ابتک پاس ادب اور اطاعت اور خوشنودی
والدین کے خیال نے بہت سے نوجوانون کے لبون پر مُہر سکوت لگا کر اُن کی زندگی کی تمام مسرتون
پر پانی پھیر دیا ہے جسکی وجہ سے بزرگون کو اپنے طریقۂ آبائی کے قائم رکھنے کا سہارا ملگیا ہے
مگر اب اس سلگتی ہوئی آگ کو اسی طرح چھوڑ دینے سے شعلہ بھڑک اُٹھنے کا خوف ہے اس واسطے
اس مسئلہ کو پبلک پر خاص طور سے پیش کرنا اور نیو لائٹ کے (نئی روشنی کے) خیالات کو مشرح
طور پر ظاہر کر دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ میرے دوست سید سجاد حیدر کا ایک عمدہ مضمون
اس عنوان پر معارف مین شائع ہو چکا ہے جس مین ان خیالات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ
ظاہر کیا گیا ہے۔ اور کوئی ضرورت نہ تھی کہ مین اُن کا اعادہ کرون۔ تاہم اس خیال سے کہ ایک دو
مضمون لکھنے سے سیکڑون برس کے خیالات کا اُن دماغون سے دور کرنا جو پابندی وضع اور
آبا و اجداد کی رسوم کی تقلید کو احکام شرع سے زیادہ قابل التزام سمجھتے ہین کوئی آسان کام نہین
ہے اور اُسپر جسقدر مضامین لکھے جائین غیر ضروری نہ ہونگے۔ مین ان سطور کو پیش کرنے کے
لئے لکھتا ہون۔

اتنی بات تو ظاہر ہے کہ انیسوین صدی نے گو ہندوستان کا رنگ یورپ کی طرح بالکل
نہین بدلا۔ تاہم یہان کی سوسائٹی اور طرز معاشرت مین ضرور ایک قسم کی تبدیلی واقع ہوگئی ہے
اور وہ دماغ جن مین مغربی تعلیم کی کرن پڑ چکی ہے پرانے طرز معاشرت کو قابل اصلاح خیال کرتے
ہین اور سب سے پہلے جس مسئلہ پر اُن کی نظر پڑتی ہے وہ یہی مسئلہ ازدواج ہے۔ اس کی

یہ ہے کہ اُن کی زندگی کی تمام خوشیاں اور راحت بی بی پر منحصر ہوتی ہے اور اگر وہ بھی اُن کی مرضی
کے موافق نہ ہو تو اُن کی زندگی وبال جان ہے۔ پُرانے فیشن کے رئیس زادوں میں بی بی
سے محبت ظاہر کرنا ایک قسم کا عیب ہے۔ اور اس میں شوہر کی سبکی ہوتی ہے۔ اس لئے عشق
و محبت کے لئے کسی اور عورت سے تعلق ہونا جائز بلکہ ضروری تھا۔ اُن کے خیال کے مطابق تعلق
زوجیت [illegible] ہوتا تھا [illegible] ترکہ و ناموس ہوں۔ اگلے زمانہ میں۔
اور شاہزادے بھی [illegible] وغیرہ [illegible] تھے جن میں جو ایشیائی مذاق کے دارالسلطنت میں
[illegible] اور [illegible] اپنے لڑکوں کو [illegible] سیکھنے کی غرض سے اُن کے ہاں بھیجا کرتے تھے۔ غرض ان
لوگوں میں موانست و محبت بی بی سے بالکل ممنوع تھی اور بی بی سوا بچوں کے پالنے
یا ماؤں کی طرح کھانے کا انتظام کرنے کے کسی مصرف کی نہ تھی اور ایک شوہروں کو کبھی
بی بی سے بات چیت کرنے اور پاس بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوتا اور شوہر کو بی بی کا یا بی بی
کو شوہر کا نام لینا یا [illegible] سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ اس واسطے اُن لوگوں میں بی بی ایک
غیر ضروری چیز تھی جس کو شوہر کی ذات سے کسی قسم کا خاص تعلق نہ تھا اور اس واسطے اُس کی
تلاش میں ایک معمولی [illegible] سے زیادہ فکر اور تشویش بیکار تھی اور محض والدین کی مرضی یا ایک
نائن اور ڈومنی کے پسند کئے ہوئے رشتہ سے نکاح باندھنے کو کافی تھی۔ اور یہ تمام بد اخلاقیاں
ایران کی خراب معاشرت کا نتیجہ ہیں جن کو فارسی لٹریچر نے ہندوستان میں ایک پلیگ کی طرح
پھیلا دیا ہے۔ فارسی اگرچہ نہایت شیریں اور خوش آیند زبان ہے مگر اُس کا تمام لٹریچر عشق اور
بد اخلاقی سے بھرا ہوا ہے۔ اور فارسی کی جو کتابیں اخلاق سکھانے والی خیال کی جاتی ہیں وہی بد
اخلاقی کا سرچشمہ ہیں جن کو پڑھ کر ممکن نہیں کہ نوجوانوں کی اُٹھتی ہوئی جوانی اور اُمنگیں اُن کو شاہدان
سیمین ساق کا شیدا نہ بناویں اور مکتب عقل سے اُٹھکر وہ درس گاہ عشق میں نہ پہنچ جاویں۔
میری رائے میں مصلحان قوم کو فارسی نصاب تعلیم کی اصلاح کرنا ضروری ہے جو کہ مسلمانوں
کے تنزل میں بہت ممد ثابت ہوئی ہے۔ کیا تاریخ کے جاننے والے کبھی اُس دردناک واقعہ

کہہ سکتے ہین کہ دیوان حافظ کے اس ایک مصرعہ نے کہ "این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ"
سیکڑون عورتون کو بیوہ ہزارون بچون کو یتیم اور بیشمار گھرون کو بے چراغ کر دیا تھا۔ یہی مغربی
علوم اور انگریزی تعلیم سے انگریزی خوان نوجوانون کے اخلاق مین ایک عظیم الشان تغیر پیدا کیا
ہے وہ سوائے اپنی ایک بی بی کے کسی دوسری عورت سے تعلق رکھنے کو علاوہ مذہبی گناہ
ہونے کے سخت شرمناک اور پرلے درجہ کا اخلاقی جرم خیال کرتے ہین۔ یہان تک کہ ایک
بی بی کی حیات مین دوسری شادی کرنا بھی آن کے خیال مین بد اخلاقی اور گناہ ہے۔ ان
کے نزدیک بی بی کی حیثیت گھر کی بے ساماں یا بقول مرزا غالب کے پیر کی بیڑی نہین ہے
بلکہ بی بی کو عمر بھر کی غمگسار۔ رنج و راحت کی شریک۔ دنیوی خوشیون کا مرکز۔ محبت کی مخزن و
موانست کی دیبی سمجھتے ہین۔ اسواسطے شادی کے وقت آن کی رضامندی حاصل کرنا اور
آن کے حسب منشا کارروائی کرنا بہت ضروری ہے۔ شارع اسلام نے نکاح کو مبنی کیا ہے ایجاب
وقبول پر پس جب تک کہ ایجاب بطیب خاطر اور قبول آزادانہ طور پر نہ ہو شارع اسلام کا اصلی مدعا
حاصل نہین ہو سکتا اگر مسئلہ نکاح پر بنظر تعمق غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک خاص رسم ادا کرنے
مین کوئی ظاہری تعلق زن و شو مین پیدا نہین ہوتا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
خاص رسم کے ادا کرنے سے خواہ وہ مسلمانون کا نکاح ہو یا عیسائیون کا گرجا مین جا کر اعلان
یا ہندؤن کے پھیرے ہون ہر ایک سے یہ مراد ہے کہ بنی نوع انسان کی درستی اخلاق اور انتظام
عالم کے قائم رکھنے کی غرض سے ایک خاص مرد اور عورت کو جن کے مابین دلی رضامندی
اور رجحان خاطر ہو ایک دوسرے کا پابند کیا جاتا ہے پس اگر دلی رضامندی اور رجحان خاطر نہو
اور پھر قاضی صاحب نے السکوت فی معرض البیان پر عمل کر کے لڑکی کی خاموشی کو رضامندی
محمول کر لیا اور کہدیا کہ فلان لڑکی فلان کی بیٹی بعوض چھپن کروڑ دین مہر کے ہم نے تمہارے
نکاح مین دی اور ادہر دولہا جسکے حواس حلۂ شادی زیب تن کرکے اول ہی گم ہو جاتے ہین کچھ مجبوری
بہ شرم کی وجہ سے منہ پر رومال لگا کر ناک بھون چڑھا کے بادل ناخواستہ "قبول کیا مین نے"

اسلام کو فن طبابت مین کمال دستگاہ حاصل تھی نیز ملک کے پالٹکس مین اُن کا بہت بڑا اثر تھا ۔ مگر
افسوس ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیون کو تاریخ بینی کا مطلق شوق نہین تاکہ اُن کو اِن حالات سے
واقفیت حاصل ہو ۔ کسی طرح ترقی نہین کر سکتی وہ قوم جو اپنی عورتون کو جہالت اور علیحدگی مین پڑا
رکھے اور نہ اُس کی آیندہ نسلون مین بلند خیالی اور عالی حوصلگی پیدا ہو سکتی ہے اسواسطے کہ بچون
پر زیادہ تر ماؤن کی سوسائٹی اور اُن کے خیالات کا اثر پڑتا ہے ۔ یہ راے بالکل درست ہے
کہ اگر ہماری قوم کے بزرگ لڑکیون کو عمدہ تعلیم نہین دلاتے تو لڑکون کو بھی اعلی تعلیم دلوانا نہ
صرف بیجا بلکہ خطرناک ہے ۔ خاندانون مین مصالحت اور زن و شو مین اتحاد قایم رکھنے کی غرض
سے یہ امر لازمی ہے کہ میان بی بی دونون تعلیم یافتہ اور متفق الخیال ہون عورتون مین حلم رحم دلی
اور لیاقت خانہ داری ہو اُن کا فرض جو ہے پورے طور پر موجود ہو وہ اپنے شوہر کی مطیع رنج و
راحت کی شریک ۔ اور مشکل کے وقت نیک صلاح دینے کے قابل ہون ۔ مگر یہ تمام خوبیان اُسوقت
تک عورتون مین پیدا نہین ہو سکتین جب تک کہ اُن کے دل و دماغ کو صیقل علم سے صاف نہ کیا جائے
شادی اُس وقت تک باعث خانہ آبادی نہین ہو سکتی جب تک کہ لڑکون کو بی بی کے منتخب کرنے
اور شادی کا وقت مقرر کرنے مین کافی مداخلت کا موقعہ نہ دیا جائے ۔ ہم لوگون مین ایک اور خرابی
ہے وہ یہ کہ والدین اپنی خوشی اور دل کے حوصلے پورے کرنے کی وجہ سے طالب علمی کے زمانہ
مین لڑکون کی شادی کر دیتے ہین جس کی وجہ سے اُن کا پڑھنا لکھنا سب خاک مین ملجاتا ہے ۔
لڑکون کی شادی اُس وقت تک ہرگز نہ کرنا چاہئے جب تک کہ وہ اپنی تعلیم ختم نہ کر لین اور والدین
کو لڑکے کی شادی سے زیادہ اصلی خوشی کرنے اور دلی حوصلے نکالنے کا وہ وقت ہے جب کہ لڑکا
تعلیم سے فارغ التحصیل ہو کر اعلی درجہ کی ڈگریان حاصل کرے ۔ یہانتک شادی کے متعلق مین
نے اُن خیالات کا ذکر کیا ہے جن کو میان بی بی سے براہ راست تعلق ہے اب مین مختصر
طور پر اُن بیجا رسوم کا ذکر کرونگا جو اگرچہ ارکان نکاح مین داخل نہین ہین ۔ مگر اُن کو شادی
کے ساتھ لازم ملزوم کا تعلق ہو گیا ہے اِس لئے اُن کی اصلاح بھی کچھ کم ضروری نہین ہے ۔

ان رسوم سے میری مراد ہے وہ جاہلانہ حرکات اور وہ بیجا اور بے حد اسراف جو شادیوں
کے موقعوں پر کئے جاتے ہیں۔ اور جن کے اثر سے بہت سے گھرانے بیٹھے خاندان
مقروض اور تباہ ہو گئے یا ہو رہے ہیں۔ کوئی شخص کیسا ہی تنگدست اور مفلس کیوں نہ ہو
مگر لڑکے یا لڑکی کی شادیوں میں اُس کو قرض دام کرکے یا جائداد اور مکان رہن رکھکر
ان جاہلانہ رسوم کا ادا کرنا پڑتا ہے اور اُن کے ادا کرنے سے نہ صرف اس کے بلکہ
اُس کے تمام خاندان کی تنگی ہو جاتی ہے۔ نوبت کا بجنا۔ طوائفوں کا ناچ۔ نقالوں کا گانا اور
آتش بازی کا چھوڑنا وغیرہ وغیرہ شادی کے ساتھ ایسے ہی ملحق ہیں جیسے کہ نماز کے ساتھ
وضو۔ ان [illegible] جہیز کو شاندار اور نمود و نمائش اور [illegible] قابل بنانے کے غرض
سے ایسی ایسی چیزیں دی جاتی ہیں جو عمر بھر کسی کام میں نہیں آتیں۔ دولہن کے ایک
ایک جوڑے میں سینکڑوں روپے کا گوٹہ۔ چکا۔ ٹھپا اور بنت وغیرہ لگایا جاتا ہے اور تمام عمر میں
[illegible] ایسے جوڑوں کے استعمال کی نوبت نہیں آتی۔ دولہا کو جو [illegible]
زیور کپڑے [illegible] جاتے ہیں وہ بھی دو تین گھنٹے کے بعد بیکار ہو جاتے ہیں اور اُن پر سینکڑوں
روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ جو روپیہ ڈوم ڈھاڑیوں کو دیا جاتا ہے یا بذریعہ آتش بازی کے آگ کی
[illegible] کو چڑھا دیا جاتا ہے وہ رفاہ عام کے کاموں اور تعلیمی انسٹیٹیوشنز میں کیوں نہیں دیا جاتا
[illegible] شادیوں کے بیجا اسراف کو [illegible] کی طرف [illegible] موقعوں پر [illegible] بھی
[illegible] یونیورسٹیاں اور دار العلوم تھوڑے دنوں میں قائم ہو سکتے ہیں۔ اگر
بجائے ان بیش قیمت و بیکار کپڑوں۔ کثیر التعداد برتنوں اور زیور وغیرہ کے نقد روپیہ یا جائداد
کی صورت میں لڑکیوں کو جہیز دیا جائے تو وہ آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ہم دیکھتے
ہیں کہ اہل ہنود جن کے یہاں مسلمانوں سے بہت زیادہ فضول اخراجات شادیوں کے موقعوں
پر ہوتے تھے اور بہت سے رسوم جو اکثر مذہبی تھیں برتی جاتی تھیں اب وہ ان تمام لغویات کو بالکل
چھوڑتے جاتے ہیں اور تقریبوں کے موقعوں پر نہایت عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے قومی

بہبودی کے کامون مین امداد کی جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانون نے جن کو ایسی اصلاحون کی بہت زیادہ ضرورت ہے ابتک اس طرف توجہ نہین کی ہمکو امید ہے کہ ہمارے روشن خیال بزرگ ضرور اس مسئلہ پر غور فرمائین گے اور عملی مثالین قائم کر کے پرانے اوہام اور بیجا رسوم کے بتون کو توڑنے کی کوشش کرین گے + راقم ۔ محمد یعقوب (میگزین)

گذشتہ عورتون کی لیاقت

ہندوستان مین فی الحال یہ مسئلہ اکثر چھیڑا جاتا ہے کہ آیا عورتون مین تعلیم کا رواج ہونا چاہئے یا نہین - ہندوستان ہی پر منحصر نہین ہم اپنی واقفیت کی حد تک اگر بیان کرین تو کہہ سکتے ہین کہ ساری دنیائے اسلام مین تعلیم نسوان کے متعلق بڑی بڑی بحثین ہو رہی ہین - ابھی چند روز ہوئے ۔ ہمنے بیروت واقع شام کے ایک عربی ہفتہ وار پرچہ مین تعلیم نسوان پر ایک بڑا بھاری اور بسیط آرٹیکل دیکھا تھا ۔ اگرچہ تعلیم یافتہ گروہ نے اب قریب قریب مخالفین تعلیم نسوان پر فتح حاصل کر لی ہے ۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ اس بحث کے چھیڑنے سے اتنا نتیجہ ضرور حاصل ہوا کہ موافق خواہ مخالف سب اپنی لڑکیون کو چند روز پہلے کے بہ نسبت اب زیادہ تعلیم دلانے لگے ہین - تاہم ابھی تک ہمارے کانون مین کبھی کبھی یہ آواز آہی جاتی ہے کہ "عورتون کے تعلیم دلانے سے ان کے اخلاق پر برا اثر پڑے گا" اس بات کو ہم کافی اطمینان کے ساتھ ظاہر کرتے ہین کہ نیز شرعی حیثیت سے اور نیز فلسفانہ حیثیت سے نیز عقلاً اور نیز نقلاً ۔ ہمنے ثابت کر لیا کہ تعلیم کے اعتبار سے مرد اور عورت مین کسی قسم کی تفریق نہین کی جا سکتی ۔ مگر یہان اتنی بحث باقی رہ گئی ہے کہ ہندوستانی اخلاق کے لحاظ سے ہم عورتون کے لئے ابھی تک جس آزادی کو ناپسند کرتے ہین تعلیم اس کو پیدا کر دے گی ۔ لیکن یہ صرف ایک غلط فہمی ہے جو بعض تجربات پر بے سبب کلیتہً قاعدہ باندھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے -

اس مین کوئی شک نہین کہ ہندوستان ایسے بعض نظائر پیش کر رہا ہے جن کو مخالفین تعلیم نسوان ہمیشہ ہمارے سامنے پیش کر دیا کرتے ہین ۔ لیکن وہ نظائر ایسی نہین ہین کہ

بداخلاقی کو تعلیم کا لازمی نتیجہ ثابت کرین - اصل یہ ہے کہ ہندوستان مین جس عورت
کا چال چلن بگڑتا ہے اُسی کا نام عام پبلک مین مشہور ہوتا ہے اور اُس کا تعلیم یافتہ ہونا اِس
شہرت کو اور ترقی دلا دیتا ہے - بخلاف اُس کے پاکدامن عورت کا نام چاہے وہ کتنی ہی تعلیم
یافتہ ہو گھر کی چار دیواری سے باہر نہین نکل سکتا - اِس دستور کی وجہ سے ہمکو یہ خبر ہو ہی نہین
سکتی کہ اگر ہزار تعلیم یافتہ عورتین پاکدامن ہون تو اُنکا نام ہم کو نہین معلوم ہوتا کہ پیش کرین - اور اگر ایک تعلیم یافتہ لڑکی
بھی بگڑ جاتی ہے تو اُس کا نام ہر شخص تک پہونچ جاتا ہے اور تعلیم نسوان کی مخالفت کے موقع پر ہمارے
سامنے پیش کیا جاتا ہے - لہذا انکو [illegible] پیش [illegible] سکین مگر ہمکو یقین کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ تعلیم
یافتہ لڑکیون مین سے بگڑنے والیونکی تعداد اُتنی ہی ہے جتنی تعداد کہ غیر تعلیم یافتہ لڑکیون مین ہے بلکہ یہان فرق یہ ہے کہ
ہمارے مخالف جسطرح بگڑنے والیونکی فہرست پیش کر سکتے ہین اُسطرح ہم پاکدامن تعلیم یافتہ لڑکیونکی فہرست نہین مرتب کر سکتے -

مگر ہمارے لئے اِس موقع پر استدلال کا سب سے عمدہ پہلو یہ ہے کہ ہم اسلامی
تاریخ سے ثابت کرین کہ قرون اولی مین عورتین تعلیم یافتہ تھین یا نہین - اِس مین کوئی شک
نہین کہ اگلا زمانہ علما کے ہر طبقے مین ہمارے سامنے عورتون کے نام پیش کرتا ہے خصوص
فصاحت و بلاغت مین تو عورتون کی لیاقت کبھی کبھی مردون سے بڑھی ہی ہوئی ثابت
ہوئی ہے - ہم ایک عورت کا حال بیان کرتے ہین جو تبع تابعین کے عہد مین تھی اور فصاحت
و بلاغت کے کمال سے اُس نے قرآن مجید پر اس قدر تصرف حاصل کر لیا تھا کہ ہماری نظر
مین اُسکی ذکاوت اور نیز اُس کا وہ ملکہ جسکی بدولت وہ قرآن کی ہر آیت کو نہایت مناسب
موقع پر استعمال کر لیتی تھی بہت ہی حیرت انگیز چیز ہے - اور شاید اپنے اِس کمال کے اعتبار سے
اِسلام تیرہ سو برس کی مدت مین وہ منفرد ثابت ہوئی -

عبداللہ بن مبارک جو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ مین ہین بیان
کرتے ہین کہ ایک مرتبہ مین مکہ معظمہ گیا - اور ارادہ تھا کہ مدینہ طیبہ جا کے تربت حضرت رسالت
پناہ صلعم کی زیارت سے بھی شرفیاب ہون گا - مین اپنے اونٹ پر سوار تن تنہا جا رہا تھا - اور

کہا "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" میں نے پوچھا "تم کس قبیلہ کی عورت ہو؟" تو کہا
"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا" میں نے کہا مجھ سے
خطا ہوئی معاف کرو۔ تو بولی "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ" میں نے کہا "میں تمھیں اپنی
اونٹنی پر بٹھا سکتا ہوں چاہو تو چلو گی؟" تو کہا "وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ" میں نے اونٹنی بٹھائی
اور کہا آؤ۔ کہنے لگی "قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ" میں نے آنکھیں اس کی طرف
سے پھیر لیں اور کہا سوار ہو جاؤ۔ جب اس نے سوار ہونے کا قصد کیا اونٹنی بھڑکی اور اس کی
چادر پھٹ گئی۔ اپنی چادر پھٹی دیکھ کے بولی "وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ" میں
نے کہا اچھا ذرا ٹھہر جاؤ میں اونٹنی کو باندھ دوں تب تم سوار ہونا۔ تو جواب دیا "فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ"
میں نے اونٹنی کو باندھ کے کہا اب سوار ہو جاؤ۔ وہ سوار ہوئی اور اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھ کے کہا "سُبْحَانَ
الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" میں نے اونٹنی کی مہار
پکڑ لی اور دوڑتا اور چلاتا ہوا چلا۔ یہ حالت دیکھ کے بولی "وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ
مِنْ صَوْتِكَ" یہ سن کے میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور چلانے کی جگہ ضعیف آواز سے بطور ترنم
کچھ اشعار پڑھنے لگا۔ تو بولی "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" میں نے کہا "اللہ نے تم میں بہت
سی نیکیاں پیدا کی ہیں" بولی "وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ" تھوڑی دور چل کے میں نے
دریافت کیا "تمہارے شوہر بھی ہیں؟" کہنے لگی "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ"

نہیں منہ سے نکالتا ہے کوئی بات مگر یہ کہ اُس پر ایک جاسوس بیٹھا ہے۔ اور نہ واقف ہو تو اُس چیز
سے جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ تحقیق کہ کان اور آنکھ اور دل سب سے اُس کے متعلق بازپرس ہوگی۔ نہیں تم پر سرزنش
آج اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔ اور جو نیکی کا کام تم کرو اللہ اُسے جانتا ہے۔ کہہ تو مومنین سے کہ اپنی آنکھیں
نیچی رکھیں۔ اور تم کو جو مصیبت پہونچے وہ خود تمہارے ہاتھوں سے ہے۔ پس ہم نے سمجھایا سلیمان کو۔
پاک ہے وہ اللہ جس نے اس کو ہمارا مطیع کیا اور ہم اس کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور ہم بیشک پروردگار
کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور نرمی کر اپنی چال میں اور پست کر اپنی آواز کو۔ سو جس قدر تم آسانی سے قرآن
پڑھ سکو پڑھو۔ نصیحت نہیں پکڑتے مگر صاحبان عقل۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ سوال کرو ان چیزوں سے کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو تم کو بری معلوم ہوں

پہنچنے مین خاموش ہو گیا - اب ہم چلتے چلتے قافلہ مین پہونچے اور اُس ضعیفہ سے ملنے دریافت
کیا کہ قافلہ مین تمھارا کون ہے؟ کہا «اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا» مین سمجھا کہ اسکے
بیٹے قافلہ مین ہین - مین نے کہا «اور اُن کا پتہ کیا ہے؟» بولی «وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ
هُمْ يَهْتَدُوْنَ» مجھے معلوم ہوا کہ اُس کے لڑکے قافلے کے رہبر ہین - مین اونٹ کی مہار پکڑے ہوے
خیمون مین پھرنے لگا - اور رہبرون کے حلقے مین پہونچکے مین نے کہا «تمھارا خیمہ کونسا ہے
پہچانو» کہنے لگی «وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ»
مین سمجھ گیا کہ یہ اس کے بیٹون کے نام ہین - اور آواز دی «اے ابراہیم اے موسیٰ اے یحییٰ»
ناگہان تین نوعمر لڑکے نکلے جو اسقدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے ہین - لڑکون نے
اپنی مان کو اوتارا اور ہم سے بیٹھ کے باتین کرنے لگے یکایک اُس عورت نے چلا کے کہا «
فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ» یہ سنتے ہی ان
مین سے ایک بازار دوڑا گیا اور جو کچھ ملا لا کے میرے سامنے رکھدیا - وہ عورت بولی «كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ» مین ضعیفہ کے باتین سن سن کے اسقدر حیرت مین تھا کہ مین نے
لڑکون سے کہا «سنو - مین اپنے اوپر تمھارے کھانے کو حرام سمجھتا ہون جبتک یہ نہ بیان کردو کہ یہ
کون خدا کی پاک بندی ہے اور اس کی داستان کیا ہے» لڑکون نے کہا «ہمین بیان کرنے
مین کوئی عذر نہین - یہ ہماری والدہ ہین - چالیس برس ہوے جب سے سوا قرآن کی آیات
کے اور کوئی لفظ ان کی زبان سے نہین نکلا - اور انھون نے اس خوف سے اور باتین کرنا چھوڑ دی

---

[1] مال اور اولاد جو دنیاوی زندگی کی زینت ہین - [2] وہ علامتین ہین اور تارون سے وہ راستہ پاتے ہین
[3] اور لیا اللہ نے ابراہیم کو دوست اور بات کی اللہ نے موسیٰ سے بات کرنے کو - اے یحییٰ لے تو کتاب
کو مضبوطی سے [4] - بس بھیجو اپنے مین سے ایک کو اپنے اُس روپیہ کے ساتھ شہر کی جانب تاکہ دیکھے
کہ کون چیز زیادہ پاک ہے کھانے کے لئے - پھر لاوے وہ تمھارے پاس اُس مین سے کچھ رزق - [5] کھاؤ
اور پیو برکت کے ساتھ بعوض اُس کے جو گذشتہ خالی دنون مین تم کر چکے ہو

ہین کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکلجاے جس کی قیامت کے دن جواب دہی کرنا پڑے ابن مبارک کہتے ہین ہمنے سُنکے تعجب کیا اور کہا " یہ خدا کی مہربانی ہے جس کے حال پر ہوجاسے "

اِس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم سے اِس عورت مین کسقدر لیاقت پیدا کردی تھی کہ اپنا ہر کام قرآن ہی سے نکال لیا کرتی تھی۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم سے اُس کے دل پر کسقدر نیک اثر پیدا کیا اور اُس نے کتنا اعلیٰ درجہ اتقا کا دکھا دیا۔ جو شاید کبھی مردون مین بھی نہ نظر آیا ہوگا

دلگداز نمبر ۱ جلد ۵ - جنوری ۱۸۹۲ء

تعلیم نسوان پر لائق اشخاص کی رائین

لارڈ ایلفنسٹن گورنر احاطہ بمبئی کی رائے | ۱۸۵۶ء مین باثنائے تقریر جو بوقت تقسیم انعام مدرسۂ نسوان ایلگزینڈرا گرلز سکول واقع بمبئی دی گئی تھی عورتون کی تعلیم کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ " جن ملکون میں عورتون کی عزت و آبرو ہے اور اُن کی تعلیم و تربیت مین سعی بلیغ کی گئی ہے اُن ملکون مین عورتون کی عزت و آبرو اور اُن کی تعلیم و تربیت کی نسبت سے مردون کے اخلاق مین بھی ترقی ہوئی ہے۔ اِس کلیہ کا عکس بھی صادق آتا ہے۔ یعنی جن ملکون مین عورتین پستی اور ذلت کی حالت مین رکھی جاتی ہین اُن کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہے اور اُن کی تعلیم و تربیت مین غفلت اور بے پروائی عمل مین آتی ہے اُن ملکون کے مردون کے اخلاق بھی اسی نسبت سے خراب ہین "

فرانس کے ایک مشہور و معروف ناظم تعلیمات کی رائے | باثنائے تقریر جو بمقام فرانس اُستانیون کی ایک مجلس مین دی گئی تھی۔ ناظم تعلیمات نے حاضرین جلسۂ معلمات کو مخاطب کرکے کہا " آپ کا کام لڑکون کے استادون کے کام سے بدرجہا ضروری اور مفید ہے۔ ایک لڑکے کو تعلیم و تربیت کرنے سے صرف ایک فرد واحد یا شخص ہی تعلیم یافتہ ہوتا ہے مگر ایک لڑکی کی تعلیم و تربیت سے بالا خر ایک خاندان کا خاندان تربیت یافتہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ بچون کی تعلیم و تربیت کے لئے سلطنت کو ماؤن پر بھروسہ کرنا چاہئے "

ڈاکٹر پیچی فلبین کی رائے | ایلگزینڈرا گرلز اسکول واقع بمبئی کے جلسۂ تقسیم انعام کے وقت جو ۱۸۹۲ء مین منعقد ہوا تھا ڈاکٹر پیچی فلبین نے باثنائے تقریر یہ بیان کیا کہ " اگر عورتون کی تعلیم و تربیت کی

اشد ضرورت اور عین فرضیت کی نسبت آپ کو یقین دلایا جائے۔ تو کیا اس امر کے معافی مانگنے کی کوئی حاجت ہے؟ جن ملکون مین عورتین جاہل اور کندۂ ناتراش رکھی جاتی ہین وہان روحانی تعلیم و تربیت کا وجود پایا نہین جاتا۔ اور جن ملکون کو ہم مہذب ممالک سمجھتے ہین اور جن کی عورتین تعلیم یافتہ ہوتی ہین وہان بچون تک مین یہ روحانی تعلیم پائی جاتی ہے۔ فی الواقع اگر تمھاری عورتین جاہل و ناتعلیم یافتہ ہین۔ تو تمھاری قوم کے مرد بھی تعلیم یافتہ ہو نہین سکتے ہین۔ ایسی صورت مین لڑکون اور لڑکیون دونون کی تعلیم و تربیت سے غفلت کی جائے گی تم ایک ملک کی لڑکیون کو تعلیم و تربیت کرو۔ اور پھر تمھین لڑکون کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہین رہے گی۔ ایک تعلیم یافتہ عورت کی سب سے پہلی فکر یہ ہوتی ہے کہ اس کی اولاد تا امکان خود اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ ہو۔ اور وہ خود اس بات کو بڑی توجہ کے ساتھ دیکھتی رہتی ہے کہ آیا اس کے بچے کی ابتدائی تعلیم و تربیت باضابطہ ہو رہی ہے یا نہین۔ ایک تعلیم یافتہ عورت بچون کی تعلیم و تربیت مین بڑی نگرانی [illegible] ماں ہی اپنے بچے کی پہلی مربی اور معلم ہوتی ہے اور [illegible] کو سب سے اول اصولی تعلیم [illegible] ان بچے کی تفصیلی تعلیم کا کام دوسرون کے سپرد کیا جاتا ہے "

آنریبل مسٹر ... ووڈ کی رائے "عورتون کی تعلیم و تربیت سے مردون کے چال چلن پر ایک شریفانہ اور مہذبانہ اثر پڑتا ہے۔ اسلئے اگر کوئی قوم اپنی عورتون کی تعلیم و تربیت سے غافل رہے گی تو گویا وہ جرم خودکشی یا قتل نفس کی مرتکب ہوگی اور اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھون سے ہلاک۔ تباہ اور برباد کرے گی۔ جن ممالک مین عورتین جاہل اور ناتعلیم یافتہ رکھی جاتی ہین وہان مردون کی تعلیم بھی ایک غیر فطری یا مصنوعی چیز ہوتی ہے جس کو کسی قسم کی کوئی پائداری نہین۔ ایک دفعہ عورتون کے دلون مین تعلیم و تربیت کا بیج بو دو اور پھر تم یہ دیکھو گے کہ تعلیم کا درخت خود بخود بڑھے گا اور ساری قوم کو فائدہ پہنچائے گا۔ عورتون کی تعلیم سے صرف قوم کے افراد ہی تعلیم یافتہ نہین ہوتی ہین بلکہ تمام خاندان اور ساری قوم کی قوم تعلیم یافتہ ہو جاتی ہے " راقم محبّ حسین

مراسلات

مراسلہ نمبر (۱)

خط مولوی عبدالحلیم صاحب شرر بنام مدیر رسالہ نسوان

مخدومی و مکرمی جناب مولوی محب حسین صاحب زاد لطفہ ۔ مدت سے
نہ آپ کا کوئی خط آیا اور نہ مجھے کسی خط کے لکھنے کی نوبت آئی مگر آپ کا معزز اور قابل قدر
پرچہ برابر آتا جاتا ہے جسے دیکھ کے اکثر خوش ہو جاتا ہوں خدا آپ کی کوشش مین برکت
دے کہ باوجود زمانہ کی ناساعدت ۔ ناسمجھون کے تعصب اور طرح طرح کی مزاحمتوں کے
نشنس اور انصاف کا ساتھ دئے جاتے ہین ۔

آپ کے پرچہ نمبر (۴) ، جلد (۱۳) بابت ربیع الثانی ۱۳۱۷ہجری مین حیدرآباد
کے واجب التعظیم فاضل ڈاکٹر اگھورناتھ چٹوپادھیا کی صاحبزادی سری متی سروجنی کی شادی کا
حال پڑھ کے بڑی خوشی ہوئی ۔ ڈاکٹر صاحب میرے دوست ہین اور چونکہ اندنون اُن سے
ملنے کی امید نہین لہذا آپ ہی کے ذریعے سے اُن کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ سری متی سروجنی
نہایت ہی لایق و فایق بڑی ہوشیار اور بہت ہی نیک و پاک دامن لڑکی ہے ۔ خدا سے امید
ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی آرزو کیموافق اس کی عمر مین برکت اور شایستگی و لیاقت مین روز افزون
ترقی دے گا ۔ آپ کے رسالہ مین اس شایستہ لڑکی کی رسوم نکاح دیکھ کے کیا کہوں کہ مین
کس قدر مسرور ہوا ۔ واقعی ڈاکٹر صاحب اس نوع انسانی کے ضروری فرض اور انسانیت کی
حقیقی رسم کو جس سادگی متانت اور تہذیب سے بجا لائے ہین ہندوستان مین بہت کم بجا لائی جاتی ہے

سچ تو یہہ ہے کہ اپنے یہاں کی فضول بیہودہ اور طفلانہ رسموں کے مقابلہ مین اس متین اور مہذب نکاح کے طریقہ کو دیکھکے مجھے حسد معلوم ہوا۔ مسلمانون مین دو سخت عیوب ہین ایک تو تقلید جو امتداد زمانہ جہالت اور سراپا مصلحت امور شرعی کو رسم بنا لینے کا نتیجہ ہے۔ اور دوسرے طفلانہ مزاجی جو چند روز پیشتر کی امارت اور دولت و ثروت کی یادگار ہین۔ ان دو باتون نے ان کی کچھ ایسی عجیب حالت بنا رکہی ہے کہ نہ کچھ سمجھہ مین آتا ہے اور نہ کچھ کہتے بنتا ہے۔ تقلید کی تو ان مین یہہ برکت ظاہر ہوئی ہے کہ کوئی اچھا کام بھی کرتے ہین تو اس طرح بے سوچے سمجھے اور ایسی مہمونیت کی شان سے کہ نہ اوس کی داد پانے کے مستحق ہوسکتے ہین اور نہ اوس کی خوبیون سے فائدہ اٹہا سکے۔ طفلانہ مزاجی کی پہلی یہہ شان ہے کہ جس طرح ایک چھوٹا بچہ ذری سی خوشی کی بات پر آپے سے باہر ہوجاتا ہے یہہ بھی ہوجاتے ہین۔ ترمی ادبار کے وقت جو دہوم دہام کی جاتی ہے اس کو ایک لائق انگریزی مورخ نے اوس پرشان و شوکت جلوس سے تعبیر کیا ہے جو اسی شخص کو جس کے لئے ہی خاک مین ملانے کو لیجاتا ہے۔ بعینہ یہی حالت ان لوگونکی ہے۔ جس طرح اگلے دنون ہندوون مین کوئی بیوہ باجے گاجے اور ڈہول تاشون کے ساتھ ہنستی کھیلتی ستی ہونے کے لئے آگ کے ڈہیر چتا کی طرف جاتی تھی اسی طرح یہ بچون کی طرح خوش ہوتے اور [illegible] ہوئے زوال اور ہلاکت کے اندہے کنوئین کے طرف جاتے ہین اور جہالت وضد [illegible] ہوتی ہے کہ جو منع کرے یا روکنا چاہے اسی کو سب سے بڑا دشمن ہوجاتے ہین بعض اوقات مین تنہائی مین گھنٹون ان باتون پر غور کرتا ہون کہ اور کوئی تدبیر ذہن مین نہین آتی اب تو یہہ وقت آگیا ہے کہ دعا مانگئے "خداوندا! یا ہمین فہم و ادراک دے۔ اور اگر تیری یہہ مشیت نہین تو جتنی فہم دی ہے یہہ بھی واپس لے۔ [illegible]" آخر کسی طرح اس روحانی تکلیف سے نجات تو ملے۔

اسی پرچہ مین ریل گاڑی مین کسی عورت کی آبروریزی کے واقعہ کے تحت مین آپ نے گورنمنٹ سے درخواست کی ہے کہ ہر ٹرین کے ساتھ یک گارڈ مس یا لیڈی گارڈ بھی رہا کرے۔ [illegible] سے شاید اتنا تو ہو کہ چند عورتون کو نوکریان ملجائین مگر آپ کیا اطمینان

دلا سکتے ہین کہ اس صورت مین عورتون کی عصمت محفوظ ہو جائے گی ؟ جناب من - یہہ بات اُس وقت تک قیامت تک نہین ممکن ہے جب تک کہ آپ کا ملک یا آپ کی قوم عورتون کی موجودہ حالت نہ بدلے آپ ہی اندازہ فرما سکتے ہین کہ جب عورتون مین حفاظت خود اختیاری کی ذرا بھی صلاحیت نہ ہوگی - چیخنے کے موقع پر کسی کو شور کرکے مدد پر بلانے کی جگہ اُن کی گھگی بندھ جائے گی اور آواز حلق سے باہر نکلے گی - اتنا بھی نہ جانتی ہون گی کہ ہم کہان ہین اور کوئی ہمین کہان لئے جاتا ہے ایک بیجان گٹھری سے زیادہ وقعت رکھین گی کہ جس کا جدہر جی چاہے سر کا کے غائب کر دے اس وقت تک خدا ہی اُن کی عزت و آبرو بچائے تو بچائے انسان کے دائرہ سے تو یہہ بات باہر معلوم ہوتی ہے -

فی الحال بعض ریلوے لائینون کے اکثر اسٹیشنون پر ٹکٹ دیکھنے والے عورتین مامور ہین جو عورتون کو آرام پہنچانے اور اون کی خبر گیری کرنے کی ذمہ دار ہین - مگر شاید آپ کو نہ معلوم ہوگا کہ ان عورتون کے تقرر کا کیا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے - یعنے - ان سے فائدہ تو صرف وہی عورتین اٹھاتی ہین جو پردے کی پابند نہین بے تکلف باہر نکلتی اور اسلامی ہدایت کے مطابق منہہ کھولے ہوئے ہر جگہ آتی جاتی ہین - باقی وہ بیچاری عورتین جو پردے کی پابند ہین اُن کو یہہ ریلوے کی ملازم عورتین جو چھہ سات روپیہ سے زیادہ تنخواہ نہین پاتین اور اکثر آوارہ بد اخلاق ہوتی ہین طرح طرح کے فقرے دے کے اور پردے کے ناجائز دباؤ ڈال کے بے انتہا ستاتی ہین وہ اُن بے زبانون کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کے روپیہ وصول کرتی ہین اور اگر کوئی زیادہ روپیہ دے کے اُن سے مدد لے تو وہ بے تکلف اور آسانی عورتون کی عصمت بھی برباد کر دین جناب یہہ پردہ ہم پر ایک خدا کا غضب ہے اس کا علاج نہ گورنمنٹ کے ہاتھہ مین ہے نہ میرے آپ کے ہاتھہ مین ہے - آپ کوشش کئے جایئے خدا کو جب منظور ہوگا کامیاب بھی کر دے گا -

پردے کے مسئلہ پر یہان اکثر لوگون سے گفتگو ہو جایا کرتی ہے یہان آکے تو مجھے یہہ عجیب بات نظر آئی کہ پرانے مذاق کے مولوی اتنی حماقت مین نہین مبتلا ہین جتنے کہ

انگریزی دان اور سنے جناب اپنی نافہمی دکہاتے ہین ۔ مختلف مولویون سے بھی اس شرعی مسئلہ کا تذکرہ ہوا ۔ اور مجھے ہمیشہ یہی نظر آیا کہ شرع کے اصلی مسئلہ کو کسی صاحب نے خیال فرما کے نہین پڑہا تھا ۔ اور نہ یاد تہا کہ فقہا اس بارے مین کیا لکھہ گئے ہین محض اپنی مروجہ طرز عمل پر اٹکل لگا کے مخالفت کرنے لگے مگر جب کتابین دکہائین گئین تو متحیر ہوکے رہ گئے ۔

یہان کے ایک دوست ہین حافظ عبد الحق خاندانی تاجر ہین اور ایک مدت تک مدینہ طیبہ مین رہے ہین ۔ اُن کا اصلی وطن نو کانپور ہے ۔ مگر فی الحال بعض تاجرانہ اغراض سے لکہنو مین رہتے ہین ۔ اُن کے مکان پر ایک صحبت رہتی ہے جس مین چند مرتبہ مجھے بہی شرکت کی عزت حاصل ہوئی ہے ۔ ایک دن حافظ عبد الحق صاحب سے مجھ سے پردے کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی ۔ مین نے متانت ... سننے کے بعد مین کہا کہ اس مسئلہ کو آپ کتب فقہ مین دیکھئے اس کے بعد گفتگو کیجیے تو مناسب ہوگا ۔ اسی صحبت مین ایک عالم بزرگ بہی موجود تہے جن کا نام مولوی شیخ محمد صاحب ہے ۔ مولوی صاحب ممدوح نہایت ہی نیک نفس ستودہ صفات ... مزاج حق پسند وحق جو بزرگ ہین ۔ اُن مین پرانے بے نفس فقہا کی پوری پوری شان پائی جاتی ہے ۔ اُردو کی ایک نہایت عمدہ اور مبسوط تفسیر کے مصنف ہین اور ... مدرسہ "رفاہ المسلمین" کے بانی ومنتظم ۔ مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ اچہا مین اس مسئلہ کو غور سے دیکہون گا" اس صحبت مین جتنے بزرگ تھے سب نے ممدوح ہی کے فیصلہ پر محمول کر دیا اور مجھے بہی یہی مناسب معلوم ہوا کہ اپنے واجب التعظیم ... کو حکم بنا دون تیسرے چوتھے دن مولوی شیخ محمد صاحب نے تمام کتب فقہ مین ملاحظہ کرکے صاف صاف اور کمال دیانت داری ومنصف مزاجی سے کہدیا کہ " بے شک فقہا اور جمہور حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ نا محرم کے مقابلہ مین عورت کے چہرہ اور ہاتھ پاؤن ستر مین نہین داخل ہین " اس فیصلہ کے سنتے ہی اور لوگون کو تو اپنی خلاف

اس جواب ملنے پر حیرت ہوئی ہوگی مگر مجھے اس بات پر حیرت ہو گئی کہ مولوی فتح محمد صاحب کس قدر راست باز نیک طینت اور [illegible] ہیں سچ پوچھئے تو یہ باتیں موجودہ علماء میں عنقا ہیں۔

[illegible] یہ نہیں کہتا کہ مولوی صاحب نے پردہ توڑنے کو اپنے مصالح کے بھی موافق سمجھ لیا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ انہوں نے فرمایا کہ "شرع نے حد جواز بتا دی۔ اس کے بعد اگر کوئی عورت ہاتھ اور منہ کھول کے پھرے تو شرعاً الزام نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اگر کوئی عورت پھر بھی کسی مصلحت سے پردہ کرتی ہے تو اسے اختیار ہے۔" اس سے مجھے بھی اتفاق ہے اور آپ کو بھی ہوگا۔ غرض مطلب یہ ہے کہ موجودہ حالت میں عورت کی رضامندی اور مصلحت کو اصلی رضامندی اور مصلحت سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے۔ اس لئے کہ رسوم اور ملکی رواج [illegible] سر پر پانی اور ہر زمان بچپن سے ان کے خیال میں پیدا کر دی ہیں ان کا نکالنا مشکل اور ضروری ہے۔ جس طرح ایک بچہ نقص [illegible] اور کھیلنے کے عیوب کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح عورتیں پردے کے عیوب کو نہیں سمجھ سکتیں۔ شادی بیوگان کے مسئلہ میں ہر ایک کو تجربہ ہو رہا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس شادی کی شرعاً وعقلاً ہر طرح ضرورت ہے مگر عورتیں خاندانی تعلقات مروجہ رسوم اور اپنی جہالت کی وجہ سے معیوب ہی سمجھے جاتی ہیں۔ جس طرح ایک بیوہ کو شادی پر آمادہ کرنے کے لئے اصرار اور سمجھانے کی ضرورت ہے جس طرح ایک نابالغ بچہ کو دباؤ ڈال کے کھیل کود سے [illegible] اور پڑھانے لکھانے کی ضرورت ہے اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ پردہ نشین عورتیں جس طرح سے سمجھا بجھا کے پردے کے باہر نکالی جائیں۔ یا چھوٹی لڑکیاں اس کے لئے تیار کی جائیں۔ معاف کیجئے گا میں نے آپ کا بہت وقت صرف کیا۔ مگر امید ہے کہ ان باتوں کو آپ ضرور پسند فرماویں گے۔ فقط

آپکا خادم

محمد عبدالحلیم شرر۔ ۱۸ نومبر ۱۸۹۹ء

جواب

مخدومی - تسلیم عنایت نامہ پہنچا شکریہ فرمایا آپ نے کہ [illegible] معلم نسواں
قابل داد ہے - اگر آپ جیسے دو چار لائق مسلمان [illegible]
[illegible] ان کی [illegible] جو [illegible] ہے کہ [illegible] لائق
و فائق [illegible] اپنے خیالات [illegible] کتاب کو چھپانا نہیں چاہتے [illegible]
سب سے زیادہ اصلاح کی راہ میں جو سب سے بڑا [illegible] ہے وہ [illegible]
[illegible] رواج کی سخت پابندی [illegible] مسلمان [illegible] موجودہ رسم و رواج کے
[illegible] مسلمانوں میں تعصب مذہبی
[illegible] رسم و رواج ہے - اور انہیں
کی وہ [illegible] قرآن و احادیث بلکہ اصول اسلام تک بھی
رسم و رواج کے سامنے [illegible] نہیں [illegible] - اس بلا میں صرف پرانے خیال والے
مسلمان ہی مبتلا نہیں ہیں بلکہ نئی روشنی کے نوجوان مسلمان بھی اس سے محفوظ نہیں
پائے جاتے ہیں - پردہ کی مخالفت میں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے نئی روشنی کا گروہ کچھ
پیچھے نہیں ہے - مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ لوگ رسالہ معلم نسواں کو دیکھنا بھی
نہیں چاہتے اور [illegible] مخالف خیالات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جب تعلیم یافتہ
گروہ کی حالت یہ ہے تو ایسی صورت میں عوام سے کیا امید ہو سکتی ہے جو کسی بات کی تہہ
تک پہنچنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے - خدا مسلمانوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ حق کی تلاش
کریں اور اپنے موجودہ تعصب اور جہالت کی بلا سے نجات پائیں -

آپ کا خادم - محب حسین ایڈیٹر

خط نمبر (۲)

از [illegible] کانپور - ۱۳ - [illegible]

جناب [illegible] صاحب [illegible]

تسلیم - والا نامہ مکتوب ۱۵ [illegible] رسالہ [illegible] نسوان جلد ۱۱ نمبر [illegible] موصول ہوا - اس رسالہ [illegible] نظر سے [illegible] گذرے ہین - جناب کے رسالہ پرچہ کی آب و تاب دیکھکر بیساختہ یہ شعر زبان پر آیا ؎

در طوف حرم دیدم و مغبچہ خوش گفت — کہ میخانہ بدین خوبی آتشکدہ با آستی

جناب مرزا محمد نصیر احمد صاحب لکھنوی کے زبانی آنجناب کا ذکر سننے مین آیا ہے - اس مین شک نہین ہے کہ جناب نے جس کام پر کمر ہمت باندھی ہے اوس کو اب تک نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے نباہا ہے - امید قوی ہے کہ آپ کو اپنے مقاصد مین اب تک بہت کچھہ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہوگی -

میری رائے مین (اگر اس کی وقعت کچھہ ہو) جناب کا یہہ خیال کہ مسلمانان ہند کے مستورات کے پردہ مین جو فی زماننا رائج ہے اصلاح ہو بہت اچھا ہے مگر قبل از وقت ضرور ہے کہ اور اس وجہ سے بجائے نفع رسان ہونے کے شدت مضر ہے -

جناب کے خیالات دربارۂ اصلاح پردہ قریب قریب ویسے ہی ہین جیسے انڈین نیشنل کانگرس کے حامیان کے ہین اگر اون کے مقاصد مین کوئی نقص نہ بھی ہو تو بھی اوس مین یہہ بہت بڑا نقص ہے کہ وہ قبل از وقت تھا

بجائے اس شور و شغف کے اگر وہ اپنے قوم کے لئے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی

مسلمانان ہند کی اصلی صورت نظر آتی ہے۔

کیا حال ہوتا ہے اوس قوم کا جس کے افراد کے ایسے خیالات ہوں اور جس کے اخبارات میں ایسے مضامین مستورات کی تعلیم کی غرض سے شایع ہوں۔

یہ مسلمانان ہند کی بدنصیبی نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ آپ ایسے محب قوم اگر توجہ کریں تو ایسے امر پر جو کہ ان اور کاہ برآوردن کے مسئلہ سے بھی زیادہ بحقیقت ہو اور اہل اسلام کی اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے طرف سے بالکل بے پرواہ ہوں۔ چاہئے تو یہی ہے کہ اپنا پورا پرچہ آپ اس غرض کے واسطے وقف کردیں خیر میں سید کا تو انتقال ہو گیا کیا مسلمانان ہند جب ہوشیار ہوں گے کہ جب علی گڈھ کا قومی مدرسہ مٹ کر ٹھکانے لگ جائے گا۔ والسلام ... علی لکھنوتی۔ سکنڈ ماسٹر مدرسہ زراعت کانپور۔

جواب

جناب من۔ تسلیم۔ میں مشکور ہوں کہ آپ نے میرے خط کا جواب تو دیا ہے مجھے تو اپنی قوم کے لوگوں سے یہہ بھی توقع نہیں کہ وہ جواب خط سے تو عزت بخشیں گے۔ اس دو ایک ماہ کے عرصہ میں میں نے تقریباً دو سو معزز اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی خدمتیں بہ طور نمونہ رسالہ معلم روانہ کیا۔ مگر صرف دو تین حضرات کے سوا کسی نے جواب تک بھی نہیں دیا۔ گو جواب عموماً یہی تھا کہ آیندہ رسالہ نہ بھیجا جائے۔ حالانکہ میں نے اس نیت سے ان صاحبوں کو رسالے نہیں بھیجے تھے کہ وہ اسکو خرید فرمائیں خیر آمدم برسر مطلب۔

(۱) آپ نے جو یہہ تحریر فرمایا ہے کہ پردہ کا مسئلہ قبل از وقت چھیڑ گیا ہے اس کا جواب یہہ ہے کہ کیا آپ کے نزدیک چار پانچ سو برس سے عورتوں پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ کافی نہیں ہے اور کیا انہیں ابھی اور کئی صدیوں تک اس جیل خانے میں رہنا ضرور ہے؟ کیا آپ کو خدا کے ہاں سے کوئی روبکار آگیا ہے کہ ان قیدیوں کی میعاد جس

پوری نہیں ہوئی ؟ خدا سے ڈرنا چاہئے کہ عورتوں پر کس قدر ظلم و ستم ہو رہے ہیں جنہیں آپ خود تسلیم فرماتے ہیں اور پھر یہہ بھی کہتے ہیں کہ ان مظالم کے دور کرنیکا ابھی وقت نہیں آیا۔ یہہ خیال بھی غلط ہے کہ کوئی چیز دنیا میں قبل از وقت ہوتی ہے کیونکہ کوئی امر بغیر اسباب کے واقع نہیں ہوتا۔ میرے دل میں پردے کی مخالفت کا جو خیال پیدا ہوا اس کے اسباب بھی تو زمانہ ہی نے پہلے سے مہیا کر دئے ہیں۔ پھر علت کے بعد معلول کا موجود نہ ہونا کیا معنی۔ انگریزی گورنمنٹ دو سو برس سے ہندوستان میں روشنی پھیلا رہی ہے اور سو برس سے عورتوں کی حالت میں اصلاحیں ہو رہی ہیں۔ ستی۔ دختر کشی وغیرہ کی مہلک رسمیں پہلے اٹھائی گئیں اس کے بعد اب اس مسدس دایمی پردے کے اٹھانے کی باری آئی ہے کیونکہ یہہ خطرناک پردہ ان دونوں مہلک رسموں سے اپنی نوعیت اور مضرتوں میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اس حالت میں یہہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہہ سلسلہ پردہ بے وقت چھیڑا گیا ہے۔

(۲) آپ نے جو یہہ کہا فرمایا ہے کہ اگر مرد جاہل بد اخلاق اور نالایق رہے اور عورتیں تعلیم یافتہ اور مہذب ہو گئیں۔ تو قوم کو کس قدر نقصان پہنچے گا اس کا جواب یہہ ہے کہ اول تو یہہ ممکن ہی نہیں کہ عورتیں تو تعلیم یافتہ اور مہذب ہوں اور مرد جاہل اور نالایق رہیں۔ کیونکہ لایق مائیں اپنے بچوں کو ضرور ہی لایق بناتی ہیں اور انہیں جاہل رہنے نہیں دیتیں۔ علاوہ ازیں عورتوں کی تعلیم و تربیت مردوں کی تعلیم و تربیت کی مانع کب ہے بلکہ اس سے تو اس کو بڑی مدد ملتی ہے۔ فرانس کے ناظم تعلیمات کا یہہ قول آب زر سے لکھنے کے لایق ہے کہ لڑکیوں کو تعلیم دو مرد خود ہی تعلیم یافتہ ہو جائیں گے۔ ایک لڑکی کی تعلیم و تربیت سے اس کے دس لڑکے تعلیم یافتہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ایک باپ کا اثر اس کے اولاد پر اتنا نہیں ہوتا جتنا کہ ایک ماں کا ہوتا ہے۔ اس کے سوا قوم کے اخلاق عورتوں کے ہاتھہ میں ہیں اور گھر اخلاق کا

رہی ہے ۔

جن قوموں کی عورتیں جاہل نادان - قیدی - لونڈیاں ہیں ان کی تہذیب اور شایستگی - اخلاق و عادات بھی معلوم ہیں - برخلاف اس کے جن قوموں کی عورتیں ذی علم اور مہذب ہیں ان کے مرد بھی آج دنیا میں وحشی قوموں پر حکمران ہیں - جب ہندوؤں نے اپنی عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنایا - ان کے تمام جائز حقوق چھین لئے - انہیں نہایت پست حالت میں رکھا - تب خدا نے ان پر ایک ایسی قوم کو ان کی سرکوبی کے لئے مسلط کیا جس کے ہاں عورتوں اور مردوں کے مساوی حقوق تھے اور جو اپنی عورتوں کو عزت سے رکھتے تھے اور جب مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنایا - انہیں دایم الحبس پردے میں رکھا انکی حالت جانوروں سے بھی پست کردی - انہیں محض آلات شہوات نفسانی سمجھنے لگے - تو اسی وقت خدا نے ان کی سلطنت تباہ کردی اور انپر ایک ایسی قوم کو مسلط کردیا جو اپنی عورتوں کو بہت بڑی عزت سے رکھتی ہے - انہیں اپنا سرتاج سمجھتی ہے اور ان کے تمام حقوق کو دیتی ہے - آپ کو ابھی تک یہہ معلوم نہیں کہ مخلوق عالم میں عورت کا مرتبہ کیا ہے قوموں کے ترقی و تنزل میں عورت ایک پورا حصہ لیتی ہے ۔

(۴) آپ کی یہہ رائے بھی قابل داد ہے کہ "پرچہ معلم نسوان کا مسلمانان ہند کی مستورات کے ہاتھ میں دینا یا اس قسم کے خیالات سے اون کو مطلع کرنا اپنے پیر میں آپ کلہاڑی مارنا ہے" مولانا! آپ نے تو قوم کی اعلی خودغرضی کی تصویر کھینچ دی - ایک اور نامور ہے کے بزرگوار کی بھی یہی رائے ہے جس کو ہمارے لایق دوست سید ممتاز علی صاحب نے بطور سارٹیفکٹ کے بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اپنے رسالہ تہذیب نسوان میں درج فرمایا ہے - واقعی عورتوں کی ظاہری

... حقوق کا پورا نہ کرنا ان کو اپنے حقوق سے آگاہ ہونے نہ دینا۔ الغرض انہین
اپنی لونڈی اور بہنون کا بندہ بنائے رکہنا۔ یہی عین عدل وانصاف۔ انسانی ہمدردی
اور اعلے تہذیب ہے جس کا دعوے آج کل ہماری قوم کو ہے ہمین دیکہنا ہوگا اس
زمانے کے مسلمان مرد عورتون کی بہتری بہبودی کا خیال ہی نہین رکہتے بلکہ ان کی تعلیم
وتربیت مین بہی وہ اپنی خودغرضی کو مقدم سمجہتے ہین۔ کوئی مسلمان صاحب یہہ فرماتے
ہین کہ ان کو اسقدر پڑہانا لکہنا چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کا حساب وکتاب رکہ سکین۔
کوئی حضرت یہہ کہتے ہین کہ بس ان کو اتنی تعلیم کافی ہے کہ وہ اپنے شوہر کا اچہا کہانا
پکائے۔ اس کے گہر کا سامان درست رکہے اور اوس کو راحت وآرام پہونچائے
افسوس ہے کہ مسلمانان ہند کی خودغرضی اب اسدرجہ پہنچ گئی ہے کہ وہ تعلیم وتربیت
مین بہی عورتون کی بہبودی اور اصلاح مدنظر نہین رکہتے اور اس مین بہی انہین اپنا
ہی آرام وراحت مدنظر ہے۔ ہمارے لایق دوست نے اس رائے کو پیش کرکے
حقیقت مین اپنی قوم کو شایستہ قومون کی نظرون مین بے وقعت ثابت کردیا۔ کیونکہ
معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورتون کو اپنی ناگفتہ بہہ حالت معلوم ہوجائے گی۔ اور وہ تعلیم
وتربیت حاصل کرین گی۔ تو اس وقت وہ ضرور اس حالت سے نکلنے کی کوشش
کرین گی جس مین انہین اس زمانہ کی مسلمان ابدالآباد تک رکہنا چاہتے ہین۔ اس سے
زیادہ اور کیا وحشت ہوسکتی ہے کہ کوئی اپنی مان بہنون کو وحشی اور جاہل اور اپنے
حقوق سے ناواقف رکہنا پسند کرے۔ اور اپنی غلامی اور لونڈی پن مین سے
نکل جانے کے خوف سے اپنی بیوی کو اعلے تعلیم نہ دلائے یا اون کے ہاتھون مین
وہ رسالے نہ دے جن مین ان کے حقوق سے بحث کی جاتی ہے۔

(۴) آپ نے جو یہہ لکہا ہے کہ مردون کی تعلیم کی طرف توجہ دینی اور مدرسہ
علیگڈہ کی حمایت کرنی بہتر ہے سو اس کا جواب یہہ دیا جا سکتا ہے کہ خدا کی عنایت سے

اس وقت قوم کے سارے مرد اور بہترین مردون ہی کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہیں اور علیگڈھ کے مدرسے کے لاکھون روپیہ ان نامی ہیں۔ مگر یہہ تو بتائے کہ عورتون کی تعلیم و تربیت اور اون کی آزادی کے کتنے مسلمان خواہان و جویان ہیں؟ اور اس زمانہ میں کتنے مسلمان ایسے ہمدرد نسوان پائے جاتے ہیں جو بیکس اور پامال رجال عورتون کو سخت غلامی اور حبس دوام سے چھوڑانا چاہتے ہین۔ واقعی جس کی لاٹھی اوس کی بھینس۔ یہہ مثل بہت ہی سچی ہے زبردست کے سب ہی طرفدار ہوتے ہین۔ مگر کمزور کا کوئی ساتھی نہین ہوتا۔ اگر ہندوستان کے چہہ کرور مسلمانون مین سے تین چار نفوس عورتون کی حمایت کرین تو کوئی امر قابل شک نہین سمجھا جا سکتا ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ آج سے آپ بھی عورتون کی حمایت مین حصہ لین گے اور اپنے آپ کو خادم نسوان کا معزز خطاب حاصل کرنے مین کوشش فرماوین گے۔

زیادہ حد ادب۔

آپ کا خادم ایڈیٹر

کیا پردہ کی بحث قبل از وقت ہے

ہمارے بعض معزز حضرات جنہون نے پردۂ مروجۂ ہند کو ازروئے مذہب ناجائز تسلیم کر لیا ہے اور ازروئے عقل بھی اُس کو مسلمانون کے لئے ملک مان لیا ہے۔ بعض وقت یہہ فرماتے ہین کہ پردہ کی بحث قبل از وقت ہے۔ اس کے ثبوت مین مندرجۂ ذیل وجوہات پیش کرتے ہین۔

(۱) (الف) مسلمانون نے ابھی تک دینی تعلیم اعلیٰ درجہ کی نہین پائی ہے۔

(ب) اُن کی نظر اُن کے خیالات پاکیزہ نہین ہین۔

(۲) (الف) مسلمان عورتین عموماً تعلیم یافتہ نہین ہوئی ہین۔
(ب) ان مین ذاتی تحفظ کی قوت پیدا نہین ہے۔
(۳) ہندوستان مین عموماً دلالون۔ کٹنیون۔ بدمعاشون کا ایک کثیر گروہ موجود ہے جن کی وجہ سے مستورات بہت کم اپنی عصمت محفوظ رکھہ سکتی ہین۔

یہہ وہ وجوہات ہین جن کو ہم اکثر لایق حضرات کی زبانی سنا کرتے ہین۔ ممکن ہے کہ اس کے سوا اور بھی بہت سے وجوہات ہون یہان ہم کو صرف ان ہی تین وجوہات سے بحث کرنا ہے۔ اور یہہ دکھلانا ہے کہ یہہ وجوہات بہی صرف پردۂ مروجہ ہند ہی کے دور کر دینے سے باطل ہو جا سکتی ہین

(۱) مسلمانون مین اعلے درجہ کی دینی تعلیم کی کمی ہے جس کی وجہ سے اُن کے ذہن مین خدا کے احکام کی وقعت۔ رسول کے فرمان کی اصلی عزت۔ جاگزین نہین ہے ہم غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصلی باعث یہی منحوس پردہ ہے خدا اور رسول کے احکام کی وقعت اور عزت اس وقت تک کیون کر ہو سکے گی جب تک اس نا شدنی رسم کو خیرباد نہ کہدیا جائے۔ خدا کا حکم ہے کہ مرد اور عورت چلتے۔ پہرتے۔ آتے۔ جاتے۔ رستہ مین اپنی آنکھین نیچی رکھین۔ جب وہی محترم طبیعت جس کے لئے آنکھین نیچی رکھنے کا حکم آیا ہے۔ چاردیواری مین محبوس ہو تو خدا کے حکم کی تعمیل کس پر کی جائے اور جب تعمیل ہی نہ کی گئی تو خدا کے حکم کی وقعت ہی کیا رہی اور جب وقعت ہی نرہی تو ہمکو سوسائٹی پر الزام لگانے کا حق ہے

(ب) بے شک مسلمانون کی نظر اور اون کے خیالات پاکیزہ نہین ہین اور اُس وقت تک پاکیزہ نہین ہو سکتے جب تک یہہ قبیح رسم دور نہ کر دیجائے

دیکھئے ہمارے ہمعصر ہندو - پارسی - انگریز وغیرہ قومین موجود ہین جن کے یہان مسلمانون کے جیسا پردہ نہین ہے - کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ ان کے تمام مرد یا تمام عورتین بدنظر یا ناپاک خیال ہو سکتی ہین ہرگز نہین - ہم دیکھتے ہین کہ ہر روز ہزارہا ادنےٰ اور اعلیٰ طبیعت کے ہندو پارسی - فرنگی عورتین باغون مین - بازارون مین - تماشون مین معبدون مین ملتی ہین جنپر ہندو یا پارسی یا انگریز مرد کبھی آنکھہ بھی نہین ڈالتے مرد اپنا کام کئے جاتے ہین اور عورتین اپنے کامون مین مصروف رہتی ہین وہ نہ کبھی غیر مردسے آنکھہ ملاکر بات کرتی ہین نہ کبھی بہ نظر شہوت اون کی طرف دیکھتی ہین بخلاف اس کے جہان کوئی مسلمان عورت سواری مین جاتی ہو اور کہین ذرا بھی پردہ کھل گیا تو جو نظر کسی مسلمان صاحب کی اوس پر پڑے گی وہ ضرور پُر شہوت ہوگی اس وجہ سے کہ یہی منحوس پردہ اُن کے آتش شوق کو تیز کیا کرتا ہے - اُن کی بے چین نگاہین چونکہ کسی ایک مرکز پر قایم نہین رہتین اس لئے وہ ہمیشہ کسی زیادہ تر دلرباشکل کی متلاشی رہتی ہین - مندرجۂ بالا اقوام مین چونکہ پردہ نہین ہے اس لئے اون کی نظر سے ہزارہا خوبصورت - بدصورت - بانکے تر چھے مرد و عورت گذرتے ہین اور اس طرح ان کی نظرمین مساوات ہرنے ہوتے پاکیزگی آجاتی ہے اسی طرح جب تک مسلمانون مین باہمی میل جول ہوکر درجۂ مساوات قایم نہ ہوجائے اور پردہ بد نظری کا علمی تجربہ نکرلین تب تک نہ کبھی خیالات پاک ہو سکتے ہین نہ نظر پاک ہو سکتی ہے -

(۲) (الف) بے شک بغیر تعلیم کے بے پردگی خطرناک متصور ہوتی ہے مگر مہربانی فرماکر کوئی صاحب ہمکو وہ ترکیب بتلائین کہ کس طرح مسلمان عورتین تعلیم یافتہ ہو سکتی ہین - امرا و متمولین کے لئے اس قدر آسانی ضرور ہے کہ وہ اپنے مکانون مین گرلز اسکول یا معلمہ کا انتظام کرکے مستورات کو جزوی تعلیم دلوا سکتے ہین مگر تعلیم جیسی امرا کو ضرور ہے ویسے ہی غربا کو بھی ضروری ہے

گو ہماری مہربان گورنمنٹ نے گرل اسکول قایم کئے ہین مگر یہہ کیونکر ہو سکتا ہے
کہ وہ ان ہزارہا لڑکیون کے پردہ کی سواری کا بندوبست بھی کرے گی۔ ہان
ممکن ہے کہ اس کا بندوبست اون کے ولی یا سرپرست بطور خود کرین مگر جب
ان مین استطاعت ہی نہ ہو تو وہ کیا کر سکتے ہین۔ اس لئے غیر ممکن ہے کہ کوئی
عورت اعلی تعلیم پردہ مین بیٹھہ کر حاصل کر سکے۔

(ب) تحفظ ذاتی کے لئے سب سے پہلے علم کی ضرورت ہے تاکہ
اونکو اپنے بچاؤ کے تدابیر معلوم ہون اور اوس کے بعد کسقدر بہادری اور ہمت کی
حاجت ہے انگلش لیڈیز مین جس قدر بہادری اور ہمت ہے اوس کے افسانے
تو روز ہی ہم سنا کرتے ہین ان کو تو جانے دیجئے ہمارے ساتھہ ساتھہ زندگی بسر
کرنیوالی ہندو قوم کی عورتون کو دیکھئے وہ کس قدر دلیری سے ہر موقع پر تمام
مردون کے ساتھہ دوش بدوش رہتی ہین گو ابتک بوجہ کمی تعلیم ان کو وہ عزت
حاصل نہین ہوئی ہے جو انگلش لیڈیز کو ہے اور ان مین وہ اصلی بہادری
و مردانگی نہین آئی ہے جس سے وہ آج بڑے بڑے جرنیل اور جنگ جو مردون
کے ساتھہ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو رہی ہین تاہم صرف بے پردگی کی وجہ سے
ان مین بہت کچھہ ہمت اور دلیری موجود ہے وہ کسی تحفظ ذاتی کے موقع پر نہایت
ہی عمدگی اور حسن تدبیر سے اپنا بچاؤ کر سکتی ہین مگر سخت افسوس ہے کہ ہماری
مسلمان بہنین [illegible] پردہ کی بدولت بہادری اور ہمت سے محروم ہین ایسی
حالت مین کیونکر ممکن ہے کہ ان مین ذاتی تحفظ کی قوت پیدا ہو سکے گی۔

(۳) تیسرے فقرے کا جواب بالکل فقرہ (۲) سے متعلق ہے
جب خواتین اسلام اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ ہو جائےگین اور ان مین ذاتی تحفظ
کی خداداد اور موروثی قوت پیدا ہو جائےگی تو یہہ ذلیل و شرمناک فرقہ دیرینہ جو دیوید

زمین ہو جائے گا۔ اور اس طرح اون کا کوئی حد ست سے باقی نہ رہے گا۔

کیون حضرات اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ تمام خدشات پردہ مُروجہ ہند کے توڑ دینے سے دور ہو جا سکتے ہین۔ آپ جانتے ہین کہ اس مُہلک رسم پردہ کی وجہ سے ہماری نسلین ضعیف و پژمردہ ہو گئین اور ہوتی جاتی ہین ہماری اولوالعزمیان وہ بہادری جن کی چار دانگ عالم مین دہوم مچی ہوئی تھی ٹھنڈی ہو گئین ہمارا وہ سرمایہ ناز علم و فضل جن کا یورپ مین خوشہ چین تھا ہم سے رخصت ہو گیا اور ہم ذلت اور پستی کے غار مین پڑے ہوئے ہین تو کیا اب بھی آپ پردہ کی بحث قبل از وقت فرمائین گے۔

میرے خیال مین یہہ اشد ضروری بحث آج سے کئی صدیون پیشتر طے ہو جانا چاہئے تہی نہایت افسوس ہے کہ ہمارے بزرگان سلف نے اس ضروری مسئلہ کی طرف بالکل توجہ نہین فرمائی ورنہ آج ہم بھی تمام جہان کے شایستہ اور تعلیم یافتہ اقوام مین شمار کئے جاتے اور کبھی ہم کو اپنے اس ادبار پر افسوس کرنے کا موقع نہ آتا۔ اب چونکہ یہہ اشد ضروری بحث چھڑ گئی ہے اس لئے حتے الامکان تمام تعلیم یافتہ حضرات پر فرض ہے کہ اس مُہلک رسم کے جلد تر دور کرنے کی فکر کرین ورنہ یہہ خوب یاد رکھین کہ ایک دن وہ آنے والا ہے کہ ہندوستان مین صرف مسلمانون کا نام ایک قصہ کے طور پر یاد گار رہجائے گا خدا وہ روز بد نہ دکھلائے۔ آمین فقط خاکسار۔ میر قاسم علی

ایک چور کی کہانی

میرے والد بزرگوار مشہور جعلساز تھے۔ میان حسین بخش نے بھی کام کرتے تھے کسی کی دستخط ہون تو نقل اوتارنا اون کے بائین ہاتہہ کا کرتب تھا تلبیس مین وہ اپنی نظیر آپ تھے کئی بار سزایاب ہوئے۔ بارہا جیل خانہ کی ہوا کہائی مگر اون کی عادت بحالی تھی

زندگی ۔ مین اون کا اکلوتا بیٹا تھا ۔ بچپنے تو مین مدرسے مین تعلیم پاتا رہا جب میری عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو انہون نے مجھے مدرسے سے اوٹھا لیا اور کہا کہ بیٹا اب تم جوان ہو گئے اب تم کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاؤ مین نے فوراً ہی مدرسہ چھوڑا اور کہا کہ جو آپ کا حکم ہو بجا لانے کو تیار ہون میرے والد نے کچھ سوچ سوچ کر کہا کہ میری صلاح ہے کہ تمہین اپنا جانشین کرون اور جعلسازی مین شہرۂ آفاق بنا دون مگر تم ورزشی اور طاقتور نوجوان ہو بہتر ہوگا کہ تم چور بن جاؤ چوری مین بیٹا بہت فائدہ ہے اگر بخت نے یاوری کی تو لاکھون کماؤ گے اور اگر خدا نے میری زندگی کی تو بہت جلد تمہین شاہین چور دیکھون گا ۔

میرے والد کا دستور تھا کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا کرتے تھے چنانچہ اونہون نے اوسی وقت مجھے ہمراہ لیا اور جیتی نامی چور کے ہان لے جا کر اوس کا شاگرد کر دیا ایک سال تک مین جیتی کی شاگردی کی اور چوری کا فن تحصیل کیا جیتی نے مجھے سکھایا کہ اس طرح جیب کترتے ہین اس طرح نقب لگاتے ہین اس طرح بدن کو تیل ملتے ہین ۔ اس طرح امیرون کے ملازمون سے سازش کرتے ہین جب جیتی نے دیکھا کہ اب مین نے امیدواری کا زمانہ پورا کر لیا ہے تو اس نے مجھے بلا کر ایک گچھہ بے قفل کنجیون کا دیا اور کہا کہ یہ تمہارا ڈپلوما ہے اب شوق سے چوریان کرو اور گل چھرے اڑاؤ ۔ مین سلام کر کے رخصت ہوا آٹھ دن تک مین اپنے والد کے مکان مین رہا ۔ قبلہ حاجات آجکل علت جعلسازی مین پانچ سال قید سخت کے سزا یاب ہو چکے تھے ۔ مین بھی اون کے مکان مین رہتا تھا آٹھوین دن مین نے ارادہ کیا کہ اب قسمت آزمائی کرنی چاہئے چنانچہ مین نے موتی بازار مین ایک مکان پسند کیا اور مفصلہ ذیل تحقیقات اس مکان کی نسبت کی ۔

بازار .. .. موتی بازار

مکان .. .. تین منزل

نمبر ۱۰۳

صاحب خانہ	..	..	..	بنّا لعل جوہری
عیال و اطفال	..	..	..	ندارد
عمر	..	..	..	ساٹھ سال

عادات و اطوار۔ وہمی۔ تند خو۔ سرکش۔ کمزور۔ ناتوان۔ شب [illegible] رہتا ہے سونے میں خراٹے لیتا ہے۔

ملازم۔ ایک کھانا پکانے والی مائی اور دو خدمتگار دونوں کم عمر لونڈے۔

مال و اسباب درمیانی منزل میں جانب مشرق ایک کوٹھری ہے جس میں ایک صندوق لوہے کا نقدی اور زیورات سے بھرا ہوا ہے۔ دوسرے صندوق میں چاندی اور سونے کے برتن ہیں مال دار آدمی ہیں

عام باتیں۔ آپ عموماً رات کے گیارہ بجے سوتے ہیں اور ساڑھے چار بجے بیدار ہوتے ہیں۔ پس جناب من یہہ مکان ہیں۔ میں نے بسم اللہ کیا اور ٹھیک [illegible] بجے رات کے سیاہ لباس پہنکر بدن میں تیل ملکر لنگوٹ کس کر ایک خنجر [illegible] لے کر [illegible] مکان میں داخل ہوا اور دوسری منزل میں خاص کوٹھری کے صاف [illegible] گیا۔ آگے اس خاص کوٹھری میں لیمپ جل رہا تھا اور کوئی متنفس وہان نہ تھا میں نے خوشی خوشی اوس کا قفل کھولا اتنے میں مجھے اپنے پس پشت کھانسنے کی آواز سنائی دی اور کیا دیکھتا ہوں کہ مالک مکان ایک دونالی بندوق لئے کھڑے ہیں۔ پہلے تو میرے دل میں آئی خنجر سے اس کا کام تمام کردون مگر اوس نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں چور اس بندوق سے چھہ گولیاں یکے بعد دیگرے چلسکتی ہیں۔ اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو جھکر [illegible] سے ہاتھ سے چھری رکھدو۔ میں نے کہا کہ آپ برائے خدا میرا قصور معاف فرمادیں میں جدہر سے آیا ہوں اودہر ہی بیک بینی و دوگوش چلا جاؤں گا اور پھر کبھی اس بازار کا نام نہ لوں گا۔"

بنّا لعل۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو جو میں کہوں کرو۔

مین - بہت شکر گزار ہون میری جان بخشی ہوگی -

پنالعل - ضرور - لیکن میرے حکم کی تعمیل مین سرمو فرق نہ ہو -

مین - بہت بہتر خداوند -

پنالعل - چھری پھینک دو -

مین نے چپکے سے چھری پھینک دی -

پنالعل - اب اپنا کوٹ اتار دو -

مین نے کوٹ اوتار دیا -

پنالعل - ٹوپی بھی -

مین - یہ لیجئے -

پنالعل - پاجامہ بھی

مین - اس سے معاف رکھئے -

پٹاخ - پنالعل نے بندوق چلا کر میرا دہنا کان جڑ سے اوڑا دیا اور مین درد سے تلملانے لگا -

پنالعل - اب جان اس مین بچتی ہے کہ جو مین کہون وہی کرو -

مین نے جان کے ڈر سے پاجامہ بھی اوتار دیا اور مادرزاد برہنہ ہوگیا -

پنالعل - اپنے سب کپڑون کو اپنے کوٹ مین باندھ کر مجھے دیدو اور ایک گھنٹہ یہین کھڑے رہو خبردار جو اپنی جگہ سے ہلے -

یہ عجیب مصور میرے کپڑے لیکر وہان سے چلا گیا مین نے چاہا کہ دوڑ کر نکل جاون کہ پھر پٹاخ کی آواز آئی اور میرا دوسرا کان بھی اوڑ گیا اور مصور کی آواز جو مجھے ملک الموت کی آواز معلوم ہوتی تھی سنائی دی کہ خبردار جو ہلے مین تمھاری تصویر اوتار رہا ہون

صبح کے پانچ بجے مصور صاحب نے میری تصویر ختم کی اور پھر پکار کر کہا کہ

فوراً یہان سے نکل جاؤ ورنہ تیسری گولی آتی ہے مین اس ہیبت کذائی مین وہان سے بھاگا ایک ہاتھ آگے ایک ہاتھ پیچھے رکھا ہوا تھا نیچے کہان تک مین آ کر مین کھڑا ہو گیا اب حیران تھا کہ کیا کرون صبح ہو گئی تھی لوگ بازارون مین چل پھر رہے تھے مین ننگ دھڑنگ کس طرح گھر پہنچ سکتا تھا - سردی کا موسم تھا جاڑے سے میری روح فنا ہو رہی تھی اتنے مین ایک سپاہی اودھر سے گذرا اور مین نے اوس کو آواز دی -

مین - میان سپاہی مین چور ہون مجھے گرفتار کر لو -

سپاہی - (حیران ہو کر) ارے میان کیا بھنگ بہت پی گئے ہو یا چورون نے نکال دیا ہے جو اس طرح ننگ دھڑنگ کھڑے ہوئے ہو -

مین - خدا کے لئے اپنا بارانی کوٹ مجھے دو ورنہ اب میری جان نکلنے کو ہے اور مجھے گرفتار کر لو مین یہان چوری کرنے آیا تھا -

سپاہی نے اپنا کوٹ مجھے دیدیا اور مجھے ہتکڑی لگا کر کوتوالی لے گیا وہان سے تھانہ پر میرا چالان ہوا اور زیر دفعہ (۴۷۹) مین ایک سال قید سخت کا سزایاب ہوا - آج مین قید سے رہا ہو کر آیا ہون - مگر قسمت دیکھیے ابھی قیدخانہ ہی بنا ہین اور مجھے وقت رخصت کہتے تھے کہ ایسی باتون سے بیدل نہ ہونا -

ایک لڑکی اور استانی کی باتین

لڑکی - بندگی - استانی جی -

اوستانی - جیتی رہو - بہلا بیٹی خوب سارا دن گنوا کے آج تین بجے تم مدرسہ مین آئین حالانکہ کل مین نے چلتے چلتے تم سے کہہ دیا تھا کہ آج خیر سے جمعہ ہے دو ہی بجے برخواست ہو جائے گی تم ذرا سویرے سے آنا کہ بہت [illegible] کام [illegible] ہے اور تنخواہ کا

بل بھی بنانا ہے اوس مین ذرا میرا ہاتھہ بٹا لینا - علاوہ ہاتھہ بٹانے کے تمہارا ابھی آوہ
یہہ فائدہ ہے کہ تم کو بھی اُس مین معلومات ہو جائین گے - ابھی اگر میم صاحب نے کسی
ضلع اسکول مین تم کو بھیجدیا تو یہی سب کام تم کو کرنے ہون گے جب تک خود دو ایک
مرتب اپنے ہاتھہ سے ایسا کام نہ کروگی یا مجھے نہ کرتے دیکھو گی تو کیونکر تمھاری سمجھہ مین آئیگا -

لڑکی - ہان استانی جی آپ بیشک سچ کہتی ہین مین تو سویرے ہی آئی
تھی مگر تو آج کے مدرسۂ نسوان کی ایک لڑکی سبب سے یہان آگئین اون سے جہان اور
پڑہنے لکھنے کی باتین جیتین ہوئین وہان ان کی بہن کی شادی کا بھی یہہ ذکر چلا کہ ماشاءاللہ
اب وہ سیانی ہو کر کھنچ گئین ہین تمہارے آباجان اون کی شادی اب کیون نہین کرتے
پس اسی گفتگو مین مجھکو دیر ہو گئی جب وہ سوار ہو گئین تو مین آئی آپ معاف کیجئے -

اُستانی - خوب بیٹی تمھاری بھی وہ مثل ہے کہ (خود را فضیحت دیگرے را
نصیحت) آپ پہلے اپنے یہان کی تو کہئے تم تو بھلا ماشاءاللہ بیاہی ٹھیاہی ہو دوسری بہن
تمھاری ہین اپنی ایڑی دیکھون ماشاءاللہ جوان سینے پر دینے مین اوسے کیا نہین آتا
پڑہنے لکھنے مین بھی مُشدبُد ہو گئی ہے کیسی گھڑ بیٹی ہے پہر آپ کے باباجان اوس کی
شادی کیون نہین کرتے اب کس چیز کی راہ دیکھتے ہین -

لڑکی - اوستانی جی اب اس کو آپ نہ پوچھئے لائیے آپ جسٹر داخلخارج
تو لائیے - اوس سے ماہواری کا غذ تعین جائے - رہ گیا بل وہ بھی اگر وقت باقی رہا تو آج ہی
بن جائے گا اور نہین تو کل تعطیل کا دن ہی ہے مین صبح سویرے آکر آپ کا ہاتھہ بٹا ونگی

اوستانی - خیر مانگو بیٹی ! اب بھلا اس تھوڑے سے وقت مین کیا کاغذ
بنین گے بس کل ہی پر رکھو - اور مجہہ کو اس کا جواب دو - مین تو خود تم سے کہنے والی تھی
بھلا ہوا کہ تم نے آپ شادی کا ذکر چھیڑا -

لڑکی - سُنئے اوستانی جی صاحب آپ تو خوب جانتی ہین کہ اس ہندوستان

مین تو ساری شادی اور بیاہ چار پیسہ کا ہے اور جو یہی نہین تو کیسی شادی اور بیاہ
آپ دیکھئے کہ اسی انگریزی راج مین میرے اَبا جان نے میری شادی کس دھوم دہرکے
کی تھی کہ قریب ۲ ہزار روپیہ کے انھون نے صرف کیا علاوہ بھاری جوڑے کی سیر
ماننجھے کے دن انھون نے چاندی کی چوکی چاندی کا کٹورہ چاندی کا لوٹہ اڑہائی سو
روپیہ جوڑے کے پچاس روپیہ دودھ پیڑے کے ۲ من کی پنیڈیان بھیجی تھین پھر اوس کے
بعد مہندی کے دن بھی اون کو بہت بھاری خلعت دیا۔ چاندی کی چوکی چاندی کی مہندی
وغیرہ بھیجین۔ پر انکو ان بھی ایسا جہیز دیا کہ بین امیرونکی برابری تو نہین کرتی مگر نوکری پیشہ شریفون مین تو آج انکا
شہرہ ہے جوہرا جوہر اگہنا۔ سونے اور چاندی کی سواے سادہ اور جڑاؤ جس مین
چاندی کی تو سواے پازیب اور چوڑیون کے اور کوئی چیز نہ تھی۔ سب گہنا سونے ہی کا
تھا پر تیس جوڑے ہلکے اور بھاری جس مین تین جوڑے تو تلوا ن تھے دئے پندرہ
صندوق پندرہ پٹارے چاندی کا پلنگ۔ چاندی کی مسہری مع کمخواب کے لحاف اور
اوچھے کے تین من تانبے اور پیتل کے برتن دو سو چینی اور شیشہ کے برتن پچیس کشتیان پچیس
توڑے پوش۔ پچاس خوان پوش۔ پچاس خوان۔ چاندی کا آفتابہ مع سازکے چاندی کا
خاصدان چاندی کا اوگالدان۔ چاندی کی نیکھیا۔ کمخواب کی مسند تکیہ۔ دس شطرنجیان
دس چاندنیان ایک سکھپال معہ کارچوبی پردون اور چاندی کے ڈنڈون کے مجھکو دیا
ایک عمدہ گھوڑا مع چاندی کے سازکے اون کو دیا۔ پھر چوتھے روز کے بعد ایک دوشالہ
ایک رومال ایک شالی چکن ایک گوشوارہ ایک شالی پٹکا اپنے خویش کو سلام کرائی دیا۔
غرضکہ کہان تک بیان کرون جو بات کی اپنے حوصلہ اور مقدور سے [illegible] کی۔ استانی جی
انصاف سے کہئے۔ کہ جس نے ایک بیٹی کو یہہ کچھہ دیا ہو وہ دوسری [illegible] تو
تب تو شادی کرے پھر تو اون کے پاس ادس کا آٹھوان حصہ بھی [illegible] بیٹی کو دے کر
رخصت کرین اسی فکر مین دشمن اون کے گھلے جا رہے ہین خواب و خور سب حرام ہو رہا ہے

جس وقت وہ بیچارا اون کی آنکھون کے سامنے آجاتا ہے آنسو بھر بھر آجاتے ہین مگر کیا
کرین مجبوری سب کچھہ کراتی ہے -

استانی - آہ بیٹی مین تم سے سچی سچی کہتی ہون جیسا کہ مین ناقص العقل ہون
میری سمجھہ مین تو یہہ آتا ہے اور وہ مرد ذی شعور ذی عقل ذی علم ہین اون کے ذہن مین یہہ
نہ آیا اور کچھہ اوس کا خیال نہ کیا کہ مت ہے آگے اور بھی دوسری بیٹی ہے اوس کے لئے
بھی کچھہ چاہیے یا نہین اگر تمھارے کہنے کے موجب تمھارے باپ نے تم اکیلی کی شادی
چھہ ہزار مین کی اگر تین تین ہزار مین دونون کے فرض سے ادا ہو جاتے تو کیسی اچھی
بات ہوتی اور ایک پہاڑ جو تم کہتی ہو ہر وقت کاہے کو سامنے آتا

لڑکی - اوستانی جی اب آپ یہہ سمجھئے ابتدا مین کسی کو کچھہ نہین سوجھتا
وہ یہہ جانتے تھے کہ مین بالکل بیکار بے روزگار ہو جاؤنگا کہ دوسری لڑکی کے لئے
مجھہ سے کچھہ نہو سکے گا -

استانی - بیٹی خدا خدا کرو - بھلا موئی نوکری کی کیا ایسا کسی نے سنا نہین کہ -
(نوکری رنڈ کی جڑ) شاید باپ تمھارے اپنے دل مین یہہ سوچے بیٹھے تھے کہ مین سدا
نوکر ہی رہونگا - اور یون ہی ہزارہا روپیہ پیدا کیا کرونگا - ایک بیٹی کی شادی مین تو
چھہ ہزار روپیہ لگائے تھے دوسری کی شادی بارہ ہزار مین کرونگا - یہہ کونسی دور
اندیشی اور عقلمندی کی بات تھی - دوراندیشی کے معنے تو یہی تھے جیسا کہ مین نے کہا
تین ہزار روپیہ مین تو تمھاری شادی کی ہوتی اور تین ہزار تمھاری بہن کے لئے رکھہ چھوڑے
ہوتے کیونکہ وہ اوس زمانہ مین کمسن تھی اور آج اوس کے فرض سے بخوبی ادا ہو گئے
ہوتے اور اگر پھر خدا اوس کے بعد دیتا تو وہ کیا کہین بھاگ جاتا کوئی چھین لیتا اور اور
تقریبون مین پھر تم ہی دونون کو دیتے سنا نہین کہ لڑکی کا دین اس سے تو کوئی
عمر بھر ادا نہین ہو سکتا - اب تم ہی بتاؤ کہ کیسی کوفت اونکو ہر وقت ہے اور کچھہ اون کے

سا تھ رہین تھا۔ اب تو ہوسن قابل ہوگا نہ راضی نا ہین گی نہ چھہ ہزار روپیہ ہون گے۔ ورنہ وہ بیٹی کی شادی کرین گے۔

لڑکی۔ استانی جی یہہ آپ کیا کہتی ہین۔ خدا نے سب رستے۔ اوس کے دینے کے ہمارے ہاتھہ ہین ابھی اگر وہ چھہ سات ہزار روپیہ دے دے تو اوس کے نزدیک کچھہ بڑی بات نہین ہے وہ رائی کو پربت اور پربت کو رائی کرتا ہے۔

استانی۔ ہان بیٹی ہان۔ یہہ جو تم نے کہا تو سچ کہا اوس کی قدرت تو اس سے بھی بہت بڑی ہے تم چھہ ہزار کہتی ہو مین کہتی ہون کہ چھہ لاکھہ اور چھہ کروڑ ایک آن واحد مین جسے چاہے دیدے مگر اس قسم کا دینا اوس کی عادت نہین ہے کہ ہم تو پاؤن پھیلا کر گھر مین بیٹھے رہین اور خدا ہم کو چھپر پھاڑ کر دے نہ کوئی شغل کرین نہ نوکری کرین اور خدا روز کے روز روپیوں کی پوٹلیان باندھ باندھ کے آسمان سے ہمارے گھر مین پھینکا کرے یہہ سب تو ہم لوگون کے من کا سمجھوتا ہے۔ والد تمھارے بوڑھے ہو چکے۔ وہ ہی روزگار کے لائق نہین رہے زندگی کا جوانوں کو بھروسہ نہین نہ کہ بوڑھون کا۔ اب تو انھین یہی چاہیے کہ جسطرح ہو لا لپیٹ کر کے اپنی جیتی زندگی مین جو کچھہ اون سے ممکن ہو لڑکی کو دے کر کسی ذات والے پڑھے لکھے نوکری پیشہ بھلے آدمی کے لڑکے کو دیکھہ کر اوس کے ساتھہ شرعی طور سے جیسا کہ خدا کا حکم ہے ایک رات کا نکاح کر دین۔ باقی چھہ ہزار سات ہزار کے منصوبے تو خیالی پلاؤ ہین بیٹھے پکایا کرین۔

ہائے غضب ہائے غضب کیسی ہم لوگون کی خراب عادتین ہین کہ اول ہندو تو اپنی لڑکیون کی شادی ایسی کم سنی مین کر دیتے ہین کہ خاک کچھہ نہین معلوم ہوتا کہ یہہ لڑکا جس سے شادی ہوئی ہے جوان ہونے پر کیسا نکلے گا۔ برعکس اوس کے مسلمان لوگ محض ہوس ہی اور فضول اور امید انشاء اللہ پر لڑکیون کو بیٹھا رہنے دیتے ہین کہ ان کا سن زمانہ شادی سے گذر جاتا ہے چلئے وہ اوس سے کہ ہم اس کے وسط کا درجہ کسی کو یاد نہین۔ علاوہ ان باتون کے

تمہارے ہی مصہ کی بات ہے کہ تمہارے باپ نے اپنے زمانہ ثروت میں تمہاری شادی چھہ ہزار روپیہ لگا کر کی اور جوان کا دل چاہا۔ فضول وبے مصرف لوازمے تم کو دئے۔ ماشاء اللہ پانچ برس تمہاری شادی کو ہوئے اوس اسباب میں سے کہ تم نے ابھی مجھسے بیان کیا اور جس میں کہ ہزاروں روپے صرف ہوئے اس پانچ برس کے عرصہ میں وہ اسباب کبھی بھی کچھہ تمہارے کام آیا بجز اس کے کہ کوٹھریوں میں پڑا سڑا کرے اور ہر وقت چوروں کا خوف لگا رہے۔ سنو میری جان انسان کی ضرورت کے واسطے ایک دو چیزیں ہر ایک قسم کی کافی ہیں بمزید احتیاط تین چار سہی یہہ پندرہ صندوق اور پندرہ پٹھارے اور تین من تانبے پیتل کے برتن اور کشتیاں اور خوان اور خوان پوش اور تورہ پوش اور صدہا چینی اور شیشہ کے برتن اور اسباب جہیزی بجز پڑے رہنے اور جھلنا چور ہونے کے تمہارے کس کام آتا ہے اور آئیگا۔ اگر تمہارے باپ انھیں چھہ ہزار میں سے تین ہزار روپیہ تمہاری بہن کے لئے رکھتے اور تین ہزار یا نسو میں تمہاری شادی کا ضروری سامان کر دیتے اور اڑھائی ہزار روپے کے نوٹ تمہارے نام کر دیتے تو ہزار پیچھے تین روپیہ چھہ آنہ مہینے کے حساب سے منافع ملتا تو بہت مہینے کے مہینے تم کو ملا کرتے اور پیڑھی در پیڑھی جب تک تمہارا روپیہ اور سرکار انگریزی کی عملداری رہتی برابر تمکو گھر بیٹھے تنخواہ ملا کرتی اور جس وقت جو چیز جی چاہتا اور جس کی ضرورت ہوتی تازہ بتازہ نوع بنوع تم اوس روپے سے اپنی ضرورت کے وقت مول لے سکتی تہین یہہ اسباب جہالت جو تمہارا بیکار پڑا ہے۔ یہہ تمکو کیا فائدہ دیتا ہے سوائے اس کے کہ دس پانچ برس بعد بالکل سڑ گل کر مٹی ہوجاوے اور اگر یہہ روپیہ ہوتا تو یہی ایک فائدہ نہین تہا جو مین نے تم سے کہا سیکڑوں طرح کے فائدہ اس سے تھے مثلاً آج تمہارا خاوند نوکر چاکر ہے سدا دن کسی کے یکسان نہین رہتے کل خدانخواستہ نوکری چھوٹ جاوے تو اڑہائی ہزار روپیہ تمہارا تھا اور اور کچھہ ملا جاتا کر کوئی گاؤن تم لے لیتین تو گھر بیٹھے تمکو اور تمہاری اولاد کو کیا تمہارے غلاموں تک کی روٹیاں نہین۔

بی۔ بیوی مین نہین جانتی کہ ہم لوگون کی کونسی اولٹی مت ہے کہ انجام کا کبھی خیال

نہین کرتے آج جو ہے اوسے تو اڑا دو اور دو برباد کر دو پھر کل جو ہوگا سو ہو - ہائے یہہ نہین جانتے کہ جو چیز کہ ہم نے غلامی یعنے نوکری کر کے اپنے ہاتھوں پاؤن آنکھون اور دماغ کی قوت صرف کر کے حاصل کی وہ یون فضول اور بے فائدہ غارت ہو - اور دوسرے وقت ہم ایک کا منھہ دیکھا کرین اور کچھہ بنائے نہ بنے -

بیٹی یہہ ساری بک بک جو اسوقت ہوئی محض اس لئے تھی کہ تم اپنے باپ سے ساری میری اور اپنی تقریر گھر جاکر بیان کرنا اور اون سے کہنا کہ حالانکہ آپ سے کہنا لقمان حکیم کو حکمت بتانا ہے - مگر خدا کے واسطے اب آپ پر فرض ہے کہ اس لڑکی کو جس طرح سے ہو سکے نا اولیت کر کے چار پانچ سو جو کچھہ آپ سے ہو سکیں نقد دے کر کسی لائق ذات والے نیک چلن نوکری پیشہ بھلے آدمی کے لڑکے سے موافق شرع کے نکاح کر دیجئے اور اس ضعیفی مین یہہ کانگ کا ٹیکہ جو دشمنوں کے ماتھے پر لگا ہے جلد چھوڑاؤ اسلئے تو جاؤ اب سوار ہو دن بہت تہوڑا رہگیا کل سویرے میرے گہر آنا تم جاؤ تو مین بھی جاؤن دیکھو کل پہہ پھٹی کا وقت سمجھکر صبح کو سو جانا -

مسٹر غلام رسول صاحب پنجابی سے ایڈیٹر کی ملاقات

قبل اس کے کہ ہم اس ملاقات مین جو گفتگو ہوئی اس کو ہدیہ ناظرین کرین ہمین یہہ کہدینا ضروری ہے کہ مولوی صاحب ایک ذی لیاقت شخص ہین جنھوں نے اپنا بہت کچھ وقت مختلف اسلامی ملکون کی سیاحت اور مسلمانون کی طرز معاشرت کے دیکھنے مین صرف کیا ہے - ہمین امید ہے کہ ہمارے ناظرین کو اس گفتگو کے ملاحظہ سے بہت کچھہ فائدہ حاصل ہوگا اور وہ یہہ ہے :-

ایڈیٹر - آپنے کن کن ملکون کی سیر کی ہے ؟

مولوی صاحب - افغانستان - بلوچستان - خراسان - سندھ - ایران - عربستان -

ایڈیٹر - افغانستان کے کن کن مشہور و معروف شہرون کو آپنے دیکھا ہے - وہان کی عورتون کی کیا حالت ہے ؟

مولوی صاحب - پشاور اور اس کے اطراف و جوانب کو اچھی طرح دیکھا ہے وہان کی عورتون کی

حالت بہت پست ہے۔

ایڈیٹر۔کیا وہاں کی مسلمان عورتوں میں کسی قسم کے پردے کا رواج ہے؟

مولوی صاحب۔وہاں کی مسلمان عورتوں میں اسی قسم کا پردہ ہے جو پنجاب کی عورتوں میں پایا جاتا ہے۔

ایڈیٹر۔کیا یہ پردہ وہاں کے شرفا اور امرا کی عورتوں میں ہے یا غریب آدمیوں کی عورتوں میں بھی ہے؟

مولوی صاحب۔زیادہ تر یہ پردہ اعلیٰ اور اوسط درجہ کے اشخاص کی عورتوں میں دیکھا جاتا ہے اور غریب عورتیں چادر اور برقع اوڑھ کے باہر نکلتی ہیں۔مگر دیہات کی عورتوں میں عموماً خواہ وہ شریف ہوں یا رذیل اس قدر پردے کی سختی نہیں ہے۔وہ اکثر اپنی ضروریات کے لئے باہر جاتی اور کام کاج کرتی ہیں اور غیر ملک کے سیاحوں اور مسافروں سے کسی قسم کا پردہ نہیں کیا جاتا ہے۔

ایڈیٹر۔جو عورتیں سخت پردے میں رکھی جاتی ہیں ان کی دماغی اور جسمانی حالت کیا ہے؟

مولوی صاحب۔جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اکثر نحیف الجسم اور کم زور ہوتی ہیں اور اکثر بیمار رہتی ہیں۔

ایڈیٹر۔کیا وہاں کی عورتیں لکھائی پڑھائی جاتی ہیں ان کی تعلیم و تربیت کی نسبت وہاں کے لوگوں کے خیالات کیا ہیں۔

مولوی صاحب۔وہاں عورتوں کو کسی قسم کی تعلیم نہیں دی جاتی صرف زبانی کچھ مذہبی عقائد سکھائے جاتے ہیں مگر عورتوں میں جہالت کی وجہ سے آسیب اور بھوت پریت کے خیالات اور دیگر ضعیف الاعتقادیاں بہت پھیلی ہوئی ہیں اور اکثر گھروں میں جمعرات کو پریوں کی محفلیں منعقد ہوا کرتی ہیں۔ان مجلسوں میں مرد ہرگز شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

ایڈیٹر۔پشاور میں شادی بیاہ اور موت غمی کی رسمیں کیا ہیں؟

مولوی صاحب۔یہاں عموماً لڑکیوں کی ایک قسم کی خرید و فروخت جاری ہے یعنی

یعنی لڑکی کے ماں باپ لڑکے کے والدین سے بھاری بھاری رقمین لیتے ہین اور جس قدر کوئی لڑکی شریف ہوتی ہے اُسی قدر اُس کی زیادہ قیمت لیکے شادی بیاہ کیا جاتا ہے ۔ عقد نکاح کے وقت دولہا سے جو شرطین کرائی جاتی ہین اُن مین سے بعض قابل تحریر ہین اور وہ یہ ہین (۱) حسب ضرورت دولہن ڈولی مین سوار ہوکر باہر جائے گی ۔ (۲) کھانا اچھا کھائے گی ۔ یعنی گوشت روٹی ۔ قورما ۔ پلاؤ وغیرہ عمدہ غذائین اس کو کھلانا پڑین گی (۳) لباس عمدہ اور قیمتی زیور پہنے گی ۔ (۴) دولہن کے حین حیات مین دولہا دوسری شادی نہین کرسکے گا ۔ الا اُس صورت مین جبکہ اُس کے اولاد نہ ہو ۔

ایڈیٹر ۔ کیا وہان کثرت ازدواج کی بھی رسم پائی جاتی ہے ۔

مولوی صاحب ۔ اکثر لوگ ایک ہی عورت سے عقد کرتے ہین ۔ اور طلاق کا رواج بھی کم ہے سبب یہ کہ لڑکیون کی قیمت بہت گران ہے اور ان شرائط کی وجہ سے طلاق دینے کا موقع کم ملتا ہے ۔ اور عورتون کی تعداد کم ہے ۔

ایڈیٹر ۔ کیا عورتین گھرون مین کوئی کام بھی کرتی ہین ۔ ؟

مولوی صاحب ۔ عورتین اکثر زردوزی کا کام کرتی ہین ۔ اور ان کی آمدنی مردون سے اکثر زیادہ ہوتی ہے ۔ علاوہ ازین عمدہ پنکھے چٹائیان وغیرہ بھی بناتی ہین ۔

ایڈیٹر ۔ عموماً مرد اپنی عورتون کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہین ۔

مولوی صاحب ۔ اکثر مرد اپنی عورتون کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہین ۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو وہان کی عورتین عموماً خوبصورت ہوتی ہین ۔ دوم اُنکی قیمت بہت گران ہے ۔ سوم عورتین وہان کم پائی جاتی ہین

ایڈیٹر ۔ پشاور کے لوگون کی وجہ معاش کیا ہے اور یہ بہ نسبت ہندوستان کے اُنکی آسودگی کی کیا حالت ہے ؟

مولوی صاحب ۔ اکثر تجارت پیشہ ہین اور عموماً کھاتے پیتے نظر آتے ہین ۔ ایک گھر مین جہان کہ صرف میان اور بیوی ہی ہوتے ہین وہان بھی سیر بھر گوشت سے کم نہین پکتا ہے ۔

ایڈیٹر ۔ وہان لڑکیون کی شادی کس عمر مین کی جاتی ہے ؟

مولوی صاحب ۔ عموماً شادی بعد بلوغ ہی کے کی جاتی ہے اور صغر سنی کی شادی کی رسم بہت کم ہے ؟

معلم نسواں

ایڈیٹر
خادم نسواں محب حسین

جلد ۱۳ | ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۷ ہجری | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

مطبع معلم نسواں واقع گوشہ محل حیدرآباد دکن

معلم النسوان

ف۱ - یہ رسالہ ہر قمری ماہ میں ایکبار شائع ہوتا ہے

ف۲ - اس کا موضوع عورت کے ہر ایک پہلو و جوانب سے بحث کرنا ہے -

ف۳ - اس کا حجم (۴۸) صفحہ کا ہے اور رسالانہ قیمت پیشگی عام خریداروں سے مع محصول ڈاک چار روپیے اور عورتوں سے دو روپیہ ہیں

ف۴ - نمونہ کا پرچہ مفت دیا جاتا ہے -

ف۵ - علاوہ ان مضامین کے کہ جو عورتوں سے متعلق ہونگے وقتاً فوقتاً علوم جدید تاریخی اور علمی مضامین بھی ایڈیٹوریل اور بہرہ مراسلات میں شائع ہونگے -

ف۶ - عام طور سے یہ رسالہ ہندوستان کے تمام کتاب خانون مدارس نسوان اور مجالس قومی کو صرف اخراجات ڈاک وصول ہونے پر مفت دیا جائے گا -

ف۷ - گذشتہ جلدیں جو دراصل عورتوں کا ایک نہایت ہی قیمتی سائکلوپیڈیا یعنی مخزن معلومات ہیں بحساب چار روپے فی جلد جس کے (۲۰۰) صفحہ ہیں مع محصول ڈاک فروخت کی جاتی ہیں - المشتہر خادم نسوان محب حسین ایڈیٹر

دربار اکبری

یہ نادر کتاب جس کو شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مصنف آب حیات نے تصنیف فرمایا ہے - دربار اکبری کی ایک سچی تصویر ہے شہنشاہ اکبر کے زمانے کے علماء و فضلاء شعرا وغیرہ سب اس دربار میں حاضر کئے گئے ہیں واقعی یہ کتاب قابل دید ہے جن صاحب کو اس کی خریداری منظور ہو وہ مہتمم صاحب کتب خانہ آصفیہ متصل شاہ پ عابد سے چار روپیے سکہ حالی بھیجکر طلب فرمالیں -

معلم نسوان

مؤلفہ

جلد ۱۳ نادم الملک محب حسین نمبر ۱۱

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ ہجری

رہ طلب میں تری ہم قدم بڑھا کے چلے
لڑائی وہاں سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کے چلے

ہمارا بزم میں آنا ہے دور کا آنا
اٹھے جو بیٹھ کے مجلس کو ہم رلا کے چلے

عدم کو جاتے ہیں اے قوم اب خدا حافظ
نہ چونکنا تھا نہ چونکی بہت جگا کے چلے

ہمیں نجات کا کیونکر یقین نہ ہو زاہد
کہ عورتوں کو ہم اس قید سے چھڑا کے چلے

ترے کرم سے یہ پرخوف گھاٹیاں طے کیں
خطر کی راہ میں بھی ہم قدم جما کے چلے

ہزار حیف رہے پردہ عدم میں نہاں
یہ کل جہان میں جو آئے تو منہ چھپا کے چلے

سبھی وہی ہیں تغیر ہے حال کا یہ بیان
جو ہمارے شیون سے وحشت آپ کو بچا کے چلے

انہیں کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا
جو یادگار کوئی خیر کی بنا کے چلے

اب اختیار ہے ان کو کہو سنیں نہ سنیں
ہمارا فرض تھا ہم تو صدا سنا کے چلے

رچائیں مرد بھی مہندی زنانہ پن یہ نہیں ؟
یہ خوان کس لئے نوشاہ کو حنا کے چلے

ہزار علم کی منزل تو عمر ہے کوتاہ
رہ کمال میں رہرو قدم بڑھا کے چلے

بچے گا اب نہ یہ پردہ کوئی بچائے ہزار
کہ آگ پھوس کی ٹٹی میں ہم لگا کے چلے

کسی کے روکے سے رکتے ہیں کب اجل کی شکار
جو آئی موت تو خود سامنے قضا کے چلے

نظم

لیا نہ ہم نے کبھی جنگ میں بھی مکر سے کام
چلی جو چال تو دشمن کو بھی بتا کے چلے

وہی ہیں رہبر کامل روش سے جو اپنی تو
رہ نجات کا ہر پیچ و خم دکھا کے چلے

رہے نہ بعد فنا تا کوئی نشان باقی تو
ہم اپنے نقش قدم آپ خود مٹا کے چلے

خیال نام ہے اہل جہان کی الفت کا
چلی جدھر کی ہوا ساتھ یہ ہوا کے چلے

بروز عدل بلائے گئے جو اہل حجاب
تو منہ چھپائے ہوئے سامنے خدا کے چلے

خدا بچائے شرارت سے اہل شر کی محبؔ
کسی کے گھر میں جو آئے تو گھر جلا کے چلے

زمانہ کی مصیبت اور آسمان کی گردش

(نتیجہ طبع جناب منشی مختار احمد صاحب حنفی مظفرآبادی از للتپور)

مصیبت کا قصہ غضب کی حکایت
مقدر کا رونا فلک کی شکایت

سناتا ہوں میں آج اہل زمان کو
سنیں وہ توجہ سے اس داستان کو

نہیں اُس کو ہے گرچہ حاجت بیان کی
کہ حالت یہی ہے تمامی جہان کی

شکایت یہ وہ ہے جو ہے ہر زبان پر
خرابی یہ وہ ہے جو ہے ہر مکان پر

یہ وہ درد ہے جس سے لاکھوں ہیں نالان
کوئی آنکھ ہے جو نہیں اس سے گریان

مصیبت یہ وہ ہے جو ہے ہر بشر پر
یہ وہ چوٹ ہے جو ہے سب کے جگر پر

یہ وہ اشک ہے جس سے ہر چشم تر ہے
یہ صدمہ وہ ہے جس کا سب پر اثر ہے

یہ وہ درد ہے موت جس کی دوا ہے
مرض ہے یہ وہ موت جس کی شفا ہے

غریب الوطن اس نے لاکھوں کئے ہیں
بیابان چمن اس نے لاکھوں کئے ہیں

کہیں تو کسی کو وطن سے چھڑایا
کسی جان کو گاہ تن سے چھڑایا

یہی نوحہ گر اب ہر طرف ہو رہے ہیں
دعا جان کو اُس کے سب رو رہے ہیں

نظم

بہت لوگ گھبرائین گے اِس بیان سے
بہت لوگ الجھین گے اِس داستان سے

کہینگے کہ کسکی شکایت ہے اتنی ؟
وہ ہے کون ؟ جسکی حکایت ہے اتنی

کہینگے وہ دل مین کہ یہ بات کیا ہے ؟
یہ جسکا کہ ہے ذکر وہ کیا بلا ہے ؟

رہے تا نہ باقی کوئی بات شک کی
سنین ۔ نام اُس کا ہے گردش فلک کی

یہ جتنی خرابی ہے سب اُس کے دم سے
یہ ساری بلائین ہین اُس کے کرم سے

اُسی کی بدولت ہین ساری بلائین
نہ آگے چلے ۔ تب وہ پیچھے سے آئین

اسی سے ہین برپا یہ آفات ساری
اِسی کی شرارت کی ہے بات ساری

مجھے ہے بہت ذات سے اِسکے کھٹکا
یہ طاعون ہے اِس کا اولی سا لڑکا

یہ وہ ہے کیا بھی جس نے سونا
او جاڑا اسی نے کرا یخنی و پونا

کہین قحط نے ناک مین دم کیا ہے
وبا نے بپا تازہ ماتم کیا ہے

ہوئی ایک امساک بارش سے یہ گت
کہ برپا ہے عالم مین ہر سو قیامت

سمجھ مین نہین آتی یہ بات کیا ہے ؟
ہے گردش فلک کی کہ قہر خدا ہے

فلک نے تو بیشک بہت کھائے ہون گے
مگر رنگ ایسے نہ دکھلائے ہون گے

ہے بیجا کرین گر فلک کی شکایت
یہ اپنے ہی فعلون کی ہے ساری شامت

نتیجہ یہ ہے اپنے ہی فعل بد کا
یہ ثمرہ ہے سب بخل و بغض و حسد کا

یہ بیشک گناہون کا اپنے سبب ہے
اسی واسطے یہ خدا کا غضب ہے

خدا کے لئے راہ پر اب بھی آؤ
بگاڑے ہین جو کام اب سے بناؤ

ذرا خواب غفلت سے بیدار ہو تم
بہت سو چکے اب تو ہشیار ہو تم

برائے خدا باز آؤ حسد سے
کرو اب بھی توبہ تم افعال بد سے

نہین تاب ہے مجھ مین اب اِس بیان کی
کہ نخوت و طاقت ہے آخر زبان کی

دعا ہے یہ مختار کی اب خدا سے
بچائے وہ عالم کو ساری بلا سے

زینب طبیبہ بنی اود

(زمانہ صدر اسلام کی ایک مشہور و معروف طبیب عورت)

کتاب عیون الانباء فی طبقات الاطبا میں ابن ابی اصیبع نے بزبان عربی لکھا ہی کہ زینب اعمال طب اور اصول علاج سے نہایت عمدگی سے واقف تہی۔ خاص کر امراض چشم اور زخموں کی علاج میں ید طولی رکھتی تہی۔ اور عرب میں اپنے ان اوصاف سے مشہور تہی۔

ابوالفرج اصفہانی اپنی مشہور کتاب اغانی میں لکہتا ہے کہ محمد بن خلف المرزبان نے مجھسے بیان کیا کہ مجھکو حماد بن اسحق سے اور اس کو اپنے باپ سے اور اس کو کناسہ سے اور کناسہ کو اپنے باپ اور دادا سے یہ معلوم ہوا ہے کہ میں (کناسہ کا دادا) قبیلہ بنی اود کی ایک عورت کے پاس اپنی آنکھ میں درد چشم کی دوا ڈلوانے گیا۔ اس عورت نے میری آنکھوں میں ایک قسم کا سرمہ لگایا اور کہا کہ ذرا سی دیر لیٹے رہو کہ دوا اچھی طرح آنکھ میں سرایت کر جائے۔ میں اس کے کہنے سے لیٹ رہا اور اس کو مخاطب کرکے یہ شعر پڑھا۔

امخترمی ریب المنون ولم ازر　　طبیب بنی اود علی النأی زینبا

یعنی کیا حوادث روزگار مجکو دنیا سے مٹا دینگے اور میں بغرض مداواۃ زینب طبیب قبیلہ بنی اود کے پاس نہ جاسکونگا؟ (اس شعر کی بنیاد زینب کی حذاقت اور دست شفا پر اٹھای گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تجھ کو زینب کا دست شفا نصیب ہوگا اور یہ تکلیف مجھ کو دنیا سے رخصت کر دیگی۔)

یہ سنکر وہ ہنسی اور مجھ سے دریافت کیا ”جانتے ہو کہ یہ شعر کس کی شان میں تصنیف کیا گیا ہے؟“ میں نے کہا ”نہیں“۔ اس پر اس نے کہا کہ ”واللہ یہ شعر میری ہی شان میں کہا گیا ہے اور جس زینب کا نام شاعر نے اس شعر میں لیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ اور قبیلہ بنی اود کی طبیبہ بھی میں ہی ہوں۔“ پھر اس نے پوچھا ”اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ شعر ہے کس کا؟“ میں نے کہا ”نہیں“ پھر اس نے جواب دیا کہ ”یہ شعر تمہارے عم ابو سماک اسدی کا ہے“ فقط راقم محمد اختر

معلومات

(کتاب الفاروق مصنفہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی پر ایک سرسری ریویو)

باریک کپڑے پہننے کی ممانعت | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین یہ دستور تھا کہ "ہر عامل سے عہد لیا جاتا تھا کہ باریک کپڑے نہ پہنے گا۔

"ایک دفعہ حضرت عمرؓ بازار مین پھر رہے تھے۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ عمرؓ! کیا عاملون کیلئے چند قواعد مقرر کرنے سے تم عذاب الہی سے بچ جاؤ گے۔ تم کو یہ خبر ہے کہ عیاض بن غنم جو مصر کا عامل ہے باریک کپڑے پہنتا ہے اور اوس کے دروازے پر دربان مقرر ہے حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور کہا کہ عیاض کو جس حالت مین پاؤ ساتھ لوالاؤ محمد بن مسلمہ نے وہان پہنچکر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا اور عیاض باریک کپڑے کا کرتا پہنے بیٹھے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس مین ساتھ لیکر مدینے آئے۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتا اتروا کر بالون کا کرتا پہنایا"

اڈیٹر۔ اس زمانہ مین ہندوستان کے اکثر مسلمان باریک اور ریشمی کپڑے پہنتے ہین اور عورتون کے حقوق پر علانیہ دست درازی کرتے ہین ہمارے نزدیک تو عورتون کو بھی ایسے مہین کپڑے پہننے مناسب نہین جن سے جسم دکھائی دے چہ جائے کہ مردون کو۔

بیت المال سے عورتون کو بھی وظیفے دئے جاتے تھے | حضرت عمرؓ کے عہد مین جب مجاہدین کے وظیفے مقرر ہوئے اور ان کی ایک باضابطہ فہرست تیار کی گئی تو اس وقت بعض عورتون کے بھی وظائف مقرر ہوئے۔ چنانچہ مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین کہ "جن لوگون کے نام درج دفتر ہوتے ان کی بیوی بچون کی تنخواہین بھی مقرر ہوئین۔ چنانچہ مہاجرین اور انصار کی بیبیون کی تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک مقرر ہوئی"

نسل مین ماں کا بہت بڑا لحاظ | الفاروق مین درج ہے کہ "حضرت عمر نے خاص کر عمدہ نسل کے گھوڑوں کو نہایت ترقی دی۔ اس سے پہلے اہل عرب نسل مین ماں کی پروا نہین کرتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے یہ امتیاز قایم کیا۔ چنانچہ جس گھوڑے کی ماں عربی نہین ہوتی تھی اسکو دوغلا قرار دے کر غنیمت مین سوار کو حصہ سے محروم کر دیتے تھے۔"

ایڈیٹر۔ نسل مین ماں کا اعتبار زیادہ کرنا چاہیے۔ مگر افسوس ہے کہ اس زمانے مین ہمارے بھائی مسلمان عورتوں کے انتخاب مین سخت بے پروائی کرتے ہین۔ اور بازاری عورتوں تک کو نکاح مین لے آتے ہین جس سے نسل پر ایک بہت برا اثر پڑتا ہے۔"

مسائل فقہ مین ازواج مطہرات سے رائے طلب کرنی | الفاروق مین لکھا ہے کہ "جب غسل جنابت کی نسبت اختلاف ہوا۔ تو حضرت عمر نے تمام مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور یہ مسئلہ پیش کر کے سب سے رائے طلب کی۔ لوگوں نے مختلف رائیں دین۔ اُس وقت فرمایا انتم اصحاب بدر وقد اختلفتم فمن بعدکم اشد اختلافاً۔ یعنے جب آپ لوگ اصحاب بدر مین ہوکر آپس مین مختلف الرائے ہین۔ تو آیندہ آنے والی نسلوں مین اور سخت اختلاف ہوگا۔ چنانچہ ازواج مطہرات سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا اور ان کی رائے قطعی قرار پاکر شائع کی گئی۔"

عورت کو عورت کے سامنے بھی برہنا نہانے کی ممانعت | الفاروق مین درج ہے کہ "حضرت عمر نے ابوعبیدہ کو ایک دفعہ لکھا کہ مین نے سنا ہے کہ مسلمان عورتین حماموں مین جاکر عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ نہاتی ہین۔ لیکن مسلمان عورت کو کسی غیرمذہب والی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جایز نہین۔"

ایڈیٹر۔ یہاں مولوی شبلی صاحب نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہین جن سے ہندوستان کے عام مسلمانوں کو نفس مسئلہ مین سخت دھوکا ہوگا آپ نے برہنہ او۔

ننگے کے بجائے بے پردہ کا لفظ استعمال کیا ہے - انہین یہ لکہنا چاہئے تہا کہ مسلمان عورت کو کسی غیر مذہب والی عورت کے سامنے برہنہ یا ننگا ہونا جایز نہین - کیونکہ عورت کا ستر اور زینت وغیرہ ستر عورت ہین نہ کہ چہرہ اور ہاتھ جنہین اجنبی مرد بھی دیکھ سکتا ہے - بے پردہ لفظ کے استعمال سے عام لوگ یہ خیال کرینگے کہ مسلمان عورت کو ایک عیسائی عورت سے پردہ کرنا چاہئے اور اس کے سامنے نہین آنا چاہئے - مگر یہ سراسر غلط ہے مسلمان عورتین عیسائی عورتون سے برابر ملاقات کرسکتی ہین - کیونکہ مسلمانون کو عیسائی عورتون سے نکاح جایز ہے اور جب نکاح جایز ہوا تو پھر ان کے سامنے مسلمانون عورتون کا نہ آنا کیا معنی - مولوی صاحب کو ہرگز زیبا نہین کہ وہ ایسے غلط الفاظ کا استعمال فرمائین جن سے اہل اسلام کو مغالطہ ہو -

گمنام بچے ... لقطہ یعنی گمنام بچے جنکو انکے ماں باپ ... ڈال جاتے ہین ... سنہ ۱۸ ہجری مین حضرت عمر نے یہ انتظام کیا کہ جہان اس قسم کا کوئی بچہ ملے اسکے دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا جائے چنانچہ ان مصارف کیلئے اول اول سو درم سالانہ مقرر ہوئے تھے پھر سال بسال ترقی ہوتی جاتی تھی "

ایڈیٹر - اس زمانہ مین ... انگلستان مین شائع عام ... سے ہوسکتے ملتے ہین جنہین ... نالایق اردو اخبار اور ... اہل ہندوستان ... خیال کرتے ہین اور اس واقعہ سے یہ غلط دلیل لاتے ہین کہ انگلستان مین ... زنا کی کثرت ہے یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ اگر یہ صحیح مان لیا جائے - تو نعوذ باللہ بعہد خلافت راشدہ جبکہ مسلمان عورتون کو پوری آزادی حاصل تھی مدینہ منورہ مین زنا کی کثرت ثابت ہوسکتی ہے - مگر ایسا نہین تہا - اس سے یہ بدگمانی بھی جو اس زمانہ کے بعض جاہل اور متعصب مسلمان مہذب ممالک کی نسبت کرتے ہین سراسر مغالطہ آمیز ہے - آزادی ہرگز زنا کی معین نہین ہے -

مجاہدین کی عورتون کی خبرگیری | الفاروق (صفحہ ۲۰۰) مین لکہا کہ "طبری نے ابوحذیفہ کے حوالہ سے لکہا کہ حضرت عمر کا معمول تہا کہ مجاہدین کے گہرون پر جاتے اور عورتون سے کہتے تھے کہ تم کو کچھ بازار سے منگوانا ہو - تو مین لا دون - وہ لونڈیان ساتھ کر دیتین حضرت عمر خود چیزین

خریدتے اور ان کے حوالہ کرتے۔ مقام جنگ سے قاصد آتا اور اہل فوج کے خطوط لاتا۔ تو خود ان کے گھروں پر پہنچا آتے۔ اور کہتے کہ فلان تاریخ تک قاصد واپس جائیگا۔ تم جواب لکھوا رکھو کہ اس وقت تک روانہ ہوجائے۔ کاغذ قلم۔ دوات خود مہیا کر دیتے اور جس کے گھر میں کوئی حرف شناس نہوتا خود چوکھٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور گھر والے جو لکھواتے لکھتے جاتے ؛؛

علم اسرارالدین کی باتوں میں عورت بھی شامل ہے | الفاروق میں مولوی شبلی صاحب شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ زید بن ثابت۔ عبد اللہ بن عباس۔ حضرت عائشہ نے علم اسرارالدین سے بحث کی اور اس کے وجوہ ظاہر کئے ؛؛

ایڈیٹر —— اس واقعہ سے ثابت ہے کہ عورتیں علم و فضل میں کبھی مردوں سے پیچھے نہیں ہیں علم حدیث کی ایجاد حضرت عائشہ صدیقہ سے کہی جاسکتی ہے جو علم سیاست مدن میں بھی لائق تہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں اکثر اہم معاملات ملکی میں ان کی رائے بھی شریک تھی حالانکہ رسول اللہ کی وفات کے وقت حضرت عایشہ کا سن مبارک صرف اٹھارہ برس کا تھا۔

عورتوں کی نسبت عشقیہ اشعار لکھنے کی ممانعت | الفاروق میں لکھا ہے کہ ”حضرت عمر نے قطعی حکم دیا کہ شعرا عورتوں کی نسبت عشقیہ اشعار نہ لکھنے پائیں۔ چنانچہ صاحب اسد الغابۃ نے حمید بن ثور کے تذکرے میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے کہ تقدم عمر بن الخطاب الی الشعراء ان لا یتشبب احد بامرأۃ الا جلدہ ؛؛

ایڈیٹر —— افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اردو شعرا کس درجہ عورتوں کی نسبت فحش غزلیں لکھتے ہیں اور ان کی نسبت ناپاک مضامین بیان کرتے ہیں ان اشعار کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں وہ غیرت اور حمیت باقی نہیں رہی جسکا انہیں دعوے ہے اور ان میں عیاشی کے خیالات بہت پیدا ہوگئے ہیں۔ ایک مہذب آدمی اکثر اردو کے دیوانونکو پڑہ نہیں سکتا جن میں عورتوں کی نسبت سخت توہین آمیز اور مخلظ الفاظ اور خیالات بہرے ہوتے ہیں۔

اسلام میں آزادی | مولوی شبلی صاحب حضرت عمر کا ایک قول انسانی آزادی کی نسبت لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ " متٰی تعبّدتم الناس وقد ولدتهم امّهاتهم احرارا - ترجمہ - تم لوگوں نے آدمیوں کو غلام کب سے بنا لیا؟ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا "

ایڈیٹر ــــ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانان ہند نے اپنی عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا ہے - ان کی جائز آزادی چھین لی ہے اور انہیں تا بہ زیست گھروں میں مقید رکھتے ہیں - کہاں ہیں حضرت عمر؟ جو مردوں کے اس ظلم سے ان غریب عورتوں کو بچائیں -

خدا کے حکم کی وقعت | الفاروق میں لکھا ہے کہ [illegible] بعد اکثر [illegible] عیسائی عورتوں سے شادیاں کر لی تھیں - حضرت عمر نے حذیفہ [illegible] کو لکھا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں - انہوں نے جواب میں لکھا کہ یہ حکم آپ کی ذاتی رائے ہے یا کوئی شرعی حکم ہے؟ حضرت عمر نے لکھا کہ میری ذاتی رائے ہے حذیفہ نے لکھ بھیجا کہ آپ کی ذاتی رائے کی پابندی ہم لوگوں پر ضرور نہیں - چنانچہ باوجود حضرت عمر کی ممانعت کے کثرت سے لوگوں نے شادیاں کیں "

ایڈیٹر ــــ احکام خدا و رسول کے سامنے اصحاب کی رائے کی کوئی وقعت نہیں تھی مگر اس زمانہ میں کفار کے رسم و رواج کی پابندی کو ہندوستان کے مسلمان احکام خدا و رسول پر بھی مقدم سمجھتے ہیں - نعوذ باللہ من ذالک - شریعت میں تو عورتوں کو لباس ساتر کے ساتھ باہر چلنے پھرنے کی اجازت ہے - مگر یہ لوگ حکم شریعت کی ذرا بھی وقعت نہیں کرتے اور عورتوں کو تا بہ زیست گھروں میں بند رکھتے ہیں - اور بیوہ عورتوں کے نکاح بھی نہیں کرتے -

ایک مختلف فیہ مسئلہ | الفاروق کے صفحہ ۲۲۲ میں درج ہے کہ فقہ کا یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ جس عورت کو طلاق باین دی جائے اس کو عدت کے زمانے تک نان و نفقہ اور مکان ملنا چاہئے یا نہیں؟ قرآن مجید میں ہے کہ " اسکنوهنّ من حیث سکنتم - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکان ملنا چاہئے اور مکان کے ساتھ نفقہ خود ایک لازمی چیز ہے - فاطمہ بنت قیس

ایک صحابیہ تھیں جن کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی۔ وہ آنحضرتؐ کے پاس گئیں کہ نفقہ کو نان و نفقہ کا حق ہے یا نہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ فاطمہ نے یہ روایت حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کی تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ لا نترک کتاب اللہ بقول امرأۃ لا ندری لعلہا حفظت او نسیت۔ یعنے ہم قرآن کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ معلوم نہیں اس کو حدیث یاد رہی یا نہیں"

اڈیٹر — اس واقعہ سے ثابت ہے کہ جو حدیثیں قرآن شریف کے خلاف ہوں وہ قابل قبول نہیں ہیں۔

نکاح کا خطبہ: الفاروق میں لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ اگرچہ ہر قسم کے مضامین پر خطبہ دے سکتے تھے۔ لیکن ان کا خود بیان ہے کہ نکاح کا خطبہ مجھ سے بن نہیں آتا عبد اللہ بن المقفع جو دولت عباسیہ کا مشہور ادیب اور فاضل تھا اس سے لوگوں نے حضرت عمرؓ کی اس معذوری کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا نکاح کے خطبہ میں حاضرین بزم سے ہر شخص برابر درجہ کا ہوتا ہے۔ خطیب کی کوئی ممتاز حالت نہیں ہوتی۔ بخلاف اس کے عام خطبوں میں خطیب جب ممبر پر چڑھتا ہے تو عام آدمی اس کو محکوم معلوم ہوتے ہیں اور اس وجہ سے خود بخود اس کی تقریر میں بلندی اور زور آ جاتا ہے"

لیکن ہمارے نزدیک اس کی یہ وجہ ہے کہ نکاح کے خطبہ میں موضوع سخن تنگ اور محدود ہوتا ہے۔ اور ہر بار وہی معمولی باتیں کہنی پڑتی ہیں"

اڈیٹر — اس زمانہ میں مسلمانان ہند کے ہاں کیا برا رواج ہے کہ نکاح کی مجلس ان پڑھ طوطے کی طرح وہی ایک عربی دقیانوسی خطبہ پڑھا جاتا ہے حاضرین جلسہ میں سے ہر ایک شخص خطبہ پڑھنے یا تقریر کرنے کا مجاز ہے۔ قاضی ہی کے لئے جو نکاح پڑھتا ہے کوئی خطبہ کی خصوصیت نہیں اور نہ کوئی عربی زبان کی قید ہے۔ ہمارے نزدیک یہ امر مفید ہے کہ مجلس نکاح میں کوئی صاحب شادی یا نکاح کے فوائد پر اردو زبان میں جس کو تمام حاضرین

بے تکلف سمجھتے ہوں تقریر کریں اور بھی بعض خطبے کے ہیں۔

الفاروق میں مولوی شبلی صاحب | فقہ اور حدیث کی تعلیم کے لئے عورتیں بھی مقرر کی جاتی تہیں
شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تعلیم فقہ اور حدیث کے لئے چند مستند اشخاص جابجا مقرر کئے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں انہیں علوم کی تعلیم کے لئے حضرت عایشہ صدیقہ اور عبد اللہ بن عمر مقرر کئے گئے تھے۔ اور وہاں یہ دونوں صاحب علم فقہ اور حدیث کے مسائل کی اشاعت کرتے تھے

ایڈیٹر۔ اس زمانہ کے حامیان پردہ سے یہاں پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا حضرت عایشہ صدیقہ پردہ میں بیٹھ کر کیونکر مسلمانوں کو تعلیم احادیث فرماتی تہیں؟ اور کیا عورتوں کو مردوں کی تعلیم منع ہے اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ حضرت عایشہ ہرگز اس پردہ میں نہ تہیں جو آج کل خلاف شریعت مسلمانان ہند نے اپنے لئے قایم کر لیا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ موجودہ حبس دائمی پردہ جس پر اس زمانہ کے ناواقف مسلمان ناز کرتے ہیں ایک قسم کی بدعت ہے جو پچھلے زمانے میں چند عیاش مسلمان بادشاہوں نے گڑھ لی ہے۔

لونڈیوں کی آزادی | الفاروق میں لکہا ہے کہ "حضرت عمر نے ایک اور طریقے سے غلامی کے رواج کو گھٹایا یعنی یہ قاعدہ قرار دیا کہ جس لونڈی سے اولاد ہو جائے وہ خریدی اور بیچی نہیں جا سکتی جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ لونڈی نہیں رہی۔ یہ قاعدہ خاص حضرت عمر کی ایجاد ہے۔ ان سے پہلے اس قسم کی لونڈیوں کی بھی برابر خرید و فروخت ہوتی تھی چنانچہ مورخین اور محدثین نے جہاں حضرت عمر کے اولیات لکھے ہیں اس قاعدے کو بھی لکھا ہے"

حضرت عمر کی احتیاط | الفاروق میں درج ہے کہ "ایک دفعہ غنیمت کا مال آیا۔ حضرت حفصہ (حضرت عمر کی بیٹی اور رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ) کو خبر ہوئی۔ وہ حضرت عمر کے پاس آئیں۔ اور کہا کہ "امیر المومنین! اس میں سے میرا حق مجکو عنایت کیجئے۔ کیونکہ میں

ذوی القربیٰ میں سے ہوں" حضرت عمرؓ نے کہا "جان پدر! تیرا حق میرے خاص مال میں ہے۔ لیکن یہ غنیمت کا مال ہے۔ تو نے اپنے باپ کو دھوکا دینا چاہا" وہ بیچاری خفیف ہو کر اٹھ گئیں"۔ (صفحہ ۱۹۲)

مسلمان عورتوں کا عیسائی عورتوں کے ساتھ میل جول اور راہ و رسم | الفاروق میں مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ شام کی فتح کے بعد قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ ام کلثوم (حضرت عمرؓ کی زوجہ) نے قیصر کی حرم کے پاس تحفہ کے طور پر چند شیشیاں بھیجیں۔ اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا لیکن قاصد جو لیکر گیا تھا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی میں سے ادا کئے گئے۔ غرض وہ جواہرات لیکر بیت المال میں داخل کر دئے۔ اور ان کو کچھ معاوضہ دے دیا"۔ (صفحہ ۱۹۲)

کیا عورتوں کا زیادہ مہر باندھنا منع ہے؟ | الفاروق میں لکھا ہے کہ "جب حضرت عمرؓ کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہوا۔ تو ان کے شرف اور خاندان نبوت کے تعلق کی وجہ سے چالیس ہزار درہم کا مہر باندھا اور اسیوقت ادا بھی کر دیا"۔ (صفحہ ۱۹۳)

ایڈیٹر — اس زمانہ میں بعض نافہم مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ عورتیں کم مہر باندھنے پر مجبور کی جائیں۔ حالانکہ مہر عورت کی حیثیت اور اوس کی رضامندی پر منحصر ہے جب خود حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار کا مہر باندھا۔ تو اب زبردستی عورتوں کو قانوناً کم مہر پر مجبور کرنا سراسر عدل و انصاف کے خلاف ہے۔

ہم سسرانہ جائب ہو یا ہو
پھر دو بارہ ڈپٹی ول ٹم بولے ٹم اس کا کون ہے۔ شوہر ہے۔ بھائی ہے۔ کون ہے؟
(مصر جی گم سم) ڈپٹی کری ول ٹم بولنا مانگو۔ ٹم کون ہے؟۔ مصر جی مہاراج پاگ
سنبھال کر کر یا ندھان ہم استری ایجھہ۔ آج بیداگری جاترہ سو بھل ہے" صاحب بہادر
مہربان یہ ہماری جورو ہے اور آج ہی رخصت کی ساعت درست ہے۔
ول ہم نہیں مانیگا ٹم اس کو مار ڈالیگا۔ اسواسطے ڈولی کا بٹیار وسے مانگتا ہے۔ جب
وہ جاسنے نہیں مانگتی ہے تو ٹم زبردستی لیجانا چاہتا ہے۔ ہم کھوب پوچھتا ہے ٹم
اس کو مارنیکا فکر کیا ہے" مارنیکا لفظ عورت نے سنکر اور آہ و نالہ کرنا شروع کیا۔
صاحب بہادر گھبرائے۔ کہار ونکو و چار ڈنٹے رسید کئے۔ اور ڈولی ہیزنگ عورت
کے گھر واپس کرادی۔ ناتھی مع ہو دا نہائب۔ یا مظہر العجائب اور مصر جی مہاراج ہاتھ جوڑ
کر کر یا ندھان ایک بچن ہمارا سن لیل جاؤ" (حضور ہماری ایک بات سن لیں) صاحب
کچھ نہیں ہم سنے مانگتا وہ عورت بڑا روٹا ہے" مصر جی مہاراج " جب بیداگری ہوت
ہوتی ہے تو یہ استری لوگ ایسنا روٹت ہے۔ کھداون کھوسی سے زنانا لوگ روئت ہے
(صاحب بہادر) جب روئیگا تو نہیں جانیگا" مصر جی ہزار تربا بید کے اشلوک
عورتیں اسیطرح رو تی ہیں
سنسکرت چھانٹا کئے مگر کچھ نہیں چلی۔ وہ عورت اپنی گھر پہنچی اور مصر جی اپنے استھان
سدھارے۔ دوسری بار مصر جی مہاراج جاترہ واترہ بنا۔ دن تاریخ بچار۔ پھر
بیداگری کو آدھمکے اور رخیر سے مصر جی سنے یہ بھی معلوم کر لیا کہ صاحب بہادر کہیں کو چلد
گئے ہیں۔ اسی درمیان میں بیداگری کرالائیں۔ جب مصر جی یہاں پہنچے تو اس
عورت سنے گھر میں پھر رونیکا تار لگایا۔ بعد دو ایک روز کے عورت کو ڈولی پر
سوار کر مصر جی پاگ پہ پاگ تسپر... پاگ رکھے تو ان لونگا سے لیس ڈولی کے
پیچھے پیچھے خوشی خوشی رخصت کرائے لئے جا رہے تھے۔ جب ڈولی سرکل کے
پڑھتے
قریب پہنچی جس میں عورت حسب دستور سابق روئی جاتی تھی۔ تو صاحب بہادر
کوٹھی میں تھے۔ اس گریہ وزاری سے کان آشنا تو تھے ہی۔ خفا ہو کر نکل پڑے

اور انکلے کسطرح ہاتھ مین ڈنڈا لئے ہوئے ۔ رپ رپ ۔ رائٹ لفٹ کرتے ڈولی
کے پاس پہنچے ۔ مولسنا الینچ ۔ پھر تو ہمارے مصر جی مہاراج کا یہ گڑدا کہان کہ صاحب
سے کھڑے ہوکر دو بات کرلین ۔ صاحب بہادر کو دیکھتے ہی بھاگے تو اسطرح کہ
کبھی دھوتی کھسکی پڑتی ہے پاگ کھلی پڑتی ہے ۔ دھوتی سنبھالتے ہین تو پگیا لٹ پٹ
ہوی جاتی ہے ۔ پگیا درست کرتے ہین تو انگوچھا گرا پڑتا ہے ۔ کبھی جنیو (زنار)
اُلجھتا ہے ۔ وہ دیکھئے جنیو کان مین لپیٹ لیا گیا ۔ خیر باشد ۔ یہ کیا مضمون ہے کہین ڈر
سے پیشاب تو خطا نہ ہو گیا ۔ ارے ہے ساری پیلی دھوتی تر بتر ۔ چھی چھی ۔ یار لوگ
کھڑے دوری سے تماشا دیکھ رہے تھے ۔ صاحب نے کہارون پر دو دو
تین تین ہنٹر رسید کئے ۔ اور پھر ڈولی کو واپس ۔ اب عورت مزے مین ہے پھیروے
ڈولی کہار ۔ اسے دیدی گوسنے نہ چھوون ۔ گوسنے کا لڑوا سب مل کھیہین جہاں پیہین
ہمار ۔ اسے دیدی گوسنے نہ چھوون ۔ پھیروے ڈولی کہار " گاتی ہوئی اپنی گھر چلی اور
مصر جی روتے پیٹتے اپنے گھر سدھارے ۔ عجب دل لگی ہے ۔ صاحب بہادر جانترہ
ہی کھنڈٹت کئے دیتے ہین ۔ بھیا ہنچ قرینہ تو یہ ہے کہ جب تک صاحب بہادر رہینگے
یہ عورت ہمارے مصر جی کے بھوگ نہ چڑھے گی ۔ الراقم ۔ ایک بیٹی والی ازسرکل کمتول

قلبی روشنی

فرانس کے اخبارات نے ایک عجیب خبر لکھی ہے ۔ کہ قصبہ ترلونی مین ایک عورت
ہے جس کی نظر ایسی تیز ہے کہ منجمد مادی چیزون کے پار دیکھتی ہے اور یہ بھی
ضرور نہین ہے کہ وہ چیز اُس کے قریب ہی ہو فاصلے کی کمی بیشی بھی اُس کے
نزدیک یکسان ہے ۔ اِس قصبہ کے ڈاکٹر فیرول نے اپنے ایک دوست ڈاکٹر
سے اِس امر کا تذکرہ کیا اور آزمائش کے طور پر موخرالذکر نے ایک کاغذ پر کچھ
عبارت فرنچ زبان مین لکھی جس مین چند الفاظ یونانی ۔ جرمنی اور روسی زبان کی

بھی تھے اور ایک لفافہ مین سربمہر کر کے ڈاکٹر فریزل نے وہ لفافہ اپنے کمرہ مین
میز پر رکھا اور اُس عورت کے مکان پر گئے کہ آج دوپہر کو ہمارے گھر آکر
ایک بند لفافہ کے خط کو پڑھنا - اس روشندل لیڈی نے کہا کہ وہان جانے کی کچھ ضرورت
نہین ہے - مین یہین سے پڑھ سکتی ہون - پھر ڈاکٹر نے اُس کی آنکھون پر ہاتھ
رکھا اور اس نے وہ تمام مضمون لفظ بلفظ پڑھ دیا سوا اُن الفاظ کے جو غیر
زبانون مین تھے جنکو وہ نہین جانتی تہی بلکہ قلم سے اپنے ہاتھ پر لکھکر بھی دکھلایا کہ
اُس چٹھی کے حروف اسقدر بڑے ہین - ڈاکٹر حیران رہ گیا اور وہ لفافہ سربمہر جنسہ
اپنے دوست کو واپس بھیجا اور اُس کے مضمون سے اطلاع دی - اکیڈیمی آف
سائنس کو بھی اس امر کی رپورٹ کیگئی ہے - جہان سے ایک کمیشن اس امر کی مزید
تحقیقات کرنے کے لئے مقرر ہوی ہے -

اس واقعہ سے بخوبی روشن ہے کہ عورتون مین بھی مردون کی طرح کشف
وکرامات کی پوری لیاقت موجود ہے - مگر افسوس یہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر
لوگ اس بات کے قائل نہین - ہان وہ اپنے مہمل اور مضحکات کو تو اعلیٰ درجہ کے
کشف وکرامت بتاتے ہین - مگر عورتون کی کسی سچی بات کو بھی نہین مانتے اور مانین
کیون کر - کیونکہ قلم در کفِ دشمن است کا حافظ ہے جب عورتین بھی تعلیم پا کے کتابین
لکھین گی تو اس وقت ان مین بھی بہت اہل کشف وکرامات عورتین مشہور ہو جائینگی -
ابھی تو اُن کو اہل ہند ناقص العقل ہی تصور کرتے ہین - انہین یہ معلوم نہین کہ جرمن کی ڈاکٹرون
نے اب اس بات کو دماغی تشریح سے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ دماغی قوت مین عورت
یا تو مرد کے مساوی ہے یا اس سے زیادہ ہے - مگر بھائی اس بات کو سنتا کون ہے -

ہماری قوم کے مردون کے دماغون مین عورتون کی نسبت جو غلط خیالات قائم ہو گئے
ہین وہ تو ابھی صدیون تک دور نہین ہو سکتے - ہان خدا ہی سے سب کچھ امید ہے - اڈیٹر -

عورتون کی حالت زمانہ جاہلیت مین

آجکل[1] عورتون کی حالت اور معاشرت پر نہایت شد و مد کے ساتھ بحث ہو رہی ہے - بعض مضمون نگار اس امر پر بحث کرتے ہین کہ عورتون کو سوسائٹی سے کیا تعلق ہے - بعض انشا پرداز عورتون کی تعلیم پر زور دیتے ہین - بعض مصنف عورتون کی آزادی کے حامی ہین - ہم اس موقع پر یہ دکھانا چاہتے ہین کہ زمانۂ جاہلیت مین عرب کی عورتون کی کیا حالت تھی اور اسلام نے اُن کی حالت مین کیا تغیر پیدا کیا - ہم اپنے مضمون کو پانچ حصون پر تقسیم کرتے ہین (۱) عورتون کی حالت آغاز عمر مین (۲) عورتون کی نسبت (۳) عورتون کی شادی (۴) عورتون کی طلاق (۵) عورتون کی وراثت -

عورتون کی حالت آغاز عمر مین - اس زمانہ مین کوئی شخص اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ کسی قوم کی ترقی اور تنزل کا اندازہ کرنے کے لیے بہترین معیار جو حالت اُس قوم کی عورتون کی ہوتی ہے - اُس سے نہایت واضح طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ قوم ترقی کر رہی ہے یا تنزل کی طرف جاری ہے - عورتین فی الحقیقت قوم کی حالت کا آئینہ اور اُن کی پستی اور بلندی کا مرقع ہین - اگر عورتون کی حالت کسی قوم مین اعلیٰ درجے کی ہے تو وہ قوم بھی اعلیٰ درجے کی خیال کیجائیگی - عرب کے زمانۂ جاہلیت مین عورتون کی حالت پر غور کرو جو ہمارے دعوے کے لیے بہترین ثبوت ہے - یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عرب کے باشندے جہالت اور نادانی کے سمندر مین غرق تھے - وہ کھانے اور پہننے کے سوا زندگی کی کسی ضرورت سے واقف نہ تھے - اُن کا کام لوٹ مار کے سوا کچھ نہ تھا - اُس زمانے مین عورتون کی حالت پیدا ہونے کے دن سے مرنے کے وقت تک نہایت پست اور ذلیل تھی جب کسی عورت کو حمل رہ جاتا اور وضع حمل کا زمانہ قریب آتا تو اُسکا شوہر چند روز کے لیے لوگون کی نظر سے غائب ہو جاتا تھا - اگر اُسے معلوم ہوتا کہ اُس کے گھر مین لڑکا پیدا

---

[1] یہ مضمون مصر کے مشہور ماہوار رسالہ الہلال سے ترجمہ کیا گیا ہے -

ہوا ہے تو وہ خوش ہوتا تھا۔ اور اگر یہ خبر سنتا کہ لڑکی ہوئی ہے۔ تو اُس کی چہرے پر غم کی تیرگی دوڑ جاتی تھی۔ اور وہ ایک مدت تک لوگون کے سامنے نہین آتا تھا اور اسی اُدھیڑبن مین رہتا تھا کہ اُس لڑکی کی نسبت کیا کرے[1]۔ چنانچہ قرآن مجید مین اسی بات کی طرف اشارہ ہے جہان خدا نے فرمایا ہے واذا بشر احدہم بالانثی ظل وجہہ مسودًّا وّہو کظیم ۰ یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ ط ایمسکہ علی ہون ام یدسہ فی التراب ط الا ساء ما یحکمون ۰ یعنی جب اُن مین سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیجائے تو (مارے رنج کے) اُسکا مُنہ کالا پڑ جاے۔ اور زہر کے سے گھونٹ پیکر رہ جاے لوگون سے بیٹی کی عار کے مارے جس کے پیدا ہونے کی اُسکو خبر دی گئی ہے چھپا چھپا پھرے اور دل مین منصوبے سوچے کہ آیا اس ذلت پر بیٹی کو لئے رہے یا اُسکو مٹی مین گاڑ دے۔ دیکھو تو ان لوگون کی (کیا) بُری راے ہے چند روز کے بعد وہ اپنے گھر مین واپس آتا تھا اور اُسکی شکل دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اور ایسی ہولناک مصیبت طاری ہوئی ہے۔ جس کا کوئی علاج نہین ہے۔ جب وہ بدقسمت لڑکی ذرا جوان ہوتی تو اُسکو زندہ درگور کرنے کی تدبیر کرتا تھا۔ یہ دستور ایام جاہلیت مین عام طور پر شائع تھا۔ زندہ درگور کرنے کی رسم کچھ لڑکیون ہی پر موقوف نہ تھی۔ بلکہ افلاس کے خوف سے لڑکے بھی جیتے جی زمین مین دفن کر دئے جاتے تھے[2]۔ لڑکون کے قتل کرنے کی عادت اُس حکایت سے معلوم ہوتی ہے جو آنحضرت کے دادا عبدالمطلب کی نسبت بیان کیجاتی ہے کہ اُنھون نے اپنے دس لڑکون مین سے ایک لڑکے کو کعبے پر قربانی چڑھانے کے لئے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لڑکیون کے زندہ درگور کرنیکا دستور عرب کے قبائل مین سی ربیعہ اور مضر[3] مین کم کم اور کندہ[4] مین بہت زیادہ تھا۔ اس کے

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم [2] تفسیر کبیر جلد چہارم - [3] السیرۃ الحلبیۃ جلد دوم [4] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول

اسباب مختلف تھے - بعض تو لڑکیون کو اسلئے ہلاک کیا کرتے تھے کہ وہ کچھ کما نہیں سکتین اور لڑکے اُن کے ساتھ لوٹ مار مین شریک ہو سکتے ہین - بعض کا یہ خیال تھا کہ لڑکی کے مفلس ہونے کے سبب سے اُس کے قبیلے مین کوئی اُسکا خواہان نہ ہوگا - اور غیر قبیلے مین لڑکی دنیا نہایت ذلت ہی - قرآن مجید مین اسی کیطرف اشارہ ہے جہان خدا فرماتا ہے ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطاً کبیرا یعنی تم افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو - اُنکو اور تمکو ہم روزی دیتے ہین - اولاد کا مارنا بڑا بھاری گناہ ہے -

لڑکیان اگر وہ بدصورت ہون تو اس خیال سے بھی ہلاک کی جاتی تھین کہ اُن کو عمدہ شوہر دستیاب نہین ہو سکتا چنانچہ آنحضرت کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت آمنہ کے باپ وہب کی چچی سودہ بنت زہرہ کا یہی حال ہوا - جب سودہ پیدا ہوئی تو اُسکے باپ نے یہ دیکھکر کہ وہ سیاہ فام اور بدصورت ہے - اُسکے زندہ دفن کرنے کا ارادہ کیا مگر ایک ہاتف کی آواز نے اُسکو اس ہولناک فعل سے روک دیا - سودہ بال بال بچگئی اور جوان ہوکر قبیلۂ قریش کی کاہنہ کہلانے لگی[1] جب کسی شخص کے گھر مین حسین لڑکی پیدا ہوتی تو لوگ اُس کے باپ کو مبارکباد دیتے اور کہتے تھے کہ ہنیئاً لک النافجہ یعنی تجکو مبارک ہو - اس کہنے سے اُن کا یہ مطلب تھا کہ جب وہ جوان ہوگی تو سینکڑون دولتمند آدمی اُسکی درخواست کرینگے اور لڑکی کے باپ کو اُس کے مہر مین سے اونٹ بکری یا زر نقد کا جو حصہ ملیگا وہ اُس سے مالدار ہو جاے گا - ابن عربی کا قول ہے کہ نافجہ مہر کے اُس حصے کو کہتے ہین جو لڑکی کے باپ کو اُس کی شادی کے وقت ملا کرتا تھا -

لڑکیون کے زندہ درگور کرنے کا کیا طریقہ تھا؟ اسمین مورخین کا اختلاف ہے مگر صاف طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض تو زمین مین گڑھا کھود کر دبا دیتے تھے - بعض

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول

پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیتے تھے۔ بعض انکو دریا مین غرق کرتے تھے۔ اور بعض اُن کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے[1] مگر اُس تاریک زمانے مین بعض خدا کے بندے ایسے تھے جو اس فعل قبیح سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اور ایسی لڑکیون کو فدیہ دیکر بچا لیتے تھے۔ انھین رحمدل لوگون مین سے ایک شخص عمرو بن نفیل تھا۔ جب اُسکو کسی لڑکی کے زندہ درگور کرنے کی خبر ہوتی تو فوراً اُس لڑکی کے باپ کو بلاتا اور روپے دلاکر یا جس طرح ممکن ہوتا لڑکی کو اُس سے لے لیتا اور خود اُس کی پرورش کرتا تھا۔ لڑکی کے جوان ہونے کے بعد اُسکے باپ سے کہتا کہ اگر تم چاہو تو مین تمہاری لڑکی تمہین واپس دون۔ اور اگر نہ چاہو تو مین اُسکا بار بے تکلف اُٹھا سکتا ہون۔ عرب کے نامور شاعر فرزدق کا دادا صعصعہ بھی لڑکیون کو زندہ دفن ہونے سے بچاتا اور اُنکا فدیہ ادا کرتا تھا[2]۔

عورتون کی نسبت جب کسی شخص کو کسی عورت کے ساتھ نسبت کرنی منظور ہوتی تو اپنے رشتے کی عورتونکو اُس عورت کے پاس بھیجتا تاکہ وہ اُسکے پاس آکر اُس عورت کا حال بیان کرین۔ اگر رشتے مین کوئی عورت اس کام کے قابل نہ ہوتی تو ایسی عورتون کو تلاش کرتا تھا جو اکثر لوگون کے گھرون مین آمد رفت رکھتی تھین کبھی یہ کام کسی مخنث سے لیا جاتا تھا۔ اُس زمانے مین ایک گروہ مخنثون کا تھا جو مردونکا سا لباس پہنتے اور عورتون سے میل جول رکھتے تھے۔ جب کسی شخص کو کسی عورت کے ساتھ نسبت کرنی ہوتی تو وہ ایسے مخنث کو تلاش کرتا جو اُس عورت کے قبیلے مین آتا جاتا ہو۔ وہ اُس عورت کی شکل صورت اور دیگر صفات کا حال اُس شخص سے بیان کرتا تھا۔ اگر وہ راضی ہوگیا تو خیر ورنہ دوسری عورتون کا حال اُس سے بیان کرتا۔ جب کوئی عورت اُس شخص کو پسند

---

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم [2] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول۔

آجاتی تو یہی مخنث اُس کے اور اُس عورت کے قبیلے کے درمیان پڑ کر نسبت کرا دیتا۔ نکاح کا ایک خاص طریقہ تھا جسکا اس موقع پر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جب کوئی مرد کسی عورت کو اپنے لئے پسند کر لیتا، تو اپنے اور اُس عورت کے مرتبے کے موافق مہر تجویز کرتا تھا۔ پھر مہر کا روپیہ ایک معتبر اور ذی وجاہت شخص کے ہاتھ اُس عورت کے باپ یا سرپرست کے پاس بھیجتا تھا۔ یہ شخص یا تو مرد کے رشتہ دارون مین سے انتخاب کیا جاتا تھا یا اُس کے احباب مین سے ہوتا تھا وہ عورت کے باپ یا سرپرست کے پاس پہونچکر کہتا تھا کہ مین نسبت کے لئے آیا ہون۔ اگر اسکو نسبت کرنی منظور ہوتی تو اُس سے پوچھتا کہ تم کس کیطرف سے نسبت کا پیام لائے ہو۔ وہ جب نام بتاتا۔ تو وہ کہتا کہ ہان وہ بیشک ہمارا کفو ہے اور ہمکو نسبت منظور ہے یا کہتا کہ ہان وہ ہمارا ہمسر اور عالی خاندان ہے اگر نسبت منظور نہ ہوتی تو کہتا کہ نسبت ہونی ناممکن ہے اور اس سے یہ مطلب نہین ہے کہ ہمکو نسبت کرنیوالے کے خاندان سے نفرت ہے یا اُس کے عالی خاندان ہونے سے ہم ناواقف ہین۔ اس کے بعد کوئی سبب انکار کے لئے تراشکر بیان کر دیتا تھا کبھی نسبت کرنیوالا خود عورت کے باپ یا سرپرست سے ملتا اور اپنی درخواست آپ پیش کرتا تھا۔

اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کی نسبت منظور کر لیتا۔ تو نسبت کرنے والے کی طرف سے لڑکی کا مہر پیش ہوتا تھا۔ مہر کی مقدار دس درہم سے دس ہزار دینار تک یا اس سے کم و بیش ہوتی تھی۔ مہر کے ساتھ کبھی غلام۔ کنیزین۔ اونٹ۔ بکریان۔ کپڑے۔ زیور۔ غلہ یا کھجور وغیرہ چیزین نسبت کرنیوالے کی استطاعت کے موافق شامل ہوتی تھین۔ مہر پر لڑکی کا باپ یا سرپرست قابض ہوتا تھا۔ قرآن مجید مین اسی بات کی ممانعت کی گئی ہے۔ جہان خدا فرماتا ہے۔ واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ ۰ فان طبن لکم عن شیء منہ نفساً فکلوہ ھنیئاً مریئاً ۰ یعنی عورتون کو اُن کے مہر خوشدلی کے ساتھ

دے ڈالو - پھر اگر وہ خوشدلی سے اُس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو (وہ تمہارے لئے
حلال طیب ہے) اسے مزے سے چیٹ کر ڈالو۔ علقمہ، نخعی اور قتادہ نے اس
آیت کی تفسیر میں یہی بیان کیا ہے - فریقین میں رضامندی ہونے کے بعد لڑکی کا
باپ یا اُس کا سرپرست لوگوں کے سامنے علی الاعلان کہتا تھا کہ تم اس بات پر گواہ رہنا کہ
میں نے فلاں کی لڑکی کو فلاں شخص کے ساتھ منسوب کر دیا ہے - [1]

اگر لڑکی بالغ اور عاقل ہوتی تو نسبت کرنے سے پہلے اُسکا باپ تنہائی میں
اس سے پوچھ [illegible] سواروں یا سرداروں یا دشمنوں
یا [illegible] کے لوگوں [illegible] میرے پاس نسبت کرنے کی غرض سے آیا
ہے - میں چاہتا ہوں کہ تم کو اُس سے منسوب کروں - اسمیں تمھاری کیا رائے ہے؟
اگر لڑکی رضامند ہوتی تو خاموش ہو جاتی تھی یا منظوری کے لئے کچھ الفاظ کہدیتی تھی -
بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ لڑکی باپ کی بات کا جواب دیتی تھی اور اس سے اس
معاملے میں بحث کرتی تھی [illegible] سبب بیان کرتی تھی اس کے
بعد [illegible] باپ [illegible] تھی اور کبھی لڑکی اُس پر پسیج
جاتی تھی [illegible] نسبت کا [illegible] ہوتا تھا -

نسبت کرنے [illegible] قبیلوں میں مختلف رسمیں تھیں - بعض قبیلے
تو اپنے قبیلے ہی میں نسبت کرتے تھے اور دیگر قبائل سے کچھ تعلق نہ رکھتے
تھے بعض قبیلے کے لوگ یہ شرط کر لیتے تھے کہ جب لڑکی حاملہ ہو اور وضع
حمل کے دن قریب ہوں تو وہ اپنے باپ کے گھر پہونچا دیجائے تاکہ وہیں اولاد
پیدا ہو - بہت سے لوگ اس شرط کو منظور کرتے تھے اور بیویاں اپنے باپ
کے گھر میں زچہ بنکر رہتی تھیں - اور اس قبیلے کے لوگ اسکو عورت کے لئے

---

[1] الاغانی جلد [illegible] -

موجب عزت و افتخار سمجھتے تھے۔ مدینے میں جو نبوت کا زمانہ آیا تھا، اُن میں یہی رسم جاری تھی [1] بعض عورتین منسوب ہونے سے پہلے یہ شرط منظور کرا لیتی تھین کہ طلاق دینے کا اختیار مرد کو نہ ہوگا، بلکہ عورت کے ہاتھ میں رہے گا۔ تاکہ وہ جب کبھی اپنے شوہر سے ناراض ہو تو آسانی سے نجات پا سکے۔

لڑکی کا باپ کبھی یہ شرط کرتا تھا کہ اس لڑکی سے جو اولاد ہوگی، اُن کے نام ہم رکھینگے اور اون کی شادیان ہم ہی کرینگے۔ عمرو بن حجر کی نسبت کتب میں [illegible] عوف بن محلم شیبانی کے پاس [illegible] ام ایاس کے ساتھ نسبت کی [illegible] گیا، تو عوف نے کہا کہ مین اس شرط پر منظور کرتا ہون کہ اُس کے بیٹون کے نام میں رکھونگا اور بیٹیون کی شادیان بھی مین ہی کرونگا۔ عمرو نے کہا۔ یہ [illegible] لڑکون کے نام تو اپنے [illegible] نام ان پر [illegible] اور لڑکیون کی شادیان [illegible] نسبت حاصل کی [illegible] مین [illegible] اپنی کنبہ میں ایک [illegible] اس کے مہر کے لئے مخصوص کر دو [illegible] اور [illegible] لینے والون کے [illegible] سلوک سے پیش آؤن اور اُن کی [illegible] حاجت کو پورا کرون۔ عوف نے ان شرطون پر نسبت منظور کر لی [2]

صعصعہ بن معاویہ نے عامر بن ظرب کی بیٹی عمرہ سے نسبت کرنی چاہی تو اُس نے کہا کہ اے صعصعہ تم میرے پاس اسلئے آئے ہو کہ میرے جگر کے ٹکڑے کو خریدو۔ جو شخص عالی خاندان ہے وہ عالی خاندان کا ہمسر ہوتا ہے اور نیک شوہر باپ کے بعد دوسرا سرپرست ہے۔ مین نے تمہاری نسبت اپنی بیٹی سے کر دی اس خیال سے کہ تم جیسا شوہر مشکل سے ملیگا۔ مین اسکو پوشیدہ

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول [2] العقد الفرید جلد سوم۔

نہین بلکہ علانیہ طور پر کہتا ہون" اس کے بعد اُسنے اپنے گھر کے آدمیون کو خطاب کر کے کہا کہ اے قبیلۂ عدوان تمہاری عزیز لڑکی تم سے لیجاتی ہے مگر یہ نہ کسی لالچ سے ہے نہ خوف سے۔ مین قسم کھاتا ہون کہ اگر ہمارے بزرگون مین سے ہر ایک اپنی اپنی قسمت پر راضی نہ ہوتا۔ تو پچھلے لوگ پچھلون کے لئے زندگی بسر کرنے کو کچھ بھی نہ چھوڑتے" بعض دفعہ مرد اور عورت دونون نسبت کی گفتگو بلا واسطہ کرتے تھے[1]

قبیلۂ قریش کے لوگ عرب کے دیگر قبائل کی نسبت اس بات مین مستثنٰی تھے کہ وہ مذہب کی سخت پابندی کرتے تھے اور اسی سبب سے انکو حمس کہتے تھے۔ وہ اپنی لڑکیون کی نسبت جب شرفاء عرب سے منظور کرلیتے تھے۔ تو اُس کے ساتھ یہ شرط ضرور لگاتے تھے کہ اُن کی اولاد بھی اُنھین کیطرح مذہب کی سخت پابندی کریگی۔ عرب کے باشندون کی عام عادت تھی کہ جب کسی مرد اور عورت کے درمیان رشتہ قرار پاجاتا۔ تو اُنکو یہ دعا دیجاتی تھی کہ خدا کرے دونون اتفاق اور موافقت سے زندگی بسر کرین۔ اور اُن کو جیتی جاگتی اولاد میسر ہو۔

عورتون کی شادی | زمانۂ جاہلیت مین چار طرح مردون اور عورتون مین تعلق ہوتا تھا۔ (۱) ایجاب وقبول (۲) مباغات (۳) استبضاع (۴) جمع پہلی قسم کا تعلق طرفین کے اقرار و ایجاب سے پیدا ہوتا تھا۔ جیسا کہ ہمارے زمانے مین عام طور پر نکاح ہوتے ہین۔ دوسری قسم کے تعلق سے یہ مراد ہے کہ اُس زمانے مین عورتون کا ایک خاص گروہ تھا۔ جن کے مکانون پر جھنڈیاں لہراتی تھین اور وہ اسی علامت سے پہچانی جاتی تھین۔ انکو بغایا

---

[1] العقد الفرید جلد سوم۔

سکتے تھے۔ جو شخص چاہتا اُن کے مکان پر بے تکلف چلا جاتا اور اُن سے مباشرت کرتا۔ اگر اُن مین سے کسی کو حمل رہ جاتا تو وضع حمل کے وقت اُن تمام آدمیون کو جمع کیا جاتا تھا جو اُس کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ قیافہ شناس اُن مین سے جس شخص کے ساتھ اولاد کو مشابہ بتاتے وہی اُسکا باپ قرار پاتا تھا۔ اور وہی اُس کی پرورش کرتا تھا۔ تیسری قسم کا تعلق یہ تھا کہ جب عورت ایام سے نہ ہوتی تو اُسکا شوہر اُس سے کہتا تھا کہ جاؤ تم فلان شخص سے ملکر اولاد پیدا کرو۔ جب تک حمل کی کوئی علامت نمودار ہوتی شوہر اُس سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ پھر جب چاہتا۔ اُس سے نکاح کر سکتا تھا۔ چوتھی قسم کے تعلق اور دوسری قسم کے تعلق مین اتنا ہی فرق تھا کہ پہلی حالت مین شوہرون کی تعداد محدود ہوتی تھی اور دوسری حالت مین غیر محدود۔ اس طرح کے تعلق سے جو اولاد ہوتی قیافہ شناس بتاتے تھے اور جس سے مشابہ قرار دیتے وہی اُسکا باپ کہلاتا تھا۔[1]

اس طرح کی رسمین زمانہ قدیم کی قومون مین بھی جاری تھین۔ یونان کے مشہور مورخ ہیروڈوٹس نے انکا تذکرہ کیا ہے۔ اسکیتھین اور مساجیٹے قومون کی نسبت بیان کیا ہے کہ اُن مین ہر مرد کو ہر عورت کے ساتھ مباشرت کرنیکا حق حاصل تھا۔ اور اُنکا خیال تھا کہ اس دستور سے قرابت کی گرہ زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

عرب جاہلیت مین بیٹون کو باپ کی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز تھا۔ جب کوئی شخص اپنی کوئی عورت چھوڑ کر مرجاتا تو وہ لڑکے جو اُس کی دوسری بیوی کی اولاد سے ہوتے اپنے باپ کی عورت کے پاس جمع ہوتے تھے۔ اُن مین سے جو کوئی سب سے پہلے اُس عورت پر چادر ڈالدیتا۔ وہی اُسکا شوہر

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ بروایت امام بخاری۔

قرار پاتا تھا۔ اور وہی اُسکے جدید مہر پر قبضہ کرتا تھا۔ عورت کو اُتنا ہی مہر ملتا تھا۔ جتنا کہ متوفی نے اُسکو دیا تھا۔ اس سے زیادہ اُسکو کچھ نہ ملتا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اُس عورت کا نکاح اپنے سوا کسی اور سے کر دیتا اور اُسکا مہر خود لیتا اور اُسکو بالکل محروم کر دیتا تھا۔ اگر چاہتا۔ تو اُسکو شوہر کے پاس جانے سے روک رکھتا اور اُسکو تنگ کرتا کہ وہ جب تک اپنا فدیہ اوا نکرے سے نئے شوہر کے پاس جانے نہ پائے[۱]

اس باب مین قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف ۵ انہ کان فاحشۃ ومقتا ط وساء سبیلا ۵ یعنی جن عورتون کے ساتھ تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ تم اُن کے ساتھ نکاح نہ کرنا۔ مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) (تاہم) یہ بڑی بیحیائی اور غضب کی بات تھی اور بہت ہی بُرا دستور تھا۔"

زمانہ جاہلیت مین ایک شخص کسی عورت سے اور اُسکی بہن سے ایک ساتھ نکاح کر سکتا تھا۔ اُن مین یہ ناپاک دستور بھی جاری تھا کہ عورت کچھ دنون تک مرد سے ناجایز تعلق رکھتی تھی۔ پھر اگر مرد چاہتا۔ تو اُس سے نکاح کر لیتا اور اگر نہ چاہتا تو عورت اُسکی بیوی نہین ہو سکتی تھی[۲] مگر ہم اس بات کو ضرور تسلیم کرتے ہین کہ اُس زمانے مین بھی جو لوگ شریف کہلاتے تھے وہ ایسی بیہودہ باتون سے نفرت کرتے تھے۔

ظاہرا یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُس زمانے کے لوگ نہایت قریب رشتے کی عورتون سے شادیان کر لیتے تھے۔ چنانچہ اُن رشتون کی عورتون کے ساتھ شادی کرنا قرآن مجید کی اس آیت سے ممنوع ہو گیا۔ خدا فرماتا ہے۔ حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامھات نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من النسائکم التی

[۱] تفسیر کبیر۔ [۲] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول

دخلتم بھن ط فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلائل ابناکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ط ان اللہ کان غفورا رحیما ہ یعنی (اسے مسلمانو) تمہاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین اور بھتیجیان اور بھانجیان اور دائیان جنھون نے تمکو دودہ پلایا اور دودہ شرکی بہنین اور تمہاری ساسین (یہ سب) تم پر حرام ہین اور جن بیبیون کے ساتھ تم صحبت داری کر چکے ہو اُن کی گیلڑ لڑکیان جو (غالباً) تمہاری گودون مین پرورش پاتی ہین تم پر حرام ہین لیکن اگر ان بیبیون کے ساتھ تم نے صحبت داری نہ کی ہو تو گیلڑ لڑکیون کے ساتھ نکاح کر لینے سے) تم پر کچہ گناہ نہین اور تمہاری بہوئین (یعنی) تمہارے اپنے (صلبی) بیٹون کی بیبیان (بھی تم پر حرام ہین) اور دو بہنون کا ایک ساتھہ نکاح مین رکھنا (بھی تم پر حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی پھپھیون اور خالاؤن ہی سے نہین بلکہ اپنی بیٹیون اور بہنون سے بھی شادی کر لیتے تھے۔ اگرچہ یہ امر حیرت انگیز ہے اور شاید بہت سے لوگ اس بنا پر انکار کرینگے کہ عرب کی تاریخ مین صریح طور پر کہین اس دستور کا وجود نہین پایا جاتا مگر ہم کو ذرا بھی تعجب نہین ہے کیونکہ ہمکو معلوم ہے کہ دنیا کی بہت سی قدیم بت پرست قومون مین ایسے ہی دستور جاری تھے۔ ملک اشور کے رہنے والے بہنون کے ساتھ نکاح کرتے اور اُسکو ملکہ سمیرامیس کی تقلید سمجھکر اس پر فخر کرتے تھے۔ یونان کے باشندے اُن بہنون کے ساتھ جو باپ کی طرف سے ہون اور سپارٹا کے باشندے اُن بہنون کے ساتھ جو مان کی طرف سے ہون نکاح کرنا جائز سمجھتے تھے۔ مصر اور فارس کے باشندے بھی بہنون کے ساتھ شادی کرنا روا رکھتے تھے۔ چنانچہ مصر مین بطلیموس فیلا دلفوس نے اور فارس مین کمبیز (سیاوش) نے

اپنی بہنون کے ساتھ نکاح کیا۔ زردشت کے مذہب کی رو سے اس قسم کا نکاح کرنا نہایت ہی افضل خیال کیا جاتا ہے۔ اور آتش پرست اس باب مین آج تک اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہین [۱]

ایام جاہلیت مین ایک اور عجیب دستور تھا کہ جب کوئی شخص مرجاتا اور اسکی عورت کھڑی ہوکر اُس پر نوحہ خوانی کرلی۔ تو سب لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہ اپنے شوہر کی عزت کرتی ہے اور اُسکے بعد کسی اور سے شادی کرنا نہین چاہتی برخلاف اسکے اگر وہ چُٹھکی گریہ و زاری کرتی تو سمجھا جاتا تھا کہ وہ متوفی سے لبو دوسری شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے [۲]

عورتون کی طلاق

قدیم زمانے سے آج تک کوئی مہذب قوم ایسی نہین ہوئی جس نے طلاق کو جائز نہ رکھا ہو جس طرح بابل۔ فنیشیا اور مصر کے باشندون مین جائز تھی۔ اسیطرح زمانہ حال کی قومون مین بھی اُسکا رواج ہے، مگر ہر قوم کے نزدیک طلاق خاص حالت مین ہو سکتی ہے اور اسکے لئے خاص شرائط ہین وہ شرائط کہین نرم ہین اور کہین سخت ہین۔ مگر عرب جاہلیت مین طلاق کے لئے کوئی حد نہ تھی۔ ہر مرد اپنی عورت کو بلا سبب کے فوراً طلاق دلسکتا تھا اور جب چاہتا دوبارہ اُس سے شادی کرسکتا تھا۔ اگر کوئی شخص ہزار بار طلاق دے اور ہزار بار عورت سے نکاح کرے تو اُسکو کچھ عیب نہ جانتے تھے [۳] اس باب مین قرآن مجید نے جو حکم دیا وہ یہ ہے الطلاق مرتان ط فامساک بمعروف او تسریح باحسان ط یعنی طلاق (جس کے بعد رجوع بھی ہوسکتا ہے) دو ہی دفعہ ہے (وہ تو وہی طلاقین ہین جو) دو دفعہ کرکے دی جائین) پھر (دو طلاقون کے بعد یا تو) دستور کے مطابق (زوجیت مین) رکھنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا۔

---

[۱] دائرۃ المعارف جلد نہم [۲] الاغانی جلد اول دہم۔ [۳] تفسیر کبیر جلد دوم۔

اگر کوئی شخص چاہتا کہ اپنی عورت سے زناشوئی کا تعلق نہ رکھے اور کوئی دوسرا بھی اُس سے یہ تعلق پیدا نہ کرے تو اُس سے جدا ہو جاتا تھا۔ اس دستور کو ایلا کہتے تھے۔ مرد قسم کھاتا تھا کہ وہ اپنی عورت کے پاس نہ جائیگا۔ اور اُسکو دوسرا شوہر بھی نہ کرنے دیگا۔ اس فعل سے عورت کو ایذا رسانی مقصود ہوتی تھی۔ اسلام نے اس کی بھی مخالفت کی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

للذین یولون من نساءھم تربص اربعۃ اشھر ط فان فاءو فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ۰ یعنی جو لوگ اپنی بیبیوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھیں اُنکو چار مہینے کی مہلت ہے پھر (اس مدت میں) اگر رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کی ٹھان لیں تو (بھی) اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

طلاق کے الفاظ یہ ہوتے تھے یہ سرزمین گایوں کے چرنے کیلئے ہے جب یہ الفاظ شوہر کی زبان سے نکلتا تھا۔ تو اُسکی عورت سمجھ جاتی تھی کہ اُسکو طلاق دی گئی ہے اور وہ فوراً اُس کے گھر سے نکل جاتی تھی۔

بعض عورتیں شادی کے وقت ایسی شرائط کرلیتی تھیں کہ اُن کے باعث سے وہ مردوں کے جور و ستم سے باسانی آزاد ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ عمرہ بنت سعد جو ام خارجہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ جب چاہتی اپنے شوہر کو طلاق دیسکتی تھی۔ چنانچہ اُس نے چالیس سے زیادہ نکاح کئے اور مختلف شوہروں سے اُس کی اولاد ہوئی ماریہ بنت جعید عبدیہ۔ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال سلمیہ۔ فاطمہ بنت خرشب انماریہ سلمیٰ عنزیہ اور سلمیٰ بنت عمرو بن زید (والدہ عبدالمطلب بن ہاشم) بھی وہ عورتیں تھیں جنکو ام خارجہ کی طرح شادی اور طلاق کا پورا اختیار حاصل تھا۔ اِن میں سے

تفسیر کبیر جلد دوم۔

ہر ایک کو اس بات کی آزادی تھی کہ جب وہ کسی مرد سے شادی کرے اور اُس کے گھر مین جاسے تو مخالفت اور نا رضامندی کی حالت مین فوراً شوہر سے جدا ہوسکے رضامندی کی علامت یہ تھی کہ بیوی شوہر کے لئے کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کرے[۱]

عورتون کی وراثت اُس زمانے کے باشندون مین یہ عجیب دستور تھا کہ عورتون کو وراثت مین کچھ حصہ نہ ملتا تھا۔ تنہا شوہر ہی جائداد کے وارث ہوتے تھے۔ خاصکر اُس حالت مین جب کہ یتیم لڑکیاں کسی شخص کی سرپرستی اور نگرانی مین ہون۔ اگر کوئی یتیم لڑکی حسین ہوتی تو اُسکا سرپرست اُس سے نکاح کرلیتا اور اُسکا مال اُڑا لیتا تھا۔ اور اگر بدصورت ہوتی تو اُسکو شادی کرنے سے منع کرتا تھا اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکی جائداد پر قبضہ کرلیتا تھا۔ اسی باب مین یہ آیتہ نازل ہوئی ویستفتونک فی النساء ط قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء التی لا تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن۔ یعنی (اے پیغمبر لوگ) تم سے (یتیم) عورتون (کے ساتھ نکاح کرنے) کا حکم مانگتے ہین تو (تم اُنکو) سمجھا دو کہ اللہ تمکو اُن کے (نکاح کے) بارے مین اجازت دیتا ہے (اور پہلے بھی اجازت ہی تھی) اور (پہلے) قرآن مین تمکو سُنایا جا چکا ہے۔ سو (وہ حکم واقع مین) اُن یتیم عورتون کے بارے مین ہے جن کو تم اُنکا حق نہین دیتے اور (باوجود اسکے) اُن کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف راغب ہو۔

جب کوئی عورت ایام سے ہوتی۔ تو اُسکے تمام رشتہ دار اُس سے جدا ہوجاتے تھے۔ نہ اُسکے ساتھ ایک گھر مین رہتے نہ اُسکے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ اصل مین یہ عادت آتش پرستون کی ہے۔ اُن کی یہی عادت تھی کہ ایسی حالت مین عورتون کو گھر سے نکال دیتے تھے۔

---

[۱] فرائد الآل فی مجمع الامثال جلد اوّل۔

اوپر کے تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتین زمانہ جاہلیت مین مثل ایک بے شعور کل کے تھین یا یون کہو کہ مردون کی غلام ہین تھین اور اپنی ذات کے نفع اور نقصان پر اُن کو ذرا اختیار نہ تھا۔ یہ اس سبب سے تھا کہ اُس زمانے کی عورتین بالکل جاہل تھین۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوگا کہ عورتین درحقیقت قومی حالت کا آئینہ ہین۔ عورتون کی پستی اور ذلت قوم کی پستی اور ذلت کا عکس ہے۔ اور اُن کی ترقی اور شائستگی قوم کی ترقی اور شائستگی پر دلیل ہے۔

(راقم عبد العلی خان)

اخبار نسوان

ناظرین کو یاد ہوگا کہ دہلی مین ایک مسلمان عورت نے جسکا شوہر زندہ تھا اور عورت کو اسکی زندگی کا علم تھا۔ مگر اُس نے با وجود تقاضا سے لیکر اپنی عورت کی پرورش و نفقہ ادا کرنے کی طرف کچھ خیال نہ کیا تھا۔ سات برس کے بعد چند مولویون سے فتویٰ لیکر ایک شخص سے نکاح کر لیا تھا جسکی خبر سنکر پہلا خاوند مبی سے آگیا۔ اور زیر دفعہ ۴۹۴ عورت اور خاوند ثانی پر نالش کر دی اور ڈپٹی کمشنر دہلی نے فتویٰ دہندہ مولویون کو منصب افتا سے تجاوز کرکے قاضیانہ اختیارات بطور خود برتنے کا الزام دیکر بنظر حالات مقدمہ ملزمون کو صرف ۲۰-۲۰ روپیہ جرمانہ کی سزا دی تھی ملزمون نے سشن مین اپیل کیا تو سشن جج نے سزا کو خفیف بتا کر رائے دلگی کہ سزا سے قید بھی دیجاتی تو مناسب تھا۔ اس پر چیف کورٹ مین اپیل دائر کیا گیا۔ جس نے ملزمون کو بالکل بری کرکے پہلے نکاح کو فسخ شدہ اور دوسرے کو جائز قرار دیا ہے۔ اس فیصلہ کے استماع سے دہلی مین عام حیرانی پھیل گئی ہے اور کوشش کیجا رہی ہے کہ اس قانونی اظہار مناسب کی تنسیخ جس طرح ہو گورنمنٹ سے کرائی جاسے۔

ملتان ریلوے لائن پر جو ایک حیرتناک واقعہ ہوا ہے اُس سے اس قدیم مقولہ کی کہ "جسے خدا بچائے اُسے کون مارے" بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ ٹرین تیزی کے ساتھ بائیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی کہ ماں کی بے احتیاطی کے باعث تیسرے درجہ کی زنانہ گاڑی میں سے ایک خُرد سال بچہ ریل سے گر پڑا۔ اِس ناگہانی صدمہ سے ان کے دل پر سخت صدمہ گزرا اور وہ بھی مہر مادری کے جوش سے مجبور ہو کر دیوانہ وار ... بچے کے کود پڑی۔ لیکن قدرت ایزدی کا عجیب طرح کا ظہور ہوا کہ ... سے اگلا اسٹیشن گنیہ والہ سے انجن لوٹا تو تینوں زندہ پائے گئے۔ صرف خفیف چوٹیں جسم پر آئی تھیں۔

لکھنؤ میں لیڈی کرزن ... گولہ گنج کو معائنہ ... ہز اکسلنسی لیڈی شپ کے ... کپتان ہاکس اے ڈی کانگ تھے کرنل فرن ... بڈ کا نگ اور سول سرجن ولیم اسے لوجہ ... نا دہانی کے نہ آسکے کیونکہ ان کی بیسیکل ایک آدمی سے ٹکرا کر گر گئی تھی ڈفرن اسپتال کے دروازہ مندوستانی ... اسپتال کے باہر لیڈی کرزن کے منتظر تھے لفٹنٹ کرنل ہنیس انڈین میڈیکل سروس انسپکٹر جنرل اسپتالات ممالک مغربی و شمالی و اودھ اور لفٹنٹ کرنل مکانگی انڈین میڈیکل سروس سول سرجن اور مس سائکس ایم ڈی ڈاکٹر اسپتال نے پھاٹک پر ہز اکسلنسی کا استقبال کیا پھاٹک پر ایک نشان اُڑتا تھا جس پر لفظ ویلکم کڑھا ہوا تھا اسپتال کی ایک بیمار بیگم نے یہ لفظ کاڑھے تھے پر کاڑھا تھا جس پر ہز اکسلنسی کا خیال رجوع ہوا زینہ اسپتال پر لیڈی ممبر ڈفرن فنڈ کی کھڑی ہوئی تھیں انمیں مسز ہارڈی مسز ڈلیس اور مسز مکانگی شامل تھیں بعد معائنہ اسپتال کے ماسٹر مکانگی نے ایک خوبصورت گلدستہ نذر کیا نرسیں اپنے اپنے کام میں مصروف تھیں اور اپنے کاروبار میں ٹوپی اور ایپرن پہنے ہوئے اچھی

معلوم ہوتی تھین اور وارڈون مین خوب صفائی تھی - لیڈی کرزن تمام انتظام دیکھ کر نہایت خوش ہوئین اور مس سائکس رداور ڈاکٹر [illegible] کا شکریہ ادا کیا اور نہایت خوشی ظاہر کی کہ اسپتال کو بہت بڑی شہرت ہے جیسا کہ معالجہ بیماران سے ظاہر ہے اور زنانہ پریسیڈنٹ ڈفرن فنڈ لیڈیز انجمن سے اس کے انتظام کو ترقی ہوئی ہے لیڈی کرزن نے ایک امریکن مشنری لیڈی - ایک یورپین بیمار اور ایک بیگم سے گفتگو کی اور وارڈون کی خوبی کی تعریف کی اور کہا کہ اُن بیمارون کی کسقدر رفع تکلیف ہوتی ہے جو باہر سے آتے ہین چہارشنبہ کے روز بعد کھانا کھانے کے لیڈی کرزن نے ایک جلسۂ موسیقی کیا ویسرائے اور لیڈی کرزن برابر مہمانون مین پھرتے رہے اور ساڑھے گیارہ بجے تک آرام کرنے نہین گئے -

---

لندن مین ایک عجیب طریقہ سے بائیسکل چوری گئی - ایک لیڈی تنہا مقام پر گاڑی پر سوار جا رہی تھی - راستہ مین ایک شخص سفید پوش ملا - اوس نے کہا ٹھیراؤ تمہاری گاڑی ٹوٹ گئی ہے جب وہ گاڑی سے اوتری چالاک آدمی فوراً گاڑی پر سوار ہوکر ایک لحظہ مین غائب ہوگیا -

---

اسمین شک نہین کہ مفصلات بنگالہ کے مسلمان تعلیم مین تو کیا اپنے ہندو ہموطنون اور کیا پنجاب اور صوبجات متحدہ کے اپنے ہم مذہبون سے تعلیم مین بہت پیچھے ہین لیکن کلکتہ مین اب بھی چار عورتین ایسی معزز اور زیور علم سے آراستہ مسلمانون کی موجود ہین کہ جنپر ہر فرقہ اور قوم کو ناز ہوسکتا ہے -

---

لیڈی کرے ڈیلی میل کے نامہ نگار کو مفصل ذیل خبر دیتی ہے کہ جب بوئراس

[illegible] مین داخل ہوئے جو فری اسٹیٹ کی سرحد پر واقع ہے تو انہون نے کیا ارادہ کیا کہ پوسٹ آفس پر قبضہ کر لیا جاے اور ڈاکخانہ کی افسرہ نے جو ایک انگلش لیڈی ہے نہ صرف پوسٹ آفس کا قبضہ دینے سے انکار کیا۔ بلکہ اونکو حکم دیا کہ احاطہ سے باہر چلے جاوین۔ بوئر اُس لیڈی کے اس دلیرانہ جواب سے ششدر ہو گئے۔ اور باہر چلے گئے اور فری اسٹیٹ کا جھنڈا پوسٹ آفس پر کھڑا کر دیا۔ افسرہ ڈاکخانہ نے اُسکو اوتار دیا۔ اور انگریزی جھنڈا کھڑا کر دیا۔ تب بوئرون نے اشتہار لگا دیا کہ یہ تمام ضلع ہمارے قبضہ مین ہی۔ لیڈی نے اسکو پھاڑ ڈالا اور گورنر کا اعلان [illegible] انکے برخلاف لگا دیا۔ بوئر آخر کا ہٹ گئے۔ اور وہ بہادر لیڈی ابھی تک پوسٹ آفس پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔

حال مین مقام نالیس [illegible] افسوسناک واقعہ ہوا ایک نہایت خوبصورت نوجوان لیڈی مس [illegible] اپنے کمرے مین مری ہوئی ملی اور سر مین دو گولیان لگی تھین [illegible] پڑا ہوا تھا اور ایک چٹھی ملی جسمین بیان تھا کہ مین ایک عالی [illegible] شادی کرنا چاہتی تھی گر میرے دوستون نے مجھسے مخالفت کی لہذا بجز [illegible] کے کوئی چارہ نہین ہے کہ مین اپنے گولی مار لون اُسکا مطلوب جنازہ کے [illegible] ہوا اور نہایت عمدہ پھولون کا ہار اُسکے جنازہ پر رکھا اُسکے بعد اسنے گولی مار کر ہلاک ہوا اُسکی جیب سے ایک چٹھی برآمد ہوئی جسمین تحریر تھا کہ مین اپنی محبوبہ سے ملنے جاتا ہون کیونکہ بجز اُسکے میری زندگی بیکار ہی۔

چھوٹے بچون کے [illegible] نے چلانے سے تنگ آکر یا گھر کا کام کاج کرنے کیواسطے بچہ سے چھٹکارا حاصل کرنی کی غرض سے اکثر عورتین بچون کو افیون کھلا کر سلا دیتی

ہین - اس سے نہ صرف یہی ہوتا ہے کہ معصوم بچے کے خون مین افیون کی سمیت سرایت کرکے بچے کو مختلف عوارض کا آماجگاہ بنا دیتی ہے بلکہ بلا اوقات افیون کی زیادہ مقدار دینے سے بچے کو ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند نصیب ہو جاتی ہے۔ اور ننھی سی جان دنیا مین چند ہی روز رہکر واپس ہو جاتی ہے - پٹنہ مین ایک عورت نے بچے کو سلانے کیلئے افیون کھلائی - افیون کی مقدار زیادہ تھی - بچہ چل بسا عورت افیون دیکر بچہ کو مار دینے کے شبہہ یا الزام مین گرفتار ہوکہ دو ہزار کی ضمانت پر ہے -

---

نواب سر آسمان جاہ بہادر مرحوم سابق مدارالمہام دکن کی بیگم صاحبہ نے تین لاکھ روپیہ قحط کے لئے اپنے علاقہ مین عنایت کیا ہے -

---

شملہ کے جنرل پوسٹ آفس مین زنانہ کلرک رکھے گئے ہین -

مس ایس آر بنرجی کا نام سنٹرل یونیورسٹی کے امتحان ایم - اے کے پاس شدہ طلبا کی فہرست مین شایع ہوا ہے - مس بنرجی مسٹر ڈبلیو سی بنرجی کلکتہ کی دوسری دختر ہین - انکی بڑی بہن ایک سند یافتہ ڈاکٹری ہین اور امریکہ مین انکا مطب جاری ہے -

---

مسز اسٹیل نے جو کہ ایک معزز اینگلو انڈین افسر کی بیوی ہین ولایت مین یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تعلیم نسوان مین سکھون و گورکھون کو ضرور دیکھنا چاہئے اور مسز لیپل گریفن نے اپنی ایک اسپیچ مین بیان کیا کہ ممکن ہے ہمکو ثانی ہندوستانی

رسالے ٹر نسوال کیواسطے بلانے پڑین۔

ضلع ہوشیارپور مین مولوی غلام محمد صاحب نے ایک جوان عورت پر جھوٹا دعوے نکاح کا دائر کر کے منہ کی کھائی۔ بنا ے دعوی یہ تھی کہ مساۃ مذکور کا نکاح میرے فرزند محمد حسین کے ہمراہ ہوگیا ہے اور والدین عورت نے دوسری جگہہ اسکا نکاح کر دیا ہے۔ مولوی صاحب نے محمد حسین کی بجاے بہاؤ الدین فرزند اکبر کو پیش کیا۔ عدالت کو یہ دہوکا معلوم ہوگیا اور دعویٰ ڈسمس ہوا۔ نوجوان عورت نے جو اظہار دیئے وہ نہایت دندان شکن تھے کہ مولوی صاحب خود مجھے اڑسانا چاہتے تھے اومجبوراً انہین دوسری چال چلنی پڑی۔ نوجوان عورت کی عمر ۱۵ سال اور مولوی صاحب کی ۷۰ سال ہے سبحان اللہ یہ جوڑ بھی قابل داد ہے۔

محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کی راے ہے کہ لڑکیون کی تعلیم کے لیے اصول اسلام اور مسلمانون کے اعلے خاندان کے رسم و رواج کے موافق ہر ایک صوبہ کے پایۂ تخت اور ہر ایک علمی شوق کے مرکز مین مدرسے قایم ہون اور یہ کام بکم جنوری سنہ ۱۹۰۲ع سے تین سال کے اندر اندر انجام پاوے اور کلکتہ کی کمیٹیون کی طرح کمیٹیان ہر ایک صوبے مین قایم ہون تا وہ زنانہ مدرسون کی اپنے اپنے صوبے مین نگرانی اور رہنمائی کرین اور یہ کہ ایک تعلیمی سلسلہ اسلامی اصول کا ان مقامون کے لائق علما کی تائید سے مرتب کیا جاوے۔

ایک دیہاتی گروہ۔ بڈرج ٹڈرج کا رہنے والا جس کا نام مرتنجا ہے ماندل ہے چہارشنبہ کو علیپور کے ڈپٹی مجسٹریٹ کے روبرو اس جرم مین پیش ہوا کہ

کہ اُس نے ایک بیاہی شانزدہ سالہ عورت کے ساتھہ زنا بالجبر کیا۔ ملزم نے کچھہ دیر تک اُس عورت کو اڑا لے جانے کے لئے کوشش کی مگر جب اُسکو اس مین مایوسی ہوی تو وہ اُس عورت کے اندرونی کمرہ مین گھس پڑا اور اُس سے اِس ناجائز فعل کا مرتکب ہوا۔ ملزم کو چار ماہ کی قید شدید کی سزا دی گئی۔

دیسی عورتون کا ایک جلسہ

جنوبی ہند کی برہما سماج کی دعوت پر کئی لیڈیز (۵ جنوری ۱۹۱۰ئ) کی شکو برھمو سا مندر واقع بلیک ٹون مین جمع ہوئین مدراسی باشندون کے علاوہ جنوبی کنٹرا۔ ملیبار۔ میسور اور شمالی سرکار کی عورات بھی شریک جلسہ ہوی تھین۔ بعض دیسی کرسٹان عورتین بھی اس محفل مین موجود تھین پہلے راگ سارنگی اور تنبورہ کے ذریعہ سے گایا گیا اور پھر سب نے ملکر تلنگی زبان مین خدائے رحیم وکریم کی پوجا کی۔ اس کے بعد دو لیڈیز نے ٹیمل اور تلنگی مین ایک اڈریس پڑھا۔ پھر مسس راماسامی نائیڈو نے ایک چھوٹی سی تقریر کی جس مین انہون نے اپنی بہنون کو اپنی اصلاح کرنے مین وقت نہ کھونے اور تعصب وجہالت سے نکلنے کے لئے نصیحت کی۔ انہون نے کہا کہ جب تک وہ ایسا نہ کرینگی وہ اپنی اولاد کے حق مین اچھی مائین نہ ہوسکینگی اور نہ وہ اپنے شوہرون کے لئے لائق مشیر بن سکینگی انہون نے یہ جتلایا کہ ایسی محفلون سے قومی اصلاحات کے کیسے عمدہ موقعے مل سکتے ہین۔ اسطرح کچھ عرصہ تک اس کام مین مشغول رہنے اور فواکہات کھانے اور پھول پان لینے کے بعد ساڑھے سات بجے جلسہ برخواست ہوا۔

موضع کچھی والہ سے جو ایک دوشیزہ لڑکی اور دوسری بیوہ عورت فرار ہوگئی تھی اُس مین لڑکی کی والدہ اور بیوہ کے ورثا کیطرف سے استغاثہ دائر ہوا۔ استغاثہ اول خارج ہوا اور دوسرے مین مسمی پنچھی حجام پر پچاس روپیہ جرمانہ ہوا۔ بیوہ عورتون کے عقد ثانی نہ کرنے

کا ہی نتیجہ ہے -

علیا حضرت قیصرہ ہند و انگلینڈ نے بڑے دن کے دن اُن عورتون کو کہانا کھلایا جن کے شوہر اور بہائی اور بیٹے اِس وقت جنوبی افریقہ مین جنگ کر رہے ہین -

---

بنگلور کے شولہ بازار مین ایک (۱۴) سالہ دیسی کرسٹان لڑکی کے کپڑون کو سگریٹ سے آگ لگ گئی جس سے اُس کا بدن جل گیا - اور بورنگ ہسپتال مین دوسرے روز مرگئی -

---

دنیا مین نیویارک (امریکہ) مین ایک بچے کی دایہ ایک ہتنی ہے اوس دایہ کا نام بیسل ہے اور اس سے زیادہ سیدہی ہتنی ہونا ناممکن ہے - بچہ فیلبان کا چھوٹا بیٹا ہے اور دونون مین آپسمین اسقدر محبت ہے کہ نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہتنی کو بچے سے زیادہ پیار ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بچہ ہتنی کو زیادہ چاہتا ہے اگر ہتنی بہولے سے اپنے پاؤن بھدے سے یا اتفاق سے اُس کی سونڈ اہ بچہ پر پڑ جائے تو وہ وہین ڈھیر ہو جائے لیکن ایسی غلطی کا کوئی اندیشہ نہین ہے - بچہ ہر وقت ہتنی کے پاؤن کے بیچ مین کہیلا کرتا ہے -

---

لیڈی اسمتھ کی وجہ تسمیہ - لیڈی اسمتھ جہان سر جارج وائٹ کی فوج کا ایک حصہ خیمہ زن ہے جنرل ہنری اسمتھ کی زوجہ محترمہ کے نام سے مشتق ہوا ہے جنکی شادی جنگ نینشولہ کا ایک افسانہ سے بیان ہوا ہے کہ ایک شام کو دو نوجوان افسر ایک اسپین قصبہ کو گئے جسپر برٹش فوجون نے قبضہ کیا تھا اِس قصبہ مین اُن کو دو حسین اعلی درجہ

کی لڑکیان ملین جنہون نے خوف و ہراس کی حالت مین جس مین وہ مبتلا تہین حفظ جان کی درخواست کی جو بڑی دلیری کے ساتھ فی الجملہ مقبول ہوی - ایک عرصۂ قلیل کے بعد کپتان اسمتھ ان مین سے ایک لیڈی پر بے اختیار عاشق ہوگئے اور وہ معاً اُن کی زوجیت مین آئین - یہ شادی نہایت بابرکت ثابت ہوی -

---

ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین ابتک جھریان نہین پڑین - اِس بڑہاپے مین جھریون کا نہ پڑنا اُن کے کشیدہ کے شوق پر منسوب کیا جاتا ہے - وہ ہمیشہ کشیدہ کاڑھتی ہین جس سے اُن کے پٹھے کبھی سست نہین پڑتے -

---

پیرس مین ایک لیڈی نے حال مین قضا کی - جس نے کم از کم ۱۹ ہزار ناول پڑہی ہین یہ لیڈی ایک نشست مین ایکہزار صفحے پڑہتی تہی -

---

اسٹیشن وزیرآباد و لائل پور ریلوے کے مسافرخانہ کی نسبت شکایت کی گئی ہے کہ استقدر تنگ اور غیروسیع ہے کہ مسافرون کو وہان چند لمحہ ٹھیرنے مین بھی سخت چپقلش اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بخصوصاً قلت گنجایش کے باعث اکثر رندمشرب اور آوارہ مزاج لوگون کی شرمناک حرکتون سے مستورات کی پردے درجہ کی بےحرمتی ہوتی ہے افسران ریلوے کا فرض ہے کہ وہ اِس قسم کی شکایات کا تدارک واقعی انسداد فرمائین اور اگر ممکن ہو تو مسافرون کے کمرہ کو وسیع کرکے تمام خرابیون کی جڑ کا استیصال کردین - افسوس ہے کہ ہندوستان مین عورتون کی کوئی عام عزت و آبرو نہین - دوسرے ملکون مین مرد خود عورتون کو دیکھکر علیحدہ ہٹ جاتے ہین اور عورت کو تکلیف دینا سخت بےحیائی سمجھا جاتا ہے -

روسی گورنمنٹ نے فوج کے طبی محکمہ مین تین لیڈی ڈاکٹر طبی افسر مقرر کی ہین - دنیا بھر کی افواج مین یہ پہلی جدت ہے - البتہ عرصہ ہوا کہ انگریزی فوج مین ایک لیڈی نے مردانہ بھیس مین یہانتک ترقی کی کہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات ہو گئی - اور اُس کے عورت ہونے کا راز صرف اُس کی موت پر کھلا -

امریکہ کے ایک شہر مین ایک تھیٹر کی سرپرآوردہ ایکٹرس نے اس کمپنی کے ایک مرد ایکٹر کو عین اس حالت مین جبکہ وہ اسٹیج پر ایکٹ کر رہا تھا پستول سے ہلاک کر دیا قاتلہ بیاہی عورت تھی - اس کا خاوند بھی اسی تھیٹر مین ملازم تھا دونون گرفتار کئے گئے اور عدالت نے ملزمہ کو قتل عمد کی مجرمہ قرار دیا - عورت نے بیان کیا کہ مقتول بارادہ بدچھیڑا کرتا تھا - مین نے تنگ آکر اُسے قتل کر دیا عدالت نے اسی کافی وجہ اشتعال تصور نہ کیا -

ہمین یہ سنکر نہایت افسوس ہوا کہ سوم رسالہ پنجاب جس مین سکھ اور مسلمان مین ڈیرہ غازیخان سے کوہاٹ جا رہا تھا - راستہ مین بھکر کے اسٹیشن پر سپاہی مستورات کی گاڑیون مین جا گھسے اور خرمستی کرنے لگے - کوئی کسی کا بوسہ لیتا تھا کوئی کسی کو چمٹا لیتا اور بغل مین دبا تا تھا - اس طوفان بے تمیزی سے بچارے اسٹیشن ماسٹر وغیرہ بھی حیران تھے - خدا جانے ان نالائق سپاہیون کے ساتھ کوئی افسر بھی تھا کہ نہین - شرم ہے کہ یہ ہندو اور مسلمان نامرد سپاہی اپنی قومی بہنون کی اسطرح عزت ریزی کرین - سرکار کو ان باتون کیطرف متوجہ ہونا ضرور ہے -

امریکہ کی یونائیٹڈ اسٹیٹس مین مس نیل ماپلس ہی ایک عورت ہے جو ایک پورے فوجی بینڈ کی منتظم اور رہنما ہے یہ عورت جو جنرل ہیلین اڈ ماپلس کی عزیز ہے فوجی پوشاک پہنتی ہے اس کے بینڈ کے باقی سب آدمی مرد ہین -

فرنچ اخبارون کا بیان ہے کہ آئرلینڈ کی ایک نہایت حسین کنواری لڑکی آئرش لوگون کو بوئرون کی امداد پر آمادہ کرنے کی سخت کوشش کر رہی ہے اور خود ایک دستہ کی کمانڈر بنکر میدان جنگ کو جانیکا ارادہ رکھتی ہے اس کا باپ انگریزی فوج مین کرنیل اور تاج برطانیہ کا سچا خیرخواہ ہے اور یہ لڑکی بھی پہلے کئی برس آئرلینڈ کے وایسریگل دربار مین معزز اور ممتاز رہ چکی ہے۔ ان دنون کئی ایک شاہزادون نے اس سے شادی کی درخواست کی مگر اس لڑکی نے اُن کو صاف ٹکا سا جواب دیدیا اور وہ اپنا سا مونہ لیکر رہ گئے۔

نوجوان ملکہ ہالینڈ کا پلنگ نہایت نفیس ہے وہ جسقدر چوڑا ہے اسیقدر لمبا ہے۔

چند روز ہوے بنارس کے ایک گوٹہ فروش مہاجن کے گھر کے گھر کو جسمین ایک بیوی ایک لڑکا دو لڑکیان اور ایک پوتی تہی زہر دیدیا گیا۔ ایک راجپوت عورت اُن کے مکان مین بطور کرایہ رہتی تہی اُس کو مختلف اقسام کا گوٹہ پٹھا دیکھکر ایسی لمع معلوم ہوی کہ اُس نے سنگھاڑے کے آٹے مین دہتورہ ملاکر گھر کے کل لوگون کو حلوہ کے بہانہ سے دیدیا۔ آدہی رات کے قریب لوگ دہتورہ کے نشہ مین واہی تباہی بکنے اور آپس مین لڑنے لگے۔ راجپوتنی یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر بہت سا زیور اور گوٹہ وغیرہ لیکر چمپت ہوی۔ شور و غل ہونے پر پولس مہاجن کے مکان مین داخل ہوی اور گھر والون کو اس حالت مین دیکھکر اسپتال پہونچا دیا۔ راجپوت عورت بھی موقعہ واردات سے نصف میل پر معہ اسباب قیمتی پانسو روپیہ کے گرفتار ہوی۔ جب ان لوگون کی حالت درست ہوجائیگی تو مقدمہ شروع ہوگا۔

ہمارا نامہ نگار ۱۰ - جنوری ۱۹۱۰ء کو بنارس سے تحریر کرتا ہے کہ پولس کو اطلاع دی گئی کہ ۱۰ - ماہ حال کو ایک مسلمان پیچدہ سالہ لڑکی جو کاشی ریلوے اسٹیشن کے مسافرخانہ مین تھی اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ٹرین کے ذریعہ سے وہان داخل ہوئی تھی دو پولس کانسٹبلان نے حکم دیا کہ ہمارے ساتھ دار وغہ کے پاس چلو کیونکہ ہمکو شبہ ہے کہ تو مکان سے بھاگ آئی ہے اس نے انکار کیا اُن لوگون نے زور ڈالا اُسی وقت وہ اُن کے ساتھ گئی اور جب اُس نے دیکھا کہ بجائے پولس تھانہ کے ریلوے پل کی جانب لئے جاتے ہین تو اُس نے آگے بڑھنے سے انکار کیا اُسوقت کانسٹبلون نے اُس کو اٹھا لیا اور ایک ویران مقبرہ مین لے گئے جو قلعہ کے اندر تھا وہان کچھ لوگون نے جو کانسٹبلون کے ساتھ تھے اُس کو پکڑ لیا اور دونون کانسٹبلون نے اُس سے زنا بالجبر کیا اُس نے اپنی رہائی کی بہت کوشش کی لیکن لوگ پکڑے ہوئے تھے اُس کے تمام کپڑے خون آلود ہو گئے اور ہاتھ کی چوڑیان ٹوٹ گئین جب اُس نے زیادہ شور غل کیا تو یہ مجرم بھاگ گئے اور لوگ جمع ہو گئے ریلوے ملازمون نے آدم پورہ پولس کو طلب کیا تمام پولس مین جمع کئے گئے لڑکی نے مجرمین کو شناخت کیا بہت سی ٹوٹی ہوئی چوڑیان اور ایک بوتام بڑے کوٹ کا مقبرہ مین ملا یہ معاملہ فی الحال پولس کے ہاتھون مین ہے مگر امید ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ اِس معاملہ کی کامل تحقیقات کرینگے ورنہ اِس وجہ سے کہ پولس کا تعلق ہے معاملہ رفع دفع کر دیا جائے گا ریلوے کو بھی اِس مین کامل پیروی کرنا چاہیے کیونکہ لڑکی مسافر تھی جو ٹرین کے ذریعہ سے آئی تھی - یہ نتیجے ہین عورتون کی کمزوری کے -

---

اگر یہ خبر صحیح ہے کہ نواب صاحب رامپور کے محلات کے اندر شیعہ و سنی کا جھگڑا

پڑا ہوا ہے اور ایک بیگم صاحبہ جو ناراض ہوکر بریلی چلی گئی تہین اُن کے جانے کی یہی وجہ تہی تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ مراد آباد مین جو ضرب شدید کا مقدمہ عدالت مین پیش ہے کیا واقعی اس مین بھی دربار رام پور کی سازش ہے؟ ممکن ہے کہ یہ خبرین پوری طور پر صحیح نہ ہون۔ مگر ان کی کچہہ نہ کچہہ اصلیت ضرور ہوگی۔ کیا عالی جناب نواب محمد عابد علی خان صاحب اس طرف توجہ نہین فرمائین گے۔ کہ اپنی نیک نامی کو ان ہر قسم کے الزامات اور اتہامون سے بچاتے رہین۔ جو خبرین آجکل دربار رامپور کے متعلق مشہور ہوتی ہین کیا ممکن تہا کہ نواب کلب علی خان مرحوم مغفور کے وقت مین بھی اس قسم کی خبرین مشہور ہوا کرتین۔ یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ رام پور جو اس زمانہ مین علما او مشایخ کا مامن بنا ہوا تہا۔ آج وہان زیادہ تر رنڈیان۔ بھڑوے۔ ڈوم بٹیر باز اور خدا جانے کیسے کیسے اونے درجہ کے لوگ جمع ہین۔ سچے ہوا خواہان دولت کو ایسی باتین سنکر صدمہ ہوتا ہے۔ پیسہ اخبار

ہوشیارپور مین سوشل ریفارم کی کیا مٹی پلید ہورہی ہے ایک تعلیم یافتہ اور اعلیٰ خاندان مین شادی ہوی۔ دُلہن کی عمر دو ماہ اور دُولہا کا سن شریف ۱۵ مہینے۔

بنگال اخبارات نے جو اعرصہ پیشتر ضلع میمن سنگہ مین بدمعاشون کے نوجوان عورتون پر بہ کثرت حملے کرنے کی فریاد کی تہی۔ اس پر بنگال گورنمنٹ نے تحقیقات کر کے پانچ خاص پولیس انسپکٹر اس ضلع مین متعین کر دیے۔ اب وار داتین بہت گہٹ گئی ہین۔ اسپر سول ملٹری گزٹ لکہتا ہے کہ یہ شکایت ہی دیسی اخبارات نے اپنا فرض ادا کرنے کے لئے نہین کی ہوگی۔ بلکہ سرکاری انتظام کا نقص دکہلانی کو کی ہوگی۔ سوئے ظن اسی کا نام ہے۔

پنجاب بھر مین اڑھائی سو کے قریب لڑکیان انگریزی پڑھتی ہین -

ہر ایک برٹش سپاہی جو ٹرنسوال مین قتل ہوا اُس کی بیوہ کو ۵ پونڈ اور ہر ایک یتیم کو ایک پونڈ فوراً دیا جائیگا -

بھوپال مین حضور وایسرائے نے دعوت کھائی - حضور بیگم صاحبہ نے برقع پوش ہو کر بر سر محفل خیر مقدم کی تقریر زبان اُردو فرمائی چہارشنبہ کو یہان کیمپ ختم ہوا - بیگم صاحبہ کی تقریر دلچسپ تہی - حضور لیڈی صاحبہ نے زنانہ اسپتال و کیمپ اور باغ کا معاینہ کیا -

مہارانی صاحبہ گوالیار ایک تعلیم یافتہ نوجوان عورت ہین اور انگریزی عمدہ بول سکتی ہین - ساتھ ہی اس کے عمدہ شہسوار ہین - عمدہ نشانہ باز اور تیر انداز بھی ہین - مسز سیلانڈ نے اُن کو عمدہ تعلیم سے آراستہ کیا ہے -

آگرہ مین گورنمنٹ کے عطیہ اور اہل شہر کے چندہ سے ۴½ ہزار روپیہ اُن غریب اور شریف عورتون کی امداد کے لئے جمع ہوا ہے جو تنگدست اور پردہ نشین ہین - ایسی عورتون کو دو روپیہ ماہوار دسمبر ۱۸۹۹ء کے مہینے سے بطور امداد دیا جاتا ہے

ایک کپتان کا غصہ

سعدی نے کیا اچھا کہا ہے - واللہ سعدی کا کلام موتیون سے تولنے کے قابل ہے - بلکہ آب گوہر سے کلی کر کے پڑھنے کی لائق

ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ ؎

نہ مرد است آن بہ نزدیک خردمند کہ چون خشم آیدش باطل بگوید
بلے مرد آن کس است از روئے تحقیق کہ چون خشم آیدش باطل نگوید

اِس نصیحت کی جو آب زر سے لکھکر کمرے مین لٹکا رکھنی چاہیے۔ کپتان بارٹن صاحب [illegible]
جو گنگ خسر نامی جہاز کے ناخدا تھے [illegible] پرواہ نہ کرتے تھے۔ [illegible]
کلامی سے تمام اہل جہاز گریان تھے۔ اُن کی اہلیہ متحمل جو اتفاق [illegible]
ہمراہ تہی ہمیشہ اُن کو سمجھایا کرتی تہی کہ دیکھو انسان کو اسقدر مغلوب غضب نہ [illegible]
چاہیے۔ حلم۔ بردباری بڑے عمدہ جوہر ہین تمکو چاہیے کہ بدزبانی کی عادت [illegible]
دو اور اپنے ماتحتون سے نہایت سلوک اور مروت سے پیش آیا کرو۔ اگر میرا کہنا [illegible]
نہ مانوگے تو ضرور ایک دن خطا کہاؤگے۔ پیارے شوہر ضرور نقصان اٹھاؤگے اور پہر
پچھتانا کچھہ فائدہ نہ دیگا۔"

اِس مین کچھہ شک نہین کہ کپتان صاحب پرلے درجہ کے نیک باطن اور شریف
تھے اور اپنی بیوی کے عاشق زار تھے۔ مگر اتنا عیب تھا کہ جب اُنکو غصہ آجاتا تھا تو یہ پھر
کسی کو کچھہ نہین سمجھتے تھے۔ اُسوقت اُن کے سر پر جن سوار ہو جاتا تھا۔ آنکھون مین خون
اُتر آتا تھا اور رخسارے سرخ ہو جاتے تھے۔ یہ جہاز جزیرہ جاوا کی طرف جا رہا تھا۔ اتفاق
سے اِس جہاز مین کپتان بارٹن کا خسر پور بھی خلاصیون مین ملازم تھا۔ ایک دن کا ذکر
ہے کہ اُس لڑکے کے ہاتھہ سے ایک برتن چینی کا گر کر چکنا چور ہو گیا۔ یہ لڑکا بڑا مستعد
اور ہوشیار تھا مگر اُسدن اُس کی طبیعت علیل تہی۔ اُس کو ایک چکر ایسا آیا کہ بے اختیار
اُس کے ہاتھہ سے برتن گر گیا۔ برتن کے ٹوٹتے ہی ناخدا صاحب آپ سے باہر ہو گئے
اور باوجودیکہ وہ قریبی رشتہ دار اور بیوی کا حقیقی بھائی تھا بیچارے کو سزا دینے سے نہ
چوکے اور کہنے لگے کہ لڑکے تو بڑا شریر اور غافل ہے۔ تیری یہی سزا ہے کہ آج تو [illegible]

تختہ پر رات کے وقت چار گھنٹے کھڑا رہنا۔ اگر تو نے اس حکم کی تعمیل میں سرِ مو بھی کوتاہی کی تو یاد رہے کہ روئی کی طرح تو م کو دھنک دونگا۔"

یہ حکم دیکر ناخدا اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بیبل کو بھی اس بات کی خبر ہوگئی۔ اُس نے فوراً اپنے خاوند کو جاکر سمجھایا کہ "دیکھو میرا چھوٹا بھائی بیمار ہے اس کو یہ سخت سزا نہ دو۔ اللہ کو مانو۔ ایسا نہ ہو کہیں وہ بیچارہ اور زیادہ بیمار ہو جائے یا مر جائے"۔ مگر جس وقت غصہ ہوا تھا وہ بھلا اُس کی سنتا تھا۔ بیبل جب منتیں کر کے ہار گئی تو اُس وقت چپکی ہو رہی۔ مگر اُس کی آنکھوں اور صورت سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس نے کچھ اور ہی ارادہ دل میں ٹھانا ہے۔ جب شام ہوگئی تو کپتان اپنے کمرہ میں استراحت کے لئے چلا گیا اور سورہا۔ چار گھنٹے کے بعد وہ اُٹھا اور اُس نے جہاز کے مختلف حصوں پر حسب معمول چکر لگایا۔ اُس وقت اُس کا غصہ فرو ہوگیا تھا اور اُس نے دل میں یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر وہ لڑکا اس وقت تک تختۂ جہاز پر کھڑا ہوا جاگ رہا ہوگا تو اُس کا قصور معاف کر دونگا۔ اس ارادہ سے وہ تختۂ جہاز پر گیا مگر وہاں جاتے ہی اُس کے غصہ کا پارہ ۲۰۰ درجہ تک پہنچ گیا۔ اُس کو امید تھی وہ لڑکا تختہ پر کھڑا ہوا پہرہ دے رہا ہوگا مگر وہاں وہ کمبل اوڑھے سو رہا تھا۔ کپتان نہایت خشمناک ہوکر اُس کی طرف جھپٹا تاکہ اُس کو زور سے پکڑ کر ہلائے اور جگائے مگر اُس کا پاؤں کسی رسی سے اٹک گیا اور وہ اوندھا گرا۔ اُس کے گرتے ہی ہوا کے تھپیڑوں نے جہاز کے انجر پنجر ڈھیلے کر دئے۔ یہانتک تو خیر گذری مگر کپتان کا گرتے ہوئے اُس نے زور سے ہاتھ اُس شخص پر جو کمبل اوڑھے سو یا ہوا تھا لگا کہ وہ تختہ سے سمندر میں جا پڑا اور ایک بڑی لہر نے معاً نظروں سے غائب کر دیا۔ اُس وقت ناخدا کا تمام غصہ ہرن ہوگیا اور لگے شور مچانے کہ کشتی تیار کرو آدمی سمندر میں گر گیا ہے۔ مگر اب کشتی سے کیا ہوتا تھا۔ جہاز اس تیزی سے چل رہی تھی کہ توبہ ہی بھلی۔ عناصر سرگرم مصاف تھے۔ طوفان کا یہ عالم تھا کہ الٰہی آج آکر ٹھہر نہ آئے گا۔ ہر چند کشتیاں اِدھر اُدھر دوڑیں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

ور کپتان اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ کپتان کی اُس وقت عجیب حالت تھی۔ حیران تھا کہ بیوی کو کیا مونہہ دکھاؤنگا۔ اِس غم وغصہ میں وہ چپکے اپنے بستر پر جا لیٹ رہا۔ علی الصباح جب وہ بیدار ہوا تو نہایت مغموم اور اندوہناک تھا۔ اسی پریشانی میں وہ اپنے کمرہ سے باہر نکلا مگر باہر نکلتے ہی اُس کا یہ حال ہوا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں [illegible] پہلا شخص جو اُس کو ملا وہ اُس کا خسر پور جیک ولٹن تھا۔

کپتان - ہین آپ کیا (حیران ہوکر)

ولٹن - خیر باشد

کپتان - تو تو میرے ہاتھ سے سمندر میں گر گیا تھا۔

ولٹن - (زرد ہوکر) بھائی صاحب آپ کیا فرماتے ہیں [illegible]

کپتان - ارے مجھے اضطراب میں نہ ڈال۔ جلد بتا کہ کیا معاملہ ہے۔

ولٹن - میں ——— میں ——— میں نہ تھا ——— [illegible] کہنے لگی کہ میں تیری جگہ کھڑی ہوئی ہوں تو جا کر سو رہو [illegible] شاید اُس کو سمندر [illegible] مگر ایسا نہیں ہو سکتا شاید آپ مذاق کر رہے ہیں۔

یہ الفاظ کیا سنے کہ کپتان پر بجلی گر گئی۔ دیوانہ وار سر پھوڑنے اور بال نوچنے لگا اور اُس کے دل پر ایسا صدمہ ہوا کہ واقعی سودائی ہو گیا۔ بار بار یہی کہتا تھا ایمیل ایمیل! تو کہاں ہے۔ جلدی آ کہاں ہے"

یہ حال دیکھ کر سب کو یقین ہو گیا کہ یہ ضرور دیوانہ ہو گیا ہے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد کپتان کے حواس بجا ہوئے اور وہ ایک کشتی پر سوار ہو کر سمندر میں ہر طرف گھوما۔ اور بار بار یہی کہتا تھا کہ میری بیوی مشہور پیراک ہے وہ ضرور کسی جزیرہ میں تیر کر نکلی ہو گی۔ کئی دن تک وہ اسطرح سمندر میں مارا مارا پھرا کیا۔ کبھی تو بالکل دیوانہ ہو جاتا تھا اور کبھی اُسے ہوش آجاتا تھا۔ بار بار سرد آہیں بھرتا تھا اور اپنی حور لقا بیوی کو یاد کر تڑپتا تھا

کئی دن کے بعد جہاز جاوا میں پہنچا۔ کپتان کا یہ حال ہوا کہ چند دن میں ہی سوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ آنکھوں میں حلقہ پڑ گئے۔ اور بھوک جاتی رہی۔ اب زندگی اُسے تلخ معلوم ہونے لگی۔ ہردم اُس کا دل یہی چاہتا تھا کہ خودکشی کر لیوے۔ ایک دن مایوس ہوکر اُس نے سنکھیا خریدا اور پڑیا لیکر ایک ہوٹل میں چلا گیا۔ پھر ہوٹل والے سے کہا کہ ایک گلاس میں پانی بھر کر مجھے میرے کمرہ میں بھیجدو۔ تھوڑی دیر کے بعد کمرہ کی چلمن اٹھی اور ایک خوبصورت عورت ایک گلاس میں پانی لیکر اندر آئی۔ یہ ہوٹل کی خادمہ تھی۔ اسکو دیکھ کر کپتان نے ایک چیخ ماری اور اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ یہ کپتان کی بیوی تھی۔

کپتان۔ پیاری تم کہاں!

بیوی۔ جب میں جہاز سے گری میرے ساتھ ایک تپائی بھی آگئی۔ اُس تپائی کے سہارے سے میں رات بھر موجوں اور لہروں کے درمیان گیند بنی رہی کبھی تو آسمان پر جاتی تھی اور کبھی تحت الثرا کی خبر لاتی تھی۔ اتنے میں ایک جہاز ادہر سے گذرا۔ اہل جہاز نے رحم کہا کر مجھے جاوا میں بھیجدیا۔ یہاں میں نے اس ہوٹل کی ملازمت اختیار کی۔ شکر ہے خداوند تعالےٰ نے تمہاری شکل دکھائی۔

کپتان نے خدا کا شکر ادا کیا اور اُس دن سے گال کو ہاتھ لگا کر مصمم ارادہ کرلیا کہ آیندہ غصہ کو ہمیشہ بھاگا کردونگا۔ فقط

طاعون کے تاریخی حالات

ڈاکٹر بی آر…… گورنمنٹ طبیب و سنیٹری کونسل گریڈ سابق پروفیسر میڈیکل کالج کیوٹو واقع جاپان نے ایک کتاب اِن امراض کے بارہ میں تصنیف کی ہے جو خط سرطان وجدی کے درمیان پیدا ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے ایک باب میں وبائے طاعون کی کیفیت درج ہے جس کا ترجمہ ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

وبائے طاعون کی تاریخ کا نشان حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے قبل دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع مین پایا جاتا ہے ایفسس کے باشندے روفیق کی تصنیف مین طاعون کے پھوڑون کا ذکر آیا ہے اور لیبیا اور مصر اور شام مین طاعون کا وبائی صورت مین ظہور ہونا بیان ہوا ہے لیکن شہرہ کے معتبر تاریخی حالات جو فی زمانا موجود ہین اُس وبائے عظیم کے ہین جو چھٹی صدی عیسوی مین نمودار ہوئی تھی اور جس نے شاہ جسٹینین کے عہد حکومت مین عنقریب سارے یوروپ کو گھیر لیا تھا یہی سبب ہے کہ یہ وبا بالعموم جسٹینین پلیگ کے نام سے موسوم ہے اور پچاس سے ساٹھ برس تک اُس کا دورہ دورہ رہا بعد کی صدیون مین یوروپ مین اکثر بار وبا آئی لیکن جتنی بڑی اور مہلک وبا چودہوین صدی مین آئی تہی ویسی کبھی نہین آئی یہ وبا (بلیک ڈیتھ) یعنی سیاہ موت کے نام سے مشہور ہے۔ اور کوئی جگہ جو اس وقت تک دریافت ہو چکی تھی اس بلائے آسمانی سے محفوظ نہ تھی۔ یہان تک کہ اس نے گرین لینڈ تک کو اپنا شکار بنا کر تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ہیکر صاحب کے اندازہ کے بموجب یوروپ مین پچیس ملین ([illegible]) نفوس انسانی تلف ہوئے اور یہ تعداد اس زمانہ مین کل آبادی کی ¼ کے قریب تہی۔ سترہوین صدی کے آخر سے یوروپ مین وبائے طاعون کی کثرت کم ہو گئی اور وسط اٹھارہوین صدی سے مغربی یوروپ اس کے حملون سے بالکل محفوظ ہے

جرمن مین وبائے طاعون نے اوّل مرتبہ اٹھارہوین صدی کے شروع کی پہلی اور دوسری دہائیون مین ظہور کیا۔ مگر یوروپ کے جنوب مشرق ترکی کاکیسس جنوبی روس۔ اٹلی۔ ڈالمیشیا۔ یونان اور جزائر میڈیٹرینین مین انیسوین صدی مین بھی وقتاً فوقتاً وبا نمودار ہوئی۔

وبائے طاعون اخیر مرتبہ ۱۸۴۴ء مین آئی تھی اور اُس کے بعد سے یوروپ وبا سے بالکل محفوظ ہے البتہ ۱۸۷۸ء و ۱۸۷۹ء مین استراخان مین ایک چھوٹی سی وبا نمودار ہوئی تھی۔

شروع صدی میں یورپ میں جتنی مرتبہ وبائے طاعون نمودار ہوئی غالباً مشرق سے آئی اور اُس کا ثبوت اِن وباؤن سے ملسکتا ہے جو بعد کی صدیون مین ظہور پذیر ہوئین ان وباؤن کی ابتدا ہمیشہ ترکی سے ہوئی۔

مصر نے جس مین سابق مین اکثر بار وبائے طاعون کے دورے ہوئے ہین افریقہ کے شمالی ساحل یعنی ترپولی لونس اور الجیریا کی زمین کے وبا پھیلانے مین وہی کام کیا ہے جو ٹرکی نے یورپ مین کیا ۱۸۴۴ء سے وبائے طاعون مصر سے بالکل ناپید ہوگئی یورپ اور مصر سے گو وبائے طاعون کا منظر غائب ہوگیا۔ مگر یہ بیماری جڑ سے نہین جاتی رہی بلکہ فی زمانا بھی بہت سے ملکون خصوصاً ایشیا مین وقتاً فوقتاً اِس کے حملے ہوتے ہین حقیقت مین ہمکو صرف حال ہی مین اِن نامعلوم مرکزون کا حال معلوم ہوا ہے جہان سے یہ مرض شروع ہوتا ہے لیکن غالباً یہ مرکز بہت پرانے زمانے کے ہین۔

اول وبا بالائی ہند مین نمودار ہوئی ۱۸۱۵ء مین جزیرہ کچھ واقع شمالی مشرقی دہانہ اندس سے شروع ہوئی اور سالہا سے مابعد مین گجرات۔ سندھ۔ اور ساحل رن مین پھیل گئی اور ۱۸۲۱ء تک قائم رہی۔

اِس مرض کے دیگر مرکز صوبہ جات کمایون اور گڑھوال مین ہمالیہ کے جنوبی نشیبی ڈھالون پر واقع ہین۔ اِن مقامات مین وبا ۱۸۲۳ء ۱۸۳۴ء ۱۸۳۶ء ۱۸۳۷ء و ۱۸۴۶ء و ۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۲ء اور ۱۸۵۳ء مین ظاہر ہوئی یہ مرض وبائی صورت مین۔ تاسنی ضلع دہلی ۱۸۲۹ء و ۱۸۲۹ء مین واقع ہوا تھا اور ۱۸۳۶ء مین گرد نواح بستی پالی کھنڈ اور پالی واقع راجپوتانہ مین شروع ہوا اور جودھپور دار الخلافہ مارواڑ اور ریاست میواڑ تک پھیلا اور ۱۸۳۷ء مین واقع ہوا۔

جنوبی چین مین وبائے طاعون اکثر مرتبہ نمودار ہوئی۔ مگر یہ بات صرف ۱۸۷۱ء مین راچرنا نے دریافت کی جو صوبہ یونان کے کوہستانی وادیون مین جنگی پرمٹون

کا افسر تھا اور یہ وبا وقتاً فوقتاً یعنی یکوہی واقع ہانگ کانگ میں بھی نمودار ہوئی مارچ ۱۸۹۴ء میں یہ وبا یکوہی کنٹان میں آئی اور وہان اُس سے صرف چند ہفتون میں چھ ہزار جانین ضائع کردین اور مئی کے مہینے میں ہانگ کانگ تک اور اس کے بعد اموائے تک پھیل گئی۔ ہانگ کانگ میں تین سے چار مہینے کے عرصہ میں (۲۵۰۰) آدمی مرگئے اور ۱۸۹۵ء میں یہ وبا سواٹن فوچو۔ مکاؤ اور جنوبی چین کے دیگر حصص میں بھی ظاہر ہوئی۔ جنوبی کرہ اور نئی دنیا میں وبائے طاعون کبھی نہین آئی ۱۸۹۶ء میں ہندوستان کے بلاد بمبئی۔ پونا۔ کراچی وغیرہ میں یہ وبائے طاعون ظاہر ہوئی جس سے ہزاروں آدمی ہلاک ہوگئے۔ گورنمنٹ نے بہت بڑا انتظام کیا۔ اور بمبئی کی آبادی کو اس وبا سے بہت نقصان پہنچا جان و مال کا نقصان کثیر ہوا۔ لیکن اب بفضل ایزدی یہ نسبت سابق کے بہت فرق ہے۔

انتظام خانہ داری

چاء۔ جو بلحاظ پیدائش چین سے وہی تعلق رکھتی ہے جو آئین کو یورپ سے ہے چین ونگ ففقور چین نے (۲۷۰۰) برس قبل مسیح اس کو رواج دیا تھا۔ سولہوین صدی کی ابتدا میں چاء انگلستان میں لائی گئی مسٹر وکہام جو ایسٹ انڈیا کمپنی مین ملازم تھا۔ اپنے دوست مسٹر ایشن کو ۲۷ جون ۱۶۱۵ء کو لکھتا ہے کہ "براہ مہربانی ایک پیالہ عمدہ چاء کا بھیجدیجئے"۔ اس زمانہ میں یہ ایک عیش وعشرت کا سامان سمجھا جاتا تھا اور اس کو چاندی کی پیالیوں میں پیتے سے غالباً یہ اسی قدر و منزلت کا اقتضا تھا کہ اسکاٹلینڈ کی ایک بوڑھی عورت کو جب اس کے لڑکے نے چین سے ایک پونڈ چاء بھیجی۔ تو اس نے جوش دیکر عرق چاء پلانے کے علاوہ اس کے پتے بھی مہمانون کے آگے نمکین میں ملاکر میز پر چن دیئے۔ مرکیوریس پالٹیکس مطبوعہ ستمبر ۱۶۵۸ء میں سب سے پہلے چاء کا اشتہار شائع ہوا تھا۔ جو اسطرح شروع ہوتا ہے۔ "اعلی ترین اور تمام حکما کا

پسندیدہ "چینی شربت" جس کو اہل چین چار اور دوسری قومیں "ٹے" عرف "ٹی" کہتے ہیں دوکان ۔۔۔۔ پر فروخت ہوتا ہے" اسی سال گرادی نامی ایک شخص نے بھی لندن میں چار فروشی کی دوکان کھولی - اس زمانہ میں شاہان انگلستان چار کو لوازمات امارت وسلطنت میں سے سمجھتے تھے شہزادوں اور بڑے بڑے عالی رتبہ امرا کو تحفہ و تحائف میں چار دی جاتی تھی - اب تقریباً ۔۔۔۔۔۔ ۳۳ پونڈ چار لندن میں سالانہ اور ۔۔۔۔ ۹ پونڈ ہر روز صرف ہوتی ہے - ۵/۴ مربع فیٹ چار کے معمولی صندوق میں اتنی سے ۱۰۰ پونڈ (اوسطاً ۹۰ پونڈ) تک چار ہوتی ہے - پس جسقدر روزانہ چار خرچ ہوتی ہے اس کے واسطے ۔۔ ۵۴ مربع فٹ صندوق کی ضرورت ہے -

کافی - جو آفریقہ کے ایک ملک "کافہ" کے جنگلوں میں پیدا ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کافی کے نام سے مشہور ہے - مشرقی تاریخ کے بموجب ایک مسلمان درویش حاجی عمر کی تلاش و تجسس کا نتیجہ ہے ۱۲۵۸ء میں وہ مکہ سے خارج ہونیکے بعد کافہ کی ایک غار میں چھپ رہا - اور کافی کے پھلوں کو بھون بھون کر کھا کر گذارہ کرتا رہا - سترہویں صدی کے وسط میں کافی انگلستان پہنچی - الڈس کی تحقیق کے بموجب ایک ٹرکی کا سوداگر جس کا نام ایڈورڈ تھا ۱۶۵۲ء میں اسکو سمرنا سے لندن لایا تھا اور اسکی ایک ملازم نے کارن ہل میں دوکان کھولی تھی - اب ایکسو ہنڈرڈ ویٹ یا (۱۱۲۰۰ پونڈ) کافی لندن میں روزانہ خرچ ہوتی ہے - اگر گیارہ مربع فٹ کافی کا ایک گٹھا ایک ہنڈرڈ ویٹ کے مساوی فرض کیا جائے تو لندن کے ایک روز کے صرف کے لئے ۱۴ فٹ بلند اور ۱۰ فٹ قطر کا گٹھا ہونا چاہئے

ایک روز کی کافی کا ظرف ۱۴ فٹ بلند ۱۰ فٹ عریض سمجھنا چاہئے -

کوکو - کے متعلق ہسٹوریکن نے جو ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے - اس میں

اس کی ابتدا کا حال بطور افسانہ کے درج ہے۔ یعنی ٹالٹیک ایک بادشاہ کیٹ زال
کوئٹیل کو ایک جادوگر مسمّی میٹلا کاہو نے اُس کے استعمال کی ہدایت کی تھی۔ اور یہ
فائدہ بتایا تھا کہ اس کے پینے سے جس ملک میں تمہیں جانے کی خواہش ہوگی وہان
فوراً پہنچ جاؤ گے سنہ ۱۵۰۲ء میں کلمبس کچھ کوکو اسپین میں لایا تھا۔

ابتدا مین انگریز اور ڈچ بحری قزاقوں نے جب اسپین کے ایک جہاز کو پکڑا
تو اسے کوکو سے بھرا ہوا دیکھکر سخت ناراض ہوئے اور سب کا سب غصے کے مارے
دریا مین پھینکدیا۔ کوکو لنڈن مین سترویں صدی کے وسط مین پہنچا۔ پبلک ایڈورٹائزر
مطبوعہ ۱۶ جون ۱۶۵۷ء کے ایک اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنون مین ایک
فرانسیسی اس کو فروخت کرتا تھا۔ ۲۲۴۰۰۰۰ پونڈ خام کوکو سالانہ انگلستان مین۔ اور
تقریباً ۳۲۰۰۰۰۰ پونڈ سالانہ لنڈن مین۔ اور ۸۰۰ پونڈ روزانہ آئرلینڈ مین صرف
ہوتا ہے۔ لنڈن کی روزانہ ضرورت کا نصف حصہ ۴۴۰۰ پونڈ پینے کے کام آتا ہے
بقیہ نصف سے مٹھائی بنائی جاتی ہے۔ یا اور طرح پر صرف ہوتا ہے۔ ایک من
کوکو کیلئے ۹ فٹ بلند ۶ فٹ طویل اور تین فٹ عریض ٹین کے صندوق کی
ضرورت ہوگی۔

حضور وائسرائے بھوپال مین

معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ کرزن بالقابہ اپنے دورہ ریاست بھوپال سے بہت ہی
محظوظ و مسرور ہوئے۔ حضور بیگم صاحبہ بھوپال نے کوئی دقیقہ شاہانہ مہمان نوازی
کا اٹھا نہین رکھا۔ اور حضور وائسرائے کو اُس کلام مجید کی بھی زیارت کرائی جو تین گز
لمبے اوراق پر جلی قلم سے نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ جو عالی شان ڈنر حضور
وائسرائے کو ریاست کی طرف سے دیا گیا۔ اس مین دعوت کے ختم ہونے پر حضور بیگم صاحبہ
خود بہ نفس نفیس تاج پہنے ہوئے مع خدم وحشم کے کمرۂ دعوت مین تشریف لائین

اور انکی تشریف آوری پر حضور وائسرائے اور انکی لیڈی صاحبہ کے علاوہ کل جنٹلمین اور لیڈی صاحبان سروقد کھڑے ہوگئے اسکے بعد سرکار عالیہ اپنی چوکی پر بیٹھ گئیں اور انہوں نے دوبارہ کھڑے ہوکر ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر مین لارڈ کرزن اور لیڈی کرزن کا جام صحت تجویز فرمایا۔ اس تقریر مین حضور ممدوحہ نے فرمایا کہ "میری تمام رعایا بلا استثنائے ہندو مسلمان بدل گورنمنٹ انگریزی کی سچی وفادار ہے۔ اور مجھے اس امر پر بہت بڑا فخر ہے علاوہ بریں مین صداقت اور دلی یقین سے ساتھ کہہ سکتی ہون کہ جو شخص مذہب اسلام کا سچا اور پکا پابند ہو وہ کبھی گورنمنٹ انگریزی کے خلاف نہیں ہوسکتا" یہ تقریر ایسی پر مغز اور معقول تھی کہ اس پر پُرجوش چیرز ہوئے۔ اور حضور وائسرائے پر اس کا بہت بڑا اثر ہوا۔ اور حضور ممدوح نے سرکار عالیہ کا جام صحت تجویز کرتے ہوے فرمایا کہ :—

"سرکار عالیہ! مجھے مہمان ہونے کی ہمین آج رات کو خوشی حاصل ہوئی ہے اعمدہ تقریر کرنے اور مہمان داری کی خاص ملکہ مین سے انھون نے لیڈی کرزن اور میرے لئے ایسے عمدہ الفاظ مین جام صحت تجویز کیا ہے کہ ہندوستان کی اس عظیم الشان ریاست کے سرکاری طور پر جانے کرنے مین ہمین ہمیشہ تک یاد رہیگا (چیرز) اس بات کے خیال کرنے سے مجھے تسلی ہوئی ہے کہ یہ ریاست جس کے کہ اب ہم مہمان ہین ایک ایسی والیہ کے زیر حکومت ہے جس نے اپنے سات سال کے عہد حکومت مین علاوہ اُس اعتبار کے قائم رکھنے کے جو کہ اُنکی والدہ صاحبہ کی وفاداری پر گورنمنٹ کو رہا ہے بہ نفس نفیس روشن دماغی سے انتظام کرنے مین قابل امتیاز عزت حاصل کی ہے۔ غالباً ملکہ معظمہ کے عہد حکومت سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی ہے کہ ایک سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ مین بھی بغیر کسی عیب کے کس طرح عمدگی سے رہ سکتی ہے (چیرز) اور ایسی ہی مثال ہم ان دونو بیگموں (نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیسہ حال اور اُن کی والدہ سکندر بیگم صاحبہ) کے حالات مین پاتے ہین جنھون نے آدھی

صدی سے زیادہ عرصہ تک بھوپال کی حکمرانی کی ہے (چیرز) سرکار عالیہ کی والدہ صاحبہ نہ صرف گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری کے لئے مشہور ہیں۔ بلکہ وہ حکمرانی میں بھی خاص لیاقت رکھتی تھیں۔ اسی طرح موجودہ رئیسہ کا عہد حکومت بھی بہت سی انتظامی دانشمندی اور فیاضی کے کاموں کے لئے مشہور اور قابل یادگار ہوگیا ہے۔ (ہیر ہیر) اور اُن کی اسپیچ سے جو ابھی دی گئی ہے۔ میں خوشی سے معلوم کرتا ہوں کہ ان کا اپنی رعایا کے کاموں میں دلچسپی لینا ہرگز کم نہیں ہوا۔ اور وہ ابھی تک اُن تجاویز کے عمل میں لانے کے لئے کوشاں ہیں۔ جو اُن کی دانائی کی شاہد ہیں۔ اور جو ریاست کی بہبودی کے لئے مفید ثابت ہوں گی (چیرز)۔

اس تقریر میں اُن مختلف انتظامی اصلاحوں پر حضور بیگم صاحبہ بھوپال کا خاص شکریہ حضور وائسرائے نے ادا کیا جو انہوں نے اپنی ریاست میں فرمائی ہیں۔ غرضکہ تمام تقریر سرکار عالیہ کی مدح و توصیف کا ایک مؤثر قصیدہ تھا۔

اُس کے شوہر کی روح

از رسالہ لیڈیز جرنل

ماہ ستمبر ۱۸۵۷ء میں کپتان جے۔ ڈبلیو۔ متعلقہ ششم (انسکلنگ) ڈریگون اپنی رجمنٹ میں شریک ہونے کے لئے ہندوستان کو گئے۔ اُن کی بی بی انگلستان میں رہیں۔ اُن کی سکونت کیمبرج میں تھی۔ ۱۴ اور ۱۵۔ نومبر ۱۸۵۷ء کے بیچ میں ایک رات کو انھوں نے اپنے شوہر کو خواب میں دیکھا جس کے چہرہ سے تردد اور علالت ٹپکتی تھی۔ اس پر وہ فی الفور جاگ پڑیں۔ اور سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ یہ صاف چاندنی رات تھی انہوں نے جب اوپر نگاہ کی تو وہی شکل اُن کے پلنگ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

وہ وردی پہنے ہوئے تھا اُس کے دونوں ہاتھ سینہ پر تھے بال بکھرے

ہوئے چہرہ نہایت زرد تھا اُسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھین عورت پر گڑی ہوی تھین جن سے بہت بڑی گھبراہٹ اور انتشار ظاہر ہوتا تھا اُسکا مُنھ اینٹھا ہوا تھا جو غیظ و غضب کی حالت مین اُس کی معمولی عادت تہی۔ عورت نے اُس کے لباس کے ہر ایک اجزا کو صاف صاف دیکھا جیسا اُس نے کبھی تمام عمر نہ دیکھا تھا اُس کو معلوم ہوا کہ اُس کے ہاتھون کے درمیان سینہ کے پاس قمیص پر خون کا کوئی داغ دھبہ نہین ہے۔ اُس وقت معلوم ہوتا تھا کہ یہ شکل مارے درد کے آگے جھکی ہوی ہے اور کچھ کہنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن کوئی آواز نہ تھی۔ بی بی کا خیال ہے کہ ایک منٹ تک یہ شکل برابر دیکھی گئی اور اُس کے بعد غائب ہو گئی۔

پہلے اُس کو خیال ہوا کہ آیا مین واقعی بیدار ہون اُس نے اُس کے لئے کپڑے سے اپنی آنکھین ملین اور پھر اُس کو معلوم ہوا کہ احساس واقعی ہے اُس کا چھوٹا بھتیجہ اُس کے ساتھ چارپائی پر تھا وہ سوتے ہوئے بچہ پر جھکی اُسکا تنفس سنا۔ آواز صاف صاف معلوم ہوتی تہی اب اُس کو یقین کامل ہوا کہ جو کچھ اُس نے دیکھا ہے وہ خواب نہین ہے اِس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ پھر وہ اُس رات کو بالکل نہ سوئی۔

دوسری صبح کو یہ تمام ماجرا اپنی مان سے بیان کیا اور کہا کہ اگرچہ اُس کے کپڑون پر خون کا کوئی نشان نہ تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ کپتان ڈبلیو یا تو مارے گئے یا سخت زخمی ہوئے ہین اِس واقعہ کی صحت کا اُس کو اسقدر یقین تھا کہ اُس نے تمام تفریحون مین آنا جانا بند کر دیا۔ ایک نوجوان دوست نے اُسکے تھوڑے ہی دن بعد ایک جلسہ مین چلنے کی تکلیف دی۔ اور یہ بھی یاد دلایا کہ ابھی ابھی مالٹا سے تمہارے شوہر نے ایک نیا لباس بھیجا تھا جس کو تمنے ابھی تک نہین پہنا لیکن عورت نے قطعی انکار کیا اور یہ کہا کہ ابتک مجھے تحقیق نہین کہ مین بیوہ ہو گئی ہون یا نہین

پس ایسی حالت میں کسی تفریحی مقام پر اُس وقت تک نہیں جا سکتی ہوں جب تک (بشرطیکہ وہ زندہ ہے) اُس کے پاس سے ۱۴ - نومبر کے بعد کی کوئی چٹھی نہ آ جاتے ۔

دسمبر ۱۸۵۷ء میں سہ شنبہ کا روز تھا جب ایک ٹیلیگرام کپتان ڈبلیو کے ٹھیک ٹھیک انجام کی نسبت لندن میں شائع ہوا اُس کا مضمون یہ تھا کہ "وہ لکھنو کے سامنے ۱۵ نومبر کو مارے گئے" صبح کے اخباروں میں جب یہ خبر شائع ہوئی تو ولکنسن جو لنڈن کے ایک سالسٹر تھے اور کپتان ڈبلیو کے کاروبار کی سربراہی کرتے تھے ۔ اس خبر پر اُن کی توجہ مائل ہوئی ۔ جب تھوڑی دیر بعد یہ جنٹلمین بیوہ سے ملا تو بیوہ نے سالسٹر سے کہا کہ "میں اس غمناک سنانی کے لیے بہرکیف تیار ہوں لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ میرا شوہر ۱۴ - نومبر کو مارا گیا ہوگا بلکہ میرے نزدیک ۱۴ اور ۱۵ - کے مابین اُس کی ہلاکت وقوع میں آئی ہو گی ۔"

محکمہ جنگ کے سرٹیفکٹ نے جس کا حاصل کرنا مسٹر ولکنسن کے فرائض میں داخل تھا اُس تاریخ کی تصدیق کی جو ٹیلیگرام میں مندرج تھی اُس کا مضمون یہ تھا ۹۵۶۹ نمبر ا محکمہ جنگ ۔ ۳۰ - جنوری ۱۸۵۸ء حسب معائنہ کاغذات دفتر ہذا تصدیق کی جاتی ہے کہ کپتان جی - ڈبلیو متعلقہ ششم ڈریگون گارڈ ۱۵ - نومبر ۱۸۵۷ء کو ایک لڑائی میں مارے گئے"

(دستخط بی ہیوز)

مسٹر ولکنسن کو جب ٹھیک تاریخ کی تحقیق نہ ہوئی تو ایک ایسا واقعہ گزرا جس سے ٹیلیگرام اور سرٹیفکٹ کی صحت میں اور شبہ پیدا ہوا یہ جنٹلمین ایک دوست کی ملاقات کو گیا ہوا تھا جس کی بی بی کو ارواح کا بہت بڑا علم تھا اور اُس کا شوہر بھی ایک بہت بڑا عامل مشہور تھا مسٹر ولکنسن نے وہ عجیب وغریب ماجرا اُن سے بیان کیا جو کپتان کی بی بی نے اپنے شوہر کی موت کے بارے میں دیکھا تھا اور وہ صورت وشکل بھی بیان کی جو اُس کی بیوہ کو معلوم ہوئی تھی ۔

مسز آین اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہوئین اور کہا کہ یہ شخص وہی ہوگا جس کو مین نے اُس شام کو دیکھا تھا جب ہم ہندوستان کی نسبت بات چیت کر رہے تھے اور تمنی ایک ہاتھی کی تصویر کھینچی تہی جس کی پشت پر ہودہ کسا ہوا تھا مسٹر ولکنسن نے اُس کی ٹھیک حالت اور صورت بیان کی ہو وردی پہنے ہوے دونون ہاتون سے سینہ کو دبائے ہوے درد کے مارے قد جھکا ہوا تھا۔ عورت نے مسٹر ولکنسن سے کہا یہی شکل میرے شوہر کے عقب مین نمایان ہوی تہی اور معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے شانہ پر جھکی ہوی ہے"

مسٹر ولکنسن نے پوچھا کہ کیا تمنی اُس سے کچھ بات چیت کرنے کی کوشش کی تہی۔

ہان ہمکو ایک بات اپنے شوہر کے ذریعہ سے معلوم ہوی۔

کیا اُس کا مضمون تمکو یاد ہے؟

اُس کا مضمون یہ تھا کہ وہ سپہر کو ہندوستان مین سینہ کے ایک زخم سے مارا گیا تھا اُس نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اُس کی لاش ابھی تک دفن نہین ہوی ہے۔

یہ کب واقع ہوا تھا شام کو نو بجے لیکن کوی صحیح تاریخ یاد نہین ہے اسکو بہت ہفتے گزری کیا تم یاد کرسکتی ہو کہ وہ دن کیا تھا؟

مسز آین نے غور کرکے کہا مجھکو ٹھیک یاد نہین ہے۔ لیکن ہان اسقدر یاد ہے کہ جب میرا شوہر تصویر کشی مین مصروف تھا اور مین ایک دوست لیڈی سے بات چیت کر رہی تہی تو اُس وقت ایک ملازم کسی تاجر کا بل لایا تھا۔

کیا تمنے اُس بل کا روپیہ دیدیا تھا؟

ہان۔ مین نے نوکر کے ہاتھ روپیہ بھیجدیا تھا۔

کیا وہ بل تمنے لے لیا ہے؟

ہان۔ یہ کوٹھے پر رکہا ہوا ہے اور مین ابھی اُس کی تصدیق کرسکتی ہون۔

مسٹر این نے یہ بل دکھایا اُس کے وصول کی تاریخ ۱۴-نومبر تحریر تی۔ چونکہ اس سے بیوہ کے بیان کی تصدیق ہوتی تی- لہذا مسٹر ولکنس مسٹران کاکس اینڈ کریم وڈگماشتگان فوج کے دفتر کو گئے اور وہان سرٹیفکٹ کی تاریخ کی تصحیح چاہی تو معلوم ہوا کہ کپتان ڈبلیو کی موت کا حال سر کالن کیمبل کے دو جداگانہ مراسلون مین درج ہے مگر دونون مین وہی تاریخ تی جو ٹیلیگرام مین شایع ہوی تی۔

مارچ ۱۸۵۸ء مین کپتان ڈبلیو کے خاندان مین ایک چٹھی کپتان جی-سی کی مقام لکہنو سے آی جو ۹-دسمبر ۱۸۵۷ء کی لکہی ہوی تہی اس چٹھی سے معلوم ہوا کہ کپتان ڈبلیو لکھنو کے سامنے ۱۵-تاریخ کو نہین جیسا سر کالن کیمبل کے مراسلات مین بیان ہے مارے گئے ہین بلکہ ۱۴-تاریخ کی سہپہر کو وہ مارے گئے تہے اور دیکہا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے ہم کے ایک گولہ کا ٹکڑا اُن کے سینہ مین لگا تہا اور اُس کے بعد پھر انہون نے بات چیت نہین کی وہ دلکشا مین مدفون ہوے اور ایک چوبی لوح پر جو اُن کے دوست لفٹنٹ آر-متعلقہ لانسر نے اُن کی بالین مزار لگائی ہے یہ عبارت کندہ ہے۔

جی-ڈبلیو-تاریخ وفات ۱۴-نومبر ۱۸۵۷ء۔

آخرکار سال بھر کے بعد محکمہ جنگ سے تاریخ کی تصحیح کی اور جب مسٹر ولکنس نے اپریل ۱۸۵۹ء مین سرٹیفکٹ کی ایک زاید کاپی کی درخواست کی تو اُن کو ٹھیک ویسا ہی سرٹیفکٹ ملا جیسا اوپر مذکور ہوا مگر بجائے ۱۵-تاریخ کے اُس مین ۱۴-نومبر تحریر تہی۔

تعلق شادی

یہ ایک ایسا سبجکٹ ہے جسکی تمہید مین چندان طوالت کی ضرورت نہین ہے۔ ادنی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ مرد عورت کی مجموعی کوشش سے اولاد پیدا

ہوتی ہے اور ہر بشر کا فرض ہے کہ دنیا مین آکر ضرور نرینہ اولاد پیدا کرنے کی کوشش
کرے تاکہ اپنے بزرگون کے بار سے سبکدوش ہو جائے اور وقت رحلت اپنے
پیچھے اپنا قایم مقام چھوڑ جائے جس سے اس کی ہستی سے دنیا کا سلسلہ بدستور
قائم رہے ۔ دراصل بات تو یہ ہے اور شادی اسی غرض سے کی جاتی ہے اور
بزرگان سلف نے اسی بنا پر شادی کرنے کی ہیچ قیود مذہبی مین داخل کر دی ہے
لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان دنون مین اس لفظ کے معنی کو زیادہ وسعت دی گئی ہے
کیونکہ اکثر دیکھنے مین آتا ہے کہ جن لوگون کے لڑکے لڑکیان بھی نصف درجن سے
زیادہ ہو جاتی ہین اور عمر بھی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے پھر بھی وہ نوجوان کی
طرح خوشی خوشی دوسری شادی کر لیتے ہین ۔

پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی شادی اولاد کی غرض سے تو نہین کی جاتی یہ تو محض حظ نفس
کے لئے ہے ۔ اولاً کیواسطے تو صرف وہی شادی کی جاسکتی ہے کہ جب لڑکا موجود نہ ہو
اور عمر اولاد پیدا کرنیکے لایق ہو اور اسوقت بیوی مرجائے تب مجبوری عقد کیا جائے جب حقیقت
ہین یہ تعلق نفس پروری کے لئے ہے تو ہماری رائے مین اس مین اور ناجائز عیاشی مین اور زینہ
بہانگم کے افعال مین فقط درجات کا تفرقہ ہے ورنہ نوعیت کے اعتبار سے یہ سب یکسان
ہین اور جب ہم مرد اپنے لئے ایسی شنیع حرکات جائز سمجھتے ہین تو پھر عورتون کی طرف سے کیون
اندیشے بیٹھے ہین ؟ کیون ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہین دیکھتے ۔ کیون انکی داد کو
نہین پہنچتے ۔ کیون عورتون کی واجب الرحم حسرتناک فریاد پر (جسکا شمہ مندرجہ ذیل
خط سے ظاہر ہوتا ہے جو لیڈی جنکما نے اخبار مدراس میل کو بطور اپیل لکھا تھا اور جو کتاب
دی وومین آف انڈیا Women of India مین شائع ہوا ہے) نہین توجہ کرتے ۔ لیڈی مذ
مذکور لکھتی ہے کہ مین ایک متمول عہدہ دار صوبہ میسور کی لڑکی ہون ۔ اگرچہ وہ قانون
قدرتیہ یا سائنیس مین بخوبی فاضل تھے تاہم ہندوستانی توہمات سے پاک نہ تھی ۔ میری

تعلق شادی

شادی ایک بچے سے جو میری ہم عمر تھا کر دیگئی۔ میرا شوہر مدرسہ میں داخل کیا گیا ہنوز شادی کو ہوئے دو سال گذرے تھے کہ قضائے الٰہی سے میرا شوہر فوت ہوگیا اور میں ایک نہایت تنگ زندگی بسر کرنیکو باقی رہ گئی جو میری زندگی کے کچھ حصہ کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ میری تمام دنیوی ہستی کیلئے ہے۔ خدا اہل عقل ہندوؤن کو نہیں جتاتی ہے کہ دیہان [illegible] اُن ہندوؤن سے مراد ہے جو شادی بیوہ ان کے مخالف ہیں) میں ایک مغموم مخلوق ہون اور دن کے نکلنے پر مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ دن پھر مجھے مسرت نہ ہوگی شب کو خواب میں اسکا چہرہ جو موت کی نیند سویا ہوا ہے مجھے دکھائی دیتا ہے اور میرے نیکون [illegible] کی طرح لپٹا ہوا نمایاں ہوتا ہے۔ پھر سورج کا نکلنا شب گذشتہ کے الم کو دوبالا کرتا ہے۔ مجھے خوشی کے جلسون میں شامل ہونیکی اجازت نہیں ہے۔ نہ اچھے کپڑے اور مرصع زیورات [illegible] کر سکتی ہون اور نہ کوئی تماشا [illegible] ہون جب میں اپنی بہنون اور نندون کو خوشی خوشی اپنے اپنے شوہرون سے باتین کرتی ہوئی دیکھتی ہون تو کس قدر مجھے جوش ہوتا ہے [illegible] اتنا جانتا ہے کہ مجھے بالکل حسد نہیں ہے۔ [illegible] سے میں اپنی اندرونی حالت اور اپنی خوش نصیب ہمعمر [illegible] کے احساس کا باہمی فرق بیان کرتی ہون میں جوان حسین ہون لیکن اپنے رشتہ دارون سہیلیون اور [illegible] کے گھر نہیں جا سکتی بلکہ گھر کی بڑی بوڑھیون کے ساتھ بھی خوشی کے موقعون میں نہیں شریک ہو سکتی [illegible] حالات پر نظر ڈالکر کیا کوئی شخص دلیل پیش کر سکتا ہے کہ کیون شادی [illegible] نہ کی جائے۔ ناظرین میں اُن اشخاص میں سے نہیں ہون جو خواہ مخواہ حجت کرتے ہیں کہ شادی بیوگان ضرور ہو لی جائے لیکن ساتھ ہی اسکے مجھے یہ مردون کی زیادتی و خود غرضی بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی جو ما وجودیکہ ہر کام ہر وقت اپنی آنکھون سے دیکھتے ہیں کہ [illegible] ستم رسیدہ گھر میں بیٹھی اپنی تمام زندگی صبر و شکر کی حالت میں بمصداق "شہر در ویش بر جان درویش" کاٹتی ہیں اور پھر یہ لوگ باوصف ایک کثیر حصہ اپنی عمر کا عیش و عشرت میں بسر کر لینے اور نیز اولاد پیدا ہو جانیکی بھی موقع ملتے ہی بالیس و پچاس برس کے ہو کر بڑے ذوق شوق سے نئی دلہن سے شادی کر لیتے ہیں اور بیچاری بیوگان کے حال

مسلمانوں کو مژدہ

یہ حمائل قرآن شریف جس کا ترجمہ شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب نے نہایت ہی جانکاہی سے بہت سلیس اُردُو میں کیا ہے طبع ہو کر ہمارے مطبع میں آگیا ہے۔ اس کا خط۔ اس کا کاغذ اور اس کی جلد دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ اور پڑھنے سے تو دل کی آنکھیں کُھلتی ہیں۔ اس حمائل سے پہلے جو قرآن مجید بڑی تقطیع پر مولانا موصوف نے طبع فرمایا تھا۔ اُس کے ترجمہ سے اس حمائل شریف کا ترجمہ زیادہ اچھا ہے۔ کیوں کہ اس ترجمہ پر نظر ثانی ڈالی گئی ہے ان تمام خوبیوں پر قیمت بہت ہی ارزاں ہے۔ یعنی فی جلد مجلد نمبر اول ([illegible]) درجہ دوم ([illegible]) جلد درجہ سوم ([illegible]) اور بغیر جلد ([illegible]) اور محصول ڈاک ذمہ خریدار۔ جن حضرات کو خریداری منظور ہو۔ وہ مہتمم مطبع معلم نسواں سے طلب فرمائیں۔ شایقین جلد طلب ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔

المشتہر

محمد یوسف حسین مہتمم مطبع معلم نسوان واقع گوشہ محل حیدرآباد

معلم نسواں

ایڈیٹر

خادم نسواں محب حسین

جلد ۱۴ — ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ ہجری — نمبر ۱۲

نظم

نثر

مطبع معلم نسواں واقع گوشہ محل حیدرآباد دکن

معلم نسواں

(۱) یہ رسالہ ہر قمری ماہ میں ایک بار شایع ہوتا ہے۔

(۲) اس کا موضوع عورت کے ہر پہلو و جوانب سے بحث کرتا ہے۔

(۳) اس کا حجم (۲۴) صفحہ کا ہے اور سالانہ قیمت پیشگی عام خریداروں سے معہ محصول ڈاک چار روپیہ۔ اور عورتوں سے دو روپے ہیں۔

(۴) نمونہ کا پرچہ مفت دیا جاتا ہے۔

(۵) علاوہ ان مضامین کے کہ جو عورتوں سے متعلق ہوں گے وقتاً فوقتاً علوم جدیدہ تاریخی اور علمی مضامین بھی اڈیٹوریل اور بہرہ مراسلات میں شایع ہوں گے۔

(۶) عام طور سے یہ رسالہ ہندوستان کے تمام کتاب خانوں مدارس نسواں اور مجالس قومی کو صرف اخراجات ڈاک وصول ہونے پر مفت دیا جائیگا۔

(۷) گذشتہ جلدیں جو دراصل عورتوں کا ایک نہایت ہی قیمتی سائکلوپیڈیا یعنی مخزن معلومات ہیں بحساب چار روپے فی جلد جس کے (۲۸۸) صفحہ ہیں معہ محصول ڈاک فروخت کی جاتی ہیں۔ المشتہر خادم نسواں محب حسین اڈیٹر

دربار اکبری

یہ نادر کتاب جس کو شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مصنف آبحیات نے تصنیف فرمایا ہے دربار اکبری کی ایک سچی تصویر ہے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے کے علماء و فضلاء و شعراء وغیرہ سب اس دربار میں حاضر کئے گئے ہیں۔ واقعی یہ کتاب قابل دید ہے۔ جن صاحب کو اس کی خریداری منظور ہو۔ وہ مہتمم صاحب کتب خانہ آصفیہ متصل شاہ عابد سے چار روپے سکہ عالی بھیج کر طلب فرمائیں۔

معلم النسوان

مؤلفہ
خادم الملک محب حسین

جلد ۱۳ بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۱۷ھ ہجری نمبر ۱۲

رباعیات محب

بےکار عبارت سے ہین کالے اوراق ۔ بے معنی الفاظ مین ہے کیا اغلاق
مضمون کو جو پوچھو تو ہے عشق جانان ۔ کس درجہ محب قوم کا بگڑا ہے مذاق

دیگر

تعلیم نے بدلا ہے جہالت کا اثر ۔ تہذیب نے میٹا ہے خواہش کو مگر
اک حال پہ قائم ہین ہمارے شاعر ۔ گل ہے وہی بلبل ہے وہی زلف و کمر

دیگر

انسان مین تو جدت کی ہے خواہش یکسر ۔ حیوان پہ بھی تعلیم کا پڑتا ہے اثر
پتھر سے یہ بدتر ہین مگر کہنہ خیال ۔ گھستے ہین رگڑنے سے بھی روڑے پتھر

غزل

رنج و تکلیف ہی مین یاد خدا آتی ہے ۔ عالم یاس مین ہر لب پہ دعا آتی ہے
ضبط پر وہ کا ہے زور وں پہ تباہی بتقراط ۔ اس مرض کی بھی تجھ کو کوئی دوا آتی ہے
ان حسینوں کو تو آتا نہین کچھ علم و ہنر ۔ اک لگانی انھین ہاتھوں مین حنا آتی ہے

آہ بیوہ سے لرزتا ہے جو عرش اعظم ‌‌ ہند پر روز نئی ایک بلا آتی ہے

خاک مین مل گئے ہم اور نہ چھوٹے افسوس ‌‌ لحد پردہ نشین سے یہ صدا آتی ہے

چمن و دہر سے کیا کام ہے ہمکو صیاد ‌‌ اس قفس تک نہین گلشن کی ہوا آتی ہے

حبس نسوان پہ کوئی لائے معقول دلیل ‌‌ یون تو ہم کو بھی کوئی بات بنا آتی ہے

ان حسینون کی بھی کچھ چاہیئے تعلیم ضرور ‌‌ نہ حیا آتی ہے ان کو نہ وفا آتی ہے

غفلت و کاہلی و فخر رسوم آبا ؎ ‌‌ کیا کہین عیب ہم اپنے کہ حیا آتی ہے

قوت و مال و حکومت نہین کچھ کام آتے ‌‌ شیر کی طرح جھپٹکر جو قضا آتی ہے

رنگ ناسخ کا اوڑانا تو تھا بہی آسان

سخن داغ کی کب طرز ادا آتی ہے

مناظرہ سیف و قلم

نقل ہے تیغ تیز سے اک بار ‌‌ برملا نہ قلم نے کی گفتار

حرف زن یون ہوا کہ اے شمشیر ‌‌ خط تقدیر ہے مری تحریر

کلک قدرت نگار ہون ایسا ‌‌ لوح پر جس نے حرف کن لکھا

وہ قلم ہون کہ شان مین جس کی ‌‌ آیت نون والقلم آئی

پھر کیا تیغ تیز نے یہ مقال ‌‌ تو بھی سیف فدا ہے برق مثال

تیرے قبضہ مین بھی خدائی ہے ‌‌ عرش سے ذو الفقار آئی ہے

جوہرون سے یہ حرز جوشن ہے ‌‌ حافظ جان ہر تہمتن ہے

وہ برش ایک دم مین برق آہنگ ‌‌ چار عنصر کو جو کرے چو رنگ

؎ قحط۔ طاعون اور ہیضہ وغیرہ جو ہندستان مین آئے دن کثرت رہتے ہین۔ وہ غضب الہی کے آثار ہین عورتون کو گھرون مین قید کرنا۔ کم سن بیوہ لڑکیون کا عقد نہ کرنا یہ سب امور موجب غضب الہی ہین ؎

دو تو ہم تم ہیں سلطنت کے نشان
خفت آرائے خسروان جہان ؛

جنگ ناموں میں ہوں میں سرِ دفتر
تیرے قدموں لگی ہی فتح و ظفر ؛

ہمگر پر تفاوت اتنا ہے ؛
آب و آہن میں فرق جتنا ہے

میں ہوں نرمی میں موم سے بھی زیادہ
تو ہے سختی میں سنگدل فولاد ؛

راستبازی مری سرشت میں ہے
کجروی تیری سرنوشت میں ہے

میں ہوں چوبِ عصائے پیرِ فلک ؛
تو ہے تیغ قضائے جن و ملک ؛

میری امرت ہے تیری زبانی میں ؛ ؛
زہر قاتل ہے تیرے پانی میں تو

دو زبان ہوں پر اک مرا ہے سخن
ایک کے دو کرے تو اسے پرفن

میں ہوں وابستۂ نکوکاری ؛
تو ہے سرمایۂ جفاکاری ؛ ؛

میں جو ہوں روزہ دار ماہِ صیام ؛
تو ہے خونخوار دہر خون آشام ؛

جب قلم نے یہ ختم کی تقریر
حرف زن اسطرح ہوئی شمشیر

راستبازی تری ہے اے کجباز
مثل مارِ سیاہ زلفِ دراز ؛

کر نہ نازِ سخن وری مجھ سے ؛
تیزتر ہے مری زبان تجھ سے ؛

جو تراشوں نہ تیری پیشانی ؛
تو نہ پھر کر سکے قلمرانی ... ؛

قط زنی گر تری کروں نہ بہم
تجھ سے پھر ہو نہ ایک حرف رقم

روسیاہ تو ہے کج زبانی میں ؛
سرخرو میں ہوں تیغ رانی میں

مجھ کو دیو و پری میں جانتے ہوئے
میرے لوہے کو جن میں مانتے ہوئے

میں وہ لشکر شکن ہوں رن دولہا
صفدری کا ہے جس کے سر سہرا

مردِ شمشیر زن ہوں میر نہ بیگ ؛
بے مثل جس کی تیغ اُس کی دیگ

چپ ہوا خامہ جب یہ سنکے مثل
فیصلہ ہو گیا رہی نہ جدال ؛

جنگ سیف و قلم یہ تو ایجاد ؛
آپ نے خوب ہی لکھی اے شاد

گھڑیال کی چوری کا نفیس مذاق نظم مین

خوش ہوا اک مرے کالج مین تہی گھڑیال غریب — دیکھکر سب اُسے کہتے تہے کہ یہ شے ہے عجیب
نو برس تک تو رہی لڑکون کو کرتی تنبیہ — وقت بتلاتی رہی سب کو برابر تا دیب
اگلا وقت جب آسکا تو پڑی چور کے ہاتھ — یا تو کالج مین تہی یا اب نہین ملتی قریب
بڑے بابو کو رپٹ گذری تو بلوایا پولیس — تھانہ دار آیا لئے ہاتھ مین لبنی سی جریب
بولے چپراسیون کا کام ہے صاحب یہ تو — ورنہ کون اِس کو چرا تا کہ نہ تھی چیز عجیب
بڑے بابو نے کہا ہو ل نہین یہ بات نہین — ہمراہ چپراسی نہین چور بہت زیادہ غریب
اُس نے نوکرون کا لیا نام تو سب نے ملکر — کردی لا علمی سے اُسی وقت پولیس کی تکذیب
جب کالج مین گئی ہو ا ل پولیس کی تب تو — آئے آفت مین اُسی وقت محلہ کے غریب
اُس کو پکڑا اُسے مارا اُسے جھٹکا ر دیا — اسی ہنگامے مین وس ہو گئے بجنے کے قریب
مشورہ سب نے کیا یہ کہ نہین ہے گھڑیال — وقت بتلانے کی اب کونسی نکلے ترکیب
تاکہ یہ کہہ نہ سکین باتین بنانے والے — آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے
سب کو اِس مسئلہ مین فکر ہوئی دامنگیر — جوش مین آنے لگا مجلس شوری کا خمیر
آخر اک عاقل و فرزانہ نے کی پیش یہ بات — اک بگل لیکے بجا دو یہی آسان تدبیر
ایک بولا کہ مری رائے ہے یہ اے حضرات — گھنٹہ جب ہو تو اذان دیدے کوئی طفل صغیر
اور اک بولے کہ چھہ گھنٹے مین چھہ بار اذان — گر یہ جائز ہے تو دکھلاؤ کہین اُس کی نظیر
مین بتاتا ہون تمھین اس سے بھی آسان ترکیب — جب ضرورت ہو کواڑون کی ہلادو زنجیر
ایک صاحب نے کہا ایک پتیلی رکھہ لو — جب ہوا وقت دیا اُسپہ دبا کر کفگیر
اک نے فرمایا تم ہی ایک کنستر رکھہ لو — کھٹکھٹا دو اُسے یہ سب سے ہے بہتر تدبیر
بڑی تکرار سے یہ بات ہوئی طے آخر — ایک گھنٹال منگالو نہ بڑھاؤ تقریر

ایک چپراسی کھڑے ہوکے بجا دیگا اُسے — اُس کی آواز کو سن لینگے بھی پیر و صغیر

آئی گھنٹال اُسی وقت مگر کونسی ؟ وہ — کہ دن گاؤں مین ملتا ہے فقط جس کا نظیر

اُس کو بھروایا ۔ پھر اک عمدہ سی گھنٹال — شکر ہے رہ گئی کالج کی ذرا سی توقیر

ورنہ سب کہتے ہی لونڈے پڑھانیوالے

آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے

راقم الفس طینس از بہاولپور

بڑھاپے کی شادی کا فوٹو

باقی نہیں ہے گوشت بدن پر جز استخوان — قد جھکتے جھکتے بن گیا ہے صورت کمان

بالون پہ سر کے روئی کے گالونکا ہے گمان — چہرہ کو دیکھئے تو ہزارون ہی جھریان

اس پر یہ لطف ہے کہ لگا تے خضاب ہین — صورت ہی کہہ رہی ہے حماقت مآب ہین

آنکھون پہ نور چہرہ پہ رنگت نہین رہی — اعضا مین جان جسم مین طاقت نہین رہی

دل مین سکت دماغ مین قوت نہین رہی — پٹھون مین حس لہو مین حرارت نہین رہی

چہرہ کو لقوہ مارگیا ہے جناب کے — اس پر ہین حوصلے ابھی عہد شباب کے

دو دو کی آسرے سے تو کروٹ بدلتے ہین — چلتے ہین تو عصا کے سہارے سے چلتے ہین وہ

پی پی کے پانی لقمے غذا کے نگلتے ہین — گرتے ہو گئے ہین تو نہین پھر سنبھلتے ہین

رعشہ بھی درد پشت بھی دوران سر بھی ہے — ساتھ اختلاج قلب کے ضعف جگر بھی ہے

خوب ان کو یاد آدم و حوا کی ہے برات — طوفان نوح تو انہین گویا ہے کل کی رات

کیا ذکر سال عیسوی ہجری ہے واہیات — ہے گو دیون کھلائی ہوئی اُن کی کائنات

پیر فلک کے ساتھ یہ برسون ہی کھیلے ہین — پاپڑ بہت سی صدیون کے حضرت نے بیلے ہین

اولاد مین ہزارون ہی چھوٹے ہین اور بڑے — بچارے نوجوان مین جا سے ہوگئے پرے

پڑپوتیون نواسیون کے ڈھیر ہین لگے — لیکن بڑے میان کو نہین شرم حیف ہے

اس عمر مین حضور کا قصد نکاح ہے ؞ بوڑھے بڑون کے واسطے سب کچھ مباح ہی
سمجھا رہے ہین دوست کہ باز آئیے جناب ؞ آتا نہین ہے جا کے کبھی موسم شباب
کرکے نکاح آپ تو ہون یا نہ ہون خراب ؞ پر دوسرے کی جان پہ بن جائیگا عذاب
دلہن جوان آپ کے یاد خدا کے دن ؞ وہ اُٹھتی کونپل آپ کا نوّے برس کا سن
پر اس بڑہے ہوتے وقت مین ترہس یہ ہے لگا ؞ جاتی نہین ہے کان پہ جون آپ کے صدا
احباب سر پٹک رہے سمجھا کے بار بار ؞ لیکن وہی ہوا جو مقدر مین تہا لکھا

ہمہ اوست

کہین ہون نہین پھر تو ہر جا بجا ہون ؞ عجب شہر قدرت کا پیدا بنا ہون
کہین ہون مین کشتی کہین ہون مین دریا ؞ کہین موج طوفان کہین ناخدا ہون
کہین ہون مین مشرک کہین ہون مین صوفی ؞ کہین کفر ظلمت کہین حق نما ہون
کہین ہون مین سالک کہین خود خدا ہون ؞ کہین خالی کشکول دار گدا ہون
کہین ہون مین ہستی کہین نیست ہو کر ؞ کہین خود فنا ہون کہین خود بقا ہون
کہین ہون مین شیرین کہین کوہکن ہون ؞ کہین تیشہ بن اپنے سر پر چڑھا ہون
کہین ہون مین بت اور کہین بتکدہ ہون ؞ کہین کعبہ مین سنگ اسود بنا ہون
کہین ہون طریقت مین بانگ انا الحق ؞ شریعت کے رستہ پہ پاتا سزا ہون
کہین ہون مین فرعون و موسیٰ کہین ہون ؞ کہین طور پر جا کے نور خدا ہون
کہین شیخ ہون مین کہین ہون برہمن ؞ کہین اپنا خود سجدہ کرتا ادا ہون
احد کیا بکھیڑا بنایا ہے تمنے ؞ ؞ حقیقت تو یہ ہے کہ مین خود تنہا ہون

زن و شو

بودھ مذہب کی پرانی کتابون مین زن و شو کے باہمی برتاو کی تصویر ہندوستان کی ملکی حالت کے اعتبار سے جو کھینچی گئی ہے کچھہ اُس کا انتخاب ہم ناظرین کے سامنے پیش

کرنا چاہتے ہین - الہ آباد ریویو کے ہم ممنون ہین جس کی انگریزی کالمون نے ہمکو اس خصوص مین بہت مدد دی -

بودہ کے شاعرون نے عورتون کی سات قسمین لکھی ہین - ماں کی سی بی بی بہن کی سی بی بی - بی بی دوست کی طرح - بی بی آقا کی طرح - بی بی غلام کی طرح چور بی بی - دشمن بی بی -

ماں اپنے لڑکون کی نگرانی پورے طور پر کرتی ہے اور جانتی ہے کہ اس کا لڑکا کب بھوکا ہوگا - مہربانی کے ساتھہ وہ باتین کرتی ہے - کھانا کھلاتی ہے - اچھی طرح کپڑے پہناتی ہے - لڑکون کو پلید ہونے نہین دیتی - پھٹے ہوے کپڑون کو درست کرتی رہتی ہے اور ایسا کرنا اپنا فرض منصبی جانتی ہے - جو بی بی اپنے شوہر کے ساتھہ ایسا ہی برتاؤ کرتی ہے وہ گویا ماں کی سی بی بی ہے -

گو تعلقات زن وشو کے ہین تاہم نظر با متیاز بی بی مرد کے سامنے ہنسنا ٹھٹھے لگانا - کا پسند نہین کرتی - شوہر کے کپڑ ونکو سلیقہ سے رکھتی ہے - کہانے پینے کی فکر کرتی ہے - سونے کے وقت اپنے شوہر کی خواہشون کی مناسب اور خوشس آیند طریقہ سے لحاظ رکھتی ہے ایسی بی بی کو بہن کی سی بی بی کہتے ہین -

جب زن وشو کا برتاؤ اسطرح ہو کہ ہر ایک دوسرے سے اپنے نفع او خوشی کے متعلق مشورہ کرے - ایک دوسرے کی مدد کرے - عورت شوہر کے رشتہ دارون کو اپنا رشتہ دار سمجھے شوہر کے اختیارات پر معترض نہ ہو - شوہر جب کسی سے ملنے جاے تو یہ انتظار مین بیٹھی رہے - اور بغیر شوہر کے آئے کھانا نہ کھاے ایسی بی بی کو دوست کی طرح برتاؤ کرنے والی بی بی کہتے ہین -

شوہر باہر جائے - یا محلہ مین کسی سے ملنے جاے - تو بی بی کو اُس کے لوٹنے کا انتظار نہ ہو تو وہ اُس کے کھانے کا کچھہ بندوبست کرے اور نہ اُس کے کپڑون کو درست رکھے - خود

اچھا کھانا پہلے کھا لیا کرے۔ گھر کے معالات سے کچھ خبر نہ رکھے۔ سویرے سویا کرے اور جب شوہر آئے تو گھر کے معاملات مین کچھ مشورہ نہ کرے۔ ہر وقت پڑی سویا کرے۔ شوہر اگر مشورہ طلب کرے تو اُس سے خطاب غلامون کی طرح کرے۔ اُس کی مان اور باپ کا بھی لحاظ نہ کرے۔ حقارت آمیز گفتگو سے مخاطب کرے اور شوہر کی شکر گذار نہو۔ ایسی عورتین اپنے شوہر کی بیبیان نہین بلکہ آقا ہین۔

غلام بیبیان وہ ہین جو اپنے شوہر کے کپڑون کو حفاظت سے رکھتی ہین۔ عمدہ عمدہ کھانا پکاتی ہین۔ اور ڈرتی ڈرتی لونڈیون کی طرح لاکر سامنے رکھتی ہین۔ جب شوہر گھر مین آتا ہے تو نہایت عزت سے پیش آتی ہین۔ پاؤن دھونے کو پانی دیتی ہین۔ نہانے اور پینے کا پانی لاکر سامنے رکھتی ہین اگر شوہرون کے نزدیک کوئی خطا ظاہر ہوئی تو کچھ جواب نہین دیتین ہر وقت ڈرتی رہتی ہین۔ شوہرون کی بات کا جواب نہین دیتین جب تک شوہر کھانا نہ لین خود کھانا معیوب جانتی ہین۔ بلکہ کبھی کبھی اپنے شوہر کے پس خوردہ پر قناعت کرتی ہین۔

چور بیبیان وہ ہین کہ شوہر تو اُن پر اعتبار کر کے مال و دولت سونا چاندی حوالے کر دے اور وہ اپنے رشتہ دارون کے پاس بھیجدین۔ یا دوسرون کے حوالے کر دین۔ شوہر کے بلا پوچھے سب خرچ کر ڈالین۔ شوہر کے کھانے کپڑے کا کچھہ خیال نہ رکھین۔ اور نہ یہ جانین کہ عورتون کے منصبی کام کیا کیا ہین۔ بیفائدہ دوسرون کے گھر گھوما کرین۔ اور اپنے گھر کی چیزونکی حفاظت تک نہ کرین۔ ایسی بیبیان چور کہلاتی ہین۔

دشمن بیبیان وہ ہین جو شوہر کی امانت مین خیانت کرین۔ غیرون سے آشنائی کہین عزت مین بٹہ لگائین۔ اپنی زبان اور خواہش کے اعتبار سے مطلق العنان رہین۔ چال چلن بُرا رکھین۔ شوہر مزاحم ہو تو اُس کی موت کی خواہان ہون

ان سات قسمون مین سے اول۔ دوم۔ پنجم قسم کی عورتین کبھی جدا کرنے کے قابل نہین ہوتین۔ زندگی کے ساتھ اُن کو نباہ دینا چاہئے۔ باقی تین قسم کی بیبیان جو اپنے شوہر کی آقا

دشمن اور چور کہی جاتی ہین۔ اگر دس لڑکے جنین جب بھی نکمی ہین۔ ایک دن کے لئے بھی اُن کو پاس نہ رکھنا چاہئے گویا اخلاقی پیرایہ مین یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کن بیبیون کو طلاق دینا چاہئے۔ اور کن کو طلاق نہ دینا چاہئے۔ لیکن یہ مضمون اس قابل ہے کہ عورتون کو سنایا جائے

اوائل عمر کی شادی

ایک رپورٹ سے جو یورپ کی شادیون کے بارے مین شائع ہوئی منکشف ہوتا ہے کہ پرتگال مین چودہ برس کا لڑکا اور بارہ برس کی لڑکی قابل شادی خیال کی جاتی ہے۔ یونان مین مرد کی عمر چودہ برس اور عورت کی بارہ برس ہونا چاہئے۔

اسپین مین مقصود شوہر کی عمر چودہ اور زوجہ کی بارہ ہوتی ہے۔ سوئزرلینڈ مین چودہ برس والے مرد اور بارہ برس والی عورت کو شادی کی اجازت دی جاتی ہے۔ آسٹریا مین مرد عورت دونون چودہ برس کی عمر سے کاروبارخانہ کے لائق سمجھے جاتے ہین۔ ٹرکی مین مرد عورتون کے نکاح کی اُس وقت اجازت دی جاتی ہے جب وہ روزے نماز کو فروری سمجھنے لگین۔ ہنگری مین رومن کیتھلک کے لئے مرد کی عمر چودہ اور عورت کی بارہ سال معین ہے۔ روس اور سیکسنی مین مرد کی عمر اٹھارہ اور عورت کی سولہ ہونا چاہئے لیکن جن ممالک مین اس مضمون کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آج کل جسمانی طاقت نے لئے کوئی نمایان شہرت نہین رکھتے ہین ہمارے ملک مین تو ان ممالک سے بھی شادی بیاہ کا پیمانہ نیچا ہے اور اس سے جسقدر قوم کمزور اور ضعیف ہو کوئی استعجاب کا مقام نہین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روس مین شادی کی عمر بڑہادی گئی ہے اور گو وہ فرانس اور انگلستان کے برابر نہ ہو لیکن اور ممالک کی نسبت ہر نوع قابل اطمینان ہے۔

فتوی ابواب نکاح وغیرہ

دفی العالمگیریہ ولا باس یضرب الدف یوم العید کذا فی خزانۃ المفتین انتہی
وفی السراجیۃ ولا باس بان یکون فی لیلۃ العرس دف یضرب لاعلان النکاح

اذا لم یکن له جلاجل ولا یضرب علی هیئة التطرب ویکره اللعب والغناء وحمل الشعوذة والنظر الی ذلک انتهی وفی المحلی شرح المنهاج فی باب الشهادة ویجوز الدف لعرس وختان وکذا غیرهما مما هو سبب لاظهار السرور فی الاصح وان کان فیه جلاجل انتهی وفیه ایضا ویحرم استعمال آلة من شعار الشربة للخمر کطنبور وعود وصنج ومزمار عراقی واستماعها لانها تطرب لا یراع فی الاصح لانه ینشط علی السیر فی السفر قلت الاصح تحریمه والله تعالی اعلم انتهی و در دعوت ولیمہ وغیرہ اگر پیش از حضور داند کہ در آنجا غنا ولعب وغیرہ منکرات است نرود واگر بعد حضور در آنجا غنا ولعب بر مائدہ ببیند اگر تواند منع کند وگرنہ از آنجا برگردد واگر در درون خانہ یا بیرون آن غنا ولعب باشد وبر مائدہ چیزے از آن نبود رواست ودر آنجا نشیند وطعام دعوت بخورد و رقص ہند کہ عبارت است از پاکوبی زنان فاحشہ ومخنثان ونامردان پس از آرایش وپیرایش وبستن زنگولہا بر پا وتغنی باشعار خلاف شرعی با مزامیر وانواع نازہا وادا وتخاطب با رجال ودیدن وشنیدن وکنانیدن ودعوت دادن بنا بر آن واجابت آن حرام است وہرکہ آن را حلال داند کافر گردد زیرا کہ این رقص مجمع بسا محرمات قطعی است اول بے ستری زنان دوم پاکوبی آنہا با زنگولہا سیوم تغنی شان چہارم استعمال مزامیر پنجم منوی شدن این چنین رقص وغنا بسوی زنا کما جاء فی الحدیث الغناء رقیة الزنا یعنی غنا افسون زنا است ششم خواندن اشعار کہ در آن توصیف زنان ومردان وشراب ولوازمہ آنست ہفتم بیحیائی رقاصہ واہل مجلس کہ پدران با پسران وہمنشینان با کافران متوجہ زن واحد میباشد کہ اقبح قبائح است ہشتم سرود ونشدن بر محرمات نہم اعلان فسق سبب دغدغہ شرعی فی الاخبار الاخیار واما الغناء فی الرقص فانہ حرام بجمیع انواعہ سواء من الجواب اول القوال وغیرہ وفی العالمگیریہ قال الحلوانی السماع والقول والرقص الذی یفعلہ المتصوفہ فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیہ والجلوس علیہ وہو الغناء والمزامیر انتہی ۔ واللہ اعلم بالصواب ؕ

انجوڑ شادی کے نقصان

نبھتی نہیں ہے پیر کی صحبت جوان کے ساتھ — آیا نہ پھر و ن تیر کو ٹوٹے کمان کے ساتھ

رامچند اپنے گاؤن کا نمبردار تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہر شخص و ناکس اس کی عزت کرتا تھا
اُس کا گذارہ معقول تھا۔ علاوہ نمبرداری کے لحاظ سے آسکے زمین بھی بہت ملی ہوئی تھی جسکا
لگان معاف تھا۔ تمام گاؤن میں اس سے کم رتبہ پر اور کوئی نہ تھا لیکن تاہم وہ روپیہ اُسے جان
سے بھی پیارا تھا۔ اول تو کوئی فقیر اُس کے دروازہ پر جاتا ہی نہیں تھا۔ مگر جو بھولا بھٹکا ناواقف
چلا بھی جاتا تو گالیون کی بوچھاڑ لیکر آتا۔ اور اسی سبب سے تمام گاؤن میں کنجوس کے
حقارت آمیز نام سے مشہور تھا۔ مگر چونکہ وہ گاؤن کا نمبردار تھا اسلئے اس لحاظ سے کوئی
کچھہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ صاحب فرزند تو نہیں مگر صاحب اولاد ضرور تھا۔ گھر بھر میں لے دیکر
صرف ایک لڑکی تھی۔ اور بس۔ اس کا نام پاربتی تھا۔ غیرت حور و پری تھی تو پاربتی
اور اگر رشک ماہ کہیں تو بہتر تھی تو پاربتی۔ چودھوین رات کا چاند تھی تو پاربتی۔ غرض کہ
پاربتی حسن میں اپنا آپ نظیر تھی۔ خدا جھوٹ نہ بلائے کوئی دس گیارہ سال کا سن ہوگا۔
مگر افسوس کہ پاربتی اس ناقدری اور ناشکرے کے گھر میں پیدا ہوئی جس نے اُسکی
بالکل قدر نہ کی۔ اور اُس کے حسن کو جو اشرفیوں کے مول بھی مہنگا تھا کوڑیون کے مول بھی
نہ سمجھا۔ رامچند نے جو پرلے درجے کا حریص۔ طامع بخیل اور روپیہ کا عاشق تھا ایک دن
اپنی عورت سرستی سے پاربتی کے ناطہ کی بابت اسطرح گفتگو شروع کی۔

رامچند۔ لڑکی اب جوان ہوگئی ہے کچھہ اس کی ناطہ بھی کر لی جائے۔ سرستی۔ آخر تمہی کو کرنا چاہئے
رامچند۔ بھلا یہ بھی کوئی دستور ہے کہ لڑکی والے خود جاکے کہین کہ ہمیں لڑکے کی ضرورت ہے۔
سرستی۔ تو میں یہ کب کہتی ہوں کہ تم خود جاکے لوگوں کو کہتے پھرو۔ رامچند۔ میری صلاح
ہے کہ آج پروہت جی کو کہدین۔ وہ تلاش کر لیگا۔ سرستی۔ جیسی تمہاری مرضی۔ رامچند
میری ہی کیا آخر تمہاری بھی تو مرضی ہوگی۔ سرستی۔ اچھا پھر بلاؤ پروہت جی کو۔ پروہت جی

بلانے پر فوراً آئے۔ رامچند۔ (پروہت سے) مہاراج! کنیا کیواسطے بر کی تلاش ہے۔ اور یہ کام سوا آپ کے کسی سے نہیں ہوگا۔ پروہت۔ تمہاری کنیا ہماری کنیا۔ ہم جان تک سے بھی حاضر ہین۔ رامچند۔ لڑکا اول تو لکھا پڑھا ہو۔ اگر نہ ہو تو بھی کوئی ہرج نہین۔ ذات بھی اچھی ہو شریف ہو۔ اور شریفون کی اولاد ہو۔ بہت دور بھی نہ ہو۔ اسی ضلع کیا اسی تحصیل مین ہو۔ اور سب سے ضروری اور لازمی بات یہ ہے کہ روپے پیسے والے ہون۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ بھی اچھی ہو۔ پانچ دس نوکر بھی ہون۔ اور پھر آپ کو یہ بات ضروری جتاتا ہون کہ مالدار اور بہت ہی مالدار ہون۔ کم از کم پچیس تیس ہزار روپیہ نقد ہونا چاہئے۔ کوئی سوڈیڑھ سو گھماؤن زمین بھی ہو۔ اور پانچ دس کنوئین بھی ہون۔ کیون پروہت جی مہاراج سمجھے آپ میری بات۔ پروہت۔ ہان چودھری جی سب کچھہ سمجھ لیا۔ مگر آپ نے لڑکی کی عمر کی بات نہ بتلایا جو سب سے ضروری تھا۔ راوی۔ چودھری صاحب روپیون کی تفصیل مین یہ بات بالکل بھول گئے۔ کیونکہ اس بات کی تو انہین چندان پروا بھی نہین تھی۔ انہین تو روپیہ چاہئے تھا۔ اور اسی لئے اس بات پر زیادہ اور بار بار زور دیا۔ رامچند۔ عمر کی بابت یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ پروہت۔ واہ چودھری صاحب! یہ اچھی کہی۔ آپتی باتین تو آپ بتا دین۔ اور یہ میری مرضی پر منحصر ہے۔ رامچند۔ اچھا وہ بھی آپ اپنی مرضی سے کرین۔ آپ میری طرف سے مختار ہین۔ سرستی۔ مہاراج ہمین آنکھون تھوڑا ہی دیکھنا ہے۔ جیسا آپ کہین گے۔ یا جس کو آپ منظور کرینگے ہمین بھی وہی منظور اور پسند ہے۔ پروہت آخر آپ کچھہ تو کہین۔ رامچند۔ مہاراج جب آپ کوئی گھر دیکھنے جائین تو پہلی بات جو آپکو دریافت کرنی ہوگی وہ یہ ہے کہ وہ مالدار ہے یا نہین۔ اور کسقدر روپیہ اُس کی جائداد اور کسقدر نقد موجود ہے۔ یہ دریافت کرکے آپ ہمین چٹھی لکھدین۔ پھر ہم آپ کو جواب دینگے۔ پروہت۔ جوان اور خوبصورت ہو۔ رامچند۔ جب آپ ہمین لکھین گے تو ہم آپ کو ان باتون کا جواب دے لینگے۔ پروہت۔ اچھا آپ کی مرضی۔ یہ کہکر تلاش کرنے

کے لئے چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد رامچند۔ کو ایک چٹھی آئی۔ جس مین یہ لکھا ہوا تھا۔ "جو دہرم راجچند جی! نمستے مینے ایک گھر تلاش کیا ہے۔ اُن کی نقد جائداد اِس وقت چالیس ہزار کی ہے۔ اور دو گاؤن اپنے ہین۔ اور سو گھماؤن زمین ہے۔ جو بالکل آباد ہے۔ لڑکے کی عمر اِس وقت چالیس سال کی ہے۔ اُس کا اور کوئی بھائی بہن نہین۔ وہ اکیلا ہی ہے اور مدت ہوئی کہ اُس کی پہلی بیوی کا کال ہو چکا ہوا ہے۔ اُس نے پہلے تو دونی بھسی آپ کا ذکر بھی کیا۔ اور دوران گفتگو مین یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ خود کوئی آدمی آپ کی طرف بھیجنے والا تھا۔ جب سیتلا (یعنی چیچک) اُس کو نکلی تھی تو اُسوقت ہی اُس کی ایک آنکھ جاتی رہی ہے۔ ویسے بہت اشراف اور بہت ہی روپے والا ہے۔ تمام گاؤن اُس کی عزت کرتا ہے۔ اور پانچ چار سو آدمی پر اُس کی حکومت ہے۔ جو کہ اُس کے دو گاؤن مین آباد ہین۔ آگے آپ کی مرضی"۔ راقم پر وہیت شاداس۔

رامچند نے دو فوراً ہی اُس کا جواب مختصر مفصلہ ذیل سطور مین لکھا۔ "پروہت جی نمستے۔ ہمین سب کچھ منظور ہے۔ مگر آپ اس معاملہ کا فیصلہ دس ہزار روپیہ پر کر دین جمین سے پانسو آپ کا ہوگا"۔ جب پروہت شاداس کو چٹھی ملی تو اُس کی پانسو روپیہ کا نام سنکر باچھین کھل گئین۔ مگر پھر اُس نے سوچا کہ دس ہزار کے مقابلہ مین پانسو بہت تھوڑا ہے۔ آخر خط و کتابت سے سات سو پر فیصلہ ٹھیرا۔ اور بیٹی کے دشمن اور روپے کے دوست رامچند نے غریب اور معصوم پاربتی کا ناطہ چالیس سال لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ ناطہ کے کچھہ دنون بعد فوراً ہی بیاہ بھی ہو گیا۔ اُس وقت پاربتی کی عمر ایک بارہ سال کی تھی۔ جب معصوم پاربتی اِس بیدردی سے اُس بڈھے لڑکے کے گلے منڈھ دی گئی تو انصاف پسند صاحب اِس غم و رنج کا اندازہ کر سکتے ہین۔ جو اِس وقت پاربتی کو پہونچا ہوگا۔ بیاہ تو ہیا۔ جب سے اُس کا ناطہ ہوا۔ اور جب سے اُسے اپنے خاوند کا حال معلوم ہوا اُس کی وہ آنکھین جن مین کاجل اور سرمہ

انکی خوبصورتی کو دوبالا کرتا ہے ہمیشہ پرنم رہتین - اُس کا وہ چہرہ جو ہر وقت بشاش اور کھلا ہوا رہتا تھا ہمیشہ پژمردہ اور مغموم رہتا - وہ پاربتی جو مایۂ حسن - غیرت پری - رشک حور اور باقیس ثانی تھی - اس وقت اُسے کوئی دیکھے جیسے کوئی مہینون کا بیمار ہوتا ہے - چہرہ اُترا ہوا ہے - رنگ زرد ہے - اور لب پر آہ سرد ہے گورا گورا رنگ وفور غم سے سیاہ فام ہے - ہنسنا موقوف اور رونے سے کام ہے - پاربتی کو خاوند سے حد درجے کی نفرت تھی - اور رہتی بھی کیون نہ - وہ بیچاری الہڑ کمسن - اور وہ اُس کے باپ سے بھی بڑا - یہ حسن مین اپنی آپ نظیر - اُن کی نیرت بسم اللہ ہی غلط - یعنی ایک آنکھ ہی ندارد - پھر سب تو کیونکر نبہے - مگر قہر درویش بجان درویش - جو وہ سنتا تا سنتی - جو کہتا وہ کرتی - شادی کے پانچ مہینے بعد اس کا خاوند اس پندرہ دن بیمار رہکر مرگیا - اور چونکہ وہ دل وجان سے پاربتی کا عاشق تھا - اس لئے تمام جائداد بھی اُسی کے نام لکھ گیا - ہرچند کہ پاربتی کو روپے کی چندان پروا نہ تھی - مگر اُس کے اصرار سے اُسنے اپنے نام ہی لکھوالی کہ آخر ہرج کیا ہے - ملک وقوم کے خیرخواہ اور اپنی اولاد کے جان نثار دل ہی دل مین دھورلیش سے رامچند کو کوس رہے ہونگے - اور اس غریب بیکس لڑکی کی حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہونگے - اے کاش رامچند کو کچھ بھی غریب لڑکی کی آیندہ زندگی کا خیال ہوتا تو وہ اس طمع مین اکر کبھی ایسا نکرتا - آہ دس گیارہ سال کی لڑکی کو جب چالیس سالہ (قریب المرگ) خاوند ملے تو اس کے لئے اگر زندگی ہی موت نہین تو اور کیا ہے ؟ غریب پاربتی نے ابھی دنیا کا دیکھا ہی کیا تھا جو وہ رنڈاپے کے حقیر نام سے موسوم ہونے لگی - جبتک اُس کا خاوند زندہ رہا تب تک دلی خوشی اور اطمینان قلبی نصیب نہین ہوا - اب اُس کے مرنے کے بعد تو چارون طرف سے غم والم کی گھنگھور گھٹائین اس کے ننھے سے دل پر چھا گئین - آہ پاربتی کو حقیقی خوشی اتبک نصیب نہوی - چالیس سالہ کا کیا مہنہ تھا - جو وہ پاربتی سے ہمکلام ہوتا - اُس کے لئے تو اسی عمر کا خوبصورت لڑکا چاہئے تھا - مہ غالب ان سمین بتون کی واسطے

چاہنے والا بھی اچھا چاہئے تو زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کی عمر ہوتی۔ انٹرنس نہیں
تو مڈل پاس ضرور ہوتا۔ اشراف۔ نیک چلن اور خوش اخلاق ہوتا۔ یہ ضروری نہیں
ہے کہ وہ کسی اعلیٰ ذات سے ہوتا۔ نن پاربتی کی طرح ہر ایک کے دلمیں گھر کرنے کے
لئے خوبصورت بھی ضرور ہوتا۔ اس قسم کے ناطے ملتے تو بات تھی مگر کرتا کون۔ وہان تو یہ تو
چاہیے تھا۔ اور آدم خور ظالم راجچند نے دس ہزار ۔۔ روپے کو کس بیدردی کے ساتھ اپنی
بیٹی اپنے ہی ہاتھوں بیچ ڈالی۔ اُس کا ایک چشم داماد جب بیماری سے یا کسی طرح عمر
طبعی کو پہنچکر مرگیا۔ آخر بیٹی تھی آسکو بھی رنج ہوا۔ مگر اس واقعہ کے پڑھنے والے کہ اُٹھینگے
کہ راجچند کا رونا دھونا اُس وقت بالکل بے سود اور فضول ہے۔ اسلئے اپنے ہاتھوں تیغ ستم
سے غریب پاربتی کو ذبح کیا۔ خاوند کے مرنے کے بعد کوئی تین سال تک تو پاربتی گھر
بیٹھی رہی۔ مگر آخر تابکے جوش جوانی کی اُمنگیں دل میں چٹکیاں لیتی تھیں۔ اور کسی پہلو آرام
نہ لینے دیتی تھیں۔ جبتک دل قابو میں اور طبیعت پر اختیار رہا پردہ عصمت کو چاک نہ ہونے
دیا۔ اور دامن عفت کو داغدار ہونے سے بچائے رکھا۔ مگر وہ اُبھرا ہوا جوبن۔ وہ چشم
فتان کے اشارے۔ وہ دلکش ادا۔ دل آویز حسن اور وہ جوش شباب کب چین سے بیٹھنے
دیتا تھا۔ آخر مجبور اور معذور پاربتی دل کے ہاتھوں تنگ آئی ہوئی پاربتی بے رحم باپ
کی شمشیر ستم سے خون آلودہ پاربتی صبر و قرار کو سلام کرکے ایک خوش رو نوجوان کے ساتھ
پردہ عصمت کو چاک کرکے جسقدر روپیہ ہاتھ لگا لیکر چلتی ہوئی۔ ہرچند کہ ساری جائداد کی
وہ مالک تھی مگر اُس کے حریص باپ نے ایک تہائی بھی باقی نہ چھوڑی تھی۔ اُن ہندو اور
مسلمان بھائیون کو جو کمسنی میں اپنی اولاد کی شادی بڑی عمر والے آدمیون سے کردیتے
ہیں انجوڑ شادی کے نقصانات کو مدنظر رکھکر اب سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اور غریب اور بے
زبان لڑکیون پر خدا کے لئے رحم کریں۔ اس قسم کی شادیون سے کیون اُنکی زندگی کو
معرض خطر میں ڈالتے ہیں۔ راقم محمد دین فوق سیالکوٹی۔

شادی خانہ آبادی و شادی خانہ بربادی

پیارے ناظرین! یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ کتنی خامہ فرسائی اسپر کی جاوے امید نہین کہ ہمارے ملکی و قومی بھائیون کے کان پر جون بھی رینگے ۔ ہمین سخت افسوس ہے کہ باوجود عام تعلیم پھیلنے کے بھی اس قبیح رسم کی بیخ کنی کی طرف توجہ نہین ہوئی ۔ پنجاب مین ایک سوسائٹی موسوم بہ سرین سبھا کچھ عرصہ سے قائم ہے ۔ جس کا فرض قبیح رسوم کو دور کرنا ہے حال مین اُس کا جنرل اجلاس ہوشیارپور مین ہوا تھا ۔ گو مجھے شمولیت کا موقعہ نہین ملا ۔ مگر سنا گیا ہے کہ اچھے اچھے لائق و تعلیم یافتہ کھتری ۔ سرین ۔ صاحبان دور دراز مقامات سے براے شمولیت جلسہ آئے تھے ۔ اس جلسہ مین بہت سے رزولیوشن پاس ہوے ۔ جو عموماً متعلق اخراجات شادی و مرگ تھے ۔ افسوس کہ ان معصوم کنیاؤن کی حالت زار کا فوٹو کسی نے بھی پیش نہ کیا ۔ کہ جو صغر سنی اور بچپن کی حالت مین ۔ ستر برس کے بڈھے کھوسٹ ۔ یا بدمعاش ۔ جواری یا اندھون ۔ یا بہرون یا گنجون کانون وغیرہ کے ساتھ جکڑی جاتی ہین اور جن کا تمام عمر عیش و آرام مبدل بہ رنج و غم ہو کر آخر کار نتیجہ خانہ بربادی ہوتا ہے ۔

یہ رواج پنجاب اور خصوصاً دوآبہ کے شریف اہل ہنود مین عموماً اور شاید اکثر اقوام اہل اسلام مین بھی جاری ہے کہ قبل از شادی سمدی سمدی سے ملنا ایک عیب سمجھتے ہین اور کل کارروائی منگنی وغیرہ بدست کمینان ۔ (حجام یا مراسی) کے ہوتی ہے ۔ جو اپنی ناواقفیت یا بعض اوقات طمع نفسانی کے بدلے معصوم لڑکیون کو کھاری* کنوئین مین ڈھکیل دیتے ہین ۔ میرا ایک چشمدید واقعہ ہے کہ آج سے دو سال پیشتر ایک

---

* ۔ یعنی ایسی لڑکیون کی نسبت کر دینا جن کا ذکر اوپر ہوا ہے

گیارہ سالہ لڑکی کی نسبت اور پھر بیاہ ایک پچاس سالہ شوہر سے ہوا۔ لڑکی کی والدہ
کو اسی وقت یہ حال معلوم ہوا۔ جبکہ برات دروازہ پر پہنچ گئی۔ اور رسمیات شادی ادا
ہونے لگیں اُس وقت کیا ہو سکتا تھا۔ [illegible] ہو گئی اب بیاہ۔ ماہ گذرے کہ میاں
ملک عدم کو سدھار گئے۔ بیوی بیوہ ہو گئی۔ ہائے ہائے کیا حسرت [illegible] قدرت
بیوی کی اوٹھتی جوانی اور میاں وائے حسرت دیکھ سکے اُس بیچاری دیکھے۔ اسلئے تمام
عالم تیرہ و تار ہو گیا جس کو میاں کا دیدار بھی نہیں ہوا۔ اور تمام عمر کا رنڈاپا نصیب ہوا
کاش ہمارے ملکی و قومی ریفارمر اس امر پر توجہ کریں۔

اول یہ کام منگنی و نسبت حجام وغیرہ کمینوں کے ہاتھ میں نہ دیا جاوے۔ خود لڑکی
کے والدین اپنا اطمینان کرکے سگائی کیا کریں۔

دوم صغر سنی میں ہرگز منگنی و نسبت نہ کی جاوے۔ بلکہ منگنی اُسوقت کی جاوے
جبکہ لڑکی کی عمر گیارہ سال کی ہو اور لڑکا پندرہ سال تاکہ لڑکے کا کچھ نوائی حسن
قبح بھی معلوم ہو سکے۔

سوم سمدی سمدی کا ملنا جو عیب سمجھا جاتا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ سمدی آپس میں
مثل دوستوں کے ملا جلا کریں۔ تاکہ آپس کے میل جول سے ایکدوسرے کے حالات
اچھی طرح ظاہر ہو جاویں۔

چہارم شادی اُسوقت کی جاوے جب لڑکی کی عمر (۱۳) سال کی اور لڑکے کی عمر
اٹھارہ سال کی ہو جاوے۔ اور بشرطیکہ لڑکا نیک چلن اور کماؤ نکلے۔ اس سے کم عمر میں
شادی نہ کی جاوے بلکہ قبل شادی یعنی بوقت نسبت یہ عہد کر لیا جاوے کہ بشرط ہونے
نیک چلن اور کماؤ لڑکے کی شادی ہوگی۔ اسطرح پر جو قباحتیں بعد شادی پیدا ہوتی ہیں
وہ بآسانی رفع ہو سکتی ہیں۔ میں اسپر بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ لیکن بخیال طوالت مضمون
یہاں پر ختم کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ میرے ملکی و قومی بھائی کہانتک توجہ اس پر کرتے ہیں۔

راقم ۔ بکس بشنوم و یا نشنوم من گفتگوئے میکنم۔

شادی کا رواج

ولایت مین لڑکون اور لڑکیون کی شادی کرنا وہان ماں باپ کا فرض نہین ہے یہ اُن کا خود ذاتی کام ہے لڑکے جب کچھ روپیہ کمانے لگتے ہین تو وہ برابر اپنے ذاتی مصارف سے کچھ رقم بچانا شروع کرتے ہین اور جب وہ رقم اپنی مقدار اور تعداد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک نیا گھر قائم کر سکین تب شادی کا ارادہ کرتے ہین اور لڑکیون کی طرف اس غرض سے متوجہ ہوتے ہین کہ اُن مین سے کسی کو اپنی زوجیت کے لئے چھانٹین یہ تو لڑکون کا حال ہوا۔ مگر لڑکیان تعلیم پانے کے بعد ہی اگر کسی جگہ نوکر ہو گئین یا کام پر لگ گئین تب تو نہایت اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ اس امر کا اندازہ شروع کرتی ہین کہ کس سے شادی کرین اور کون شخص ہے جو اُن کے ساتھ زندگی بھر اچھی طرح نباہ کریگا اس انتخاب مین اُن کو جلدی اور عجلت نہین ہوتی سالہائے سال گذر جاتے ہین اور وہ اسیطرح کنواری بیٹھی رہتی ہین۔ عورتون کے اس طبقہ مین جو نوکری پر بسر کرتی ہین اور اپنی معاش کے ذریعے آپ پیدا کر لیتی ہین۔ ہمنے ہزارہا ایسی عورتین دیکھین جنکی جوانی ختم ہو گئی اور چالیس پچاس برس کی عمر کو پہنچ گئین مگر اسی طرح کنواری بیٹھی رہین اور آج تک مس کے نام سے پکاری جاتی ہین اور آپکی بدگمانی کے خلاف ہم نے اُن مین سے بہت کم عورتون کو خراب اور بے عصمت پایا یہ بھی نہین جیسا کہ یہان مشہور ہے کہ اُن کو شوہر نہین ملتے ہین اور کثرت سے ملتے ہین مگر ایسے جن سے اُن کو نباہ کا اطمینان نہ ہو اُن کے ساتھ شادی کرنے کے مقابلہ مین وہ زندگی بھر کنواری بیٹھی رہنا پسند کرتی ہین۔ رہین وہ لڑکیان جو خود کمانے کے قابل نہین اُن مین درحقیقت نکاح کے متعلق زیادہ بے صبری ہے وہ درسگاہون کے چھوڑتے ہی شوہر کی تلاش مین مشغول ہو جاتی ہین اور انمین ماں باپ سے بھی اُن کو معقول مدد ملتی ہے انہین معشوقیت کی شان پیدا کرنے کے لئے والدین

کو کپڑے اور آراستگی کے سامانون کا زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے تاہم شوہر کی جستجو لڑکی
کو خود کرنی پڑتی ہے ۔ یہ سب انتظام ولایت کی لڑکیان خود بخود کر لینے کے لئے گئیں ۔
کی بدولت قادر ہو سکتی ہین آپ کو ضرور کہنا پڑے گا کہ علم کے ذریعہ سے ہندوستان
کی یہ حالت ہے کہ لڑکیون کو درس دینا یا دلوانا اور ہنر و فن سے ماہر کرنا بے غیرتی مین
سمجھا جاتا ہے جس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ لڑکیان اسقدر بس ہی نہین رکھ سکتین کہ وہ اپنی
شان کے مقابلہ مین اپنی تمام عمر بافراغت بسر کرنے کے لئے اپنے جیسا شوہر پیدا کر سکین
اور اُنکے والدین اپنی لڑکیون کے لئے شوہر کا بذات خود تلاش کرنا سخت بے شرمی تصور
کرتے ہین جو بہ وہت نائی ڈوم میراسی کے ذریعہ اکثر سگائی کی جاتی ہین ۔ جنکا نتیجہ یہ نکلتا ہے
کہ بعض عورتون کو اپنی مرضی کے موافق شوہر کا نہ ملنا اور بعض مردون کو مرضی کے موافق
عورت کا نہ ملنا نا اتفاقی کی صورت پیدا کر کے تباہی خاندان کا کارن بنجاتا ہے ۔

قسطنطنیہ مین رسم شادی

قسطنطنیہ مین شادی ٹھہرانے اور کرنے کی عجیب رسم جاری ہے ۔ جب کسی شخص کی
عمر شادی کرنے کے لائق ہو جاتی ہے تو اُس کے والدین ایک فہرست تیار کرتے ہین
جس مین اُن تمام خاندانون کے نام ہوتے ہین ۔ جہان شادی کرنے کے قابل عورتین
مل سکتی ہین تب والدہ ہر مکان مندرجہ فہرست پر جاتی ہے اور وہان کے مالک خانہ سے
دریافت کرتی ہے کہ اب آپ کی دختر نیک اختر کیا کر سکتی ہے اس کے بعد اسکی لڑکی کو
ہاتھ کی بنائی ہوئی کارچوبی اور چکن وغیرہ دکھلائی جاتی ہے اسکے ساتھ اُسی کے ہاتھ کا
کڑھا ہوا ایک ٹکڑا بھی ضرور ہوتا ہے یہ ٹکڑے بڑے بیش بہا خیال کئے جاتے ہین اور ہمیشہ
گھری مین رکھے جاتے ہین ۔ یہ بازار مین کبھی فروخت نہین کئے جاتے ۔ اگر لڑکے
کی والدہ انہین پسند کرتی ہے تو اپنے لڑکے کے پاس لے جاتی ہے اگر ناپسند کرتی ہے
تو کوئی بہانہ کر کے وہین چھوڑ آتی ہے ۔ اگر لڑکی کے والدین لڑکے کو نہین پسند کرتے

اُس کی مان سے کہہ دیتے ہین کہ کہین اور جایئے اور دوسری لڑکی تلاش کیجیے۔ کیا عجب کہ اُس سے اور زیادہ خوبصورت لڑکی مل جاے۔ جب شادی ہوتی ہے تو نہ دولہا موجود ہوتا ہے اور نہ دولہن۔ دونون جانب کے وکلا کل کارروائی کر لیتے ہین۔

شادی کے طریقے

ہر ایک ملک اور ہر ایک مذہب مین مختلف ہین۔ ہندوستان مین دولہا برات لیکر دولہن کے گھر جاتا ہے۔ چین مین دولہن والے خود دولہن کو ڈولی مین بٹھاکر دولہا کے گھر آتے ہین۔ اسی طرح ہر ایک قوم وملت کی رسم ورواج کی رو سے شادی کا طریقہ جدا جدا ہے مگر اِس نئی روشنی کے زمانہ مین عجیب شادیان ہونے لگی ہین۔ جن مین اہل شادی کی شوقین طبیعت کے چاؤ ہین کے سوا رسم ورواج کا نام نہین۔ امریکہ مین ایک صاحب کو شوق پیدا ہوا کہ شادی کی رسم دوبائسکل پر ادا ہو۔ حال مین ایک صاحب نے مراسم شادی بجاے گرجا گھر کے غبارہ مین ادا کئے۔ تیسرے صاحب نے سب سے بڑھکر بات یہ کی کہ اپنے مراسم شادی کو شیر کے پنجرے مین ادا کیا۔ جس مین شیر بھی بند تھے۔ پادری صاحب نے البتہ ہوشیاری کی کہ باہر سے شادی کی نماز پڑھائی۔ یہ کیفیت اُس ملک کی ہے جہان سلطنت کا مذہب عیسائی ہے یورپ مین اور امریکن ممالک مین شادی بجاے مذہبی رسم کے ایک تماشہ اور کھیل کی رسم قرار دی گئی ہے۔ جس طرح چاہو ادا کرو۔

جزائر انڈمان ونکوبار مین بی بیون اور بچون کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ جب شادی کا وقت آتا ہے تو دولھا کو اپنا نیک چلن ثابت کرنے کے لیے بہت سی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ مثلاً جس غذا کو وہ بہت پسند کرے وہ اُسے کھانے کو نہین دی جاتی۔ بیوہ جب دوسری شادی کر لیتی ہے تو اپنے پہلے خاوند کی کھوپری اپنے ساتھ رکھتی ہے اور اُس مین اپنا روپیہ جمع کرتی ہے۔ یعنی اُسے صندوقچے کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ کاندھ مین جو ہندوستان مین آباد ہے۔ رسم شادی یہ ہے کہ دولہا عام دعوت

کے موقع پر دلہن کو لیکر بھاگ جاتا ہے ۔

شیرون کے پنجرون مین نکاح

ماہ جولائی ۱۸۹۵ء مین امریکہ کے ملک مین ایک لیڈی نے جو سرکس کی مالکہ تھی اپنے سر کے شیرون کے پنجرے مین جس مین چھہ شیر تھے بے خوف وخطر رسم نکاح ادا کی ۔ اسی طرح پر جنوبی افریقہ کے موضع جوہانسبرگ مین فلیس صاحب کے سرکس کے منتظم نے چھہ شیرون کے پنجرے مین اپنا نکاح کیا ۔ نکاح پڑہنے والے پادری کو بھی دولہا دلہن نے پنجرے کے اندر طلب کیا تھا ۔ لیکن پادری نے باہر ہی کھڑا رہنا منظور کیا ۔ دلہن نے خوب زرق برق پوشاک زیب تن کی تھی ۔ دولہا وہی سادہ روزمرہ کا لباس پہنے ہوے تھا ۔ یہ جشن شادی ہزارون تماشائیون کے ساتھ اختتام کو پہنچا ۔ رسم نکاح کے بعد جون ہی دولہا دلہن شیر کے پنجرے سے باہر نکلے تماشا دیکھنے والون نے فرط مسرت سے ایک دم تالیان بجائین یہ حال دیکھکر پنجرے کے اندر کے چھہ شیر اور نیز دوسرے کل حیوان بھی زور سے چلانے لگے بڑے شیرون کی گرج ۔ ہاتی کی چنگھاڑ چھوٹے شیرون کی دہاڑ ۔ بندرون کی کھکھیاہٹ اور بینڈ باجے کی آواز یہ سب ملکر ایک عجیب مجموعہ اصوات تھا اور فرحت انگیز ایک عجیب کیفیت معلوم ہوتی تھی ۔

صغرسنی کی شادی اور ہندوستان

شہزادی کلیمنٹین ملک بلجیم کی شہزادی ہین اُن کی عمر (۲۴) برس کی ہو چکی ہے مگر اُنہون نے تا حال شادی نہین کی ۔ اور ملکہ ہالینڈ کی عمر ۳۱ اگست کو ۱۶ سال کی ہو گی مگر تا حال اُن کی شادی نہین ہوی باوجود اسقدر عمر ہونے کے ان شہزادیون کی شادی نہ ہونے کی صرف یہ وجہ ہے کہ ان ملکون کے عام لوگ تعلیم یافتہ ہین اور وہ بلحاظ تعلیم و اتفاقات اور روزمرہ کے مشاہدات کے صغرسنی کی برائیون کی زندہ تصویر سامنے دیکھتے ہین اسلیے اپنی عزیز اولاد کو صغرسنی مین نکاح کی کڑی زنجیر مین جکڑنا خلاف تہذیب سمجھتے ہین

بحال ہندوستان [illegible] سال بچون کی شادی کرنا اپنی بڑائی خیال کرکے صغرسنی مین بچون کو
جنھین ابھی تک یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ شادی کس جانور کا نام ہے زبردست پابندی کی ساتھ عقد
پابند عقد کردیتے ہین۔ پھر اگر اس کا نتیجہ ہمارے ملک کے واسطے برا نہ نکلے اور بیوہ عورتونکی
تعداد زیادہ ہوکر ہمیشہ پولس کے روزنامچے اور عدالتون مین عجیب کارنامے پیش ہون
تو کوئی اچنبا نہین ہے ابھی حال ہی مین احاطۂ مدراس کے جوڈیشنل افسر کو جن کی عمر (۵۰)
سال کی ہے کیا سوجھی کہ دس سالہ معصوم لڑکی کے ساتھ آپ کی شادی ہونیوالی
تھی۔ مگر ہمارے بھائیون نے اس خوفناک واقعہ کے برخلاف زوردار پبلک جلسہ کیا۔ امید
یہ بھی خواہ اس معصوم لڑکی کی نازک حالت پر رحم کرکے اس کو اندھے کنوئین مین گرنے
سے بچاوینگے۔ مگر تعجب تو ان جوڈیشل افسر کی لیاقت اور سمجھ پر ہے کہ انھون نے کس برتے
پر تتا پانی۔ یہ نہ سمجھا کہ سن شریف تو (۵۰) سال ہوگیا ہے اور شادی بھی ایسی معصوم لڑکی
سے ٹھہرائی ہے جو پوتیون کے برابر ہے غالباً اس کے عالم شباب ہونے تک آپ قبر مین
براجمان یا چتا پر ہونگے۔ اور اس بیچاری کا عقد ثانی نہ ہونے کی وجہ سے جو کچھ حال ہوگا کیا
اس کی دود آہ ہمیشہ کے واسطے آپ کو دوزخ مین نہ ڈالیگی۔ اور اگر وہ بشریت
کے لحاظ سے دنیاوی آفتون کا مقابلہ نہ کرسکی تو اس کی بدچلنی کی وجہ سے جو کلنک
کا بدنما ٹیکا ہمیشہ کے واسطے تمکو اور تمہارے خاندان کو لگیگا کیا اس کا موازنہ تمہارا جوڈیشل
تجربہ کرسکا۔ ناظرین اگر فہمیدہ اور تجربہ کار اشخاص کا یہ شیوہ ہے تو آپ جملہ حصہ ملک مین
ناخواندہ اور جاہلون کا جو خوردسالی کی شادی کے رواج کے دلدادہ ہین اندازہ لگا سکتے
ہین ان کی یہ پابندی ملک کے واسطے کسقدر غارت کن ہے۔ اور پھر ان عورتون پر
جو خوردسالی کی حالت مین بیوہ ہوجاوین اور رسم و رواج کے مطابق عقد ثانی سے
محروم رہین اور روحانی اور دنیاوی حالتون کا معاینہ کرکے خود صبر سے اپنی خواہش حیوانی
[illegible] حالت کو نہ دیکھکر انکو

نشانۂ ملامت بنانا کسقدر غیر موزوں ہے۔ اسلئے ملک کے خیرخواہوں اور ریفارمروں کو مقدور
کوشش یہ کرنی چاہئے کہ جہانتک ہوسکے ملک سے خورد سالی کی شادی کے رواج کو دور
کریں۔ یورپ کے علاوہ بزرگان سلف کے طریقوں پر غور کریں کہ وہ کسقدر خورد
سالی کی شادی کے مخالف تھے۔

بیچاری کنواریاں

اِن کی حالت غریب بیواؤں سے بھی بدتر ہے اُن کو تو یہی رنج ہے کہ ان کا جوڑا ٹوٹ گیا
رونا ہے۔ اور اِن کو اپنی آیندہ قسمت کا خیال رُلا رُلا دیتا ہے۔ یہ کلمہ کسی ظالم کی زبان
سے بے ساختہ نکل جاتا ہے جب کسی بدذات شوہر سے پالا پڑ جاتا ہے اٹھلانے کے دن
ل نعام کے ریحانی میں آ جب انہیں یہ روز بد دیکھنا ہوتا ہے کہ ایک لیا شوہر
محبت کرنے والا شوہر حاکم وقت کیطرح انہیں اپنے احکام کی پابندی پر مجبور کرتا ہے تو
یہ سب بے ساختہ کہہ اٹھتی ہیں ہائے والدین نے ہمیں کس ظالم کے پلے باندھ دیا۔ بیوہ
ایسے ظلم کی تلافی کرنے پر اچھی طرح قادر ہیں برعکس اسکے بیچاری لڑکیاں بالکل
قادر نہیں ان کے عیش آرام مردوں ہی کے ہاتھ ہے اگر یہ کچھ بھی خلاف مرضی شوہر
کے کریں تو معاً ہی وہ اپنی خاطر خواہ دوسری بیوی کرے اور متواتر صدموں سے
انہیں چور کر ڈالے۔

اِس کو ہندوستانی خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لڑکی کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے
پھر بھی یہ لوگ صرف نسب ہی کی تحقیقات پر اکتفا کرکے لڑکی کو ایک ظالم کے حوالہ
کر دیتے ہیں بیشک لڑکی کا معاملہ بہت زیادہ نازک ہے ایک بچی نسبت کا چھوٹ
جانا اُسے شریفوں میں ہمیشہ کے لئے بیوہ کی طرح عمر بسر کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ نیک
بدذات بیہودہ اور ننگ خاندان شوہر کا طلاق دینا جس کا بھی کبھی کبھی ظہور ہو جایا کرتا
ہے بیشک یہ وقت لڑکی کے لئے مر جانے سے بدتر ہے یعنی اب دوسرے موقع

عرب کے جاہل شریف تو ایسے وقت مین لڑکی اور طالق (طلاق دینے والا) دونون کو دنیا سے نکال دیتے ہین سب بیچارے ہندوستانی اسیر تو قادر نہین ہین اور زعدانہ کرے که وه اس بیهودگی پہ قادر ہون مگر پھر بھی مطلقہ کی مظلوم صورت انھین رُلا رُلا دیتی ہی۔

ہماری دانست مین لڑکی والون کو ذیل کی باتین علاوه دریافت نسب حسب کے اور پکی پکی تحقیق کر لینی چاہئین -

نمبر (۱) مذہب - کیونکہ ہندوستان مین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شیعہ وسنی آپسمین قرابت کر لیتے ہین اگرچہ شرعاً حرام نہین مگر مکروه ضرور ہے اور لڑکی اپنے غیرمذہب والونمین بہت ہی تکلیف سے بسر کرتی ہے۔

نمبر (۲) - لڑکا پڑھا لکھا ہے یا جاہل - کیونکہ جاہل کے خیالات سوسائٹی کے ہاتھ مین ہوتے ہین اور وه اپنا اچھا برا خاک نہین سوچتا - اس حالت مین بھی لڑکی بہت تکلیف اٹھاتی ہے۔

نمبر (۳) - چال چلن - کیونکہ اگر شوہر شریف عالم اور ہم مذہب بھی ہو مگر ان کے چال چلن خراب ہون تو ایسے بدچلن کے گھر لڑکی شاہد سے نہین ره سکتی -

نمبر (۴) - آیا لڑکے کی رضامندی اِسی لڑکی سے شادی کرنے کی ہے یا مجبوری والدین کے کہنے سے وه راضی ہو گیا ہے - کیونکہ اگر شادی خلاف مرضی ہوی تو اثر کا اثر دونون کے لئے ہمیشہ خراب نتیجہ پیدا کیا کرتا ہے -

یہ سب باتین لڑکی کو بھی معلوم ہونا چاہئین اور پھر اُس کا استمزاج لینا ضروری بلکہ بہت ضروری اور لڑکون کے بہ نسبت ہزار درجہ ضروری ہے - کیونکہ بیچاری لڑکی کو مطیع رہنا پڑتا ہے نہ لڑکے کو اور خلاف مرضی شادی لڑکیون کی جان لیلیا کرتی ہے - ابھی حال مین ایک صاحب کی چھوٹی لڑکی خلاف مرضی ایک آدمی سے بیاہی گئی ہے - ہم خیال کرتے ہین کہ آینده ہمین اس کا بڑا دلگداز قصہ سننا پڑیگا -

مراقمہ ل - ه - از بھوپال

تفسیر آیۂ غض البصر علی ما فسرہ امام الرازی مع الحواشی

(آیت) قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلک ازکی لهم ان الله خبیر بما یصنعون ۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی اخواتهن او نسائهن او ما ملکت ایمانهن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی الله جمیعا ایه المؤمنون لعلکم تفلحون ۔ (سورۂ نور آیت ۳۰ و ۳۱)

ترجمہ (اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں اون کی زیادہ صفائی ہے۔ (لوگ) جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو اسب خبر ہے اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنے (مواقع) زینت (مطلقہ یعنی ظاہری اور پوشیدہ) کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو اوس جگہ میں سے (عادۃً)[2] کھلا رہتا ہے۔ (یعنی منہ اور ہاتھ) اور اپنے گریبانوں پر دوپٹے اسکے آنچل ڈالے رہیں۔ اور اپنی زینت (خفیہ) کو (جو آنچل سے چھپائی جاتی ہے) ظاہر نہ ہونے دیں

---

[1] آیندہ مضمون پڑہنے سے معلوم ہوگا کہ امام فخر الدین رازی نے لفظ "زینت" اوّل سے زینت مطلقہ مراد لی ہے اور لفظ "زینت" ثانی سے زینت خفیہ مراد لی ہے۔

[2] یہ لفظ بھی تفسیر کبیر سے لیا گیا ہے۔

مگر اپنے شوہرون پر - یا اپنے باپ پر - یا اپنے خاوند کے باپ پر - یا اپنے بیٹون پر - یا اپنے شوہرون کے بیٹون پر - یا اپنے بھائیون پر - یا اپنے بھتیجون پر - یا اپنے بھانجون پر - یا اپنی (جیسی تمام) عورتون پر - یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلامون) پر - یا متوسلین[عٓلہ] مردون پر کہ جو بلا نیت (خواہش شہوت (ساتھ رہتے) مین - یا لڑکون پر کہ جو عورتون کی شرمگاہ[عٓ] (کے افعال) سے (ابھی تک) آگاہ نہین -

اور عورتین (چلنے مین ایسے) دہاکے سے اپنے پیر (زمین پر) نہ رکھین کہ لوگون کو اون کی اندرونی زینت (یعنی زیور) کی خبر ہو - اور مسلمانو! تم سب اللہ کی جناب مین (جاہلیت کی رسمون سے) توبہ کرو تاکہ تم (دنیا و آخرت مین) فلاح پاؤ -

امام رازی اس آیت کی تفسیر اس طرح تحریر فرماتے مین - "جاننا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ نے جس طرح مردون کو غض بصر اور حفظ فرج کا حکم دیا ہے - اوسی طرح عورتون کو بھی حکم دیا ہے - لیکن اون کو اتنا حکم اور دیا ہے کہ وہ اپنی زینتین سب پر ظاہر نہ کیا کرین مگر خاص خاص لوگون پر"

قولہ تعالے یغضوا من ابصارھم - اس جگہ چند مسائل مین -

مسئلہ اول - (امام صاحب نے مسئلہ اول مین لفظ "من" کی نسبت صرف نحوی بحث کی ہے) -

مسئلہ ثانی - چھپانے کی چیزون مین چار قسم کی نسبتین ہین - یعنی مرد کا ستر مرد سے - عورت کا ستر عورت سے - عورت کا ستر مرد سے اور مرد کا ستر عورت سے -

---

عٓلہ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ "المراد بنسائھن جمیع النساء وھذا ھو المذھب" یعنی "نسائھن" سے تمام جنس نساء مراد ہے اور یہی مذہب ٹھیک ہے - اور جو عورتون سے مسلمان عورتین مراد لیتے ہین وہ استحباب و اولیت پر مبنی ہے -

عٓلہ مولوی نذیر احمد صاحب نے لفظ "تابعین" کا ترجمہ "خدمتیون" کیا ہے - اور شاہ ولی اللہ صاحب نے "طفیلیان" کیا ہے مگر ہم نے لفظ "متوسلین" اختیار کیا - جو کہ جزوی صالی وسعت پر دلالت کرتا ہے اور دونو معنون پر حاوی ہے -

عٓ شاہ ولی اللہ صاحب نے لفظ "عورات" کا ترجمہ شرمگاہ کیا ہے -

(۱) مرد کا ستر مرد سے

مرد کو مرد کا تمام بدن دیکھنا جائز ہے ۔ مگر مقام ستر ۔ مرد کا مقام ستر ناف اور گھٹنہ کے درمیان ہے ۔
لیکن خود ناف اور گھٹنہ داخل ستر نہین ۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گھٹنہ داخل ستر ہے
اور امام مالک کے نزدیک ران بھی ستر مین شامل نہین ۔ مگر دلائل اس بات کے موجود ہین کہ ران بھی
مقام ستر ہے ۔ چنانچہ حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم مسجد مین اون کے پاس تشریف
لائے ۔ اور اون کی (یعنی حذیفہ کی) ران کھلی ہوئی تھی ۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اپنی ران ڈھک لو
اس لئے کہ یہ بھی مقام ستر ہے ۔ اور نیز آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ " نہ اپنی ران کھولو اور نہ کسی
زندہ اور مردہ کی کھلی ہوئی ران کو دیکھو "
اور اگر مرد مرد کے چہرہ یا تمام بدن کے دیکھنے مین شہوت کے برانگیختہ ہونے کا خوف کرے
مثلاً امرد کو دیکھکر ۔ تو اوس کو بھی اوس کا دیکھنا درست نہین ۔ مرد کو مرد کے ساتھ ایک بستر مین
لیٹنا بھی جائز نہین ۔ اگرچہ کہ دونون بستر کے ایک ایک جانب لیٹے ہوئے ہون ۔ ابو سعید
خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ " نہ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے مین
شب باشی کرے اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے مین شب باشی کرے " (موانع
ہیجان طبع مین)
معانقہ اور منہ پر بوسہ دینا بھی مکروہ ہے ۔ مگر یہ کہ اپنے بچے کا پیار سے منہ چوم لے اور اوس کو
گلے سے لگائے ۔ لیکن مصافحہ مستحب ہے ۔[۱]
حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ جب ہم مین سے
کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا وہ اوس کی تواضع کے لئے جھک جایا کرے ؟

---

[۱] مین کہتا ہون کہ بہایم طبع انسانون کا تو انسانون کی سوسائٹی مین آنا ہی مضر ہے ۔ اسی لئے کہ انسانون کو
اون سے صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے ۔ چہ جائیکہ وہ لوگ جو انسانی ملاقات سے حیوانی ملاقات کے
خواہشمند ہو جائین ۔ اون سے تو ہاتھ ملانا بھی جائز نہ ہونا چاہیے ۔

آپ نے فرمایا کہ "نہیں"۔ پھر اوس شخص نے پوچھا کہ کیا گلے سے لگا کر اوس کو بوسہ دیا کرے"؟
آپ نے فرمایا کہ "نہیں"۔ پھر اوس نے دریافت کیا کہ کیا اوس کی ہاتھ پکڑ کر اوس سے مصافحہ کیا کرے"
آپ نے فرمایا کہ "ہاں"۔

عورت کا ستر عورت سے ۔ عورت سے عورت کے ستر کا حکم بھی ایسا ہی ہے جیسے کہ مرد سے مرد کا ستر ۔ عورت کو عورت کا تمام بدن دیکھنا جائز ہے مگر ناف اور گھٹنے کے درمیان کا جسم دیکھنا اور مضاجعت جائز نہیں ہے ۔

کیا عورت ذمیہ مسلمان عورت کا بدن دیکھ سکتی ہے ؟ ۔

بعضوں نے کہا ہے کہ مسلمان عورت کی طرح ایک ذمیہ بھی مسلمان عورت کا بدن دیکھ سکتی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں[۱] ۔ اسلئے کہ وہ بحیثیت مذہب اجنبی عورت ہے ۔
اس لئے کہ خداوند تعالی نے اسی آیت میں جہاں عورت کو عورت پر کشف بدن کی اجازت دی ہے وہاں "نسائهن[۲]" فرمایا ہے ۔ یعنی اپنی عورتیں ۔ اور عورت ذمیہ بوجہ اختلاف مذہب ہم میں شمار نہیں ہو سکتی ۔

---

[۱] عجیب تماشا ہے ۔ عورت ذمیہ کو چور رہنا نا جائز ۔ ماں بہن کے ساتھ گھر میں لاکر رکھنا جائز ۔ مگر بدن کا دیکھنا ناجائز ۔ اس بیہودہ مسئلہ سے منافرت اخلاقی پیدا ہو کر تدبیر منزل میں جو مشکلات پیدا ہوں گی اون کا ذمہ دار کون ہوگا ۔ اگر یہ باتیں ہوتیں تو اسلام ایک ذمیہ عورت کو خاندان کا رکن بنانیکی کبھی اجازت نہ دیتا ۔ اور اگر بدن سے مواقع ستر مراد ہیں تو اون کا چھپانا تو ایک مسلمان عورت سے بھی اوسی طرح فرض ہے کہ جیسے غیر مسلمان عورت سے ۔
[۲] مگر آگے چلکر خود امام صاحب لفظ "نسائهن" کی تفسیر میں عام عورتیں مراد لیتے ہیں اور اسی کو صحیح مذہب قرار دیتے ہیں ۔ خیر کوئی معنی ہوں ۔ مگر ان دونوں صورتوں میں امام صاحب نے حجاب کے مسائل نہیں بلکہ ستر کے مسائل بیان کئے ہیں ۔ اور بعض لوگوں نے عورت ذمیہ سے مسلمان عورت کے اوس حصہ جسم کو چھپانے کی رائے دی ہے کہ جس کو وہ مستثنیات فی القرآن میں ظاہر کر سکتی ہے ۔

[۳] تیسری اور چوتھی سورت سے شروع ہوتے ہیں کہ جن میں عورت اور مرد کے باہم دیکھنے کا ذکر ہے ۔ ۱۲

عورت کا ستر مرد سے - یعنی کن صورتوں میں مرد عورت کے کس حصۂ جسم کو دیکھ سکتا ہے

عورت یا تو اجنبی ہوگی - یا محرم - یا مستمنعہ (یعنی جس پر حق تصرف حاصل ہو)

اجنبی عورت کی احکام - اجنبی عورت یا تو آزاد ہوگی یا باندی - اگر آزاد ہے تو اوس کا تمام جسم ستر ہے - اور مرد کو سوای اوس کا منہ اور ہاتھ دیکھنے کے دوسرے حصہ جسم کا (بدون ساتر لباس کے) دیکھنا ناجائز ہے - اس لیے کہ عورت بیع و شرا اور لینے دینے کے واسطے اپنا منہ اور ہاتھ کھولنے کی محتاج ہے - اور ہاتھ سے ہماری مراد پہونچے تک کف دست اور پشت دست مراد ہے -

بعضوں نے کہا ہے کہ پشت دست بھی ستر میں داخل ہے -

جاننا چاہیے کہ ہمارے ان دونوں قولوں میں کہ حرہ اجنبیہ کے بدن کا کوئی حصہ (علاوہ منہ اور ہاتھ کے) دیکھنا جائز نہیں ہے - مگر اوس کا منہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے - چند مستثنیات بھی ہیں

الکلام الاول - عورت کا منہ اور ہاتھ کا دیکھنا جائز ہے - یہ تین قسم پر ہے -

اول یہ کہ اس دیکھنے میں نہ کوئی غرض ہو اور نہ فتنہ -

دوسرے یہ کہ غرض ہو مگر کوئی فتنہ نہ ہو -

تیسرے یہ کہ فتنہ اور غرض دونوں ہوں -

قسم اول - یعنی جہاں نہ غرض ہو نہ فتنہ - اس صورت میں اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف قصداً بلا کسی غرض کے دیکھنا جائز نہیں - اور اگر دفعتہً نظر پڑ بھی جائے تو اس الہامی فرمان کے مطابق آنکھیں نیچی کرلینی چاہئیں - کہ "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم"

اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر محل خوف نہ ہو تو ایک مرتبہ کا دیکھ لینا جائز ہے - امام ابو حنیفہ رحمہ کا بھی یہی قول ہے - مگر دوبارہ نظر ڈالنا جائز نہیں - اس لیے کہ خداوند تعالی فرماتا ہے کہ "ان السمع والبصر والفواد کل اولئک عنہ مسئولا" - یعنی کان آنکھ اور دل یہ سب ایک محل باز پرس ہونگے -

اور نیز آنحضرتؐ نے بھی فرمایا ہے کہ "اے علیؓ نظر کے بعد نظر مت ڈال۔ اس لئے کہ پہلی نظر تو تیری ہے مگر دوسری نظر تیری نہیں" (یعنی دوسری شیطانی نظر ہے) جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے نظر فجاءۃ کا حکم دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "میں اپنی نظر پھیر لیا کروں"۔ چونکہ غالباً نظر اولیٰ سے بچنا ناممکن ہے۔ لہذا اختیاری و غیر اختیاری دونوں نظریں معاف کی گئیں۔

قسم ثانی۔ یعنی جس جگہ غرض ہوا اور فتنہ نہ ہو۔ یہاں چند صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو مرد اوس عورت کا منہ اور ہاتھ دیکھنے کا مجاز ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے انصار کی عورتوں میں سے ایک کے ساتھ شادی کرنی چاہی۔ رسول اللہ صلعم نے اوس شخص کو حکم دیا کہ "اوس عورت کو دیکھ لے۔ اس لئے کہ انصار کی آنکھوں میں کوئی بات ہوا کرتی ہے"۔ اور نیز رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے منگنی کرے تو اوس پر کچھ گناہ نہیں کہ اوس عورت کو دیکھ لینے میں کچھ قباحت یا عیب نہیں"۔ اس لئے کہ وہ صرف منگنی کے لئے اوس کو دیکھتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی۔ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے دریافت کیا کہ "کیا تو نے اوس کو دیکھ لیا ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "نہیں"۔ آپ نے فرمایا کہ "دیکھ لے۔ کیونکہ یہ بات تم دونوں میں الفت قائم رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے"۔

پس یہ تمام دلیلیں ہیں اس بات پر کہ اجنبی عورت کا منہ اور ہاتھ بنظر شہوت نکاح کی نیت سے دیکھنا جائز ہے۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا یہ قول بھی اس بات پر دلیل ہے (جہاں اوس نے رسول اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے) کہ "لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن"۔ (یعنی اے پیغمبر اس وقت کے بعد (دوسری) عورتیں تم کو درست نہیں۔ اور نہ یہ (درست ہے) کہ اون کو بدل کر دوسری بی بیاں کر لو۔ گو اونکا (صورت) تم کو کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں کا حسن

رسول اللہ کو اون کے منہ دیکھنے کے بعد ہی تعجب مین ڈال سکتا تھا۔
دوسرے یہ کہ مرد کو باندی کے خریدنے کے وقت سوا ستر کے اوس کا تمام بدن دیکھنا جائز ہے۔
تیسرے یہ کہ بیع وشرا کے وقت مرد آزاد عورت کے چہرہ کو بنظر غور و تامل دیکھ سکتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت اوس کو پہچان سکے۔
چوتھے یہ کہ مرد شہادت کے وقت مرد عورت کا صرف چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے کہ شناخت چہرہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

قسم ثالث یعنی مرد شہوت کی نظر سے عورت کی طرف دیکھے۔ یہ ممنوع ہے۔
رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "آنکھیں بھی زنا کرتی ہین" اور جابر سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت سے نظر فجاءۃ کی نسبت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا مین اپنی نظر پھیر لیا کرون۔"
اور بیان کیا جاتا ہے کہ توراۃ مین یہ لکھا ہے کہ "نظر دل مین شہوت کا بیج بوتی ہے اور اکثر شہوتون سے بڑا بھاری صدمہ پہنچتا ہے۔"

الکلام الثانی اجنبی مرد کو اجنبی عورت کا بدن (منہ اور ہاتھ کے علاوہ) دیکھنا جائز نہین مگر چند صورتون مین۔
پہلی صورت۔ طبیب مین معالجہ کی غرض سے اجنبی عورت کا بدن دیکھ سکتا ہے۔ جیسے کہ ختنہ کرنے والون کو مختونون[۱] کی شرمگاہ کا دیکھنا جائز ہے۔
دوسری صورت۔ تحمل شہادت زنا کے لیے زنا کرنے والون کی شرمگاہون کا نظر بالقصد دیکھنا جائز ہے۔ اوراسی طرح شہادت ولادت اور شہادت رضاعت کے لیے عورت کی شرمگاہ اور پستانون کا دیکھنا جائز ہے۔

---

[۱] یہ ملحوظ رہے کہ عرب مین عورتون کی ختنہ کا بھی دستور تھا۔

ابو سعید اصطخری کا قول ہے کہ مرد کو ان مواضع کا دیکھنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ زنا کے صدمات پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور ولادت و رضاع میں عورت کی شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔ لہذا مرد کا شہادت کی غرض سے دیکھنا کچھ ضرور نہیں۔

تیسری صورت۔ اگر کوئی عورت پانی یا آگ میں گر پڑے تو اوس کے بچانے کے لئے اوس کا بدن چھونا جائز ہے۔

اور اگر اجنبی عورت باندی ہے۔ تو بعضوں کے نزدیک اوس کا ستر ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اور بعض کے نزدیک وہ حصہ جسم کہ جو کاروبار کے وقت کھل نہ جاتا ہو۔ اس قول سے اوس کا سر کھوپڑی پنڈلیاں گلا اور سینہ ستر سے خارج ہو گیا۔ علی ہذا امہ کی پشت و شکم اور کھوپڑی سے اوپر کے حصہ بدن کے ستر ہونے میں بھی علما کا اختلاف ہے۔ مرد کو کسی حال میں باندی کا بدن چھونا جائز نہیں ہے اور نہ باندی کو مرد کا۔ یہاں تک کہ حجامت و اکتحال وغیرہ کی غرض سے بھی مس جائز نہیں۔ اس لئے کہ لمس (ہیجان شہوت میں) نظر سے بہت زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انزال باللمس روزہ کو توڑ دیتا ہے اور انزال بالنظر نہیں توڑتا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا تو یہ قول ہے کہ امہ کا وہ تمام حصہ بدن چھونا بھی جائز ہے کہ جس کا دیکھنا جائز ہے۔

محرم عورت کے احکام۔ وہ عورت اگر نسب۔ یا رضاعت۔ یا سسرالی رشتہ سے محرمات میں سے ہے تو اوس کا ستر اپنے ذی محارم سے مرد کے ستر کی طرح ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ اوس کا ستر بدن کا صرف اس قدر حصہ ہے کہ جو کام کاج میں نہ کھل جایا کرتا ہو۔ اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور باقی تمام تفصیل

علہ امام صاحب شاید چھونے کا ذکر بھول گئے۔ اس لئے کہ کسی شخص کو پانی یا آگ سے بچانا بدون ہاتھ کی مدد کے کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ اگر کسی مشین سے یہ کام لیا جا سکے تو صرف دیکھنے سے کام چل سکتا ہے۔

آیت ہذا کی تفسیر میں آگے آئی ہے۔

مستمتعہ عورتوں کے احکام — اور اگر عورت مستمتعہ ہے۔ جیسے بیوی اور وہ باندی کہ جس سے وطی جائز ہے تو مرد اوس کا تمام بدن حتیٰ کہ شرمگاہ بھی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن اوس کی شرمگاہ کا دیکھنا بھی ویسا ہی مکروہ ہے جیسا کہ مرد کو خود اپنی شرمگاہ کا (بلا ضرورت) دیکھنا مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ روایت کی گئی ہے کہ شرمگاہوں کے دیکھنے سے بینائی کو نقصان پہنچتا ہے بعض علما کا یہ بھی قول ہے کہ عورت مستمتعہ کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں قنہ (خالص لونڈی کہ جس میں حرّیت کا کوئی استحقاق کی کوئی حیثیت پیدا ہوگئی ہو) اور مدبرہ (جس کی آزادی مالک کے مرنے کے بعد مشروط کر دی گئی ہو) اُم ولد (جس کے بطن سے مالک کے نطفہ سے اولاد پیدا ہوئی ہو) اور مرہونہ (جو کسی دوسرے کے پاس رہن ہو) سب یکساں ہیں۔ لیکن اگر باندی مجوسیہ یا مرتدہ یا بت پرست یا مشرک یا شوہر والی یا مکاتبہ (جس باندی نے اپنے مالک کو ایک رقم معین ادا کر دینے کے بعد آزادی کا معاہدہ ہو جاتا ہے) ہے۔ تو وہ اجنبی عورت کے مانند ہے۔ عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام یا نوکر سے کر دے تو نکاح کے بعد باندی کے ناف اور گھٹنے کے درمیان کے جسم کو نہ دیکھے۔"

مرد کا ستر عورت سے یعنی عورت کن صورتوں میں مرد کے کس حصّہ جسم کو دیکھ سکتی ہے

(اجنبی مرد کا حکم) مرد اگر اجنبی ہے تو اوس کا ستر عورت سے ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مرد کا تمام بدن منہ اور ہاتھ کے علاوہ (عورت کے حق میں) ستر ہے جیسے کہ عورت (کا تمام بدن منہ اور ہاتھ کے علاوہ) مرد کے حق میں ستر ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے (یہ مسئلہ گزشتہ صورتوں) عورت کا ستر مرد سے کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ عورت کا بدن فی ذاتہ (علاوہ منہ اور ہاتھ کے) ستر ہے۔ اور اس کی یہ وجہ ہے کہ اگر عورت کا بدن کھلا ہو تو اوس کی نماز درست نہیں ہوتی۔ اور مرد کا بدن اس کے برخلاف ہے۔ خوف شر کے وقت عورت کو قصداً اور مکرّر مرد کے چہرہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں۔ اس واسطے کہ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں اور میمونہ رسول اللہ صلعم کے پاس تھیں کہ ابن ام مکتوم آئے۔ اور ہمارے پاس تک چلے آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم اوس سے چھپ

کیون نہین جاتین"۔ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہین کہ جو ہم کو نہ دیکھتا ہو"؟ آپ نے فرمایا
کہ "تم تو اندھی نہین ہو کہ اوس کو نہ دیکھتی ہو"۔

مرد محرم کا حکم۔ اور اگر مرد عورت کا محرم ہے تو اس مرد کا ستر عورت سے ناف اور گھٹنے کی
درمیان (کا حصہ جسم) ہے۔ اور اگر مرد عورت کا شوہر یا مالک ہے کہ جس کے ساتھ وطی کرنا
بھی درست ہے تو یہ عورت اس مرد کا تمام بدن دیکھ سکتی ہے۔ بجز اس کے کہ شرمگاہ کی طرف دیکھنا
مکروہ ہو۔ جیسے کہ مرد کو بھی (اپنی مستمتعہ) عورت کی شرمگاہ دیکھنا مکروہ ہے۔ مرد کو خالی مکان مین
ننگا بیٹھنا جائز نہین۔ اوس کو چاہئے کہ (ہر حالت مین) اپنا ستر ڈھکا رکھے۔ روایت ہے کہ ننگے
ہونے کی نسبت رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اللہ (اس بات کا) زیادہ مستحق
ہے کہ اوس سے حیا کی جائے"۔ اور انحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "ننگے ہونے سے بچو۔ اس لئے
کہ تمھارے ساتھ وہ (خدا) رہتا ہے کہ جو تم سے جدا نہین ہوتا۔ مگر پاخانے[۱] مین جانے کے وقت
یا اپنی بیوی سے صحبت کے وقت"۔ واللہ اعلم۔

تیسرا مسئلہ۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ "**یغضوا من ابصارھم**"
سے کیا مراد ہے۔ اونھون نے کہا کہ "سر کی آنکھین ممنوع چیزون کے دیکھنے سے بچی رہنی چاہئین
اور دل کی آنکھین ماسوائے ذات باری سے"۔

قولہ تعالی **ویحفظوا فروجھم**۔ یعنی مومنین اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرین۔ حفظ فروج
سے یہ مراد ہے کہ جو چیزین حلال نہین اون سے شرمگاہون کی حفاظت کی جائے۔ ابو العالیہ کا
قول ہے کہ خدا نے جہان جہان قرآن مین "**یحفظوا فروجھم**" اور "**یحفظن فروجھن**" فرمایا ہے
اور ان سب آیتون مین زنا سے محفوظ رہنا مقصود ہے۔ مگر سورۂ نور مین "**یحفظوا فروجھم**"

۱؎ اس کا مطلب یہ نہین کہ ان اوقات مین خدا اپنے بندہ کے پاس سے علحدہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان ضرورتون کے وقت شرمگاہون کا ننگا رکھنا خدا کے ساتھ بے حیائی کرنے مین داخل نہین۔

اور "یحفظن فروجھن" سے یہ مراد ہے کہ شرمگاہوں کے دیکھنے سے محفوظ رہنا چاہیے
مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اس لئے کہ آیت مین اس تخصیص معنی پر کوئی دلالت نھین۔ بلکہ آیت کا اقتضا
ظاہری تو یہ ہے کہ "حفظ فروج" سے وہ تمام چیزین مثل زنا مس اور نظر (قصداً بلا ضرورت) کے
مراد لی جائین کہ جن کو خدا تعالی نے حرام کیا ہے۔ اور اگر "حفظ فروج" سے اون کے دیکھنے ہی کی ممانعت
مراد لی جاسے تو "وطی" اور "مس" بھی بوجہ اپنی شدت و غلظت کے (لزوماً) آیت مین داخل ہو جاوینگے۔
اور اگر خدا تعالی نظر کو منصوص بھی کر دیتا۔ تب بھی آیت کے مفہوم مین "وطی اور مس"
کے بچنے کا وجوب داخل ہوتا۔ جیسے "لا تقل لھما اف" مین (یعنی ماں کی شان مین اف تک
نکہو) باقتضای آیت "اف" سے زیادہ سخت باتون یعنی سب و شتم اور مار پیٹ کی ممانعت بھی داخل ہے
قولہ تعالی ذٰلک ازکٰی لھم یعنی اس فرمان پر عمل کرنا مسلمانون کے نفسون کو
پاک صاف کرنیوالا ہے۔ اسلیے کہ یہ ایسی بات ہے کہ جس سے اون کے نفوس مزکی ہونگے
اور وہ ثنا و مدح کے مستحق ٹھہرینگے۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ خدا تعالی نے اس خطاب مین صرف
مسلمانون ہی کو مخصوص کیا ہے اور یہ آیت اون ہی کے تزکیہ نفوس کے لئے ہے اورونکے واسطے نہین [۵۱]

---

[۵۱] افسوس ہے ہندوستان کے مسلمانون پر کہ اون کا خدا تو صرف انکھین نیچی کرنے کو تزکیہ نفوس اور اعلی درجہ شرافت انسانی پر پہنچنے
کیلئے تجویز کرے۔ اور صیغہ تفضیل کے ساتھ ذٰلک ازکٰی لھم فرمائے جس کا مطلب یہ ہے کہ غض بصر تمہارے حق مین بہ نسبت [illegible] تزکی نفوس اور زینت
حفظ فروج کا۔ مگر وہ خود پرست و ناخدا پرست اس حکم کو ناکافی تصور کرین۔ اور جس حد کو خدا نے اون کے امراض قلوب کے لئے تشخیص کیا ہے
اوس کو غیر شافی خیال کر کے اپنی طرف سے اوسمین ایک ایزاد کرین۔ پھر کیا جان [illegible] خدا ترس مسلمانون کا کہ جو عورتون کو اسلئے قید کر رکھین کہ اون پر بھی
چار مین رو سکے اور جسکے عذاب توڑین اور اس پردہ کی بدولت اون کی باز پرس سنبھال سکے۔ پھر کوئی نہین ہے کو الا یہ کوئی [illegible] شریعت کے جو انکی من مانی ظلم کا خواہشات
کا تماشا کرتی ہو۔ اور جس کو یہ الیوم اکملت لکم دینکم کا مصداق [illegible] سکین۔ [illegible] موجودہ شریعت [illegible] تماشا [illegible] بعد [illegible]
[illegible] خود نازل ہوا ہو جس مین انکو اپنی ہاتھون اپنی شریعت مین اصلاح کرنیکی ضرورت پڑا کرے [illegible] کہ جسنے ہندوستان کے مسلمانکو دین و دنیا دونو جگہ ناکام کر رکھا ہے۔

[۵۲] اسلیے کہ تزکیہ نفس اول اسلام سے ہوچکا ہے۔ اور اوس کے بعد پھر فروعات اور جزئیات سے۔

قولہ تعالیٰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ "یعنی مسلمان عورتوں سے کہدو کہ وہ بھی مردوں کی طرح اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اس جگہ بھی وہی مسائل و مباحث ہیں کہ جو اوپر مذکور ہوئے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس آیت میں "غضِ بصر" کو "حفظِ فرج" پر کیوں مقدم رکھا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نظر زنا اور فسق و فجور کی قاصد ہے جس میں لوگ شدت و کثرت سے مبتلا ہو جایا کرتے ہیں۔ اور مشکل سے بچ سکتے ہیں۔ اس لئے آنکھ نیچی کرنے کو مقدم رکھا تاکہ راستہ ہی مسدود ہو جائے۔

قولہ تعالیٰ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ یعنی عورتیں اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ کیا کریں مگر جو عادۃً اس میں سے کھلا رہتا ہو۔ یہ حکم علی الاغلبیت عورتوں سے مخصوص ہے اور علی الاغلبیت اس لئے کہا گیا کہ مردوں کو بھی جنبی عورتوں پر اپنے زیور اور لباس وغیرہ کی زینت کا اظہار ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ بھی فتنہ سے خالی نہیں۔

اس جگہ چند مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ زینت نساء میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ "زینۃ" ایک رسم ہے جس کا اطلاق ان دونوں زینتوں پر ہوتا ہے کہ جو خلقۃً انسان کے بدن میں پیدا

لہٰ زینتِ خلقی اور محاسن خلقی سے وہ تمام چیزیں اور اعضاء مراد ہیں کہ جن سے ایک عورت میں دلکشی اور کمال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ کوئی عرض نہیں کہ جو بیان نہ ہو سکے۔ وہ چہرہ مہرہ۔ گردن۔ بال۔ آنکھ۔ ناک اور سینہ وغیرہ ہے۔ کہ جس کو ہر ایک اپنے مذاق کے مطابق عورت کے محاسن میں شمار کرتا ہے۔ اور زینتِ غیر خلقی سے مراد زیور مہندی۔ سرمہ اور لباس وغیرہ ہے۔ ہم نے جو محاسن خلقی کے یہ معنی لکھے ہیں۔ آگے چلکر خود امام صاحب کے بیان سے معلوم ہو جائینگے۔ جہاں انہوں نے "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" کی تفسیر لکھی ہے۔ ۱۲

کی گئی ہین۔ اور یا جن کو انسان خود از قبیل لباس وزیور وغیرہ بغرض زیبائش اختیار کرتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو تسلیم نہین کرتے کہ لفظ "زینت" کا اطلاق محاسن خلقی پر کیا جائے اسلیے کہ خلقی زینت پر یہ نہین کہا جاتا کہ یہ عورت کی زینت ہے۔ بلکہ زینت سرمہ او خضاب وغیرہ جیسی اکتسابی چیزین کہلائی جاتی ہین۔ مگر قریب الفہم یہ ہے کہ زینت مین خلقی زینت بھی داخل ہے اس کی دو دلیلین ہین۔

پہلی دلیل۔ اکثر عورتین صرف محاسن خلقی ہی کی مالک ہین۔ اور وہ ان تمام چیزون سے محروم ہوتی ہین کہ جن کو زینت خیال کیا جاتا ہے۔ (جیسے زیور اور عمدہ لباس وغیرہ) پس جب ہم اس زینت کو خلقی زینت پر محمول کرتے ہین تو اس کی بابت حکم عام ادا ہوتا ہے (جیسا کہ قرآن کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے) اور خلقی زینت کے علاوہ دوسری زینت کا داخل ہونا بھی اس مین ممنوع نہین۔

دوسری دلیل۔ خداوند تعالیٰ کا یہ قول وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "زینت" عام ہے۔ اور اس سے خلقی اور اکتسابی دونون زینتین مراد ہین۔ گویا کہ خداوند تعالیٰ دوپٹون سے چھپانے کا حکم دیکر عورتون کو زینت خلقی کے اظہار سے منع کیا ہے۔

اور جن لوگون نے "زینت" سے زینت غیر خلقی مراد لی۔ انھون نے اس کو تین چیزون مین منحصر کیا ہے اوّل اصباغ۔ جیسے سرمہ لگانا۔ یا نیل سے بھؤون پر خضاب کرنا۔ یا رخسارون پر کوئی رنگ لگانا۔ یا ہاتھون پیرون مین مہندی لگانا۔

دوم۔ زیور۔ مثل انگوٹھی۔ کنگن۔ پازیب۔ بازوبند۔ ہار۔ تاج۔ تذہی اور بالی وغیرہ کے۔

سوم لباس۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ یہان زینت سے اوس کی مراد لباس ہے۔

دوسرا مسئلہ علما نے اختلاف کیا ہے کہ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے کیا مراد ہے۔ جو لوگ زینت کو

ملہ اس کا نوٹ آگے بطور ضمیمہ کے دیا گیا ہے۔

زینت خلقی پر محمول کرتے ہین (اون مین کے ایک قفال ہین) وہ لکھتے ہین آیت کے یہ معنی ہین کہ مگر جو کچھ انسان اپنی روزانہ عادت مین اپنے بدن سے کھلا رکھتا ہو" عورتون کی عادت ہے کہ اون کے منہ اور ہاتھ کھلے رہتے ہین۔ اور مردون کی عادت ہے کہ اون کا اطراف چہرہ اور ہاتھ پیر کھلے رہتے ہین۔ پس اوس عضو کے چھپانے کا حکم دیا گیا کہ جس کے کھولنے پر ضرورت تقاضی نہو اور اوس حصۂ بدن کے کھولنے کی اجازت دی گئی کہ جو عادۃً کھلا رہتا ہو۔ اور جس کے کھولنے کی ضرورت مقتضی ہوتی ہو۔ اسی لئے کہ اسلامی شریعت حنفی سہل اور انسان کو مشکل مین نہ ڈالنے والی چیز ہے۔ اور جب کہ منہ اور ہاتھ کا کھولنا ضرورت انسانی مین داخل ہے تو لاچار تمام علما نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان کا چھپانا ضروری نہین۔ اور چونکہ پیر کا ظاہر کرنا ضرورت مین داخل نہین اس لئے علما نے اس مین اختلاف کیا ہے کہ یہ داخل ستر ہے یا نہین۔ اس مین بھی دو صورتین ہین۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ پشت قدم کی طرح تمام پیر داخل ستر ہے۔

عورت کی آواز مین بھی دو صورتین ہین۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورت کی آواز داخل ستر نہین۔ اس واسطے کہ ازواج مطہرات برابر اجنبی مردون سے حدیثین روایت کیا کرتی تھین۔

اور جو علما "زینت" سے زینت اکتسابی مراد لیتے ہین وہ کہتے ہین کہ خداوند تعالی نے جو لفظ "زینت" فرمایا ہے اس مین کسی کو اختلاف نہین کہ اگر وہ زینت عورت کے بدن پر نہ ہو تو اوس کا دیکھنا جائز ہے۔ اور جب خدا تعالے نے عورت کے بدن پر ہونے کی حالت مین اون زینتون کا دیکھنا بھی

سلہ لیکن آجکل تو رسم پرستی کی بدولت مسلمانون نے اپنے دین کو بھی بدنام کر رکھا ہے۔ خدا تو یہ فرمائے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا مگر یہ اپنے اوپر ایسی شکلین اور دقتین توڑ لین کہ جس سے اسلام کی سیدھی سادھی اور سہل و آسان گزار صورت لوگون کی نظرون مین بیجا نیجا ہوئے۔ اس من گھڑت پردہ کی بدولت مسلمانون نے دنیا کو بیچاری عورتون پر ایسا تنگ کر رکھا ہے کہ جس سے وہ کسی کام کی نہین رہین۔ اگر اتفاق زمانہ سے اون کو ایسی ضرورت پڑے کہ اون کو خود اپنا اور اپنے بچون کا خبر گیران بننا پڑے تو وہ اس وقت بجائے سنبھالنے کے اپنی کو

حرام کیا ہے تو عورت کے بدن کا (علاوہ منہ اور ہاتھ کے) دیکھنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا - اور اس بنا پر عورت کے چہرہ کی زینت جو وسمہ اور رنگ سے کی گئی ہو - بدن کی زینت جو حنا سے کی گئی ہو اور انگوٹھی کا دیکھنا جائز ہوگا - اور یہی حکم لباس کا ہے - ان چیزوں کے دیکھنے کی وجہ جواز یہ ہے کہ ان کے چھپانے میں دشواری کا سامنا ہے - اس لئے کہ ضرور ہے کہ عورت اپنے ہاتھ سے کچھ لے دے - اور محاکمہ و شہادت اور نکاح کے وقت اس کو اپنا منہ کھولنے کی ضرورت داعی ہو -

تیسرا مسئلہ - تمام علما اس پر متفق ہیں کہ لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا آزاد عورتوں سے مخصوص ہے - اور اماء سے کچھ علاقہ نہیں - اس تخصیص کی وجہ ظاہر ہے کہ جب لونڈیاں مال ہیں تو ان کے بیع و شرا میں بھی احتیاط لازم ہے - اور احتیاط بلا غائر اور گہری نظر کے ہو نہیں سکتی - بخلاف آزاد عورتوں کے کہ وہاں متجسسانہ نظر کی ضرورت نہیں پڑتی ؟

قولہ تعالیٰ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ یعنی عورتیں اپنے گریبانوں پر دوپٹے کی انچل ڈالے رہیں "خمر" کا مفرد خمار ہے - اور خمار اوڑھنی کو کہتے ہیں مفسرین لکھتے ہیں کہ عرب جاہلیت کی عورتیں اپنے دوپٹے پیچھے کمر پر باندھ لیا کرتی تھیں - اور گریبان

حاشیہ بقیہ صفحہ (۴۰) مصیبت میں پھنسا لیں گی - شریعت حقہ اسلامیہ نے جب عورتوں کو خود مختار بنایا ہے - اون کو مالک بننے کا حق دیا ہے - اون کو بیع و شرا اور ہبہ و رہن کا حق دیا ہے - تو اون کو ان فطرتی حقوق کے استعمال کرنے کے قابل نہ بننے دینا ایک فطری گناہ ہے - اور یہ صاف اس بات کی دلیل ہے کہ ان مسلمانوں کے اخلاق ایسے خراب ہو گئے ہیں کہ یہ دوسروں کے حقوق اور چیزوں پر زبردستی متصرف ہونا چاہتے ہیں - وہ یہی چاہتے ہیں کہ اگر عورتوں کو حقوق شناسی کے قابل بننے کا موقع دیا گیا تو یہ حضرات جو اپنے تعویذ گنڈے - ملاؤں کی حلوے مانڈے طبیبوں کے نذرانے اور وکیلوں کے محنتانے میں کس قدر گھنڈت پڑ جائیگی - اس لئے کہ اپنی چالاکی سے یہ سب پیشے مردوں نے اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں - اور عورتوں کی جہالت اور بے بسی و قید سے انکو اس بات کا خوب موقع ملتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے عورتوں کو نہایت تباہ و برباد کریں - اور کوئی انکا پوچھنے والا نہ ہو - مگر ہم پوچھتے ہیں کیا اس ظلم شعاری کی خدا کے ہاں بھی دادرسی نہ ہوگی ؟

کے گریبان پھٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے اون کی گردنین اور ہار کھلے رہتے تھے۔ لہذا اون کو حکم دیا گیا کہ اپنے دوپٹے کے آنچل گریبانون پر ڈال لیا کرین۔ تا کہ گردن۔ سینہ۔ اور آس پاس کی چیزین یعنی بال اور گلے اور کان کے زیور اور گھنڈی لگانے کی جگہ چھپ جایا کرے۔ اور لفظ "ضرب" سے آنچلون کے ڈالنے مین مبالغہ مقصود ہے۔ اور "بخمرہن" مین با الصاق ہے (یعنی دوپٹے ہر وقت گریبانون سے ملے رہین) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مین نے نساء انصار سے زیادہ نیک کوئی عورت نہین دیکھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اون مین کی ہر ایک عورت اپنی چادر کی طرف لپکی۔ اور اوس کو پھاڑ کر (فوراً) اوڑھ لیا۔ اور وہ ایسی ہو گئین کہ گویا اون کے سرون پر کوے[۵۱] بیٹھے ہین۔"

قولہ تعالیٰ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ یعنی عورتین اپنی زینت ظاہر نہ کرین۔ جاننا چاہیے کہ جب خداوند تعالیٰ "زینت مطلقہ" کے احکام (پہلے لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ مین) بیان فرما چکا۔ تو (اس دوسری لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ مین) زینت خفیہ[۵۲] (یعنی جو چیزین آنچل سے چھپانی فرض ہین) کے متعلق احکام بیان فرمائے کہ جس کا ظاہر کرنا اجانب پر ممنوع ہے۔ اور بیان فرمایا کہ اون زینت خفیہ کا چھپانا سب پر واجب ہے۔ مگر بارہ صورتین اس حکم سے مستثنیٰ ہین۔

---

۵۱ اصل عربی محاورہ "فَاَصْبَحْنَ عَلٰى رُؤُسِهِنَّ الْغِرْبَانُ" ہے۔ اہل عرب اس ضرب المثل کو اوس موقع پر استعمال کرتے ہین کہ جب کسی کی حد درجہ کی اطاعت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی اون کا سر تسلیم اس درجہ جھکا ہوا ہے کہ گویا اون کے سر پر کوئی جانور بیٹھا ہے اور وہ اپنی ذرا سی حرکت سے بھی اوس جانور کے اڑ جانے کا خوف کرتے ہین۔

۵۲ زینت خفیہ سے وہ حصۂ بدن اور وہ چیزین مراد ہین کہ جن پر دوپٹہ ڈالے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً سینہ۔ گردن اور زیور وغیرہ۔ اور صرف یہی وہ زینت ہے کہ جس کا اجنبیون پر ظاہر کرنا منع کیا گیا ہے۔ اور مان باپ خاوند اور قریبی رشتہ دار اس سے بھی مستثنیٰ ہین۔ اس لیے کہ مواقع ستر کا پوشیدہ رکھنا تو انسان کو اپنی ذات سے بھی فرض ہے۔ اس مین اجانب اور محارم کی کوئی خصوصیت نہین۔ اور منہ اور ہاتھ کا اجنبیون کے سامنے کھولنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اب صرف ایک چیز زینت خفیہ

پہلی صورت - عورتون کے خاوند -

دوسری صورت - عورتون کے باپ - اس مین باپون کے باپ اور ماؤن کے باپ اور پھوپھون کے باپ سب شامل ہین -

تیسری صورت - شوہرون کے باپ -

چوتھی اور پانچوین صورت - عورتون کے خود اپنے بیٹے اور خاوندون کے بیٹے - اس مین اولاد کی اولاد بھی داخل ہے - خواہ وہ بیٹون سے ہو یا بیٹیون سے - جیسے پوتے اور نواسے -

چھٹی صورت - عورتون کے بھائی - خواہ وہ باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہون یا ان کی طرف سے یا دونون طرف سے -

ساتوین صورت - عورتون کے بھتیجے -

آٹھوین صورت - عورتون کے بھانجے -

وہ سب مرد جو ان آٹھون صورتون مین بیان ہوئے ہین محارم ہین - یہان چند سوالات پیدا ہوتے ہین

پہلا سوال - کیا محرم مردون کو ملاکہ اور کافرہ کی وہ چیزین دیکھنا بھی جائز ہین کہ جو مومنہ کی نہین دیکھ سکتا ؟

جواب - اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت کا مالک ہو کہ جو اوس کی محرم ہے - تو اس کا شکم و پشت دیکھ سکتا ہے - بنظر شہوت نہین بلکہ احتیاط ملک کی غرض سے کہ جو مخالف طریقہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۴۰) باقی رہ گئی ہے کہ جس کی بنا کے سامنے ہو سکنے کی تمنا ہے - اور مغرب ہی وہ حکم حجاب ہے کہ جس کے سمجھنے مین ہندوستان کے مسلمان منالطہ مین پڑے ہوئے ہین - اور افسوس کہ اپنی اس غلط فہمی کو فطرت اور سائنس و نیچر سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین - اول وہ یہ تو ثابت کرلین کہ یہ موجودہ پردہ جو اسلام مین ہے بھی - پھر شیرین مقالی اور شاعرانہ خیالات سے کام لین - ہم تو جب قانون ابداع خلق پر نظر ڈالتے ہین تو ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ خدا نے ہر چیز کو خود پردہ سے باہر کیا ہے - اور بس ایک اوس کی ذات حقیقی پردہ مین رہی - اس حقیقی بھید کا

کی جاتی ہے -

دوسرا سوال - چچا اور ماموں کا کیا حکم ہے؟ (کیونکہ بظاہر وہ ان مستثنیات مین بیان نہین کئے گئی)

جواب - حسن بصری کہتے ہین کہ بظاہر چچا اور ماموں سے بھی زینت خفیہ کے نہ چھپائے جانے مین تمام محارم کا سا حکم ہے - اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہین کہ اس آیت مین "رضاعت" کا حکم بھی تو نہین بیان کیا گیا حالانکہ وہ بھی نسب کا حکم رکھتا ہے -

اور نیز سورہ احزاب مین (جہان خداوند تعالی نے محارم کو گنایا ہے) "لاجناح علیہن فی ابائہن ولا ابنائہن ولا اخوانہن ولا ابناء اخوانہن ولا ابناء اخواتہن ولا نسائہن ولا ما ملکت ایمانہن" کے ساتھ "شوہرون" اور "شوہرون کے بیٹون" کا ذکر نہین کیا ہے - بلکہ اون کا ذکر سورۂ نور مین کیا ہے - اور کبھی بعض کے ذکر سے تمام کا حکم معلوم ہو جایا کرتا ہے -

شعبی کہتے ہین کہ خداوند تعالی نے "چچا" اور "ماموں" کا ذکر اس لئے نہین کیا ہے کہ کہین یہ چچا اور ماموں اپنی بھتیجی اور بھانجی کے حسن و جمال کی تعریف اپنے بیٹوں سے نہ کردین - (۱۱۱) علاوہ اس کے معنی یہ ہین کہ تمام (مذکورۂ بالا) رشتون مین باپ اور بیٹے محرمیت مین یکسان شریک ہین - مگر "ماموں" اور "چچا" اور اون کے "بیٹے" محرمیت مین برابر نہین - باپ کے دیکھنے کی بعد

حاشیہ بقیہ صفحہ (۱۴۱) کہ جو کچھ "" سے ہوئی ہے کسی کو پردہ ڈالنے کا اختیار نہین ہے - اس لئے کہ اشیا مین اباحت اصلی ہے - اور قیودات شناعی و مصلحتی عارضی ہین - افعال کے حسن و قبح کو جہان تک کہ نیچر سے تعلق ہے اوس کو کوئی نہین جان سکتا - بجز اس کے کہ اضافی حسن و قبح کو جان سکین - اگر ایسا نہ ہوتا تو آج تمام دنیا کی عورتین بہشتی ہری کے سائنس کے صدقے مین زندہ درگور ہوتین - اور دنیا کی تمام قومین اس حبس دوام کا گیت گایا کرتین حالانکہ ایسا نہین ہے - اور دوسری اقوام کی عورتین اپنی نیچرل آزادی پر ہین - اور اسلام نے بھی اوتنی ہی روک تھام کی اجازت دی ہے کہ جتنی اضافی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے - اور وہ یہ ہے کہ مہذب لباس مین عورتین دنیا کی ہوا کھایا کرین - اور اون کی اس فطری آزادی پر کوئی تعرض نہ ہو - انتہی

یہ بات ممکن ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے کہ جو اوس عورت کا محرم نہیں ہے اوس کی تعریف کردے۔ اور بیٹے کے دل میں اوس کا ایسا تصور بندھے کہ وہ اوس کے دیکھنے کا مشتاق ہو جائے[۹]۔ یہ بھی پردہ میں وجوب احتیاط کی ایک بڑی دلیل ہے۔

تیسرا سوال۔ ان مردوں کو ذکر جو آیت میں مستثنیٰ کئے گئے ہیں (عورت کے مواقع زینت کا دیکھنا کیوں جائز ہے؟

---

[۹] امام رازی نے سورۂ احزاب کی تفسیر میں "چچا" اور "ماموں" کو محارم میں اس طرح شمار کیا ہے کہ آیت میں "چچا اور ماموں" کے مذکور نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حکم "بھتیجوں" اور "بھانجوں" پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ "بھتیجوں" کے پھوپیوں کے حق میں محرم ہونے سے خود بخود یہ سمجھا جاتا ہے کہ "بھتیجیاں" چچا کے حق میں محرم ہیں۔ اور علیٰ ہذا ماموں کا حکم ہے"۔

لیکن اگر شعبی کی رائے کو کچھ وقعت دی جائے تو معلوم نہیں کہ "بھتیجے" اور "بھانجے" جو اپنی پھوپیوں اور خالاؤں کے مسلم محرم ہیں اون کی نسبت اس امر کا کیا قطعی یقین ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے جو اون کی بیویوں اور خالاؤں کے محرم نہیں ہیں اون کے حسن وجمال کو بیان نہیں کرینگے۔ علاوہ ازیں عورتیں بھی تو حسن جمال کا ادراک اوسی طرح کرتی ہیں کہ جیسے مرد۔ پھر پھوپی اور خالہ سے کیا اطمینان ہو گیا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں سے اپنی "بھانجی" اور "بھتیجی" کے حسن وجمال کا ذکر نہیں کریں گی۔ اور نیز "باپ بھائی" ہی کی نسبت کیا اطمینان ہو گیا ہے۔ اگر وہ خود ہی اپنی "بیٹی یا بہن" کو کسی نواب و شریف اور دولتمند شخص کی بی بی بنانے کی غرض سے اوس کی لیاقت اور حسن وجمال کا تذکرہ کسی اجنبی سے کر دیں؟ اگر یہی احتمال پرستی ہے تو آج شریعت اسلامی کے تمام اصول "ہباءً منثوراً" ہوئے جاتے ہیں اور تمام انسانی تمدن وتہذیب کی بنیاد اس احتمالی شریعت کے ہاتھوں برباد ہوئی جاتی ہے۔ کیا ہوا دہ ہیئت اسلام کو حسن وناز کیا جا سکتا؟

لیکن علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر میں "چچا" اور "ماموں" کے عدم ذکر کی ایک نہایت عمدہ وجہ لکھی ہے۔ وہ سورۂ احزاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ چچا اور ماموں کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ دونوں تو مثل باپ کے ہیں۔ اور خدا نے خود چچا کو

جواب - اس جواز کی یہ وجہ ہے کہ ان مردوں کو بالخصوص عورتوں کے پاس آنے[۵] جانے
اور ملنے جلنے کی ضرورت پڑتی ہے - اور اس وجہ سے کہ ان مردوں کی طرف سے فتنہ کا اندیشہ
بھی کم ہے - اور نیز اس وجہ سے کہ اجنبیوں سے خلا ملا کرنے میں ایک منافرت ہوا کرتی ہے
اور نیز عورت سفر میں سوار کرنے اور اوتارنے کے لئے ان مردوں کی معیت کی محتاج ہے -
نوین صورت - نسائہن سے - یعنی اپنی جیسی عورتیں - اس میں دو قول ہیں -

---

حاشیہ بقیہ صفحہ (۴۳) باپ کا نام دیا ہے - جہاں اوسنے رسول اللہ کو خطاب کرکے فرمایا ہے
"واله اباءك ابراهيم واسمعيل واسحق یعنی تمہارا باپ ابراہیم و اسمعیل و اسحق کا خدا" اور یہ
ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت اسمعیل کی اولاد میں ہیں اور حضرت اسحق اون کے سوتیلے بھائی ہیں - کہ جو اس
رشتہ سے آنحضرت کے چچا ہوتے ہیں - اور خدا نے اون کی نسبت باپ کا لفظ استعمال فرمایا ہے - حیرت کی جگہ
ہے کہ ہمیں اب بھی اپنی بیٹیوں کے حسن و جمال کے نشہ کا تے پھرا کرتے ہیں !!
ان سب باتوں کو جانے دو اور ذرا قرآن میں غور کرو تو ماموں چچا اور ماموں کی محرمیت کا ذکر صاف صاف لفظوں میں ملتا ہے
جہاں خدا فرماتا ہے کہ حرمت علیکم امهتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ
وبنت الاخت الخ (سورہ نسا آیت ۲۳) یعنی اے مسلمانو تمہاری مائیں - اور تمہاری بیٹیاں - اور تمہاری بہنیں
اور تمہاری پھوپیاں - اور تمہاری خالائیں - اور بھتیجیاں - اور بھانجیاں یہ سب تم پر حرام ہیں - خداوند تعالیٰ نے صاف
طور سے بھتیجیوں اور بھانجیوں کو ماموں اور چچا پر حرام کیا ہے - اور یہ اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ جن عورتوں سے کسی
صورت میں نکاح جائز نہیں وہ مردوں کے محرم ہیں - اور محرموں سے پردہ نہیں - اور جن کو خدا نے محرم قرار دیا ہو
اون کی نسبت وہم پرستی کرنا خدا کی شان میں ایک صریح گستاخی ہے - اختر

۵ اگر ان مستثنیٰ صورتوں میں عورت مرد کے بے تکلفی سے آمنے سامنے ہونے کی یہی وجوہ ہیں کہ جو
امام رازی نے لکھی ہیں اور فی الاصل یہی ہیں بھی تو جہاں کہیں اون کی بیان کردہ وجودی اور سلبی وجوہ پائی جائیں وہاں
حکم بھی یہی ہونا چاہیئے - لہذا اگر استنباطاً یہ کہا جاوے کہ امام رازی کی یہ رائے ہے کہ اگر ضروریات کے اجنبیوں سے

(۱) "نسائہن" سے وہ عورتین مراد ہین کہ جو اون کی ہم مذہب ہون۔ اکثر سلف کا یہی قول ہے ابن عباس کہتے ہین کہ مسلمان عورت کو ذمی عورتون یعنی کافرون سے کھلا نہین رہنا چاہیے اور کافرہ عورتون کے سامنے اوتنا ہی حصہ جسم (یعنی ہاتھ اور منہ) ظاہر کرے کہ جتنا اجنبی مردون کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ مگر یہ کہ وہ کافر عورت اوس کی باندی ہو۔ اس لئے کہ خداوند تعالے نے استثنائی صورتون مین فرمایا ہے کہ "او ما ملکت ایمانہن" (یعنی عورت کو اپنے باندی غلام پر زینت خفیہ کا ظاہر کرنا جائز ہے)

اور حضرت عمر نے ابی عبیدہ کو لکھا تھا کہ وہ اہل کتاب کی عورتون کو مسلمان عورتون کے ساتھ حمام مین داخل ہونے سے منع کرین۔

(۲) "نسائہن" سے تمام (مسلمہ و غیر مسلمہ) عورتین مراد ہین۔ یہی ٹھیک مذہب ہے۔ اور سلف کی رائے استحباب و اولویت پر محمول ہے۔

دسوین صورت۔ "ما ملکت ایمانہن" ہے۔ یعنی عورتین اپنے باندی غلام پر زینت خفیہ ظاہر کر سکتی ہین۔ ظاہر کلام باندی اور غلام دونون کو شامل ہے۔ لیکن اس مین اختلاف ہے بعض آیت کو اوس کے ظاہر الفاظ پر محمول کرتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ عورتون کو اس بات مین

حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۴ ... ملنا پڑے۔ یا اجنبیون کی دیانت و تہذیب نفوس سے کسی شر کا اندیشہ نہ ہو۔ یا بیوپار مین مسافرت ہو۔ یا سفر کی ضرورتین مجبور کرتی ہون۔ تو اجنبیون کے سامنے بھی اوسی تکلف سے آنا جائز ہے۔ تعجب اس آزاد مرد کی رائے پر! بلکہ قرآن شریف سے یہی صریحاً یہی ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت اجانب کے ساتھ اوسی قدر آزادی سے ملنے کی اجازت دی گئی ہے کہ جیسے محارم سے۔ خداوند تعالی نے ایسے اجانب کو کہ جن کو اپنی ضرورت سے عورتون سے ملنا پڑے۔ یا عورتون کو اپنی ضرورت سے اون سے ملنا پڑے۔ سلسلہ بیان مین محارم کے ساتھ ذکر کیا ہے اور "او التابعین غیر اولی الاربۃ" کو ذکر سلسلہ محارم مین بیان کرنے سے صاف یہ مطلب ہے کہ جو اجانب "اربت فی النساء" کی نیت سے خالی رہتے ہون اون کے سامنے "زینت خفیہ" کے

کہ جو تمہارے فضل وجود کے امیدوار بنکر تم سے وابستہ رہتے ہون۔ اور اون کو عورتون سے کچھ واسطہ غرض نہ ہو۔ یا تو اس وجہ سے کہ وہ اپنی بلاہت اور سادگی سے عورتون کی کسی بات کو جانتے نہون۔ یا ایسے نیک مزاج پیرمرد ہون کہ جب عورتون کے ساتھ رہین تو اپنی آنکھین نیچی کر لیتے ہون۔ اور اس بات کو سب جانتے ہین کہ خصّی عنّین (جو وجوہ خارجی سے جماع پر قادر نہو) اور اون جیسے مردون کو نفس جماع کی طرف تو خواہش اور توجہ نہین ہوتی لیکن اس کے علاوہ (دیکھو کمال اور تلذذ عینی کی) انتفاع کی قوی خواہش ہوتی ہی اور اس قوۃ خواہش کی موجودگی کی وجہ سے ایسے مرد اوس آیت مین مراد ہو نہین سکتے۔ پس ضرور ہوا کہ آیت مین ایسے مرد مراد لئے جائین کہ جن کی نسبت یہ معلوم ہو کہ وہ بجمیع وجوہ عورتون سے تمتع کی خواہش نہین رکھتے۔ یہ عدم خواہش خواہ فقدان شہوۃ کی وجہ سے ہو۔ یا سرے سے اس فعل سے واقفیت ہی نہو۔ یا فقر و مسکنت اس کا باعث ہو۔ ان تینون وجوہ کو پیش نظر رکھکر علما اس مسئلہ مین باہم مختلف الرّائے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ عورتون سے خواہش نہ رکھنے والے مرد فقرا اور محتاج لوگ ہین کہ جن کو فاقہ نے ستا رکھا ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ مفقود العقل اور مختل الحواس اور ابلہ اور لڑکے ہین۔ اور بعض کی رائے ہی کہ (غیر اولی الاربۃ مین) بوڑھے اور تمام وہ لوگ داخل ہین کہ جو شہوۃ سے محروم ہون۔ اور اس مین اس قسم کی تمام صورتین داخل ہو سکتی ہین۔[۵۱]

---

[۵۱] "اَوِالتَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ" کے الفاظ پر غور کرنے سے اور اس نظم کلام اور سلسلہ بیان پر غور کرنے سے کہ اس کو محارم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ "غیر اولی الاربۃ" کے معنی شیخ فانی یا مفقود الشہوۃ کے نہین ہین۔ اس لئے کہ محارم مذکورہ فی الآیت اور تابعین غیر اولی الاربۃ پر کشف زینت خفیہ کی علت ایک ہی ہے۔ اور وہ علت اقتضای حاجت بضرورت ہے۔ اس لئے کہ اون تمام افراد مین کہ جو بذریعہ حرف "او" بیان کئے گئے ہین ایک ہی علت مشترک نکل سکتی ہے۔ ورنہ جو بات "خاوند" کے ساتھ جائز ہو سکتی ہے وہ باپ بھائی کے ساتھ جائز نہین ہو سکتی۔

پیٹ میں پڑجاتے ہیں اور پیچھے پھر کر دیکھتی ہے تو پڑوا ور کو سے میں آٹھ بل پڑجاتے ہیں[۵۱]
آنحضرت نے اس مخنث سے یہ سنکر فرمایا کہ اب سے یہ مخنث تمہارے پاس کبھی نہ آیا جایا کرے
رسول اللہ صلعم نے عورتوں کے پاس اس مخنث کا آنا جانا اوس وقت تک جائز رکھا جب تک یہ خیال تھا کہ وہ اس قبیل

حاشیہ ابتدائے صفحہ (۴۹) وہ طلب ہیں یا مجرور بنا بر صفت - یا منصوب بنا بر حال -

مجرور ہونے کی حالت میں "تابعین" موصوف ہوگا "غیر اولی الاربۃ" اوس کی صفت - لیکن یہ قید واقعی ہوگی نہ کہ احترازی کہ جس سے تابعین کی دو قسموں کا علیحدہ کرنا مقصود ہو - اس لئے کہ "تابعین" کہتے ہی اون کو ہیں کہ جو رغبت فی النساء کی غرض سے ساتھ نہ رہتے ہوں بلکہ دوسرے کاروبار اور ضروریات کی انجام دہی کے لئے اون کے ساتھ ہو -

اور منصوب علی الحال ہونے کی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ ان کی معیت و تبعیت اس حیثیت اور غرض سے ہو کہ اون کے دل نظر بازی اور تلذذ فی النساء اور شہوت رانی کے خیالات سے خالی ہوں - گو اون کے میل جول انجام مہام دنیاوی کے لئے ہو - اس لئے کہ ہماری شریعت اسلامی معاشرت دنیاوی کو تنگ کرنیوالی نہیں ہے - اور نہ اوس میں عورتوں کو دنیاوی کاروبار کرنے کی ممانعت ہے - اور نہ حفظ ناموس کا بہترین طریقہ بتلایا گیا ہے کہ عورتوں کو محبوس رکھا جائے - بلکہ صرف تہذیب النفوس اور ذہنیتوں کی صفائی کی تعلیم دی گئی ہے - اور اسی کو نہایت تزکیہ نفوس کہا گیا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے "ذلکم ازکی لہم" ورنہ محبوس و مقید رکھنے کے بعد جو حفاظت ناموس کرائی جائے وہ شرافت نسانی کی معیار نہیں کہی جاسکتی - اس لئے کہ اوس میں اطاعت حکم خدا ہوگی نہ خاوند کے حقوق کی نگہداشت - اوس کی علت ورنہ فی نفسہ اوس کی اخلاقی جرات ہوگی - بلکہ نری رسم پرستی اور بے بسی ہوگی کہ جس کی شرع میں کچھ عزت نہیں ہے کہ اس سے اسلام کی تہذیب نفوس پر کچھ حکومت نہیں معلوم ہوتی - بلکہ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے بعض قومیں مسلمانوں کی بہت سی غلطیوں اور وحشتوں کو دیکھکر یہ الزام لگاتی ہیں کہ مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے - اس لئے کہ اگر اس میں کوئی خوبی ہوتی تو یہ خود بخود لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیتا - مسلمانوں نے اسلام کو بہت بدنام کر دیا ہے - لہذا اب اون کو چاہئے کہ اس حبس نسوان کو دور کرکے اسلام پر سے بدنامی کا دھبہ دور کرنے کی کوشش کریں - ۱۲ اختر

۵۱ اہل عرب گداز عورت کو پسند کرتے ہیں - اور اون کے ہاں یہ خوبی شمار ہوتی ہے - اس مخنث نے بنت غیلان کی گداز ہونے کو ایک استعارہ میں بیان کیا ہے - کہ جب وہ ادہر اودہر مڑتی ہے تو اوس کے پیٹ میں شکن پڑجاتے ہیں - ۱۲ اختر

قولہ تعالیٰ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن - یعنی عورتین اپنی ایسے دہماکے سی اپنے پیر (زمین پر) نہ رکہین کہ لوگون کو اون کی اندرونی زینت (یعنی زیور) کی خبر ہو - ابن عباس اور قتادہ کہتے ہین کہ نسا (جاہلیت) مردون کے سامنے ایسے زور سے زمین پر پیر مار کر چلتی تہین کہ اون کے پازیبون کی جہنکار سنی جاتی تہی -

اور ظاہر ہی کہ پازیب کی جہنکار ایک مغلوب الشہوت مرد کے حق مین ایسے بیمار دل کا کام کرتی کہ جو عورتون کے نظارہ کے لئے بلاتا ہو - خدا نے زور ہی زمین پر پیر مارنے کی علت لیعلم ما یخفین من زینتھن بیان فرما کر اس بات پر تنبیہ کیا ہے کہ عورتون کے دہمک کر چلنے سی اون کے زیور وغیرہ کی زینت مردون پر ظاہر نہ ہو جایا کرے -

قولہ تعالیٰ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون - یعنی اسلام! تم سب خدا کی درگاہ مین (جاہلیت کی) اون تمام ہی کامون سے کہ جن کی اصلاح اس آیت مین بیان فرمائی گئی ہے، توبہ کرو تا کہ تم کو فلاح و بہبود نصیب ہو -

ابن عباس فرماتے ہین اون باتون سے توبہ کرو کہ جن کو تم زمانہ جاہلیت مین کرتے تھے تاکہ دنیا و آخرت مین سعادت حاصل ہو " (تفسیر کبیر جلد ششم مطبوعہ مصر از صفحہ ۳۷۰ تا صفحہ ۳۸۲) راقم محمد اختر

(نوٹ صفحہ (۴۷) متعلق الا ما ظہر منہا)

اکثر مفسرین اور فقہاء کاملین نے الا ما ظہر منہا سے عورت کا منہ اور ہاتھ مراد لیا ہے اور صاف لفظون مین یہ لکھا ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کے سامنے بلا ضرورت منہ کہولنا جائز ہے احادیث صحیحہ اور تعامل زمانہ نبوی اور صلحائے سلف سے بہی اسکی تائید ہوتی ہے - اور انسانی حریت اور اوس کا اشرف المخلوقات ہونا بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ اوس کو مقید و محبوس کر کے اوس کی حریت کو صدمہ نہ پہنچایا جائے - اور ایک شریف الخلقت دوسرے شریف الخلقت پر اطمینان اور امانت سے کام لے - چنانچہ ہم ذیل مین چند مستند تفسیرون کی عبارتین ناظرین کے اطمینان کے لئے درج کرتے ہین -

اَو الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ کے - لفظ طفل کا اطلاق محتلم ہونے تک ہوتا ہے۔ اور بوڑھے مردمیں اگر ابھی شہوت باقی ہے۔ تو اوس کا حکم بھی جوانوں کے مثل ہے۔ اور اگر شہوت باقی نہیں رہی۔ تو اس میں بھی دو قول ہیں -

(۱) ایسے بوڑھے مرد کے سامنے زینت باطنہ کا اظہار جائز ہے۔ اور (اس بوڑھے کو) مقام ستر چھوڑ۔ باقی [illegible] ناف ہے -

(۲) عورت کا تمام بدن علاوہ زینت ظاہرہ یعنی منہ اور ہاتھ کے ایسے بوڑھے سے چھپانا چاہیے -

اللہ تعالی نے جن جن مردوں پر اظہار زینت باطنہ کو جائز فرمایا ہے اون میں کی یہ آخری صورت ہے -

حسن بصری کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ تمام مستثنیٰ صورتیں جواز اظہار زینت باطنہ میں مشترک ہیں تاہم ان میں تین مدارج ہیں -

(۱) خاوند کہ جس کو عورت کے ساتھ وہ معاملہ ہے کہ جو دوسرے مردوں کو اوس کے ستر کا جائز نہیں

(۲) بیٹا - باپ - بھائی - دادا - نانا - [illegible] اور تمام ذی محرم اور رضاعی رشتہ دار کہ جو نسبی رشتہ [illegible] کے ہیں - ان سب کو عورت کے بال - صدر - ساقین - بازو اور ان کے مثل دوسرے اعضا کا دیکھنا جائز ہے -

(۳) [illegible] مرد ہیں کہ عورتوں سے غرض نہیں رکھتے - اور علی ہذا عورتوں کے غلام جوان [illegible] کہ صرف قمیص اور باریک دوپٹہ سے بدون بالائی چادر کے ان مردوں کے سامنے [illegible] قباحت نہیں - مگر ان مردوں کو یہ جائز نہیں کہ اون کے بال اور بشرہ کو بلا ضرورت گھورا کریں - بہر حال ان سب سے زینت باطنہ کا چھپانا افضل ہے -

جوان عورت کو بڑی چادر اوڑھے بغیر اوس اجنبی مرد کے سامنے کہ جو ان مستثنیٰ صورتوں میں داخل نہ ہو آنا جائز نہیں -

یہ ہیں وہ مختلف مراتب کہ جو آیت میں مشترک البیان ہیں -

پہلا مسئلہ - آیت میں لڑکون کی بابت جو لم یظہروا استعمال کیا گیا ہے - سو ظہور علی الشئی دو قسم پر ہوتا ہے -

(۱) ظہور کے معنی صرف کسی چیز پر واقف ہونا جیسے خدا تعالی کے اس قول میں مراد ہے انہم ان یظہروا علیکم یرجموکم یعنی اگر وہ تمہیں جان لیتے تو تم پر رجم کرتے - یہاں یظہروا علیکم بمعنی یشعروا بکم ہے -

(۲) ظہور علی الشئی کے معنی ہیں کسی چیز پر غلبہ اور [illegible] حاصل کرنا جیسے خدا تعالی کے قول فاصبحوا ظاہرین میں ظاہرین بمعنی غالبین ہے یعنی وہ غالب ہو گئے -

پس بربنا وجہ اول لم یظہروا کے معنی ہونگے کہ ایسے لڑکے جو عورتوں کی شرمگاہوں کے تصور سے خالی الذہن ہوں [illegible] کی وجہ سے یہ نجانتے ہوں کہ وہ ہیں کیا چیز - ابن قتیبہ کا یہی قول ہے -

اور بربنای وجہ ثانی یہ معنی ہونگے کہ ایسے لڑکے جو [illegible] کی طاقت نہ رکھتے ہوں - یہ فراء اور زجاج کا قول ہے -

دوسرا مسئلہ - جو لڑکا اپنے صغر سنی [illegible] کی [illegible] باتوں سے واقف نہ ہو - تو عورتوں کو ایسے لڑکے سے [illegible] چھپانے کی ضرورت نہیں - اور اگر لڑکا مراہق (قریب البلوغ) ہے - اور عورتوں کی باتوں کو جانتا ہے - تو عورت کو ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ بدن اوس سے چھپانا [illegible] ہے -

(مراہق سے) باقی حصہ بدن کے چھپانے میں دو قول ہیں -

(۱) عورت کو مراہق سے زانو اور ناف کے درمیانی حصہ بدن کے علاوہ چھپانا غیر ضروری ہے اس لئے کہ وہ غیر مکلف ہے -

(۲) پورے مرد کی طرح مراہق سے چھپانا [illegible] ضروری ہے - اس لئے کہ اوس کو شہوۃ ہوتی ہے - اور عورت بھی اوس کو دیکھکر مشتہات ہو سکتی ہے - اور یہی معنے ہیں

(۱) فان قلت لم سومح مطلقا فی الزینة الظاهرة - قلت لان سترها فیه حرج - فان المرأة لا تجد بدا من مزاولة الاشیاء بیدیها - ومن الحاجة الی کشف وجهها فی الشهادة والمحاکمة والنکاح - وتضطر الی المشی فی الطرقات وظهور قدمیها - وخاصة الفقیرات منهن - وهذا معنی قوله تعالی "الا ما ظهر منها" یعنی الا ما جرت العادة والجبلة علی ظهوره - والاصل فیه الظهور - (تفسیر کشاف)

ترجمہ (۱) اگر تم یہ سوال کرو کہ زینت ظاہر کے اظہار میں کیوں آسانی رکھی گئی ہے تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ اوس کے چھپانے میں حرج ہے، اسلئے کہ عورت اپنے ہاتھوں سے چیزوں کے لینے دینے پر مجبور ہے اور شہادت و محاکمہ اور نکاح کے وقت منہ کھولنے کی محتاج ہے اور راستوں میں چلنے کے وقت پیر کھولنے پر مجبور ہے - اور خاصکر محتاج عورتیں - اور یہی معنے "الا ما ظہر منہا" کے ہیں یعنی جس چیز کے کھلے رہنے پر عادت و جبلت جاری ہو اور اسکا ظاہر رہنا [illegible] "الا ما ظہر منہا" کا مصداق سوای ہاتھ و منہ کے اور کوئی چیز ہو نہیں سکتی -

(۲) وقیل الزینة زینتان ظاهرة وباطنة فالظاهرة لا یجب سترها ولا یحرم النظر الیها لقوله تعالی "الا ما ظهر منها" - وفیها ثلاثة اقاویل - احدها ان الظاهرة الثیاب والباطنة الخلخالان والقرطان والسواران (عن ابن مسعود) وثانیها ان الظاهرة الکحل والخاتم والخدان والخضاب فی الکف (عن ابن عباس) والکحل والسوار والخاتم (عن قتادة) وثالثها انها الوجه والکفان (عن الضحاک وعطا) والوجه والبنان (عن الحسن) و فی تفسیر علی ابراہیم

ترجمہ (۲) زینت دو قسم کی ہے ظاہری و باطنی - زینت ظاہری کا چھپانا واجب نہیں ہے اور اسکی طرف دیکھنا حرام ہے بدلیل "الا ما ظہر منہا" - اس میں تین قول ہیں - اول ابن مسعود سے روایت ہے کہ زینت ظاہری لباس ہے اور زینت باطنی پازیب - بالیاں اور کنگن ہیں - دوم ابن عباس سے روایت ہے کہ زینت ظاہری سرمہ - انگوٹھی رخسار اور ہاتھوں کی مہندی ہے - اور قتادہ سے روایت ہے کہ وہ سرمہ - کنگن و انگوٹھی ہے - سوم ضحاک اور عطا سے روایت ہے کہ زینت ظاہری منہ اور ہاتھ [illegible] اور حسن سے روایت ہے کہ وہ منہ اور انگلیاں ہیں

الکفان والاصابع۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ثانی صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ تہران)

(۳) "الا ما ظهر منها" اراد به الزينة الظاهرة واختلف اهل العلم فى هذه الزينة الظاهرة التى استثناها الله تعالى۔ قال سعيد بن جبير والضحاك والاوزاعى هو الوجه والكفان وقال ابن مسعود هى الثياب بدليل قوله تعالى "خذوا زينتكم عند كل مسجد"۔ واراد به الثياب۔ وقال الحسن الوجه والثياب وقال ابن عباس الكحل والخاتم والخضاب فى الكف فما كان من الزينة الظاهرة جاز للرجل الاجنبى النظر اليها اذا لم يخف فتنة وشهوة۔ فان خاف شيئا منها غض البصر وانما رخص فى هذا القدر ان تبدى المرأة من بدنها لانه ليس بعورة (تفسير معالم التنزيل [illegible])

(۴) "لا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها"۔ وهو الوجه والكفان فيجوز النظر اليها ان لم يخف فتنة (تفسير [illegible])

(۵) "الا ما ظهر منها" عند مزاولة الاشياء التى لا بد منها عادة كالخاتم والكحل

تفسیر علی بن ابراہیم میں بھی ہاتھ اور انگلیاں بیان ہیں۔

ترجمہ (۳) خداوند تعالیٰ نے "الا ما ظهر منها" سے زینت ظاہری مراد لی ہے۔ علما نے اس زینت ظاہری کی تعیین میں کہ جس کو خداوند تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے اختلاف کیا ہے۔ سعید بن جبیر ضحاک اور اوزاعی کہتے ہیں کہ اس سے منہ اور ہاتھ مراد ہیں۔ اور ابن مسعود بدلیل آیت "خذوا زينتكم عند كل مسجد" زینت ظاہری سے کپڑے مراد لیتے ہیں۔ حسن منہ اور لباس مراد لیتے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ زینت ظاہری سے سرمہ انگوٹھی اور ہاتھوں کی مہندی مراد ہے۔ اجنبی مرد کو زینت ظاہر کا دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ شہوت و فتنہ کا خوف نہ ہو اگر ایسی بات کا اندیشہ ہو تو زیادہ سے زیادہ آنکھیں نیچی کر لے۔ عورت کو اتنا بدن کھولنے کی اس لئے اجازت دی گئی ہے کہ منہ اور ہاتھ داخل عورت نہیں۔

ترجمہ (۴) یعنی "الا ما ظهر منها" سے منہ اور ہاتھ مراد ہیں اگر اندیشہ فتنہ نہ ہو تو اجنبی مرد کو اجنبی عورت کا منہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے۔

ترجمہ (۵) "الا ما ظهر منها" یعنی چیزوں کے لینے دینے کے وقت جو کچھ عادۃً کھلا رہتا ہو جیسے انگوٹھی سرمہ

والخضاب ونحوه - فان فی سترها حرجاً بیناً - وقیل المراد بالزینة مواضعها علی حذف المضاف او ما یعم المحاسن الخلقیة والتزیینیة - والمستثنی هو الوجه والکفان لانها لیست بعورة - (تفسیر علامہ ابو مسعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۵۹)

خضاب وغیرہ اس قسم کی چیزیں - اس لئے کہ ان کے چھپانے میں صریح تکلیف ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بحذف مضاف مواقع زینت مراد ہیں - یا زینت خلقی اور اکتسابی دونوں مراد لی جائیں اور مستثنیٰ منہ اور ہاتھ ہے - اس لئے کہ یہ داخل حجاب نہیں -

(۲) فان کانت اجنبیة حرة فجمیع بدنها عورة لا یجوز له ان ینظر الی شیء منها الا الوجه والکفین لانها تحتاج الی ابراز الوجه للبیع والشراء والی اظهار الکف للاخذ والعطاء - قال القفال ومعنی قوله الا ما ظهر منها الا ما یظهر علی الانسان عادة الجاریة - وذلک فی النساء الوجه والکفان - (غرائب القرآن برحاشیہ تفسیر نیشاپوری)

ترجمہ (۲) حرہ اجنبیہ کا تمام بدن داخل ستر ہے اجنبی کو اس میں سے کچھ بھی دیکھنا جائز نہیں مگر منہ اور ہاتھ تو ان کا دیکھنا جائز اس لئے کہ عورت بیع و شرا کے وقت منہ کھولنے کی محتاج ہے اور لین دین کے وقت ہاتھ کھولنے پر مجبور ہے - اسی تفسیر میں دوسری جگہ قفال کا قول منقول ہے کہ الا ما ظهر منها کے معنی وہ حصہ بدن ہے کہ جو عادت انسانی میں کھلا رہتا ہو - اور مستورہ عورتوں کی عادت میں منہ اور ہاتھ کا کھلا رہنا داخل ہے -

(۳) قال ابن عباس و سعید بن جبیر و ابراهیم النخعی وغیرهم الا ما ظهر منها الوجه والکفان (تفسیر [illegible])

ترجمہ (۳) یعنی ابن عباس سعید ابن جبیر اور ابراہیم النخعی کہتے ہیں کہ الا ما ظهر منها سے منہ اور ہاتھ مراد ہیں -

(۴) علامہ سیوطی جو ایک بہت بڑے مفسر اور نامور محدث ہیں اور جنہوں نے اپنی تفسیر میں یہ التزام کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر احادیث و آثار اور صحابہ سے کی جائے - جو کچھ اپنی تفسیر میں الا ما ظهر منها کے تحت میں لکھا ہے ہم اس میں سے بھی یہاں نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین کو یہ معلوم ہو گا کہ الا ما ظهر منها سے منہ اور ہاتھ مراد لینا تفسیر بالرائے نہیں ہے بلکہ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور [illegible]

(۱) اخرج ابن المنذر عن انس فی قوله تعالی لا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها قال الکحل والخاتم -

(۱) ابن منذر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ لا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها سے سرمہ اور انگوٹھی مراد ہے -

(ب) واخرج سعید ابن منصور وابن جریر وعبد بن حمید وابن المنذر والبیہقی عن ابن عباس ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منہا قال الکحل والخاتم والقرط والقلادة۔

(ب) سعید ابن منصور۔ ابن جریر۔ عبد بن حمید ابن المنذر اور بیہقی حضرت انس سے بیان کرتے ہیں کہ "لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منہا" سے سرمہ انگوٹھی۔ بالیاں اور ہار مراد ہے۔

(ج) واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ الا ما ظھر منہا قال ھو خضاب الکف والخاتم۔

(ج) عبد الرزاق اور عبد بن حمید ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منہا" سے ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی مراد ہے۔

(د) واخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ الا ما ظھر منہا قال وجھہا وکفاھا والخاتم۔

(د) ابن ابی شیبہ۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منہا" سے عورت کا منہ اور ہاتھ اور انگوٹھی مراد ہے۔

(ہ) واخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ الا ما ظھر منہا قال رقعة الوجہ وباطن الکف۔

(ہ) ابن ابی شیبہ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منہا" سے منہ کی ٹکیہ اور ہتھیلی مراد ہے۔

(و) واخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید وابن المنذر والبیہقی فی سننہ عن عائشة انہا سئلت عن الزینة الظاھرة فقالت القلب والفتخ وضمت طرف کمہا۔

(و) ابن ابی شیبہ عبد بن حمید ابن المنذر اور بیہقی اپنے سنن میں حضرت عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے زینت ظاہرہ کی نسبت دریافت کیا گیا تو حضرت عائشہ نے کنگن اور انگوٹھی زینت ظاہرہ فرمایا اور ساتھ ہی آستین کے کنارہ کو مٹھی میں کر لیا۔

(ز) واخرج ابن ابی شیبة عن عکرمة فی قولہ الا ما ظھر منہا قال الوجہ وثغرة النحر۔

(ز) ابن ابی شیبہ عکرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منہا" سے منہ اور گردن مراد ہے۔

(ح) واخرج ابن جریر عن سعید بن جبیر فی قولہ الا ما ظھر منہا قال الوجہ والکف۔

(ح) ابن جریر سعید ابن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منہا" سے منہ اور ہاتھ مراد ہے۔

(ط) واخرج ابن جریر عن عطاء فی قولہ الا ما ظھر منہا قال الکفان والوجہ۔

(ط) ابن جریر عطاء سے بیان کرتے ہیں کہ "الا ما ظھر منہا" سے دونوں ہاتھ اور منہ مراد ہے۔

(ی) واخرج عبد الرزاق وابن جریر عن قتادة ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها قال المسکتان والخاتم والکحل قال قتادة وبلغنی ان النبی صلعم قال لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر تخرج یدها الا الی ههنا وقبض نصف الذراع

(ی) عبد الرزاق اور ابن جریر قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها سے پازیب انگوٹھی مراد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں مجھے آنحضرت کے اس ارشاد کی خبر پہونچی ہے کہ جو عورت خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اوسکو اپنے ہاتھ کھولنی جائز نہیں مگر یہان تک۔ اور اس کی تشریح آپ نے اپنے نصف ذراع تک کی۔

(ک) واخرج عبد الرزاق وابن جریر عن المسور بن مخرمة فی قوله الا ما ظهر منها قال القلبین یعنی السوار والخاتم والکحل

(ک) عبد الرزاق اور ابن جریر مسور بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ الا ما ظهر منها سے کنگن انگوٹھی اور سرمہ مراد ہے۔

(ل) واخرج سنید وابن جریر عن ابن جریج قال قال ابن عباس فی قوله ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها قال الخاتم والمسکة. قال ابن جریج وقالت عائشة القلب والفتخة قالت عائشة دخلت علی ابنة اخی لامی عبد الله بن الطفیل مزینة فدخلت علی النبی صلعم واعرض فقالت عائشة انها ابنة اخی وجاریة فقال اذا عرکت المرأة لم یحل لها ان تظهر الا وجهها والا ما دون هذا وقبض علی ذراع نفسه فترک بین قبضته وبین الکف مثل قبضة اخری

(ل) سنید اور ابن جریر ابن جریج سے بیان کرتے ہیں کہ اونہوں نے ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها کی تفسیر میں ابن عباس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اوس سے انگوٹھی اور پازیب مراد ہے۔ ابن جریج یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے کنگن اور انگوٹھی بیان کی ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میری ماں کی طرف کے بھائی عبد اللہ بن طفیل کی بیٹی مزینہ میرے پاس آئی اور پھر آنحضرت کے پاس گئی تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ تو میری بھتیجی ہے اور ابھی لڑکی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جب عورت جوان ہو جاوے تو اوسکو منہ اور اسکے سوا کھولنا جائز نہیں۔ اسکے بعد آپ نے اپنی بانہہ پکڑی اور ہاتھ اور گرفت کے درمیان ایک مٹھی کی جگہ چھوڑ دی (یعنی پہونچوں سے اوپر تک ہاتھوں کا کھولنا بھی جائز فرمایا)

(م) واخرج ابو داؤد وابن مردویه والبیهقی عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی النبی صلعم

(م) ابو داؤد و ابن مردویہ اور بیہقی حضرت عائشہ سے بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر کی بیٹی اسما آنحضرت کے پاس باریک لباس پہنے ہوئی آئیں

وعليها ثياب رقاق فاعرض عنها وقال يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لم تصلح الا ان يرى منها الا هذا واشار الى وجهه وكفه -

آپ نے اون کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے اسما جب عورت جوان ہو جائے تو سوائے اس کے اوسکی کوئی چیز دیکھا جانا اچھا نہیں - اور اس اشارہ کی تشریح آپ نے اپنے منہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمائی -

(ن) واخرج ابو داؤد في مراسيله عن قتادة ان النبي صلعم قال ان الجارية اذا حاضت لم يصلح ان يرى منها الا وجهها ويداها الى المفصل -

(ن) ابوداود نے اپنے مراسیل میں قتادہ سے آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ لڑکی جب حائض ہو جائے تو اوس کے منہ اور پہونچوں تک ہاتھوں کے سوائے اور کچھ دیکھا جانا درست نہیں "

(تفسیر الدر المنثور للسیوطی جلد ۵ صفحہ ۴۱-۴۲ مطبوعہ مصر)

ان شواہد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضوں نے زینت ظاہری سے مواضع زینت مراد لئے ہیں - اور بعضوں نے زینت اکتسابی مراد لی ہے - جیسے سرمہ مہندی - انگوٹھی اور لباس وغیرہ - مگر ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اشیاء زینت داخل حجاب نہیں ہو سکتیں - اس لئے کہ اگر وہ داخل حجاب ہوتیں تو ان کا بدن سے علحدہ دیکھنا ہی ناجائز ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے - اشیاء زینت کا خارج از حجاب ہونا اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ اون کے استعمال کی جگہ داخل حجاب نہیں - گو بادی النظر میں نفس زینت اور مواضع زینت دو چیزیں نظر آتی ہیں مگر حجاب کا حکم اون کے محل استعمال ہی سے متعلق ہے - اور انگوٹھی یا سرمہ کاجل وغیرہ کا دیکھنا بدون چہرہ اور ہاتھ دیکھنے کے محال ہے - اگرچہ کہ ان چیزوں کی خیالی تصویر ذہنوں میں ناممکن نہ ہو - اور شاعرانہ چابکدستی سے معشوق کی خیالی اسٹیج پر سجادی گئی ہوں - مختصر ایڈیٹر صاحب یہ مضمون جو بہت بڑی تعریف کا مستحق ہے اس قدر شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ اب اس آیت کے متعلق کسی کو کوئی بات دریافت کرنے کی حاجت باقی نہیں رہی - ہمارے دوست نے دوسری آیات حجاب پر بھی اس شرح و بسط سے بحث کرنے اور آخیر میں کل آیات پر ایک نظر مجموعی

میرا پہلا جرم

یوں تو ہندوستان میں عشق و عاشقی کی ہزاروں ناولیں ہر روز شائع ہوتی ہیں جنکے مطالعہ سے سوا تھوڑی دیر کی دلچسپی کے اور کوئی فائدہ متصور نہیں۔ مگر میرا پہلا جرم ہی صرف ایک ایسی کتاب ہے جس سے دلچسپی کے علاوہ دنیا کی نہایت کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ واقعی یہ نادر کتاب جو یورپ کے ایک مشہور و معروف فیلسوف کی تصنیف ہے اور جسکا ترجمہ با محاورہ اور سلیس اردو میں کیا گیا ہے دنیا کے فریب اور مکاریوں کی ایک سچی تصویر ہے۔ اہلکاران پولیس کیلئے تو وہ ابتدائی تحقیقات میں ایک رہبر کا کام دیتی ہے سرکار نظام نے اسکی دو سو جلدیں اپنے سررشتہ کوتوالی کے لئے اس غرض سے خریدفرمائی ہیں کہ اس کے مطالعہ سے خفیہ پولیس کو بصیرت حاصل ہو۔ یہ امر اس کتاب کی عمدگی کا ایک اعلیٰ سارٹیفکٹ ہے۔ اس کے سوا دلچسپ اقسات کے اعتبار سے وہ عام لوگوں کیلئے اکثر عام ناولوں سے بھی زیادہ مفید ہے اور اسکے پڑھنے سے ملک فرانس کے صحیح حالات معلوم ہوتے ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول ڈاک (دو روپے) خادم نسوان

مکتبہ نسوان مدیر

مسلمانوں کو مژدہ

یہ حمایل قرآن شریف جس کا ترجمہ شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب نے نہایت ہی جانکاہی سے بہت سلیس اردو میں کیا ہے طبع ہو کر ہمارے مطبع میں آگیا ہے۔ خط اسکا کاغذ اور اسکی جلد دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے اور پڑھنے سے تو دل کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ اس حمایل سے پہلے جو قرآن مجید بڑی تقطیع پر مولانا معصوف نے طبع فرمایا تھا۔ اُسکے ترجمہ سے اس حمایل شریف کا ترجمہ زیادہ اچھا ہے۔ کیونکہ اس ترجمہ پر نظر ثانی ڈالی گئی ہے۔ ان تمام خوبیوں پر قیمت بہت ہی ارزاں ہے یعنی فی جلد مجلد (عہ) درجہ دوم (صہ) درجہ سوم (للعہ) اور بغیر جلد (عہ) اور محصول ڈاک ذمہ خریدار۔ جن حضرات کو خریدنی منظور ہو۔ وہ مہتمم مطبع معلم نسواں سے طلب فرمادیں۔ شائقین جلد طلب فرمائیں۔ ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا ۔

المشتہر محمد یوسف حسین مہتمم مطبع معلم نسواں واقع گوشہ محل حیدرآباد دکن

رسالہ دلگداز

یہ ادب کا نادر رسالہ جس کے ایڈیٹر ہمارے مشہور و معروف ادیب دوست جناب مولوی عبدالحلیم صاحب شرر ... سنہ ۱۹ ... سے جاری ہوا ہے۔ اس شہرہ آفاق رسالہ کی تعریف ...

افسوس اور صبر و شکر

بُرا جو کہتے ہیں مجکو کہیں اجازت ہے ۔ مگر وہ گالیاں دیں کیکی اپنی خو کرین

افسوس ہے کہ آجکل بعض اخبارات محض اپنی نفسانیت اور تعصب سے ہمارے رسالہ کو بدنام کرنے اور ہمیں کوئی جسمانی اور مالی نقصان پہنچانے کے لئے متواتر ایسے مضامین طبع کر رہے ہیں جو غلط واقعات پر مبنی ہیں اور جن کا مقصد صرف یہی ہے کہ عوام الناس جو آگے ہی سے پردہ کے مسئلہ میں ہم سے مخالف تھے اور بھی بدظن اور برانگیختہ ہوں اور ہمارے اس نیک کام میں خلل واقع ہو جس کو ہم تیرہ برس سے قوم کے فائدے کے لئے کر رہے ہیں ۔ ہمیں تو ان لائق اخبارون سے یہ امید تھی کہ وہ اس قومی کام میں ہمیں کوئی مدد دینگے اور سوشیل ریفارم کی گاڑی میں کاندہ لگائیں گے ۔ ہم اپنے ان ملکی اخبارون سے بعد ادب یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر انکی جان توڑ کوششوں سے یہ رسالہ بند کر دیا گیا تو اس سے ہمکو کوئی ذاتی نقصان ہوگا اور نہ انہیں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پہنچے گا ۔ ہان البتہ اس سے قوم کو اور علی الخصوص ہماری بے زبان عورتوں کو جن کے فائدہ کیلئے یہ جاری ہے بہت بڑی مضرت پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے اگر کوئی اخبار ہمارے کسی مضمون پر نیک نیتی سے نکتہ چینی کرے تو ہمکو نہایت ہی خوشی بلکہ شکر گزاری کا موقع ہے ۔ کیونکہ ہم کوئی معصوم تو ہی نہیں جسکی تمام رائیں غلطیون سے پاک ہوں ہں جائز نکتہ چینی سے صرف ہمیں ہی فائدہ نہ پہنچیگا بلکہ قوم کو بھی بصیرت حاصل ہوگی ۔ لیکن گالیوں کے علاوہ ہماری نقصان دہی ہونا ہماری دانست میں صرف تضیع اوقات ہی نہیں بلکہ مغز اخلاق بھی ہے ہم ہمیشہ اپنے ناظرین سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اگر سہو ہم سے کوئی خطا ہو جائیگی یا اگر ہماری کوئی بات تلخ معلوم ہوگی تو ہمکو وہ معاف فرمائینگے کیونکہ اگر ہم سے اپنے بھائیون کے جو شمین کسی بُری رسم پر کوئی کڑا حملہ ہو جائے